

سنن ابی داؤد
کی جامع اور مکمل شرح
مع متن، اعراب، ترجمہ احادیث و تخریج

الجزء
الثانی

السنن المختصون

علی

سنن ابی داؤد

کتاب الصلوة

(ابتداء تا باب فی الرجل
یتطوع فی مکانہ الخ)

افادات درسیہ مع اضافات و نظر ثانی

حضرت مولانا محمد حافل صاحب مدظلہ

صدر المدرسين مظاہر علوم سہانوی

تلمیذ رشید

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی رحمہ اللہ علیہ

ناشر

مکتبہ الشیخ

۴۴۵/۳، بہادر آباد، کراچی ۵ فون: 021-34935493

مسنن ابی داؤد کی جامع اور مکمل شرح
مع متن، اعراب، ترجمہ احادیث و تخریج

الْمُسْنَدُ
عَلَى

مُسْنَدِ ابِي دَاوُدَ

الجزء الثاني

دارت دسیر من اصحاب

حضرت مولانا محمد عاتق صاحب مدظلہ (صدر المدینہ منظر علوم و سہارنپور)

تلمیذ رشید

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی قندس سرفہ

الناشر

مکتبۃ الشیخ

۳/۴۴۵ - پیسہ آباد - کراچی ۵

جدید ایڈیشن کے جملہ حقوق بحق مکتبہ الشیخ کراچی محفوظ ہیں

مؤلفہ دامت برکاتہم کی طرف سے تصحیح، اصلاح اور اضافات کے ساتھ،
احیاء کے مکمل متن، ترجمہ اور تفسیر کے ساتھ مندرجہ ایڈیشن۔

نام کتاب :	الدر المنصود علی سنن أبي داود «الجزء الثاني»
آفادات درسیہ :	حضرت مولانا محمد عاقل صاحب مدظلہ صدر البدر سین مدرسہ مظاہر علوم بہار پور
ترجمہ :	مولانا محمد زکریا مدنی مدظلہ (اسلامیہ تعلیم الاسلامی، کراچی)
تفسیر و ترتیب جدید :	امراکین الخلیف اکیدھی مدرسہ سنزل علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی۔ 0321-235 7 200
ناشر :	مکتبہ الشیخ ۳/۳۵، پیسہ در آباد کراچی ۵
اشاعت طبع جدید :	زوالقعدہ ۱۴۳۷ھ اگست ۲۰۱۶ء

مکتبہ خلیلیہ ★ مکتبہ زکریا

دکان نمبر 19، سلام کتب مارکیٹ، بنوری ٹاؤن، کراچی
دکان نمبر 2، قائم سینٹر، نزد سوبرج، ہپتال، اردو بازار، کراچی
0312-5740900, 0321-2098691 ★ 021-32621095, 0312-2438530

قدیمی کتب خانہ، کراچی کتب خانہ اشرفیہ، اردو بازار، کراچی اسلامی کتب خانہ، بنوری ٹاؤن، کراچی مکتبہ العلوم، بنوری ٹاؤن، کراچی مکتبہ قاسمیہ، لاہور مکتبہ حقانیہ، ملتان مکتبہ العارفی، فیصل آباد سید احمد شہید، اکوڑہ خٹک	دارالاشاعت، اردو بازار، کراچی کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال، کراچی مکتبہ ندوہ، اردو بازار، کراچی مکتبہ رحمانیہ، لاہور مکتبہ حریم، لاہور ادارہ تالیفات، ملتان مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ مکتبہ علمیہ، پشاور	نور محمد کتب خانہ، آرام باغ، کراچی مکتبہ انعامیہ، اردو بازار، کراچی مکتبہ عمر فاروق، شاہ فیصل کالونی، کراچی زم زم پبلشرز، اردو بازار، کراچی المیزان، لاہور مکتبہ امدادیہ، ملتان مکتبہ عثمانیہ، راولپنڈی ادارہ اسلامیات، لاہور
--	---	--

﴿ ہر دینی کتب خانہ پر دستیاب ہے ﴾

فہرست مضامین

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
47	كَانَ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ أَوْ رَاكِبِي تَشْرَح	3	فہرست مضامین
49	باب فی الصلوۃ الوسطی	13	کتاب الصلاۃ
50	غزوہ خندق میں فائزہ نمازوں کی تعداد	13	صلوۃ سے متعلق احکام ثمانیہ مفیدہ
	باب من ادبرک رکعة من الصلوة فقد	19	يُسْمَعُ دَوِيُّ صَوْتِهِ اور اس کی تشریح
53	ادبرکھا اور اس میں مسلک احناف کی تحقیق	20	قَالَ: لَا إِلَّا أَنْ تَطْلُوعَ پر فقہی کلام و اختلاف ائمہ
57	فَكَانَتْ بَيْنَ قَرْيَتِي شَيْطَانٍ اور اس کی شرح	21	وَاللَّهِ لَا أُرِيدُ عَلَى هَذَا وَلَا أَنْقُصُ
59	باب فی وَقْتِ الْمَغْرِبِ	22	باب فی المواقیت
60	إِلَى أَنْ تَسْتَبِيكَ النُّجُومُ اور اہل تشیع کا استدلال	24	صلوات خمسہ کے اوقات کی تفصیل مع اختلاف علماء
61	باب فی وَقْتِ الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ	26	حدیث امامت جبریل کی شرح
62	يُصَلِّي بِالسُّقُوطِ الْقَمَرِ لِنَائِلَةٍ	28	وقت مغرب میں شافعیہ کی مذہب کی تحقیق
64	تاخیر عشاء اور اس کی تقدیم کی بحث	30	عمر بن عبد العزیز أَخَّرَ الْعَصْرَ شَيْئًا
65	باب فی وَقْتِ الصُّبْحِ	36	باب فی وَقْتِ صَلَاةِ النَّبِيِّ ﷺ الخ
66	مَا يُعْرِفُنَ مِنَ الْغُلِيِّ اور اس کی شرح	38	نوم قبل العشاء اور حدیث بعد العشاء کی تفصیل
67	اسفار کے دلائل	39	وَكَانَ يُصَلِّي الصُّبْحَ، وَمَا يُعْرِفُ أَحَدُنَا جَلِيسَهُ
68	باب فی الْحَافِظَةِ عَلَى وَقْتِ الصَّلَوَاتِ	39	باب فی وَقْتِ صَلَاةِ الظُّهْرِ
	صلوات خمسہ کے اوقات مستحب کی تفصیل	40	فی الضَّيْفِ ثَلَاثَةٌ أَقْدَامٍ إِلَى خُمُسَةِ أَقْدَامٍ
68	عند الأئمة الاربعہ	43	حَتَّى نَأْتِيَ فِيهِ التَّلَوِيلِ اور وقت ظہر الی مثلین کی بحث
69	جمعہ کا وقت مستحب اور اس میں اختلاف علماء	44	إِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ اور اس کی تشریح
70	تحقیق صنایع	45	باب فی وَقْتِ صَلَاةِ الْعَصْرِ

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
107	باب اتخاذ الساجد فی الذویہ	71	وجوب وترکی دلیل
108	صحیحہ سرہ کی پہلی حدیث	72	عن القاسم بن عتیم، عن بعض أئمتنا الخ
108	باب فی الشرح فی الساجد	73	وقت اول کی فضیلت اور اس پر کلام
109	باب فی خطی السجود	73	افضل الاعمال کا مصداق اور اس میں اختلاف علماء
111	باب فی کئیس السجود	75	قُلْتُ: إِنَّ هَذِهِ سَاعَاتٌ لِي فِيهَا أَشْفَقُ الخ
112	نسیان قرآن کا حکم	76	باب إِذَا أَخَّرَ الْإِمَامُ الصَّلَاةَ عَنِ الْوَقْتِ
113	باب فی اغتسال النساء فی الساجد عن الرجال	78	اعادہ صلوٰۃ سے متعلق مسائل خلافیہ فقہیہ
115	باب فیما یقولہ الرجل عند دخولہ السجود	81	فَصَلُّوا مَعَهُمْ مَا صَلَّوْا الْفِتْلَةَ
116	خود نبی کو اپنی نبوت پر ایمان لانا واجب ہے	82	باب فی مَنْ نَامَ عَنِ الصَّلَاةِ، أَوْ نَسِيَهَا
117	باب ما جاء فی الصَّلَاةِ عِنْدَ دُخُولِ السَّجْدِ	82	واقعہ لیلۃ التعریس کی بحث
	إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ السَّجْدَ الخ اس حدیث سے		قَالَ: انْظُرْ، فَقُلْتُ: هَذَا عَرَاكِي، هَذَا إِنِّي كَيْبَانِ
117	متعلق مباحث غمہ	89	اور اس کی شرح
119	باب فی فضل القعود فی السجود	90	وَمِنْ الْقَدِّ لِلْوَقْتِ اور اس کی تشریح
121	قولہ صالم یحدث اور اخراج ریح فی السجد کا حکم	92	جیش الامراء کا مصداق
122	باب فی کراهیۃ انشاء الصَّلَاةِ فی السجود	96	واقعہ لیلۃ التعریس اور تعلیم فعلی
123	باب فی کراهیۃ البزای فی السجود	97	باب فی بناء الساجد
	شرح حدیث میں امام نووی اور تاضی عیاض	98	ترتیب مساجد کا حکم شرعی
123	کا اختلاف	100	أَنْ يَجْعَلَ مَسْجِدَ الطَّائِفِ حَيْثُ كَانَ طَوَّاعِيَهُمْ
131	اسطوانہ مختلفہ	102	وَعَبْرَةُ الْعُثْمَانِ وَسَقْفُهُ السَّاجِ
131	باب ما جاء فی الشُّرُكِ يَدْخُلُ السَّجْدَ	104	فَنَزَلَ فِي غُلُوِّ الْمَدِينَةِ
133	فَقَالَ: قَدْ أَجْبَثَكَ اس کلام کی تشریح	105	قبور مشرکین کا نمش

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
175	بَابُ فِي الرَّجُلِ يُؤَدِّنُ وَيُقِيمُ آخِرُ		ایک ہی حدیث پر مصنف اور امام بخاری کے دو مختلف ترجمے
177	بَابُ تَرْفَعِ الصَّوْتُ بِالْأَذَانِ	134	
180	بَابُ مَا يَجِبُ عَلَى الْمُؤَدِّنِ مِنْ تَعَاهِدِ الْوَقْتِ	135	بَابُ فِي الْمَوَاضِعِ الَّتِي لَا تَجُوزُ فِيهَا الصَّلَاةُ
182	بَابُ الْأَذَانِ فَوْقَ الْمَنَارَةِ	136	جعلت لي الأرض طهوراً ومسجداً
183	بَابُ فِي الْمُؤَدِّنِ يَسْتَدِيرُ فِي أَذَانِهِ	138	وہ مواضع سب سے جن میں نماز ممنوع ہے
185	بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا سَمِعَ الْمُؤَدِّنَ	139	بَابُ النَّهْيِ عَنِ الصَّلَاةِ فِي مَبَارِكِ الْإِبِلِ
186	اذان خطبہ کی اجابت	140	بَابُ مَتَى يُؤَمَّرُ الْعَلَامُ بِالصَّلَاةِ
191	بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا سَمِعَ الْإِمَامَةَ	141	کیا تارک صلاۃ کی سزا قتل ہے؟
191	بَابُ مَا جَاءَ فِي الدُّعَاءِ عِنْدَ الْأَذَانِ	142	وَقَرِّفُوا ابْنَتَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ
193	بَابُ أَخَذِ الْأَجْرَ عَلَى الْقَادِرِينَ	143	بَابُ بَدْءِ الْأَذَانِ
195	استیجار علی الطاعات میں اختلاف علماء	143	مباحثہ متعلقہ باذان
196	بَابُ فِي الْأَذَانِ قَبْلَ دُخُولِ الْوَقْتِ	149	بَابُ كَيْفَ الْأَذَانِ
199	بَابُ الْأَذَانِ لِلْأَعْمَى	152	ترجمہ فی الاذان کی بحث
200	بَابُ الْخُرُوجِ مِنَ الْمَسْجِدِ بَعْدَ الْأَذَانِ	156	صبح کی اذان میں الصلاۃ خیر من التَّوَمُّ
201	اعادہ صلاۃ سے متعلق متعدد ابواب		عن ابن ابی محذورۃ عن ابيه عن جده اس سند کی تشریح
201	بَابُ فِي الْمُؤَدِّنِ يَنْتَظِرُ الْإِمَامَ	161	
202	بَابُ فِي التَّثْوِيبِ	164	أُجِلَّتِ الصَّلَاةُ ثَلَاثَةَ أَخْوَالٍ
203	بَابُ فِي الصَّلَاةِ تُقَامُ وَلَمْ يَأْتِ الْإِمَامُ الْخ	166	أُجِلَّ الصَّيَامُ ثَلَاثَةَ أَخْوَالٍ
205	متنہ یقوم الناس فی الصف	170	تحویل قبلہ سے متعلق دو بحثیں
205	متنہ یکبر الإمام للتحريم	170	بَابُ فِي الْإِمَامَةِ
207	اقامت اور تکبیر تحریم کے درمیان فصل	172	مثنیہ اقامہ میں حنفیہ کے دلائل

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
249	باب إمامة النساء	209	باب في التشديد في ترك الجماعة
251	باب الرجل يؤم القوم وله كاهن	209	حكم جماعت میں مذاہب علماء
252	باب إمامة الذی والفاجر	215	اعلیٰ کیلئے ترک جماعت کی اجازت
253	باب إمامة الأعشى	216	باب في فصل صلاة الجماعة
254	باب إمامة الزائر	219	باب ما جاء في فصل المشي إلى الصلاة
255	باب الإمام يقوم مكاناً أرفع من مكان القوم	220	کیا دار بعیدہ من المسجد افضل ہے قریبہ سے؟
259	باب الإمام يصلي من قعود	221	بخاری شریف کے ایک ترجمہ الباب کی توجیہ
263	وإذا قرأ القرآن فأنصتوا کے ثبوت کی بحث	222	فأجروا كآجور الحاج المحرم
265	باب الرجل يئس إذا أحلها صاحبه كيف يقوم	225	ثواب جماعت کے بارے میں اختلاف روایات
	حضور ﷺ اور ام حرام کے درمیان علاقہ	227	باب ما جاء في الهدي في المشي إلى الصلاة
266	محرمیت کی بحث	227	تشبيك في الصلوة
267	تظل بالجماعة میں اختلاف ائمہ	229	باب ما جاء في خروج النساء إلى المسجد
267	مسئلہ محاذاتہ میں حنفیہ کی دلیل	233	باب السعي إلى الصلاة
269	باب إذا كانوا ثلاثة كيف يقومون	234	ما أذركم فصلوا، وما فاتكم فأتوا
270	أن جندته عليه السلام کی شرح	235	باب في الجمع في المسجد مرتين
271	مسائل ثابتہ بالحديث	237	باب فيمن صلى في منزله ثم أذرك الجماعة
273	باب الإمام يتحرف بعد التسليم	240	باب إذا صلى في جماعة ثم أذرك جماعة أبعيد
274	باب الإمام يتطوع في مكانه	240	باب في اجتماع الإمامة وفصلها
275	باب الإمام يحدث بعد ما يرفع رأسه	241	باب في كراهية التذاع على الإمامة
277	باب ما يؤمر به المؤمن من اتباع الإمام	242	باب من أحق بالإمامة
	تقدم علی الامام فی اداء الارکان کی تفصیل مع	245	امامت صبی مع اختلاف ائمہ

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
307	بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى الْحَمْرَةِ	277	اختلاف ائمہ
307	بلا حائل زمین پر سجود میں اختلاف	279	هل السمن من اوصافه
308	بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى الْحَصِيرِ	280	کیا صحابی محتاج توشیح ہے؟
310	بَابُ الرَّجُلِ يَسْجُدُ عَلَى ثَوْبِهِ	281	بَابُ التَّشْدِيدِ فِي مَنَ يَزْفَعُ قَبْلَ الْإِمَامِ
311	تَفْرِيعُ أَبْوَابِ الصُّفُوفِ	283	بَابُ جَمَاعٍ أَبْوَابٍ مَا يُصَلِّي فِيهِ
311	بَابُ تَسْوِيَةِ الصُّفُوفِ	283	حد العورة میں اختلاف علماء
313	وَكَيْفَةُ بَكْعِهِ كَيْ شَرَحَ	284	اکتشاف عورت میں اختلاف علماء
315	صف اول کا مصداق	286	صلاة في الثوب الواحد
316	تسوية صفوف کس وقت ہونا چاہیے؟	287	بَابُ الرَّجُلِ يَقُولُ الثَّوْبُ فِي تَقَاةٍ ثُمَّ يُصَلِّي
320	بَابُ الصُّفُوفِ بِزَيْنِ الشَّوَارِبِ	287	ثوب واحد کے اقسام ثلاثہ اور ہر ایک کا طریق استعمال
322	بَابُ مَنْ يُسْتَحَبُّ أَنْ يَلْبَسَ الْإِمَامَ الْخ	289	لو وقع نظر المصلی علی عورتہ
324	بَابُ مَقَامِ الصَّبِيَّانِ مِنَ الصَّفِّ	292	اشتمال الیہود اور اشتمال الصماء کی تفسیر
325	بَابُ صَفِّ النِّسَاءِ الْخ	293	بَابُ الْإِسْتِثْنَاءِ فِي الصَّلَاةِ
327	بَابُ مَقَامِ الْإِمَامِ مِنَ الصَّفِّ	295	بَابُ فِي كَيْفَةِ تَصَلِّيِ الْمَرْأَةِ
327	بَابُ الرَّجُلِ يُصَلِّي وَخَلْفَهُ خَلْفُ الصَّفِّ	296	بَابُ الْمَرْأَةِ تُصَلِّي بِغَيْرِ خِطَابٍ
328	بَابُ الرَّجُلِ يَزْفَعُ كُمُودَ الصَّفِّ	298	بَابُ مَا جَاءَ فِي السَّدْلِ فِي الصَّلَاةِ
330	تَفْرِيعُ أَبْوَابِ الشُّرُوعِ	300	بَابُ الرَّجُلِ يُصَلِّي غَائِظًا شَعْرَهُ
330	بَابُ مَا يَسْتَوِيهِ الْمُصَلِّي	302	بَابُ الصَّلَاةِ فِي التَّغْلِ
330	سترہ سے متعلق ابحاث عشرہ		صحۃ صلاۃ کیلئے طہارۃ عن النجاسۃ کے شرط
335	بَابُ الْحُطِّ إِذَا لَمْ يَحْدِ عَصَا	305	ہونے میں اختلاف
337	بَابُ الصَّلَاةِ إِلَى الرَّاحِلَةِ	305	بَابُ الْمُصَلِّي إِذَا خَلَعَ نَعْلَيْهِ أَيْنَ يَضَعُهُمَا

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
371	مولانا انور شاہ صاحب کا بیان کردہ نکتہ	340	بَاب مَا يُؤْمَرُ الْمُصَلِّي أَنْ يَذَرَ أَلْحَافَ
372	رفع یدین کی روایات صحیحین میں	343	بَاب مَا يَنْهَى عَنْهُ مِنَ التَّوَدُّعِ بَيْنَ يَدَيْهِ الْمُصَلِّي
372	حدیث ابن عمرؓ پر کلام	345	بَاب مَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ
373	حدیث ابن عمرؓ کا نسخ اور شافعیہ کا اس پر نقد	348	اللَّهُمَّ اقْطَعْ أَلْفَهُ
376	کیا عبد الجبار کی ولادت اپنے والد کے انتقال کے بعد ہوئی	349	باب سترة الإمام سترة من خلفه
377	وائل بن حجرؒ کی حدیث پر کلام	350	مسئلة الباب میں اختلاف مع ثمرۃ اختلاف
379	وَخَذُوا مِنْ فَكِّهِ الْأَيْمَنِ عَلَى فُجْدَاهِ الْيَمْنَىٰ کی تشریح	351	بَاب مَنْ قَالَ الْمَرْأَةُ لَا تَقْطَعُ الصَّلَاةَ
380	بَابُ افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ	354	بَابُ مَنْ قَالَ: الْحِمَامُ لَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ
386	حدیث ابو حمید ساعدی کی تخریج اور حنفیہ کی طرف سے اس کا جواب	359	أَبْوَابُ تَفْرِيعِ اسْتِفْتَاحِ الصَّلَاةِ
389	قعدہ میں افتراش اور تورک کے بارے میں علماء کا اختلاف	360	بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي الصَّلَاةِ
390	تورک کی مختلف شکلیں	360	رفع یدین سے متعلق مباحث خمسہ
390	رکوع سے سجدہ میں جانے اور پھر سجدہ سے کھڑے ہونے کی کیفیت میں اختلاف علماء	361	رفع یدین میں امام مالکؒ کے مسلک کی تحقیق
391	سجدہ سے کھڑے ہوتے ہوئے اعتماد یدین کا زمین پر ہو گا یا رکبتین پر؟	362	رفع یدین عند الحنفیہ مکروہ ہے یا خلاف اولیٰ
394	حدیث ابن عمرؓ بطریق نافع	363	رفع یدین کے وقت تفریق اصابع اولیٰ ہے یا ضم
396	رفع یدین میں حدیث علیؑ اور اس کے جوابات	365	حنفیہ کے نزدیک رفع یدین کا نسخ اور اس میں مولانا انور شاہ کشمیریؒ کی رائے
397	صحیحین میں رفع یدین کی روایات کی تعداد	365	حضرت سہارنپوریؒ اور حضرت گنگوہیؒ کی رائے
398	عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث کی وجہ ترجیح	366	صاحب المانی الاحبار کا تبصرہ
		367	حضرت عمرؓ اور حضرت علیؑ کا مسلک
		368	کوفہ کا علمی مقام اور اہل کوفہ کا عدم رفع یدین پر اتفاق
		369	اہل مکہ مکرمہ کا طرز عمل
		369	رداء رفع کے تعدد و تکثر کی بحث

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
431	نماز کے سکات میں اختلاف روایات	400	بَاب مَنْ لَمْ يَذْكُرِ الرَّفْعَ عِنْدَ الرُّكُوعِ
435	بَابُ مَنْ لَمْ يَذْكُرِ الْجَهْرَ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ		عبد اللہ بن مسعود کی حدیث پر اعتراضات اور
435	الکلام علی دلائل الباب	401	ان کے جوابات
440	بَابُ مَنْ جَهَرَ بِهَا	402	حفظ راوی کو اسکی کتاب پر ترجیح ہے یا برعکس
441	قُلْتُ لِمَ عَنَّا بَنِي عَمَّانَ مَا حَتَمَكُمُوهَا كَيْفَ تَعْلَمُونَ	403	قصہ الاوزاعی مع ابی حنیفہ
443	بَابُ تَخْفِيفِ الصَّلَاةِ لِلْأَمْرِ بِحَدِيثٍ	407	حدیث البراءہؓ پر محدثین کا کلام اور اس کا رد
444	إطالة الركوع للجائي	408	سند میں ایک غلطی اور اس کی اصلاح
444	بَابُ فِي تَخْفِيفِ الصَّلَاةِ	409	حدیث البراءہؓ پر حاکم کا نقد اور اس کا جواب
448	بَابُ مَا جَاءَ فِي نَقْصَانِ الصَّلَاةِ	409	عدم رفع کے سلسلہ کی مزید دوسری روایات
448	خروج في الصلاة كحكم	410	حدیث: لَا تُزْفَعُ الْأَيْدِي إِلَّا فِي سَبْعِ مَوَاطِنَ بِرَبِّهِ
449	بَابُ مَا جَاءَ فِي الْقِرَاءَةِ فِي الظُّهْرِ	411	مالي أم أهلكم ترافعي أيديكم بحديث
449	قراءة في الصلاة كحكم في اختلاف	412	ختم مسک
449	محل قرأت کونسی رکعتیں ہیں؟	413	بَابُ وَضْعِ الْيَدَيْنِ عَلَى الْيُسْرَى فِي الصَّلَاةِ
451	تطويل القراءة في الركعة الأولى	414	تحت السرہ اور تحت الصدر میں دلائل فریقین
453	بَابُ تَخْفِيفِ الْأَخَذِ بَيْنَ	418	بَابُ مَا يُسْتَفْتَحُ بِهِ الصَّلَاةُ مِنَ الدُّعَاءِ
453	قَدْ شَكَكَ النَّاسُ فِي كُلِّ شَيْءٍ يَكُونُ تَشْرِيحَ	418	اس سلسلہ میں مختارات ائمہ
453	ضم سورت میں اختلاف علماء	422	الشَّكْرُ لِمَنْ يَلْتَمِسُ الْيَقِيْنَ كَيْفَ تَعْلَمُونَ
455	ضم سورت فی الاخرین	424	دعاء فی حال الصلاة میں امام مالک کا مسلک
455	بَابُ قَدْ نَذَرَ الْقِرَاءَةَ فِي صَلَاةِ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ	428	نماز کی حالت میں حمد عاٹس
456	قراءة مستحبہ کے بارے میں اثر عمر	429	بَابُ مَنْ تَأَمَّى الْإِسْتِغْنَاءَ بِسُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ
456	صلوات خمسہ میں قراۃ مستحبہ	430	مصنف کا حدیث الباب پر رد اور اس کی تحقیق
459	بَابُ قَدْ نَذَرَ الْقِرَاءَةَ فِي الْمَغْرِبِ	431	بَابُ السَّكَنَةِ عِنْدَ الْإِفْتِيحِ

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
486	مسئلہ الباب میں مذاہب ائمہ	460	آجڑ ما سمعک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اختلاف روایات
488	باب تمام التکبیر	461	کیا مغرب کی نماز میں تطویل قرآن کا ثبوت ہے؟
488	تکبیرات انتقال میں اختلاف علماء	462	قرآن مستحبہ میں صاحب بدائع کی رائے
491	مصنف کے قول کی شرح	464	باب الرجل یُعید سورۃً ویدعی الذکعتین
491	سند کی شرح	464	باب القراءۃ فی القجر
492	تاویل حدیث	466	باب من قرأ القرآن فی صلاتہ بفاتحة الكتاب
492	باب کیف یضع یدہ یمینہ قبل یدہ	466	رکعت فاتحہ میں اختلاف ائمہ
493	مالکیہ کی دلیل	468	فاتحہ خلف الامام میں مذاہب ائمہ
494	باب التھویض فی القرد	469	اقرأ بها یا فارسی فی نفسک
494	جلسہ کی بحث	471	حدیث عبادہ کے جوابات
496	باب الإفتاء بین السجدةین	474	فاتحہ خلف الامام کے بارے میں حضرت گنگوہی کی تقریر
498	باب ما یقول إذا رفع رأسہ من الركوع	475	من کان له إمام فقرأ القرآن له الإمام له قراءة پر بحث
499	شرح السند	475	امام اعظم کی سند سے حدیث اور دار قطنی کا اس پر نقد
500	شرح الحدیث	476	وإذا قرأ فأنصتوا پر بحث
503	باب الدعاء بین السجدةین	477	وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له پر کلام
504	باب رفع الیساء إذا کُنَّ مع الرجال	477	اس سلسلہ میں آثار صحابہ
504	رؤوسہن من السجدة		شافعیہ کے نزدیک مقتدی فاتحہ خلف الامام کس وقت کرے؟
504	باب طول القيام من الركوع و بین السجدةین	480	باب من کثر القراءۃ بفاتحة الكتاب إذا جهر الإمام
505	قرینا من السواء کی شرح	484	باب ما یجری فی الأیمى والأخیمی من القراءۃ
507	قومہ اور جلسہ بین السجدةین رکن قصیر ہیں یا رکن طویل		
509	باب صلاۃ من لا یتیم صلۃ فی الركوع و السجود		

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
538	بَابُ فِي الرَّجُلِ يُدْرِكُ الْإِمَامَ سَاجِدًا كَيْفَ يَضَعُ؟	509	تعدیل ارکان میں مذاہب ائمہ
539	صرف ایک سجدہ کی فضیلت	509	تعدیل و طہائیت کی حقیقت
539	ادراک رکوع سے ادراک رکعت	510	جمہور کے استدلال کا حنفیہ کی طرف سے جواب
539	بَابُ السُّجُودِ عَلَى الْأَنْفِ وَالْجَبْهَةِ	512	حضرت ابو ہریرہ کی عادت ارسال کی
540	بَابُ صِفَةِ السُّجُودِ		بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «كُلُّ صَلَاةٍ لَا يَمُوتُهَا صَاحِبُهَا تُتَمُّ مِنْ تَطَوُّعِهِ»
544	بَابُ الرُّخْصَةِ فِي ذَلِكَ لِلضَّرُورَةِ	516	زیاد اور عبید اللہ بن زیاد کا مختصر حال
545	بَابُ فِي التَّخْصِيرِ وَالْإِقْعَاءِ	517	اول ما یجاسب کے بارے میں دو مختلف حدیثیں
547	بَابُ الْبُكَاءِ فِي الصَّلَاةِ	519	بَابُ تَقْرِيعِ أَبْوَابِ الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ
549	بَابُ الْفَتْحِ عَلَى الْإِمَامِ فِي الصَّلَاةِ	520	تطبیق فی الرکوع
551	بَابُ الْإِلْفَاتِ فِي الصَّلَاةِ	520	بَابُ مَا يَقُولُ الرَّجُلُ فِي رُكُوعِهِ وَسُجُودِهِ
553	بَابُ النَّظَرِ فِي الصَّلَاةِ	521	رکوع و سجود کی تسبیح میں وجمہ کی زیادتی
557	بَابُ الْعَمَلِ فِي الصَّلَاةِ	522	تطویل قیام افضل ہے یا کثیر رکوع و سجود
559	حمل الصبی فی الصلوة	526	لَمْ يَبْقَ مِنْ مُبَشِّرَاتِ النَّبُوَّةِ إِلَّا الرُّكُوعُ وَالصَّلَاةُ
562	ایک قوی اشکال اور اس کی تشریح و توضیح		کی تشریح
563	بَابُ رُكُوعِ السَّلَامِ فِي الصَّلَاةِ	527	بَابُ الدُّعَاءِ فِي الصَّلَاةِ
563	مذاہب ائمہ	529	قَالَ أَحْمَدُ: يُعْجِبُنِي فِي الْقَرِيبَةِ أَنْ يَدْعُوَ بِنَا فِي
564	شرح حدیث میں دو قول اور اس کا منشا		الْقُرْآنِ كِي شَرْحِ
568	بَابُ تَشْمِيعِ الْعَاظِمِينَ فِي الصَّلَاةِ	532	بَابُ وَقْدِ الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ
573	بَابُ التَّأْمِينِ وَرَاءَ الْإِمَامِ	533	قوت حافظہ کی ایک عجیب مثال
573	مباحث خمسہ	534	بَابُ أَعْضَاءِ السُّجُودِ
574	شافعیہ کا اہم متدل	536	

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
617	سماع الحسن عن ممرۃ کی بحث	575	حضرت امام بخاری کے نقد کا جواب
618	بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ بَعْدَ التَّشَهُُّدِ	578	حَتَّى يَسْمَعَ مَنْ يَلِيهِ مِنَ الصَّفِّ الْأَوَّلِ كَاجَابِ
618	مباحث اربعہ متعلقہ بدرود شریف	578	امام بخاری کے استدالات
623	بَابُ مَا يَقُولُ بَعْدَ التَّشَهُُّدِ	578	حنفیہ کے دلائل
624	اللَّهُمَّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي ظُلْمًا كَثِيرًا لَا تَرْحَمُهُ إِلَّا أَنْ تَرْحَمَهُ	582	لَا تَسْبِقْنِي بِأَمِينٍ کی شرح
626	بَابُ الْإِشَارَةِ فِي التَّشَهُُّدِ	584	لفظ المقرء کی تحقیق
627	اشارہ بالمسبوح سے متعلق مباحث اربعہ	584	بَابُ التَّصْفِيقِ فِي الصَّلَاةِ
630	نماز میں نظر مصلی کس طرف ہونی چاہیے؟	587	نماز کی حالت میں استکلاف امام کب جائز ہے؟
631	بَابُ كَرَاهِيَةِ الْإِعْتِمَادِ عَلَى الْيَدِ فِي الصَّلَاةِ	588	بَابُ الْإِشَارَةِ فِي الصَّلَاةِ
632	بَابُ فِي تَخْفِيفِ الْقُودِ	589	بَابُ فِي مَسْحِ الْخَفِيِّ فِي الصَّلَاةِ
633	شرح حدیث میں دو قول	591	بَابُ الرَّجُلِ يَتَعَمَّدُ فِي الصَّلَاةِ عَلَى غَضَا
633	بَابُ فِي السَّلَامِ	592	بَابُ التَّهْنِئَةِ عَنِ الْكَلَامِ فِي الصَّلَاةِ
633	تسلیم واحدہ اور تسلیمتین کی بحث	593	بَابُ فِي صَلَاةِ الْقَاعِدِ
636	شرح السند	594	وَصَلَاةُ مَنْ تَعَمَّدَ عَلَى التَّصَدُّعِ مِنْ صَلَاتِهِمَا عَدَا كَإِشْرَاحِ
	نماز کے سلام میں دُتْرُ کائذ میں کی زیادتی اور	601	بَابُ كَيْفِ الْجُلُوسِ فِي التَّشَهُُّدِ
637	دوسرے اختلافات	607	بَابُ التَّشَهُُّدِ
639	بَابُ الرَّؤُوفِ عَلَى الْإِمَامِ	607	امحاث ثلاثہ
640	بَابُ التَّكْبِيرِ بَعْدَ الصَّلَاةِ	608	حضور اکرم ﷺ کی کمال فصاحت
641	بَابُ حَذْفِ التَّسْلِيمِ	609	لطیفہ التحیات
642	بَابُ إِذَا أُحْدِثَ فِي صَلَاتِهِ يَسْتَقْبِلُ	612	تشبیہ کے اخیر میں دعاء اور نماز میں درود کا حکم شرعی
643	بَابُ فِي الرَّجُلِ يَتَطَوَّعُ فِي مَكَانِهِ الْخ	616	وَإِذَا كَرَأَفَا نَصَبُوا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين محمد وآله وأصحابه أجمعين
اللهم إني أحمدك وأستعينك

كِتَابُ الصَّلَاةِ

نماز کے متعلق احکام کا تفصیلی بیان

طہارت جو کہ نماز کے اہم شرائط میں سے ہے اس کے بیان سے فارغ ہونے کے بعد اب یہاں سے مصنف "مشرط جو کہ مقصود ہے اس کو بیان فرماتے ہیں۔ اس مقام کے مناسب چند بحثیں ہیں جن کا شروع میں جانا مناسب ہے۔

البحث الأول: صلاة کے لغوی معنی کہا گیا ہے کہ اس کے اصل معنی دعا کے ہیں۔ قال تعالیٰ: **وَصَلِّ عَلَيْهِمْ** ای: ادع لهم، اور حدیث میں ہے: **فَإِنْ كَانَ صَاحِبًا فَلْيُصَلِّ** یعنی اگر کوئی شخص روزہ دار ہو (اور کوئی اسکی دعوت کرے) تو اسکو چاہئے کہ داعی کے مکان پر جا کر دعائے کر چلا آئے۔ اس کے بعد اس عبادت مشہورہ کا نام رکھا گیا اس مناسبت سے کہ وہ دعا پر مشتمل ہوتی ہے اور کہا گیا ہے کہ لفظ صلاة مشترک ہے دعا تعظیم، رحمت اور برکت کے درمیان، یعنی صلاة کے یہ سب معنی آتے ہیں اور بعض نے کہا کہ اس کے اصل معنی تعظیم کے ہیں اور عبادت مخصوصہ کو اس لئے صلاة کہا جاتا ہے کہ اس میں اللہ رب العالمین کی تعظیم ہے۔

البحث الثاني: لفظ صلاة کا مأخذ اشتقاق۔ اس میں چند قول ہیں: کہا گیا ہے کہ یہ مشتق ہے صِلَة سے، اس لئے کہ نماز بندے کو اللہ تعالیٰ اور اسکی رحمت سے جوڑتی اور قریب کرتی ہے۔ اصل میں یہ لفظ وَصَلَة تھا۔ اولاً اس کے اندر قلب مکانی ہوا، یعنی وَصَلَة کو صَلَوَة کیا، پھر قاعدۂ اعلال، یعنی واو متحرک ماقبل مفتوح پائے جانے کی وجہ سے واو کو الف سے بدل دیا گیا صَلَوَة ہو گیا، اور اسکو واو کے ساتھ اسی لئے لکھا جاتا ہے کہ اس کے اصل کی طرف اشارہ ہو جائے اور کہا گیا کہ یہ صَلَا سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں: **العظم الذي عليه الايتان** یعنی سرین سے اوپر کی ہڈی۔ نماز کی حالت میں چونکہ متحرک صَلَوین ہوتا ہے اس لئے اسکو صلاة کہا گیا اور کہا گیا ہے کہ یہ ماخوذ ہے مصلی سے، میدان گھوڑ دوڑ میں جو گھوڑا دوسرے درجہ میں

① اور دعائے ان کو (سورة التوبة ١٠٣) ای: ادع لهم واستغفر لهم، كما رواه مسلم في صحيحه (تفسير ابن كثير - ج ٧ ص ٢٧٥)

② صحيح مسلم - كتاب الحج - باب زواج زيب بنت جحش، ونزول الحجاب، وإثبات وليمة العرس ١٤٣١

ہوتا ہے اسکو مصلیٰ کہا جاتا ہے اور جو سب سے آگے ہو اسکو جلی کہتے ہیں اور جو تیسرے درجہ میں ہو اسکو مستلی، چونکہ ارکان اسلام میں شہادتین کے بعد دوسرا درجہ نماز ہی کا ہے اس لئے اسکو صلاۃ کہا گیا۔ چوتھا قول یہ ہے کہ یہ ماخوذ ہے ”صلیٰ العود علی النہار“ سے۔ یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب لکڑی کی کچی کو آگ کی حرارت کے ذریعہ درست کیا جائے۔ نماز کے ذریعہ بھی چونکہ انسان کی باطنی کچی دور ہوتی ہے اس لئے اسکو صلاۃ کہا جاتا ہے لیکن اس آخری قول پر امام نوویؒ نے یہ اعتراض کیا ہے کہ صلاۃ میں لام کلمہ واو ہے اور صلیت میں یاء ہے، کیف یصح الاشتقاق، اشتقاق کیلئے حروف اصلہ میں اشتراک ضروری ہے، لیکن علماء نے اس اعتراض کی تغلیط کی ہے کہ جملہ حروف اصلہ میں اشتراک صرف اشتقاق صغیر میں شرط ہے، اشتقاق کبیر میں شرط نہیں۔ اشتقاق کی کئی قسمیں ہیں جن کو ابتدائی کتاب مزاح الاہواج میں اور انتہائی بیضاوی شریف میں دیکھ لیا جائے۔

البحت الثالث: ابتداء مشروعیت صلاۃ۔ اس پر تو سب کا اتفاق ہے کہ اس کی مشروعیت قبل الہجرة لیلۃ الاسراء میں ہوئی۔ چنانچہ امام بخاریؒ نے باب قائم کیا ہے: باب کیف فرضت الصلوٰۃ فی الاسراء؟ لیلۃ الاسراء کے سن، ماہ اور تاریخ تینوں میں اختلاف ہے۔ پہلے بن کا اختلاف سنئے:

امام نوویؒ نے شرح مسلم میں اس سلسلہ میں تین قول ذکر کئے ہیں: ① نبوت کے پندرہ ماہ بعد۔ ② نبوت کے پانچ سال بعد۔ ③ ہجرت سے ایک سال قبل۔ اور حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری ④ میں اس سلسلہ میں دس سے زائد قول لکھے ہیں۔ سب سے پہلے انہوں نے قَبْلَ الْهِجْرَةِ بِسَنَةٍ ہی کو ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ اسی کے قائل ہیں ابن سعد وغیرہ اور اسی پر جزم کیا ہے امام نوویؒ نے اور ابن حزم نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ اس پر علماء کا اجماع ہے۔ حافظ کہتے ہیں: اجماع نقل کرنا صحیح نہیں، اس لئے کہ اس میں اختلاف کثیر ہے، دس سے زائد اقوال ہیں۔ پھر حافظ نے ان اقوال کو ذکر کیا جن میں ایک ہجرت سے تین سال قبل اور ایک ہجرت سے پانچ سال قبل بھی ہے۔ لہذا اس پر اجماع نقل کرنا تو صحیح نہیں، لیکن قول اکثر کہہ سکتے ہیں۔ چنانچہ علامہ قسطلانیؒ نے اسی قَبْلَ الْهِجْرَةِ بِسَنَةٍ ⑤ والے قول کو اکثر علماء کی طرف منسوب کیا ہے۔ اس کے علاوہ قسطلانیؒ نے دو قول اور لکھے ہیں: ① ہجرت سے ایک سال اور پانچ ماہ قبل۔ ② ہجرت سے ایک سال اور تین ماہ قبل۔

جو علماء یہ کہتے ہیں کہ لیلۃ الاسراء ہجرت سے ایک سال قبل نہیں، بلکہ تین یا پانچ سال قبل ہوئی وہ اس کی وجہ یہ بتلاتے ہیں کہ حضرت خدیجہؓ نے فرضیت صلاۃ کے بعد حضور ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی ہے اور مشہور قول کی بناء پر حضرت خدیجہؓ کی وفات ہجرت سے پانچ یا تین سال قبل ہوئی تو یہ ان کا نماز پڑھنا حضور ﷺ کے ساتھ اسی وقت درست ہو سکتا ہے جب لیلۃ الاسراء

① فتح الباری شرح صحیح البخاری - کتاب المناقب الانصاف - باب المعراج (ج ۸ ص ۶۲۲)

② إرشاد السانئ لشرح صحیح البخاری - کتاب المناقب الانصاف - باب المعراج (ج ۶ ص ۲۰۳)

کو ہجرت سے چند سال قبل مانا جائے۔ لیکن حافظ کہتے ہیں کہ اس میں بھی روایات مختلف ہیں کہ خدیجہؓ نے فرضیت صلاۃ کے بعد آپ کے ساتھ نماز پڑھی یا نہیں؟ اگر مان لیا جائے کہ پڑھی ہے تو ہو سکتا ہے کہ صلوات خمسہ کی فرضیت سے پہلے جو دو نمازیں (جن کا ذکر اگلی بحث میں آ رہا ہے) آپ پڑھا کرتے تھے، وہ مراد ہوں۔

ماہ اور تاریخ میں یہ اختلاف ہے: ۲۷ ربیع الاول، ۲۷ ربیع الآخر، ۲۷ رجب اور مہینہ کے سلسلہ میں شوال اور رمضان المبارک بھی کہا گیا ہے۔ امام نوویؒ نے ۲۷ رجب کو رائج قرار دیا ہے۔ وہا المشہور فیما بین العوام۔ اس کے علاوہ تاریخ میں اور بھی اقوال ہیں: ۷، ۱۳، اور ۱۷ نیز دن میں بھی اختلاف ہے: لیلۃ الجمعة، لیلۃ السبت، لیلۃ یوم الاثنين۔ اس تیسرے قول کی بناء پر آپ ﷺ کا یوم ولادت، یوم بعثت، یوم معراج، یوم ہجرت اور یوم وفات سب متفق ہو جاتے ہیں، کذا اقول۔

البحث الرابع: کیا صلوات خمسہ کی فرضیت سے پہلے کوئی نماز فرض تھی؟ کہا گیا ہے کہ ہاں دو نمازیں تھیں، صلاۃ قبل طلوع الشمس و صلاۃ قبل غروبھا، یعنی عصر و فجر۔ پھر یہ دو نمازیں کہا گیا ہے کہ آپ فرض پڑھتے تھے اور کہا گیا ہے کہ نفل اور ایک قول یہ ہے کہ شروع میں کوئی نماز نہ تھی سوائے صلاۃ اللیل کے جسکی فرضیت سورہ مزمل میں مذکور ہے جسکا حکم صرف ایک سال تک باقی رہا اس کے بعد امت کے حق میں اس کی فرضیت بالاتفاق منسوخ ہو گئی سوائے عبیدہ سلمانی کے کہ ان سے تہجد کا وجوب منقول ہے ولو قد حبلہ شاقۃ^①، البتہ آپ ﷺ کے حق میں اختلاف ہے۔ ایک جماعت کہتی ہے: آپ ﷺ کے حق میں بھی یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ دوسری جماعت یہ کہتی ہے کہ آپ ﷺ کے حق میں منسوخ نہ تھا۔ ہر دو فریق کا استدلال وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ^② سے ہے۔ ایک فریق نے نَافِلَةً کو مشہور معنی، یعنی نفل پر محمول کیا اور دوسرے فریق نے لغوی معنی پر، یعنی فريضة زائدة لَكَ^③۔

البحث الخامس: امامت جبریلؑ کا واقعہ لیلۃ الاسراء کی صبح میں ظہر کے وقت پیش آیا اور نزول جبریل زوال کے بعد ہوا۔ فرضیت صلاۃ کے بعد سب سے پہلے یہی نماز ادا کی گئی، اسی لئے اسکو صلاۃ الاولیٰ کہا جاتا ہے اور ایک ضعیف روایت میں ہے کہ نزول جبریل عند الفجر ہوا تھا۔ جب انہوں نے حضور ﷺ کو ناٹم پایا تو آپ کو بیدار نہیں کیا، لوٹ گئے۔ یہ روایت صحیح نہیں ہے، غالباً کسی راوی کو لیلۃ التعریس و لیلۃ الاسراء میں اشتباہ واقع ہوا۔ ایسے ہی نبائی کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ امامت جبریل کی ابتدا صلاۃ فجر سے ہوئی یہ بھی شاذ اور خلاف مشہور ہے۔

البحث السادس: مجموعہ صلوات خمسہ کی فرضیت اس امت کے خصائص میں سے ہے، عشاء کے علاوہ باقی چار نمازیں ام

① وَلَوْ قَدْ حَبَلَ شَاةً

② اور کچھ رات جاگتارہ قرآن کے ساتھ یہ زیادتی ہے تیرے لیے (سورۃ الاسراء ۷۹)

③ فريضة زائدة لَكَ دون امتك أو فضيلة على الصلوات المفروضة (تفسير الجلالين سورة الاسراء ۷۹ ص ۲۹۰ دار ابن کثیر)

سابقہ میں متفرق طور پر پائی جاتی تھیں اور صلاۃ العشاء صرف اس امت کے ساتھ خاص ہے۔ چنانچہ حضرتؒ نے بذل میں طحاوی کی روایت من حدیث عائشہؓ نقل کی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ جب صبح صادق کے وقت قبول ہوئی تو انہوں نے دو رکعت پڑھی، اس پر صبح کی نماز مشروع ہوئی اور حضرت اسحق یا اسماعیل علیہما السلام (علی اختلاف الراویین) کا فدیہ ظہر کے وقت آیا تھا جس پر انہوں نے چار رکعت بطور شکرانہ کے پڑھیں، اس وقت سے ظہر کی نماز مشروع ہوئی اور حضرت عزیر علیہ السلام کو نوم طویل سے سو برس بعد عصر کے وقت بیدار کیا گیا، اس پر انہوں نے چار رکعت ادا کیں اس پر عصر کی نماز مشروع ہوئی اور حضرت داؤد علیہ السلام کی لغزش بوقت غروب مغاف ہوئی تو وہ چار رکعت پڑھنے کی نیت سے کھڑے ہوئے، لیکن شدت حزن اور تعب کی وجہ سے تیسری رکعت پر بیٹھ گئے اور چوتھی رکعت نہ پڑھ سکے اس وقت سے مغرب کی تین رکعات مشروع ہوئیں اور عشاء کی نماز سب سے پہلے ہمارے نبی ﷺ اور آپ کی امت نے پڑھی۔

البحث السابع: نماز کی فرضیت کتاب، سنت اور اجماع سے ثابت ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حَقَّ قَاءً وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ ۝ اسی طرح نبی الاسلام علیہ وسلم، شہادتہ أن لا إله إلا الله، وأن محمدًا عبده ورسوله، وإقامہ الصلاۃ، وإیتاء الزکاۃ (الحديث متفق عليه)۔ اور اس کے علاوہ بے شمار آیات واحادیث ہیں۔ جو شخص فرضیت صلاۃ کا منکر ہو اس کے کفر پر علماء کا اتفاق ہے اور جو فرضیت کا قائل ہونے کے ساتھ صرف عملاً اس کو ترک کرے تو جمہور علماء جس میں امام مالکؒ اور امام شافعیؒ بھی ہیں، کا مسلک یہ ہے کہ وہ فاسق ہے اور اسکی سزا قتل ہے، حد الا کفر، اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اسکی سزا تعزیر اور جس دائم ہے یہاں تک تائب ہو جائے اور ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ تارک صلاۃ کافر ہے۔ امام احمدؒ کی بھی ایک روایت یہی ہے اور یہی رائے ہے عبد اللہ بن مبارکؒ و اسحق بن راہویہؒ کی۔ دوسری روایت امام احمدؒ کی مثل جمہور کے ہے۔ جمہور کی دلیل آیت کریمہ: إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ ۝ ہے۔

شافعیہ وغیرہ نے تارک صلاۃ کے قتل پر استدلال اُمِرْتُ أَنْ أَقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، وَلْيُقِيمُوا الصَّلَاةَ، وَلْيُؤْتُوا الزَّكَاةَ ۝ سے کیا ہے اور حنفیہ کا استدلال لَا يَجُوزُ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ إِلَّا بِأَحَدٍ ثَلَاثٍ ۝ سے ہے اور دلیل شافعیہ کا وہ جواب یہ دیتے ہیں کہ آپ نے جو حدیث پیش کی ہے اس میں قتال کا حکم ہے اور قتال و قتل میں فرق

۱ اور ان کو حکم یہی ہوا کہ ہند کی کریں اللہ کی خالص کر کے اس کے واسطے ہند کی ابراہیم علیہ السلام کی راہ پر قائم رکھیں نماز (سورۃ البینۃ ۵)

۲ صحیح مسلم - کتاب الإیمان - باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی الإسلام علی خمس ۱۶، صحیح البخاری - کتاب الإیمان - باب دعاؤکم ایمانکم ۸

۳ بے شک اللہ نہیں بخشتا اس کو جو اس کا شریک کرے کسی کو اور بخشتا ہے اس کے سوا جس کو چاہے (سورۃ النساء ۱۱۶)

۴ صحیح مسلم - کتاب الإیمان - باب الأمر بقتال الناس الخ ۲۲، صحیح البخاری - کتاب الإیمان - باب ذل ان لم یؤا قوا اقاموا الصلاۃ الخ ۲۵

۵ سنن ابی داؤد - کتاب الدیات - باب الإمام یأمر بالعطوی الذی ۴۵۰۲

ہے۔ قتال نام ہے محاربہ من الجانبین کا، لہذا مطلب یہ ہوا کہ اگر تارکین صلاۃ کے ساتھ ترک صلاۃ کی وجہ سے قتال کی نوبت آئے تو اس کی اجازت ہے جس طرح حضرت صدیق اکبرؓ نے مانعین زکاۃ کے ساتھ قتال کیا تھا۔ چنانچہ حنفیہ کا مسلک بھی یہی ہے کہ تارک فرض کے ساتھ قتال کیا جائے جب کہ اس طرف سے محاربہ پایا جائے۔

البحث الثامن: اہمیت صلاۃ۔ نماز کی اہمیت کے لئے اول تو بحث سابق ہی کافی ہے کہ علماء اہل سنت والجماعت میں سے ایک گروہ کی رائے یہ ہے کہ تارک صلاۃ کافر ہے جبکہ نماز کے علاوہ کسی اور تارک فرض کے بارے میں ان کی یہ رائے نہیں ہے۔ اسی طرح ترمذی شریف میں ہے جامع الترمذی کتاب الإيمان باب ما جاء في ترك الصلاة: عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ الْعَقِيلِيِّ، قَالَ: كَانَ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَكُونُونَ شَيْئًا مِنَ الْأَعْمَالِ تَرَكُّهُ كُفْرٌ غَيْرَ الصَّلَاةِ^① اور ایسے ہی ابو داؤد شریف کتاب الخراج میں ایک حدیث آرہی ہے جو حضرت جابرؓ سے منقول ہے، وہ فرماتے ہیں کہ وفد ثقیف جب اسلام لانے کیلئے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو بوقت بیعت علی الاسلام انہوں نے چند شرطیں لگائیں: أَنْ لَا يُحْشَرُوا وَلَا يُعْشَرُوا وَلَا يُجْبُوا۔ اول شرط یہ کہ ان سے جہاد میں جائیکا مطالبہ نہ کیا جائے۔ دوسری یہ کہ زکاۃ اور عشرتہ وصول کیا جائے۔ تیسری یہ کہ وہ رکوع کیلئے جھکیں گے نہیں، یعنی نماز نہیں پڑھیں گے، تو اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: لَكُمْ أَنْ لَا تُحْشَرُوا، وَلَا تُعْشَرُوا یعنی جہاد اور عشر کے بارے میں تمہاری شرط منظور کی جاتی ہے، لیکن تیسری شرط کے بارے میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وَلَا تُخَيَّرُ فِي دِينٍ لَيْسَ فِيهِ رُكُوعٌ^② کہ یہ شرط منظور نہیں اس لئے کہ وہ اسلام ہی کیا جس میں رکوع نہ ہو اور آدمی نماز نہ پڑھے۔ اسی طرح موطا مالک کی روایت میں ہے کہ جس شب، یعنی صبح کی نماز میں حضرت عمرؓ پر حملہ کیا گیا اور ان پر غشی طاری ہو گئی تو افاقہ ہونے پر نماز کیلئے عرض کیا گیا، تو آپ نے کہنے والے کی تائید کی اور فرمایا: نَعَمْ وَلَا حَظَّ فِي الْإِسْلَامِ لِمَنْ تَرَكَ الصَّلَاةَ^③۔ ہاں ضرور (اسی حال میں ہم نماز پڑھتے ہیں) اس شخص کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں جو نماز نہ پڑھے۔ چنانچہ آپ نے اسی حالت میں نماز پڑھی جبکہ خون بہہ رہا تھا، رضی اللہ عنہ۔

۱۔ باب فَرْضِ الصَّلَاةِ

شریعت نماز کا بیان

۳۹۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سُهَيْلٍ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ سَمِعَ طَلْحَةَ بْنَ عُبَيْدِ اللَّهِ يَقُولُ: جَاءَ تَرْجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَهْلِ بَجْدٍ فَأَثَرُ الرَّأْسِ يُسْمَعُ دَوِيُّ صَوْتِهِ وَلَا يُفْقَهُ مَا يَقُولُ: حَتَّى دَنَا، فَإِذَا هُوَ

① جامع الترمذی - کتاب الإيمان - باب ما جاء في ترك الصلاة ۲۶۲۲

② سنن أبي داؤد - کتاب الخراج والإمارة والفئ - باب ما جاء في خبر الطائف ۳۰۲۶

③ موطأ الإمام مالك - کتاب وقت الصلاة - باب العمل ليعمن عليه الدم من جرح أو بهتان ۱۱۷

يَسْأَلُ عَنِ الْإِسْلَامِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَحْمُوسٌ صَلَواتُ بِي النُّجُومِ وَاللَّيْلَةِ». قَالَ: هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهُنَّ؟ قَالَ: «لَا إِلَّا أَنْ تَطُوعٌ». قَالَ: وَذَكَرَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «صِيَامَ شَهْرِ رَمَضَانَ». قَالَ: هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهُ؟ قَالَ: «لَا إِلَّا أَنْ تَطُوعٌ». قَالَ: وَذَكَرَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الصَّدَقَةَ. قَالَ: فَهَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا؟ قَالَ: «لَا إِلَّا أَنْ تَطُوعٌ». فَأَذْبَرَ الزَّجْلَ وَهُوَ يَقُولُ: وَاللَّهِ لَا أَرِيدُ عَلَى هَذَا وَلَا أَنْقُصَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَفْلَحَ إِنْ صَدَقَ».

ترجمہ ابو سہیل بن مالک اپنے والد مالک سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے طلحہ بن عبید اللہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ایک شخص جس کا تعلق نجد قبیلے سے تھا خدمت نبوی میں حاضر ہوا، دراصل حال کہ وہ پراگندہ بال تھا اسکی آواز کی بھنبھناہٹ سننے میں آرہی تھی لیکن اس کی بات سمجھ میں نہیں آرہی تھی، یہاں تک کہ یہ شخص آپ ﷺ کے قریب پہنچ گیا (تو ہم سمجھ پائے) کہ یہ شخص اسلام کے متعلق سوال کر رہا تھا (کہ اسلام کے فرائض کتنے ہیں؟) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں۔ اس نے عرض کیا کہ کیا مجھ پر ان پانچ نمازوں کے علاوہ بھی کوئی اور نماز فرض ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کوئی اور نماز فرض نہیں لیکن یہ کہ اتم نفل نماز شروع کر دو تو تم پر اس نماز کا پورا کرنا لازم ہو جائے گا۔ راوی کہتا ہے: جناب رسول اللہ ﷺ نے ان کو رمضان کے مہینہ کے روزوں کے بارے میں بتلایا تو ان صاحب نے عرض کیا: کیا مجھ پر رمضان کے روزوں کے علاوہ بھی روزے فرض ہیں؟ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس کے علاوہ تم پر کوئی روزے فرض نہیں سوائے اس کے کہ تم نفل روزے رکھو۔ طلحہ نے کہا: کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو زکوٰۃ کی فرضیت کے بارے میں بتلایا، تو انہوں نے عرض کیا: کیا مجھ پر زکوٰۃ کے علاوہ بھی کچھ اور فرض ہے؟ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں مگر یہ کہ تم نفل صدقات خیرات کرو۔ طلحہ راوی کہتے ہیں: وہ صاحب یہ کہتے ہوئے چلے گئے کہ خدا کی قسم نہ تو میں ان فرض حقوق پر زیادتی کروں گا اور نہ ہی ان سے کچھ کم کروں گا۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر یہ شخص اپنی بات کو سچ کر دکھائے تو کامیاب ہو جائے گا۔

۳۹۲ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ الْمَدَنِيُّ، عَنْ أَبِي سَهْلٍ نَافِعِ بْنِ مَالِكٍ بْنِ أَبِي عَامِرٍ بِإِسْنَادِهِ بِهَذَا الْحَدِيثِ قَالَ: «أَفْلَحَ وَأَيُّهُ إِنْ صَدَقَ دَخَلَ الْجَنَّةَ، وَأَيُّهُ إِنْ صَدَقَ».

ترجمہ نافع نے اپنی سند سے گزشتہ حدیث کی طرح نقل کیا ہے۔ اس میں یہ اضافہ ہے کہ اس کے باپ کی قسم اگر اس نے اپنی باتوں کو سچا کر دکھایا تو وہ کامیاب ہو کر جنت میں جائے گا، اس کے باپ کی قسم، اگر اس نے ان مذکورہ باتوں کو سچ کر دکھایا۔

ترجمہ صحیح البخاری - الإيمان (۴۶) صحیح البخاری - الصور (۱۷۹۲) صحیح البخاری - الشهادات (۲۵۳۲) صحیح البخاری - الحلیل (۶۵۵۶) صحیح مسلم - الإيمان (۱۱) سنن النسائي - الصلاة (۴۵۸) سنن النسائي - الصيام (۲۰۹۰) سنن النسائي - الإيمان وشرائعه (۵۰۲۸) سنن ابی داؤد - الصلاة (۳۹۱) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (۱/۱۶۲) موطأ مالک - النداء للصلاة (۴۲۵) سنن الدارمی - الصلاة (۱۵۷۸)

شرح الاحادیث

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ... قَوْلُهُ: يَقُولُ: جَاءَهُ رَجُلٌ: اس حدیث کے راوی طلحہ بن عبید اللہ ہیں جو کہ مشہور صحابی اور عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ جنگ جمل ۳۶ء میں شہید ہوئے مردان کے تیر سے۔ اس رجل کے بارے میں اکثر شراح کی رائے یہ ہے کہ یہ ضمام بن ثعلبہ ہیں جو قبیلہ بنو سعد بن بکر کے واند تھے، جیسا کہ صحیحین کی ایک روایت میں اس نام کی تصریح ہے اور ہمارے یہاں ابو داؤد میں ابواب المساجد میں باب المشرک یدخل المسجد کے ذیل میں بھی آرہا ہے اس میں بھی ضمام بن ثعلبہ کی تصریح ہے۔ ہذل میں اور منہل دونوں میں بھی یہی لکھا ہے، لیکن اوجز میں اس پر تفصیلی کلام کیا ہے اور لکھا ہے کہ علامہ قرطبی کی رائے اس کے خلاف ہے وہ فرماتے ہیں کہ جس روایت میں ضمام بن ثعلبہ کی تصریح ہے وہ روایت اور قصہ دوسرا ہے۔ دونوں روایتوں کے سیاق اور سوالات میں جو آنے والے شخص نے کئے تھے فرق ہے۔ حضرت امام مسلمؒ نے ان دونوں روایتوں کو اپنی صحیح میں ایک دوسرے کے قریب ذکر کر دیا ہے، تو اب چونکہ ایک روایت میں رجل کے نام کی تصریح تھی اس لئے بہت سے شراح نے یہ سمجھا کہ اس روایت میں بھی رجل کا مصداق وہی ہے اور ان دونوں قصوں کو ایک سمجھتے ہوئے رجل کا مصداق ضمام ہی کو قرار دیا، حالانکہ ایسا نہ تھا۔ حافظ ابن حجرؒ نے قرطبی کی رائے کی تائید فرمائی ہے، لہذا یہ کوئی اور شخص ہیں جن کا نام معلوم نہیں۔

قَوْلُهُ: مِنْ أَهْلِ بَجْدٍ: مجید کہتے ہیں ارض بر تفتح کو اور یہ نام ہے بلاد عرب کے اس حصہ کا جو حجاز اور عراق کے درمیان ہے۔ يُسْمَعُ دَوِيٌّ صَوْتُهُ یعنی آپ کی خدمت میں ایک اعرابی آئے جن کے بال منتشر تھے اور جن کی آواز کی جھنکناہٹ سننے میں آرہی تھی اور بات سمجھ نہیں آرہی تھی کہ کیا کہہ رہے ہیں۔ دَوِيٌّ وہ صوت ہے جو سنائی تو دے، لیکن مفہوم سمجھ میں نہ آئے انکی بات سمجھ میں کیوں نہیں آرہی تھی؟ اسکی وجہ شراح نے یہ لکھی ہے کہ انہوں نے قریب آنے سے پہلے ہی سوال شروع کر دیا تھا تو بعد کی وجہ سے بات سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ ہاں جب قریب آگئے تب پتہ چلا کہ کیا سوال کر رہے ہیں۔ یہاں پر حضرت شیخؒ کے والد صاحب کی رائے دوسری ہے، وہ یہ کہ جب کوئی معمولی سا آدمی کسی بڑے شخص کی خدمت میں کسی بات کیلئے جاتا ہے تو جو بات کہنی ہوتی ہے اسکو آہستہ آہستہ زبان سے ادا کرتا ہوا اور رثا ہوا چلا جاتا ہے، تاکہ جو بات اسکو وہاں جا کر کہنی ہے اس کو صحیح کہہ سکے، اسی طرح یہ اعرابی بھی جب حضور ﷺ کی خدمت میں آ رہے تھے تو جو باتیں ان کو حضور ﷺ سے دریافت کرنی تھیں ان کو رٹتے ہوئے آ رہے تھے، یہی مراد ہے دَوِيٌّ صَوْتُهُ سے جس کو صحابہ سمجھ نہ سکے تھے۔

قَوْلُهُ: يَسْأَلُ عَنِ الْإِسْلَامِ: اسلام سے مراد شرائع اسلام ہیں اور قرینہ اس پر آپ ﷺ کا جواب ہے، اس لئے کہ جواب میں حقیقت اسلام، یعنی شہادتین مذکور نہیں ہیں یا یہ کہا جائے کہ سوال حقیقت اسلام ہی سے ہے، لیکن شہادتین کا ذکر اس لئے آپ

میں نے ترک فرمادیا کہ سائل اس کے ساتھ پہلے سے متصف تھا یا یہ کہ راوی نے اختصاراً ذکر نہ کیا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
 قولہ: بخمیس صلوات الخ: اس حدیث میں وتر مذکور نہیں۔ شافعیہ وغیرہ کو استدلال کا موقع مل گیا کہ وتر واجب نہیں۔
 ہماری طرف سے کہا گیا: ہو سکتا ہے کہ اس وقت تک وتر کا وجوب نہ ہوا ہو یا یہ کہا جائے کہ وتر کی نماز تابع ہے عشاء کے، اسی
 لئے اسکو مستقلاً ذکر نہیں کیا اور صلاۃ غید کے بارے میں یہ کہا جائے کہ یہاں پر مذکور فرائض یومیہ ہیں اور صلاۃ عید
 واجبات سنویہ میں سے ہے، یعنی وہ سالانہ نماز ہے نہ کہ روزانہ کی۔

تطوعات کا شروع کرنے سے واجب ہونا اور اس میں اختلاف انہ: قولہ: **إِلَّا أَنْ تَطْلُوعَ:** یہاں پر
 ایک مشہور اختلافی مسئلہ ہے وہ یہ کہ نفل نماز شروع کرنے کے بعد حنفیہ مالکیہ کے یہاں واجب ہو جاتی ہے اسکا پورا کرنا ضروری
 ہے۔ اگر پورا نہ کرے تو قضا واجب ہے حنفیہ کے یہاں مطلقاً اور مالکیہ کے یہاں اس صورت میں جبکہ بلا عذر کے اسکو توڑ دے
 ورنہ نہیں اور شافعیہ و حنابلہ کے نزدیک نفل نماز کا حکم جو شروع کرنے سے پہلے ہے وہی بعد میں اسکا اتمام واجب نہیں۔ یہ
 حدیث ہماری دلیل ہے اس لئے کہ اصل استثناء میں اتصال ہے اور مستثنیٰ متصل وہ ہے جو ماقبل کی جنس سے ہو اور یہاں ماقبل
 میں واجبات و فرائض کا ذکر ہے، لہذا معلوم ہوا کہ تطوع شروع کرنے کے بعد واجب ہو جاتا ہے۔ شافعیہ حنابلہ اپنے مسلک
 کے پیش نظر اس استثناء کو منقطع مانتے ہیں۔ استثناء منقطع ماقبل کی جنس سے نہیں ہوتا۔ لہذا مطلب یہ ہوا کہ صلوات خمسہ کے
 علاوہ جو نماز بھی پڑھی جائے گی وہ واجب نہ ہوگا بلکہ مستحب ہوگی ماقبل میں فرض کا ذکر تھا اور یہاں مستحب کا اس لئے یہ استثناء
 منقطع ہوا۔ ہمارے علماء نے کہا کہ اصل استثناء میں اتصال ہے، لہذا وہی مراد ہونا چاہئے۔ لیکن شافعیہ کی جانب سے یہ کہا جاسکتا
 ہے کہ اس استثناء کو اتصال پر کیسے محمول کیا جاسکتا ہے، جبکہ آپ ﷺ صلوات خمسہ کے علاوہ پر تطوع کا اطلاق فرما رہے ہیں؟
 اس لئے کہ آپ فرما رہے ہیں: **إِلَّا أَنْ تَطْلُوعَ**، معلوم ہوا کہ باقی سب نمازیں تطوع ہیں۔ ہماری طرف سے اسکا جواب دیا گیا
 کہ استثناء متصل ہی ہے اور **إِلَّا أَنْ تَطْلُوعَ** کا مطلب یہ ہے کہ **إِلَّا أَنْ تَشْرَعَ فِي تَطْلُوعَ**، تو تطوع سے مراد حدیث میں شروع فی
 التَّطْلُوعَ ہے، لہذا یہ نہیں کہہ سکتے کہ صلوات خمسہ کے علاوہ باقی سب نمازیں تطوع ہیں حدیث میں انکو تطوع کہا جا رہا ہے،
 فلا اشکال۔ حنفیہ مالکیہ کے مسلک کی تائید آیت کریمہ **لَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ**^① سے بھی ہوتی ہے اس لئے کہ نفل کو شروع
 کرنے کے بعد اگر پورا نہ کیا جائے گا تو یقیناً اس میں ابطال عمل ہے جس سے احتراز ضروری ہے، لہذا اتمام واجب ہوا۔
 نفل نماز میں اختیار ابتداء اور شروع کرنے کے اعتبار سے ہے کہ اس کے شروع کرنے اور نہ کرنے کا آدمی کا اختیار ہے۔
 شروع کرنے کے بعد، یعنی انتہاء اختیار نہیں۔ یہی اختلاف صوم تطوع میں بھی ہے لیکن واضح رہے کہ حج نفل شروع کرنے
 سے بالاتفاق واجب ہو جاتا ہے۔ یہاں آئمہ شافعیہ ہمارے ساتھ ہو گئے ہیں۔

قوله: وَذَكَرَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّدَقَةَ الخ: راوی کو چونکہ روایت کے اصل الفاظ یاد نہ رہے تھے اس لئے اس طرح کہہ رہے ہیں۔ احتیاطاً تعبیر کو بدل دیا۔

قوله: فَقَالَ لَا إِلَّا أَنْ تَطَّوَّعَ: بظاہر معلوم ہو رہا ہے کہ سالانہ زکاۃ جو مال میں سے دی جاتی ہے بس وہی واجب ہے، حالانکہ صدقۃ الفطر اور نفقۃ العیال بھی تو واجب ہے۔ جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں ذکر حقوق مالیہ اصلہ کا ہے، یعنی جو حق براہ راست بلا واسطہ کسی اور شئی کے مال سے متعلق ہوتا ہے، سو وہ صرف زکاۃ ہی ہے اور صدقۃ الفطر مال کے حقوق اصلہ میں سے نہیں ہے، بلکہ اس کا سبب وجوب جیسا کہ آپ نے اصول فقہ میں پڑھا ہو گا: ہاں یہ ہونہ^① دلیل علیہ۔ اسی لئے صرف ایک نصاب والے شخص کو صدقۃ الفطر اپنی ذات کے علاوہ تمام عیال کی طرف سے دینا پڑتا ہے، اس لئے کہ روؤس میں تعدد ہے ورنہ مال، یعنی نصاب تو ایک ہی ہے، چند اشخاص کی طرف سے کیوں دینا واجب ہے؟ علیٰ ہذا نفقۃ العیال کہ اس کا وجوب بھی انسان پر عدد روؤس کے توسط سے ہوا ہے، لہذا یہ حقوق اور واجبات براہ راست، یعنی بلا واسطہ مال سے متعلق نہیں ہیں۔

فائدہ: اس حدیث میں ارکان اسلام کے ذیل میں حج کو ذکر نہیں کیا، اس میں چند احتمال ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اس وقت تک حج فرض ہی نہ ہوا ہو یا یہ کہ فرض تو ہو گیا تھا لیکن مسائل کا مقصود سوال سے یہ تھا کہ مجھ پر کون سے احکام فرض ہیں؟ اور وہ شخص ان میں سے نہ ہو گا جن پر حج فرض ہوتا ہے، اس لئے آپ ﷺ نے اس کو بیان نہیں فرمایا اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے بطریق احتمال عقلی ہو سکتا ہے کہ حج کا فرض ہونا مسائل کو پہلے سے معلوم ہو اس لئے اس کے ذکر کی حاجت نہ ہوئی۔

ایک مشہور اشکال اور اس کا جواب: قوله: وَاللَّهِ لَا أَزِيدُ عَلَى هَذَا وَلَا أَنْقُصُ: یہاں پر ایک سوال ہے وہ یہ کہ اس شخص نے قسم کھا کر کہا کہ میں اس پر نہ زیادتی کروں گا اور نہ کمی، لَا أَنْقُصُ، کہنا تو ٹھیک ہے لیکن لَا أَزِيدُ کہہ رہا ہے کہ میں ان فرائض پر زیادتی نہیں کروں گا گو ماترک نوافل پر قسم کھا رہا ہے اور پھر بھی آپ ﷺ اس کے بارے میں فرما رہے ہیں أَفَلَحَ الرَّجُلُ إِنْ صَدَقَ جواب یہ ہے کہ یہ شخص اپنی قوم کا اپنی تھا تو مراد اس کی یہ ہے کہ لا ازيد في الابلاغ کہ میں آپ کی بات پہنچانے میں کمی زیادتی نہیں کروں گا، عمل میں کمی زیادتی کی نفی مراد نہیں، یا نفی زیادتی کی من حیث الاعتقاد والقدرضیت ہے، یعنی پانچ نمازوں پر فرض ہونے کی حیثیت سے زیادتی نہیں کروں گا، مثلاً پانچ نمازوں کے بجائے چھ کو فرض سمجھوں یا چار رکعت کے بجائے پانچ پڑھوں ایسا نہیں کروں گا یہ سب کچھ شراح فرماتے ہیں اور میں جواب میں یہ کہا کرتا ہوں کہ نقصان اور زیادتی کا تعلق شئی محدود و معین سے ہوا کرتا ہے اور محدود و معین صرف فرائض ہیں، تطوعات تو محدود ہی نہیں ان کی تعداد متعین ہی نہیں تو اس میں کمی زیادتی نہ کرنے کا کیا مطلب، حاصل یہ کہ اس نفی کا تعلق فرائض ہی سے ہے، تطوعات سے اس کا تعلق ہی نہیں لہذا نوافل کے کرنے نہ کرنے کا اعرابی کے کلام میں کوئی ذکر

ی نہیں ہے، مگر اشکال اصلاً۔

قولہ: اَفْلَحَ اِنْ صَدَقَ: اس روایت میں آپ ﷺ نے اس شخص کے فلاح کو ان صدق کے ساتھ مقید فرمایا ہے اور ایک دوسری روایت میں یہ ہے مَنْ سَرَّكَ اَنْ يَنْظُرَ اِلَى رَجُلٍ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ اِلَى هَذَا ① یعنی آپ نے فرمایا کہ جس شخص کو کسی جنتی کو دیکھنا ہو تو اس کو دیکھ لے، یہاں پر آپ نے اس حکم کو صدق کے ساتھ معلق نہیں فرمایا اسکی کیا وجہ ہے؟ اس کے مختلف جواب دئے گئے ہیں: ① اسکی موجودگی میں آپ نے مصلیٰ تعلیقاً فرمایا تاکہ اس میں گھمنڈ پیدا نہ ہو اور پھر بعد میں اس کے مجلس سے جانے کے بعد بلا تعلیق اور بالجزم اس کے جنتی ہونے کی بشارت دی، ② اور یہ بھی کہا گیا ہے شروع میں آپ کو اسکی صدق نیت کا علم نہ تھا اس لئے اس کو مقید فرمایا اور بعد میں آپ کو اس کے صدق نیت کی اطلاع ہو گئی تب آپ نے بلا تعلیق فرمایا، ③ ایک جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ ایک جگہ جنتی ہونے کا ذکر ہے اور ایک جگہ فلاح پانے کا، جنتی ہونا زیادہ خاص بات نہیں کیونکہ ہر مسلم جنتی ہے اور فلاح اس سے اونچا درجہ ہے اس لئے اس کو صدق کے ساتھ معلق کیا کیونکہ فلاح اعلیٰ درجہ کی کامیابی کو کہتے ہیں جس میں ہر طرح کا امن اور عافیت ہو۔

(۲) قولہ: اَفْلَحَ وَاٰبِیْہ: یہ باب کی دوسری حدیث ہے پہلی حدیث میں ابو سہیل سے روایت کرنے والے مالک تھے اور اس میں اسماعیل بن جعفر ہیں، اس روایت میں وَاٰبِیْہ کی زیادتی ہے جو پہلی روایت میں نہیں تھی اس میں یہ ہے کہ آپ نے اس سائل کے باپ کی قسم کھائی حالانکہ حلف بالآباء کی حدیث میں ممانعت داروے لَا تَحْلِفُوْا بِاَبَائِکُمْ ② جواب یہ ہے کہ ممکن ہے یہ واقعہ نمی سے پہلے کا ہو، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہاں پر مضاف محذوف ہے یعنی وَاٰبِیْہ اور یہ بھی کہا گیا ہے ممکن ہے کہ کراہت صرف امت کے حق میں ہو شارع ﷺ کیلئے نہ ہو، نیز کہا گیا ہے کہ یہ لفظ وَاٰبِیْہ نہیں ہے بلکہ دراصل وَاللّٰہ تھا کہنے میں غلطی ہوئی اگر اسی لفظ کے دونوں شوشے بڑھادیئے جائیں تو یہی واللہ ہو جائے گا نقطوں کو حذف کرنے کے بعد۔

۲۔ باب فی المواقیت

اوقات نماز کا بیان

مواقیت میقات کی جمع ہے جیسے میزان کی جمع موازین، میقات کے معنی ہیں وقت معین جو کسی کام کیلئے مقرر کیا جائے اور اس کا اطلاق مکان معین پر بھی ہوتا ہے جو کسی کام کیلئے تجویز کیا جائے اسی لئے کہتے ہیں کہ میقات کی دو قسمیں ہیں، میقات زمانی، میقات مکانی، کتاب الحج میں احرام کے بیان میں جن مواقیت کا ذکر آتا ہے وہ میقات مکانی ہیں یعنی وہ مخصوص جگہیں جو

① صحیح البخاری - کتاب الزکاة - باب وجوب الزکاة ۱۳۹۷، صحیح مسلم - کتاب ایمان - باب بیان ایمان الذی یدخل بہ الجنة وأن من

تمسک بما أمر بہ من دخل الجنة ۱۵

② صحیح البخاری - کتاب ایمان والنذور - باب لَا تَحْلِفُوْا بِاَبَائِکُمْ ۶۶۴۸

احرام باندھنے کیلئے معین کی گئی ہیں، اور کتاب الصلوٰۃ میں مواقیت سے میقات زمانی مراد ہیں، ویسے نماز کیلئے میقات مکانی بھی ہیں مگر ان کو مواقیت سے تعبیر نہیں کیا جاتا بلکہ مساجد سے، چنانچہ مصنفؒ مواقیت کے بیان سے فارغ ہونے کے بعد ابواب المساجد کو بیان فرمائیں گے یعنی میقات زمانی سے فارغ ہو کر میقات مکانی کو بیان کریں گے۔

مصنفؒ نے کتاب الصلوٰۃ کے شروع میں حدیث اعرابی کو ذکر کیا جس میں صلوات خمسہ کی فرضیت مذکور ہے، تو گویا اولاً مصنفؒ نے نماز کی فرضیت کو ثابت کیا اس کے بعد اب یہاں سے نماز کے اوقات بیان فرمانا چاہتے ہیں اس لئے کہ نماز کے اوقات ہی نماز کا سبب وجوب ہیں، ظہر کی نماز کا وقت ظہر کی نماز کے وجوب کا سبب ہے اور عصر کی نماز کا وقت صلاة عصر کے وجوب کا سبب ہے لہذا جس شخص پر جس نماز کا وقت ہی نہ آئے وہ نماز اس پر واجب نہیں جیسا کہ کہا گیا ہے کہ بعض ملکوں میں وقت عشاء پایا ہی نہیں جاتا وہاں غروب اور طلوع کے درمیان اتنا فصل ہی نہیں ہے کہ عشاء کا وقت آئے اس لئے وہاں والوں کے حق میں عشاء کی نماز فرض ہی نہ ہوگی، مسبب کیلئے سبب کا تحقق ضروری ہے، غرضیکہ نمازوں کے اوقات ان کے لئے اسباب ہیں اسی کو مصنفؒ یہاں اولایاں فرما رہے ہیں۔

فائدہ: امام بخاریؒ اور امام نسائیؒ نے کتاب الصلوٰۃ کے شروع میں بجائے حدیث اعرابی کے حدیث الاسراء یعنی حدیث المعراج کو ذکر فرمایا ہے، کیونکہ نماز کی فرضیت معراج ہی میں ہوئی ہے اور حدیث المعراج میں فرضیت صلاة کی بھی تصریح ہے، امام ابو داؤد کی عادت شریفہ اس سنن میں مختصر مختصر احادیث کو لانے کی ہے طویل طویل حدیثیں جن میں واقعات اور قصے مذکور ہوں ان کو اپنی سنن میں ذکر نہیں فرماتے بس خالص اور ٹھوس احادیث احکام کو لیتے ہیں۔

اس باب میں مصنفؒ نے مطلق اوقات صلاة کی روایات کو ذکر فرمایا ہے یعنی جن کا تعلق سب نمازوں سے ہے اور اس کے بعد پھر آگے چل کر ہر نماز کے وقت کیلئے الگ الگ باب بھی قائم کئے ہیں۔

پھر جانا چاہئے کہ مصنفؒ نے اس باب میں دو حدیثیں ذکر فرمائی ہیں اولاً حدیث امامت جبرئیل اس کے بعد ایک دوسری حدیث جو سوال سائل کے جواب میں ہے، وہ یہ کہ ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اوقات صلاة آپ سے دریافت کئے اس پر آپ نے فرمایا کہ تم دور روز تک یہاں مدینہ میں میرے پاس ٹھہرو اور پھر آپ نے ہر نماز پہلے دن اول وقت میں اور دوسرے دن ہر نماز کو اس کے آخر وقت میں پڑھایا تاکہ وقت نماز کا اول و آخر معلوم ہو جائے، جیسا کہ امامت جبرئیل میں بھی ایسا ہی ہوا کہ حضرت جبرئیل ﷺ نے آپ کو لیلۃ الاسراء کی صبح میں پہلے دن ہر نماز اول وقت میں اور دوسرے دن ہر نماز کو اس کے آخر وقت میں پڑھایا، میری عادت ہے کہ تمام نمازوں کے اوقات مع اختلاف علماء اس باب کے شروع میں بیان کر دیا کرتا ہوں تاکہ انبوالی احادیث کے سمجھنے میں بصیرت ہو۔

مأمور بہ کی دو قسمیں: جانا چاہئے کہ مأمور بہ کی اولاً دو قسمیں ہیں جیسا کہ تم اصول فقہ میں پڑھ چکے ہو،

موقت اور غیر موقت، پھر موقت کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جہاں وقت اس مأمور بہ کیلئے معیار ہو، اور ایک وہ جہاں وقت ظرف ہو، وقت کے معیار ہونیکا مطلب یہ ہے کہ تمام وقت کو مأمور بہ کے ادا کرنے میں صرف کرنا ضروری ہے جیسے وقت صوم، صوم کا جو وقت معین ہے صوم کا اس پورے وقت میں پایا جانا ضروری ہے، اور وقت کے ظرف ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت کو پورا مأمور بہ کے ادا کرنے میں صرف کرنا ضروری نہیں بلکہ مأمور بہ ادا کرنے کے بعد وقت بچے جیسے اوقات صلاۃ، مثلاً ظہر کے تمام وقت کو ظہر کی نماز پڑھنے میں خرچ کرنا ضروری نہیں۔

ہر نماز کے وقت کے دو سرے ہیں ایک پہلا، ایک اخیر کا یعنی ابتداء وقت اور انتہاء وقت لہذا اب آپ نمازوں کے اوقات کی ابتداء و انتہاء اور اس میں اختلاف علماء سنئے۔

صلوات خمسہ کے اوقات کی تفصیل مع اختلاف علماء: ظہر کے وقت کی ابتداء باجماع فقہاء زوال کے بعد سے ہوتی ہے، البتہ بعض صحابہ سے اس میں اختلاف منقول ہے ان کے نزدیک زوال سے پہلے شروع ہو جاتا ہے البتہ جمعہ میں امام احمد اور اسحق بن راہویہ کا اختلاف ہے ان دونوں کے نزدیک صلاۃ جمعہ قبل الزوال جائز ہے اور آخر وقت ظہر میں ائمہ کا اختلاف ہے، جمہور علماء اور صاحبین کے نزدیک الی مثل ہے یہی ایک روایت امام صاحب سے بھی ہے اور امام صاحب سے ظاہر الروایت یہ ہے کہ آخر وقت ظہر الی مثلین ہے، امام مالک اور ایک طائفہ کے نزدیک ایک مثل کے بعد چار رکعات کے بعد وقت مشترک ہے اس میں ظہر بھی پڑھی جاسکتی ہے اداء اور عصر بھی، بعض شافعیہ داؤد ظاہری ایک مثل کے بعد فاصلہ کے قائل ہیں یعنی ایک مثل کے بعد تھوڑا سا وقت ایسا ہے جو نہ وقت ظہر ہے اور نہ ہی وقت عصر، بلکہ عصر کے وقت کی ابتداء ایک مثل کے بعد کچھ وقفہ سے ہوتی ہے لیکن جمہور علماء نہ اشتراک کے قائل ہیں نہ فصل کے، اور اول وقت عصر میں وہی اختلاف ہے جو آخر وقت ظہر میں ہے یعنی جمہور علماء اور صاحبین کے نزدیک اس کی ابتداء ایک مثل سے ہو جاتی ہے اور امام صاحب کے نزدیک مثلین کے بعد سے، اور آخر وقت عصر عند الاثمۃ الاربعۃ والجمعہ غروب تک ہے، اور ابو سعید اصطخری کے نزدیک الی مثلین، مثلین کے بعد ان کے نزدیک وقت قضاء ہے، وعند البعض آخر وقت العصر الی الاصفرار، اور وقت مغرب کی ابتداء بالا جماع غروب سے ہوتی ہے انتہاء میں اختلاف ہے حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک الی غروب الشفق ہے اور یہی ایک روایت امام مالک و شافعی سے بھی ہے، اور دوسری روایت ان دونوں سے یہ ہے کہ لیس لھا الا وقت واحد بقدر الطہارۃ وثلاث رکعات او خمس رکعات اور وقت عشاء کی ابتداء بالا جماع غروب شفق سے ہوتی ہے، انتہاء میں اختلاف ہے حنفیہ اور حنابلہ کے یہاں الی طلوع الفجر اور امام شافعی و مالک سے مختلف روایتیں ہیں، الی ثلث الیل، الی نصف اللیل، لیکن اصح قول ان دونوں کا یہ ہے کہ الی ثلث اللیل وقت اختیار و استجاب ہے اور اس کے بعد طلوع فجر تک وقت جواز اور ابو سعید اصطخری من الشافعیہ کے نزدیک الی نصف اللیل، اور صبح کی نماز کی ابتداء بالاتفاق فجر ثانی یعنی صبح صادق کے طلوع سے ہے انتہاء وقت میں اختلاف ہے، حنفیہ کے نزدیک الی

طلوع الشمس، اور عند الجمهور الی الاسفار وقت اختیار ہے اور الی طلوع الشمس وقت جواز اور ابو سعید امطری (من الشافعیہ) کے نزدیک الی تبین الاسفار، یعنی جب خوب اچھی طرح چاندنی اور روشنی ہو جائے، اس پر اگر ان کے نزدیک فجر کا وقت اداء ختم ہو جاتا ہے، یہ مذکورہ بالا اختلاف علماء فی الاوقات، حضرت شیخؒ نے اوجز میں اور حضرت سہارنپوریؒ نے بذل میں اور خود میں نے فیض السعائی میں اسی طرح لکھا ہے..... اس میں زیادہ اہم اور مشہور اختلاف آخر وقت ظہر اور اول وقت عصر میں ہے یعنی مثل واحد اور مثلیں کا اختلاف، اور دوسرا اہم اختلاف آخر وقت مغرب میں ہے، شافعیہ مالکیہ کے ایک قول میں ایسے ہا الاوقات واحد..... ان سب اختلافات کے دلائل انشاء اللہ آئندہ احادیث کے ذیل میں آرہے ہیں۔

۳۹۳ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ، حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ فُلَانٍ بْنُ أَبِي رَبِيعَةَ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هُوَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْحَارِثِ بْنِ عِيَّاشٍ بْنِ أَبِي رَبِيعَةَ، عَنْ حَكِيمِ بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ بْنِ مُطْعِمٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَمَنِي جَبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عِنْدَ الْبَيْتِ مَرَّتَيْنِ، فَصَلِّ فِي الظُّهْرِ حِينَ زَالَتِ الشَّمْسُ وَكَانَتْ قَدَاةُ الشَّرِّ، وَصَلِّ فِي الْعَصْرِ حِينَ كَانَ ظِلُّهُ مِثْلَهُ، وَصَلِّ فِي الْمَغْرِبِ حِينَ أَفْطَرَ الصَّائِمُ، وَصَلِّ فِي الْعِشَاءِ حِينَ غَابَ الشَّفَقُ، وَصَلِّ فِي الْقَجْرِ حِينَ حَوَمَ الطَّعَامُ وَالشَّرَابُ عَلَى الصَّائِمِ، فَلَمَّا كَانَ الْقَدُ صَلِّ فِي الظُّهْرِ حِينَ كَانَ ظِلُّهُ مِثْلَهُ، وَصَلِّ فِي الْعَصْرِ حِينَ كَانَ ظِلُّهُ مِثْلَيْنِ، وَصَلِّ فِي الْمَغْرِبِ حِينَ أَفْطَرَ الصَّائِمُ، وَصَلِّ فِي الْعِشَاءِ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ، وَصَلِّ فِي الْقَجْرِ فَأَمْسَرَ» ثُمَّ انْفَقَتِ إِلَيَّ فَقَالَ: «يَا مُحَمَّدُ، هَذَا وَقْتُ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِكَ، وَالْوَقْتُ مَبْدِئُ هَذَيْنِ الْوَقْتَيْنِ»

سرخسہ عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جبریل امین نے بیت اللہ کے پاس دو مرتبہ (دو دن) میری ناست فرمائی پس (پہلے دن) مجھے زوال شمس کے وقت جب سورج کا سایہ جوتے کے تسمہ کے بقدر تھا ظہر کی نماز پڑھائی اور جب ہر چیز کا سایہ (زوال کے سایہ کے علاوہ) ایک مثل ہو گیا تو مجھے عصر کی نماز پڑھائی..... اور جس وقت روزہ دار روزہ کھول لیتا ہے اس وقت جبریل امین نے مجھے مغرب کی نماز پڑھائی..... اور شفق کے چھپ جانے کے وقت جبریل امین نے مجھے عشاء کی نماز پڑھائی..... اور جس وقت روزے دار پر کھانا پینا حرام ہو جاتا ہے اس وقت جبریل امین نے مجھے فجر کی نماز پڑھائی۔ پھر جب اگلا دن ہوا تو جبریل امین نے مجھے ظہر اس وقت پڑھائی جب ہر چیز کا سایہ ایک مثل ہو گیا تھا..... اور جب ہر چیز کا سایہ دو مثل ہو گیا تھا تو مجھے عصر کی نماز پڑھائی اور روزہ دار کی افطاری کے وقت مجھے مغرب کی نماز پڑھائی..... اور ایک تہائی رات ہو جانے پر مجھے عشاء کی نماز پڑھائی اور جبریل امین نے مجھے فجر کی نماز روشنی ہو جانے کے بعد پڑھائی پھر جبریل امین میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے محمد یہ (دو دنوں میں پانچ نمازوں کے پڑھنے کے اوقات) آپ سے پہلے انبیاء کی نمازوں کے اوقات تھے اور ان دونوں دنوں میں پڑھی جانے والی نمازوں کے وقتوں کے درمیان (مستحب) وقت ہے۔

أحمد - من مستدبني هاشم (٣٥٤/١)

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اُمْنِي جَبْرِئِلُ عَلَيْهِ السَّلَام: يَهَامُتُ جَبْرِئِلُ وَالِي حَدِيثُ هِيَ جَسَ كَا ذَكَرَ هَامُرِي هِيَا اُوْطَرُ اُجْكَ هِيَ هِيَا هُوَ كُوْصِيْمِيْن مِيْن هِيَا هِيَ لِيْكَرَ اَسْ مِيْن اَوْقَاتِ كِي تَفْصِيْلُ مَذْكَوْرُ نَحِيْثُ بَلْكَهْ صَرْفُ اِسْ طَرَحُ هِيَ "فَصْلِيْ ثَمَّ صَلَّى ثَمَّ صَلَّى ثَمَّ" اِسْمُ جَبْرِئِلُ كَا قَصَّةٌ مَكَّةُ مَكْرَمَةٌ مِيْن پِيْشِ اَيَّاشِبِ مَحْرَاجِ كِي بَعْدُ اَنْيُو اَلُوْ دُن مِيْن اِسْ مِيْن نَمَازِ كِي اِبْتِدَاءُ صَلَاةِ ظَهْرِ سِي كِي مَكْنِيْ اِسِيْ لُوْ ظَهْرُ كُوْ اِلْصَلَاةُ اَلْاَوَّلِيْ كِي هِيَا اِسْ وَاْقَعُ سِي نَمَازِ كِي اَهْمِيَّتُ ظَاهِرُ هُوْرِيْ هِيَ كِي نَمَازُوْ كِي اَوْقَاتِ اُوْر اَدَا كَرْنِيْ كَا طَرِيْقَةُ عَمَلِيْ طَوْرُ سِي بِيَانُ كَرْنِيْ كِيْلْنِيْ اللّٰهُ تَعَالٰی شَانُوْ نِيْ اِسْ مَقْصِدُ كِيْلْنِيْ جَبْرِئِلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كُوْ اَسْمَانُ سِي بِيْجَا چِنَا نَجِيْ حَضْرَتُ جَبْرِئِلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ نِيْ مَسْجِدِ حَرَامِ مِيْن بَابِ كَعْبَةِ كِي سَانُوْ حَضُوْرُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُوْر دُوْ سَرُوْ لُوْ گُوْ كُوْ نَمَازُ پَرِ ذَهَائِيْ اُوْر چُوْ نَكِهْ نَمَازُوْ كِي اَوْقَاتِ مِيْن مَحْبَاثِشِ اُوْر وَسْعَتُ هِيَ اِسْ لُوْ يَهَامُتُ كَا عَمَلُ دُوْ دُوْنِ كِيَا كِيَا تَا كِهْ هَرِ نَمَازُ پِيْلُوْ دُن اَوَّلِ وَقْتِ مِيْن اُوْر دُوْ سَرُوْ دُن اَخِرِ وَقْتِ مِيْن پَرِ ذَهْ كَرِ نَمَازُ كَا اَوَّلِ وَقْتِ اُوْر اَخِرِ وَقْتِ بَتْلَا دِيَا جَا ئِيْ۔

یہاں پر ایک مشہور اشکال ہے وہ یہ کہ صلوٰۃ خمسہ کی فرضیت، نو آدم کے حق میں ہے ملائکہ کے حق میں نہیں، لہذا اس امامت میں حضرت جبریل علیہ السلام متنفل اور حضور ﷺ و صحابہ کرام مفترض ہوئے صلاۃ المفترض خلف المتنفل شافعیہ حنابلہ کے نزدیک جائز ہے، حنفیہ مالکیہ کے نزدیک جائز نہیں اور یہی ایک روایت امام احمد کی بھی ہے اس کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ جبریل علیہ السلام کی امامت حقیقتاً تھی امام دراصل حضور ﷺ ہی تھے اور جبریل سانسے معلم کی طرح موجود تھے جو اشارہ وغیرہ سے سمجھاتے رہے ہوں گے، دوسرا جواب یہ ہے کہ گو صلوٰۃ خمسہ کے ملائکہ مکلف نہیں لیکن اس وقت چونکہ جبریل علیہ السلام اس تعلیم کے مأمور من اللہ تعالیٰ تھے اس لئے فی الوقت یہ نمازیں ان کے حق میں بھی فرض ہو گئی تھیں، اور ایک جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ چونکہ ابھی تک نماز کی تفصیل کا علم اچھی طرح نہیں ہوا تھا اس لئے وہ آپ کے حق میں بھی فرض نہیں تھی، اور اس جواب سے ایک اور سوال بھی حل ہو جاتا ہے وہ یہ کہ صلوٰۃ خمسہ کی فرضیت تو رات میں ہو چکی تھی، پھر فجر کی نماز آپ نے کیوں نہیں پڑھی۔

قوله: فَصَلَّى فِي الظُّلِّ حِينَ رَأَتْ الشَّمْسُ وَكَانَتْ قَدَمُ الشَّرِّ الْ: یعنی پہلے دن ظہر کی نماز پڑھائی زوال شمس کے فوراً بعد وَكَانَتْ قَدَمُ الشَّرِّ الْ^۱ کا مطلب یہ ہے کہ ظل اصلی ہر شئی کا جو نصف النہار کے وقت ہوتا ہے جب اس میں شرقی جانب

① المراد به نفس الزيادة على الظل الاصل من غير تقييد بقدر الشر الكاى اولى المقدم ولو بقدر الشر الك وهذا اذا كان الظل الاصل موجوداً اذ ذلك هناك اى بمكة. ولو فرض انه لم يكن الظل الاصل بمكة فحينئذ معنى الحديث ظهور الظل بعد ان لم يكن فظهور الظل هو علامة الزوال وعلى التقدير الاول الزيادة فى الظل الاصل هو علامة الزوال - افاذه فى الكوكب الدمرى

اضافہ ہونا شروع ہو جائے تب ظہر کے وقت کی ابتداء ہوتی ہے، خواہ وہ اضافہ شراک کے بقدر ہی ہو، شراک (جو تے کا تسمہ) سے مراد مقدار قلیل ہے۔

جاننا چاہئے کہ نصف النہار سے قبل ہر چیز کا سایہ بجانب مغرب پڑتا ہے اور عین نصف النہار کے وقت قدموں کے برابر میں ہوتا ہے اور سورج کے وسط سماء سے ڈھلنے کے وقت جس کو زوال کہتے ہیں ظل اصلی میں بجانب مشرق اضافہ شروع ہو جاتا ہے اسی ظل اصلی میں اضافہ سے ظہر کے وقت کی ابتداء ہوتی ہے خواہ وہ اضافہ کتنا ہی مقدار قلیل میں ہو، یہ بھی واضح رہے کہ بعض ملکوں میں (کالحجاز علی قول) نصف النہار کے وقت سایہ جسکو ظل اصلی کہتے ہیں وہ پایا ہی نہیں جاتا، ایسے ملکوں میں ظہر کے وقت کی ابتداء نصف النہار کے بعد ظہور ظل الی جانب الشرق سے ہوگی، اور جہاں ظل اصلی پایا جاتا ہے وہاں زوال اور وقت ظہر کا تحقق ظل اصلی میں اضافہ سے معلوم ہوگا وَصَلَّى فِي الْعَصْرِ حِينَ كَانَ ظِلُّهُ مِثْلَهُ، یعنی پہلے دن عصر کی نماز ایک مثل پر پڑھائی یہ صاحبین اور جمہور کی دلیل ہے آخر وقت ظہر اور اول وقت عصر کے بارے میں امام صاحبؒ سے بھی یہی ایک روایت ہے، کما تقدم، حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہ نے تقریر ترمذی (الکوکب الدہی) میں اسی قول کو من حیث الدلیل ترجیح دی ہے، اور امام صاحب کی دلیل باب فی وقت صلوۃ الظہر میں آرہی ہے۔

قوله: حِينَ غَابَ الشَّقِيُّ: ائمہ ثلاث و صاحبین کے نزدیک شفق سے احمر مراد ہے، اور امام صاحبؒ کے نزدیک شفق ایضاً جس کا تحقق احمر کے بعد ہوتا ہے مشہور اختلاف ہے۔

قوله: فَلَمَّا كَانَ الْقَدُ صَلَّى فِي الظُّهْرِ حِينَ كَانَ ظِلُّهُ مِثْلَهُ: یعنی دوسرے دن ظہر کی نماز ایک مثل پر پڑھائی، اس سے مالکیہ نے اشتراک پر استدلال کیا ہے کہ ایک مثل کے بعد چار رکعت کے بقدر وقت مشترک ہے جیسا کہ بیان اوقات میں گزر چکا اس لئے کہ اسی حدیث میں اس سے پہلے مذکور ہے کہ پہلے روز عصر کی نماز ایک مثل پر پڑھائی اور یہاں یہ کہہ رہے ہیں کہ دوسرے روز ظہر کی نماز ایک مثل پر پڑھائی، اب ظاہر ہے کہ اس سے وقت کا اشتراک سمجھ میں آرہا ہے جمہور کی جانب سے اس کا جواب یہ ہے کہ پہلی جگہ مراد یہ ہے کہ عصر کی نماز ایک مثل پر پڑھنی شروع کی اور یہاں مراد یہ ہے کہ دوسرے روز ایک مثل پر ظہر کی نماز پڑھ کر فارغ ہوئے، ایک جگہ شروع کرنا مراد ہے اور دوسری جگہ فراغ فلا اشتراک، جمہور کی دلیل عدم اشتراک میں حدیث مسلم ہے جو اس کتاب میں بھی آگے آرہی ہے، وقت الظہر مالم يحضر العصر معلوم ہوا کہ عصر کا وقت آنے پر ظہر کا وقت باقی نہیں رہتا۔

قوله: وَصَلَّى فِي الْمَغْرِبِ حِينَ أَقْطَرَ الصَّائِغُ: یہ شافعیہ و مالکیہ کے ایک قول کی دلیل ہے کہ مغرب کیلئے بس ایک ہی وقت ہے وہی ابتداء اور وہی انتہاء تین یا پانچ رکعات کے بقدر اس لئے کہ اس حدیث میں یہ ہے کہ آپ نے مغرب کی نماز دونوں دن ایک ہی وقت میں ادا فرمائی۔

وقت مغرب میں شافعیہ کے مذہب کی تحقیق و تفصیل: امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ شافعیہ کے یہاں مشہور قول یہی ہے ”ان المغرب ليس لها الا وقت واحد“ وہ فرماتے ہیں لیکن محققین شافعیہ کے نزدیک دوسرا قول رائج ہے کہ مغرب کا وقت غروب شفق تک ہے، حدیث عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ (عند مسلم وأبی داؤد) وقت صلوٰۃ المغرب مالم يسقط فورا الشفق، اور حدیث امامت جبریل کے انہوں نے تین جواب دیئے:

- ① وہ حدیث محمول ہے وقت اختیار و استحباب پر
- ② حدیث امامت جبریل مقدم ہے، مگر مکررہ کا واقعہ ہے اور یہ دوسری احادیث جن سے وقت مغرب میں امتداد معلوم ہوتا ہے یہ بعد کی ہیں یعنی مدینہ کی اور عمل مؤخر پر ہوتا ہے نہ کہ مقدم پر
- ③ امتداد وقت دلی روایات سند واضح ہیں حدیث امامت جبریل سے۔

قوله: فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ: حضرت جبریل علیہ السلام نے حضور ﷺ کا نام لیا جو لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا^① کے خلاف ہے۔ جواب یہ ہے کہ ممکن ہے ملائکہ اس حکم کے مخاطب نہ ہوں، یا ہو یہ کہ اس آیت کا نزول اس واقعہ کے بعد ہوا ہو ایک جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ محمد سے علم مراد نہیں بلکہ معنی وصفی مراد ہیں لکن خلاف الظاہر۔

هَذَا أَوَّلُ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِكَ: ہذا اکا اشارہ عشاء کے علاوہ باقی نمازوں کی طرف ہے اس لئے کہ عشاء کی نماز اس امت کے ساتھ خاص ہے اور باقی چار نمازیں بھی گذشتہ انبیاء میں متفرق طور پائی گئی ہیں نہ کہ مجتمعاً۔

چنانچہ صلاۃ فجر کی ابتداء حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی جب صبح صادق کے وقت ان کی توبہ قبول ہوئی تو انہوں نے دو رکعت بطور شکر اداء کی اور حضرت اسماعیل یا اسحاق علی اختلاف القولین کا فدیہ جو جنت سے لا گیا گیا تھا ظہر کے وقت میں دیا گیا اس کے شکریہ میں انہوں نے چار رکعت ادا کی اسی سے ظہر کی نماز شروع ہوئی اور حضرت عزیر علیہ السلام کو نوم طویل سے سو برس کے بعد عصر کے وقت بیدار کیا گیا اس وقت انہوں نے چار رکعت پڑھیں اس سے عصر کی نماز شروع ہوئی اور حضرت داؤد علیہ السلام کی معافی غروب کے وقت ہوئی پس وہ چار رکعت پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے لیکن شدت تعب و بکاء کی وجہ سے چوتھی رکعت نہ پڑھ سکے، اس پر مغرب کی تین رکعات شروع ہوئیں، اور عشاء کی نماز سب سے پہلے ہمارے نبی محمد ﷺ نے پڑھی، یہ ایک روایت کا مضمون ہے جس کو حضرتؒ نے بذل میں امام طحاویؒ کے حوالہ سے نقل فرمایا ہے۔

قوله: وَالْوُكُوفُ مَا بَيْنَ هَذَيْنِ الْوُكُوفَيْنِ: چونکہ ہر وقت صلاۃ کے دوسرے ہیں ایک اول اور آخر، ان دوسروں کا وقت ہونا اس وودن کے عمل امامت سے ثابت ہو گیا، اور درمیانی حصہ کا وقت ہونا اس قول سے ثابت ہوا پس بعض وقت کا ثبوت عمل سے اور بعض کا قول سے ہوا۔

① مت کر کو بلانا رسول کا اپنے اندر برابر اس کے جو بلاتا ہے تم میں ایک دوسرے کو (سورۃ النور ۶۳)

تھے راوی کہتا ہے پس میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ زوال شمس کے وقت ظہر کی نماز ادا فرماتے اور سخت گرمی میں بسا اوقات ظہر کی نماز کو مؤخر فرمادیتے تھے اور میں نے حضور ﷺ کو عصر پڑھتے ہوئے دیکھا جب سورج میں زرد رنگ آنے سے پہلے پہلے سورج آسمان پر سفید اور بلند ہوا کرتا تھا چنانچہ ایک شخص نماز عصر سے فارغ ہونے کے بعد غروب شمس سے پہلے ذوالخليفة (جو مدینہ منورہ سے چھ میل کے فاصلہ پر ہے) پہنچ جاتا تھا..... اور حضور غروب شمس کے وقت مغرب ادا فرماتے تھے اور جس وقت افق سیاہ ہو جاتا ہے عشاء کی نماز ادا فرماتے تھے اور بسا اوقات لوگوں کے جمع ہونے تک عشاء کی نماز مؤخر فرماتے تھے اور صبح کے اندھیرے میں فجر کی نماز ادا فرماتے اور پھر ایک زمانہ میں فجر کی نماز روشنی میں ادا فرمانے لگے پھر اس کے بعد آپ ﷺ فجر کی نماز اندھیرے میں ادا فرمانے لگے اور وفات تک آپ ﷺ کا یہی معمول رہا اور پھر روشنی میں نماز فجر ادا کرنے والا معمول آپ نے نہیں کیا۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں اس حدیث کو امام زہری سے معمر..... امام مالک ابن عیینہ شعیب بن ابی حمزہ اور لیث بن سعید وغیرہ نے نقل کیا ہے ان حضرات نے ان اوقات کو ذکر نہیں جس میں حضور ﷺ نے نماز ادا فرمائی تھی بلکہ ان حضرات نے اوقات نماز کو اجمالاً تفسیر اور وضاحت کئے بغیر ذکر کیئے..... معمر اور ان کے ساتھیوں کی طرح اس روایت کو عروہ بن زبیر سے ہشام بن عروہ اور حبیب بن ابی مرزوق نے بھی روایت نقل کیا ہے البتہ حبیب راوی نے بشیر بن ابی مسعود کے واسطے کے بغیر روایت کو منقطعاً ذکر کیا ہے۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں وہب بن کیسان نے حضرت جابرؓ سے نبی اکرم ﷺ سے مغرب کا وقت روایت کیا ہے چنانچہ حضرت جابر فرماتے ہیں پھر جبریل امین مغرب کے وقت لگے دن بھی غروب شمس کے وقت حضور کے پاس تشریف دو سرے دن اور پہلے دن مغرب کی نماز کا ایک ہی وقت تھا۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں حضرت ابو ہریرہؓ نبی اکرم ﷺ سے اسی طرح روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا اگلے دن جبریل امین نے مجھے مغرب کی نماز پڑھائی اسی وقت میں جس وقت پہلے دن مجھے نماز پڑھائی تھی..... عبد اللہ بن عمرو بن عاص سے حسان بن عطیہ نے عن نعمر بن شعیب، عن أبیه عن جدّہ (میں جدہ کا مصداق) عبد اللہ بن عمرو بن عاص ہی ہیں) سے نبی اکرم سے اسی طرح روایت مروی ہے جیسا کہ حضرت جابرؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے۔

صحیح البخاری - مواقیئ الصلاة (۴۹۹) - صحیح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (۶۱۰) - صحیح مسلم - المساجد

ومواضع الصلاة (۶۱۱) - سنن النسائي - المواقیئ (۴۹۴) - سنن ابی داؤد - الصلاة (۳۹۴) - سنن ابن ماجہ - الصلاة (۶۶۸) - مسند أحمد - مسند الشامیئ (۱۲۱/۴) - مسند أحمد - باقی مسند الانصار (۲۷۴/۵) - موطأ مالک - وقوت الصلاة (۲) - سنن الدائمی - الصلاة (۱۱۸۵)

شرح الحدیث مضمون حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْكُرْدِيُّ..... قَوْلُهُ: أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ

الْعَزِيزِ كَانَ قَاعِدًا عَلَى الْمَذْبَحِ فَأَخَّرَ الْعَصْرَ شَيْئًا: مضمون حدیث یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ منبر پر بیٹھے تھے ظاہر بات ہے کہ منبر پر بیٹھنا لوگوں کے خطاب یا اور کسی خاص کام کی وجہ سے ہو گا اسی لئے اس روز اتفاقاً ان سے نماز عصر میں تاخیر ہو گئی، یہ روایت حدیث کی دوسری کتابیں صحیحین وغیرہ میں بھی ہے لیکن اس میں منبر پر ہونے کی تصریح موجود

نہیں، ابو داؤد کی اس روایت سے وجہ تاخیر کی طرف اشارہ مل رہا ہے، ورنہ شرح نے اپنے خیال کے مطابق وجہ تاخیر مختلف لکھی ہیں، مثلاً یہ کہ وہ جواز تاخیر کے قائل تھے جیسا کہ نووی کی شرح مسلم میں ہے، باقی یہ بات متعین ہے کہ یہ تاخیر زائد نہیں تھی معمولی سی تھی جیسا کہ روایت میں لفظ شیناً سے معلوم ہو رہا ہے، نیز بعض روایات میں یوماً کا لفظ ہے جیسا کہ بخاری میں ہے جس میں اشارہ ہے اس طرف کی انکی عادت تاخیر کی نہ تھی بلکہ ایک روز کسی وجہ سے ایسا ہو گیا تھا، گو ان کے خاندان کے لوگ یعنی بنو امیہ تاخیر صلاۃ کے عادی تھے جیسا کہ شروح حدیث وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے حتیٰ کہ حجاج اور اس کا امیر ولید بن عبد الملک کے بارے میں منقول ہے کہ وہ تو نماز کو قضا ہی کر دیتے تھے (کنز الایض السعائی)۔

قوله: فَقَالَ لَهُ: عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ: حضرت عروہ جو کہ مشہور تابعی اور حضرت عائشہ کے بھانجے ہیں انہوں نے حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کی اس تاخیر پر نکیر فرمائی اور فرمایا کہ کیا آپ کے ذہن میں نہیں ہے کہ حضرت جبریلؑ نے حضور ﷺ کی امامت فرما کر آپ کو نمازوں کے اوقات کی بڑے اہتمام سے تعلیم فرمائی تھی، امامت کا ذکر گو ابو داؤد کی اس روایت میں نہیں ہے لیکن مسلم شریف اور مؤطا مالک میں مذکور ہے۔

قوله: فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: اَعْلَمَ مَا قُفُولُ: اس میں دو احتمال ہیں، اول اعلّم امر حاضر علم سے دوسرے اعلّم صیغہ امر اعلام سے تیسرا احتمال یہ کہ اعلّم صیغہ واحد متکلم، لیکن یہ احتمال غیر ظاہر ہے، ظاہر یہی ہے کہ یہ صیغہ امر ہے علم سے یا اعلام سے اگر علم سے ہے تو مطلب یہ ہو گا کہ سوچ سمجھ کر کہو کیا کہہ رہے ہو، وجہ اسکی یہ ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کو دراصل امامت جبریلؑ والی حدیث کا بظاہر پہلے سے علم نہ تھا بلکہ انکے ذہن میں جبریلؑ کے امام بننے میں بظاہر اشکال تھا کہ مفضل افضل کا امام بنے امامت تو آپ ﷺ ہی کے شایان شان ہے اسی لئے انہوں نے حضرت عروہ سے کہا کہ سوچ سمجھ کر کہو کیا کہہ رہے ہو، اور اگر یہ اعلام سے ہے تو اعلام کے معنی ہیں نشاندہی کے اور مراد اس سے انکی یہ ہے کہ اس بات کی آپ سند بیان کیجئے، چنانچہ پھر عروہ نے اسکی سند بیان کی جیسا کہ متن میں مذکور ہے ”مَحْمُوسٌ صَلَوَاتُ“ یہ ترکیب میں مفعول ہے صَلَوَاتُ کو یا بِحَسَبِ کا، یعنی شمار کرتے تھے آپ ﷺ اپنی انگلیوں پر پانچ نمازوں کو۔

قوله: قَرَأْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الخ: ماقبل میں مجمل پانچ نمازوں کا ذکر تھا بلا تعین اوقات کے کہ کون سی نماز کس وقت میں پڑھی اب یہاں سے صحابی اوقات کی تفصیل بیان کر رہے ہیں، ہم نے شروع میں بیان کیا تھا کہ امامت جبریلؑ والی حدیث گو صحیحین میں ہے لیکن وہاں اوقات کی تفصیل مذکور نہیں، اوقات کی تفصیل سنن کی روایت میں ہے جیسا

① واضح رہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ خاندان اموی کے ایسے ہونہار اور سعید فرزند تھے جو اپنے اخلاق حمیدہ اور اعمال حسنة کی وجہ سے پورے خاندان میں ممتاز تھے ان کا زہد و تقویٰ اور بزرگی مشہور ہے قرن اول کے مجدد ہیں، ابو داؤد کی ایک روایت میں ہے جو آگے آئیگی حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی کی نماز کو حضور ﷺ کی نماز کیسا تھ زیادہ مشابہ اس نوجوان کی نماز سے نہیں دیکھا۔

کہ یہاں ابو داؤد میں مذکور ہے جس کو راوی فرماتا ہے ”يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّعْشَعُ مُزْتَفِعَةً بَيْضَاءُ الْح“ اس پر کلام انشاء اللہ باب وقت العصر میں آئے گا ”لَمْ كَانَتْ صَلَاتُهُ بَعْدَ ذَلِكَ التَّغْلِيصِ“ اس پر بھی کلام انشاء اللہ باب فی وقت الصبح میں آئے گا کہ تغلیص اولی ہے جس کے ائمہ ثلاثہ قائل ہیں یا اسفار جو کہ احناف کے یہاں ہے۔

قوله: قَالَ ابوداؤد: تَوَسَّى هَذَا الْحَدِيثَ عَنِ الزُّهْرِيِّ الْح: اوپر سند میں ابن شہاب کے شاگرد اور ان سے روایت کرنے والے اسامہ بن زید تھے ان کی روایت میں اوقات کی تفصیل پائی جاتی ہے، یہاں مصنف فرما رہے ہیں کہ اسامہ کے علاوہ زہری کے دوسرے تلامذہ معمر اور مالک اور سفیان بن عیینہ وغیرہ نے جب اس حدیث کو زہری سے نقل کیا تو ان حضرات نے اپنی روایت میں تفصیل اوقات کو ذکر نہیں کیا، گویا اکثر حضرات نے نہیں کیا بس صرف اسامہ نے کیا، لہذا اس حدیث میں ذکر اوقات کا ثبوت سند اضعیف ہو بظاہر اسی لئے اس کو امام بخاری و مسلم نے صحیحین میں نہیں لیا۔

قول ابو داؤد کی تشریح: قَالَ ابوداؤد: وَتَوَسَّى هَذَا الْحَدِيثَ عَنِ الزُّهْرِيِّ الْح: اس قول ابو داؤد کا مطلب سمجھنے کیلئے اولاً غور سے نیچے امام ابو داؤد نے اس باب میں دو حدیثیں ذکر کی ہیں، ایک حدیث امامت جبریل جو ابھی چل رہی ہے اور دوسری سوال سائل والی جو ابھی آگے حدیثا مسدود سے شروع ہو رہی ہے جس میں یہ ہے کہ ایک صحابی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے آپ سے نمازوں کے اوقات دریافت کئے تو آپ نے ان کو زبانی بتانے کے بجائے دو روز تک اپنے پاس مدینہ میں ٹھہرنے کا حکم فرمایا کہ یہاں ٹھہر کر دیکھو کہ میں کس نماز کو کس وقت میں پڑھتا ہوں، چنانچہ آپ ﷺ نے پہلے دن ہر نماز کو اول وقت میں اور دوسرے دن ہر نماز کو اس کے آخری وقت میں پڑھ کر دکھایا یعنی وہی صورت جو امامت جبریل میں ہوئی تھی لیکن فرق ان دونوں روایتوں میں یہ ہے کہ حدیث امامت جبریل کے تمام طرق میں ہے کہ مغرب کی نماز دونوں دن وقت واحد میں پڑھی گئی یعنی غروب شمس کے فوراً بعد، اور سوال سائل والی حدیث میں روایات مختلف ہیں اکثر میں تعدد وقت مذکور ہے کہ پہلے دن آپ ﷺ نے مغرب کی نماز غروب کے فوراً بعد پڑھائی اور دوسرے دن آخر وقت میں اور بعض طرق میں اتحاد وقت مذکور ہے یعنی دونوں دن وقت واحد میں پڑھائی، امام بیہقی فرماتے ہیں کہ اسکو ذہن میں رکھنا چاہئے کہ یہ دو حدیثیں الگ الگ ہیں ایک حدیث امامت جبریل اور دوسری سوال سائل والی ان دونوں کو ایک سمجھ کر اضطراب اور اختلاف پر محمول نہ کیا جائے ”وَتَوَسَّى هَذَا الْحَدِيثَ عَنِ الزُّهْرِيِّ الْح“ سے مصنف یہی فرما رہے ہیں کہ یہ حدیث امامت جبریل جس طرح ابو مسعود انصاری سے مروی ہے جو ابھی اوپر گزری اسی طرح بعض دوسرے صحابہ جیسے حضرت جابر اور ابو ہریرہ اور عبد اللہ ابن عمرو بن العاص رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بھی مروی ہے اور ان سب میں وقت مغرب میں اتحاد مذکور ہے۔

تنبیہ: مصنف کے سیاق کلام سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ عبد اللہ بن عمرو بن العاص کی حدیث بھی امامت جبریل کے

سلسلہ میں ہے لیکن بیہقی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے جس کو حضرت نے بذل میں ذکر کیا ہے کہ ان کی حدیث سوال سائل والی حدیث ہے نہ کہ امامت جبرئیل والی مقتامل۔

۳۹۵ -

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دَاوُدَ، حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي مَوْسَى، عَنْ أَبِي مَوْسَى، أَنَّ سَائِلًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَزِدْ عَلَيْهِ شَيْئًا حَتَّى أَمَرَ بِلَالًا فَأَقَامَ لِلْفَجْرِ ۖ حِينَ انْشَقَّ الْفَجْرُ، فَصَلَّى حِينَ كَانَ الرَّجُلُ لَا يَعْرِفُ وَجْهَ صَاحِبِهِ - أَوْ أَنَّ الرَّجُلَ لَا يَعْرِفُ مَنْ إِلَى جَنْبِهِ - ثُمَّ أَمَرَ بِلَالًا فَأَقَامَ الظُّهْرَ حِينَ زَالَتْ الشَّمْسُ حَتَّى قَالَ: الْقَائِلُ انْخَسَفَ النَّهَارُ وَهُوَ أَعْلَمُ، ثُمَّ أَمَرَ بِلَالًا فَأَقَامَ الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ بَيضاء مُرْتَفِعَةً، وَأَمَرَ بِلَالًا فَأَقَامَ الْمَغْرِبَ حِينَ غَابَتِ الشَّمْسُ، وَأَمَرَ بِلَالًا فَأَقَامَ الْعِشَاءَ حِينَ غَابَ الشَّفَقُ، فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْعَدِ صَلَّى الْفَجْرَ وَانْصَرَفَ، فَقُلْنَا أَطْلَعَتِ الشَّمْسُ، فَأَقَامَ الظُّهْرَ فِي وَقْتِ الْعَصْرِ الَّذِي كَانَ قَبْلَهُ وَصَلَّى الْعَصْرَ، وَقَدْ اصْفَرَّتِ الشَّمْسُ - أَوْ قَالَ: أَمْسَى - وَصَلَّى الْمَغْرِبَ قَبْلَ أَنْ يَغِيبَ الشَّفَقُ، وَصَلَّى الْعِشَاءَ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ، ثُمَّ قَالَ: «أَتَيْنَ السَّائِلَ عَنْ وَقْتِ الصَّلَاةِ الْوَقْتُ فِيمَا بَيْنَ هَذَيْنِ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ ۚ سَلِيمَانُ بْنُ مَوْسَى، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَغْرِبِ يَنْخَوِ هَذَا قَالَ: «ثُمَّ صَلَّى الْعِشَاءَ» قَالَ يَعْصِيهِمْ: «إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ» وَقَالَ يَعْصِيهِمْ: «إِلَى شَطْرِهِ» وَكَذَلِكَ رَوَاهُ ۚ ابْنُ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

سجده

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آپ ﷺ سے نماز کے اوقات کے متعلق دریافت کیا تو آپ ﷺ نے اس کو جواب مرحمت نہیں فرمایا یہاں تک کہ حضرت بلالؓ کو آپ ﷺ نے حکم دیا تو انہوں نے فجر کی اذان اور اقامت اس وقت کہی جب صبح کی روشنی نمودار ہوئی پس آپ ﷺ نے فجر کی نماز اس وقت میں ادا فرمائی کہ اندھیرے کی وجہ سے آدمی اپنے ساتھی کا چہرہ نہیں پہچان پاتا تھا یا رادی نے یہ کہا کہ آدمی اندھیرے کی وجہ سے اپنے پہلو میں بیٹھے شخص کو نہیں پہچان سکتا تھا پھر آپ ﷺ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا تو انہوں نے ظہر کی اذان اور اقامت زوال شمس کے وقت کہی یہاں تک کہ بعض کہنے والوں نے یہ کہا کہ نصف النہار (زوال) ہوا بھی کہ نہیں..... آپ ﷺ تو خوب جانتے تھے کہ زوال شمس ہو چکا ہے پھر حضرت بلالؓ کو آپ ﷺ نے اذان دینے کا حکم دیا چنانچہ انہوں نے عصر کی اذان اور اقامت اس وقت کہی جب سورج کی ٹکیا سفید تھی اور سورج بلند تھا پھر آپ ﷺ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا تو انہوں نے مغرب کی اذان اور اقامت غروب شمس کے وقت کہی پھر آپ ﷺ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا تو انہوں نے شفق کے غائب ہونے کے وقت عشاء کی اذان اور اقامت

① یہاں اختلاف نسخ ہے، یحییٰ عبد الحمید کے نسخہ میں واقامہ للفجر ہے، جب کہ شیخ عوامہ کے نسخہ میں واقامہ الفجر ہے۔

② یہاں اختلاف نسخ ہے، یحییٰ عبد الحمید کے نسخہ میں رواہ ہے، جب کہ شیخ عوامہ کے نسخہ میں مروی ہے۔

③ یہاں اختلاف نسخ ہے، یحییٰ عبد الحمید کے نسخہ میں رواہ ہے، جب کہ شیخ عوامہ کے نسخہ میں مروی ہے۔

کبھی پھر اگلے دن آپ ﷺ نے فجر کی نماز اتنی تاخیر سے پڑھی کہ فجر کی نماز سے جب آپ ﷺ فارغ ہوئے تو ہم نے سوچا کہ کبھی سورج تو طلوع نہیں ہوا اور آپ ﷺ نے پہلے دن جس وقت عصر کی نماز پڑھائی تھی دوسرے دن اسی وقت ظہر کی نماز پڑھائی اور عصر کی نماز سورج کے زرد پڑ جانے کے وقت پڑھائی یا راوی نے کہا کہ جس وقت شام ہو گئی اس وقت نماز عصر پڑھائی اور مغرب کی نماز شفق کے غائب ہونے سے پہلے پڑھائی اور عشاء کی نماز ایک تہائی رات پر پڑھائی پھر فرمایا کہ نماز کے وقت کے متعلق دریافت کرنے والا سائل کہاں ہے ان دونوں میں پڑھی جانے والی نمازوں کے وقتوں کے درمیان نماز کا وقت ہوتا ہے امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ سلیمان بن موسیٰ نے عن عطاء بن جابر کی سند سے حضور ﷺ سے نماز مغرب کے متعلق اسی طرح نقل کیا (کہ دوسرے دن نماز مغرب شفق کے غائب ہونے سے پہلے پڑھی) راوی کہتا ہے کہ پھر عشاء کی نماز پڑھی بعض حضرات کہتے ہیں کہ ثلث لیل پر عشاء پڑھی اور بعض راوی کے بقول آدھی رات پر نماز عشاء پڑھی ابن بریدہ نے اپنے والد سے آپ ﷺ سے اسی طرح نقل کیا ہے (کہ آپ ﷺ نے دوسرے دن نماز مغرب شفق کے غائب ہونے سے پہلے پڑھی)۔

صحیح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (۶۱۴) سنن ابی داؤد - الصلاة (۳۹۵) مسند احمد - اول مسند الکوفیین (۴/۱۶۶)

شرح الحدیث حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ... قَوْلُهُ: أَنَّ سَائِلًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَهْ بَابُ كِي وَهُوَ سُرَى حَدِيثُ

ہے جو سوال سائل سے متعلق ہے جس کا ذکر ہمارے یہاں اوپر آچکا۔

قوله: حَتَّى قَالَ: الْقَائِلُ انْتَصَفَ النَّهَارَ وَهُوَ أَعْلَمُ: مطلب یہ ہے کہ پہلے روز آپ ﷺ نے ظہر کی نماز زوال کے فوراً بعد بالکل ہی اول وقت میں اداء فرمائی ایسے وقت میں جبکہ بعض لوگوں کو اس بات کا بھی شبہ ہوا کہ پتہ نہیں نصف النہار اور زوال کا وقت ہو گیا یا نہیں، وَهُوَ أَعْلَمُ، میں دو احتمال ہیں: ① ایک یہ کہ اس سے مراد حضور ﷺ ہیں اور مطلب یہ ہے کہ بعض لوگوں کو تو بیشک تردد تھا زوال میں کہ ہو یا نہیں لیکن حضور ﷺ خوب جانتے تھے، کہ زوال ہو چکا، ② دوسرا احتمال اس میں یہ ہے کہ ضمیر ہو قائل ہی کی طرف راجع ہو اس صورت میں مطلب یہ ہو گا کہ بعض کہنے والے کہتے تھے ازراہ تعجب کہ ظہر کا وقت ہو بھی گیا یا نہیں لیکن وہ کہنے والا جانتا تھا اس بات کو کہ نماز کا وقت ہو گیا، لیکن اس کا یہ کہنا کہ وقت ہو بھی گیا یا نہیں اظہار تعجیل کیلئے تھا کہ دیکھئے کتنی جلدی پڑھ رہے ہیں۔

نیز واضح رہے کہ مسئلہ یہ ہے کہ جب تک آدمی کو نماز کے وقت ہو جانے کا یقین نہ ہو جائے اس وقت تک نماز شروع کرنا جائز نہیں، اور یہاں بعض لوگوں کو گویا ایک قسم کا شک تھا، لیکن اصل امام جو ذمہ دار ہے یعنی حضور ﷺ ان کو وقت ہو جانے کا یقین تھا، لہذا کچھ اشکال نہیں مقتدی امام کے تابع ہوتے ہیں ”فَأَقَامَ الظُّهْرَ فِي وَاقْتِ الْعَصْرِ الَّذِي كَانَ قَبْلَهُ“ یعنی دوسرے دن ظہر کی نماز آپ ﷺ نے اس وقت میں پڑھائی جس وقت پہلے دن عصر پڑھی تھی اس قسم کے الفاظ پہلے بھی آچکے ہیں اور یہ کہ اس سے مالکیہ نے اشتراک وقت پر استدلال کیا ہے اس کا جواب بھی وہاں گزر چکا ہے کہ ایک جگہ شروع کرنا مراد ہے اور

ایک جگہ فراغ۔

کلام مصنف کی تشریح: قولہ: قَالَ ابُو دَاوُدَ: هُوَ سُلَيْمَانُ بْنُ مُوسَى، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ رَخٍ: اوپر جو روایت ابو موسیٰ اشعریؓ کی گزری ہے اس میں وقت مغرب میں اختلاف مذکور تھا، یعنی یہ کہ پہلے دن آپ ﷺ نے اسکو اول وقت اور دوسرے دن اسکو آخر وقت میں پڑھا، مصنفؒ فرماتے ہیں کہ جس طرح اس روایت میں تعدد وقت مذکور تھا اسی طرح حضرت جابرؓ کی وہ روایت جس کے راوی عطاء بن ابی رباح ہیں اس میں بھی ایسا ہی ہے یعنی تعدد ہے نَحْوُ هَذَا کا یہی مطلب ہے۔

تنبیہ: جابرؓ کی ایک روایت تعلیقاً مصنف کے کلام میں اس سے تقریباً آٹھ دس سطر پہلے بھی گزر چکی ہے اس میں جابرؓ سے روایت کرنے والے وہب بن کیسان تھے وہ روایت روایت عطاء عن جابر کے خلاف ہے اس لئے کہ اس میں بجائے اختلاف کے اتحاد وقت مذکور ہے تو حاصل یہ ہوا کہ جابرؓ سے روایت کرنے والے دو ہیں ایک عطاء دوسرے وہب بن کیسان، عطاء نے ان سے اختلاف وقت ذکر کیا اور وہب نے اتحاد وقت، لیکن جابرؓ کی گزشتہ روایت قصر امامت جبریل میں تھی اور جابرؓ کی یہ روایت سوال سائل والی روایت سے متعلق ہے جیسا کہ بیہقی کی روایت میں اس کی تصریح ہے جس کو حضرتؒ نے بذل میں ذکر کیا ہے یہ مقام ذرا نازک اور تحقیق طلب تھا جو بحمد اللہ ہو گئی ”وَكَذَلِكَ هُوَ ابْنُ بُرَيْدَةَ رَخٍ“ یعنی اختلاف فی وقت المغرب۔

۳۹۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، بِمَعْنَى أَبِي أَيُّوبَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: «وَقْتُ الظُّهْرِ مَالَمْ تَخْصِرِ الْعَصْرَ، وَوَقْتُ الْعَصْرِ مَالَمْ تَصْفَرَ الشَّمْسُ، وَوَقْتُ الْمَغْرِبِ مَالَمْ يَسْقُطَ قُورُ الشَّفَقِ، وَوَقْتُ الْعِشَاءِ إِلَى نِصْفِ اللَّيْلِ، وَوَقْتُ صَلَاةِ الْفَجْرِ مَالَمْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ»

رحمہ اللہ! عبد اللہ بن عمرؓ نبی اکرم ﷺ سے نقل فرماتے ہیں کہ ظہر کا وقت اس وقت تک رہتا ہے جب تک عصر کا وقت شروع نہ ہو اور عصر کا وقت سورج کے زرد ہونے تک رہتا ہے اور مغرب کا وقت شفق کی چمک کے باقی رہنے تک رہتا ہے اور عشاء کا وقت آدمی رات تک رہتا ہے اور فجر کی نماز کا وقت سورج کے طلوع ہونے تک رہتا ہے۔

تخریج صحیح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (۶۱۲) سنن الدسائی - الواقیتی (۵۲۲) سنن ابی داؤد - الصلاة (۳۹۶) مسند احمد - مسند المکثرین من الصحابة (۲۱۰/۲) مسند احمد - مسند المکثرین من الصحابة (۲۱۳/۲) مسند المکثرین من الصحابة (۲۲۳/۲)

شرح الحدیث: قولہ: وَقْتُ الظُّهْرِ مَالَمْ تَخْصِرِ الْعَصْرَ معلوم ہوا کہ ظہر اور عصر کے وقت کے کسی جزء میں اشتراک نہیں ہے جس کے مالکیہ قائل ہیں ^۱، لہذا دلیل الجمهور ”وَقْتُ الْمَغْرِبِ مَالَمْ يَسْقُطَ قُورُ الشَّفَقِ“ اور مغرب کا وقت اس وقت تک باقی رہتا ہے جب تک شفق کی چمک باقی رہے، مصداق شفق میں اختلاف پہلے گزر چکا ”وَقْتُ الْعِشَاءِ إِلَى نِصْفِ اللَّيْلِ“ اس سے مراد وقت اختیار و استحباب ہے اور شافعیہ مالکیہ کی ایک روایت میں عشاء کا وقت نصف لیل تک ہی ہے، کما

تقدم، اور ابو سعید اطمحری کا مذہب بھی یہی ہے۔

۳۔ باب فی وقتِ صَلَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَيْفَ كَانَ يُصَلِّيُهَا

نبی اکرم ﷺ کی نماز پڑھنے کے اوقات کا بیان اور حضور ﷺ کس طرح ان نمازوں کو ادا فرماتے تھے (۵۵) نماز کے وقت کی چونکہ ایک ابتداء ہے اور ایک انتہاء اس لئے مقصود یہ بیان کرنا ہے کہ آپ ﷺ اجزاء وقت میں سے کس جزء اور حصہ میں نماز پڑھتے تھے آپ ﷺ کا معمول بیان کرنا مقصود ہے۔

۳۹۷ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ ابِرَاهِيمَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو وَهُوَ ابْنُ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ: سَأَلْنَا جَابِرًا عَنْ وَقْتِ صَلَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «كَانَ يُصَلِّي الظُّهْرَ بِأَهْلَا حِرَّةٍ، وَالْعَصْرَ وَالشَّمْسُ حَيَّةً، وَالْمَغْرِبَ إِذَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ، وَالْعِشَاءَ إِذَا كَثُرَ النَّاسُ عَجَلًا، وَإِذَا أَقْلُوا أَخَّرَ، وَالصُّبْحَ بِغُلَسٍ»

محمد بن عمرو سے روایت ہے..... یہ عمرو حسن بن علی نواسہ رسول کے بیٹے ہیں..... کہ ہم نے حضرت جابر سے نبی اکرم ﷺ کی نماز پڑھنے کے اوقات کے بارے میں پوچھا تو حضرت جابر نے جواب دیا حضور ظہر کی نماز زوال شمس کے وقت دن کے آدھا ہو جانے پر ادا فرماتے اور عصر کی نماز اس وقت ادا فرماتے جب سورج کی روشنی باقی ہوتی اور مغرب کی نماز غروب آفتاب کے وقت ادا فرماتے اور عشاء کی نماز میں (آپ دیکھتے کہ اگر ابتداء وقت میں) لوگ جمع ہو گئے تو اول وقت میں نماز ادا فرماتے اور اگر (لوگ ابتداء وقت میں تھوڑے ہوتے) تو آپ ﷺ (صحابہ کا انتظار کرتے اور) نماز عشاء میں تاخیر فرماتے اور صبح کی نماز اندھیرے میں ادا فرماتے۔

صحیح البخاری - مواقیب الصلاة (۵۳۵) صحیح البخاری - مواقیب الصلاة (۵۴۰) صحیح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (۶۴۶)

سنن النسائي - المواقيت (۵۲۷) سنن ابی داؤد - الصلاة (۳۹۷) مسند أحمد - ہادی مسند الکبریٰ (۳۶۹/۳) سنن الدارمی - الصلاة (۱۱۸۴)

شرح الحدیث: حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ..... قَوْلُهُ: «كَانَ يُصَلِّي الظُّهْرَ بِأَهْلَا حِرَّةٍ»: آپ ﷺ ظہر کی دوپہر میں

یعنی اول وقت میں پڑھتے تھے اس کو یا تو محمول کیا جائے زمانہ شتاء پر یا بیان جواز پر کہ کبھی آپ ایسا بھی کرتے تھے اور یا اس کو منسوخ مانا جائے، وجہ ان توجیہات کی یہ ہے تاکہ یہ حدیث حدیث الابواد کے خلاف نہ ہو، ویسے شافعیہ کے یہاں نماز ظہر اول وقت میں ہی پڑھنا اولیٰ ہے اسکی تفصیل انشاء اللہ باب وقت الظہر میں آئے گی ”وَالْعَصْرَ وَالشَّمْسُ حَيَّةً“ آپ ﷺ عصر ایسے وقت میں پڑھتے تھے کہ سورج کی شعائیں یعنی دھوپ زندہ ہو یعنی تیزی پر ہو، اور یا حیات شمس سے مراد صفاء لون ہے وَالصُّبْحَ بِغُلَسٍ غلَس کہتے ہیں اخیر شب کی تاریکی کو جس میں صبح کی روشنی کی آمیزش ہو اس کی مستقل بحث اختلاف وغیرہ باب وقت الصبح میں آئے گی۔

FSA.

حضر

27

شرح الحديث:

١. نضلة بن عبيد الأسلمي أبو هريرة مشهور بكنيته..... اسمه عبد الله بن نضلة بن عبيد بن الحارث بن خبال بن ربيعة بن دعلج بن أنس بن جذيمة بن مالك بن سلام بن أسمل بن أضي (الإصابة في تمييز الصحابة - ج ٦ ص ٢٣٧). نضلة بن عبيد بن الحارث بن خبال بن ربيعة بن دعلج بن أنس بن خزيمة بن مالك بن سلام بن أسمل بن أضي الأسلمي، وقيل: نضلة بن عبد الله بن الحارث، وقيل: عبد الله بن نضلة. (أسد الغابة في معرفة الصحابة - ج ٥ ص ٣٠٥)

تب بھی دھوپ میں تیزی باقی ہو یہ روایت بخاری شریف کی روایت کے خلاف ہے اس لئے کہ اس میں صرف جانا مذکور ہے واپسی کا ذکر نہیں، ہمارے یہاں امامت جبریل میں جو روایت گزری ہے اس میں بھی صرف جانا ہی مذکور ہے واپسی کا ذکر نہیں جس کے لفظ یہ ہیں: **فَيُتَصَوِّفُ التَّجَلُّلَ مِنَ الصَّلَاةِ، فَيَأْتِي ذَا الْحَلِيفَةِ قَبْلَ غُرُوبِ الشَّمْسِ**، لہذا ابو داؤد کی اس روایت کی تاویل کی جائے گی وہ یہ کہ ویزج تفسیر ہے یذهب کی کہ جانے سے مراد گھر کی طرف واپسی ہے جانا اور آنا دونوں مراد نہیں، یا ویزج کو حال قرار دیا جائے، ای یذهب راجعاً الى المدينة۔

نوم قبل العشاء اور حدیث بعد العشاء کی تفصیل : وَكَانَ يَكُونُهُ النَّوْمُ قَبْلَهَا: امام ترمذی فرماتے ہیں اکثر اہل علم کے نزدیک نوم قبل العشاء مکروہ ہے اور بعضوں کے نزدیک اس میں رخصت ہے اور بعض علماء نے صرف رمضان میں اجازت دی ہے ابن سید الناس فرماتے ہیں کہ بعض حضرات اس میں متشدد ہیں جیسے عمر، ابن عمر، ابن عباس رضی اللہ عنہم اور اسی کو اختیار کیا ہے امام مالکؒ نے، اور بعض نے اس میں گنجائش رکھی ہے جیسے حضرت علیؓ اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما اور یہی مذہب ہے کوفیین کا، اور امام طحاوی وغیرہ بعض علماء نے جو از نوم کیلئے شرط لگائی ہے کہ اگر بیدار کرنے کیلئے کسی کو متعین کر دے تب جائز ہے، امام نوویؒ نے امام مالک اور شافعیہ دونوں کا مسلک کراہت لکھا ہے ”وَالْحَدِيثُ بَعْدَهَا“ یعنی عشاء کی نماز کے بعد بات کرنے کو آپ مکروہ سمجھتے تھے، امام نوویؒ نے علماء کا حدیث بعد العشاء کی کراہت پر اتفاق نقل کیا ہے الایہ کہ کسی امر خیر میں ہو^①، سعید بن المسیب سے منقول ہے: **لَإِنْ أَتَانَا عَنِ الْعِشَاءِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ اللَّغْوِ بَعْدَهَا**^② کہ میں بغیر عشاء پڑھے سو جاؤں اس کو بہتر سمجھتا ہوں اس سے کہ نماز عشاء کے بعد فضول باتیں کروں، حضرت عمرؓ سمر بعد العشاء پر لوگوں کی پٹائی کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے: **اسمروا أول الليل ونوماً آخره؟**^③ کہ شروع رات میں باتیں کر رہے ہو اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ اخیر شب میں سوتے رہ جاؤ گے تہجد فوت ہو گا۔

لیکن واضح رہے کہ علماء نے اس کراہت کو مقید کیا ہے بیکار اور فضول بات پر، مفید بات جس میں کوئی دینی مصلحت ہو یا علمی مذاکرہ وغیرہ وہ اس میں داخل نہیں، امام ترمذیؒ نے سَمَرَ بَعْدَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ میں علماء کا اختلاف نقل کیا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ اکثر احادیث سے رخصت معلوم ہوتی ہے، اور انہوں نے اس سلسلہ کی ایک حدیث مرفوع بھی نقل کی ہے **لَا سَمَرَ إِلَّا لِغَضَلٍ، أَوْ مُسَافِرٍ**^④ یعنی جو شخص غفلت پڑھنے کیلئے جاگ رہا ہو اسکو اگر نیند آنے لگے تو اپنے ساتھی سے باتیں کر سکتا ہے ایسے

① النہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج ج ۵ ص ۱۴۷

② مرآة المفاتیح شرح مشکاة الصابیح ج ۲ ص ۲۷۵

③ فتح الباری شرح صحیح بخاری - ج ۲ ص ۳۸۶

④ جامع الترمذی - کتاب الصلاة - باب ما جاء من الرخصة في السمر بعد العشاء ۱۶۹

ہی مسافر حالت سفر میں قطع مسافت کی سہولت کیلئے بات کر سکتا ہے، نیز ایک روایت^۱ میں مصلیٰ اور مسافر کے ساتھ عروس کا بھی اضافہ ہے کہ اپنی دلہن کے ساتھ اسکی دل بٹنگی کیلئے سر بعد العشاء کی اجازت ہے اسی طرح حضور ﷺ اور صدیق اکبرؓ دونوں کا سر بعد العشاء روایات میں موجود ہے امام بخاریؒ نے بھی باب السمر فی العلمہ ترجمہ قائم کیا ہے، غرضیکہ منع کی روایات کو غیر مفید اور غیر ضروری بات کے ساتھ مقید ماننا پڑیگا۔

وَكَانَ يُصَلِّي الصُّبْحَ، وَمَا يَعْرِفُ أَحَدُنَا جَلِيسَهُ: یہاں پر نسخے مختلف ہیں بعض نسخوں میں وما یعرف ہے حرف نفی کے ساتھ اور بعض میں و یعرف ہے اور وہی نسخہ زیادہ صحیح ہے جس میں حرف نفی نہیں ہے اس لئے کہ وہ بخاری اور مسلم کی روایات کے موافق ہے، بہر حال مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ صبح کی نماز ایسے وقت میں پڑھتے تھے کہ آدمی اپنے پاس بیٹھنے والے کی صورت کو دیکھ کر پہچان سکے اور مانافیہ ہونے کی صوحت میں ظاہر ہے کہ اس میں معرفت کی نفی ہوگی کہ نہ پہچان سکے، نسخہ صحیح مسلک احناف کے زیادہ قریب ہے جو صبح میں اسفار کے قائل ہیں، ہاں البتہ نساء کے بارے میں آتا ہے مَا يَعْرِفُونَ مِنَ الْعَلَسِ جس پر کلام ہمارے یہاں انشاء اللہ آگے آئے گا، اور اگر یہاں پر نسخہ ما یعرف کو بھی صحیح مانا جائے تو دونوں نسخوں میں تطبیق کی شکل یہ ہوگی کہ عدم معرفت کو نماز شروع کرنے کے وقت پر محمول کیا جائے اور معرفت کی روایت کو نماز سے فارغ ہونے پر۔

۴۔ بَابُ فِي وَقْتِ صَلَاةِ الظُّهْرِ

نماز ظہر کے وقت کا بیان

سردی کے زمانہ میں ظہر کی نماز میں تعجیل بالاتفاق اولیٰ و افضل ہے اور گرمی میں جمہور علماء ائمہ ثلاث جس میں حنفیہ بھی ہیں کے نزدیک تاخیر اولیٰ ہے، امام شافعیؒ اس میں جمہور کے ساتھ نہیں ان کے نزدیک گرمی میں استحباب تاخیر چند شرطوں کے ساتھ مقید ہے: ① اول یہ کہ شدت حرارت ہو ② حرارة البلد ③ جماعت کی نماز ہو منفرد کیلئے نہیں ④ اتیان من بعید یعنی مسجد فاصلہ پر ہو اس کیلئے لمبی مسافت طے کرنی پڑتی ہو مسجد قریب میں نہیں ان کے نزدیک ان چار شرطوں میں سے ایک بھی مفقود ہو تو پھر تاخیر اولیٰ نہیں۔

امام ترمذی کا مسلک شافعی پر نقد: امام ترمذی مسلک شافعی ہیں کسی مسئلہ میں ان کے خلاف نہیں بولے لیکن یہاں امام شافعیؒ کی ان شرائط پر انہوں نے جامع ترمذی میں اعتراض کیا ہے کہ یہ شرائط خلاف حدیث ہیں۔

۳۹۹۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، وَمُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَادُ بْنُ عُبَادٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحَارِثِ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: «كُنْتُ أَصَلِّي الظُّهْرَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخَذْتُ قُبْضَةً مِنَ الْحَصَى

لَتَبْذُرَنِي كَفِّي أَصْحَابُ الْجَنَّةِ أَسْجُدُ عَلَيْهَا لَشِدَّةِ الْحَرِّ»

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ میں حضور ﷺ کے ساتھ نماز ظہر پڑھا کرتا تھا تو میں سخت گرمی کی وجہ سے کنکریوں کو ایک مٹھی میں بھر کر اپنی ہتھیلی میں ٹھنڈی کرتا تھا کہ اپنی پیشانی کی جگہ پر رکھ کر ان کنکریوں پر سجدہ کروں۔

تصحیح: سنن النسائي - الطَّبَق (۱۰۸۱) سنن ابی داؤد - الصلاة (۳۹۹) مسند احمد - باقی مسند الکثیرین (۳۲۷/۳)

شرح الحدیث: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ..... قَوْلُهُ: كُنْتُ أَصْلِي الظُّهْرَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَأَخَذُ قَبْضَةً مِنَ الْحَصَى: حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ جب میں حضور ﷺ کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھتا تھا تو مٹھی میں کنکریاں دبا لیتا تھا تاکہ وہ ٹھنڈی رہیں اور پھر جب سجدہ میں جاتا تو ان پر سجدہ کرنے کیلئے ان کو سجدہ کی جگہ رکھ دیتا زمین کی تیش سے بچنے کے لئے، خطابي فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ اخذ قبضة من الحصى عمل قلیل ہے جو مفید صلاۃ نہیں، یہ معلوم ہوا کہ مصلی کو ثوب ملبوس پر سجدہ کرنا جائز نہیں اس لئے کہ اگر جائز ہوتا تو پھر اس تکلف یعنی تبرید حصى کی ضرورت نہ ہوتی، جاننا چاہئے کہ ثوب متصل پر سجدہ کرنا شافعیہ کے یہاں ناجائز اور مفسد صلاۃ ہے حنفیہ کے یہاں جائز ہے زائد سے زائد مکروہ ہے، تو خطابي اس حدیث سے اپنے مسلک کو ثابت کرنا چاہ رہے ہیں، ہماری طرف سے جواب یہ ہے کہ روایات سے سجود علی ثوب المصلی ثابت ہے، لیکن شافعیہ ان روایات کو تاویل یہ کرتے ہیں کہ اس ثوب سے ثوب متصل اور ملبوس مزاد نہیں بلکہ ثوب منفصل ہے، ہم کہتے ہیں کہ یہ خلاف ظاہر ہے، صحابہ کرامؓ کے پاس اتنے کپڑے کہاں تھے پہننے کیلئے الگ بچھانے کیلئے الگ، اولکلمہ ثوبان حدیث یاد کیجئے۔

... حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عُبَيْدَةُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ سَعْدِ بْنِ ظَارِقٍ، عَنْ كُثَيْبِ بْنِ مَذْهَبٍ، عَنِ الْأَسَدِ، أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ قَالَ: «كَانَتْ قَدْرُ صَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّيْفِ ثَلَاثَةَ أَقْدَامٍ إِلَى خُمْسَةِ أَقْدَامٍ، وَفِي الشِّتَاءِ خُمْسَةُ أَقْدَامٍ إِلَى سَبْعَةِ أَقْدَامٍ»

ترجمہ: اسود کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی نماز ظہر گرمی کے زمانہ میں اس وقت ہوتی تھی جب ہر چیز کا سایہ تین قدم سے لیکر پانچ قدم تک ہو جاتا اور سردی کے موسم میں حضور ﷺ ظہر کی نماز اس وقت ادا فرماتے جب ہر چیز کا سایہ پانچ قدم سے لیکر سات قدم تک ہو جاتا۔

تصحیح: سنن النسائي - الواقيت (۵۰۳) سنن ابی داؤد - الصلاة (۴۰۰)

شرح الحدیث: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ..... قَوْلُهُ: فِي الصَّيْفِ ثَلَاثَةَ أَقْدَامٍ إِلَى خُمْسَةِ أَقْدَامٍ، وَفِي الشِّتَاءِ خُمْسَةُ أَقْدَامٍ إِلَى سَبْعَةِ أَقْدَامٍ: اس حدیث سے مقصود ظہر کی نماز کے وقت کو بیان کرنا ہے، پہلے زمانہ میں مروجہ گھڑیاں اور گھنٹے تو تھے نہیں اوقات کا حساب اور ان کی معرفت و تعیین طلوع اور غروب اور دھوپ و سایہ کے لحاظ سے کرتے تھے،

چنانچہ اس حدیث پاک میں ان صحابی نے بھی ظہر کی نماز کے وقت کو سایہ کی مقدار کے اعتبار سے سمجھایا ہے اور وہ یہ کہ آپ ﷺ ادا نکل صیف (گرمی کی ابتداء) میں نماز ظہر اس وقت اداء فرماتے تھے جب کہ سایہ تین قدم کے بقدر ہوتا تھا اور شدت صیف میں تاخیر سے پڑھتے تھے یعنی جبکہ سایہ پانچ قدم کے بقدر ہو جاتا، یہ بات ایک بدیہی سی ہے جتنی تاخیر ہوگی اتنا ہی سایہ میں اضافہ ہوگا۔

پھر جاننا چاہئے کہ ظل کی دو قسمیں ہیں، ظل اصلی اور ظل زائد، عین نصف النہار کے وقت جو سایہ ہوتا ہے وہ ظل اصلی کہلاتا ہے اور زوال شمس کے بعد سے جو سایہ بڑھنا شروع ہوتا ہے وہ ظل زائد کہلاتا ہے، دراصل تعجیل و تاخیر کا مدار اسی ظل زائد پر ہے اس کا زائد ہونا تاخیر پر دلالت کرتا ہے اور کم ہونا تعجیل پر، لیکن اس حدیث میں جو ظل مذکور ہے وہ مطلقاً ہے اس میں زائد یا اصلی کی قید نہیں، بلکہ مجموعہ ظل مراد ہے۔

لہذا یہ دیکھا جائیگا کہ اس حدیث میں سایہ کی جو مقدار مذکور ہے اس میں ظل اصلی کتنا ہے اور ظل زائد کتنا، تب تعجیل یا تاخیر کا صحیح علم ہو سکے گا، لہذا آگے سنئے۔

امام خطابی اور سبکی کی رائے کا اختلاف: اس میں علماء کا اختلاف ہے، امام خطابی کی رائے یہ ہے کہ حجاز مقدس میں گرمی کے زمانہ میں ظل اصلی تین قدم کے قریب ہوتا ہے لہذا معلوم ہوا کہ اول صیف میں آپ ﷺ نماز اول وقت میں پڑھتے تھے، اور پھر بعد میں شدت حر کے زمانہ میں دو قدم کے بقدر تاخیر فرما کر کل پانچ قدم پر پڑھتے تھے لاجل الابداد۔

اور اس کے بالمقابل تقی الدین سبکی فرماتے ہیں جیسا کہ شارح ابن رسلان نے ان سے نقل کیا ہے کہ حجاز میں گرمی کے زمانہ میں نصف النہار کے وقت ظل اصلی مطلقاً ہوتا ہی نہیں، لہذا ان کے اس قول کے پیش نظر آپ ﷺ کا تین قدم کے بقدر سایہ پر نماز پڑھنا یہ تاخیر اور ابراد کیلئے تھا اور پھر بعد میں جب ظل اصلی دو قدم کے بقدر ہونے لگتا تھا تو اس وقت پانچ قدم پر ظہر پڑھتے تھے، یعنی ظل زائد اس وقت بھی تین ہی قدم ہوتا تھا حاصل یہ کہ سبکی کے نزدیک آپ ﷺ نے ظہر کی نماز مطلقاً اول صیف و آخر صیف میں تین قدم سایہ پر پڑھی اور تین قدم سایہ تقریباً نصف مثل ہوتا ہے (کیونکہ مشہور ہے کہ آدمی کا قد اس کے سات قدم کے بقدر ہوتا ہے) لہذا اس کا مطلب یہ ہوا کہ گرمی میں آپ ظہر کا تقریباً نصف وقت گزار کر نماز پڑھتے تھے (کیونکہ جمہور کے نزدیک ظہر کا وقت ایک ہی مثل پر آکر ختم ہو جاتا ہے) اور خطابی کی رائے کا تقاضا جو اوپر ہم بیان کر چکے ہیں یہ ہے کہ گرمی کے شروع زمانہ میں آپ ظہر اول وقت میں پڑھتے تھے بدون ابراد کے اور پھر آگے چل کر گرمی کی شدت کے زمانہ میں صرف دو قدم سایہ کے بقدر تاخیر فرماتے، ان شارحین کا یہ اختلاف اس بات پر مبنی ہے..... کہ ان میں سے ایک کے نزدیک حجاز میں موسم گرما میں ظل اصلی نصف النہار کے وقت تین قدم کے

قریب ہوتا ہے اور دوسرے شارح کے نزدیک ہوتا ہی نہیں و هذا غاية التحقيق والتوضيح، لهذا المقام والله ولي المرام وبيده حسن الختام، یہ جو کچھ بیان کیا گیا ہے حدیث کے جزء اول سے متعلق ہے یعنی ظہر کی نماز زمانہ صیف میں۔

اور حدیث کا جزء ثانی جو شام سے متعلق ہے اس میں شارح کا کوئی اختلاف نہیں، حجاز مقدس میں اول شام میں ظل اصلی پانچ قدم اور پھر آگے چل کر سات قدم ہو جاتا ہے، اس لئے آپ کی ظہر سردی کے زمانہ میں مطلقاً اول وقت ہوئی اور مسئلہ بھی یہی ہے کہ سردی کے زمانہ میں ظہر کو بالاتفاق اول وقت پڑھنا اولیٰ ہے۔

۴۰۱ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، أَخْبَرَنِي أَبُو الْحَسَنِ قَالَ: ابوداود أبو الحسن هو مهاجر، قَالَ: سَمِعْتُ زَيْنَ بْنَ وَهَبٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ أَبَا ذَرٍّ يَقُولُ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَرَادَ الْمُؤَذِّنُ أَنْ يُؤَذِّنَ الظُّهْرَ فَقَالَ: «أَبْرِدْ». ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يُؤَذِّنَ فَقَالَ: «أَبْرِدْ» - مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا - حَتَّى رَأَيْنَا فِي السُّلُولِ، ثُمَّ قَالَ: «إِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ، فَإِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوا بِالصَّلَاةِ»

ابو ذر غفاری فرماتے ہیں کہ ہم (ایک سفر میں) حضور ﷺ کے ساتھ تھے تو مؤذن نے ظہر کی اذان دینے کا ارادہ فرمایا حضور ﷺ نے (مؤذن سے) فرمایا نماز ظہر کو ٹھنڈے وقت میں ادا کرو۔ پھر دوبارہ مؤذن (حضرت بلال) نے اذان دینے کا ارادہ کیا تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا نماز ظہر کو ٹھنڈے وقت میں ادا کرو۔ دو یا تین مرتبہ آپ نے یونہی فرمایا یہاں تک کہ ہم نے ٹیلوں کا سایہ دیکھ لیا۔ پھر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ گرمی کی شدت جہنم کی سانس لینے کے سبب ہوتی ہے جب گرمی کی شدت ہو جائے تو تم لوگ نماز کو ٹھنڈے وقت میں ادا کرو۔

شرح صحیح البخاری - مواقیع الصلاة (۵۱۱) صحیح البخاری - مواقیع الصلاة (۵۱۴) صحیح البخاری - الأذان (۶۰۲) صحیح البخاری - بدء الخلق (۲۰۸۵) صحیح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (۶۱۶) جامع الترمذی - الصلاة (۱۵۸) سنن أبي داود - الصلاة (۴۰۱) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (۱۶۲/۵) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (۱۶۲/۵)

شرح الحديث حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، قَوْلُهُ: فَأَرَادَ الْمُؤَذِّنُ أَنْ يُؤَذِّنَ الظُّهْرَ فَقَالَ: «أَبْرِدْ». یہ سفر کا واقعہ ہے حضرت بلالؓ نے ظہر کیلئے اذان کا ارادہ کیا تو آپ ﷺ نے ابراد کا حکم فرمایا کہ ابھی ٹھہر و گرمی کی تیزی کم ہونے دو، یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ بلالؓ نے تو اذان کا ارادہ کیا تھا اور ابراد یعنی شدت حرارت سے بچنا نماز کے اعتبار سے ہے نہ کہ اذان کے، پھر اذان سے کیوں روکا گیا؟ اس پر حافظؒ لکھتے ہیں کہ دراصل علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ اذان وقت کیلئے ہوتی ہے یا نماز کیلئے، اور اس حدیث سے تائید ہو رہی ہے ان کی جو کہتے ہیں کہ نماز کیلئے ہے، کرمانی فرماتے ہیں کہ نہیں اذان تو وقت ہی کیلئے ہوتی ہے لیکن چونکہ اس زمانہ میں حضرات صحابہؓ کی عادت یہ تھی کہ اذان سننے کے بعد پھر حضور للصلوة میں دیر نہیں کرتے تھے اس لئے اذان میں ابراد کا آپ ﷺ نے حکم دیا۔

قَوْلُهُ: مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا: حضرت بلالؓ نے کچھ دیر بعد دوبارہ اذان دینے کا ارادہ فرمایا پھر آپ نے وہی فرمایا ابراد پھر آگے شک راوی ہے کہ تیسری مرتبہ بھی آپ کو ابراد فرمانے کی نوبت آئی یا نہیں۔

قوله: حَتَّىٰ رَأَيْتَ فِيهِ الثَّلُولَ: نکل جمع تل کی ہے اس کا اطلاق ٹیلے پر ہوتا ہے تو مطلب یہ ہوا کہ پھر حضرت بلالؓ نے اتنی تاخیر کی کہ ہم لوگوں کو ٹیلوں کا سایہ نظر آنے لگا، ٹیلہ منبطح و منبسط چیز ہوتی ہے یعنی پھیلی ہوئی اور دراز، اور ایسی چیز کا سایہ زمین پر جلدی پڑنا شروع نہیں ہوتا جیسا کہ مشاہد ہے بلکہ کافی دیر سے ہوتا ہے اور بخاری کی ایک روایت میں تو آتا ہے حَتَّىٰ شَآوِيَ الظِّلُّ الثَّلُولَ^① کہ ٹیلوں کا سایہ خود ٹیلوں کے برابر ہو گیا اس سے تو بہت ہی زائد تاخیر معلوم ہو رہی ہے جو یقیناً مثلیں کو پہنچ جائے گی جیسا کہ امام اعظمؒ کا مذہب ہے اور جمہور کے یہاں تو ایک ہی مثل پر ظہر کا وقت ختم ہو جاتا ہے لہذا یہ حدیث وقت ظہر کے بارے میں امام صاحبؒ کی دلیل ہوئی۔

حدیث الباب کی شافعیہ کی ظرف سے توجیہات: اسی لئے حضرات شافعیہ اس کی تاویل میں متفکر ہیں خصوصاً روایت بخاری کے لفظ میں، چنانچہ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ مساوات کا مطلب یہ نہیں کہ ٹیلوں کا سایہ مقدار میں ان کے برابر ہو گیا یعنی مساوات فی المقدار مراد نہیں بلکہ مساوات فی التحقق والظہور مراد ہے یعنی جیسے ٹیلے موجود تھے اسی طور پر ان کا سایہ بھی پایا جا رہا تھا اور دوسری تاویل حافظ نے یہ کی کہ اس کو جمع بین الصلواتین پر محمول کیا جائے کیونکہ یہ سفر کا واقعہ ہے، لہذا آپ ﷺ کا قصد ظہر کو وقت عصر میں پڑھنا تھا^②، انتہی کلام الحافظ، دیکھئے حافظ صاحبؒ کیا فرما رہے ہیں! اسی لئے تو ہم نے کہا تھا کہ یہ امام صاحبؒ کی دلیل ہے ورنہ اس تاویل کی کیا حاجت تھی۔

وقت ظہر الی مثلیں کے بارے میں امام اعظم کے دلائل: امام صاحبؒ کے پاس اور بھی بعض دلائل ہیں مثلاً یہی حدیث الابراء اس لئے کہ ابراء ایک مثل کے بعد ہی حاصل ہوتا ہے خصوصاً عرب میں (کما فی تقریر شیخ المہند) اور اسی طرح وہ مشہور حدیث جو مشکوٰۃ کے اخیر میں باب ثواب هذه الامة کے ذیل میں مذکور ہے کہ اس امت کی مثال قلت عمل اور کثرت اجر کے بارے میں یہود و نصاریٰ کے مقابلہ میں ایسی ہے جیسے کوئی شخص کام کرانے کے لئے مزدور طلب کرے بعض مزدور کام کریں صبح سے لیکر ظہر تک اور بعض ظہر سے عصر تک اور دونوں کیلئے اجرت ایک ایک دینار تجویز کرے اور بعض مزدوروں کو عصر سے غروب تک کیلئے بلائے اور ان کے لئے اجرت دو، دو دینار تجویز کرے تو اس سے وہ دونوں گروہ مالک پر ناراض ہوئے کہ یہ کیا بات ہے کہ ہم دونوں کا عمل زائد اور اجرت کم اور تیسرے گروہ کا عمل کم اور اجرت زائد، اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ پہلے دو گروہ مثال ہیں یہود و نصاریٰ کی اور تیسرا گروہ مثال ہے امت محمدیہ کی، اس حدیث^③ سے استدلال اس طور پر ہے کہ عمل کی کمی اور اجرت کی زیادتی جیسی ہو سکتی ہے جب عصر کا وقت مثلیں سے مانا جائے

① صحیح البخاری - کتاب الاذان - باب الاذان للمساء إذا كانوا جماعة والإقامة ۶۰۳

② فتح الباری شرح صحیح البخاری لابن حجر - ج ۲ ص ۲۱

③ مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح - کتاب المناقب والفضائل - باب ثواب هذه الامة ۶۲۸۳

اور ایک مثل سے مانیں تب نہیں، اس کا جواب بعض نے جمہور کی طرف سے یہ دیا ہے کہ اگر عصر کے وقت کی ابتداء ایک مثل سے مانی جائے تب بھی عصر کا وقت ظہر کے وقت سے کم ہی رہتا ہے۔

گو معمولی سی سا ہی فرق ہو جواب یہ ہے کہ یہ کچھ نہیں، یہ حدیث امثال کے قبیلہ سے ہے مثالیں بہت واضح اور نمایاں ہوا کرتی ہیں ایسا باریک فرق ان میں نہیں چلتا۔

قوله: إِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ: گرمی کی شدت حرارت جہنم کی وسعت اور اس کے انتشار کی وجہ سے ہے اس حدیث کو بعض علماء نے مجاز تشبیہ پر محمول کیا ہے یعنی یہ سمجھئے کہ موسم گرما میں جو گرمی کی شدت ہوتی ہے وہ جہنم کی حرارت کی طرح ہے لیکن ظاہر یہ ہے کہ یہ کلام اپنی حقیقت پر محمول ہے، کما قال الحافظ وغيره من الشراح، اس لئے کہ ایک روایت میں تصریح ہے: اشْكَنْتُ النَّارَ إِلَى نَارِهَا، فَقَالَتْ: يَا رَبِّ أَكُلُ بَعْضِي بَعْضًا؛ فَأُزِنَ لَنَا بِتَقْسِينِ^۱ اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ جہنم جب باہر کا سانس لیتی ہے تو یہ گرمی اس سے پیدا ہوتی ہے، اور گویا جب اندر کا سانس لیتی ہے تو دنیا میں حرارت کے بجائے برودت پیدا ہوتی ہے یا یہ کہا جائے کہ جہنم کا ایک طبقہ زمہریر بھی ہے جس میں شدید قسم کی برودت اور ٹھنڈک ہے، اس طبقہ کے سانس کی وجہ سے دنیا میں سردی ہو جاتی ہے، ممکن اقالوا۔

ایک اشکال و جواب: لیکن یہاں پر ایک سوال ہے کہ اگر موسم گرما کی گرمی جہنم کے اثر سے ہے تو وہ بیک وقت تمام عالم کو محیط ہونی چاہئے یہ کیا کہ ایک ہی زمانہ میں کسی اقلیم میں گرمی ہے اور کسی میں سردی، جواب یہ ہے کہ ہر چیز پہلے اپنے مرکز میں پہنچتی ہے، پھر وہاں سے دوسری جگہ پہنچتی ہے تو دنیا میں حرارت کا مرکز شمس ہے لہذا جہنم کی حرارت جب دنیا کی طرف آتی ہے تو اس کو سورج اپنے اندر کھینچ لیتا ہے اور سورج کو چونکہ زمانہ واحد میں بعض امکنہ سے قرب اور بعض سے بعد ہوتا ہے تو اس سورج کے قرب و بعد کی وجہ سے ایسا ہوتا ہے کہ کہیں گرمی ہے اور کہیں نہیں، إِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ، فَأَبْرِدُوا بِالصَّلَاةِ^۲ جو لوگ مطلقاً ابراد کے قائل نہیں وہ حدیث الابراد کی تاویل یہ کرتے ہیں کہ برد النہار کہتے ہیں اول النہار کو، لہذا اُبرِدُوا کے معنی یہ ہوئے کہ برد الوقت یعنی اول وقت میں نماز پڑھو، لیکن چونکہ حدیث میں إِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ موجود ہے پھر یہ تاویل کیسے صحیح ہو سکتی ہے اور ایسے ہی قصہ بلال جو اوپر گزرا اس سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ ابراد سے مراد تاخیر ہے۔

حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدٍ بْنُ مَرْثَدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ، فَأَبْرِدُوا غَنِ الصَّلَاةِ» قَالَ: إِنَّهُنَّ مَوْهَبٌ: «بِالصَّلَاةِ، فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ»

۱ صحیح مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلاة باب استحباب الإبراد بالظہر فی شدۃ الحر من معنی إلى جماعة، وبنالہ الحر فی طریقہ ۶۱۷

۲ صحیح مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلاة باب استحباب الإبراد بالظہر فی شدۃ الحر من معنی إلى جماعة، وبنالہ الحر فی طریقہ ۶۱۵

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب گرمی شدید ہو جائے تو نماز کو ٹھنڈے وقت میں ادا کیا کرو ابن موصیٰ راوی نے ابوداؤد ابی الصلوٰۃ نقل کیا (جبکہ قتیبہ بن سعید نے ابوداؤد عن الصلوٰۃ نقل کیا) کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کی سانس لینے کے سبب سے ہوتی ہے۔

صحیح البخاری - مواقیب الصلاة (۵۱۰) صحیح البخاری - مواقیب الصلاة (۵۱۲) صحیح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (۶۱۵) جامع الترمذی - الصلاة (۱۵۷) سنن النسائی - المواقیب (۵۰۰) سنن ابی داؤد - الصلاة (۴۰۲) سنن ابن ماجہ - الصلاة (۱۷۷) سنن ابن ماجہ - الصلاة (۶۷۸) موطأ مالک - وقوت الصلاة (۲۸) موطأ مالک - وقوت الصلاة (۲۹) سنن الدارمی - الصلاة (۱۲۰۷)

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، عَنْ سَمُرَةَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، «أَنَّ بِلَالًا كَانَ يُؤَذِّنُ الظُّهْرَ إِذَا خَفَّتِ الشَّمْسُ»

جابر بن سمرہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت بلال زوال شمس کے وقت نماز ظہر کی اذان دیتے تھے۔

سنن ابی داؤد - الصلاة (۴۰۲) سنن ابن ماجہ - الصلاة (۱۷۳)

أَنَّ بِلَالًا كَانَ يُؤَذِّنُ الظُّهْرَ إِذَا خَفَّتِ الشَّمْسُ

یہاں سورج کا وسط سماء سے منتقل اور زائل ہونا ہے مطلب یہ ہے کہ وہ زوال کے فوراً بعد اذان کہتے تھے اور مسلم کی روایت میں ہے کہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم یُصَلِّي الظُّهْرَ إِذَا خَفَّتِ الشَّمْسُ امام نوویؒ فرماتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ ظہر کی نماز میں تقدیم و تعجیل مستحب ہے، وہ قال الشافعی والجمهور، میں کہتا ہوں اس مسئلہ میں جمہور اور امام شافعی ہی کا تو اختلاف ہے پھر جمہور کی طرف نسبت کیسے کر دی اس لئے جمہور سردی میں تعجیل اور گرمی میں تاخیر کے قائل ہیں اور امام شافعی کے یہاں گرمی میں بھی تعجیل ہے الا بشرائط، لہذا جمہور کی جانب سے توجیہ یہ ہوگی یا تو یہ کہا جائے کہ دوام مراد نہیں بلکہ احياناً لیبان الجواز یا یہ کہا جائے ممکن ہے کہ یہ امر بالابراۃ سے پہلے کا واقعہ ہو، یا ز من شتا پر محمول کیا جائے، اور علامہ عینیؒ نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ جو شخص ظہر ابراۃ کے ساتھ پڑھتا ہے اس پر بھی تو یہ بات صادق آتی ہے کہ اس نے زوال شمس کے بعد نماز پڑھی، عینی کی مراد یہ ہے کہ اس کو علی الفور پر محمول نہ کیا جائے بلکہ بعد الفصل تاکہ حدیث ابراۃ کے خلاف نہ ہو۔

۵۔ بَابُ فِي وَقْتِ صَلَاةِ الْعَصْرِ

نماز عصر کے وقت کا بیان

جمہور علماء ائمہ ثلاثہ کے نزدیک عصر میں تعجیل اولیٰ ہے اور حنفیہ کے یہاں تاخیر (قالہ ابن العربی فی شرح الترمذی) *

① صحیح مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلاة باب استحباب الإبراد بالظہر فی شدۃ الحر من بمضی الی جماعة، وینالہ الحر فی طریقہ ۶۱۸

② النہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج ج ۵ ص ۱۲۰

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ شَهَابٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ، «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ بَيَظًا مُرْتَفِعَةً حَيَّةً» وَيَذْهَبُ الذَّاهِبُ إِلَى الْعَوَالِي وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةً

انس بن مالک نے ابن شہاب زہری کو بتلایا کہ جناب رسول اللہ ﷺ عصر کی نماز ایسے وقت میں ادا فرماتے کہ سورج سفید (بغیر زردی) ہوتا بلند ہوتا اور اسکی روشنی باقی ہوتی اور (نماز عصر پڑھنے کے بعد) ایک شخص عوالی جاتا اور سورج بلند ہو کر تاقلا۔

جمہور کا حدیث سے تعجیل عصر پر استدلال اور حنفیہ کی طرف سے

شرح الحدیث:

اس کا جواب: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ..... قوله: وَيَذْهَبُ الذَّاهِبُ إِلَى الْعَوَالِي وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةً: یعنی عوالی مدینہ میں رہنے والے صحابہ آپ ﷺ کے ساتھ عصر کی نماز پڑھ کر اپنے گھروں کو واپس ہوتے تھے اور وہاں پہنچنے کے بعد بھی سورج بلند ہوتا تھا اور اس سے اگلی روایت میں آ رہا ہے کہ امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ عوالی مدینہ سے دو یا تین یا چار میل کی مسافت پر واقع ہے بظاہر مطلب یہ ہے کہ بعض عوالی مدینہ سے دو میل کی مسافت پر ہیں اور بعض چار میل کی جیسا کہ بخاری کی ایک روایت میں اسکی تصریح ہے اور حافظؒ بعض روایات کے پیش نظر لکھتے ہیں کہ ابعد العوالی^۱ چھ میل پر ہے مگر اس روایت کے ثبوت میں حافظ کو تردد ہے کیونکہ بخاری کی روایت کے خلاف ہے، اور مدونہ میں تو امام مالک سے یہ مروی ہے کہ ابعد العوالی تین میل کی مسافت پر ہیں، اور بعض روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ زائد سے زائد مسافت آٹھ میل کی ہے (کما فی البذل) اب بخاری کی روایت کو اگر سامنے رکھا جائے تو چار میل سے زائد فاصلہ نہیں تو مطلب یہ ہوا کہ آپ ﷺ کے ساتھ عصر پڑھنے والے اپنے گھر چار میل پہنچ جاتے تھے پھر بھی سورج کی حرارت، ارتفاع اور بلندی باقی رہتی اس سے یہ سب حضرات یعنی جمہور علماء تعجیل عصر پر استدلال کر رہے ہیں اور یہ عصر کا وقت ایک مثل سے شروع ہو جاتا ہے۔

ہماری طرف سے اس کا جواب لامع میں حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہؒ نے نقل کیا گیا ہے کہ اس حدیث سے وقت کی تعیین پر استدلال صحیح نہیں اس لئے کہ لوگ اپنی چال اور رفتار میں مختلف ہوتے ہیں، بعض سیر السیر اور بعض بطی السیر نیز عوالی کی مقدار بھی بعد کے اعتبار سے مختلف ہے بعض عوالی دو میل پر ہیں اور بعض تین اور بعض چار پر تو ایسی صورت میں کیا استدلال ہو سکتا ہے، حضرت شیخ حاشیہ لامع میں تحریر فرماتے ہیں کہ میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہؒ فرماتے تھے کہ وہ اپنی طالب علمی کے زمانہ میں جب ان کا قیام نظام الدین میں تھا تو روزانہ دو وقت پڑھنے کیلئے وہاں سے مدرسہ حسین بخش دہلی میں آتے جاتے تھے پیدل آنا جانا ہوتا تھا تو وہ فرماتے تھے کہ میں بستی نظام الدین سے مدرسہ حسین بخش آدھ پون گھنٹے کے درمیان پہنچ جاتا تھا حالانکہ ان دونوں جگہوں کے درمیان مسافت تقریباً ساڑھے تین میل ہے معلوم ہوا کہ سریع السیر شخص عوالی جتنی

① لَتَحْضُلَ مِنْ ذَلِكَ أَنَّ أَقْرَبَ الْعَوَالِي مِنَ الْمَدِينَةِ مَسَافَةٌ مِائَتَيْنِ وَأَبْعَدُهَا مَسَافَةٌ سِتِّ مِائَاتٍ (فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۳۱۶)

مسافت تقریباً گھنٹے میں طے کر لیتا ہے تو اگر عصر کی نماز دو مثل کے بعد پڑھی جائے اور پھر اس پر مزید آدھ گھنٹہ گزر جائے تو بظاہر ارتفاع شمس پایا جائے گا۔ یہی بات حدیث مذکور ہے، کم از کم اتنا تو کہہ ہی سکتے ہیں کہ اس حدیث کا مفید تعجیل ہونا متیقن نہیں یہی بات امام ابو بکر جصاص رازی نے بھی احکام القرآن میں لکھی ہے چنانچہ حضرت شیخ آوجز میں لکھتے ہیں وقال الرازي في الأحكام لا يمكن الوقوف منه على مقدار معلوم من الوقت، لأنه على المسافة والسرعة في المشي^①۔

٤٠٥ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: وَالْعَوَالِي عَلَى مِيلَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةِ قَالَ: وَأَحْسَبُهُ قَالَ: أَوْ أَرْبَعَةً

زہری کہتے ہیں عوالی دو میل یا تین میل کے فاصلے پر ہے۔ معمر کہتے ہیں میرے خیال میں امام زہری نے یہ بھی فرمایا تھا کہ عوالی یا چار میل کے فاصلے پر ہے۔

٤٠٦ - حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا جَرِيدٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ خَيْثَمَةَ قَالَ: «حَيَاتُهَا أَنْ تَجِدَ حَرَّهَا» خَيْثَمَةُ كَبَتْ هِيَ كَمَا سَوَّرَجَ كِي حَيَاتٍ (زندگی) یہ ہے کہ گرمی تمہیں محسوس ہو۔

صحیح البخاری - مواہیت الصلاة (٥٢٣) صحیح البخاری - مواہیت الصلاة (٥٢٥) صحیح البخاری - مواہیت الصلاة (٥٢٦) صحیح البخاری - الاعتصام بالکتاب والسنة (٦٨٩٨) صحیح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (١٢١) سنن النسائي - المواہیت (٥٠٦) سنن النسائي - المواہیت (٥٠٧) سنن النسائي - المواہیت (٥٠٨) سنن أبي داود - الصلاة (٤٠٤) سنن ابن ماجه - الصلاة (٦٨٢) موطأ مالك - وقوت الصلاة (١٠) موطأ مالك - وقوت الصلاة (١١) سنن الدارمي - الصلاة (١٢٠٨)

٤٠٧ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، عَنِ ابْنِ شَهَابٍ قَالَ: غُرُوقٌ، وَلَقَدْ حَدَّثَنِي عَائِشَةُ، «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيُ الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ فِي حُجْرَتِهَا قَبْلَ أَنْ تَظْهَرَ»

عروہ کہتے ہیں حضرت عائشہ نے مجھے بیان کیا کہ حضور ﷺ نماز عصر اس حال میں ادا فرماتے کہ سورج کی دھوپ حضرت عائشہ کے گھر کی دیوار پر چڑھنے سے پہلے ابھی ان کے صحن میں ہی ہوتی۔

صحیح البخاری - مواہیت الصلاة (٤٩٩) جامع الترمذی - الصلاة (١٥٩) سنن النسائي - المواہیت (٥٠٥) سنن أبي داود - الصلاة (٤٠٧) مسند أحمد - باقی مسند الانصار (٣٧/٦) موطأ مالك - وقوت الصلاة (٢)

شرح الحدیث اور طریق استدلال : قوله: كَانَ يُصَلِّيُ الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ فِي حُجْرَتِهَا قَبْلَ أَنْ تَظْهَرَ : حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ عصر کی نماز پڑھتے تھے ایسے وقت میں کہ دھوپ ان کے حجرے کے صحن میں موجود ہوتی تھی قبل اس کے کہ دھوپ دیواروں پر چڑھے تظہر ظہور سے ہے جسکے معنی یہاں صعود اور علو کے ہیں، کما فی قولہ تعالیٰ وَمَعَآرِجَ عَلَیْہَا یُظْہَرُونَ^②، یہ حدیث متفق علیہ ہے..... اور بظاہر تعجیل عصر پر دلالت کر رہی ہے اور یہ کہ عصر کا وقت ایک مثل سے

① احکام القرآن للجصاص - ج ٣ ص ٢٥٤، أوجز المسالك إلى موطأ مالك - ج ١ ص ٢٩٢

② اور ستر حیاں جن پر چڑھیں (سورة الزخرف ٣٣)

شروع ہو جاتا ہے، بھی تو دھوپ حجرے کے اندر ہوتی تھی ورنہ تاخیر سے پڑھنے کی..... صورت میں حجرے میں دھوپ کیسے ہو سکتی ہے، امام طحاویؒ اس پر فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے تعجیل پر استدلال صحیح نہیں اس لئے کہ حجرے کی دیواریں قصیر چھوٹی اور نیچی تھیں اور جس مکان کی دیواریں چھوٹی اور پست ہوں اس میں تو سورج کی دھوپ شام تک رہتی ہی ہے، ہاں دیواروں کے بلند ہونے کی صورت میں دھوپ کا مکان کے صحن میں ہونا یقیناً تعجیل کو مقتضی ہے اور یہاں ایسا نہ تھا، الحاصل یہ کہ اس حدیث سے تعجیل پر استدلال طولِ جد، مان پر موقوف ہے اور ایسا ہے نہیں، اور یہی بات صاحب بدائع نے بھی فرمائی ہے کما فی الادوار، اس پر جمہور نے کہا کہ صرف دیواروں کا پست ہونا تاخیر کیلئے کافی نہیں ہے جب تک اس کے ساتھ دوسری چیز نہ پائی جائے یعنی اتساع صحن (صحن کا کشادہ ہونا) اور وہ یہاں مفقود ہے جیسے دیواریں اونچی نہیں تھیں ایسے ہی صحن حجرہ وسیع بھی نہ تھا، فحیث یزدلالات فیہ علی التاخیر۔

جاننا چاہئے کہ حضرت شیخ اوجز میں لکھتے ہیں کہ یہ سب قیل و قال تو اس صورت میں ہے جبکہ حدیث میں دھوپ سے مراد وہ دھوپ ہے جو چھتوں کے اوپر سے آرہی ہو اور اگر اس سے مراد وہ دھوپ لیجائے، جو حجرہ شریفہ کے دروازے کی جانب سے آرہی ہو اس لئے کہ باب حجرہ^۱ غربی تھا تو پھر اس ساری بحث کی حاجت ہی نہ ہوگی اور اس صورت میں حدیث کی دلالت بجائے تعجیل کے تاخیر پر اظہر ہوگی^۲۔

۴۰۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْعَنْدَرِيُّ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ أَبِي الْوَزِيرِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيدَ الْيَمَامِيُّ، حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَلِيٍّ بْنِ شَيْبَانَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ عَلِيِّ بْنِ شَيْبَانَ قَالَ: «قَدِمْنَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ فَكَانَ يُؤَخِّرُ الْعَصْرَ مَا دَامَتِ الشَّمْسُ بَيَضَاءَ نَقِيَّةً»

علی بن شیبان کہتے ہیں کہ ہم (یمامہ سے وفد کی شکل میں) مدینہ منورہ نبی اکرم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نماز عصر کو اس وقت تک موخر فرماتے جب تک سورج کی ٹکیہ سفید رہتی اور اس میں زرد رنگ شامل نہ ہوتا۔

شرح الحدیث: عَلِيُّ بْنُ شَيْبَانَ..... قَوْلُهُ: فَكَانَ يُؤَخِّرُ الْعَصْرَ مَا دَامَتِ الشَّمْسُ بَيَضَاءَ نَقِيَّةً: علی بن شیبان کی یہ حدیث تاخیر عصر کے بارے میں صریح ہے حنفیہ کے پاس اور بھی دلائل ہیں جو کتب فقہیہ اور شروح حدیث میں مذکور ہیں، حضرت نے بھی بذل میں اس جگہ لکھے ہیں حضرت شیخ نے اپنی تصنیفات میں لکھا ہے اور درس میں بھی فرمایا کرتے تھے کہ حنفیہ کی اول نظر قرآن پر جاتی ہے وہ اختلاف روایات کے وقت اس روایت کو لیتے ہیں جو اوفق بالقرآن ہو اور تاخیر عصر کی

① واضح رہے کہ اہل مدینہ کا قبلہ بجانب جنوب ہے اور حجرہ عائشہؓ شرقی جانب اور مسجد نبویؐ غرب میں ہے اسی طرف حجرہ کا دروازہ ہے اس لئے جب حجرہ کا دروازہ کھلا ہو گا تو مسجد کی جانب سے حجرہ شریفہ میں دھوپ داخل ہوگی۔ ۱۲ منہ

② أَوْجُزُ السَّالِكِ إِلَى مَوْطَأِ مَالِكٍ - ج ۱ ص ۲۶۸-۲۶۹

روایات او فن بالقرآن میں وَسَتَبَّحُ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا^۱ حضرت فرماتے تھے کہ اس آیت کا مقضی تاخیر فی الفجر والعصر ہے جیسا کہ حنفیہ کا مسلک ہے، امام محمدؒ موطا میں فرماتے ہیں کہ بعض ائمہ سے منقول ہے ابما سمي العصر عصرا الاکھا تعصیر وتؤخر^۲ صاحب منہل نے حدیث الباب کا جواب جمہور کی طرف سے التعلیق الممجد (حاشیہ موطا محمد) سے یہ نقل کیا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اس لئے کہ اس کے راوی یزید بن عبد الرحمن ہیں جو مجہول ہیں۔

۶۔ بَابُ فِي صَلَاةِ الْوُسْطَى

در میانی نماز کا بیان

۴۰۹ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا بْنُ أَبِي زَائِدَةَ، وَيَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ عَلِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ الْحُدُقِ: «حَبَسُونَا عَنْ صَلَاةِ الْوُسْطَى صَلَاةِ الْعَصْرِ مَلَأَ اللَّهُ بُيُوتَهُمْ وَقُبُورَهُمْ نَارًا»

حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے غزوہ خندق والے دن ارشاد فرمایا ان مشرکین نے ہمیں صلاۃ الوسطی نماز عصر ادا نہیں کرنے دی اللہ پاک انکے گھروں اور انکی قبروں کو آگ سے بھر دے۔

صحیح البخاری - الجہاد والسیر (۲۷۷۳) صحیح البخاری - المغازی (۳۸۸۵) صحیح البخاری - تفسیر القرآن (۴۲۵۹) صحیح البخاری - الدعوات (۶۰۳۳) صحیح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (۶۲۷) جامع الترمذی - تفسیر القرآن (۲۹۸۴) سنن النسائی - الصلاة (۴۷۳) سنن ابی داؤد - الصلاة (۴۰۹) سنن ابن ماجہ - الصلاة (۶۸۴) سنن الدارمی - الصلاة (۱۲۳۲)

بذل المجہود کے نسخے میں اس جگہ باب نہیں ہے بلکہ اس میں یہ حدیث باب سابق کے تحت میں ہے عن عبیدۃ عن علیؑ یہ عبیدۃ بن العین ہے اس سے مراد عبیدہ سلمانی ہیں، سلمانی ایک قبیلہ کا نام ہے یہ حضرت علیؑ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما کے مشہور اصحاب میں سے ہیں۔

قوله: قَالَ يَوْمَ الْحُدُقِ: حَبَسُونَا عَنْ صَلَاةِ الْوُسْطَى صَلَاةِ الْعَصْرِ: غزوہ خندق ذیقعد ۵ھ میں پیش آیا اور امام بخاری کی رائے یہ ہے کہ شوال ۳ھ میں، چونکہ اس غزوہ میں مدینہ کے ارد گرد خندق کھودی گئی تھی اس لئے اسکو غزوۃ الخندق کہتے ہیں اور غزوۃ الاحزاب بھی اسی کو کہتے ہیں، کیونکہ مشرکین کے بہت سے قبائل جس میں یہود مدینہ بھی شامل ہو گئے تھے مدینہ پر چڑھ آئے تھے، مشرکین کی تعداد دس ہزار اور مسلمانوں کی تین ہزار لکھی ہے اس کے باوجود بحمد اللہ مسلمانوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچا، انتہائی تیز ہوا چلی جس نے کھانے کی ہانڈیوں اور چولہوں میں جو آگ جل رہی تھی سب کو اٹھا کر پھینک دیا اس کے

۱ اور پڑستارہ خوبیاں اپنے رب کی سورج نکلنے سے پہلے اور غروب ہونے سے پہلے (سورۃ طہ ۱۳۰)۔

۲ موطا مالک (مرواۃ محمد بن الحسن) - أبواب الصلاة - باب وقوة الصلاة وقهر الحديث ۴ (تحقیق تقی الدین الندوی، الناشر: دار القلم)

علاوہ اور بھی چیزیں پائی گئیں جس سے مشرکین پریشان ہو کر بھاگ گئے، اس حدیث میں آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ مشرکین نے ہم کو **صلاة الوسطی** یعنی **صلاة العصر** پڑھنے سے روک دیا، (حتی کہ وہ قضا ہو گئی)۔

قوله: **مَلَكَ اللَّهُ يَوْمَهُمْ وَكَبَّرَهُمْ نَارًا**: اللہ تعالیٰ ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھرے، اول اہیاء کے اعتبار سے ہے اور ثانی اموات کے اعتبار سے اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ **صلاة الوسطی** کا مصداق **صلاة العصر** ہے۔ مسئلہ مختلف فیہ ہے اس میں تقریباً بیس قول ہیں بذل میں علامہ عینی کے حوالہ سے مذکور ہیں لیکن زیادہ معروف ان میں تین ہیں جن کو امام ترمذی نے ذکر کیا ہے: ① اس کا مصداق **صلاة العصر** ہے یہی حنفیہ حنابلہ کا مشہور قول ہے اسی کو امام نووی اور حافظ ابن حجر نے راجح قرار دیا ہے، امام ترمذی فرماتے ہیں وہو قول اکثر العلماء ترمذی میں حضرت سرّة بن جندب اور عبد اللہ بن مسعود دونوں سے مرفوعاً یہی مروی ہے ② اس کا مصداق **صلاة الفجر** ہے اسی کے قائل ہیں ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ اور یہی منقول ہے امام شافعی اور مالک سے، ③ اس کا مصداق **صلاة ظہر** ہے یہ زید بن ثابت اور عائشہ سے منقول ہے یہ روایۃ عن الامام الاعظم۔ علماء کا اس میں بھی اختلاف ہے کہ وسطی وسط بسکون السین بمعنی درمیان سے ماخوذ ہے یا وسط بفتح السین بمعنی فضیلت سے۔

غزوة خندق میں فائزہ نمازوں کی تعداد: ابوداؤد کی اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ غزوة خندق میں آپ ﷺ کی صرف ایک نماز یعنی عصر فوت ہوئی صحیحین کی روایت سے بھی یہی ثابت ہے لیکن ترمذی اور نسائی وغیرہ سنن کی روایات دو طرح کی ہیں بعض میں صرف عصر کی فوت ہونے کا ذکر ہے اور بعض میں چار نمازوں کے ظہر، عصر، مغرب، عشاء، یہ سب نمازیں عشاء کے وقت میں پڑھی گئیں عشاء کی نماز بھی چونکہ معمول سے مؤخر ہو گئی تھی اس لئے راوی نے اسکو بھی قضا کہہ دیا، یہ بظاہر تعارض ہے ایک اور چار کا، اسکی تطبیق دو طرح کی گئی ہے، بعض ترجیح کی طرف مائل ہوئے ہیں جیسے ابن العربی، انہوں نے صحیحین کی روایت کو ترجیح دیتے ہوئے کہا کہ آپ ﷺ کی صرف عصر کی نماز فوت ہوئی تھی اور سنن کی روایات کو انہوں نے ضعیف اور منقطع لکھا ہے اور بعض نے جمع بین الروایتیں کو اختیار کیا اور یہی رائے حضرت گنگوہیؒ کی کوکب میں ہے کہ دونوں روایتیں صحیح ہیں کہ کسی دن ایسا ہوا کہ صرف ایک نماز فوت ہوئی اور کسی دن چار نمازیں اس لئے کہ غزوة خندق میں مقابلہ کئی روز تک چلتا رہا بعض نے چوبیس دن لکھے ہیں۔

ایک سوال یہاں پر ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے اس موقع پر **صلاة الخوف** کیوں نہ پڑھی تاکہ نمازوں کے قضا ہونے کی نوبت نہ آتی اسکے دو جواب دئے گئے ہیں: ① اول یہ کہ اس وقت تک **صلاة الخوف** مشروع ہی نہ ہوئی تھی اسلئے کہ **صلاة الخوف** کی مشروعیت یوم عسکان میں ہوئی ہے (کما هو مصرح فی روایۃ ابی داؤد) اور غزوة عسکان بعد الخندق ہے، ② اور دوسرا جواب یہ

اضافہ بطور تفسیر کر آیا ہو اور آپ ﷺ نے بھی یہ لفظ بطور تفسیر ہی فرمایا ہو، بعض صحابہ الفاظ تفسیریہ کے مصحف میں لکھنے کے جواز کے قائل تھے ہو سکتا ہے یہ بھی اسی میں سے ہو۔

۴۱۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ النُّعْمَانِ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ أَبِي حَكِيمٍ قَالَ: سَمِعْتُ الزُّبَيْرَ بْنَ عُرْزَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الظُّهْرَ بِالْحَاجِرَةِ، وَلَمْ يَكُنْ يُصَلِّي صَلَاةَ أَشَدَّ عَلَى أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهَا، فَذَلِكَ {حِفْظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى} وَقَالَ: «إِنَّ قَبْلَهَا صَلَاتَيْنِ، وَبَعْدَهَا صَلَاتَيْنِ».

ترجمہ: حضرت زید بن ثابتؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ زوال کے وقت سخت گرمی میں نماز ظہر ادا فرماتے تھے اور آپ ﷺ کے صحابہ کرامؓ پر ظہر کی نماز سے زیادہ کوئی نماز گراں نہ تھی چنانچہ یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی {حِفْظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى} راوی کہتا ہے کہ اس نماز سے پہلے بھی دو نمازیں ہیں اور اس نماز کے بعد بھی دو نمازیں ہیں۔
سنن ابی داود - الصلاة (۴۱۱) - مسند احمد - مسند الانصار، رحمہم اللہ (۱۸۳/۵)

شرح الحدیث: حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ ظہر عین دوپہر اور شدت حر کے وقت پڑھتے تھے، اسی لئے صحابہ کرامؓ پر کوئی نماز اس سے زیادہ شاق نہیں تھی، اس نماز میں انکو بہت مشقت اٹھانی پڑتی تھی اس پر یہ آیت حِفْظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى نازل ہوئی، زید بن ثابتؓ کی اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ صلاۃ وسطی کا مصداق ظہر ہے۔
وَقَالَ: «إِنَّ قَبْلَهَا صَلَاتَيْنِ، وَبَعْدَهَا صَلَاتَيْنِ» حد: ۵۰ کا یہ ٹکڑا موقوف بھی ہو سکتا ہے اور مرفوع بھی، یعنی قال کی ضمیر ہو سکتا ہے کہ حضور ﷺ کی طرف راجع ہو، ہو سکتا ہے صحابی کی طرف راجع ہو ظہر کے صلاۃ وسطی ہونے کی وجہ تسمیہ بیان کر رہے ہیں وہ یہ کہ یہ بیچ کی نماز ہے، دو اس سے پہلے ہیں، دو اس کے بعد میں، لیکن اس پر اشکال ہے کہ یہ بات تو ہر نماز پر صادق آسکتی ہے جس نماز کو بھی آپ لیں گے دو اس سے پہلے ہوں گی دو اس کے بعد میں کیونکہ کل پانچ نمازیں ہیں جواب یہ ہے کہ مراد اگلی یہ ہے کہ بعض نمازیں لیلی ہیں اور بعض نہاری ظہر کی نماز پر یہ بات صادق آتی ہے کہ اس سے پہلے ایک نماز لیلی ہے اور ایک نہاری اور ایسے ہی اس کے بعد ایک لیلیہ ہے اور ایک نہاریہ، یہ بات کسی اور نماز پر صادق نہیں آتی۔

۷ - باب من أدرك ركعة من الصلوة فقد أدرکها

جس شخص نے نماز کی ایک رکعت پائی تو اس نے نماز پائی

ہذا المجہود کے نسخے میں یہاں پر یہ باب بھی نہیں ہے بلکہ اس میں یہ تمام احادیث باب سابق یعنی باب فی وقت صلاۃ العصر کے تحت لائی گئی ہیں۔

حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الرَّبِيعِ، حَدَّثَنِي ابْنُ الْبَارِثِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ أَذْرَكَ مِنَ الْعَصْرِ ثَلَاثَةَ قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَذْرَكَ، وَمَنْ أَذْرَكَ مِنَ الْفَجْرِ ثَلَاثَةَ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَذْرَكَ»

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جس شخص نے عصر کی نماز کی ایک رکعت پالی غروب آفتاب سے پہلے اس نے نماز عصر کو پالیا اور جس شخص نے طلوع آفتاب سے پہلے نماز فجر کی ایک رکعت پالی تو اس نے نماز فجر کو پالیا۔

صحیح البخاری - مواظبت الصلاة (۵۳۱) صحیح البخاری - مواظبت الصلاة (۵۵۴) صحیح البخاری - مواظبت الصلاة (۵۵۵) صحیح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (۶۰۷) صحیح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (۶۰۸) جامع الترمذی - الصلاة (۱۸۶) سنن النسائي - المواظبت (۵۱۴) سنن النسائي - المواظبت (۵۱۵) سنن النسائي - المواظبت (۵۱۶) سنن النسائي - المواظبت (۵۱۷) سنن النسائي - المواظبت (۵۵۳) سنن النسائي - المواظبت (۵۵۴) سنن النسائي - المواظبت (۵۵۵) سنن النسائي - المواظبت (۵۵۶) سنن أبي داود - الصلاة (۴۱۲) سنن ابن ماجه - الصلاة (۶۹۹) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (۱۲۲) موطأ مالك - وقوت الصلاة (۵) موطأ مالك - وقوت الصلاة (۱۵) سنن الدارمي - الصلاة (۱۲۲۰) سنن الدارمي - الصلاة (۱۲۲۲)

یہ حدیث متفق علیہ ہے بلکہ جملہ صحاح ستہ میں ہے اس حدیث کا بظاہر مقتضی یہ ہے کہ اگر عصر کی نماز کے درمیان غروب شمس اور ایسے ہی صبح کی نماز میں طلوع شمس ہو جائے تو دونوں نمازیں صحیح ہو جانی چاہئیں، چنانچہ جمہور اور ائمہ ثلاث کا مذہب یہی ہے، حنفیہ نماز عصر میں تو اسی کے قائل ہیں کہ وہ صحیح ہو جائے گی لیکن نماز فجر کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ صحیح نہ ہوگی اس لئے جمہور حنفیہ کو عمل ببعض الحدیث کا الزام دیتے ہیں کہ آپ بعض حدیث پر عمل کر رہے ہیں اور بعض کو ترک کر رہے ہیں، حنفیہ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ الزام ہم پر اس وقت صحیح ہو سکتا ہے جب حدیث کا مفہوم ہمارے نزدیک بھی وہی ہو جو آپ نے سمجھا، ہمارے نزدیک حدیث کا وہ مفہوم ہی نہیں ”وادلّیس فلیس“۔ جمہور کے نزدیک تو ادراک سے مراد ادراک من حیث الفعل ہے یعنی نماز پڑھنا مراد ہے، اور ہم یہ کہتے ہیں کہ ادراک سے مراد ادراک من حیث الوقت والوجوب ہے یعنی جس نے ایک رکعت کے بقدر عصر یا فجر کا وقت پالیا اس نے وجوب صلاة کو پالیا اس کے ذمہ میں یہ دونوں نمازیں واجب ہو گئیں، جیسے صبح ایسے وقت میں بالغ ہو یا کافر ایسے وقت میں اسلام لائے یا حائض ایسے وقت میں حیض سے فارغ ہو کر ظاہر ہو کہ ایک رکعت کے بقدر وقت باقی ہو تو ان سب لوگوں پر نماز کا وجوب ہو جائے گا اپنے اپنے وقت میں اس نماز کو ادا کریں، حنفیہ کی طرف سے یہ توجیہ مشہور ہے جس کو امام طحاویؒ نے اختیار کیا ہے اگر کوئی

① اور جس روایت میں فقد ادراک الصلوة کے بجائے فلیتم صلواتہ وارد ہے جیسا کہ بخاری شریف کی ایک روایت میں ہے یعنی ایسے شخص کو چاہئے کہ وہ اپنی نماز کو پورا کرے یہ روایت حنفیہ کی توجیہ کے خلاف ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ۱۶ سیم احتمال ہے کہ اس سے مراد فلیتم صلواتہ وجہ التمام ہو یعنی بھی

احناف سے یہ سوال کرے کہ آخر آپ یہ معنی کیوں مراد لیتے ہیں حدیث کو اسکے متبادر معنی پر کیوں محمول نہیں کرتے، اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ یہ حدیث اپنے متبادر اور ظاہری معنی پر کسی کے نزدیک بھی محمول نہیں اسلئے کہ ظاہر حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ جس شخص نے فجر یا عصر کی ایک رکعت پڑھی اور درمیان میں سورج طلوع یا غروب ہو گیا تو بس اس نے نماز کو پالیا گویا آگے باقی رکعات پڑھنے کی ضرورت ہی نہیں، لہذا حدیث بالا جماع مؤول ہوئی اسلئے ہم نے حدیث کے وہ معنی لئے جو اوپر مذکور ہوئے تاکہ یہ حدیث حدیث النہی عن الصلوۃ عن الطلوع کے خلاف نہ ہو اور اگر ہم وہی معنی مراد لیں جو آپ نے لئے تو اس صورت میں واقعی علم بعض الحدیث ہوگا، سو اس کا جواب ہماری طرف سے اہل اصول نے یہ دیا ہے کہ قاعدہ یہ ہے کہ آیات قرآنیہ کے تعارض کے وقت حدیث کی طرف اور احادیث کے تعارض کے وقت قیاس کی طرف رجوع کیا جاتا ہے اب یہاں چونکہ یہ حدیث، حدیث النہی عن الصلوۃ کے خلاف ہے تو اسلئے ہم قیاس کی طرف رجوع کریں گے اور قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ عصر کی نماز تو صحیح تو ہو جائے اور فجر صحیح نہ ہو فعلنا بالقیاس، اور وہ قیاس یہ ہے کہ نماز کا سبب وجوب وقت ہے لیکن پورا وقت نہیں بلکہ جزء متصل بالتحريم، اور نیز قاعدہ کی بات ہے کہ جیسا سبب ہوتا ہے ایسا ہی مسبب، اگر سبب کامل ہے تو مسبب کو بھی علی وجہ الکمال اداء کرنا ضروری ہو گا اور اگر سبب ناقص ہے تو مسبب بھی ناقص ہی واجب ہو گا، اب ہم دیکھتے ہیں کہ عصر کا نماز کا کچھ وقت تو کامل ہے اور کچھ ناقص، آخر وقت یعنی وقت اصفر اناقص ہے تو جو شخص عصر کو اسکے آخری وقت میں شروع کر رہا ہے ظاہر ہے کہ یہاں سبب وجوب ناقص پایا گیا لہذا اس شخص پر مامور بہ ناقص ہی واجب ہو ایسی صورت میں اداء ناقص سے ہی بری الذمہ ہو جائے گا اسکے بالمقابل فجر کا پورا وقت کامل ہے وہاں جس شخص نے فجر کی نماز آخر وقت میں شروع کی تو جو وقت متصل بالتحريم ہے وہ کامل ہے لہذا مامور بہ بھی اسکے ذمہ کامل واجب ہو اور گویا اس نے اپنے اوپر اداء کامل ہی کا التزام کیا حالانکہ درمیان طلوع شمس کی وجہ سے مامور بہ میں نقصان واقع ہو گیا، لہذا یہ شخص اس اداء ناقص کے ذریعہ عہدہ برآں ہو گا۔

حنفیہ کی توجیہ پر خود ان کے قاعدہ کی مخالفت کا اشکال: یہاں پر یہ خلیجان ہوتا ہے کہ اصول حنفیہ میں یہ بات ہے کہ ٹھی فساد منہی عنہ کو مستلزم نہیں، النہی عن الافعال الشرعیۃ يقتضی تقریرہا، لہذا صلوۃ عند الطلوع جس پر نہی وارد ہوئی ہے وہ آپ کے نزدیک فاسد ہی نہ ہونی چاہئے، لیکن مذکورہ بالا تقریر و تعبیر پر یہ شبہ عائد ہی نہیں ہوتا اس لئے کہ ہم اس نماز کو فاسد نہیں کہہ رہے ہیں بلکہ ناقص یا فاسد من حیث الفرد لا مطلقاً، چنانچہ امام صاحب فرماتے ہیں کہ اسکی فرض نماز اداء نہ ہوگی نفل نماز ہو سکتی ہے اور یہی رائے امام ابو یوسف کی ہے، البتہ امام محمد کے نزدیک نماز فاسد ہو جاتی

تلم بعد میں اس نماز کو کامل ادا کرے اور اگر یہی مراد ہے کہ اسی وقت پورا کرے تو پھر ہم یہ کہیں گے کہ یہ حدیث احادیث منع عن الصلوۃ عند الطلوع کے خلاف ہے محرم و مبیح میں جب تعارض ہوتا ہے تو محرم کو ترجیح ہوتی ہے۔

ہے کما فی معارف السنن عن البدائع ومبسوط السرخسی اسی طرح ایام منہیہ میں صوم گو ہمارے یہاں اسی اصول کے پیش نظر صحیح ہو جاتا ہے لیکن نذر مطلق کا روزہ اگر ایام منہیہ میں رکھے گا تو اس سے بھی عہدہ بر آ نہو گا، ہاں اگر ایام منہیہ ہی سے نذر متعلق ہو تو اس صورت میں نذر پوری ہو جائیگی غرضیکہ اداء مامور بہ حسب التزام مکلف ہونا چاہئے۔

مذکورہ بالا جواب پر جمہور نے یہ کہا کہ آپ کا یہ کہنا کہ حدیث الباب اور حدیث النہی عن الصلوٰۃ میں تعارض ہے ایسا نہیں، حدیث النہی عن الصلوٰۃ توافل پر محمول ہے اور یہ حدیث ادراک فرض نماز پر دلائل تعارض بین الحدیثین اس کا جواب حضرت سہارنپوریؒ نے بذل میں علامہ عینیؒ سے یہ نقل فرمایا ہے کہ لیلۃ التعریس کا واقعہ جس میں آپ کی فرض نماز قضاء ہوئی تھی اس موقع پر آپ ﷺ نے فرض نماز بھی وقت مکروہ میں نہیں پڑھی بلکہ اس وادی سے گزر جانے کے بعد ارتفاع شمس کے بعد پڑھی، روایت میں آتا ہے **حَتَّىٰ إِذَا تَعَالَى الشَّمْسُ**^۱ اور ایک روایت میں ہے **حَتَّىٰ اسْتَقَلَّتِ الشَّمْسُ**^۲ معلوم ہوا کہ فرض نماز بھی اوقات منہیہ میں پڑھنی ممنوع ہے، جمہور کہتے ہیں اس وادی سے منتقل ہو کر آگے پہنچ کر نماز پڑھنے کی وجہ یہ نہیں جو آپ کہہ رہے ہیں بلکہ اسکی علت وہ ہے جس کی تصریح حدیث مرقوع میں ہے ان هذا واد حضر فیہ الشیطان^۳ جواب یہ ہے کہ دونوں علتوں میں تضاد کیا ہے ایک فعل کی متعدد مصالحوں ہو سکتی ہیں ایک کا ذکر آپ کے کلام میں ہے اور دوسری کا صحابی کے کلام میں۔

یہ تمام تقریر حضرت سہارنپوریؒ نے بذل المجہود میں علامہ عینیؒ کے کلام سے نقل فرمائی ہے اور اس پر حضرت نے کوئی خلجان ظاہر نہیں فرمایا البتہ حضرت اقدس گنگوہی قدس سرہ نے الکوکب الدری میں احناف کی توجیہات کو قبول نہیں فرمایا لیکن اس کے حاشیہ میں حضرت شیخ نے فقہاء احناف کی بات کی طرف ہی اپنا میلان ظاہر فرمایا ہے، دراصل ہمارے فقہاء تقبل اللہ مساعیہم نے نظر عقل اور قیاس کی مدد سے ان احادیث مختلفہ کے درمیان توجیہ و تطبیق فرما کر عمل بالحدیث کی محتاط شکل نکالی ہے نہ یہ کہ قیاس کے مقابلہ میں کسی حدیث کو ترک کیا ہے ہمارے مسلک میں احتیاط کا ہونا مذہب جمہور کی بنسبت ظاہر ہے یہاں پر ایک بات رہ گئی کہ حدیث میں ہے **وَمَنْ أَذْرَكَ مِنَ الْقُجْرَةِ كَعَةِ** تو اگر کسی کو ایک رکعت سے کم ملے اس کا حکم کیا ہے، سو یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے، حنفیہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد بعض صلاۃ ہے پوری رکعت کی قید نہیں، چنانچہ اگر تکبیر تحریمہ کے بقدر بھی وقت پائے تب بھی معتبر ہے ذمہ میں وجوب ہو جائے گا، امام شافعیؒ کے اس میں دو قول ہیں ایک یہ کہ مادون الرکعت معتبر نہیں اور اسی کے قائل ہیں امام مالک، اور امام شافعیؒ کا اصح قول یہ ہے کہ معتبر ہے جیسا کہ حنفیہ کے یہاں، گویا یہ

۱ سنن ابی داؤد - کتاب الصلاة - باب فی من نام عن الصلاة أو نسها ۴۳۸

۲ سنن ابی داؤد - کتاب الصلاة - باب فی من نام عن الصلاة أو نسها ۴۴۳

۳ قَالَ هَذَا مَاتِلٌ حَضَرَ تَالِيَهُ الشَّيْطَانُ (صحیح مسلم - کتاب المساجد ومواضع الصلاة - باب قضاء الصلاة الفائتة، واستحباب تعجيل قضاها ۶۸۰)

قد مالک کے یہاں احترازی ہوئی اور حنفیہ شافعیہ کے یہاں بطور مثال کے۔

۴۱۳ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهُ قَالَ: وَخَلْنَا عَلَى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ بَعْدَ الظُّهْرِ، فَقَامَ يُصَلِّي العَصْرَ، فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ صَلَاتِهِ ذَكَرْنَا تَعْجِيلَ الصَّلَاةِ أَوْ ذَكَرَهَا، فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ «تِلْكَ صَلَاةُ الْمُتَأَوِّقِينَ، تِلْكَ صَلَاةُ الْمُتَأَوِّقِينَ يَجْلِسُ أَحَدُهُمْ حَتَّى إِذَا اصْفَرَّتِ الشَّمْسُ فَكَانَتْ بَيْنَ قُرَيْشٍ شَيْطَانٍ، أَوْ عَلَى قُرَيْشٍ الشَّيْطَانُ قَامَ فَتَقَرَّرَ أَرْبَعًا بَيْنَ كُرَى اللَّهِ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا».

علاء بن عبد الرحمن کہتے ہیں کہ ہم حضرت انس بن مالک کی خدمت میں (بصرہ میں جہاں ان کا گھر مسجد کے برابر میں واقع تھا) نماز ظہر کے بعد حاضر ہوئے تو وہ نماز عصر پڑھنے کھڑے ہو گئے جب حضرت انسؓ اپنی نماز عصر سے فارغ ہو چکے تو ہم نے ان سے نماز عصر جلدی پڑھنے کی وجہ دریافت کی یا حضرت انسؓ نے از خود نماز عصر جلدی پڑھنے کی وجہ بیان فرمائی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے فرماتے ہوئے سنا کہ یہ (نماز جو سورج کے زرد ہو جانے پر پڑھی جائے) منافق کی نماز ہے یہ منافق کی نماز ہے یہ منافق کی نماز ہے کہ ایک شخص نماز سے (غافل کاموں میں لگا) بیٹھا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ جب سورج زرد پڑھ جاتا ہے اور شیطان کی دو سینگوں کے درمیان میں آجاتا ہے یا فرمایا کہ شیطان کی دو سینگوں کے اوپر سورج آجاتا ہے تو یہ شخص کھڑے ہو کر چار ٹھوگے (چار رکعت نماز عصر پڑھتا ہے) پڑھتا ہے اس نماز میں اللہ پاک کا ذکر بہت کم کرتا ہے۔

صحیح البخاری - مواقیع الصلاة (۵۲۴) صحیح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (۶۲۲) صحیح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (۶۲۳) جامع الترمذی - الصلاة (۱۶۰) سنن النسائی - المواقیع (۵۰۹) سنن النسائی - المواقیع (۵۱۰) سنن النسائی - المواقیع (۵۱۱) سنن ابی داؤد - الصلاة (۴۱۳) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۱۰۳/۳) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۱۴۹/۳) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۱۸۵/۳) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۲۴۷/۳) موطا مالک - الدعاء للصلاة (۵۱۲)

شرح الحدیث: حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ..... قَوْلُهُ: وَخَلْنَا عَلَى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ بَعْدَ الظُّهْرِ: علاء بن عبد الرحمن کہتے ہیں کہ ہم حضرت انسؓ کی خدمت میں ان کے مکان پر گئے یہ بصرہ کا واقعہ ہے جہاں پر حضرت انسؓ کا قیام تھا یہ حدیث مسلم میں بھی ہے اور اس میں یہ بھی ہے وَذَكَرْنَا تَعْجِيلَ الصَّلَاةِ أَوْ ذَكَرَهَا کہ ان کا مکان مسجد کے قریب ہی تھا ”بَعْدَ الظُّهْرِ، فَقَامَ يُصَلِّي العَصْرَ“ الخ یعنی ہم ظہر کی نماز پڑھ کر ان کی خدمت میں پہنچے تھے تو ہمارے پہنچنے کے کچھ ہی دیر بعد وہ عصر کی نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہو گئے، مسلم کی ایک روایت^۱ میں ہے کہ ہم ظہر کی نماز مسجد میں حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کے ساتھ پڑھ کر حضرت انسؓ کی خدمت میں گئے انہوں نے ہم سے پوچھا کہ کیا عصر پڑھ چکے ہو ہم نے عرض کیا کہ ہم تو ابھی ظہر پڑھ کر آ رہے ہیں یعنی عصر ابھی نہیں پڑھی تو انہوں نے فرمایا کہ چلو عصر پڑھیں چنانچہ ہم نے ان کے ساتھ عصر کی نماز اداء کی۔

۱ صحیح مسلم - کتاب المساجد ومواضع الصلاة - باب استحباب التكبیر بالعصر ۶۲۲

۲ صحیح مسلم - کتاب المساجد ومواضع الصلاة - باب استحباب التكبیر بالعصر ۶۲۳

قوله: فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ صَلَاتِهِ ذَكَرْنَا تَعَجُّلَ الصَّلَاةِ وَأَوْذَكَرَهَا: یعنی نماز سے فارغ ہونے کے بعد ہم نے ان سے سوال کیا یا بغیر سوال کے خود انہوں نے ہم سے بیان کیا، (راوی کو اس میں شک ہے) عصر کی نماز اتنی جلدی پڑھنے کے بارے میں سیمعش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ یعنی آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ جو عصر کی نماز دیر سے پڑھی جاتی ہے منافقوں کی نماز ہے منافق لوگ اسکو وقت سے ٹلا کر پڑھتے ہیں یہ لوگ بیٹھے رہتے ہیں جان بوجھ کر نماز میں دیر کرتے ہیں (کیونکہ بوجہ نفاق اعتقاد ثواب تو ہے ہی نہیں) یہاں تک کہ جب دھوپ میں صفر آجاتی ہے اور وقت مکروہ شروع ہو جاتا ہے تب پڑھتے ہیں۔

حدیث میں دو بحثیں: اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں: ① ایک حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کا ظہر کو تاخیر سے پڑھنا، ② دوسرے حضرت انسؓ کا بجائے مسجد کے اپنے گھر میں عصر اول وقت اداء کرنا، شرح نے لکھا ہے کہ شروع میں عمر بن عبد العزیزؓ بھی تاخیر سے نماز پڑھتے تھے جیسا کہ اس زمانہ کے امراء بنو امیہ کی عادت تھی لیکن پھر بعد میں عمر بن عبد العزیزؓ طریقہ سنت معلوم ہونے کے بعد تقدیم کرنے لگے تھے، نیز لکھا ہے کہ یہ واقعہ ان کے دور خلافت کا نہیں بلکہ اس وقت کا ہے جبکہ وہ ولید کی جانب سے مدینہ منورہ کے نایب امیر اور گورنر تھے اور یہ اس لئے کہ حضرت انسؓ نے انکی خلافت کا زمانہ پایا ہی نہیں بلکہ حضرت انسؓ ان کے خلیفہ بننے سے آٹھ دس سال پہلے وفات پا چکے تھے اور زمانہ خلافت میں تو ان کا حال انا بتا لی اللہ اور عبادت میں اہتمام و انتہاک مشہور معروف ہے اور دوسری بات یعنی حضرت انسؓ کا گھر میں نماز پڑھنا اس کی وجہ بظاہر یہ ہے کہ حضور ﷺ نے بعض صحابہ سے ارشاد فرمایا تھا کہ اگر تمہارے زمانے کے امراء نماز میں تاخیر کرنے لگیں اور وقت مستحب گزار کر پڑھیں تو تم ایسا کرنا کہ اپنی نماز وقت مستحب میں الگ پڑھ لیا کرو اور بعد میں اگر مسجد کی نماز پڑھنے کی نوبت آئے تو وہ بھی پڑھ لیا کرو، دوسری نماز نفل ہو جائے گی جیسا کہ اس قسم کی روایات آگے مستقل باب ”اذا اخذ الامام الصلوة عن الوقت“ کے ذیل میں آرہی ہیں۔

اس حدیث کی مناسبت ترجمۃ الباب سے ہذا المجہود والے نسخے سے (باب وقت صلاة العصر) بالکل ظاہر ہے اور دوسرے نسخہ کے اعتبار سے کوئی مناسبت نہیں لہذا بذل ہی والا نسخہ بہتر ہے۔

شرح الحدیث: قوله: فَكَانَتْ بَيْنَ قَرْيَتَيْنِ شَيْطَانٌ: یہاں تک کہ جب سورج شیطان کے دو سینگ یعنی اس کے سر کی دو جانبوں کے درمیان ہو جاتا ہے، یہ جملہ یا تو اپنی حقیقت پر محمول ہے کہ شیطان غروب شمس کے قریب سورج کے سامنے جا کر کھڑا ہو جاتا ہے اس لئے کہ اس وقت عبدة الشمس شمس کی عبادت کرتے ہیں تو ایسا کرنے سے شیطان اپنے چیلوں کو یہ دکھاتا ہے کہ دیکھو میری عبادت ہو رہی ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے معنی مجازی مراد ہیں شیطان کے سورج کے قریب پہنچنے سے مراد اسکا عروج اور ترقی ہے اور شیطان کا عروج اور ترقی اس وقت میں اس لئے ہے کہ بہت سے لوگ اس وقت میں شیطان کی منشاء کے مطابق غیر اللہ یعنی شمس کی پرستش کرتے ہیں۔

قوله: فَأَمَّا فَتَقَرُّ أَرْبَعًا: یعنی منافی آدمی غروب شمس کے قریب نماز کی نیت باندھ کر کھڑا ہوتا ہے اور جلدی جلدی چار ٹھوٹکیں سی زمین پر مارتا ہے اس سے مراد اس کے چار سجدے ہیں گو عصر کی نماز میں آٹھ سجدے ہوتے ہیں ہر رکعت میں دو سجدے، لیکن چونکہ اس کے سجدے بہت ناقص اور سرعت کے ساتھ ہوتے ہیں اس لئے دو سجدے مل کر بھی ایک سجدے کے برابر نہیں ہوتے اسی وجہ سے چار کہا۔

۴۱۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «الَّذِي تَقْوُئُهُ صَلَاةُ الْعَصْرِ، فَكَاكُمَا وَتَرَأَاهُ أَهْلُهُ وَمَالُهُ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ: «أَيُّر» وَاخْتَلَفَ عَلَى الْيُوبِ فِيهِ، وَقَالَ الزُّهْرِيُّ: عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «وَيُتَر»

عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ جس شخص کی عصر کی نماز فوت ہوگئی تو گویا کہ اس کے گھربار اور مال و دولت لوٹ لیا گیا، امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ عبید اللہ بن عمر نے اس روایت میں اُتَر کا لفظ استعمال فرمایا ہے اور اس لفظ کے نقل کرنے میں ایوب کے شاگردوں میں اختلاف واقع ہوا ہے امام زہری نے اپنی سند سے نقل کیا کہ آپ ﷺ نے وُتَر کا لفظ فرمایا تھا۔

۴۱۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، قَالَ: قَالَ أَبُو عُمَرَ وَيَعْنِي الْأَوْزَاعِي: وَذَلِكَ أَنْ تَرَى مَا عَلَى الْإِبْرَهِصِ مِنَ الشَّمْسِ صَفَرَاءَ.

اوزاعی فرماتے ہیں کہ عصر کی نماز فوت ہونے کا معنی یہ ہے کہ سورج کی دھوپ جو زمین پر پڑ رہی ہو اس میں زردی آجائے۔

صحیح البخاری - مواثیق الصلاۃ (۵۲۷) - صحیح مسلم - المساجد ومواضع الصلاۃ (۶۲۶) - جامع الترمذی - الصلاۃ (۱۷۵) - سنن النسائی - الصلاۃ (۴۷۸) - سنن النسائی - الصلاۃ (۴۷۹) - سنن النسائی - الصلاۃ (۴۸۰) - سنن النسائی - المواثیق (۵۱۲) - سنن النسائی - المواثیق (۵۱۲) - سنن ابی داؤد - الصلاۃ (۴۱۴) - سنن ابن ماجہ - الصلاۃ (۶۸۵) - موطا مالک - وقوت الصلاۃ (۲۱) - سنن الدارمی - الصلاۃ (۱۲۳۰)

قوله: الَّذِي تَقْوُئُهُ صَلَاةُ الْعَصْرِ، فَكَاكُمَا وَتَرَأَاهُ أَهْلُهُ وَمَالُهُ: اُتَر اور نصب دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے، رفع نائب فاعل ہونے کی بناء پر اور نصب مفعول ثانی ہونے کی بناء پر اور اس صورت میں نائب فاعل وتر کی ضمیر مستتر ہوگی جو راجع ہے الیہ کی طرف یعنی عصر کی نماز کے فوت ہونے کو ایسا ہی نقصان اور خسارہ سمجھنا چاہئے جیسے مال و اولاد کے چھن جانے کو سمجھا جاتا ہے۔

قوله: قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ: «أَيُّر»: عبید اللہ نافع کے شاگرد ہیں اوپر سند میں ان کے شاگرد مالک آئے تھے تو مطلب یہ ہوا کہ نافع سے مالک نے روایت کا لفظ وُتَر اور عبید اللہ نے بجائے وُتَر کے اُتَر نقل کیا ہے۔

قوله: **وَاجْتَلَفَ عَلَى الْيُوبِ فِيهِ**: ايووب بھی نافع کے شاگرد ہیں اور اختلاف علی ايووب کا مطلب یہ ہے کہ ايووب کے اصحاب و تلامذہ ايووب سے روایت کرنے میں مختلف ہیں بعض نے ان سے **وَقَدْ** اور بعض نے **اَيَّوْ** نقل کیا ہے اصل میں تو یہ لفظ **وَقَدْ** ہی ہے لیکن واو کو کبھی ہمزہ سے بدل دیتے ہیں جیسے وجوہ میں اجوہ اور وقت میں اقتت۔

قوله: **وَذَلِكَ أَنْ تَرَى مَا عَلَى الْأَرْضِ**: حدیث میں صلاۃ عصر کے فوت ہونے کا مطلب بیان کر رہے ہیں اوزاعی کی رائے یہ ہے کہ اس سے مراد وقت مستحب کا فوت ہونا ہے کہ اس کو گزار کر وقت مکروہ میں پڑھی جائے، اسکی تفسیر میں دو قول اور ہیں، مطلق وقت کا فوت ہونا اور نماز کو قضاء کر دینا یا جماعت کا فوت ہو جانا۔

۸۔ بَابُ فِي وَقْتِ الْمَغْرِبِ

نماز مغرب کے وقت کا بیان

۴۱۶۔ **حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ شَيْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ ثَابِتِ بْنِ النَّبَّاسِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: «كَانَ يُصَلِّي الْمَغْرِبَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ تَرَمَى فَيَرَى أَحَدًا مَوْضِعَ نَبِيلِهِ»**

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز مغرب ادا کرتے پھر (نماز سے فارغ ہونے کے بعد) ہم تیر اندازی کرتے تھے تو ہم میں سے ایک اپنے تیر کے گرنے کی جگہ کو دیکھ لیتا تھا۔

سنن ابی داؤد - الصلاة (۴۱۶) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۱۸۹/۳) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۱۹۹/۳) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۲۰۵/۳)

قوله: **كَانَ يُصَلِّي الْمَغْرِبَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ تَرَمَى فَيَرَى أَحَدًا مَوْضِعَ نَبِيلِهِ**: یعنی ہم آپ ﷺ کے ساتھ مغرب کی نماز ایسے وقت میں پڑھتے تھے کہ جب گھر کی طرف لوٹتے تو راستہ میں مشق کے طور پر نشانہ باندھنے کے لئے تیر چلاتے ہوئے آتے تھے تو اس وقت تک اتنی روشنی باقی ہوتی تھی کہ تیر جہاں جا کر گرے اس کو دیکھ کر اٹھالیں، مغرب میں بالاتفاق تعجیل اولیٰ ہے۔

۴۱۷۔ **حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَيْسَى، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ، قَالَ: «كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْمَغْرِبَ سَاعَةَ تَغْرُبُ الشَّمْسُ إِذَا غَابَ حَاجِبُهَا»**

حضرت سلمہ بن الاکوع کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز مغرب اس وقت ادا فرماتے جب سورج غروب ہو جاتا اور سورج کے اوپر والا کنارہ غائب ہو جاتا۔

صحیح البخاری - مواقیب الصلاة (۵۳۶) صحیح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (۶۳۶) جامع الترمذی - الصلاة (۱۶۴) سنن ابی داؤد - الصلاة (۴۱۷) سنن ابن ماجہ - الصلاة (۶۸۸) مسند احمد - اول مسند البدین رضی اللہ عنہم اجمعین (۵۱/۴) مسند احمد - اول

مسند المدین رضی اللہ عنہم اجمعین (۵۴/۴) سنن الدارمی - الصلاة (۱۲۰۹)

شرح الحدیث: آپ ﷺ مغرب کی نماز اس وقت پڑھتے تھے جب سورج کا بالائی سرا اور کنارہ (جو دیکھنے والوں کی طرف ہوتا ہے) غروب ہو جاتا، حاصل یہ کہ جب سورج کا پورا قرص (تکیہ) غائب ہو جاتا تب آپ ﷺ نماز پڑھتے یعنی کامل غروب کے بعد یہ نہیں کہ غروب آفتاب کے آغاز ہی پر پڑھ لیتے ہوں۔

۴۱۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ مَوْلَى بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: لَمَّا قَدِمَ عَلَيْنَا أَبُو الْأَنْدَلُوبِ غَازِيًا وَعَلَقْبَةُ بْنُ عَامِرٍ يَوْمَئِذٍ عَلَى مِصْرَ فَأَخَّرَ الْمُغْرِبَ فَقَامَ إِلَيْهِ أَبُو الْأَنْدَلُوبِ، فَقَالَ: لِمَ مَا هَذِهِ الصَّلَاةُ يَا عَقْبَةُ، فَقَالَ: شَغَلْنَا، قَالَ: أَمَا سَمِعْتَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «لَا تَزَالُ أُمَّتِي يُخَيَّرُ» - أَوْ قَالَ: عَلَى الْفِطْرَةِ - مَا لَمْ يُخَيَّرُوا الْمُغْرِبَ إِلَى أَنْ تَشْتَبِكَ الْجُجُومُ.

ترجمہ: مرثد بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوب انصاری ہمارے ہاں (مصر میں) غازی بن کر داخل ہوئے۔ اس زمانہ میں عقبہ بن عامر مصر کے گورنر تھے (امیر معاویہ کی طرف سے) تو عقبہ بن عامر نے مغرب کی نماز کو مؤخر کیا تو حضرت ابو ابوب انصاری عقبہ بن عامر کی طرف کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا اے عقبہ یہ کیسی نماز ہے (اتنی دیر سے آپ نے نماز کیوں پڑھائی) حضرت عقبہ نے فرمایا کہ ہم مشغول تھے (اس لئے مغرب کی نماز اس کے اول وقت میں نہ پڑھ سکے) حضرت ابو ابوب انصاری نے فرمایا کیا آپ نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے نہیں سنا کہ میری امت بھلائی پر رہے گی یا فرمایا فطرت پر قائم رہے گی جب تک کہ وہ مغرب کی نماز کو ستاروں کے جمع ہونے کے وقت تک مؤخر نہ کریں۔

سنن ابی داود - الصلاة (۴۱۸) مسند احمد - مسند الشامیین (۱۴۷/۴) مسند احمد - باقی مسند الانصاء (۴۱۷/۵)

شرح الحدیث: مضمون حدیث یہ ہے کہ مرثد بن عبد اللہ مصری فرماتے ہیں کہ جب ابو ابوب انصاری مصر میں غازیانہ اور فاتحانہ داخل ہوئے، یہ اس وقت کی بات ہے جبکہ مصر کے امیر اور گورنر امیر معاویہ کی جانب سے عقبہ بن عامر تھے، ایک روز ایسا ہوا کہ امیر نے مغرب کی نماز دیر سے پڑھائی تو ابو ابوب انصاری نے کھڑے ہو کر تاخیر کا اشکال کیا انہوں نے کسی مشغولی کا عذر پیش کیا تو اس پر ابو ابوب نے یہ حدیث سنائی کہ آپ ﷺ فرماتے تھے کہ میری امت خیر پر قائم رہے گی جب تک مغرب کی نماز میں تاخیر نہ کرے گی "إِلَى أَنْ تَشْتَبِكَ الْجُجُومُ" یہاں تک کہ چمکتے ہوئے ستاروں کا ہجوم ہو جائے۔

مغرب کے وقت مستحب میں اہل سنت و اہل تشیع کا اختلاف مع الدلیل: مغرب کی نماز میں بالاتفاق تعجیل مستحب ہے البتہ بعض تابعین تاخیر کے قائل ہیں جیسے عطاء، طاؤس، وہب بن منبہ اور شیعہ لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ وقت مغرب داخل ہی نہیں ہوتا جب تک کہ اشتباک نجوم نہ ہو، مذکورہ بالا حدیث ان کی تردید کیلئے کافی ہے ان بعض تابعین کا استدلال ابوسرہ غفاری کی حدیث سے ہے جسکے آخر میں یہ ہے ولا صلوة بعد العصر حتی يطلع الشاهد والشاهد

النجم^۱ یہ روایت نسائی شریف میں ہے حتیٰ کہ امام نسائی نے اس پر تاخیر المغرب کا باب باندھا ہے، علامہ عینی کہتے ہیں کہ امام طحاویؒ نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ یہ حدیث ان احادیث شہیدہ کثیرہ متواترہ کے خلاف ہے جن میں یہ وارد ہے کہ آپ ﷺ مغرب کی نماز غروب شمس پر پڑھتے تھے، اور بندہ کے ذہن میں اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ حَتَّى يَطْلُعَ الشَّاهِدُ میں طلوع شاہد سے مراد دخول لیل ہے اس لئے کہ رات محل نجوم ہے اور دخول لیل کا تحقق شرعاً غروب سے ہو جاتا ہے پس طلوع نجم کنایہ ہوا غروب شمس سے، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

۹۔ بَابُ فِي وَقْتِ الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ

عشاء کی نماز کے وقت کا بیان

عشاء کی صفت آخرہ لانے کی وجہ: عشاء کی صفت الآخرة جیسا کہ ترجمۃ الباب اور حدیث دونوں میں ہے لائیکل وجہ یہ ہے کہ بعض اعراب عشاء پر عتمة اور مغرب پر عشاء کا اطلاق کرتے تھے جس پر حدیث میں بھی وارد ہوئے ہے جیسا کہ بخاری شریف میں ہے اور امام بخاریؒ نے دونوں کے سلسلہ میں باب^۲ بھی قائم کئے ہیں کہ مغرب کو عشاء اور عشاء کو عتمہ سے موسوم نہ کیا جائے تو چونکہ مغرب پر عشاء کا اطلاق بعض لوگ کرتے تھے اس لئے عشاء کو عشاء آخرہ کہنے کی ضرورت پیش آئی تاکہ وہ مغرب سے ممتاز ہو جائے۔

اصحیٰ کی رائے یہ ہے کہ عشاء کو عشاء آخرہ کہنا مکروہ ہے اس لئے کہ وہ شعر ہے اس بات کو کہ مغرب عشاء اول ہے حالانکہ حدیث میں مغرب کو عشاء کہنے کی ممانعت آئی ہے مگر حدیث میں عشاء کی صفت آخرہ لائی گئی ہے یا تو اعراب کے اطلاق کے اعتبار سے، یا یہ کہا جائے کہ ممانعت اس سے ہے کہ ہمیشہ عشاء کو عتمہ اور مغرب کو عشاء کہا جائے گا بگاہ کہہ دینے میں کوئی مضائقہ نہیں (غلبہ اعراب نہ ہونا چاہئے) اسی لحاظ سے عشاء کی صفت آخرہ لائی گئی ہے۔

۴۱۹۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ أَبِي بَشِيرٍ، عَنْ بَشِيرِ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ سَالِمٍ، عَنِ الثَّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ، قَالَ: أَنَا أَعْلَمُ النَّاسِ بِوَقْتِ هَذِهِ الصَّلَاةِ «صَلَاةِ الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ» كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِهَا السُّقُوطَ الْقَمَرِيَّ لِثَلَاثَةِ نَعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں اس نماز عشاء کے وقت کو تمام لوگوں سے زیادہ جانتا ہوں۔ حضور ﷺ اس نماز کو اس وقت ادا فرماتے کہ جس وقت تیسری رات کا چاند غروب ہوتا ہے۔

جامع الترمذی - الصلاة (۱۶۵) سنن النسائی - المواقیب (۵۲۸) سنن النسائی - المواقیب (۵۲۹) سنن ابی داؤد - الصلاة (۴۱۹) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (۲۷۰/۴) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (۲۷۲/۴)

۱۔ وَلَا صَلَاةَ تَعْدَمَا حَتَّى يَطْلُعَ الشَّاهِدُ، وَالشَّاهِدُ: النُّجُومُ (سنن النسائی - کتاب المواقیب - باب تأخیر المغرب ۵۲۱)

۲۔ صحیح بخاری - کتاب مواقیب الصلاة - میں باب من کرہ أن یقال للمغرب العشاء اور باب ذکر العشاء والعتمة ومن رآه واسعا

(۲۷۴/۴) سنن الدارمی - الصلاة (۱۲۱۱)

شرح الحدیث

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ... قَوْلُهُ: أَنَا أَعْلَمُ النَّاسِ بِوَقْتِ هَذِهِ الصَّلَاةِ: ابن رسلان اس پر لکھتے ہیں "وفیه ثناء الرجل علی نفسه لمصلحة قبول روايته وانتشار العلم به" یعنی اگر کوئی شخص روایت حدیث کے وقت اپنے حق میں کوئی تعریفی کلمہ اس مصلحت سے کہے تاکہ سامعین اس کی روایت کو توجہ سے سنیں اور قبول کریں تو اس کی اجازت ہے کیوں کہ اس خود ستائی میں اپنی کوئی ذاتی مصلحت اور نفسانی غرض نہیں ہے لوگوں کا نفع ہی پیش نظر ہے، بذل میں ملا علی قاریؒ سے نقل کیا ہے کہ ممکن ہے ان کا یہ کہنا اکابر صحابہ کے انتقال کے بعد ہو جو راوی حدیث نعمان بن بشیرؒ سے علم میں بڑھے ہوئے تھے اس پر حضرتؒ لکھتے ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ کہا جائے کہ انہوں نے یہ بات اس لحاظ سے فرمائی ہو کہ وقت عشاء کو اس خاص علامت کے ساتھ ان کے نزدیک کوئی اور نہیں جانتا۔

قَوْلُهُ: يُصَلِّيَهَا السَّقُوطُ الْقَمَرُ لِفَائِدَةٍ: سقوط سے مراد غائب ہونا اور ثَابِتٌ سے مراد لیدہ ثابت ہے یعنی آپ ﷺ عشاء کی نماز ہمیشہ ایسے وقت میں پڑھتے تھے جس وقت مہینے کی تیسری تاریخ کو چاند نظروں سے غائب ہوتا ہے اس پر شیخ ابن حجرؒ کی شافعی شارح مشکوٰۃ لکھتے ہیں کہ تیسری تاریخ کو چاند عام طور سے شفق احمر کے ساتھ ساتھ غائب ہوتا ہے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کا معمول عشاء کو اس کے اول وقت میں پڑھنے کا تھا جیسا کہ یہ مذہب امام شافعیؒ کا ہے۔

وقت مذکور فی الحدیث کی تعیین میں ابن حجر مکی اور علی قاری کا اختلاف: لیکن ملا علی قاری حنفی فرماتے ہیں کہ شیخ ابن حجرؒ کی یہ بات خلاف تحقیق ہے اس لئے کہ چاند کی غیبت شفق کے ساتھ ساتھ دوسری شب میں ہوتی ہے نہ کہ تیسری شب میں اور یہ امر مشاہد ہے جو چاہے تجربہ کر لے، ملا علی قاریؒ کے کلام کا حاصل یہ ہوا کہ آپ ﷺ عشاء غروب شفق کے فوراً بعد نہیں پڑھتے تھے بلکہ اس کے کافی بعد پڑھتے تھے، غروب شفق کے وقت تو چاند دوسری رات میں غائب ہوتا ہے نہ کہ تیسری رات میں، اور یقینی بات ہے کہ تیسری رات میں چاند اس کے کافی دیر بعد غائب ہوگا، اور ہمارے حضرت شیخؒ نے جمع بین القولین اس طرح فرمایا کہ ممکن ہے یہ اختلاف ان دونوں کی رائے کا اختلاف روایت پر مبنی ہو انیس کی روایت ہونے کی صورت میں ایسا ہوتا ہو جو ابن حجرؒ کہہ رہے ہیں اور تیس کی روایت میں وہ جو ملا علیؒ کہہ رہے ہیں احقر کو حضرت کی یہ بات بہت پسند آئی ورنہ اشکال ہوتا کہ یہ حضرات شرح حدیث امر مشاہد میں بھی مختلف ہو رہے ہیں۔

حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: مَكُنَّا ذَاتَ لَيْلَةٍ نَنْتَظِرُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَصَلَاةِ الْعِشَاءِ فَخَرَجَ إِلَيْنَا حِينَ ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ أَوْ بَعْدُ فَلَا نَذَرُ بِأَشْيٍ شَغَلَهُ أَمْ غَيْرُ ذَلِكَ، فَقَالَ: حِينَ خَرَجَ «أَنْتَظِرُونَ هَذِهِ الصَّلَاةَ لَوْلَا أَنْ تَنْقَلِبَ عَلَى أُمَّتِي لَصَلَّيْتُ بِهِمْ هَذِهِ السَّاعَةَ»، ثُمَّ أَمَرَ الْمُؤَذِّنَ

فَأَقَامَ الصَّلَاةَ

ترجمہ عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ہم ایک رات نماز عشاء پڑھنے کیلئے جناب رسول اللہ ﷺ کا انتظار کر رہے تھے۔ پس ایک تہائی رات گزرنے بعد یا اس کے کچھ وقت کے بعد جناب رسول اللہ ہمارے پاس تشریف لائے۔ ہمیں نہیں معلوم کہ آپ کو کوئی کام پیش آگیا تھا (جسکی وجہ سے آپ نے عشاء کو اتنا موخر فرمایا) یا کوئی اور سبب تھا۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنے حجرہ مبارکہ سے نکلے ہوئے ارشاد فرمایا کیا تم لوگ اس نماز عشاء کے انتظار میں بیٹھے ہو اگر مجھے اپنی امت پر اس حکم کی گرائی اور مشقت کا خوف نہ ہوتا تو عشاء کی نماز ہمیشہ انکو اسی وقت پر پڑھاتا۔ پھر حضور ﷺ نے مؤذن کو حکم دیا اور اس نے نماز کی اقامت کہی۔

شرح صحیح البخاری - مواقیط الصلاة (۵۴۵) صحیح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (۱۳۹) صحیح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (۶۳۹) سنن النسائي - المواقيت (۵۳۷) سنن ابی داؤد - الصلاة (۴۲۰) مسند احمد - مسند المکثرین من الصحابة (۸۸/۲) مسند احمد - مسند المکثرین من الصحابة (۱۲۶/۲)

۴۲۱ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ الْجُمُحِيُّ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا خَرِيزٌ، عَنْ رَاشِدِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ مَحْمُودٍ الشَّكُونِيِّ، أَنَّهُ سَمِعَ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ، يَقُولُ: أَبْقَيْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَلَاةِ الْعَتَمَةِ فَأَخَّرَ حَتَّى ظَنَّ الظَّانُّ أَنَّهُ لَيْسَ بِخَارِجٍ وَالْقَائِلُ مِنَّا يَقُولُ: صَلَّى، فَإِنَّا لَكَذَلِكَ حَتَّى خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوا لَهُ كَمَا قَالُوا، فَقَالَ لَهُمْ: «أَعُوذُوا بِهَذِهِ الصَّلَاةِ، فَإِنَّكُمْ قَدْ قُضِلْتُمْ بِهَا عَلَى سَائِرِ الْأُمَمِ، وَلَمْ تُصَلِّهَا أُمَّةٌ قَبْلَكُمْ».

ترجمہ عاصم بن حمید کہتے ہیں کہ انہوں نے معاذ بن جبل سے سنا کہ ہم نے عشاء کی نماز میں نبی اکرم ﷺ کا کافی انتظار کیا۔ آپ کا فی موخر ہو گئے تھے یہاں تک کہ بعض لوگ یہ سمجھے کہ حضور ﷺ مسجد کی طرف باہر تشریف نہیں لائیں گے۔ اور ہم میں سے کوئی یہ کہتا کہ آپ نے (گھر میں) نماز ادا فرمائی ہے۔ ہم اسی تذبذب کی حالت میں تھے کہ جناب رسول اللہ ﷺ (اپنے کمرے سے مسجد) تشریف لائے تو صحابہ نے آپ سے وہی باتیں کہیں جو ابھی آپس میں کہہ چکے تھے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ نماز عشاء کو موخر کر کے انتہائی اندھیرے میں پڑھو کیونکہ تمہیں دیگر امتوں پر اس نماز کے ذریعہ فضیلت دی گئی۔ تم سے پہلے کسی امت نے نماز عشاء نہیں پڑھی۔

شرح سنن ابی داؤد - الصلاة (۴۲۱) مسند احمد - مسند الانصار رضي الله عنهم (۲۳۷/۵)

شرح الحديث حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ: مضمون حدیث یہ ہے حضرت معاذؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ مسجد میں بیٹھے آپ ﷺ کا عشاء کی نماز کیلئے انتظار کر رہے تھے آپ ﷺ کو مسجد پہنچنے میں دیر ہو گئی تھی، بعض حاضرین یہ سمجھ رہے تھے کہ شاید آپ ﷺ تشریف نہیں لائیں گے، کوئی کہتا تھا کہ شاید آپ نے نماز پڑھ لی غرضیکہ ہم اسی تردد میں تھے، کچھ دیر کے بعد آپ ﷺ جلوہ افروز ہوئے صحابہ نے آپ سے اس تاخیر کا ذکر کیا اور وہی اپنے خیالات ظاہر کئے کہ ہم یہ سمجھ رہے

تھے اور یوں سمجھ رہے تھے، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس نماز کو تم دیر ہی سے پڑھا کرو اس لئے کہ یہ نماز صرف تمہاری خصوصیت ہے کسی اور امت کو یہ فریضہ عطاء نہیں ہوا، مطلب یہ کہ یہ نماز صرف تمہارے لئے عطیہ خداوندی ہے اس کے اہتمام میں جتنی بھی مشقت برداشت کی جاسکے وہ کرنی چاہئے، اور اسی اہتمام میں یہ بھی داخل ہے کہ اس کو وقت افضل میں پڑھا جائے اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ عشاء میں تاخیر افضل ہے۔

۴۲۲ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي هَنْدٍ، عَنْ أَبِي نَصْرَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: صَلَّيْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الْعَتَمَةِ فَلَمْ يَخْرُجْ حَتَّى مَضَى نَحْوُ مِنْ شَطْرِ اللَّيْلِ فَقَالَ: «تَأْخِذُوا مَقَاعِدَكُمْ» فَأَخَذْنَا مَقَاعِدَنَا فَقَالَ: «إِنَّ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا وَأَخَذُوا مَضَاجِعَهُمْ وَإِنَّكُمْ لَنْ تَزَالُوا فِي صَلَاةٍ مَا أَنْتَظَرُكُمْ الصَّلَاةُ وَلَوْلَا ضَعْفُ الضَّعِيفِ وَسَقَمُ الشَّقِيقِ لَأَخَّرْتُ هَذِهِ الصَّلَاةَ إِلَى شَطْرِ اللَّيْلِ».

حضرت ابو سعید خدری فرماتے ہیں ہم نے حضور ﷺ کے ساتھ نماز عشاء پڑھنے کا ارادہ کیا پس آدمی رات کے قریب تک جناب رسول اللہ ﷺ اپنے گھر سے مسجد کی طرف نہیں نکلے پھر آپ تشریف لائے اور ارشاد فرمایا تم لوگ اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھے رہو پس ہم اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ لوگ (معذور مرد، عورتیں اور بچے) نماز عشاء پڑھ کر فارغ ہو چکے اور سونے کیلئے اپنے بستروں میں چلے گئے ہیں اور تم لوگ جب سے نماز عشاء کے انتظار میں ہو اس وقت سے تمہیں نماز عشاء پڑھنے کا ثواب مل رہا ہے۔ اگر کمزور لوگوں کی کمزوری اور بیمار لوگوں کی بیماری کا خوف نہ ہوتا تو میں اس نماز عشاء کو آدمی رات تک موخر کرتا۔

سنن النسائي - المرواني (۵۳۸) سنن ابی داؤد - الصلاة (۴۲۲) سنن ابن ماجہ - الصلاة (۶۹۳)

شرح الحديث: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ..... قوله: إِنَّ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا وَأَخَذُوا مَضَاجِعَهُمْ: صحابہ کرام چونکہ نماز کے انتظار میں بہت دیر تک بیٹھے رہے اس لئے آپ ﷺ ان کے فعل کی تحسین اور انتظار کرنے والوں کی ہمت افزائی فرما رہے ہیں کہ دیکھئے اللہ تعالیٰ کا تم پر انعام ہے اسی کی توفیق سے تم یہاں بیٹھے انتظار کر رہے ہو ورنہ دوسرے لوگ تو اپنی اپنی نماز پڑھ کر سو رہے، ان لوگوں سے کون مراد ہیں یا تو معذور قسم کے لوگ مراد ہوں گے یا نساء و صبیان، یا دونوں، یا ممکن ہے دوسرے مساجد والے لوگ مراد ہوں کہ وہ اپنی اپنی نمازیں پڑھ کر فارغ ہو گئے، انہوں نے اول وقت میں جماعت کر لی اس لئے کہ آخر مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کے علاوہ اور دوسری مساجد بھی تو ہوں گی اس لئے وہاں والے مراد ہو سکتے ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

تاخیر عشاء اور اس کی تقدیم میں اختلاف علماء کا منشأ: احادیث الباب سے تاخیر عشاء کی فضیلت معلوم ہو رہی ہے جیسا کہ حنفیہ کا مسلک ہے اور شافعیہ کا قول مشہور فضیلت تعجیل ہے ان حضرات کا کہنا یہ ہے کہ آپ ﷺ کا غالب حال اور معمول اکثری تعجیل عشاء تھا اور تاخیر آپ نے احیاناً فرمائی ہے کسی عذر یا مصلحت کی وجہ سے، اور ہم یہ کہتے ہیں

کہ آپ کی احادیث قولیہ اور ارشادات تاخیر عشاء کی فضیلت میں واضح اور صریح ہیں..... اور اگر یہ بات تسلیم کر لی جائے کہ آپ کا معمول تعجیل کا تھا تو پھر اس کی وجہ مقتدیوں کے حال کی رعایت ہے کہ وہ خیر کا زمانہ تھا لوگ اول وقت مسجد میں جمع ہو جاتے تھے اس لئے تاخیر میں ان کو مشقت لاحق ہوتی۔

۱۰۔ باب فی وقت الصبح

نماز صبح کے وقت کا بیان

جمہور علماء ائمہ ثلاث کے نزدیک صبح کی نماز میں تعجیل اور اس کو غلّس میں پڑھنا اولیٰ ہے، امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب اور سفیان ثوری کے نزدیک تاخیر اور اسفار میں پڑھنا اولیٰ ہے، امام طحاویؒ کی رائے یہ ہے کہ اواخر غلّس میں نماز کی ابتداء ہو کر اسفار میں انتہاء ہونی چاہئے تاکہ دونوں طرح کی روایتوں پر عمل ہو جائے اور اسی کو اختیار کیا ہے حافظ ابن قیمؒ نے مصنفؒ اس باب میں دو حدیثیں لائے ہیں، پہلی حدیث بظاہر جمہور کی موافقت میں ہے اور دوسری حنفیہ کی۔

حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ: «إِنَّ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُصَلِّي الصُّبْحَ لَيْتُصْرُثُ النِّسَاءِ مُتَلَفِعَاتٍ بِمُرُوطِ طُحُونٍ مَا يُعَرِّقْنَ مِنَ الْغُلَسِ» حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ بیشک رسول اللہ ﷺ فجر کی نماز ادا فرماتے پس عورتیں اپنی پوری چادر میں لپی ہوئیں گھروں کو چلی جاتیں اور وہ اندھیرے کی وجہ سے پہچانی نہیں جاتی تھیں۔

صحیح البخاری - الصلاة (۳۶۵) صحیح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (۶۴۵) جامع الترمذی - الصلاة (۱۵۳) سنن النسائی - المواقیت (۵۴۵) سنن النسائی - المواقیت (۵۴۶) سنن النسائی - السہد (۱۳۶۲) سنن أبي داود - الصلاة (۴۲۳) سنن ابن ماجہ - الصلاة (۶۶۹) مسند أحمد - باقی مسند الأنصار (۳۳/۶) مسند أحمد - باقی مسند الأنصار (۳۷/۶) مسند أحمد - باقی مسند الأنصار (۱۷۹/۶) مسند أحمد - باقی مسند الأنصار (۲۴۸/۶) مسند أحمد - باقی مسند الأنصار (۲۵۹/۶) موطأ مالك - وقوت الصلاة (۴) سنن الدارمی - الصلاة (۱۲۱۶)

حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ..... قوله: لَيْتُصْرُثُ النِّسَاءِ مُتَلَفِعَاتٍ بِمُرُوطِ طُحُونٍ: یہ لفظ دو طرح مروی ہے

مُتَلَفِعَاتٍ^۱، تلفف سے اور مُتَلَفِعَاتٍ، تلفع سے جو ماخوذ ہے لفاع سے، مرط مرط کی جمع ہے چادر کے معنی میں۔ یعنی حضور ﷺ صبح کی نماز ایسے وقت میں پڑھتے تھے کہ جب عورتیں نماز پڑھ کر فارغ ہوتی تھیں یا اپنے گھروں کی طرف لوٹی تھیں (انصراف کی یہ دونوں تفسیریں کی جاتی ہیں) اس حال میں کہ وہ چادروں میں لپی ہوئی ہوتی تھیں غلّس کی وجہ سے پہچانی نہ جاتی تھیں، تلفف اور تلفع کو اکثر شارح نے ہم معنی لکھا ہے اور بعض شارح موطا نے دونوں میں فرق لکھا ہے وہ یہ کہ تلفع بغیر تخطیہ برأس کے نہیں ہوتا اور تلفف تخطیہ برأس اور کشف برأس دونوں کے ساتھ ہو سکتا ہے۔

شرح حدیث میں اُراء کا اختلاف: شرح کا اس میں اختلاف ہو رہا ہے کہ مَا یَعْرِفُنَّ^① میں عدم معرفت سے کیا مراد ہے، اکثر حضرات کی رائے یہ ہے کہ معرفت اُعیان کی نفی مقصود ہے یعنی یہ نہیں پتہ چلتا تھا کہ یہ عورت کون سی ہے مثلاً زینب یا خدیجہ، اور امام نوویؒ کی رائے یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ یہ پتہ نہیں چلتا تھا کہ سانسے جو تصویر اور جڑ ہے کس کا ہے مرد کا یا عورت کا گویا نفی، معرفت جنس کے اعتبار سے ہے^②، حافظ وغیرہ شرح نے اسکی تردید کی ہے اسلئے کہ معرفت کا تعلق اُعیان سے ہوتا ہے اور اگر مراد وہ ہوتا جو نووی کہہ رہے ہیں تو روایت میں بجائے لفظ معرفت کے لفظ علم اختیار کیا جاتا یعنی مَا یَعْلَمُنَّ^③ امام نوویؒ نے اپنے قول کی وجہ یہ بیان کی کہ معرفت اُعیان کا تحقق تو دن میں بھی مشکل ہے، عورتوں کے چادروں میں ملفوف و مسدود ہونے کی وجہ سے تو پھر اس میں غس کو کیا دخل ہو لیکن اسکا جواب دوسرے حضرات یہ دیتے ہیں کہ یہ بات نہیں کہ معرفت عین، دن میں بھی نہیں ہوگی اسلئے کہ ہر عورت کے چال ڈھال کی ایک خاص ہیئت ہوتی ہے جس سے وہ پہچان لی جاتی ہے اگرچہ چادر میں مستور ہو، اور علامہ باہجی کی رائے جیسا کہ حافظ نے فتح الباری میں لکھا ہے یہ ہے کہ مَا یَعْرِفُنَّ مِنَ الْعَلَمِیْنَ کا تقاضا یہ ہے کہ وہ عورتیں سا فرات الوجہ ہوں (چہرہ کھلا ہوا) نہ کہ متقیات اس کیلئے نقاب والی عورت تو دن میں بھی نہیں پہچانی جائے گی تو پھر اس میں غس کو کیا دخل ہو، حافظ فرماتے ہیں یہ بھی وہی نووی والی بات ہوئی۔

جمہور کا حدیث سے تعجیل فخریر استدلال اور حنفیہ کی طرف سے اسکا جواب: اس حدیث سے جمہور علماء تعجیل فخریر استدلال کرتے ہیں، ہماری طرف سے جواب دیا گیا کہ غس سے غس مسجد مراد ہے یعنی مسجد کے اندورنی حصہ میں تاریکی ہوتی تھی اسلئے کہ مسجد نبویؐ کی چھت نیچی تھی دراصل وہ ایک چھپر کی شکل میں تھی، جیسا کہ سقف مسجد کے بارے میں روایات میں آتا ہے اِنَّمَا هُوَ عَرِيشٌ^④ اور انصراف النساء سے مراد انصراف الی البیت نہیں، (گھروں کی طرف جانا) بلکہ فراغ عن الصلاة مراد ہے، غرضیکہ اس حدیث میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ داخل مسجد سے متعلق ہے صحن مسجد اور خارج مسجد کا حال بیان نہیں کیا جا رہا ہے۔

دو حدیثوں میں دفع تعارض: اس لئے کہ صحیحین کی روایت میں آتا ہے اور ابو داؤد میں بھی گزر چکا وَ یَعْرِفُ أَحَدُنَا جَلِيسَهُ^⑤ کہ آپ ﷺ صبح کی نماز ایسے وقت میں ادا فرماتے تھے کہ آدمی اپنے پاس بیٹھنے والے کو پہچان سکے، پاس

① قلت وقد تقدم ويصلي الصبح ويعرف احداً جليسه، واما عدم معرفة الرجال النساء كما في هذا الحديث فلا جل بعد من عن الرجال في المسجد ولا مدخل للتعرف في عدم المعرفة بل هو بيان الواقع والا فالتلف مانع عن المعرفة مطلقاً ولو كان الوقت وقت الاسفار كما لا يخفى، فالسبب لعدم المعرفة هو وجود شيء من الظلمة مع بعد من عن الرجال، واما الرجال فكان يعرف بعضهم بعضاً فلا يتوهم الصلوة بين الحديثين، هذا ما عندى، والله تعالى اعلم۔

② المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج ج ٥ ص ١٤٤

③ اس لئے کہ معرفت کا استعمال جزئیات میں اور علم ک کلیات میں ہوتا ہے۔

④ سنن ابی داؤد - کتاب الطهارة - باب فی الرخصة فی ترك الغسل يوم الجمعة ٣٥٢

⑤ سنن ابی داؤد - کتاب الصلاة - باب فی وقت صلاة النبی صلی اللہ علیہ وسلم وكيف کان یصلیها ٣٩٨

بیٹھنے والے کو پہچانا جیسی ہو سکتا ہے جب کہ اسفار میں پڑھی جائے، اب رہی یہ بات کہ اس حدیث میں تو معرفت کی نفی ہے مگر یَعْرِفُونَ مِنَ الْعَلَمِ سوا اس کا جواب یہ ہے کہ مسجد میں عورتیں مردوں کی جلیس کہاں ہوتی تھیں وہ تو مردوں سے فاصلہ پر ہوتی تھیں تو وہاں نہ پہچانا بعد کی وجہ سے تھا بخلاف مرد کے کہ مرد ایک دوسرے کو بوجہ قریب ہونے کے پہچانتے تھے، بندہ کے نزدیک علامہ باجی کی رائے زیادہ صحیح ہے گو حافظ نے اس کو رد کیا ہے کہ وہ عورتیں سافرات الوجہ ہوتی تھیں، اور پہلے بعض شرح موطا سے گزر رہی چکا ہے کہ تلفف کے مفہوم کیلئے تغطیۃ رأس ضروری نہیں اور اگر ضروری بھی ہو جیسا کہ مجمع البحار میں ہے "متلففات ای مغطیات الرؤس والاجساد" تو صرف تغطیۃ رأس اس کے مفہوم میں داخل ہے نہ کہ تغطیۃ وجہ، خلاصہ کلام یہ ہے کہ مرد مرد کو پہچانتا تھا لیکن مرد عورت کو اس لئے نہیں پہچانتا تھا کہ وہ اس کی جلیس نہیں ہے بلکہ فاصلہ پر ہے، اور روشنی بھی اچھی طرح نہیں ہوئی پس اتنی معمولی سی روشنی ہوتی تھی کہ آدمی اپنے جلیس کو پہچان سکے، ہذا ما ظہر لی فی وجہ الجمع بین الحدیثین واللہ الموفق۔

۴۲۴ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ أَحْمَدَ بْنِ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ بْنِ الثَّعْمَانِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ لَبِيدٍ، عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَصْبَحُوا بِالصُّبْحِ فَإِنَّهُ أَكْثَرُ لَأَجْرِكُمْ أَكْثَرُ.

رافع بن خدیج فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا صبح کہ نماز کو روشن کر کے پڑھو کیونکہ روشنی میں نماز فجر پڑھنے سے تمہارے ثواب میں اضافہ ہو گا۔ راوی کہتا ہے حضور ﷺ نے أَكْثَرُ لَأَجْرِكُمْ فرمایا اِأَكْثَرُ لَأَجْرِكُمْ فرمایا۔ جامع الترمذی - الصلاة (۱۵۴) سنن النسائی - المواقیب (۵۴۸) سنن ابی داؤد - الصلاة (۴۲۴) سنن ابن ماجہ - الصلاة (۶۷۲) مسند احمد - مسند الکبیر (۴۶۵/۳) مسند احمد - مسند الشامیین (۱۴۰/۴) مسند احمد - مسند الشامیین (۱۴۲/۴) سنن الدارمی - الصلاة (۱۲۱۷)

شرح الحدیث: حنفیہ کی دلیل اور شافعیہ کی طرف سے اسکی تاویل: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ... قولہ: أَصْبَحُوا بِالصُّبْحِ فَإِنَّهُ أَكْثَرُ لَأَجْرِكُمْ: یہ رافع بن خدیج کی روایت ہے جو مختلف الفاظ سے مروی ہے، نسائی کی روایت میں ہے أَصْبَحُوا بِالصُّبْحِ فَإِنَّهُ أَكْثَرُ لَأَجْرِكُمْ^۱ اور ترمذی میں أَصْبَحُوا بِالصُّبْحِ فَإِنَّهُ أَكْثَرُ لَأَجْرِكُمْ^۲ اور نسائی ایک دوسری حدیث میں ہے مَا أَصْبَحْتُمْ بِالصُّبْحِ فَإِنَّهُ أَكْثَرُ لَأَجْرِكُمْ^۳ ایک اور روایت میں ہے أَصْبَحُوا بِالصُّبْحِ فَلَمَّا أَصْبَحْتُمْ، فَهُوَ أَكْثَرُ لَأَجْرِكُمْ^۴ اسی طرح حنفیہ کے دلائل میں عبد اللہ بن مسعود کی متفق علیہ حدیث مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى صَلَاةً بَغَيْرِ

۱ سنن النسائی - کتاب المواقیب - باب الاسفار ۵۴۸

۲ جامع الترمذی - کتاب الصلاة - باب ما جاء في الاسفار بالفجر (۱۵۴)

۳ سنن النسائی - کتاب المواقیب - باب الاسفار ۵۴۹

۴ شرح معانی الآثار - کتاب الصلاة - باب الوقت الذي يصل فيه الفجر أي وقت هو ۱۰۶۶

وَبَقَا هَا إِلَّا صَلَاتَيْنِ اور اس کے اخیر میں ہے وَصَلَّى الْفَجْرَ قَبْلَ مَبَقَا هَا^۱ مزدلفہ میں صبح کی نماز میں تغلیس بالاجماع مستحب ہے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اسکو صلاۃ قبل الوقت فرما رہے ہیں جس سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ حج کے زمانہ کے علاوہ میں آپکا معمول تغلیس کا نہ تھا، اور اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ آپ ﷺ کا عمل تغلیس پر تھا تو پھر روایات قولیہ اسفار پر دال ہیں اور قول و فعل میں تعارض کے وقت قول کو ترجیح ہوتی ہے اور اس سے بھی بہتر توجیہ یہ ہے جس کو اختیار کیا ہے امام طحاوی اور حافظ ابن القیم رحمہما اللہ تعالیٰ نے وہ یہ کہ غلّس کی روایات ابتداء صلاۃ پر محمول ہیں اور اسفار کی روایات اختتام صلاۃ پر محمول ہیں جیسا کہ حضور ﷺ اور صحابہ کرام کی شان تھی صبح کی نماز میں قرآن طویلہ کی نہایت اطمینان کے ساتھ، لیکن شافعیہ وغیرہ اسفار اور اصباح کی روایت کا ایک جواب دیتے ہیں کہ ممکن ہے بعض صحابہ اول وقت کی فضیلت حاصل کرنے کے شوق میں طلوع فجر سے پہلے ہی پڑھ لیتے ہوں اس لئے آپ ﷺ نے فرمایا أَصْبَحُوا بِالصُّبْحِ کہ اتنی جلدی مت کرو صبح ہونے دو، یہ تاویل ان کی مشہور ہے اور ہماری طرف سے اس پر اشکال بھی مشہور ہے وہ یہ کہ قبل الوقت تو نماز صحیح ہی نہیں ہے اس میں نہ اجر قلیل ہے اور نہ کثیر اور اس حدیث میں قلت اجر اور کثرت اجر کو بیان کیا جا رہا ہے، اسی طرح جمہور نے ایک تاویل اور کی کہ اسفار کی روایات لیالی مقررہ (چاندنی راتیں) پر محمول ہیں یعنی جن تاریخوں میں چاند صبح تک روشن رہتا ہے کہ ان تاریخوں میں احتیاط کی ضرورت ہے اچھی طرح صبح ہونے دیجائے ایسا نہ ہو کہ روشنی کے اشتباہ میں وقت سے پہلے نماز پڑھ لی جائے۔

۱۱۔ بَابُ فِي الْمَحَافِظَةِ عَلَى وَقْتِ الصَّلَاةِ

نمازوں کو ان کے اوقات میں پابندی سے ادا کرنے کا بیان

صلوات خمسہ کے اوقات مستحبہ کی تفصیل عند الانمة الاربعة: صلوات خمسہ میں سے ہر ایک کیلئے الگ الگ باب قائم کرنے کے بعد مصنفؒ نے یہ ایسا جامع باب قائم کیا ہے جس کا تعلق سب نمازوں سے ہے محافظت یعنی نگرانی، یا تو نماز کے سنن و مستحبات اور خشوع و خضوع کے اعتبار سے مراد ہے یا اوقات مستحبہ کے اعتبار سے کہ تمام نمازوں کو ان کے اوقات مستحبہ میں پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پر صلوات خمسہ کے اوقات مستحبہ مع اختلاف ائمہ بیان کر دئے جائیں۔

جاننا چاہئے کہ ائمہ اربعہ مغرب میں اسکی تعجیل کے استحاب پر متفق ہیں اس میں ائمہ کا کوئی اختلاف نہیں البتہ دوسری نمازوں میں اختلاف ہے، فجر اور عصر میں جمہور علماء اور ائمہ ثلاث تعجیل کے قائل ہیں، اور امام ابو حنیفہؒ اور ان دونوں کی تاخیر کے، اور صلاۃ ظہر میں سردی کے زمانہ میں اسکی تعجیل پر اور زمانہ صیف میں تاخیر پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے بجز امام شافعیؒ کے کہ انکے

نزدیک تاخیر ظہر مقید ہے چار شرطوں کے ساتھ جن کا ذکر پہلے آچکا، رہ گئی صلاۃ عشاء سوائے بارے میں اتنا ذیل مختلف ہیں جسکو ہم باب صلاۃ العشاء میں ذکر کر چکے ہیں اور اسی طرح لَوْلَا اَنْ اَشَقُّ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ لَا مَزْهُمٌ بِتَأْخِيرِ الْعِشَاءِ، وَبِالْمَوَالِثِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ^① حدیث کے ذیل میں بھی، حاصل یہ کہ حنفیہ کے اسمیں دو قول ہیں: ① مطلقاً تاخیر اولیٰ ہے، ② زمانہ عشاء جس میں راتیں لمبی ہوتی ہیں اسمیں تاخیر اور گرمی کے زمانہ میں تعجیل، امام شافعی کا ایک قول تاخیر عشاء کے استحباب کا ہے اور مشہور قول ان کا اولیۃ تعجیل ہے امام مالک کے بھی اسمیں دونوں قول ہیں، اور ایک قول مالکیہ کا یہ ہے کہ اسکا مدار لوگوں کے اجتماع پر ہے اگر لوگ سویرے جمع ہو جائیں تو تعجیل اولیٰ ہے ورنہ تاخیر، اور ابن رسلان نے امام احمد سے یہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: اول الاوقات اعجب الی الا فی الاثنین صلاۃ العشاء وصلوۃ الظہر^② اس سے معلوم ہوا کہ امام احمد کے نزدیک بھی عشاء اور ظہر میں تاخیر اولیٰ ہے اور باقی میں تعجیل، اسی طرح امام ترمذی نے بھی امام احمد کا مسلک تاخیر عشاء لکھا ہے۔

جمعہ کے وقت مستحب میں اختلاف علماء: اب رہ گیا مسئلہ صلاۃ جمعہ کا سو اس سلسلہ میں امام بخاری نے ایک باب قائم کیا باب إِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اس پر شرح بخاری لکھتے ہیں کہ امام بخاری کا میلان جمعہ کے بارے میں ظہر کی طرح مشروعیت ابراہاد کی طرف ہے کہ جس طرح گرمی کے زمانہ میں ظہر کی تاخیر اولیٰ ہے اسی طرح جمعہ کی بھی حضرت شیخ نے حاشیہ لامع میں جمہور علماء ائمہ ثلاث شافعیہ مالکیہ حنبلیہ کا مسلک ان کی کتابوں سے عدم ابراہاد نقل فرمایا ہے اس لئے کہ جمعہ کے بارے میں احادیث میں تبکید کا حکم وارد ہے اس کیلئے لوگ اول وقت میں مجتمع ہو جاتے ہیں اب اگر اس میں تاخیر کی جائے تو لوگوں پر شاق گزرے گی لہذا جمعہ کو ظہر پر قیاس نہیں کیا جائے گا، اور حنفیہ کا مذہب درمختار میں تو یہ لکھا ہے کہ جمعہ مثل ظہر کے ہے اصل وقت اور وقت مستحب دونوں کے اعتبار سے گرمی اور سردی میں اس لئے کہ جمعہ ظہر کا بدل اور اس کا نائب ہے لیکن علامہ شامی کی تحقیق اس کے خلاف ہے کہ جمعہ کے اندر مطلقاً تقدیم اولیٰ ہے، کما هو مسلک الجمہور۔

٤٦٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَزْبٍ الْوَاسِطِيُّ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ عَيْنِي ابْنُ هَارُونَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَطْلُوبٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الصَّامِيِّ، قَالَ: رَعِمَ أَبُو مُحَمَّدٍ أَنْ الْوُتْرَ وَاجِبٌ، فَقَالَ: عِبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ كَذَبَ أَبُو مُحَمَّدٍ أَشْهَدُ أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «مُحَسَّسٌ صَلَوَاتِ افْتَرَضَهُنَّ اللَّهُ تَعَالَى مَنْ أَحْسَنَ وَخُشِعَهُنَّ وَصَلَاهُنَّ لَوْ قَتِهِنَّ وَأَتَمَّ عَوَّعَهُنَّ وَخُشِعَهُنَّ كَانَ لَهُ عَلَى اللَّهِ عَهْدٌ أَنْ يَغْفِرَ لَهُ، وَمَنْ لَمْ يَفْعَلْ فَلَيْسَ لَهُ عَلَى اللَّهِ عَهْدٌ، إِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُ وَإِنْ شَاءَ عَذَّبَهُ»

① سنن ابی داؤد - کتاب الطہارۃ - باب السواک ٤٦

② اول الاوقات اعجب الی فی الصلوات کلها، الا فی صلاتین: صلاۃ العشاء الآخرة، وصلوۃ الظہر (التمہید لما فی الموطأ من البعانی والاسانید -

ترجمہ عبد اللہ بن صناحی کہتے ہیں کہ ابو محمد نے فرمایا کہ وتر کا پڑھنا سنت کی رو سے امر مؤکد ہے تو حضرت عبادہ بن صامت نے فرمایا کہ ابو محمد نے غلط کہا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ پانچ نمازیں اللہ پاک نے فرض فرمائی ہیں۔ جو شخص ان نمازوں کے وضو کو اچھی طرح (اس کے آداب اور سنتوں کی رعایت کے ساتھ) کرے گا اور ان نمازوں کو ان کے مستحب اوقات میں ادا کرے گا اور ان کے رکوع کو کامل طریقہ سے (اطمینان کے ساتھ) ادا کرے گا اور ان نمازوں کے اندر خشوع کو مکمل طریقہ سے بجالائے (کہ اس کا دل اللہ پاک کی طرف متوجہ ہو) تو اللہ پاک پر (بطور تفضل) یہ لازم ہے کہ ایسے آدمی کی مغفرت فرمائیں گے اور جو شخص ان آداب کی رعایت کے ساتھ پانچ نمازیں نہ پڑھے تو اس کا اللہ کے ذمہ کوئی وعدہ نہیں چلے گا تو اللہ پاک اس کی بخشش فرمادیں اور چاہیں تو اللہ پاک اس کو عذاب دیں۔

تحقیق معنی النصابی - الصلاة (۴۶۱) سنن أبي داود - الصلاة (۴۲۵) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (۱۴۰۱) مسند أحمد - باقي مسند الأنصاب (۳۱۶/۵) مسند أحمد - باقي مسند الأنصاب (۳۱۷/۵) مسند أحمد - باقي مسند الأنصاب (۳۱۹/۵) مسند أحمد - باقي مسند الأنصاب (۳۲۲/۵) موطأ مالك - البدء للصلاة (۲۷۰) سنن الدارمي - الصلاة (۱۵۷۷)

شرح الحديث تحقیق صناحی: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ الْوَاسِطِيُّ... قَوْلُهُ: عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الصَّنَابِحِيِّ: یہاں پر بعض نسخوں میں اور نسخہ بذل میں بھی عن عبد اللہ بن الصناحی ہے، عبد اللہ اور الصناحی کے درمیان لفظ بن یہ بالکل غلط ہے صحیح نسخوں میں عن عبد اللہ الصناحی ہے۔

جانتا چاہئے کہ عبد اللہ الصناحی کے بارے میں حضرات محدثین کی دو جماعتیں ہیں ایک جماعت جس میں امام بخاریؒ اور ان کے استاذ علی بن مدینیؒ ہیں ان کی رائے یہ ہے کہ صحیح ابو عبد اللہ الصناحی ہے جو کہ کنیت ہے عبد الرحمن بن عسیدہ کی اور وہ تابعی ہیں حضور اقدس ﷺ کے زمانہ میں موجود تھے آپ کی خدمت میں حاضری کے ارادہ سے اپنے وطن سے روانہ ہوئے لیکن ابھی یہ راستہ ہی میں تھے کہ آپ ﷺ کا وصال ہو گیا، اور عبد اللہ الصناحی جیسا کہ یہاں متن میں ہے امام بخاریؒ وغیرہ کے نزدیک یہ وہم مذوی ہے ان کے نزدیک اس نام کے کسی صحابی کا وجود نہیں اور ان حضرات کا گمان ہے کہ یہ وہم امام مالکؒ کو ہوا ہے انہوں نے اولاً موطا میں اس راوی کا نام اسی طرح ذکر کیا ہے اور پھر اسی طرح یہ غلط نقل ہوتا چلا گیا، اور دوسری جماعت جس میں ابن السکن امام ترمذیؒ اور حافظ ابن حجر وغیرہ حضرات ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ عبد اللہ الصناحی صحیح ہے اور یہ صحابی ہیں (علی قول) اور ابو عبد اللہ الصناحی راوی الگ ہیں جو تابعی ہیں جن کا نام عبد الرحمن بن عسیدہ ہے امام ترمذیؒ نے اپنی یہ رائے جامع ترمذی کے بالکل شروع میں پہلے ہی صفحہ پر بیان کی ہے حضرت نے بذل میں تہذیب التہذیب سے نقل کیا ہے کہ امام ترمذی نے فرمایا کہ میں نے اس راوی کے بارے میں امام بخاری سے دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا وہم فیہ مالک والصحیح ابو عبد اللہ^۱ اس سے معلوم ہوا کہ اس مسئلہ میں امام ترمذیؒ امام بخاریؒ کی رائے سے اتفاق نہیں رکھتے، ولہذا نظر امام ترمذیؒ نے

① قال الترمذی سألت محمد بن اسماعیل عنه فقال وہم فیہ مالک وهو أبو عبد اللہ واسمہ عبد الرحمن بن عسیدة (تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۸۳)

جامع ترمذی میں ایک تیسرے صنابھی کا بھی اعتراف کیا ہے لیکن وہ فی الواقع صنابھی نہیں بلکہ ان کا صحیح نام صناب بن الاعمر احمسی ہے ان کو صنابھی کہنا غلط ہے، لیجئے ترمذی شریف کا بھی یہ مقام حل ہو گیا، فالحمد للہ۔

وجوب وتر کی دلیل: قوله: قَالَ: زَعَمَ أَبُو مُحَمَّدٍ أَنَّ الْوُتْرَ وَاجِبٌ: ابو محمد ایک صحابی ہیں جن کے نام کے تعین میں اختلاف ہے بذل میں ان کے کئی نام ذکر کئے ہیں قبیل مسعود بن اوس وقیل قیس ابن عامر وقیل سعد بن اوس، مضمون حدیث یہ ہے کہ ایک مرتبہ ابو محمد صحابی نے فرمایا الْوُتْرَ وَاجِبٌ تو اس پر عبادہ بن الصامت بولے كَذَبَ أَبُو مُحَمَّدٍ کہ ابو محمد غلط کہتے ہیں اس لئے کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ پانچ نمازیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے فرض کیا ہے جو ان کیلئے وضوء اچھی طرح کرے گا اور ان نمازوں کو ان کے اوقات میں کامل طریقہ سے پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ کا ایسے شخص سے عہد یعنی پختہ وعدہ ہے اس کی مغفرت کرے گا اور جو ایسا نہ کرے تو اس کے لئے کوئی وعدہ نہیں چاہیں گے، مغفرت فرما دیں گے اور چاہیں گے تو عذاب دیں گے۔

یہ آپ کو معلوم ہی ہے کہ وجوب وتر میں اختلاف ہے، امام صاحب اس کو واجب اور جمہور وصالہین سنت مانتے ہیں ابو محمد کا قول امام صاحب کے موافق ہے، اور حضرت عبادہ نے جو وجوب کی نفی کی ہے وہ کسی صریح حدیث کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنے اجتہاد سے اس لئے کہ انہوں نے حضور ﷺ سے سنا تھا کہ نمازیں پانچ فرض ہیں تو وہ اس سے وتر کے واجب نہ ہونے پر استدلال فرما رہے ہیں یہ استدلال صحیح کہاں ہوا واجب اور فرض میں تو زمین و آسمان کا فرق ہے^①، نمازیں فرض امام صاحب کے یہاں بھی پانچ ہی ہیں اور اس کے باوجود وہ وتر کو واجب مانتے ہیں، حضرت شیخ نے حاشیہ بذل میں لکھا ہے کہ محمد بن نصر (مشہور محدث) نے اپنی کتاب قیام اللیل میں ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک صاحب امام اعظم کی خدمت میں آئے اور ان سے سوال کیا کہ فرض نمازیں کتنی ہیں انہوں نے جواب دیا پانچ سائل نے سوال کیا کہ وتر کیا ہے، انہوں نے فرمایا ہی فريضة اس نے پھر سوال کیا کہ فرض نمازیں کتنی ہیں، امام صاحب نے پھر وہی جواب دیا کہ پانچ اس نے پھر سوال کیا کہ وتر کیا ہے تو انہوں نے فرمایا فريضة اس نے حیرت زدہ ہو کر تیسری مرتبہ پھر سوال کیا کہ فرض نمازیں کتنی ہیں انہوں نے وہی جواب دیا وہ شخص اس پر بگڑا اور یہ کہتا ہوا واپس چلا گیا اُنت لا تحسن الحساب کہ آپ کو دو اور چار کا بھی حساب نہیں آتا^②۔ امام صاحب کی مراد فريضة سے واجب تھی اور فرض و واجب میں فرق ظاہر ہے جس کو سائل سمجھا نہیں اسی لئے بار بار سوال و جواب ہوتا رہا یہی بات حضرت عبادہ کو پیش آئی کہ انہوں نے بھی فرض اور واجب کے درمیان فرق نہیں کیا اور ابو محمد نے جو بات کہی تھی الْوُتْرَ وَاجِبٌ تو یہ قول صحابی غیر مدرك بالرائے مسئلہ میں ہونے کی وجہ سے حکم میں مرفوع کے ہے اور حضرت عبادہ کی

① یہ امام ابو حنیفہ کا مقولہ ہے۔

② مختصر قیام اللیل و قیام رمضان و کتاب الوتر - ص ۲۷۶

یہاں پر ایک اشکال ہوتا ہے کہ عبادہ نے کَذَبَ اَبُو مُحَمَّدٍ کیسے کہہ دیا کذب تو عام باتوں میں بھی حرام ہے چہ جائیکہ امر دین میں تو اشکال یہ ہے کہ ایک صحابی نے دوسرے صحابی کے بارے میں ایسی سخت بات کیسے فرمائی، جواب یہ ہے کہ کذب کی دو قسمیں ہیں ایک عمد اور ایک بلا عمد، اصل کذب تو وہی ہے جو عمد اہو وہ یہاں مراد نہیں کذب بغیر عمد جس کی مشہور تعبیر خطا ہے یہاں مراد ہے اور محاورہ عرب میں ایسا بہت ہوتا ہے کہ کذب کو خطا کے معنی میں استعمال کرتے ہیں يقال کذب سمعی وکذب بصری یعنی مجھ سے سننے میں اور دیکھنے میں غلطی ہوئی، قَالَ اللہ تعالیٰ مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰ ۖ

٤٢٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْحِزَامِيُّ، وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ حَمْرٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ غَنَامٍ، عَنْ بَعْضِ أُمَّهَاتِهِ، عَنْ أُمِّ قُرُوقَةَ، قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ الْأَعْمَالَ أَفْضَلَ؟ قَالَ: «الصَّلَاةُ فِي أَوَّلِ وَقْتُهَا». قَالَ: الْحِزَامِيُّ فِي حَدِيثِهِ: عَنْ عَمَةٍ لَهُ يُقَالُ لَهَا أُمُّ قُرُوقَةَ قَدْ بَايَعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ

ام فروہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ سے پوچھا گیا کہ کیا کوئی عمل سب سے زیادہ افضل ہے؟ تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا نماز کو اس کے وقت میں ادا کرنا۔ خزانہ نے اپنی حدیث میں سے الفاظ نقل کئے کہ قاسم بن غنام اپنی ایک بھو بھی سے نقل کرتے ہیں جن کو ام فروہ کہا جاتا تھا اور انہوں نے حضور ﷺ سے بیعت کی تھی وہ کہتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا۔

جامع الترمذي - الصلاة (١٧٠) سنن أبي داود - الصلاة (٤٢٦)

شرح حدیث
 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْحِزْرَاعِيُّ..... قَوْلُهُ: عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ عَتَّامٍ، عَنْ بَعْضِ أُمَّهَاتِهِ، عَنْ أُمِّ
 قُرَيْشَةَ: يَهُ بَعْضُ امْهَاتِ مَجْهُولُهُ هِيَ كَچھ پتہ نِہیں كہ كُون هِيَ كِيَا نَام هِيَ اُور يَه اِم فِرْوہ قَاسِم كِي اُم (پچھو پچھي) هِيں، كہَا كِيَا هِيَ كہ
 يَه اِم فِرْوہ النصارِيه هِيں اُور كہَا كِيَا هِيَ كہ يَه بِنْت اَبِي قَافِہ هِيں اَبُو بَكْر صَدِيق كِي بِن۔

قوله: قَالَ: الْحَزَّاعِيُّ فِي حَدِيثِهِ: عَنْ عَمَّةٍ لَهُ يُقَالُ لَهَا أُمُّ قُرُوقٍ أَخ: مصنف کے دو استاذ ہیں، محمد بن عبد اللہ اور عبد اللہ بن مسلمہ، مصنف ان دونوں کی سند کا اختلاف بیان کر رہے ہیں، اوپر جو سند کے الفاظ آئے ہیں وہ عبد اللہ بن مسلمہ کے ہیں اور یہ الفاظ دوسرے استاذ کے ہیں۔

سند حدیث میں اختلاف: اس کلام کی شرح میں دو احتمال ہیں: ① سند میں صرف لفظ عمہ کے اضافہ کو بیان کرنا ہے کہ خزاعی کی سند میں ام فروہ کی صفت عمہ ہونا ذکر کی گئی ہے نیز ایک اور صفت بھی قَدْ بَابَعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ ام فروہ کی یہ دو صفیں عبد اللہ بن مسلمہ نے ذکر نہیں کیں، احتمال ثانی یہ ہے کہ خزاعی کی روایت میں قاسم بن غنام کے بعد عن بعض امہاتہ مذکور نہیں بلکہ قاسم براہ راست ام فروہ سے روایت کرتے ہیں دونوں سندوں میں ذکر واسطہ وعدم ذکر واسطہ کا فرق ہے، اس حدیث کی ایک تیسری سند اور ہے جو مسند احمد میں ہے وہ اس طرح ہے: عَنْ الْقَاسِمِ بْنِ غَنَامٍ، عَنْ جَدِّهِ الدُّنْيَا، عَنْ أُمِّ فَرْوَةَ^① یعنی قاسم اور ام فروہ کے درمیان واسطہ بجائے عن بعض امہاتہ کے عن جدتہ الدنیا ہے اب تین سندیں اس طرح ہو گئیں: ① عَنْ الْقَاسِمِ بْنِ غَنَامٍ، عَنْ بَعْضِ أَهْلَائِهِ، عَنْ أُمِّ فَرْوَةَ^② عَنْ الْقَاسِمِ بْنِ غَنَامٍ عَنْ ام فروہ^③ عَنْ الْقَاسِمِ بْنِ غَنَامٍ، عَنْ جَدِّهِ الدُّنْيَا، عَنْ أُمِّ فَرْوَةَ۔

وقت اول کی فضیلت اور اس پر کلام: أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: الصَّلَاةُ فِي أَوَّلِ وَقْتِهَا: آپ ﷺ سے افضل الاعمال کے بارے میں سوال کیا گیا کہ وہ کون سا ہے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا فرض نماز کو اس کے اول وقت میں ادا کرنا، اس حدیث سے جمہور خصوصاً شافعیہ نے اپنے مسلک پر استدلال کیا ہے کہ تقریباً تمام نمازوں کو ان کے اول وقت میں پڑھنا اولیٰ ہے نمازوں کے اوقات مستحبہ میں اختلاف پہلے گزر چکا، حنفیہ کی جانب سے اس کا جواب یہ ہے کہ اول وقت سے مراد اول وقت جواز نہیں بلکہ اول وقت استحباب ہے یعنی جس نماز کا جو وقت مستحب ہے اس نماز کو اسی میں پڑھنا اور یہ کہا جائے کہ یہ عام مخصوص عنہ البعض ہے لہذا جن نمازوں کے تاخیر کی ترغیب وارد ہوئی ہے وہ اس سے مستثنیٰ ہیں اسی طرح شافعیہ نے ابن عمر کی حدیث جس کو امام ترمذی نے باب مَا جَاءَ فِي الْوَقْتِ الْأَوَّلِ مِنَ الْفَضْلِ میں ذکر کیا ہے سے استدلال کیا ہے الْوَقْتُ الْأَوَّلُ مِنَ الصَّلَاةِ بِرِضْوَانِ اللَّهِ، وَالْوَقْتُ الْآخِرُ عَنُودِ اللَّهِ^④ اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ نماز میں تاخیر سراسر تقصیر ہے لیکن یہ حدیث بالاتفاق ضعیف ہے اس کی سند میں ایک راوی ہے یعقوب بن الولید جس کی امام احمد اور دیگر حفاظ حدیث نے تکذیب کی ہے بیہقی کہتے ہیں کہ یہ حدیث اپنے تمام طرق کے اعتبار سے ضعیف ہے۔

افضل الاعمال کا مصداق اور اس میں اختلاف علماء: حدیث الباب میں فرمایا گیا ہے کہ نماز کو اول وقت مستحب میں پڑھنا یہ افضل الاعمال ہے چنانچہ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ فرض نمازوں کو ان کے اوقات میں اچھی طرح ادا کرنا تمام اعمال میں سب سے افضل ہے، پھر اس کے بعد جمہور کی رائے یہ ہے کہ علم دین میں اشتغال افضل ہے، اشتغال بالنوافل^⑤ سے لیکن اس میں اختلاف ہو رہا ہے کہ اشتغال بالعلم اور جہاد میں کون افضل ہے جمہور کی رائے یہ ہے کہ شغل علم ہی افضل ہے جہاد سے اور امام احمد فرماتے ہیں کہ جہاد افضل ہے لیکن اختلاف جہاد نفل میں ہے اور جہاد فرض بالاتفاق اشتغال علم

① مسند الإمام أحمد بن حنبل مسند النساء حدیث ام فروہ ۴۷۱۰

② جامع الترمذی - کتاب الصلاة - باب ما جاء في الوقت الأول من الفضل ۱۷۲

③ البیہقی امام شافعی کے نزدیک اشتغال بالنوافل افضل ہے۔ ۱۲

سے افضل ہے، افضل الاعمال میں اختلاف اور اس پر بحث حضرت شیخ نے لامع الدنہ نامی جلد ثانی کتاب الجہاد کے شروع میں تحریر فرمائی ہے نیز اس میں لکھا ہے کہ وہ احادیث جو فضیلت علم میں وارد ہیں اکثر ہیں ان سے جو وارد ہیں فضیلت جہاد میں نیز واضح رہے کہ چونکہ بعض احادیث میں ایمان کو افضل الاعمال قرار دیا ہے اس لئے علماء نے لکھا ہے کہ ان احادیث میں اعمال سے اعمال بدنیہ مراد ہیں لہذا اعمال قلبیہ میں سب سے افضل ایمان اور اعمال بدنیہ میں صلاۃ ہے۔

۴۲۷ حَدَّثَنَا مُسْنَدُ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَمْرٍاءَ بْنِ مُرْوَيْجَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَأَلَهُ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْبَصْرَةِ فَقَالَ: أَخْبِرْنِي مَا سَمِعْتَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «لَا يَلِجُ النَّارَ رَجُلٌ صَلَّى قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ»، قَالَ: أَذْثَ سَمِعْتَهُ مِنْهُ؟ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَ: نَعَمْ، كُلُّ ذَلِكَ يَقُولُ: سَمِعْتُهُ أَذْثَ دَوَّاعَاهُ قَلْبِي، فَقَالَ الرَّجُلُ: وَأَنَا سَمِعْتُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ذَلِكَ.

ترجمہ ابو بکر بن عمارہ بن رویہ اپنے والد عمارہ سے نقل کرتے ہیں کہ بصرہ کے ایک شخص نے حضرت عمارہ سے دریافت کیا کہ مجھے بتائیے جو آپ نے رسول اللہ ﷺ سے سنا رکھا ہے تو حضرت عمارہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جو شخص طلوع آفتاب سے پہلے (نماز فجر) ادا کرے اور غروب آفتاب سے پہلے (نماز عصر) ادا کرے وہ جہنم میں نہیں جائے گا۔ اس بصرہ کے رہنے والے نے کہا کہ آپ نے خود حضور ﷺ سے یہ بات سنی ہے؟ اسے تین مرتبہ یہ سوال کیا حضرت عمارہ نے فرمایا ہاں میں نے خود حضور ﷺ سے یہ بات سنی ہے ہر دفعہ حضرت عمارہ فرماتے تھے میرے کانوں نے یہ بات سنی ہے اور میرے دل نے اسکو محفوظ کیا ہے تو ان بصرہ والے صاحب نے فرمایا کہ میں نے بھی حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔

سنن ابی داؤد - الصلاة (۴۲۷) مسند احمد - مسند الشامیین (۱۳۶/۴) مسند احمد - اول مسند الکوفیین (۲۶۱/۴)

۴۲۸ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، أَخْبَرَنَا خَالِدٌ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِي هِنْدٍ، عَنْ أَبِي حَزْرَبٍ بْنِ أَبِي الْأَسْوَدِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نَضَالَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: عَلَّمَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ فِيمَا عَلَّمَنِي «وَحَافِظُ عَلَى الصَّلَاةِ الْخَمْسِ»، قَالَ: ثَلَاثُ: إِنَّ هَذِهِ سَاعَاتٍ لِي فِيهَا أَشْغَالٌ تَعْرِضُ بِأَمْرِ جَامِعٍ إِذَا أَنَا فَعَلْتُهَا أَجَزَّ أَعْمَلِي، فَقَالَ: «حَافِظُ عَلَى الْعَصْرِينِ» وَمَا كَانَتْ مِنْ لَعْنَتِنَا، فَقُلْتُ: وَمَا الْعَصْرَانِ؟، فَقَالَ: «صَلَاةٌ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ، وَصَلَاةٌ قَبْلَ غُرُوبِهَا»

ترجمہ عبد اللہ بن فضالہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اسلام کے اعمال اور احکام کی تعلیم دی۔ ان تعلیمات میں یہ ارشاد فرمایا کہ پانچ نمازوں کی حفاظت کرو۔ میں نے عرض کیا کہ یہ ایسے اوقات ہیں جن میں مجھے کچھ دنیوی اور مشغولتیں ہیں لہذا مجھے ایسا جامع حکم ارشاد فرمائیں کہ میں اس کو کر لوں تو دیگر کاموں سے میرے لئے کافی ہو جائے تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا تم عصرین کی حفاظت کرو۔ چونکہ ہماری زبان میں عصرین کا لفظ مستعمل نہیں ہوتا تھا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ عصرین سے کیا مراد ہے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا طلوع شمس سے پہلے والی نماز (نماز فجر) اور

غروب شمس سے پہلے دہلی نماز۔

سنن ابی داؤد - الصلاة (۴۲۸) مسند احمد - اول مسند الکوفیین (۳۴۴/۴)

شرح الحديث

حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ..... قَوْلُهُ: «وَحَافِظٌ عَلَى الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ». قَالَ: كُنْتُ: إِنَّ هَذِهِ سَاعَاتٌ لِي فِيهَا أَشْقَالُ الْخ: مضمون حدیث یہ ہے فضالہ لیبی فرماتے ہیں کہ جب میں آپ ﷺ کی خدمت میں (بظاہر بیعت علی الاسلام کیلئے) حاضر ہوا تو آپ نے مجھے احکام دین کی تعلیم فرمائی، نیز صلوٰات خمسہ کی محافظت کا حکم فرمایا یعنی سب نمازوں کو ان کے اوقات میں پڑھنا انہوں نے اس پر عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ جو نمازوں کے اوقات ہیں مجھ سے فارغ نہیں ہیں بلکہ ان میں مجھے بہت سے کام ہوتے ہیں، لہذا مجھے کوئی ایسا جامع عمل بتا دیجئے جو میرے لئے کافی ہو جائے اس پر آپ ﷺ نے فرمایا حَافِظٌ عَلَى الْقَصْرِينِ وہ کہتے ہیں کہ میں عصرین کے معنی نہیں جانتا تھا اس لئے میں نے پوچھا کہ عصرین سے کیا مراد ہے تو آپ نے فرمایا صبح کی نماز اور عصر کی نماز یعنی تم ان دو نمازوں کا اہتمام کر لیا کرو۔

حدیث پر اشکال اور اس کی تاویل: اس حدیث پر قوی اشکال ہے کیونکہ اس سے بظاہر معلوم ہو رہا ہے کہ اس شخص کے لئے صرف دو نمازیں پڑھ لینا کافی ہیں، اس کی علامت نے دو طرح تاویل کی ہے:

- ① یہی فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ان صحابی کو فرمایا تھا کہ صلوٰات خمسہ کو ان کے اوقات مستحبہ کی رعایت کر کے پڑھیں انہوں نے عذر کر دیا کہ میرے یہ اوقات خالی نہیں تو بعد میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اچھا کم از کم دو نمازوں کو ان کے خاص وقت میں پڑھ لیا کریں باقی نمازوں کو جب وقت ملے پڑھ لیں اور یہ مطلب نہیں کہ صرف دو نماز پڑھنا کافی ہے،
- ② اور دوسری تاویل اس حدیث کی وہ ہے جو علامہ سیوطی نے اختیار کی وہ یہ کہ حضور ﷺ کے خصوصیات میں سے ہے یہ بات کہ آپ جس امتی کے حق میں چاہیں ان کے فرائض میں تخفیف فرما سکتے ہیں اسی لئے سیوطی نے اس حدیث کو اپنی مشہور تالیف الخصائص الکبریٰ میں ذکر کیا ہے انہوں نے اس سلسلہ میں مسند احمد کی ایک صریح روایت ذکر کی ہے جس میں یہ ہے ایک شخص آپ ﷺ کے ہاتھ پر اسلام لایا، اس شرط پر کہ دو نمازوں کے علاوہ نہ پڑھے گا، آپ ﷺ نے اس شرط کو قبول فرمایا ① واللہ تعالیٰ اعلم۔

باقی یہ ظاہر ہے کہ اس حدیث سے فجر و عصر کی بڑی اہمیت معلوم ہو رہی ہے ایسے ہی بخاری شریف کی ایک روایت میں ہے مَنْ صَلَّى الْبُزْدَيْنِ دَخَلَ الْجَنَّةَ ② بروین سے مراد بھی یہی دو نمازیں ہیں۔

① حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْفَلَةَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ نَصْرِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ رَجُلٍ مِنْهُمْ، "أَنَّ أُمَّ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّ أَنْهُ لَا يُصَلِّي إِلَّا صَلَاتَيْنِ، فَقِيلَ ذَلِكَ مِنْهُ" (مسند احمد - مسند البصريين - حديث رجال من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم ۲۰۲۸۷)

② صحيح بخاری - کتاب مواقيت الصلاة - باب فضل صلاة الفجر ۵۴۸

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْعُكْبَرِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو عَلِيٍّ الْحُلَيْقِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحِيمِ، حَدَّثَنَا عُمَرَانُ الْقَطَّانُ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، وَأَبَانٌ، بِمَا لَمْ يَأْتِ عَنْ خَالِدِ بْنِ الْحَصْبِيِّ، [عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ] عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "خُمْسٌ مَنْ جَاءَ بِهِمْ مَعَ إِيْمَانٍ دَخَلَ الْجَنَّةَ: مَنْ حَافِظٌ عَلَى الصَّلَوَاتِ الْخُمْسِ عَلَى وَهُوَ يَتَوَنَّنُ وَهُوَ كُوعُهُمْ وَسُجُودُهُمْ وَمَوَاقِفُهُمْ، وَصَامَ رَمَضَانَ، وَحَجَّ الْبَيْتَ إِنْ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا، وَأَعْطَى الزَّكَاةَ طَيِّبَةً بِهَا نَفْسُهُ، وَأَدَّى الْأَمَانَةَ" قَالُوا: يَا أَبَا الدَّرْدَاءِ، وَمَا أَدَاءُ الْأَمَانَةِ قَالَ: «الْفَسْلُ مِنَ الْخِطَابَةِ».

حضرت ابو الدرداءؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص پانچ چیزیں ایمان کے ساتھ لائے گا (یعنی جو شخص بھی تصدیق و ایمان کے ساتھ پانچ افعال پر محافظت کرے گا) جنت میں داخل ہوگا، ① جو شخص پانچوں نمازوں کی ان کے وضو اور رکوع و سجدہ اور ان کے اوقات کی محافظت کرتے، ② اور رمضان شریف کے روزے رکھے، ③ بیت اللہ کا حج کرے اگر اس کی طاقت رکھتا ہو، ④ اور زکاة ادا کرے خوش دلی کے ساتھ، ⑤ اور امانت ادا کرے۔ صحابہؓ نے سوال کیا اے ابو الدرداءؓ امانت ادا کرنے سے کیا مراد ہے، تو فرمایا کہ جنابت کا غسل کرنا۔

حَدَّثَنَا حَبِيبُ بْنُ شَرِيحٍ الْحَضْرَمِيُّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي سَلَيْمٍ الْأَخْطَانِيُّ، أَخْبَرَنِي أَبُو نَافِعٍ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: قَالَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسْتَبِ: إِنَّ أَبَا قَتَادَةَ بْنَ رِبْعِيٍّ أَخْبَرَنَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنِّي فَرَضْتُ عَلَى أُمَّتِكَ خُمْسَ صَلَوَاتٍ وَعَهْدْتُ وَعْدِي عَهْدًا أَكْفَهُ مَنْ جَاءَ يُحَافِظُ عَلَيْهِمْ لَوْ قُتِلَ أَوْ دَخَلَهُ الْجَنَّةَ وَمَنْ لَمْ يُحَافِظْ عَلَيْهِمْ فَلَا عَهْدَ لَهُ عِنْدِي».

حضرت ابو قتادہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ (اے محمد ﷺ) میں نے آپ ﷺ کی امت پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں، اور میں نے ایک عہد کر رکھا ہے کہ جو شخص ان پانچ نمازوں کو ان کے وقت کی رعایت کرتے ہوئے پابندی سے ادا کرے گا میں اس کو جنت میں داخل کروں گا، اور جو شخص ان نمازوں کی پابندی نہ کرے تو اس کیلئے میری کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔

سنن ابی داؤد - الصلاة (۴۳۰) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۱۴۰۴)

۱۲ - بَابُ إِذَا أَخَّرَ الْإِمَامُ الصَّلَاةَ عَنِ الْوَقْتِ

ترجمہ الباب کی تشریح: یعنی اگر امام نماز کو وقت مستحب کے نکل جانے کے بعد تاخیر سے پڑھے تو لوگوں کو کیا کرنا چاہئے؟ حدیث میں یہ بتلایا گیا ہے کہ ایسی صورت میں آدمی کو چاہئے کہ اپنی نماز علیحدہ وقت مستحب میں پڑھ لے

تو بہتر ہے اور اس کے بعد اگر مسجد پر گزر ہو تو مخالفت امام سے بچنے کے لئے مسجد میں بھی جماعت سے نماز پڑھ لے، یہ دوسری نماز نفل ہو جائے گی غرضیکہ امام پر تکبر اور اس کی مخالفت نہ کرے، دراصل نماز پڑھانا منصب ہے امام المسلمین کا یا جس کو وہ متعین کرے، نیز اسلامی ممالک میں مساجد کا انتظام حکومت کی طرف سے ہوتا ہے تو ایسی ہی صورت کے لئے حدیث میں یہ حکم فرمایا گیا ہے، اور ائمہ پر اعتراض کرنے سے منع کیا گیا ہے تاکہ ملکی نظام صحیح قائم رہ سکے اور فتنہ برپا نہ ہو اور اگر صورت حال یہ ہو کہ مساجد کا انتظام نصب امام وغیرہ اہل محلہ اپنے اختیار سے خود کرتے ہوں جیسا کہ آج کل ہمارے زمانہ میں تو پھر ظاہر ہے کہ اس کے لئے یہ حکم نہیں ہے۔

۴۳۱ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَبِي عُمَرَ بْنِ الْجَوِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الصَّامِتِ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَا أَبَا ذَرٍّ كَيْفَ أَنْتَ إِذَا كَانَتْ عَلَيْكَ أُمَرَاءُ يُحْيِيُونَ الصَّلَاةَ؟" - أَوْ قَالَ: يُؤَخِّرُونَ الصَّلَاةَ؟ - "فُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ فَمَا تَأْمُرُنِي، قَالَ: «صَلِّ الصَّلَاةَ لَوْ قُتِلَ فِيهَا لَنْ أَدْرَكَ كُنْهَافَهُمْ فَصَلِّهَا فَإِنَّهَا لَكَ ثَأْلَةٌ»

ابو ذر غفاری سے مروی ہے کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے ابو ذر تمہارا کیا حال ہوگا جب تم پر ظالم حکمران مسلط ہو گئے جو نماز کو ان کے وقت مستحب کے بعد پڑھیں گے راوی کہتا ہے کہ حضور ﷺ نے یحییون الصَّلَاةَ یا يؤخرون الصَّلَاةَ..... حضرت ابو ذر غفاری کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کہ آپ اس کے متعلق مجھے کیا حکم ارشاد فرماتے ہیں؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم نماز کو (ایسی صورت میں منفردا) اپنے وقت (مستحب) میں پڑھ لیں۔ پس اگر تم نے ان حکمرانوں کے ساتھ بھی اس نماز کو پالیا تو تم اس نماز کو ان کے ساتھ بھی پڑھ لینا کیونکہ یہ جماعت کے ساتھ پڑھی جانے والی نماز تمہارے لئے نفل (فرض سے زائد نماز) شمار ہوگی۔

صحیح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (۶۴۸) جامع الترمذی - الصلاة (۱۷۶) سنن النسائی - الإمامة (۷۷۸) سنن ابی داؤد - الصلاة (۴۳۱) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۱۲۵۶) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (۱۵۹/۵) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (۱۶۹/۵) سنن الدارمی - الصلاة (۱۲۲۷) سنن الدارمی - الصلاة (۱۲۲۸)

شرح الحديث: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ... يَا أَبَا ذَرٍّ كَيْفَ أَنْتَ إِذَا كَانَتْ عَلَيْكَ أُمَرَاءُ يُحْيِيُونَ الصَّلَاةَ؟ حضور ﷺ حضرت ابو ذر سے وہی بات ارشاد فرما رہے ہیں جو اوپر ترجمہ الباب میں مذکور ہے کہ اگر تم پر ایسے امراء مسلط و مقرر ہو جائیں، تو تم ایسی صورت میں کیا کرو گے۔

يُحْيِيُونَ الصَّلَاةَ کے بظاہر معنی نماز قضا کر دینے کے ہیں لیکن امام نوویؒ لکھتے ہیں کہ اس سے مراد قضا کر دینا نہیں بلکہ غیر وقت مستحب میں پڑھنا مراد ہے، انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ امراء سے نمازوں کا قضا کرنا منقول نہیں ہے، لیکن حافظ

ابن حجر اور علامہ عینی فرماتے ہیں کہ امامیہ صلاۃ کے ظاہری معنی نماز قضاء کرنے کے ہیں اور نیز بہت سے امراء بنو امیہ سے نماز کا قضا کرنا بلکہ ترک کرنا ثابت ہے چنانچہ حجاج بن یوسف اور اس کا امیر ولید بن عبد الملک نماز کو قضا کر دیتے تھے، (کذا فی القیض السماعی)۔

قوله: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ فَمَا قَامُؤُنِي: حضرت ابو ذرؓ نے عرض کیا کہ مجھے ایسے وقت میں کیا کرنا چاہیے؟ آپ ﷺ نے اس کے بارے میں ان کو ہدایت فرمادی لیکن واضح رہے کہ ابو ذر غفاریؓ کو اس کی نوبت نہیں آئی اس لئے کہ ان کی وفات حضرت عثمانؓ کے دور خلافت ۳۲ھ میں ہوئی ہے اس قسم کے امراء کے دور تک وہ زندہ نہیں رہے اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کو یہ تو معلوم تھا کہ آئندہ آنے والے زمانے میں اہل قسم کے امراء پیدا ہوں گے لیکن وقت کی صحیح تعیین آپ ﷺ کے علم میں نہیں تھی، اسی طرح احادیث الفتن میں بہت سی چیزیں ایسی مذکور ہیں جن کی آپ ﷺ نے پیشین گوئی فرمائی، لیکن وقت کی صحیح تعیین آپ ﷺ نہ فرما سکے کیونکہ علم غیب آپ ﷺ کو نہیں تھا جن امور کا علم اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عطا فرمایا وہ چیزیں آپ ﷺ کے علم میں آگئیں اور جن چیزوں کی اطلاع آپ ﷺ کو نہیں گئی آپ ﷺ ان سے ناواقف رہے۔

قوله: فَإِنَّهَا لَكَ ثَابِلَةٌ: یعنی یہ دوسری نماز جو جماعت سے پڑھی جائے گی تمہارے لئے نفل ہو جائے گی، یہاں پر چند بحثیں اور مسائل ہیں جن کا جاننا ضروری ہے۔

حدیث سے متعلق مسائل فقہیہ: البحث الاول: اعادۃ صلاۃ کی روایات جس طرح مصنفؒ نے یہاں بیان کی ہیں اسی طرح کی روایات آگے ابواب الامامة والجماعة میں بھی آرہی ہیں، یہ تکرار کیوں؟ جواب یہ ہے کہ اعادۃ صلاۃ کی نوعیت دونوں جگہ کی مختلف ہے آئندہ جو اعادہ کی روایات آرہی ہیں اس کی نوعیت یہ ہے کہ کسی شخص نے یہ سمجھ کر کہ مسجد میں جماعت ہو چکی اپنے گھر اور منزل میں منفرداً نماز پڑھ لی، لیکن بعد میں جب مسجد پر کو گزر ہوا تو معلوم ہوا کہ نماز ابھی تک نہیں ہوئی، لہذا ان دونوں قسم کی روایات و ابواب میں تکرار نہیں۔

البحث الثانی: اعادۃ تمام نمازوں کا ہو گا یا بعض کا مسئلہ مختلف فیہ ہے امام شافعیؒ و احمدؒ کے نزدیک تمام نمازوں کا اعادہ ہو گا البتہ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ مغرب کی نماز میں ایک رکعت کا اضافہ کیا جائے اور امام مالکؒ کے نزدیک مغرب کے علاوہ باقی چاروں نمازوں کا اعادہ کر سکتے ہیں اور حنفیہ کے نزدیک اصولاً اعادہ صرف دو نمازوں کا ہے ظہر اور عشاء اس لئے کہ یہ دوسری نماز نفل ہوگی اور نفل نماز فجر اور عصر کے بعد مکروہ ہے اور نماز مغرب کا اعادہ اس لئے نہیں کہ نفل نماز ثلاثی نہیں ہوتی بلکہ ثنائی ہوتی ہے یا رباعی، اور ایک رکعت کا اضافہ کرتے ہیں تو مخالفت امام لازم آتی ہے، لہذا ان کے یہاں صرف دو نمازوں کا اعادہ رہ گیا ظہر اور عشاء۔

البحت الثالث: ان دونوں نمازوں میں سے کون سی نماز فرض ہوگی اور کونسی نفل، ائمہ ثلاث جس میں حنفیہ بھی ہیں کے نزدیک پہلی نماز فرض اور دوسری نفل ہوگی، وعند المالکیۃ احد اھمالا علی التعیین والتعیین، مفوض الی اللہ تعالیٰ۔ ایسے ہی بعض شافعیہ کی رائے یہ ہے کہ جو کسی نماز زیادہ عمدہ اور کامل ہو وہ فرض ہے اور دوسری نفل ”الفرض اکملہما“ اور امام اوزاعی کے نزدیک جمہور کے مسلک کے برعکس ہے اول نماز نفل اور ثانی فرض، اور شعبی کا مسلک عجیب ہے کہ دونوں نمازیں فرض شمار ہوں گی۔

اس مسئلہ میں جمہور کی دلیل حدیث الباب ہے **قَالَهَا لَكَ نَافِلَةٌ**، نیز اس سے اگلی روایت میں آ رہا ہے **وَاجْعَلْ صَلَاتَكَ مَعَهُمْ سُبْحَةً** کہ جماعت سے جو نماز پڑھی اس کو نفل قرار دیے اور امام اوزاعی کی دلیل ابواب الجماعۃ میں جو روایات آ رہی ہے وہاں ایک روایت میں ہے **تَكُنْ لَكَ نَافِلَةٌ وَهَذِهِ مَكْتُوبَةٌ**، اس روایت میں بعد والی نماز کو فرض کہا جا رہا ہے، امام نوویؒ و بیہقی نے اس کا جواب یہ دیا ہے **هَذِهِ رَوَايَةٌ شَاذَةٌ مُخَالِفَةٌ لِلْعُقَاتِ**، اور یہ یہ کہا جائے کہ ہذا کا اشارہ بجائے اقرب کے بعد یعنی صلاۃ اول کی طرف ہے۔

حدیث الباب بظاہر حنفیہ کے خلاف ہے: اس کے بعد جاننا چاہئے کہ احادیث الباب میں مطلقاً اعادۃ صلاۃ کا حکم ہے جبکہ احناف کے نزدیک صرف دو نمازوں کا اعادہ ہو سکتا ہے کما سبق، لہذا یہ روایت حنفیہ کے خلاف ہے: ① جواب ہو سکتا ہے کہ یہ روایات بھی عن الصلوۃ فی الأوقات المکروہۃ سے پہلے کی ہوں، ② نفل کی ممانعت ان اوقات میں جب ہے جبکہ نماز پڑھنا اپنے اختیار سے ہو اور یہاں جو دوسری نماز نفل پڑھی جا رہی ہے مصلحت و ضرورت ہے والضرورات تبیح المحظورات ③ (قالہ علی الفایہ رحمہ اللہ تعالیٰ) الحمد للہ متعلقہ مباحث پورے ہو گئے۔

۴۳۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ دُحَيْمُ الدِّمَشْقِيُّ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، حَدَّثَنِي حَسَّانُ بْنُ عَطِيَّةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَابِطٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ الْأُدُومِيِّ، قَالَ: قَدِمَ عَلَيْنَا مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ الرَّحْمَنُ رَسُولُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْنَا، قَالَ: نَسِمْتُ تَكْبِيرًا مَعَ الْقَجْرِ رَجُلٌ أَجْشُ الصَّوْتِ، قَالَ: فَأَلْقَيْتُ عَلَيْهِ حَبْكِي فَمَا قَارَعْتُهُ حَتَّى دَفَنْتُهُ بِالشَّامِ مَيْتًا، ثُمَّ نَظَرْتُ إِلَى أَفْقِهِ النَّاسِ بَعْدَكَ فَأَتَيْتُ ابْنَ مَسْعُودٍ فَلَزِمْتُهُ حَتَّى مَاتَ، فَقَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «كَيْفَ بِكُمْ إِذَا أَتَتْ عَلَيْكُمْ أُمَرَاءُ يَصْلُونَ الصَّلَاةَ لَغَيْرِ مِيقَاتِهَا»، قُلْتُ: فَمَاذَا أُمُرِي إِنْ أَدْرَكَنِي ذَلِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: «صَلِّ الصَّلَاةَ لِمِيقَاتِهَا وَاجْعَلْ صَلَاتَكَ مَعَهُمْ سُبْحَةً».

عمر بن ميمون اودی کہتے ہیں کہ معاذ بن جبلؓ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ کے قاصد بن کر یمن تشریف لائے تو

① سنن ابی داؤد - کتاب الصلاة - باب فیمن صلی فی منزله ثم أدبرک الجماعة یصلی معهم ۵۷۷

② مرقاة المفاتیح شرح مشکاة الصابیح - ج ۲ ص ۲۸۵

میں نے فجر کی نماز کے وقت ان کی تکبیر کو سنا۔ اس آواز سے مجھے لگا کہ یہ ایک ایسے صاحب ہیں جن کی تیز آواز میں غنہ پایا جاتا ہے پس مجھے ان سے محبت ہو گئی اور میں پھر ان کے ساتھ ہی رہا۔ ایک کہ ملک شام میں ان کے انتقال کے بعد میں نے انہیں دفنایا پھر (ان کے انتقال کے بعد) میں نے غور کیا سب سے زیادہ فقیہ صحابی کون ہیں چنانچہ میں عبد اللہ بن مسعود کی خدمت میں حاضر ہوا اور پھر ان کی وفات تک ان کے ساتھ ہی رہا۔ عبد اللہ بن مسعود نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے ارشاد فرمایا: تمہارا کیا حال ہو گا کہ جب تم پر عالم حکمران مسلط ہو گئے جو نماز کے مستحب و رد کے علاوہ نماز پڑھائیں گے؟ تو عبد اللہ بن مسعود نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ اگر میں یہ وقت پاؤں تو آپ مجھے کیا حکم ارشاد فرماتے ہیں؟ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم نماز کو اس کے مستحب وقت میں پڑھ لینا اور ان حکمرانوں کے ساتھ پڑھی جانے والی نماز کو تم نفل بنالینا۔

سنن النسائي - الإمامة (٧٩٩) سنن أبي داود - الصلاة (٤٣٢) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (١٢٥٥) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٤٠٩/١) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٤٢٤/١) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٤٥٥/١)

حدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ دَحْيَمُ بْنُ مَشْقُوعٍ... قَوْلُهُ: قَدِمَ عَلَيْنَا مَعَاذُ بْنُ جَبَلٍ. مضمون حدیث یہ ہے کہ عمرو بن میمون کہتے ہیں کہ ہمارے یہاں یمن میں معاذ بن جبل تشریف لائے رسول اللہ ﷺ کے فرستادہ، حضرت معاذ یمن میں صبح کے وقت جب داخل ہو رہے تھے تو ذرا بلند آواز سے تکبیر اللہ اکبر کہتے ہوئے داخل ہوئے ان کی یہ صدا صبح کے وقت میں میں نے اپنے کان سے سنی حضرت معاذ کی آواز میں ذرا غنہ پایا جاتا تھا اپنی اسی آواز سے انہوں نے اللہ اکبر کہا اس آواز تکبیر کے سننے کا مجھ پر ایسا اثر ہوا کہ میرے قلب میں ان کی محبت واقع ہو گئی اور میں ان کا گردیدہ ہو گیا اور ہمیشہ ان کی محبت میں رہا اور ان سے کبھی جدائی اختیار نہیں کہ تا آنکہ میں نے ان کو اپنے ہاتھوں سے ملک شام میں دفن کیا، پھر میں نے سوچا کہ یہ تو چل بے اب کسی اور فقیہ صحابی کی صحبت اختیار کرنی چاہئے تاکہ باقی زندگی ان کے ساتھ رہ کر گزاری جاسکے تو میں نے صحبت کے لئے حضرت عبد اللہ بن مسعود کا انتخاب کیا اور میں انہیں سے چٹا رہا یہاں تک کہ ان کا بھی وصال ہو گیا، رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قُدَامَةَ بْنِ أَغْوَيْنَ، حَدَّثَنَا جَزِيرٌ، عَنْ مَنصُورٍ، عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ، عَنْ أَبِي الثَّوَلِيِّ، عَنْ ابْنِ أَبِي عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ الثَّوَلِيِّ، عَنْ مَنصُورٍ، عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ، عَنْ أَبِي الثَّوَلِيِّ الْجُمُصِيِّ، عَنْ أَبِي ابْنِ إِسْمَاعِيلَ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّمَا سَتَكُونُ عَلَيْكُمْ بَعْدِي أُمَرَاءُ تَشْغَلُكُمْ أَشْيَاءُ عَنِ الصَّلَاةِ لَوْ قِيَّتْهَا حَتَّى يَذْهَبَ وَكُفَّهَا فَصَلُّوا الصَّلَاةَ لَوْ قِيَّتْهَا». فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَصَلِّيَ مَعَهُمْ؟ قَالَ: «نَعَمْ، إِنْ شِئْتَ» - وَقَالَ سُفْيَانُ: إِنْ أَدْرَكَتْهَا مَعَهُمْ أَصَلِّيَ مَعَهُمْ؟ - قَالَ: «نَعَمْ، إِنْ شِئْتَ».

ترجمہ عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عنقریب میرے بعد تم پر ایسے حکمران مسلط ہونگے کہ ان کو ان کی مشغولیتیں نماز کو اس کے مستحب وقت پر ادا کرنے سے روک دیں گی پس تم لوگ نماز کو اس کے (مستحب) وقت پر (منفرداً) ادا کر لینا تو ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا میں امام کے ساتھ (باجامعت) نماز میں شریک ہو جاؤں؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر چاہو تو ان کے ساتھ شریک ہو جاؤ، سفیان راوی نے یہ الفاظ ذکر کئے کہ یا رسول اللہ اگر میں ان لوگوں کے ساتھ نماز باجماعت کو پالوں تو کیا میں ان کے ساتھ نماز ادا کروں؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر تم چاہو تو ان کے ساتھ نماز میں شریک ہو سکتے ہو۔

سنن ابی داؤد - الصلاة (۴۳۳) مسند احمد - باقی مسند الانصاف (۳۶۹/۵)

شرح الحديث حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قُدَامَةَ بْنِ أَغَثِينَ... قَوْلُهُ: عَنْ ابْنِ أُخْتِ عِبَادَةَ... يَهْ غُلَطٌ هُوَ صَحِيحٌ وَهُوَ جَوَّازٌ أَرَاهَا

ہے "عن ابن امرأۃ عبادۃ"۔

۴۳۴ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّلِبِيُّ السَّيِّ، حَدَّثَنَا أَبُو هَاشِمٍ يَعْنِي الزُّعْفَرَانِيَّ، حَدَّثَنِي صَالِحُ بْنُ غُبَيْدٍ، عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ وَقَّاصٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَكُونُ عَلَيْكُمْ أَمْرَاءُ مِنْ بَعْدِي يُؤَخِّرُونَ الصَّلَاةَ فَهِيَ لَكُمْ وَهِيَ عَلَيْهِمْ، فَصَلُّوا مَعَهُمْ مَا صَلُّوا الْقَبِيلَةَ»۔

ترجمہ قبیصہ بن وقاصؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عنقریب میرے بعد تم پر ایسے حکمران مسلط ہونگے جو نماز کو تاخیر سے پڑھیں گے پس یہ تاخیر سے پڑھی جانے والی نماز تمہارے لئے نفع اور ثواب کا باعث ہوگی اور ان حکمرانوں پر باعث مضرت اور نقصان ہوگی پس تم ان حکمرانوں کے ساتھ نماز ادا کرتے رہو جب تک کہ وہ قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے رہیں (جب تک وہ اسلام پر قائم رہیں)۔

شرح الحديث حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّلِبِيُّ السَّيِّ، قَوْلُهُ: فَهِيَ لَكُمْ وَهِيَ عَلَيْهِمْ: يَعْنِي جَوَّازٌ تَأْخِيرٌ عَنْ نَمَازٍ مِنْ بَعْدِي هُوَ نَفْعٌ وَهُوَ جَوَّازٌ أَرَاهَا اس میں کچھ حرج نہیں بلکہ تمہارے حق میں تو ان کے ساتھ پڑھنا ہی بہتر ہے (اس لئے کہ ہماری طرف سے تم کو ہدایت یہی ہے) وَهِيَ عَلَيْهِمْ اور یہ تاخیر والی نماز ان کے حق میں سراسر مضرت ہے اس لئے کہ ان کی یہ تاخیر اپنے اختیار اور غفلت سے ہے۔ قَوْلُهُ: فَصَلُّوا مَعَهُمْ مَا صَلُّوا الْقَبِيلَةَ: يَعْنِي تَمَّ ان کی اطاعت کرتے رہو ان کے ساتھ نمازیں پڑھتے رہو ان کی مخالفت علم بغاوت بلند مت کرو جب تک یہ امراء مسلمانوں کے قبلہ کی طرف نماز پڑھتے رہیں یعنی جب تک ان میں علامات اسلام پائی جائیں اور دائرۃ اسلام سے خارج نہ ہوں۔

۱۳۔ باب فی مَنْ نَامَ عَنِ الصَّلَاةِ أَوْ نَسِيَهَا

جب کوئی شخص کسی نماز سے سوتا رہ جائے یا بھول جائے تو (یہ نماز کب پڑھے؟) یعنی نماز کے وقت کوئی شخص سوتا رہ جائے یا نماز کو اس کے وقت میں پڑھنا بھول جائے تو ایسی صورت میں کیا حکم ہے، نیاں یا نوم سے نماز ساقط ہوتی ہے یا نہیں؟

واقعہ لیلۃ التعریس کے تعدد میں اختلاف علماء: اس باب میں مصنفؒ نے لیلۃ التعریس کا واقعہ متعدد صحابہ کی روایات اور مختلف طرق سے تفصیل کے ساتھ ذکر فرمایا ہے حضرات محدثین کے درمیان اس میں اختلاف ہو رہا ہے کہ یہ واقعہ صرف ایک بار پیش آیا یا متعدد بار، اصل ایک محدث ہیں ان کی رائے یہ ہے کہ اس میں تعدد نہیں صرف ایک مرتبہ پیش آیا جبکہ آپ ﷺ غزوہ خنین سے واپس ہو رہے تھے، اور اکثر محدثین جس میں قاضی عیاضؒ حافظ ابن حجرؒ، علامہ سیوطیؒ وغیرہ حضرات ہیں تعدد کے قائل ہیں ابن العربیؒ کی رائے یہ ہے کہ یہ واقعہ تین بار پیش آیا، ظاہر احادیث سے بھی تعدد ہی سمجھ میں آتا ہے اس لئے کہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ غزوہ خیبر کے سفر میں پیش آیا اور بعض میں حدیبیہ کا ذکر ہے اور بعض میں طریق تبوک اور بعض میں خنین کا، اور یہ سب روایات اسی کتاب سنن ابوداؤد میں آرہی ہیں، اسی طرح بعض روایات میں ہے سب سے پہلے بیدار ہونے والے ابو بکرؓ تھے اور بعض میں ہے کہ حضور ﷺ تھے اور بعض میں ہے کہ ذو خمر صحابی تھے، لہذا بغیر تعدد واقعہ تسلیم کئے جمع بین الروایات مشکل ہے۔

۴۳۵۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِئَ فَقَالَ مِنْ غَزْوَةٍ خَيْبَرٍ فَسَاءَ لَيْلَةٌ عَلَيَّ إِذَا أَذْرَكُنَا الْكَرَى عَرَسَ، وَقَالَ لِبِلَالٍ: «اَلَا لَنَا اللَّيْلُ» قَالَ: فَغَلَبَتْ بِلَالًا عَيْنَاهُ، وَهُوَ مُسْتَبِدٌّ إِلَى رَاحِلَتِهِ فَلَمْ يَسْتَيْقِظْ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا بِلَالٌ وَلَا أَحَدٌ مِنْ أَصْحَابِهِ حَتَّى إِذَا صَرَبَتْهُمْ الشَّمْسُ، فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْكَلَهُمْ اسْتِيقَاطًا، فَفَرَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «يَا بِلَالُ»، فَقَالَ: أَخَذَ بِنَفْسِي الَّذِي أَخَذَ بِنَفْسِكَ أَبِي أَنْتَ وَأُمِّي يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَأَتَاكَوْا رَوَّاجِلَهُمْ شَبِيثًا ثُمَّ تَوَقَّعْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَمَرَ بِلَالًا فَأَقَامَهُمُ الصَّلَاةَ وَصَلَّى بِهِمُ الصُّبْحَ، فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ قَالَ: «مَنْ نَسِيَ صَلَاةً فَلْيَصِلْهَا إِذَا ذَكَرَهَا فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَالَ: «أَوْكَلُ الصَّلَاةَ لِلَّذِي كَرَى»، قَالَ يُونُسُ: وَكَانَ ابْنُ شِهَابٍ يَقْرَأُهَا كَذَلِكَ، قَالَ أَحْمَدُ: قَالَ عُبَيْدَةُ: يَعْنِي عَنْ يُونُسَ فِي هَذَا الْحَدِيثِ «لِلَّذِي كَرَى»، قَالَ أَحْمَدُ: الْكَرَى التَّعَاسُ.

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ جب غزوہ خیبر سے مدینہ منورہ کی طرف واپس لوٹے تو آپ ﷺ نے ایک رات سفر میں گزاری (چلتے رہے) یہاں تک کہ ہمیں نیند آنے لگی پس آپ نے اس رات کے آخری حصے میں آرام کیلئے

ایک مقام پر پڑاؤ ڈالا اور حضرت بلالؓ سے فرمایا آج رات ہماری (جاگ کر) پہرہ داری کرنا پس حضرت بلالؓ کی آنکھیں بند ہو گئیں (وہ سو گئے) وہ اپنی سواری سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے پس جب سورج کی گرمی ان حضرات کو لگی تب ہی جا کر آپ ﷺ اور حضرت بلالؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ بیدار ہوئے پس سب سے پہلے بیدار ہونے والے آپ ﷺ تھے پس آپ ﷺ گھبرا گئے اور آپ ﷺ نے فرمایا اے بلال! (تم کیوں سو گئے تھے) تو حضرت بلالؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! جس ذات نے آپ ﷺ کو نیند عطا فرمائی اسی ذات نے مجھے بھی سلا دیا، میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا ہوں تو صحابہؓ نے اپنی سواریوں کی لگاموں کو کھینچا پھر آپ ﷺ نے وضو فرمایا اور حضرت بلالؓ کو حکم دیا تو انہوں نے صحابہؓ کے لئے صبح کی نماز کی اقامت کہی اور حضور ﷺ نے صحابہؓ کو نماز فجر پڑھائی پس جب آپ ﷺ نماز فجر سے فارغ ہو گئے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو آدمی کسی نماز سے غافل رہ جائے تو جب اسے وہ نماز یاد آئے تو اس نماز کو پڑھ لے کیونکہ اللہ پاک کا ارشاد گرامی ہے کہ نماز کو ادا کرو جب نماز یاد آجائے، یونس کہتے ہیں کہ ابن شہاب اسی طرح اَوَّلُ الصَّلَاةِ لِلَّذِي تَذَرِيْ بِرُحَاكَرَتِهِ تَحْتَهُ، مصنفؒ کے استاد احمد بن سالم نے عنینہ سے نقل کیا ہے کہ یونس نے اس حدیث میں لِلَّذِي تَذَرِيْ نقل کیا ہے احمد استاد کہتے ہیں کہ حدیث میں اصَابَهُمُ الْكُرَى میں الْكُرَى کے معنی اونگھنے کے ہیں۔

شرح الحدیث

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ... قَوْلُهُ: حَتَّى إِذَا أَدْرَكْنَا الْكُرَى نَعْرَسَ: أَدْرَكْنَا جَمْعَ تَكَلَّمَ كَا صَيْغُهُ نَحْنُ هِيَ بَلَكُمُ وَاحِدٌ مَذْكُورٌ كَا صَيْغُهُ هِيَ أَوْ نَا ضَمِيرٌ مَنْصُوبٌ مُتَّصِلٌ هِيَ جِيسَ حَدَّثَنَا وَخَبَرَنَا أَوَّلُ الْكُرَى تَرْكِبٌ فِي فَاعِلٍ هِيَ كَرِيءٌ كِي تَفْسِيرٌ آگے خود کتاب میں نَعَسَ آرہی ہے یعنی جب ہمیں نیند آنے لگی عرس تعریس کہتے ہیں مسافر کا چلتے چلتے آخر شب میں استراحت کے لئے نزول یعنی کسی منزل پر پڑاؤ ڈالنا تاکہ نماز کے وقت سے پہلے تھوڑی دیر آرام پالے اور پھر نشاط کے ساتھ نماز اداء کر سکے اسی کا نام تعریس ہے۔

قَوْلُهُ: وَقَالَ لِبَلَالٍ: «اَكْلًا لِّلَّيْلِ»: آپ ﷺ کا معمول تھا کہ جب آپ سفر میں کسی جگہ تعریس فرماتے تو رفقاء سفر میں سے کسی ایک کو جاگتے رہنے پر مامور فرما دیتے تاکہ وہ جاگ کر پورے قافلہ کی حفاظت و نگرانی کرتا رہے اور صبح ہونے پر نماز کیلئے دوسروں کو بیدار کر دے، آگے یہاں روایت میں یہ ہے کہ حضرت بلالؓ نے چونکہ بیدار رہنے کی ذمہ داری لی تھی تو انہوں نے یہ کیا کہ اپنی سواری کو بٹھا کر اس پر ٹیک لگا کر مشرق کی جانب اپنا رخ کر کے بیٹھ گئے تاکہ صبح صادق کی روشنی جو جانب مشرق سے نمودار ہوتی ہے وہ آنکھوں کے سامنے رہے، لیکن ہوا یہ کہ اتفاق سے انکی بھی آنکھ لگ گئی یہاں تک صبح صادق ہو کر نماز کا وقت بھی ختم ہو گیا اور سورج نکل آیا اس روایت میں یہ ہے کہ سب سے پہلے حضور ﷺ بیدار ہوئے اور آپ نے بلالؓ کو آواز دے کر فرمایا بلال صرف اتنا ہی فرمایا مطلب ظاہر تھا کہ یہ تم نے کیا کیا، اس پر انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان مجھے بھی اسی نے سلا دیا جس ذات نے آپ کو سلایا، اور بخاری کی

روایت میں یہ بھی ہے کہ انہوں نے عرض کیا کہ ایسی غیر اختیاری نیند مجھے کبھی نہیں آئی، سبحان اللہ! کیا خوب کیا کہ جواب میں کمال نیاز مندی و جاں نثاری کے ساتھ صاف اور بے تکلف اپنا عذر پیش کر دیا انکو یہ کہتے ہوئے کہ جس ذات نے آپکو سلایا اسی نے مجھ کو بھی سلایا کوئی تاثر اور آپکے ناراض ہونے کا اندیشہ نہ ہوا کیونکہ وہ آنحضرت ﷺ کے مزاج مبارک اور اخلاق عالیہ حق گوئی و حق پسندی کو خوب جانتے تھے کہ اس دربار میں حق ہی بات کہی جاتی ہے اور وہی سنی جاتی ہے بخاری شریف کی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے صریح الفاظ میں حضرت بلالؓ کا عذر قبول فرمایا: إِنَّ اللَّهَ قَبِيضٌ أَمْوَاحُكُمْ حِينَ شَاءَ وَرَدَّهَا عَلَيْكُمْ حِينَ شَاءَ^۱، اس پر بندہ کو محمود و ایاز کا قصہ یاد آ جاتا ہے گراں قیمت جوہر کے تُوڑ دینے کا جو ایاز نے بادشاہ سلامت کے حکم پر فوراً تُوڑ دیا تھا اور پھر انہوں نے سوال کیا کہ تم نے یہ کیا کیا تو اس پر ایاز نے آداب شاہی کے مناسب دستہ بستہ ہو کر عرض کیا کہ مجھ سے قصور ہو گیا معافی چاہتا ہوں اس واقعہ کو لوگ اگرچہ ایاز کے مناقب میں شمار کرتے ہیں لیکن حضرت بلالؓ کے طرز عمل میں جو صداقت و صفائی ہے وہ اس میں کہاں کمالاً عیسیٰ، یہی وہ واقعہ ہے جو لیلة التمریس کے نام سے مشہور ہے جس پر حضور ﷺ اور پورے قافلے کی صبح کی نماز قضا ہو گئی تھی۔

قوله: وَأَمَرَ بِلَالًا فَأَقَامَهُ لَهْمُ الصَّلَاةِ: اس موقع پر آپ ﷺ نے صبح کی نماز یا جماعت اداء فرمائی اذان و اقامت کے بارے میں روایات مختلف ہیں بعض میں دونوں کا ذکر ہے جیسا کہ آگے روایت میں آ رہا ہے اور بعض میں صرف اقامت کا جیسا کہ اس حدیث میں اور مسئلہ بھی مختلف ہے۔

قضاء نماز کیلئے جماعت اور اذان و اقامت میں اختلاف: حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک فاسد نماز کے لئے اذان و اقامت دونوں ہیں اور امام شافعیؒ کا قول قدیم بھی یہی ہے اور وہی ان کے اصحاب کے نزدیک رائج ہے اور ان کا قول جدید یہ ہے کہ فاسد کیلئے صرف اقامت ہے اذان نہیں اور یہی مذہب ہے امام مالکؒ کا، نیز اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ قضاء نماز کے لئے بھی جماعت مستنون ہے جیسا کہ جمہور اور ائمہ اربعہ کا مذہب ہے اس میں لیث بن سعد کا اختلاف ہے وہ اس کے قائل نہیں، امام بخاریؒ نے قضا نماز کے لئے جماعت کا مستقل باب باندھا ہے اور اس میں یہی حدیث ذکر فرمائی ہے مَنْ نَسِيَ صَلَاةً فَلْيُصَلِّ إِذَا ذَكَرَهَا لَا كَفَّارَةَ لَهَا إِلَّا ذَلِكَ { وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي } [الذِّكْرِي]^۲ یعنی جو شخص نماز کو بھول جائے تو اس کو چاہئے کہ جس وقت نماز یاد آئے اسی وقت اس کو پڑھ لے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ نماز قائم کرو اس کے یاد آنے کے وقت^۳۔

① صحیح البخاری - کتاب مواقیب الصلاة - باب الأذان بعد ذهاب الوقت ۵۷۰

② اور نماز قائم رکھ میری یاد گاری کو (سورۃ طہ ۴۱)

③ صحیح البخاری - کتاب مواقیب الصلاة - باب من نسي الصلاة فليصل إذا ذكرها ولا يعيد إلا تلك الصلاة ۵۷۲

یہاں پر دو قرأتیں ہیں ایک لئذ کبریٰ یا منکلم کے ساتھ دوسری للذ کبریٰ مذکور در اصل مصدر ہے اور الف لام اس میں مضاف الیہ کے عوض میں ہے اور لام بمعنی وقت ہے لہذا للذ کبریٰ کے معنی ہوئے وقت ذکر الصلاة کہ جس وقت نماز یاد آئے، یہاں پر روایت میں بھی دوسری قرأت منقول ہے اور اسی سے تقریب ① بھی تام ہو سکتی ہے، پہلی قرأت یہاں منطبق نہیں ہوتی جیسا کہ ظاہر ہے۔

حدیث سے متعلق مسائل فقہیہ واختلاف علماء: اس حدیث میں چند مسئلے ہیں جس میں سے بعض ابھی گزرے اور بعض باقی ہیں:

① قضاء الصلوة فی الأوقات المنہیة: ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جائز ہے اور حنفیہ کے یہاں اس میں تفصیل ہے وہ یہ کہ اوقات منہیہ دو قسم کے ہیں ایک وہ جن میں مطلقاً نماز پڑھنا جائز نہیں نہ قضاء نہ نفل وہ تین ہیں، طلوع، غروب، وقت الاستواء، اور دو وقت ایسے ہیں جن میں نوافل ممنوع اور قضاء نماز جائز ہے، یعنی بعد العصر والفجر۔

② دوسرا مسئلہ ترتیب بین الوقتیة والفائتہ ہے: چنانچہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک یہ ترتیب واجب ہے کہ پہلے قضاء نماز پڑھی جائے اس کے بعد وقتیہ، امام شافعیؒ اور ظاہریہ کا اس میں اختلاف ہے ان کے یہاں یہ ترتیب واجب نہیں لیکن جمہور کے نزدیک یہ ترتیب کثرت فوائت سے ساقط ہو جاتی ہے اور کثرت کے مصداق میں اختلاف ہے بعض علماء کے نزدیک حد قلت چار نمازوں تک ہے اگر پانچ ہو جائیں تو وہ کثیر ہیں اور حنفیہ کا مسلک یہ ہے کہ پانچ تک قلیل ہیں اس سے زائد کثیر ہیں، نیز اس میں بھی اختلاف ہے کہ ضیق وقت سے ترتیب ساقط ہو جاتی ہے یا نہیں اکثر کے نزدیک ساقط ہو جاتی ہے اور مالکیہ کے یہاں نہیں البتہ نسیان سے سب کے یہاں ساقط ہو جاتی ہے جمہور علماء جو وجوب ترتیب کے قائل ہیں وہ دلیل میں پیش کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کی غزوہ خندق میں چار نمازیں فوت ہوئی تھیں تو آپ ﷺ نے ان کو ترتیب کے ساتھ اداء فرمایا تھا، نیز ایک دوسرے موقع پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے صَلُّوا کَمَا تَمْنَوْنَ اِنْ تَمْنَوْنَ اَصْلٰی ③۔

⑤ یہاں ایک مسئلہ اور ہے وہ یہ کہ حدیث الباب تو یہ ہے مَنْ نَسِيَ صَلَاةً، لیکن اگر کوئی قصد نماز کو اس کے وقت میں نہ پڑھے تو اس صورت میں بھی قضا واجب ہے یا نہیں؟ جمہور علماء ائمہ اربعہ کہتے ہیں کہ اس صورت میں قضاء بطریق اولیٰ واجب ہے جب نسیان سے نماز ساقط نہیں ہوتی جو کہ اکثر مسائل میں عذر شرعی قرار دیا گیا ہے تو پھر عمد اترک کی صورت میں تو کوئی عذر بھی نہیں اس میں قضا کیوں واجب نہ ہوگی اور یہ وجوب بطریق دلالة النص ہو گا نہ بطریق قیاس، ظاہریہ کا اس میں اختلاف ہے اور شیخ ابن تیمیہ کا میلان بھی اسی طرف ہے وہ فرماتے ہیں کہ حدیث میں نسیان کی قید ہے لہذا عمد اترک کی

① دلیل کا دعویٰ پر انطباق، ۱۲

② صحیح البعاری - کتاب الاذان - باب الاذان للمساہر اذا كانوا جماعة والإقامة وكذلك بعرفة الخ ۶۰

صورت میں قضا واجب نہ ہوگی گویا بعد از ترک کرنا ایسا شدید جرم ہے جس کی تلافی ممکن نہیں، منہل میں لکھا ہے کہ بعض صحابہ بھی اسی کے قائل تھے جیسے، عمر، اور عبد اللہ بن عمر، سعد ابن ابی وقاص، ابن مسعود، سلمان فارسی رضی اللہ عنہم۔

۴۲۶ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبُوَان، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الشَّيْبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، فِي هَذَا الْحَدِيثِ، قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «تَحَوَّلُوا عَنْ مَكَانِكُمْ الَّذِي أَصَابَتْكُمْ فِيهِ الْعَقْلَةُ»، قَالَ فَأَمَرَ بِلَالًا قَائِدًا وَأَقَامَ وَصَلَّى، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ مَالِكٌ، وَشُعَيْبَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، وَالْأَوْزَاعِيُّ، وَعَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، وَابْنِ إِسْحَاقَ ثُمَّ يَنْكُرُ أَحَدُ مِنْهُمْ الْأَذَانَ فِي حَدِيثِ الزُّهْرِيِّ هَذَا، وَلَمْ يُسَمِّهِمْ أَحَدًا إِلَّا الْأَوْزَاعِيَّ، وَأَبَانَ الْعَطَّارَ، عَنْ مَعْمَرٍ.

حضرت ابو ہریرہؓ سے گزشتہ حدیث والا واقعہ مروی ہے اس میں یہ اضافہ ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس جگہ تمہیں غفلت لاحق ہوئی ہے اس جگہ ہے تم لوگ نفل چلو پس (دوسری جگہ جا کر) آپ ﷺ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا تو انہوں نے اذان و اقامت کہی پس آپ ﷺ نے نماز ادا فرمائی۔ امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ امام مالک، سفیان بن عیینہ، امام اوزاعیؒ اور عبد الرزاق نے معمر اور ابن اسحاق سے اس حدیث کو روایت کیا ہے ان راویوں میں سے کسی نے زہری کی حدیث میں اذان دینے کا ذکر نہیں کیا اور اس روایت کو حضرت ابو ہریرہؓ سے مستنداً نقل کرنے والے صرف امام اوزاعیؒ ہیں اور ابان بن عطار نے بھی معمر سے اس کو مستنداً نقل کیا ہے۔

صحیح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (۶۸۰) جامع الترمذی - تفسیر القرآن (۳۱۶۳) سنن النسائی - المواقیب (۶۱۸) سنن النسائی - المواقیب (۶۱۹) سنن النسائی - المواقیب (۶۲۰) سنن النسائی - المواقیب (۶۲۳) سنن أبي داود - الصلاة (۴۳۵) سنن ابن ماجه - الصلاة (۶۹۷) موطأ مالك - وفوت الصلاة (۲۵)

شرح الحديث حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ... قَوْلُهُ: تَحَوَّلُوا عَنْ مَكَانِكُمْ الَّذِي أَصَابَتْكُمْ فِيهِ الْعَقْلَةُ: یعنی آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس وادی سے نکلو کہ جس میں تم کو غفلت لاحق ہوئی اور مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے فَإِنَّ هَذَا امْتَزَلُ حَضَرَ نَافِيهِ الشَّيْطَانُ کہ اس منزل میں ہمارے پاس شیطان آگیا۔

اس وادی سے تحول و انتقال کا سبب: جمہور علماء یہ کہتے ہیں کہ اس وادی سے منتقل ہونے کی وجہ یہ تھی جو اس حدیث میں مذکور ہے اور وہ وجہ نہیں تھی جو حنفیہ بتاتے ہیں کہ طلوع شمس کے وقت قضا نماز جائز نہیں اس لئے آپ ﷺ آگے بڑھے تھے، لیکن ہم یہ کہتے ہیں ایک فعل کی مختلف مصلحتیں ہو سکتی ہیں، اس سلسلہ کی روایات کے الفاظ کو دیکھنا چاہئے، چنانچہ بعض روایات میں ہے فَلَمَّا انْزَلَتْ الشَّمْسُ وَابْيَاضَتْ قَامَ فَصَلَّى^۱، اور ایک روایت میں ہے فَأَمَرَ بِلَالًا قَائِدًا وَصَلَّى تَرْتَعَيْنِ ثُمَّ انْتَظَرَ حَتَّى اسْتَعْلَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ أَمَرَ فَأَقَامَ فَصَلَّى بِهِمْ^۲، اب آپ ان الفاظ میں غور

۱ صحیح البخاری - کتاب مواقیب الصلاة - باب الأذان بعد دهاب الوقت ۵۷۰

۲ السنن الكبرى للبيهقي - کتاب الصلاة - باب الأذان والإقامة للفاطمة ۱۸۹۸ (ج ۱ ص ۵۹۴)

فرمائے کہ جو بات ہم کہہ رہے ہیں وہ ہے کہ نہیں یہ مضمون ہم ”من ادرک رکعة من الفجر فقد ادرک الصبح“ حدیث کے ذیل میں بھی بیان کر چکے ہیں۔

قوله: قَالَ فَأَمَرَ بِلَالًا فَأَذَّنَ وَأَقَامَ: اس روایت میں اذان و اقامت دونوں مذکور ہیں جیسا کہ حنفیہ و حنابلہ کا مذہب ہے اور اس سے پہلی روایت میں صرف اقامت کا ذکر تھا۔

شرح السند: قَالَ ابوداؤد: رَوَاهُ مَالِكُ الْح: مصنف اسی اذان و اقامت کے اختلاف کو بیان کر رہے ہیں کہ زہری کے اکثر تلامذہ نے اس روایت میں زہری سے صرف اقامت کو ذکر کیا ہے، جیسے مالک، سفیان بن عیینہ، اوزاعی، معمر، ابن اسحاق، لہذا رائج اس روایت میں عدم ذکر اذان ہے۔

واضح رہے کہ اوپر جو زہری کی روایت گزری ہے جس میں اذان و اقامت دونوں مذکور ہیں اس میں زہری سے روایت کرنے والے معمر ہیں اور معمر کا نام مصنف نے ان لوگوں کے ساتھ بھی ذکر کیا جن کی روایت میں ذکر اذان نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ دراصل معمر کی روایتیں دو ہیں ایک میں ان کے شاگرد ابان ہیں اور دوسری میں عبدالرزاق، ابان کی روایت جو معمر سے ہے اس میں ذکر اذان ہے اور عبدالرزاق کی روایت میں اذان کا ذکر نہیں اسی لئے مصنف نے فرمایا عبدالرزاق عن معمر، خوب سمجھ لیجئے۔

قوله: وَلَمْ يُسَيِّدْ مِنْهُمْ أَحَدًا الْح: یہاں سے دوسرا اختلاف بیان کر رہے ہیں وہ یہ کہ بعض روایۃ اس حدیث کو مرسلان بغیر ذکر ابو ہریرہ کے اور بعض مسند آذکر ابو ہریرہ کے ساتھ بیان کرتے ہیں اور مسند اروایت کرنے والوں میں سے ایک معمر ہیں جن کی روایت اوپر متن میں گزری، دوسرے اوزاعی ہیں۔

مستدل حنفیہ پر مصنف کا نقد اور اس کا جواب: دراصل مصنف کا مقصد یہ ہے کہ یہ حدیث جس میں اقامت کے ساتھ اذان مذکور ہے یہ ضعیف اور مضطرب ہے چنانچہ پہلے کہہ چکے ہیں کہ زہری کے اکثر تلامذہ نے اذان کو ذکر نہیں کیا اور دوسرا اختلاف یہ بیان کر رہے ہیں کہ اس حدیث کو بعض نے مرسلان اور بعض نے مسند آذکر کیا، لہذا یہ حدیث مضطرب ہوئی اس کا جواب اصولاً ہماری طرف سے یہ ہے کہ حدیث کا رفع ارسال کے مقابلہ میں بمنزلہ زیادہ کے ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ زیادہ ثقہ معتبر ہے اور اس حدیث کو مسند نقل کرنے والے جو راوی ہیں وہ ثقہ ہیں (قالہ الزرقانی) واللہ تعالیٰ اعلم۔

۴۲۷ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ ثَابِتِ بْنِ الْبُنَانِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ رِبَاحٍ الْأَنْصَارِيِّ، حَدَّثَنَا أَبُو كَثَادَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي سَفَرٍ لَهُ فَمَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمِلَّتْ مَعَهُ، قَالَ: «انْظُرْ»، فَقُلْتُ: هَذَا رَاكِبٌ، هَذَانِ رَاكِبَانِ، هَؤُلَاءِ ثَلَاثَةٌ، حَتَّى صِرْنَا سَبْعَةً، فَقَالَ: «احْفَظُوا عَلَيْنَا صَلَاتَنَا» - بِغَيْرِ صَلَاةِ الْفَجْرِ - فَصُرِبَ عَلَيَّ

أَذَاهُمْ فَمَا أَبْقَاهُمْ إِلَّا خَرُّ الشَّمْسِ فَقَامُوا قَسَامُوا أَهْلِيَّةً ثُمَّ نَزَلُوا فَتَوَضَّعُوا وَأَذَنَ بِلَالٍ فَصَلُّوا كَعَتَّى الْفَجْرِ، ثُمَّ صَلُّوا الْفَجْرَ وَرَكِبُوا، فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ: قَدْ فَرَّطْنَا فِي صَلَاتِنَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّهُ لَا تَقْرِيضُ فِي التَّوْمِ، إِنَّمَا التَّقْرِيطُ فِي الْبَقْعَةِ فَإِذَا سَهَا أَحَدُكُمْ عَنْ صَلَاةٍ فَلْيَصِلْهَا حِينَ يَذْكُهَا وَمِنْ الْقَدِّ لِلْوَقْتِ».

شرح ابو قتادہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ اپنے ایک سفر میں تھے پس آپ ﷺ راستہ سے ایک طرف کو ہٹ گئے تو میں بھی راستہ سے ہٹ کر آپ کے ساتھ ہو لیا پس حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا ابو قتادہ دیکھو (کچھ اور ساتھی بھی آرہے ہیں) تو میں نے عرض کیا یہ ایک سوار آرہا ہے، یہ دو سوار آرہے ہیں، یہ تین سوار آرہے ہیں یہاں تک کہ ہم سات افراد ہو گئے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہماری نماز کا دھیلان رکھو نماز سے مراد نماز فجر ہے..... پس صحابہ پر نیند طاری ہو گئی اور سورج کی تیش اور گرمی سے وہ بیدار ہوئے پس صحابہ کرام نے تھوڑا بہت سفر کیا پھر ایک مقام پر اترے اور انہوں نے وضوء کیا اور حضرت بلال نے اذان دی پس صحابہ نے فجر کی سنتیں ادا کیں پھر نماز فجر پڑھی اور اپنی ساریوں پر سوار ہو گئے بعض صحابہ نے دوسرے صحابہ سے کہا کہ ہم نے اپنی نماز میں کوتاہی برتی ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا سوتے میں نماز رہ جانے میں کوئی کوتاہی نہیں۔ کوتاہی تو اس وقت ہوتی ہے جب آدمی جاگتے ہوئے نماز نہ پڑھے (اس کوتاہی پر بندہ سے مواخذہ اور پکڑا کر کرتی ہے) پس تم میں سے کوئی شخص جب نماز کو بھول جائے تو جس وقت اسے یاد آئے اس وقت میں اس نماز کو پڑھ لے اور اگلے دن اس نماز کو اس کے وقت پر ادا کرنے کا اہتمام کرے۔

شرح الحدیث حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ: آپ کو شاید یاد ہو اوائل کتاب میں جب اسی قسم کی سند آئی تھی تو ہم نے بتایا تھا کہ موسی بن اسماعیل جب حماد سے روایت کرتے ہیں تو اکثر و بیشتر اس سے حماد بن سلمہ مراد ہوتے ہیں، موسی بن اسماعیل حماد بن زید سے قلیل الروایہ ہیں یہاں پر حماد سے حماد بن زید ہی مراد ہیں جیسا کہ بعض نسخوں میں اس کی تصریح بھی ہے ویسے فی نفسہ یہ روایت حماد بن سلمہ اور زید دونوں ہی سے ہے، کما فی البذل ①۔

قوله: فَمَالِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمِلْكُ مَعَهُ: اس کی شرح کی اگرچہ یہاں حاجت نہیں اس لئے کہ اس طرح کا لفظ باب المسح علی الخفين کی روایت میں آچکا، جس کے لفظ یہ تھے عَدَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَنَا مَعَهُ فِي غَزْوَيْكَ قَبْلَ الْفَجْرِ، فَعَدَلْتُ مَعَهُ ②، اس کی توضیح ہم وہاں کر چکے ہیں۔

شرح الحدیث: جس کا حاصل یہ ہے کہ پہلے زمانہ میں اونٹ سوار مسافروں کے جو قافلے چلتے تھے وہ قطار باندھ کر چلتے تھے اگر کسی شخص کو ان میں سے استغناء وغیرہ کی ضرورت پیش آتی تو وہ اپنی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے قطار اور

① بذل المجہود فی حل ابی داود - ج ۳ ص ۲۰۰

② سنن ابی داود - کتاب الطہارۃ - باب مسح علی الخفين ۱۴۹

لائن سے باہر نکل آتا دوسرے قافلے والے بدستور چلتے رہتے پھر وہ شخص اپنی ضرورت سے فارغ ہو کر یا تو کوشش کر کے آگے بڑھ کر اسی قافلہ میں شامل ہو جاتا یا اگر کچھ ساتھی پیچھے آ رہے ہوں تو ان کا انتظار کر کے ان میں مل جاتا، چنانچہ یہاں آگے روایت میں آرہا ہے قال: «انظروا»، فقلت: هذا انا، هذان اسيبان الخ یعنی آپ ﷺ نے ابو قتادہ سے فرمایا کہ دیکھو پیچھے سے کچھ ساتھی آ رہے ہیں یا نہیں تو یہ غور سے دیکھنے لگے تو ان کو دور سے آتا ہوا ایک سوار نظر آیا انہوں نے کہا ہاں یا رسول اللہ ایک ساتھی آ رہا ہے پھر ایک اور نظر آیا تو یہ کہنے لگے کہ اب آنے والے دو ہو گئے اس طرح ہوتے ہوتے کل سات نفر ہو گئے، بذیل^۱ میں اس کلام کی تشریح اسی طرح کی ہے لیکن ابن رسلان نے دوسری^۲ طرح کی ہے غرضیکہ آپ ﷺ نے پڑاؤ ڈالنے کا ارادہ فرمایا اور فرمایا کہ نماز کا خیال رکھنا ایسا نہ ہو کہ سوتے رہ جائیں۔

قوله: فخصرب على اذانهم الخ: یہ لفظ کنایہ ہے نوم سے یعنی وہ سب نماز کے وقت سوتے رہ گئے لفظی ترجمہ تو اس کا یہ ہے کہ ان کے کانوں پر پردے ڈال دیئے گئے جس سے وہ کان آوازیں نہ سن سکیں اور یہ کیفیت آدمی کی نیند ہی میں ہوتی ہے کہ کسی کی آواز نہیں سنا اسی طرح قرآن کریم میں بھی ہے: فَصَرَبْنَا عَلَى الْكُفَّهِ سَيِّئِينَ عَذَابًا^۳۔

قوله: فَصَلُّوا لَكُمْ عَنَّا الْقُبُورِ: اس سے معلوم ہوا کہ صبح کی سنتوں کی قضاء ہے، چنانچہ امام محمدؒ اور شافعیہ وغیرہ کے نزدیک قضاء مطلقاً ہے اور شیخین (ابو حنیفہؒ و ابو یوسفؒ) کے نزدیک صبح کی سنتوں کی قضاء مستقلاً نہیں بلکہ تبعاً للفرض ہے، منہل میں لکھا ہے کہ امام مالکؒ کے نزدیک تو قضاء نہیں لیکن علماء مالکیہ کے نزدیک ہے۔

قوله: إِنَّهُ لَا تَقْرِيطُ فِي النَّوْمِ، إِنَّمَا التَّقْرِيطُ فِي الْبَيْتَةِ: نماز کے قضاء ہونے کی بناء پر صحابہ افسوس کرنے لگے اور آپس میں کہنے لگے کہ ہم سے نماز کے بارے میں بڑی تقصیر اور کوتاہی ہوئی اس پر آپ ﷺ نے ان حضرات کی تسلی کیلئے ارشاد فرمایا۔

شرح الحديث: کہ حالت نوم میں تفریط نہیں ہوتی، تفریط بیداری کی حالت میں ہوتی ہے کہ باوجود آدمی بیدار ہونے کے نماز کو قضا کر دے ہاں البتہ اسباب نوم کے اعتبار سے تفریط فی النوم ہو سکتی ہے مثلاً کوئی شخص نماز کے وقت کے قریب لیٹ کر ارادۂ سو جائے اور کسی بیدار کرنے والے کا بھی بندوبست نہ کرے اس صورت میں یقیناً اسکی طرف سے تفریط پائی گئی ایسے ہی کسی شخص کو اپنی عادت معلوم ہے کہ بغیر دوسرے کے بیدار کئے وہ نماز کے وقت اٹھ نہیں سکتا تو

۱ بذیل المنجود فی حل ابی داود - ج ۳ ص ۲۵۶

۲ شارح ابن رسلان نے اس کلام کی شرح مسلم کی روایت مفصلہ کے پیش نظر اس طرح نہیں کی بلکہ انہوں نے اس کے معنی یہ بیان کیے ہیں کہ حضور ﷺ جبکہ سواری پر سوار ہو کر چل رہے تھے تو آپ ﷺ کو اونگھ آنے لگی، جس کی وجہ سے آپ ﷺ سواری پر بیٹھے بیٹھے ایک طرف کو جھکنے لگے جیسے گر رہے ہوں، ابو قتادہ آپ ﷺ کے خادم جو ساتھ تھے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو کوئی کہنی سے روک لیا جس سے آپ ﷺ سواری پر سیدھے ہو گئے۔

۳ پھر تھپک دیئے ہم نے ان کے کان اس کھوہ میں چند برس گنتی کے (سورۃ الکہف ۱۱)

اس کو چاہئے کہ اپنے بیدار ہو کر نیک نظم کرے ورنہ یہ اس کی طرف سے تفریط ہوگی خوب سمجھ لیجئے۔

حدیث کی تشریح اور تاویل: قولہ: **وَمِنْ الْعَدَالَةِ** اس جملہ کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک وہ جو من حیث الاصول صحیح ہے اور دوسرا وہ جو غلط ہے، ① صحیح مطلب یہ ہے کہ اگر کسی دن آدمی کی نماز نسیان یا نوم کی وجہ سے قضا ہو جائے تو جس وقت آیا دے اس کو فوراً پڑھ لے لیکن ایسا نہ ہو کہ کل آئندہ بھی اسی طرح نماز قضا کر دے بلکہ اگلے روز اس نماز کو وقت پر پڑھے گویا مطلب یہ ہے کہ روز روز نماز قضا نہیں ہونی چاہئے کسی روز اتفاقاً ہو گئی تو کوئی حرج نہیں، اور ② دوسرا مطلب جو غلط ہے وہ یہ ہے کہ آج جو نماز قضا ہو جانے کی وجہ سے بے وقت پڑھی ہے آئندہ کل اس کو دوبارہ اس کے وقت میں پڑھے، اس مطلب کی تائید اگلی روایت سے ہوتی ہے جس کے لفظ یہ ہیں **فَلْيَقْضِ مَعَهَا مِثْلَهَا**، لیکن یہ روایت ثانیہ وہم ہے اس کی سند میں ایک راوی ہیں خالد بن سمیران سے یہ وہم ہوا ہے اسی لئے امام بخاریؒ نے باب باندھا ہے: **باب مَنْ نَسِيَ الصَّلَاةَ فَلْيَصِلْ إِذَا ذَكَرَهَا وَلَا يَعِدْ إِلَّا تِلْكَ الصَّلَاةَ** امام بخاریؒ نے اس ترجمہ الباب میں تصریح فرمائی ہے کہ نماز کا اعادہ نہیں ہوگا، شرح بخاری لکھتے ہیں کہ امام بخاریؒ کی غرض ابو داؤد کی اس روایت کے رد کی طرف اشارہ ہے جس میں **إِعَادَةُ صَلَاةٍ** کا امر ہے بلکہ نسیان کی ایک حدیث میں بروایت عمران بن حصینؒ یہ ہے کہ بعض صحابہ نے آپ ﷺ سے دریافت کیا **أَلَا تَقْضِيهَا مَوْقِفَهَا مِنَ الْعَدَا؟** کہ کیا اس نماز کو دوبارہ آئندہ کل اس کے وقت میں نہ پڑھ لیں اس پر آپ ﷺ نے فرمایا **... يَتَهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الرِّبَا وَيَأْخُذُ مِنْكُمْ** ① نہیں، اللہ تعالیٰ سود سے بندوں کو تو منع کرتے ہیں اور تم سے سود لیں گے، نیز خود ابو داؤد کی ایک روایت میں آگے آ رہا ہے **فَلْيَصِلْهَا إِذَا ذَكَرَهَا**، **لَا تَقْضَاهَا إِلَّا ذَلِكَ** ②، اس سب سے یہ بات معلوم ہوئی کہ پہلا ہی مطلب صحیح ہے، امام خطابیؒ نے اس جملہ سے پریشان ہو کر یہ فرمادیا تھا کہ شاید اعادہ کا حکم استحباب کے طور پر ہو ③، لیکن یہ بھی درست نہیں اول تو اس لئے کہ دوسری روایات کے خلاف ہے، دوسرے اس لئے کہ اہل علم میں سے کوئی اعادہ کے استحباب کا قائل نہیں ہے۔

— ٤٣٨ — **حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ نَصْرِ، حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ، حَدَّثَنَا الْأَسْوَدُ بْنُ شَيْبَانَ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ سُمَيْرٍ، قَالَ: قَدِمَ عَلَيْنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَبَاحٍ الْأَنْصَارِيُّ، مِنَ الْمَدِينَةِ وَكَانَتْ الْأَنْصَارُ تُفْقِئُهُ، فَحَدَّثَنَا قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيُّ قَائِمًا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَيْشَ الْأَمْوَاءِ - بِهَذِهِ الْقِصَّةِ - قَالَ: فَلَمْ نُوقِظْنَا إِلَّا الشَّمْسُ طَالِعَةً فَقُمْنَا وَهَلِينَا لِصَلَاتِنَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مُؤَيَّدًا مُؤَيَّدًا»، حَتَّى إِذَا تَعَالَتِ الشَّمْسُ، قَالَ**

① فتح الباری شرح صحیح البخاری - ج ۲ ص ۷۱

② سنن ابی داؤد - کتاب الصلاة - باب فی من نام عن الصلاة، أو نسیها ۴۴۲

③ معالم السنن - ج ۱ ص ۱۳۹

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: «مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَزْكُمُ كَعَمِي الْقَجْرَ فَلْيُزْكُمُهَا». فَقَامَ مَنْ كَانَ يَزْكُمُهَا وَمَنْ لَمْ يَكُنْ يَزْكُمُهَا فَزَكَّهَهَا ثُمَّ أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُتَادَى بِالصَّلَاةِ فَكَوَدِيَ بِهَا فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى بِنَا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ: «أَلَا إِنَّا لَنَحْمَدُ اللَّهَ أَنَّا لَمْ نَكُنْ فِي شَيْءٍ مِنْ أُمُورِ الدُّنْيَا يَشْغَلُنَا عَنْ صَلَاتِنَا وَلَكِنْ أَمْزَأَنَا كَانَتْ بَيْنَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَأَمْسَلَهَا أَيْ شَاءَ فَمَنْ أَذْرَكَ مِنْكُمْ صَلَاةَ الْعِدَّةِ مِنْ غَيْرِ صَلَاحٍ فَلْيَقْضِ مَعَهَا مِثْلَهَا».

خالد بن سمیر کہتے ہیں عبد اللہ بن ربیع الانصاری مدینہ طیبہ سے ہمارے ہاں بصرۃ تشریف لائے اور انصار مدینہ عبد اللہ بن ربیع کو فقیہ شمار کرتے تھے۔ پس عبد اللہ بن ربیع نے بیان کیا کہ ابو قتادہ انصاری جن کو حضور ﷺ کی زبان مبارک سے فارس (شاہ سوار) کا لقب ملا تھا..... نے بیان کیا کہ حضور ﷺ نے عیش الامراء (غزوہ موت) کے موقع پر لشکر روانہ کیا آگے خالد راوی نے گزشتہ حدیث والا واقعہ بیان کیا اس کے بعد یہ اضافہ ہے کہ ہمیں نہیں اٹھایا مگر اس سورج نے جو طلوع ہو چکا تھا پس ہم اپنی نماز کے فوت ہو جانے کی وجہ سے گھبرائے ہوئے اٹھے تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ذرا ٹھہرو یہاں تک کہ سورج بلند ہو گیا پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم میں سے جو شخص فجر کی سنتیں پڑھنا چاہے تو فجر کی سنتیں پڑھ لے پس جن صحابہ کرام کی عادت تھی کہ وہ سفر میں سنتیں ادا کرتے تھے وہ بھی سنتیں پڑھنے کھڑے ہو گئے اور جن صحابہ کرام کی عادت سفر میں سنتیں پڑھنے کی نہیں تھی وہ بھی سنتیں پڑھنے کھڑے ہو گئے پس حضور ﷺ نے فجر کی اذان (یا اقامت) کہنے کا حکم ارشاد فرمایا چنانچہ اقامت کہی گئی پھر حضور ﷺ نے فوت شدہ نماز فجر ہمیں پڑھائی جب آپ ﷺ نماز فجر سے فارغ ہوئے تو آپ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا اس لوہم اللہ پاک کی تعریف کرتے ہیں کہ ہم کسی دنیوی کام میں مشغول ہونے کی وجہ سے نماز سے غافل نہیں رہے لیکن ہماری روحیں اللہ پاک کے قبضہ قدرت میں چلی گئیں تھیں (کہ ہم سوتے رہ گئے) پس اللہ پاک نے جب چاہا ان روحوں کو چھوڑ دیا پس تم میں سے جو شخص آئندہ کل فجر کی نماز کو اس کے وقت میں پائے تو اس فجر کی نماز کے ساتھ آج کی نماز کو دوبارہ پڑھے (یہ روایت وہم ہے)۔

۴۳۹ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، أَخْبَرَنَا خَالِدٌ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ، فِي هَذَا الْحَدِيثِ قَالَ: فَقَالَ: «إِنَّ اللَّهَ قَبَضَ أَمْزَأَهُمْ حَيْثُ شَاءَ وَرَمَدَهَا حَيْثُ شَاءَ ثُمَّ فَأَذِنَ بِالصَّلَاةِ» فَقَامُوا فَتَطَهَّرُوا، حَتَّى إِذَا انْزَفَعَتِ الشَّمْسُ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى بِالنَّاسِ.

ابو قتادہ نے یہ واقعہ بیان کیا اس میں یہ اضافہ ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ پاک نے جب چاہا تمہاری روحوں کو قبض فرمایا اور جب چاہا تم پر روحیں واپس لوٹا دیں۔ کھڑے ہو اور نماز کی اذان دو پس صحابہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے پاکی (وضو وغیرہ) حاصل کی جب سورج بلند ہو گیا تو نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔

۴۴۰ - حَدَّثَنَا هَنَادٌ، حَدَّثَنَا عَبَّادٌ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بِعَمَلِهِ، قَالَ: فَتَوَضَّأَ جِئْنَا ارْتَفَعَتِ الشَّمْسُ فَصَلَّى بِهِمْ.

حضرت ابو قتادہ نبی اکرم ﷺ سے گزشتہ حدیث کے ہم معنی حدیث نقل کرتے ہیں اس میں یہ الفاظ ہیں کہ حضور ﷺ نے سورج کے بلند ہو جانے پر وضو فرمایا اور صحابہ کو نماز پڑھائی (تو گویا اس حدیث میں پچھلی حدیث کے برعکس سورج کے بلند ہو جانے کے بعد وضو کرنے کا ذکر ہے اور گزشتہ حدیث میں سورج بلند ہونے سے پہلے وضو کرنے کا ذکر تھا)۔

صحیح البخاری - مواہبات الصلاة (۵۷۰) صحیح البخاری - التوحید (۷۰۳۳) صحیح مسلم - الساجدہ مواہبات الصلاة (۶۸۱) جامع الترمذی - الصلاة (۱۷۷) سنن النسائی - المواہبات (۶۱۵) سنن النسائی - المواہبات (۶۱۶) سنن النسائی - الإمامة (۸۴۶) سنن ابی داؤد - الصلاة (۴۲۷) سنن ابن ماجہ - الصلاة (۶۹۸) مسند احمد - باقی مسند الانصاری (۲۹۹/۵) مسند احمد - باقی مسند الانصاری (۳۰۷/۵)

شرح الأحادیث حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ نَصْرِ بْنِ نَصْرِ... قَوْلُهُ: بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَيْشَ الْأَمْراءِ - بِهَذِهِ الْقِصَّةِ -: أَي حَدَّثَ الزَّادِي بِهَذِهِ الْقِصَّةِ كَمَا رَوَى فِي مَذْكُورِهِ بِالْقِصَّةِ بَيَانُ كَيْفَاً.

جیش الامراء کا مصداق: جانا چاہئے کہ جیش الامراء کا اطلاق غزوہ موتہ پر ہوتا ہے جو ایک مشہور جنگ ہے دراصل یہ ایک سریہ تھا جس میں حضور ﷺ شریک نہیں تھے، آپ ﷺ نے اس سریہ کا امیر زید بن حارثہ کو متعین فرمایا تھا اور ہدایت فرمائی تھی اِنْ اُصِيبَ زَيْدٌ فَجَعَفَرُ بْنُ أَبِي طَالِبٍ عَلَى النَّاسِ، فَاِنْ اُصِيبَ جَعْفَرٌ فَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَوَاحَةَ^۱ کہ زید بن حارثہ شہید ہو جائیں تو پھر امیر جعفر بن ابی طالب ہوں گے اور وہ بھی اگر شہید ہو جائیں تو امیر عبد اللہ بن رواحہ ہوں گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ یکے بعد دیگرے یہ تینوں حضرات شہید ہو گئے اور بعد میں مشورہ^۲ سے صحابہ نے خالد بن الولید کو امیر بنایا، غرضیکہ جیش الامراء غزوہ موتہ کا نام ہے جس میں حضور ﷺ بالاتفاق شریک نہیں تھے اور یہاں حدیث میں جو واقعہ چل رہا ہے وہ لیلۃ التعریس کا واقعہ ہے جس میں آپ ﷺ شریک تھے تو اب بعض شرح کی رائے یہ ہے کہ یہ لفظ یہاں وہم راوی ہے اور بعض نے اسکی توجیہ یہ کی کہ اس سے مراد غزوہ خیبر ہے اور غزوہ خیبر کو جیش الامراء اس لئے کہا گیا ہے کہ غزوہ خیبر میں ایک روز ایسا ہوا کہ آنحضرت ﷺ کسی عذر کی وجہ سے قتال میں شریک نہ ہو سکے تو پہلے دن آپ کی نیابت ابو بکر صدیق نے کی تھی اور جھنڈا انہی کے ہاتھ میں رہا اور اس کے بعد حضرت عمر نے اور پھر حضور ﷺ نے یہ فرمایا تھا کہ آئندہ کل یہ جھنڈا میں اس شخص کے ہاتھ میں دوں گا، جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور رسول اس سے محبت کرتے ہیں، چنانچہ آپ نے اگلے روز وہ جھنڈا حضرت علی کے ہاتھ میں دیا، حاصل یہ کہ اس مناسبت سے غزوہ خیبر کو بھی جیش الامراء کہا جاسکتا ہے۔

قَوْلُهُ: مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَزْكُ رُكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَلْيَزْكُ كَعُهُمَا: جو شخص تم میں سے سفر میں صبح کی سنتیں پڑھا کر تا ہو اسکو چاہئے کہ

۱ بدل المجہود فی حل ابی داؤد - ج ۳ ص ۲۶۳

۲ البدایہ والنہایہ - ج ۶ ص ۴۱۲

۳ بخاری شریف میں تصریح ہے کہ حضرت خالد بن ولید بغیر مشورہ امیر بن گئے تھے، فلید اجمع (از مدجم)

سنت فجر پڑھنے کے لیے اس ارشاد پر بھی لوگ سنت پڑھنے کے لیے کھڑے ہو گئے جو پڑھا کرتے تھے وہ بھی اور جو نہیں پڑھتے تھے وہ بھی۔

۴۴۱ حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ الْعَدَنِيُّ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ وَهُوَ الطَّبَايِسِيُّ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ يَحْيَى ابْنُ الْحَبِيبِ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ رِبَاحٍ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَيْسَ فِي التَّوَمِّ تَقْرِيطُ إِلَّا مِمَّا التَّقْرِيطُ فِي الْبَقْلَةِ أَنْ تُجَزَّ صَلَاةٌ حَتَّى يَدْخُلَ وَقْتُ الْآخَرَى».

ابو قتادہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا سوتے میں نماز رہ جانے میں کوئی کوتاہی نہیں، کوتاہی تو اس وقت شمار ہوگی جب بیداری میں تم نماز کو دیر سے پڑھو یہاں تک کہ دوسری نماز کا وقت داخل ہو جائے۔

صحیح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (۶۸۱) جامع الترمذی - الصلاة (۱۷۷) سنن النسائی - الواقیت (۶۱۵) سنن النسائی - الواقیت (۶۱۶) سنن ابی داود - الصلاة (۴۴۱) سنن ابن ماجہ - الصلاة (۶۹۸) مسند احمد - باقی مسند الانصاف (۲۹۹/۵) ۴۴۲ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «مَنْ لَمْ يَصِلْ صَلَاتَهُ لِيَصِلْهَا إِذَا ذَكَرَهَا، لَا كَفَّارَةَ لَهَا إِلَّا ذَلِكَ».

انس بن مالک نبی اکرم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا جو آدمی نماز کو بھول جائے تو جب اسے یاد آئے تو وہ اس نماز کو پڑھ لے اس شخص کیلئے اس کے علاوہ کوئی کفارہ نہیں۔

صحیح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (۶۸۴) جامع الترمذی - الصلاة (۱۷۸) سنن النسائی - الواقیت (۶۱۳) سنن النسائی - الواقیت (۶۱۴) سنن ابی داود - الصلاة (۴۴۲) سنن ابن ماجہ - الصلاة (۶۹۵) سنن ابن ماجہ - الصلاة (۶۹۶) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۱۰۰/۳) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۲۱۶/۳) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۲۴۳/۳) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۲۶۷/۳) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۲۶۹/۳) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۲۸۲/۳) سنن الدارمی - الصلاة (۱۲۲۹)

۴۴۳ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيعَةَ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ يُونُسَ بْنِ عُبَيْدٍ، عَنِ الْحُسَيْنِ، عَنْ عُمَرَ بْنِ حَصِينٍ، «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي مَسِيرٍ لَهُ فَتَأَمَّوْا عَنْ صَلَاةِ الْفَجْرِ، فَاسْتَيْقَظُوا بِحَتِّ الشَّمْسِ فَأَمَرُوا قَلِيلًا حَتَّى اسْتَقَلَّتِ الشَّمْسُ، ثُمَّ أَمَرُوا قَادِنَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ، ثُمَّ أَقَامَ، ثُمَّ صَلَّى الْفَجْرَ».

عمران بن حصین کہتے ہیں نبی اکرم ﷺ اپنے ایک سفر میں تھے پس صحابہ کرام اس سفر میں نماز فجر سے سوتے رہ گئے (انکی نماز فجر قضاء ہو گئی) پس سورج کی گرمی سے حضرات صحابہ بیدار ہوئے پس تھوڑے وقت وہ چلے یہاں تک کہ سورج بلند ہو گیا پھر حضور ﷺ نے مؤذن کو حکم دیا اس نے فجر کی اذان دی، حضور ﷺ کے فرض سے پہلے فجر کی سنتیں ادا فرمائیں پھر مؤذن نے اقامت کہی پھر حضور ﷺ نے فجر کے فرض ادا فرمائے۔

صحیح البخاری - التیمم (۳۳۷) صحیح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (۶۸۲) سنن ابی داود - الصلاة (۴۴۳)

۴۴۴ - حَدَّثَنَا عَبَّاسُ الْعَدَنِيُّ، ح وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ وَهَذَا الْقَطُّ عَبَّاسٌ، أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ يَزِيدَ حَدَّثَهُمْ، عَنْ حَمِيْدَةَ بْنِ شَرِيْحٍ، عَنْ عِيَّاشِ بْنِ عَبَّاسٍ يُعْنِي الْقَيْثَانِيَّ، أَنَّ كُلَيْبَ بْنَ صُبْحٍ، حَدَّثَهُمْ أَنَّ الزُّبَيْرَ قَالَ حَدَّثَهُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عَمْرٍو بْنِ أُمَيَّةَ الصَّمْعَرِيِّ، قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ أَشْفَارِ بَنِي نَضْلَةَ، عَنِ الصُّبْحِ حَتَّى طَلَعَتِ الشَّمْسُ فَاسْتَيْقَظَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «تَنَحَّوْا عَنْ هَذَا الْمَكَانِ»، قَالَ: «لَمْ أَمْرٌ إِلَّا فَأَذَنَ، ثُمَّ تَوَضَّعُوا وَصَلُّوا، كُنْتُمْ الْقَجْرَ، لَمْ أَمْرٌ إِلَّا فَأَقَامَ الصَّلَاةَ فَصَلَّ بِهَمْ صَلَاةَ الصُّبْحِ».

سرخسہ: عمرو بن امیہ ضرئی سے روایت ہے کہ ہم ایک سفر میں حضور ﷺ کے ساتھ تھے پس حضور ﷺ فجر کی نماز سے سوتے رہ گئے۔ یہاں تک کہ سورج طلوع ہو گیا پس حضور ﷺ بیدار ہوئے اور آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم اس جگہ سے نکل چلو پھر حضور ﷺ نے (دوسری جگہ پہنچ کر) حضرت بلالؓ کو اذان کہنے کا فرمایا حضرت بلالؓ نے اذان دی پھر صحابہؓ نے وضو کیا اور فجر کی سنتیں ادا کیں پھر حضرت بلالؓ کو حضور ﷺ نے اقامت کہنے کا فرمایا انہوں نے اقامت کہی پھر حضور ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو نماز فجر باجماعت پڑھائی۔

۴۴۵ - حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيهِمُ بْنُ الْحَسَنِ، حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ يُعْنِي ابْنَ لُحْمَدٍ، حَدَّثَنَا جَرِيْدٌ، ح وَحَدَّثَنَا عَبِيدُ بْنُ أَبِي الْوَزِيرِ، حَدَّثَنَا مُبَشِّرُ بْنُ الْحَلِيقِ، حَدَّثَنَا حَرِيْزُ بْنُ يَحْيَى ابْنُ عُثْمَانَ، حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ ذِي الْخُبَرِ الْحَبَشِيِّ، وَكَانَ يُحَدِّثُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هَذَا الْحَبَرِ، قَالَ: فَتَوَضَّأَ - يُعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - وَهُوَ الْعَمَلُ يَلُكُ مِنْهُ التُّرَابُ، ثُمَّ أَمَرَ بِلَالًا فَأَذَنَ، ثُمَّ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَرَعَ رُكْعَتَيْنِ غَيْرِ عَجَلٍ، ثُمَّ قَالَ لِبَلَالٍ: «أَقِمِ الصَّلَاةَ»، ثُمَّ صَلَّى الْقَرَضَ وَهُوَ غَيْرُ عَجَلٍ، قَالَ عَنْ حَجَّاجٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ صَالِحٍ، حَدَّثَنِي ذُو الْخُبَرِ رَجُلٌ مِنَ الْحَبَشَةِ وَقَالَ عَبِيدٌ: يَزِيدُ بْنُ صَالِحٍ.

سرخسہ: ذی خبر حبشی سے روایت ہے..... یہ ذی خبر حضور ﷺ کی خدمت کیا کرتے تھے..... انہوں نے اس واقعہ میں بیان کیا کہ حضور ﷺ نے اتنا مختصر سا وضو فرمایا کہ جس سے مٹی بھی گیلی نہ ہوئی پھر حضرت بلالؓ کو اذان دینے کو فرمایا انہوں نے اذان دی پھر حضور ﷺ نے اطمینان کے ساتھ فجر کی سنتیں ادا فرمائیں پھر حضرت بلالؓ سے ارشاد فرمایا کہ نماز کی اقامت کہو۔ پھر حضور ﷺ نے اطمینان سے فجر کے فرض ادا فرمائے، ابراہیم راوی نے حجاج سے نقل کیا۔ حجاج نے یزید بن صالح سے نقل کیا کہ مجھے ذو خبر حبشہ کے ایک صاحب نے بیان کیا..... اور عبید راوی نے یزید بن صالح کا ذکر کیا ہے۔

۴۴۶ - حَدَّثَنَا مُؤَمِّلُ بْنُ الْقُضَلِ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، عَنْ حَرِيْزِ بْنِ يَحْيَى ابْنِ عُثْمَانَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ ذِي الْخُبَرِ ابْنِ أَبِي النَّجَّاشِيِّ، فِي هَذَا الْحَبَرِ، قَالَ: فَأَذَنَ وَهُوَ غَيْرُ عَجَلٍ.

سرخسہ: یزید بن صالح ذی خبر سے اس واقعہ کو نقل کرتے ہیں..... یہ ذی خبر نجاشی کے بھتیجے ہیں..... اس روایت میں یہ اضافہ ہے کہ ذی خبر کہتے ہیں کہ موذن نے اطمینان سے اذان دی۔

ستن أبي داود - الصلاة (٤٤٤) - مسند أحمد - مسند الشاميين (٩١/٤) - مسند أحمد - مسند الشاميين (١٣٩/٤) - مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٨٨/٥)

شرح الاحادیث حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيهِمُ بْنُ الْحَسَنِ قَوْلُهُ: فَقَوَّضًا - يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - وَطُوءَ الْمَاءَ يَلْتَمِئُهُ الْكُرَابُ: یعنی آپ ﷺ نے ایسا مختصر وضوء فرمایا جس میں پانی بہت کم استعمال کیا اس طور پر کہ جس جگہ بیٹھ کر وضوء فرمایا تھا اس جگہ کی مٹی بھی اچھی طرح تر نہیں ہوئی، یہ ماخوذ ہے لٹی بلٹی مثل خشکی پخشگی سے جس کے معنی تر ہونیکے ہیں، اس لفظ کو دوسری طرح بھی پڑھا گیا ہے لہ یلت بجائے ثاء کے ثاء کے ساتھ جسکے معنی ہیں لہ یختلط یہ ماخوذ ہے لت السونق بالماء سے یعنی ستو کو پانی میں ملایا اس صورت میں ترجمہ یہ ہو گا، ایسی وضوء کہ جس سے مٹی پانی سے نہیں ملی یعنی اس جگہ گارا نہیں ہوا، آگے اس روایت میں اذان و اقامت دونوں کا ذکر ہے، نیز یہ ہے کہ آپ ﷺ نے صبح کی سنتیں بہت اطمینان سے پڑھیں، غُذُوْ عَجَل۔

اس حدیث کی سند میں ایک راوی آئے ہیں یزید بن صالح، اس نام میں اختلاف ہے بعض ابن صالح کہتے ہیں اور بعض یزید بن صالح اور بعض یزید بن صالح اور بعض یزید بن صبیح اور بعض یزید بن صبح بذل میں لکھا ہے کہ امام بخاری فرماتے ہیں کہ صحیح اس میں ابن صالح ہے، نیز لکھا ہے کہ یہ راوی مجہول ہے ①۔

٤٤٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ جَامِعِ بْنِ شَدَّادٍ، سَمِعْتُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي عَاقِمَةَ، سَمِعْتُ عَبْدِ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ، قَالَ: أَقْبَلْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ الْحَمْيِ نَبِيَّةً فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ يَكَلِّمُنَا» فَقَالَ بِلَالٌ: أَنَا، فَأَمَّا حَتَّى طَلَعَتِ الشَّمْسُ فَاسْتَيْقِظَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: «افْعَلُوا كَمَا كُنْتُمْ تَفْعَلُونَ». قَالَ: فَفَعَلْنَا، قَالَ: «فَكَذَلِكَ فَافْعَلُوا الْيَوْمَ نَامَ أَوْ نَسِيَ»

عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حدیبیہ کے سال ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ واپس آ رہے تھے پس حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: آج ہماری نگہداشت کون کرے گا؟ حضرت بلالؓ نے عرض کیا: میں کروں گا پس صحابہ کرامؓ سوتے رہ گئے یہاں تک کہ سورج طلوع ہو گیا تو حضور ﷺ بیدار ہوئے اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جیسے تم لوگ روزانہ نماز ادا کرتے تھے ایسے ہی آج فجر کی نماز قضاء کرو، صحابہؓ کہتے ہیں کہ ہم نے ویسا ہی کیا (ہم نے وضو کیا، اذان و اقامت دینے کے بعد فجر کی سنتیں اور پھر فرض ادا کئے) جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص نماز سے سو جائے یا نماز کو بھول جائے اس کے متعلق ارشاد فرمایا: تم لوگ ایسا ہی کرنا۔

سنن أبي داود - الصلاة (٤٤٧) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٣٨٦/١) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٤٦٤/١)

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى... تَوَلَّاهُ: «مَنْ يَكْلُوْنَا» فَقَالَ بِلَالٌ: أَنَا: یہ پہلے بھی آچکا ہے کہ آپ ﷺ

نے لیلۃ التعریس میں فرمایا تھا کہ کون ہماری نگرانی کرے گا تو اس پر حضرت بلالؓ نے فرمایا انا، بعض مشائخ سے ایک عبرت کی بات سننے میں آئی وہ یہ کہ حضرت بلالؓ نے اس موقع پر لفظ انا کہہ کر ذمہ داری قبول کر لی اور انشاء اللہ وغیرہ بھی نہیں کہا چنانچہ پھر وہی ہوا جو ہونا تھا، اسی قسم کا واقعہ بخاری شریف میں حضرت سلیمان علی نبینا الصلوٰۃ وعلیہ والسلام کا بھی مروی ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ آج کی شب میں اپنی تمام ازواج کے پاس پہنچ کر صحبت کروں گا اور پھر اس صحبت سے ہر ایک سے ایک مرد مجاہد شہسوار پیدا ہو گا، اس موقع پر وہ بھی انشاء اللہ نہ کہہ سکے تھے باوجود فرشتہ کے توجہ دلانے کے، روایت میں آتا ہے کہ اس شب کی صحبت سے ایک بھی بیوی سے بچہ پیدا نہیں ہوا صرف ایک سے پیدا ہوا وہ بھی ولد نامتام ^۱، حضرت گنگوہیؒ کی تقریر میں ہے کہ یہ ایک بچہ بھی شاید اس وجہ سے پیدا ہو گیا کہ انشاء اللہ کہنے کا ارادہ کیا ہو گا ورنہ یہ بھی نہ ہوتا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ باب بحمد اللہ پورا ہوا جو کافی طویل تھا جس میں مصنفؒ نے متعدد صحابہ سے متعدد روایات لیلۃ التعریس سے متعلق ذکر فرمائی ہیں غالباً مصنفؒ کا رجحان لیلۃ التعریس کے تعدد کی طرف ہے، نیز اس سے مصنفؒ کا اس واقعہ کے ساتھ اہتمام و اعتناء معلوم ہو رہا ہے ورنہ مصنفؒ کی عادت تکثیر روایات کی نہیں ہے۔

واقعہ لیلۃ التعریس اور تعلیم فعلی: یہاں ایک چیز قابل تنبیہ ہے جس کو ہمارے حضرت شیخ بھی اہتمام سے بیان فرمایا کرتے تھے وہ یہ کہ سرور کونین ﷺ کی بعثت تعلیم قولی اور تعلیم فعلی، یعنی عملی مشق (نمونہ پیش کرنا) دونوں کے لئے تھی یہ نماز قضاء ہونے کا واقعہ تکوینی طور پر اسی لئے پیش آیا کہ قضاء نماز پڑھنے کا طریقہ بھی آپ ﷺ کے ذریعہ عملی طور پر مشاہدہ میں آجائے، چنانچہ اس سے معلوم ہوا کہ اداء کی طرح قضاء نماز کے لئے بھی جماعت مشروع ہے نیز صبح کی سنتوں کی قضاء..... اور قضا نماز کے لئے اذان و اقامت کا مسئلہ وغیرہ آپ ﷺ خود فرماتے ہیں اِنِّیْ لَکُنْسِیْ اَوْ اُنْسِیْ لَکُنْسٍ ^۲ کہ میں بھولنا نہیں بھلایا جاتا ہوں تاکہ امت کو احکام نسیان کا علم ہو، چنانچہ سہو فی الصلوٰۃ آپ کو چند بار پیش آیا، اسی طرح یہ واقعہ لیلۃ التعریس کا بھی عند الاکثر دو تین بار پیش آیا ورنہ حضور اقدس ﷺ کی شان تو بہت اعلیٰ وارفع ہے آپ کے غلاموں کے غلاموں کا حال یہ منقول ہے کہ ان میں سے بعض نے چالیس سال تک عشاء کے وضوء سے صبح کی نماز ادا فرمائی جیسے امام اعظمؒ کے بارے میں مشہور ہے اور بعض حضرات کے بارے میں پچاس سال تک عشاء کی وضوء سے صبح کی نماز پڑھنا منقول ہے اس تعلیم فعلی میں جو کام منصب نبوت کے خلاف نہ تھے وہ خود آنحضرت ﷺ کو پیش آئے مثلاً نماز قضا ہو جانا نماز میں سہو پیش آنا اور خاگی و معاشرتی امور و حالات میں ازواج مطہرات کے ساتھ بعض ناگوار امور کا پیش آنا جیسے ترک کلام اور اسی طرح طلاق کا وقوع وغیرہ وغیرہ اور جو امور منصب نبوت کے خلاف تھے آپ سے ان کا صدور شان نبوت کے خلاف تھا تو ایسے امور میں تعلیم کی تکمیل کیلئے حق

① صحیح البخاری - کتاب التوحید - باب فی المشیئة والامداد قوما تشاؤن الا ان یشاء اللہ / الإنسان ۷۰۳۱

② موطا مالک - کتاب السہو - باب العمل فی السہو ۳۳۱

تعالیٰ شانہ نے آپ کے صحابہ کرام کا انتخاب فرمایا صحابہؓ نے بخوشی اپنے آپ کو اس خدمت کے لئے پیش کیا، خواہ اس میں صورتہ ان کی ذلت ہی کیوں نہ ہو، چنانچہ بعض صحابہ کے ساتھ زنا و حد زنا وغیرہ کے واقعات پیش آئے اور اس طور پر ان مسائل کی تکمیل ہوئی ان حضرات کے لئے ان واقعات میں بھی سرخروئی ہے۔

۶ اُجَدُ ۱۰ التَّلَامَةُ فِي هَؤُلَاءِ لَدَيْدَةً ۱۱ حَبَابًا لَدَى كَرِثٍ فَلَتَلَمُنِي اللَّؤْمُ

۱۴۔ باب فی بناء المساجد

یہ باب ہے مسجد کی تعمیر کے بیان میں

بعض نسخوں میں اس کے بجائے ”تفریع أبواب المساجد“ ہے۔ تفریع کا لفظ مصنف اکثر استعمال فرماتے ہیں تفریع کے معنی ہیں تجزیہ اور تفصیل جو فرع سے مشتق ہے بمعنی شاخ، ابواب المواقیت کے بعد اب یہاں سے مصنف ابواب المساجد شروع فرما رہے ہیں، ان ابواب کی ماقبل سے مناسبت ظاہر ہے وہ یہ کہ اب تک بیان ہو رہا تھا ازمنہ صلاة کا اب یہاں سے امکنہ صلوٰۃ کو بیان کر رہے ہیں مسجد کے لغوی معنی موضع السجود ہیں اور عرف میں اس بقعہ کا نام ہے جو عبادت کے لئے مخصوص ہو۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ بْنِ سَفْيَانَ، أَخْبَرَنَا سَفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ سَفْيَانَ الْقَوْرِي، عَنْ أَبِي قَزَازَةَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْأَصْنَعِ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا أَمُرْتُ بِتَشْيِيدِ الْمَسَاجِدِ»، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لَمْ تُخْرِجْهَا كَمَا خُرِجَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى.

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے (اللہ کی طرف سے) یہ حکم نہیں دیا گیا کہ مسجد (کی عمارت) کو بلند و بالا (یا چونے سے پختہ) بناؤں۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں تم ضرور اپنی مساجد کو آراستہ و مزین کرو گے جس طرح یہود و نصاریٰ نے (اپنے عبادت خانوں کو) آراستہ و مزین کیا۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ بْنِ سَفْيَانَ... قَوْلُهُ: عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْأَصْنَعِ: يَهِي ام المومنين حضرت میمونہ کے بھانجے ہیں، یہ روایت کر رہے ہیں حضرت ابن عباسؓ سے اتفاق سے وہ بھی حضرت میمونہ کے بھانجے ہیں، میمونہ ان دونوں کی خالہ ہیں۔

قَوْلُهُ: مَا أَمُرْتُ بِتَشْيِيدِ الْمَسَاجِدِ: تشييد کے دو معنی آتے ہیں رفع البناء و تطويله یعنی مکان کی عمارت کو بلند کرنا اور دوسرے معنی اس کے تخصیص البناء کے ہیں، شيد بمعنی جس (چوند) سے ماخوذ ہے یعنی عمارت کو چونہ سے پختہ بنانا، باری تعالیٰ کا

۱ شاعر اپنے معشوق کو خطاب کرتے ہوئے کہہ رہا ہے کہ لوگ جو مجھ کو تیری محبت کے بارے میں ملامت کرتے ہیں مجھے اس ملامت میں لذت آتی ہے اسلئے تمکو ملامت کر بوقت ملامت محبوب کا نام بار بار لیتے ہیں۔

قول وقصر مشید کی تفسیر میں بھی یہ دونوں قول مروی ہیں، ابن رسلان فرماتے ہیں کہ مشہور اس حدیث میں پہلے معنی ہیں کما قال النووی وغیرہ، حضور ﷺ فرمادے ہیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بات کا امر نہیں کیا گیا کہ میں مسجد کی بناء کو بلند دہلا بناؤں اس لئے کہ یہ اہراف ہے لیکن واضح رہے کہ عدم امر عدم جواز کو مستلزم نہیں، لہذا نیک نیتی کے ساتھ مثلاً تعظیم مسجد کی نیت سے اگر بلند کیا جائے تو یقیناً جائز ہوگا۔

قوله: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لِيُزَخَّرَ قَتْنُهَا كَمَا زَخَّرَتْ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى: اس جملہ کے قائل حضرت ابن عباسؓ ہیں اس لئے حدیث کا یہ ٹکڑا موقوف ہوا لیکن یہ ایسا موقوف ہے جو حکم میں مرفوع کے ہے اس لئے کہ یہ مضمون اخبار بالغیب کے قبیل سے ہے جو منصب ہے صاحب رسالت کا، زخرفہ ماخوذ ہے زخرف کے اصل معنی ذہب کے ہیں لہذا زخرفہ کے معنی ہوئے سونے کا پانی پھیرنا طمع کاری، بعد میں اس لفظ کا استعمال مطلق ترین کے معنی میں ہونے لگا یعنی جس طرح یہود و نصاریٰ نے اپنے معابد کو آراستہ و مزین کیا اسی طرح یہ امت بھی اپنی مساجد کو مزین کرے گی، علماء نے لکھا ہے اول من زخرف المساجد الولید بن عبد الملك بن مروان، مگر اس زمانہ کے صحابہ نے اس پر سکوت فرمایا، لاجل خوف الفتنة۔

ترتیب مساجد کا حکم: شرح حدیث حافظ ابن حجر وغیرہ نے لکھا ہے کہ جمہور کے نزدیک ترتیب المساجد بدعت اور مکروہ ہے اور حنفیہ کے نزدیک اس میں رخصت ہے انہوں نے اس کو جائز قرار دیا ہے جبکہ تعظیم المساجد ہونہ کہ مباہلہ اور فخر کے طور پر حنفیہ کا مسلک درمختار میں یہ لکھا ہے کہ تنقیش مساجد میں کچھ مضائقہ نہیں، بجز محراب مسجد کے کہ اس کی تنقیش مکروہ ہے اس لئے کہ اس کے سامنے ہوئی وجہ سے نماز کے خشوع میں فرق آتا ہے نیز وہ آگے لکھتے ہیں کہ گو نفس تنقیش جائز ہے لیکن تکلف بد قائق النقوش مکروہ ہے خصوصاً مسجد اربعہ میں چنانچہ ایک قول یہ ہے کہ سقف مسجد میں جائز ہے علامہ شامیؒ لکھتے ہیں کہ تنقیش حنفیہ کے نزدیک صرف جائز اور لا باس بہ کے درجہ میں ہے موجب ثواب اور مستحب نہیں اسی لئے تقدیر بالمال اولیٰ ہے ترتیب مسجد میں مال خرچ کرنے سے نیز جواز بھی اس صورت میں ہے جبکہ آدمی اپنا ذاتی مال خرچ کرے مال وقف سے ایسا کرنا حرام ہے، البتہ احکام مسجد بالجہ (پختہ بنانا) بلاشبہ جائز ہے، ابن المنیر مشہور شارح حدیث کی رائے بھی جواز تنقیش کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ چونکہ لوگوں کی عادت جب اپنے گھروں کو آراستہ کرنے کی ہو گئی تو مناسب ہے کہ مساجد کو بھی آراستہ رکھا جائے ان کو بے حرمتی سے بچانے کیلئے، چنانچہ حضرت عثمان غنیؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں مسجد نبویؐ کی تعمیر از سر نو کرائی تھی جیسا کہ آگے کتاب میں آ رہا ہے اور صحیحین میں بھی موجود ہے انہوں نے اس کی عمارت کو چوڑنے کے ذریعہ سے پختہ فرمایا تھا جبکہ حضور ﷺ اور شیخینؒ کے زمانہ میں اس کی بناء کچی اینٹوں اور چھپر کی تھی صحابہ نے جب ان کے ان تغیرات پر اعتراض کیا تو

انہوں نے جواب میں حدیث مرفوع پیش فرمائی **مَنْ بَنَى لِلَّهِ مَسْجِدًا، بَنَى اللَّهُ لَهُ مِثْلَهُ فِي الْجَنَّةِ** ^۱، لیکن حضرت عثمان ^۲ نے جو کچھ کرایا تھا وہ احکام بناء کے قبیل سے تھا ترمین مقصود بالذات نہیں تھی، شرح نے لکھا ہے کہ وہ نقشین پتھر جن کے ستون بنائے گئے تھے وہ ان کو ایسے ہی بنے بنائے بعض ولایات سے مل گئے تھے خود انہوں نے ان کی تحقیق نہیں کرائی تھی۔

فائدہ: اس حدیث کا جو حصہ موقوف علی ابن عباس ہے اس کو امام بخاری نے بھی تعلیقاً ذکر فرمایا ہے گو اصل حدیث کو انہوں نے نہیں لیا جس کی وجہ حافظ ابن حجر نے یہ لکھی ہے کہ اس حدیث کی سند میں اضطراب ہے بعض رواۃ نے اس کو موصولاً اور بعض نے مرسلہ ذکر کیا ہے، نیز جتنا چاہئے کہ لَوْ خَرَجْنَا فَتَحْنَا لَام کے ساتھ ہے اور یہ لام لام القسم ہے گویا ابن عباس قسم کھا کر فرما رہے ہیں کہ تم لوگ ایسا ضرور کرو گے اس میں علامہ طبری شارح مشکوٰۃ کو وہم ہو گیا انہوں نے اس لام کو لام جارہ سمجھ کر اس جملہ کو ماقبل سے متعلق قرار دیدیا اور اس سب کو انہوں نے ایک ہی حدیث سمجھا اور مطلب حدیث یہ بیان کیا کہ آپ ﷺ فرما رہے ہیں کہ مجھ کو مساجد کے بلند کرنے کا حکم نہیں دیا گیا تاکہ تم اس کے ذریعہ ان کو مزخرف و مزین کرو۔ ^۳

۴۴۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْحُرَّاعِيُّ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قَلَابَةَ، عَنْ أَنَسٍ، وَقَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا تَقُومُوا السَّاعَةَ حَتَّى يَكْتَابَ النَّاسُ فِي الْمَسَاجِدِ».

حضرت انس سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ لوگ (اپنی اپنی) مساجد (کی تعمیر) کے متعلق آپس میں ایک دوسرے سے فخر نہ کریں گے (یعنی ہر کوئی کہے گا کہ میری مسجد زیادہ بلند، خوبصورت، وسیع اور اچھی ہے)۔

سنن النسائي - المساجد (۶۸۹) سنن ابی داؤد - الصلاة (۴۴۹) سنن ابن ماجہ - المساجد والجماعات (۷۳۹) مسند احمد - باقي مسند المكثرين (۱۳۴/۳) مسند احمد - باقي مسند المكثرين (۱۴۵/۳) مسند احمد - باقي مسند المكثرين (۱۵۲/۳) مسند احمد - باقي مسند المكثرين (۲۳۰/۳) مسند احمد - باقي مسند المكثرين (۲۸۳/۳) سنن الدارمي - الصلاة (۱۴۰۸)

شرح الحديث حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْحُرَّاعِيُّ..... قَوْلُهُ: وَقَتَادَةُ، عَنْ أَنَسٍ: قتاده کا عطف ابی قلابہ پر ہے یعنی ایوب اس حدیث کو ابو قلابہ اور قتادہ دونوں سے روایت کرتے ہیں اور پھر یہ دونوں روایت کرتے ہیں انس سے لَا تَقُومُوا السَّاعَةَ حَتَّى يَكْتَابَ النَّاسُ فِي الْمَسَاجِدِ یعنی قیامت سے پہلے اس بات کا پایا جانا ضروری ہے کہ لوگ اپنی اپنی مسجدوں کے بارے میں فخر کریں گے کہ ہماری مسجد فلاں قوم کی مسجد سے اونچی اور اچھی ہے اس حدیث کے متبادر معنی یہی ہیں اس کا ایک دوسرا مطلب بھی ہو سکتا ہے وہ یہ کہ لوگ مسجدوں میں بیٹھ کر فخر و مباہلہ کی مجلسیں قائم کریں گے حالانکہ مسجدیں اس لئے نہیں ہیں کہ

۱ سنن ابن ماجہ - کتاب المساجد والجماعات - باب من بنى لله مسجداً ۷۳۶

۲ حضرت عثمان نے ذاتی مال خرچ کیا تھا۔ (از مترجم)

۳ فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۱ ص ۵۴۰

ان میں بیٹھ کر فخر و ریا کی باتیں کی جائیں۔

۴۵: حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ أَبِي عَرَبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ الدَّائِلُ لِمُحَمَّدِ بْنِ الْحَبِيبِ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ الشَّائِبِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عِيَّاضٍ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «أَمَرَهُ أَنْ يُجْعَلَ مَسْجِدَ الطَّائِفِ حَيْثُ كَانَ طَوَّافِيهِمْ».

حضرت عثمان بن ابی العاص (جو کہ نبی اکرم ﷺ کی طرف سے طائف کے گورنر تھے) سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے انہیں حکم دیا (جب انہیں گورنر بنایا تھا) کہ طائف میں خاص اس جگہ مسجد بنائیں جہاں پہلے کفار کے بت رکھے ہوئے تھے (یعنی بت خانوں کو منہدم کر کے مسجد بنائیں تاکہ کفر ذلیل ہو، اس کے اثرات ختم ہوں اور کفار کو ایذا اور ندامت ہو)۔

سنن ابی داود - الصلاة (۴۵۰) سنن ابن ماجہ - المساجد والجماعات (۷۴۳)

۴۶: حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ أَبِي عَرَبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ الدَّائِلُ لِمُحَمَّدِ بْنِ الْحَبِيبِ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ الشَّائِبِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عِيَّاضٍ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «أَمَرَهُ أَنْ يُجْعَلَ مَسْجِدَ الطَّائِفِ حَيْثُ كَانَ طَوَّافِيهِمْ».

بن ابی العاص جو کہ آپ ﷺ کی طرف سے طائف کے عامل اور حاکم تھے ان کو آپ نے حکم فرمایا کہ شہر طائف میں خاص اس جگہ مسجد بنائیں جہاں پہلے کفار کے اصنام رکھے ہوئے تھے یعنی بتخانہ کو منہدم کر کے اس کی جگہ مسجد تعمیر کریں تاکہ جس جگہ غیر اللہ کی عبادت ہوتی تھی وہاں اب معبود حقیقی کی عبادت کی جائے اور آثار کفر کا خاتمہ اور ان کی ابہارت ہو، طاغوت کا اطلاق شیطان اور صنم دونوں پر ہوتا ہے۔

۴۷: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ قَائِمٍ، وَجَاهِدُ بْنُ مُوسَى، وَهُوَ أَثَمٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا نَافِعٌ، أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ، أَخْبَرَهُ، "أَنَّ الْمَسْجِدَ كَانَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَبْنًى بِاللَّيْنِ وَالْجَرِيدِ - قَالَ لِمُجَاهِدٍ: وَعُمْدَةٌ مِنْ خَشَبِ النَّخْلِ - فَلَمْ يَزِدْ فِيهِ أَبُو بَكْرٍ شَيْئًا، وَزَادَ فِيهِ عُمَرُ وَبَنَاتُهُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْنِ وَالْجَرِيدِ وَأَعَادَ عُمْدَةً - قَالَ لِمُجَاهِدٍ: عُمْدَةٌ خَشْبًا - وَغَيْرُهُ عُثْمَانُ فَرَزَادَ فِيهِ زِيَادَةٌ كَثِيرَةٌ، وَبَنَى جِدَارَهُ بِالْحِجَارَةِ الْمُتْقَشَّةِ وَالْقَصَّةِ، وَجَعَلَ عُمْدَةً مِنْ حِجَارَةٍ مُتْقَشَةٍ وَسَقَفَهُ بِالسَّاجِ - قَالَ لِمُجَاهِدٍ: وَسَقَفَهُ السَّاجُ - قَالَ ابوداؤد: الْقَصَّةُ: الْجِلْحَنُ.

نافع کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن عمر نے انہیں بتایا کہ مسجد نبوی عہد نبوی میں کچی اینٹوں اور کھجور کی شاخوں سے بنائی ہوئی تھی (یعنی چھت کھجور کی شاخوں سے بنی ہوئی تھی) اور اس کے ستون کھجور کے تنوں کے تھے۔ مجاہد استاد نے عمدہ کہا ہے (اصل میں مصنف نے یہ روایت اپنے دو اساتذہ سے لی ہے۔ محمد بن یحییٰ بن فارس استاد نے لفظ عمدہ کو بفتح العین والیم ذکر کیا ہے جبکہ مجاہد بن موسیٰ استاد نے بضم العین والیم ذکر کیا ہے)۔ پھر حضرت ابو بکرؓ نے اس میں کچھ اضافہ نہیں فرمایا (یعنی بغیر کسی ترمیم کے پہلے ہی جیسے سلمان سے اسکی دوبارہ تعمیر کرائی پہلی عمارت کے کمزور ہونے کے بعد) پھر حضرت عمرؓ نے اس میں

اضافہ فرمایا اور اس کو اسی طرح کچی اینٹوں اور کھجور کے پتوں سے تعمیر کروایا جس طرح رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں اسکی تعمیر تھی (زیادتی یہ کی کہ قبلہ کی طرف سے تھوڑی سی زمین کا اضافہ کیا اور مسجد کو وسیع کیا) اور اس مسجد میں پہلے والے (کھجور کے تنوں کے) ستون لگائے (یعنی استاد نے عمدہ کو بفتح العین والیم ذکر کیا جبکہ) مجاہد استاد نے عمدہ کہا (یعنی بضم العین والیم اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ مصنف یہ بتانا چاہ رہے ہیں کہ محمد بن یحییٰ استاد نے صرف "عمدہ" کہا جبکہ مجاہد استاد نے "خشبہ" کا اضافہ کیا اور "عمدہ خشبہ" کہا) حضرت عثمان نے (دونوں جہتوں سے) اس میں ترمیم کروائی (یعنی کشادہ بھی کیا اور آلات کو بھی تبدیل کیا) چنانچہ (ترمیم یہ ہوئی کہ) اس میں بہت زیادہ توسیع فرمائی (یعنی اس میں مزید زمین شامل کر کے بہت کشادہ کیا) اور کچی اینٹوں اور چونے سے اسکی دیواریں بنوائیں اور اس کے ستون مضبوط منقش پتھروں کے بنائے (کھجور کے تنوں کو تبدیل کر کے) اور اسکی چھت ساگون کی لکڑی کی بنائی اور مجاہد نے استاد سقہ، الساج کیا (یعنی مصنف کے ایک استاد محمد بن یحییٰ نے سقہ بالساج باء جارہ کے ساتھ کہا جبکہ دوسرے استاد مجاہد نے بغیر حرف جر کے سقہ الساج کہا) امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ قصہ چونے کو کہتے ہیں۔

صحیح البخاری - الصلاة (۴۳۵) سنن ابی داؤد - الصلاة (۴۵۱)

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنُ قَابُوسٍ قَوْلُهُ: أَنَّ الْمَسْجِدَ كَانَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَبْنِيًّا بِاللِّبْنِ وَالْجَرِيدِ. یعنی مسجد نبوی آپ ﷺ کے زمانہ میں کچی اینٹوں سے بنی ہوئی تھی اور اس کی چھت کھجور کی شاخوں سے، جیسے ہمارے یہاں گھاس پھوس کا چھپر ہوتا ہے اور اس کے ستون کھجور کے تنے تھے لفظ عَمَدٌ بفتح حین اور عُمُد بضم متین دونوں طرح مروی ہے جو کہ جمع ہے عمود بمعنی ستون کی۔

قَوْلُهُ: فَلَمْ يَزِدْ فِيهِ أَبُوبَكْرٍ شَيْئًا: یعنی صدیق اکبر کے زمانے میں جب مسجد کی بناء ضعیف ہو گئی تو انہوں نے بلا کسی ترمیم اور زیادتی کے پہلے ہی جیسے سامان سے اس کی دوبارہ تعمیر کرائی اور حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ میں بنایا تو اس کو اسی طرح کے سامان سے، لیکن انہوں نے مسجد کے رقبہ میں زیادتی اور توسیع بھی فرمائی۔

قَوْلُهُ: وَقَالَ مُجَاهِدٌ: عُمُدٌ كَخَشْبَةٍ: مصنف کے یہاں دو استاذ ہیں محمد بن یحییٰ اور مجاہد، دونوں کے لفظوں میں فرق بیان کر رہے ہیں، فرق یا تو یہ ہے کہ ایک استاذ نے لفظ عمدہ کو بضم متین ذکر کیا ہے دوسرے نے بفتح حین اور ہو سکتا ہے کہ مراد یہ ہو کہ ایک استاذ نے لفظ خشبہ کہا اور دوسرے نے نہیں، حضرت سہارنپوریؒ نے بذل میں یہ لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے مسجد میں اضافہ قبلہ کی جانب کیا تھا^۱، اور منہل میں لکھا ہے کہ انہوں نے زیادتی مسجد کے طول و عرض دونوں میں کی تھی، اور پھر صاحب منہل نے اس پر تفصیل سے کلام کیا ہے^۲۔

۱ بدل المحمود فی حل ابی داؤد - ج ۳ ص ۲۸۳

۲ المنہل العذب المورود شرح سنن ابی داؤد - ج ۴ ص ۴۹-۵۱

قوله: وَعَثَرْتُ عُثْمَانَ: حضرت عثمانؓ نے مسجد میں نہ صرف توسیع بلکہ مسجد کی تعمیر پختہ کرائی چونے اور پکی اینٹوں سے اور اس کی چھت کو بھی بدل دیا بجائے کھجور کی شاخوں کے اس کی کڑیاں ساگون کی لکڑی کی بنوائیں، ساگون ایک مشہور درخت ہے جو ہندوستان میں ہوتا ہے جو بہت لمبا اور موٹا ہوتا ہے جس کے پتے بھی بہت بڑے بڑے ہوتے ہیں۔

قوله: وَسَقَفَهُ بِالسَّاجِ: یہ لفظ مجرد اور مزید دونوں سے ہو سکتا ہے سَقَفَهُ، سَقَفَهُ ایک استاذ نے بالساج کہا باء جادہ کے ساتھ اور دوسرے نے بغیر حرف جر کے، بناء عثمان کا ذکر کسی قدر تفصیل سے باب کی پہلی حدیث کے ذیل میں گزر چکا۔

۴۵۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مَوْسَى، عَنْ شَيْبَانَ، عَنْ فِرَاسٍ، عَنْ عَطِيَّةَ، عَنْ ابْنِ عُثْمَرَ، أَنَّ مَسْجِدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ سَوَارِيهِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ جُدُوعِ النَّخْلِ أَعْلَاهُ مُظَلَّلٌ بِحَرِيدِ النَّخْلِ، ثُمَّ إِنَّمَا تَحْدَثُ فِي خِلَافَةِ أَبِي بَكْرٍ فَبَنَاهَا بِجُدُوعِ النَّخْلِ وَبِحَرِيدِ النَّخْلِ، ثُمَّ إِنَّمَا تَحْدَثُ فِي خِلَافَةِ عُثْمَانَ فَبَنَاهَا بِالْأَجْرِ فَلَمْ تَزَلْ ثَابِتَةً حَتَّى الْآنَ.

ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں مسجد نبوی کے ستون کھجور کے تنوں کے تھے مسجد کا بالائی حصہ (یعنی چھت) کھجور کی شاخوں کا بنایا گیا تھا۔ پھر جب حضرت ابو بکرؓ کی خلافت کے زمانہ میں ستون پرانے (اور کمزور) ہو گئے تو حضرت ابو بکرؓ نے اسے (دوبارہ) کھجور کے درخت کے تنوں اور کھجور کی شاخوں سے بنایا (یعنی پرانے تنوں اور شاخوں کو تبدیل کر کے نئے تنے اور شاخیں لگائیں) پھر حضرت عثمانؓ کی خلافت میں ستون (ایک مرتبہ پھر) کمزور ہو گئے تو حضرت عثمانؓ نے مسجد کی دیواریں اور ستون پکی اینٹوں کے بنائے چنانچہ آج تک (یعنی ابن عمرؓ کے اس حدیث کو روایت کرنے کے زمانہ تک) مسجد نبوی کی تعمیر اس طرز پر (حضرت عثمانؓ کی تعمیر کی طرح) قائم ہے۔

صحیح البخاری - الصلاة (۴۳۵) سنن ابی داؤد - الصلاة (۴۵۲) مسند احمد - مسند البکری من الصحابة (۱۳۰/۲)

شرح الحديث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ... قوله: ثُمَّ إِنَّمَا تَحْدَثُ فِي خِلَافَةِ عُثْمَانَ فَبَنَاهَا بِالْأَجْرِ: آجُر پختہ اینٹ لبن کا مقابل، اس روایت سے معلوم ہو رہا ہے کہ مسجد نبوی کے ستونوں کو حضرت عثمانؓ نے پختہ اینٹوں سے بنوایا تھا، اور اس سے پہلے گزر چکا بالحجارة المنقوشة، لیکن یہ حدیث پہلی حدیث کے مقابلہ میں ضعیف ہے اس کی سند میں عطیہ بن سعد العونی ہیں جو ضعیف ہیں، یا یہ کہا جائے کہ بعض اساطین حجارہ منقوشہ سے اور بعض اینٹوں سے بنوائے تھے۔

۴۵۳ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ فَنَزَلَ فِي عُلُوِّ الْمَدِينَةِ فِي حَيٍّ يُقَالُ: لَهُمْ بَنُو عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ فَأَقَامَ فِيهِمْ أَرْبَعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً، ثُمَّ أُرْسِلَ إِلَى بَنِي النَّجَّارِ فَبَجَّعُوا امْتَقِلِينَ مِنْ شُيُوفِهِمْ، فَقَالَ أَنَسٌ: فَكُنَّا فِي أَنْظُرٍ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى رَاحِلَتِهِ، وَأَبُو بَكْرٍ يَرْكُضُهُ، وَمَلَأَ بَنِي النَّجَّارِ حَوْلَهُ حَتَّى أَلْقَى بِفَتَاءِ أَبِي الْوَدَبِ، وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي، حَيْثُ أَدْرَكَتْهُ الصَّلَاةُ، وَيُصَلِّي

فِي مَرَابِضِ الْقَتَمِ، وَإِنَّهُ أَمَرَ بِنَاءَ الْمَسْجِدِ، فَأَرْسَلَ إِلَى بَنِي النَّجَّارِ فَقَالَ: «يَا بَنِي النَّجَّارِ، ثَامُوا لِي بِحَائِطِكُمْ هَذَا» فَقَالُوا: وَاللَّهِ لَا نَطْلُبُ ثَمَنَهُ إِلَّا إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ، قَالَ أَنَسٌ: وَكَانَ فِيهِ مَا أَقُولُ لَكُمْ، كَانَتْ فِيهِ قُبُورُ الْمُشْرِكِينَ، وَكَانَتْ فِيهِ خِرْبٌ، وَكَانَ فِيهِ تَحْلٌ، فَأَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقُبُورِ الْمُشْرِكِينَ، فَكَبِشَتْ وَبِالْخِرْبِ فَسَوَّيَتْ وَبِالتَّحْلِ فَقَطَّعَ نَصْفُهَا التَّحْلَ قِتْلَةَ الْمَسْجِدِ، وَجَعَلُوا أَعْصَادَ بَنِيهِ حِجَارَةً، وَجَعَلُوا يَنْقُلُونَ الصَّخَرِ، وَهُمْ يَذْجُزُونَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهُمْ، وَهُوَ يَقُولُ: «اللَّهُمَّ لَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرُ الْأَخِرَةِ فَإِنْ نَصَرْتُ الْأَنْصَارَ وَهَارَ الْهَارُ»..

حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو مدینہ کے بالائی حصہ میں مقیم ایک قبیلہ کے ہاں قیام فرمایا (مدینہ سے مراد وہ حصہ ہے جو مسجد کی طرف ہے۔ بلندی پر واقع ہونے کی وجہ سے اسے "عالیہ" کہتے ہیں) اس قبیلہ کا نام بنو عمرو بن عوف ہے چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے یہاں چودہ راتیں قیام فرمایا پھر آپ نے (ایک قاصد کو بھیج کر) بنو النجار کو بلوایا (یہ حضور ﷺ کے تنہائی قرابت دار تھے اس لئے کہ عبدالمطلب کی والدہ سلمیٰ انہی میں سے تھیں اسی لئے اب انکے ہاں قیام کا ارادہ فرمایا۔ بنو النجار خزرج کی شاخ ہے) تو وہ (حضور ﷺ کے استقبال کیلئے) اپنی گردنوں میں اپنے ہتھیار لگائے ہوئے آئے حضرت انسؓ (راوی حدیث) کہتے ہیں گویا کہ میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھ رہا ہوں کہ آپ اپنی سواری پر تشریف فرما ہیں اور حضرت ابو بکرؓ آپ کے ردیف ہیں (حضرت ابو بکرؓ کی علوشان کے اظہار کیلئے انہیں اپنے پیچھے ایک ہی سواری پر بٹھالیا) اور بنو النجار کے رؤساء اور سردار آپ کے ارد گرد (آگے پیچھے دائیں بائیں) ساتھ چلتے رہے یہاں تک کہ حضور ﷺ نے حضرت ابویوبؓ کے محن کے (دروازہ کے) پاس پڑاؤ ڈالا (مسجد نبوی کی تعمیر سے پہلے) حضور ﷺ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جس جگہ بھی نماز کا وقت آجاتا آپ نماز ادا فرمالتے اور بکریوں کے باڑہ میں بھی نماز ادا فرمالتے اور (پھر) آپ نے (لوگوں کو) مسجد کی تعمیر کا حکم دیا۔ چنانچہ آپ نے (ایک قاصد کو بھیج کر) بنو النجار کو بلوایا (وہ آئے تو) آپ نے (ان سے) کہا مجھے لہنا یہ باغ قیمت لیکر فروخت کر دو تو بنو النجار نے عرض کیا بخدا ہم تو اسکی قیمت اللہ تعالیٰ سے ہی لیں گے (یعنی فی سبیل اللہ اسکو دے کر آخرت میں اللہ سے اس کا اجر لیں گے) حضرت انسؓ راوی حدیث کہتے ہیں اس باغ میں (جسکی جگہ مسجد بنائی تھی) وہ تھا جو میں تمہیں بیان کروں گا اس (کے بعض اطراف) میں مشرکین کی قبریں تھیں اور بعض حصہ میں غارتھے اور بعض حصہ میں کھجور کے درخت تھے چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے مشرکین کی قبروں کو اکھیڑنے کا حکم دیا چنانچہ انہیں اکھیڑا گیا (اور اس میں سے مشرکین کی ہڈیاں نکال دی گئیں) اور گڑھوں اور غاروں کو بھرنے کا حکم دیا گیا چنانچہ انہیں (مٹی سے) بھر دیا گیا اور کھجور کے تنوں کو تعمیر میں لانے کا حکم دیا چنانچہ مسجد کے قبلہ کی جانب کھجور کے تنوں کو (بطور ستون) قائم کر دیا گیا اور لوگوں نے مسجد کے دروازہ کے دونوں چوکھٹیں پتھروں کی بنادیں (یعنی کھجور کے تنوں کے دونوں جانب مضبوطی کیلئے پتھر لگا دیئے) اور صحابہؓ نے بڑے بڑے پتھر لانا شروع کر دیئے (چو کھٹیں بنانے کیلئے) اور صحابہؓ رجزیہ اشعار پڑھ رہے تھے حضور ﷺ بھی انکے ساتھ

شامل تھے (تعمیر میں) اور حضور ﷺ نے شعر پڑھ رہے تھے (جن کا ترجمہ یہ ہے) اے اللہ بھلائی تو صرف آخرت کی ہے لہذا مہاجرین و انصار کی نصرت فرما۔

شرح الحدیث: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ... قَوْلُهُ: فَتَنَزَّلَ لِي غُلُوًّا مِّنْ بَيْنَةٍ: علو میں عین کا ضمہ اور کسرہ دونوں جائز ہیں علو

المدينة کو عالیہ بھی کہتے ہیں جس کی جمع عوالی آتی ہے اور یہ مدینہ کا وہ حصہ ہے جو مجد (بلندی) کی طرف ہے اور مدینہ کا وہ حصہ جو تہامہ کی جانب ہے جس طرف مکہ ہے اس کو سافلہ کہتے ہیں، یہاں علو المدینہ سے مراد قبا ہے جو کہ عوالی مدینہ سے ہے، یہ مدینہ منورہ سے تقریباً تین میل کے فاصلہ پر ایک بستی ہے جس میں انصار کے کچھ خاندان آباد تھے سب سے زیادہ ممتاز عمرو بن عوف کا خاندان تھا آپ ﷺ کا نزول قبائیں انہیں کے یہاں ہوا ابتداءً آٹھ یا بارہ ربیع الاول علی اختلاف القولین، آنحضرت ﷺ نے دخول مدینہ کیلئے بلندی والا راستہ اختیار فرمایا، اس سے علماء نے آپ ﷺ اور آپ کے دین کی بلندی کی نیک فال نکال ہے کہ آپ ﷺ اور آپ کے دین کیلئے سر بلندی ہوگی، چنانچہ ایسا ہی ہوا، فالحمد للہ علی ذلک۔

قَوْلُهُ: فَأَقَامَ فِيهِمْ أَرْبَعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً: قبائیں آپ ﷺ کی مدت قیام میں روایات مختلف ہیں بخاری شریف کی ایک روایت میں چودہ روز اور ایک میں چوبیس روز مذکور ہیں اور تیسرا قول صرف چار روز قیام کا ہے اسکی تفصیل انشاء اللہ باب الجُمُعَةِ فِي الْقَرْمَى کی بحث میں آجائے گی۔

روایت میں اختصار: قَوْلُهُ: ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَى بَنِي النَّجَّارِ: یہاں روایت میں اختصار ہے آپ چند روز قبائیں قیام

فرما کر جمعہ کے روز وہاں سے روانہ ہوئے مدینہ کے راستہ میں محلہ بنو سالم پڑتا تھا وہاں پہنچتے پہنچتے جمعہ کا وقت آگیا اس لئے آپ ﷺ نے مسجد بنو سالم میں جمعہ کی نماز ادا فرمائی، یہ اسلام میں جمعہ کی سب سے پہلی نماز تھی جو مسجد بنو سالم میں آپ نے قائم فرمائی، نماز سے فارغ ہو کر آپ ﷺ ناقہ پر سوار ہوئے اور صدیق اکبر کو آپ نے اپنی ہی سواری پر بٹھالیا، ہجرت کے وقت میں آپ ﷺ اور صدیق اکبر الگ الگ سواری پر سوار تھے، غالباً یہاں حضور ﷺ نے مصلیٰ لوگوں پر صدیق اکبر کی علو شان ظاہر کرنے کیلئے اپنی ہی سواری پر ان کو ردیف بنالیا، یہاں کی روانگی سے پہلے آپ نے ایک قاصد قبیلہ بنو نجار جو آپ کے نہالی قرابت دار تھے (اس لئے کہ عبدالمطلب کی والدہ سلمیٰ انہیں میں سے تھیں) ان کے پاس بھیجا کہ آپ کا ارادہ انہیں کے یہاں قیام کا تھا، چنانچہ وہ آپ کے استقبال کیلئے ہتھیار لگائے ہوئے حاضر ہوئے اور آپ کے دائیں بائیں آگے پیچھے ساتھ چلتے رہے ہر شخص کی خواہش اور درخواست آپ سے یہ تھی کہ آپ ﷺ کا قیام اس کے یہاں ہو آپ ﷺ ان کو دعایتے اور یہ فرماتے کہ یہ ناقہ منجانب اللہ مامور ہے جہاں بیٹھ جائے گی وہیں میرا قیام ہو گا بالآخر آپ ﷺ کی ناقہ محلہ بنو نجار میں پہنچ کر خود بخود اس مقام پر رک گئی جہاں اس وقت مسجد نبوی ہے سیرت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ لیکن آپ ﷺ ناقہ سے نہ اترے کچھ دیر بعد ناقہ خود بخود اٹھی اور ابوایوب انصاری کے دروازے پر جو سامنے ہی تھا جا کر بیٹھی اس وقت حضور ﷺ ناقہ سے اترے اور ابوایوب

انصاری آپ کا سامان اٹھا کر اپنے گھر لے گئے، رسول اللہ ﷺ کا طبعی میلان بھی یہی تھا کہ آپ کسی طرح بنو نجار میں اتریں جو اخوال عبد المطلب یعنی آپ کے دادا کے نہالی ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس خواہش کی اس معجزانہ طور سے پورا فرمایا کہ خود بخود ناکہ وہیں جا کر ٹھہری تاکہ دوسرے حضرات جو آپ کے قیام کے خواہش مند تھے ان میں سے کسی کو یہ تاثر نہ ہو کہ ہمیں چھوڑ کر فلاں کو ترجیح دی۔

قولہ: وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي: مسجد نبوی کی بناء سے پہلے آپ ﷺ جس جگہ بھی نماز کا وقت ہو جاتا وہیں (غیر مسجد میں) پڑھ لیتے، اب کیونکہ یہاں کہیں اس پاس مسجد نہ تھی اس لئے آپ نے مسجد بنانے کا اور اس کے لئے جگہ خریدنے کا ارادہ فرمایا جس کا ذکر آگے روایت میں آرہا ہے، چنانچہ آپ کی ناکہ جس جگہ آکر بیٹھی تھی وہ بنو نجار کے دو قیموں^۱ کا مرید یعنی کھجور خشک کرنے کی جگہ تھی جیسا کہ بعض روایات میں ہے اور ابو داؤد کی روایت میں اس کو حائط کہا گیا ہے یعنی باغ، ممکن ہے کہ وہ باغ ہو اور پھر اس کے ویران ہونے کے بعد اس کو مرید بنالیا گیا ہو، یا بعض حصہ باغ ہو اور بعض حصہ مرید، غرضیکہ آپ ﷺ نے اس زمین کے خریدنے کے بات چیت فرمائی ان لوگوں نے عرض کیا ہم بلا عوض کے اس کو دینا چاہتے ہیں، مگر حضور ﷺ اس کیلئے تیار نہ ہوئے بلکہ آپ نے اس کو شمن دے کر خریدا ایک روایت میں ہے کہ مقدار شمن دس دینار دی گئی، ظاہر یہ ہے کہ خریداری کا معاملہ یقیناً ان کے ولی کے توسط سے ہی ہوا ہو گا، آگے روایت میں یہ ہے کہ اس زمین میں کچھ مشرکین کی قبریں تھیں جن کو اکھاڑ دیا گیا۔

قبور مشرکین کا نبش: جس سے معلوم ہوا کہ قبور مشرکین کا نبش جائز ہے، امام بخاری نے اسی لئے اس حدیث پر **هَلْ يُنْبَشُ قُبُورُ مُشْرِكِي** الخ باب قائم کیا ہے اور امام ابو داؤد نے بھی کتاب الخراج کے بالکل اخیر میں ایک باب باندھا ہے **نَبَشُ الْقُبُورِ الْعَادِيَةِ** جس میں انہوں نے ابو رغال کی قبر اور اس کے نبش کا واقعہ ذکر کیا ہے^۲، شامی میں بھی اس مسئلہ کی تصریح ہے کہ قبور مشرکین کا نبش بلا کر اہت جائز ہے۔

قولہ: وَكَانَتْ فِيهِ خَرِبٌ: خرب بروزن کلمہ جو جمع ہے خربتہ بروزن کلمہ کی، بمعنی غار غرضیکہ قبور مشرکین کو تو اکھاڑ دیا گیا اور جو اس زمین میں غار وغیرہ تھے ان کو مٹی بھر کر ہموار کر دیا گیا اور جو وہاں کھجور کے درخت تھے ان کے تنوں کو مسجد کی تعمیر کے کام میں لایا گیا۔

قولہ: فَصُفِّفَ النَّخْلُ وَبُنِيَ الْمَسْجِدُ: یعنی مسجد میں قبلہ کی جانب کھجوروں کے تنوں کو بطور ستون قائم کر دیا گیا اور باب

① جن کا نام ایک روایت کے مطابق ہل اور سہیل تھا جو اسعد بن زرارہ کی تربیت میں تھے، ویسے ان دونوں کی تعین میں علماء جہل کا اختلاف ہے جس کو ابن الاثیر جزری وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔ (ہامش جہل المنصور فی حل ابی داؤد - ج ۳ ص ۲۸۸)

② سنن ابی داؤد - کتاب الخراج والإمامۃ والفتی - باب نبش القبور العادیۃ یكون فیہا المال ۳۰۸۸

مسجد کی دونوں جانبوں میں جو کھٹ کے طور پر پتھر نصب کر دیئے گئے۔

قولہ: وَلَهُمْ فِيْهَا مَرْجُلُوْنَ: جب صحابہ کرام مسجد کی تعمیر کے لئے پتھر اٹھا اٹھا کر لارہے تھے تو ذوق و شوق میں یہ رجز پڑھ رہے تھے اَللّٰهُمَّ لَا تُخَيِّرْ اِلَّا خَيْرَ الْاَحْزَةِ الرَّجْ، رجز شعر کی ایک قسم ہے، اور کہا گیا ہے کہ وہ باقاعدہ شعر نہیں ہوتا بلکہ وہ کلام موزوں کی ایک قسم ہے جیسے ترانہ ہوتا ہے۔

حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَ مَوْضِعُ السَّجْدِ حَاطًا لِّبَنِي النَّجَّارِ فِيهِ خَرْتُ وَتَقَلُّ، وَيُؤَيِّرُ الشُّرَيْكِينَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «فَأَمْلُؤْ بِه» فَقَالُوا: لَا نَسْبِي بِه قَبْرًا، فَقَطَعَ الْقَعْلَ وَسَوَّى الْحَرْتَ وَبَكَّشَ قُبُورَ الشُّرَيْكِينَ، وَسَاقِ الْحَدِيثَ، وَقَالَ: «فَاغْفِرْ» مَكَانَ «فَانْصُرْ»، قَالَ مُوسَى: وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، بِخُورِهِ، وَكَانَ عَبْدُ الْوَارِثِ، يَقُولُ: خَرْتُ، وَزَعَمَ عَبْدُ الْوَارِثِ، أَنَّهُ أَقَادَ حَمَّادًا هَذَا الْحَدِيثَ.

انس بن مالک کہتے ہیں مسجد نبوی کی جگہ بنو النجار کا باغ تھا اس میں انکی کھیتی، کھجور کے درخت اور مشرکین کی قبریں تھیں چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ مجھ سے اس باغ کا بھاؤ تاؤ کر لو تو انہوں نے کہا ہم (آپ سے شمن کا) مطالبہ نہیں کرتے (بلکہ ثواب کی نیت سے بلا معاوضہ دیتے ہیں) چنانچہ درخت کاٹ دیئے گئے اور اور کھیتی کی جگہ برابر کر دی گئی اور مشرکین کی قبریں اکھاڑ دی گئیں اور (پھر اس کے بعد) حماد بن سلمہ نے مکمل حدیث (اسی طرح) بیان کی (جس طرح عبد الوارث نے بیان کی تھی) اور حماد بن سلمہ نے فائصہ کی جگہ فاغفر کہا۔ موسیٰ استاد کہتے ہیں عبد الوارث نے بھی حدیث اسی طرح بیان کی جس طرح حماد بن ابی سلمہ نے بیان کی تھی (اور موسیٰ بن اسماعیل نے یہ بھی کہا کہ) عبد الوارث راویِ خرب کہتے تھے (جبکہ حماد بن سلمہ استاد نے حرث کہا تھا) اور عبد الوارث کہتے ہیں کہ انہوں نے یہ حدیث حماد کو پہنچائی ابو التیاح سے روایت کر کے پھر حماد بن سلمہ یہ حدیث عبد الوارث سے حاصل کرنے کے بعد ابو التیاح کے پاس سفر کر کے گئے اور ان سے اس حدیث کا سماع کیا۔

صحیح البخاری - الوضوء (۲۳۲) صحیح البخاری - الصلاة (۴۱۸) صحیح البخاری - الصلاة (۴۱۹) صحیح

البخاری - الحج (۱۷۶۹) صحیح البخاری - البيوع (۲۰۰۰) صحیح البخاری - الوصايا (۲۶۱۹) صحیح البخاری - الوصايا (۲۶۲۲)

صحیح البخاری - الوصايا (۲۶۲۷) صحیح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (۵۲۴) جامع الترمذی - الصلاة (۳۵۰) سنن النسائي -

المساجد (۷۰۲) سنن ابی داؤد - الصلاة (۴۵۳) مسند احمد - ہاقی مسند المکثرین (۱۹۴/۳)

حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ... قولہ: وَسَاقِ الْحَدِيثَ: ساق کی ضمیر حماد بن سلمہ کی طرف راجع ہے جو ابو التیاح

کے شاگرد ہیں، اس سے پہلی سند میں ان کے شاگرد عبد الوارث تھے اور یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ جب سند میں اس طرح کی عبارت آئے تو ضمیر اس راوی کی طرف راجع ہوگی جو نیا راوی اس دوسری سند میں آئے اور وہ یہاں حماد بن سلمہ ہیں، حماد کی روایت میں فَاغْفِرِ الْأَنْصَارَ کے بجائے فَاغْفِرِ الْأَنْصَارَ ہے نیز اس دوسری روایت میں بجائے لفظ خرب کے حرث ہے (کھیتی)۔

شرح السنن: قوله: وَزَعَمَ عَبْدُ الْوَارِثِ أَنَّهُ أَقْبَرُ حَمَادًا هَذَا الْحَدِيثُ: اس جملہ کی تشریح یہ ہے کہ اس دوسری سند میں حماد براہ راست روایت کر رہے ہیں ابو التیاح سے اور پہلی سند میں ابو التیاح سے روایت کرنے والے عبد الوارث تھے جس سے یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ عبد الوارث اور حماد دونوں رفیق ہیں اور ایک ہی استاذ کے شاگرد ہیں لیکن عبد الوارث یہ کہہ رہے ہیں کہ شروع میں یہ حدیث حماد نے مجھ سے ہی حاصل کی تھی لہذا حماد عبد الوارث کے شاگرد ہوئے نہ کہ رفیق، لیکن پھر بعد میں یہ ہوا کہ حماد نے ترقی کر کے حدیث اپنے استاذ الاستاذ یعنی ابو التیاح سے حاصل کر لی اس لئے حماد اس حدیث کو براہ راست ابو التیاح سے روایت کرنے لگے اسی ترقی کا نام علوسند ہے۔

۱۵۔ بَابُ اتِّخَاذِ الْمَسَاجِدِ فِي الدُّوْرِ

یہ باب ہے محلوں اور قبیلوں میں مسجد بنانے کے بیان میں

... ۵۵۰ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ، عَنْ زَائِدَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: «أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَاءَ الْمَسَاجِدِ فِي الدُّوْرِ وَأَنْ تُنْظَفَ وَتُطَيَّبَ».

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے محلوں اور قبیلوں میں مسجد بنانے کا حکم دیا اور (اس بات کا حکم دیا کہ ان مساجد کو) پاک صاف کیا جائے اور خوشبودار کیا جائے۔

جامع الترمذی - الجمعة (۵۹۴) سنن أبي داود - الصلاة (۴۵۵) سنن ابن ماجه - المساجد والجماعات (۷۵۹)

شرح الحدیث حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ... قوله: «أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَاءَ الْمَسَاجِدِ فِي الدُّوْرِ»: دور، دار کی جمع ہے جس کے معنی بیت اور منزل کے بھی آتے ہیں اور محلہ و قبیلہ کے بھی، ظاہر یہ ہے کہ یہاں دو سرے معنی مراد ہیں، یعنی ہر ہر محلہ میں مسجدیں بنائی جائیں اس لئے کہ اگر ایسا نہ ہو گا تو ایک محلہ والے دو سرے محلہ کی مسجد میں نماز پڑھنے کیلئے جائیں گے اور فاصلہ کی وجہ سے جماعت کے فوت ہونے کا اندیشہ رہے گا، لہذا حسب ضرورت ہر ہر محلہ میں مسجدیں ہونی چاہئیں اور اگر حدیث میں دار سے پہلے معنی مراد لئے جائیں تو مطلب یہ ہو گا کہ ہر گھر میں ایک مخصوص جگہ نماز کیلئے بھی ہونی چاہئے، مثلاً کوئی چبوتری یا چوکی، آدمی جس طرح مکان میں اپنی دوسری ضرورت کی چیزیں تعمیر کرتا ہے، غسل خانہ باورچی خانہ وغیرہ، تو نماز کیلئے بھی کوئی خاص جگہ ہونی چاہئے جس کو نماز ہی پڑھنے کے لئے صاف اور ستھرا رکھا جائے، لیکن اس صورت میں مسجد سے مسجد شرعی مراد نہ ہوگی، بخلاف پہلی صورت کے کہ اس میں مسجد شرعی مراد ہے۔

... ۵۵۱ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ بْنِ سَفْيَانَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَمْرِو بْنِ حَسَّانَ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سَعْدٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِيهِ سُلَيْمَانَ بْنِ سَمُرَةَ، عَنْ أَبِيهِ سَمُرَةَ، أَنَّهُ كَتَبَ إِلَى ابْنِهِ: «أَمَا بَعْدُ فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «كَانَ يَأْمُرُنَا بِالْمَسَاجِدِ أَنْ نَصْنَعَهَا فِي دِيَارِنَا، وَنُصْلِحَ صُنْعَهَا لِنُظَاهَرَهَا».

سلیمان بن سمرہ اپنے والد سمرہ سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ سمرہ بن جندب نے اپنے بیٹے کو خط لکھا (جس کا مضمون یہ تھا) ابابعد بے شک رسول اللہ ﷺ ہمیں حکم دیتے تھے کہ اپنے محلوں میں مسجدیں بنائیں اور انکی عمارت کو خوبصورت بنائیں اور ان کو پاک صاف رکھیں۔

سنن ابی داؤد - الصلاة (۴۵۶) مسند احمد - أول مسند البصريين (۱۷/۵)

شرح الحديث: صحیفہ سمرہ کی پہلی حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ بْنِ شُعَيْبَانَ..... قوله:

أَنَّهُ كَتَبَ إِلَى ابْنِهِ: أَمَّا بَعْدُ: اس حدیث کو خبیب اپنے باب سلیمان سے اور سلیمان اپنے باب سمرہ بن جندب صحابی سے روایت کرتے ہیں اس کتاب میں اسی سند سے اور اسی طرز پر کل چھ حدیثیں ہیں اور مسند زار میں اس طرح کی تقریباً سو حدیثیں ہیں، دار صل یہ ایک صحیفہ ہے، صحیفہ سمرہ کے نام سے جس میں انہوں نے بہت سی حدیثیں جمع کر کے اپنے بیٹوں کے پاس بھیجی تھیں، اس کی جملہ احادیث ایک ہی سند سے مروی ہے اسی لئے وہ سند صحیفہ کے شروع میں لکھ دی گئی ہے صحیفہ کے شروع میں سند کے ساتھ لفظ أَمَّا بَعْدُ بھی ہے، اب جو مصنف اس صحیفہ سے کوئی سی حدیث لیتا ہے تو شروع میں جو سند ہے اس کو لے لیتا ہے اسی لئے ہر جگہ اس صحیفہ کی حدیث میں لفظ ابابعد ملتا ہے، یہ بات مقدمہ الکتاب میں بھی آگئی ہے کتابت حدیث کی بحث میں، لیکن یہ بھی واضح رہے کہ محدثین کے یہاں یہ سند ضعیف شمار ہوتی ہے کیونکہ اس کی سند کے راوی سب مجہول اور غیر معروف ہیں، بذل میں لکھا ہے قال ابن القطان: ما من هؤلاء من يعرف حاله ①۔

۱۶۔ بَابُ فِي الشَّرْحِ فِي الْمَسَاجِدِ

یہ باب ہے صاحب کو سپراغ کے ذریعہ روشن کرنے کے بیان میں ②

مساجد میں چراغ روشن کرنا، ابن رسلان شارح ابی داؤد لکھتے ہیں: وأول من أَسْرَجَ فِي الْمَسَاجِدِ عَمِيمُ الدَّارِيُّ ③۔

④ حَدَّثَنَا الثَّقَلِيُّ، حَدَّثَنَا مِسْكِينٌ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ زِيَادِ بْنِ أَبِي سُوْدَةَ، عَنْ مَيْمُونَةَ، مَوْلَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهَا قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَلْقَيْتَ فِي بَيْتِ الْمَقْدِسِ فَقَالَ: «أَتُؤَوُّهُ فَصَلُّوا فِيهِ» وَكَانَتْ الْبِلَادُ إِذْ ذَاكَ حَرْبًا. «فَإِنْ لَمْ تَأْتُوهُ وَتُصَلُّوا فِيهِ، فَأَبْعَثُوا بِرَبِيتٍ يُسْرَجُ فِي فَتَا دِيلِهِ».

حضرت ميمونہ جو رسول اللہ ﷺ کی باندی اور خادمہ تھیں انہوں نے (حضور ﷺ سے) پوچھا اے اللہ کے رسول ہمیں بیت المقدس کے بارے میں فتویٰ دیں (کہ اسکی طرف سواری پر سفر کر کے جا کر نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟) تو حضور

① بدل المسجود فی حل ابی داؤد - ج ۳ ص ۲۹۳

② عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخَدْرِيِّ قَالَ: «أَوَّلُ مَنْ أَسْرَجَ فِي الْمَسَاجِدِ عَمِيمُ الدَّارِيُّ» (سنن ابن ماجہ - کتاب المساجد والجماعات - باب تطهير المساجد وتطهيرها ۷۶۰)

ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہاں جاؤ اور نماز پڑھو اس زمانہ میں ان علاقوں میں مسلمانوں اور کافروں کے درمیان جنگ جاری تھی۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تم بیت المقدس جا کر نماز نہ پڑھ سکو تو زیتون کا تیل وہاں بھجوادو جو بیت المقدس کی مسجد کے چراغوں میں جلایا جائے۔

سنن ابی داؤد - الصلاة (۵۷) مسند احمد - من مسند القبائل (۶/۶۲۳)

قوله: قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَفَتَنَا فِي بَيْتِ الْمُقَدَّسِ: ایک عورت نے آپ سے سوال کیا کہ بیت المقدس کے بارے میں ہمیں حکم شرعی سے آگاہ کیجئے، یعنی یہ کہ ہم وہاں سفر کر کے جاسکتے ہیں اور اس میں نماز وغیرہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں وہاں تم جاسکتی ہو اور اس میں نماز پڑھ سکتی ہو آگے راوی کہتا ہے وَكَانَتْ الْبِلَادُ إِذْ ذَٰلِكَ حَرْبًا، یعنی اس وقت تک اہل اسلام اور اہل شام کے درمیان حرب قائم تھی، ملک شام جہاں بیت المقدس ہے مسلمانوں نے فتح نہیں کیا تھا کسی مسلمان کا وہاں جاننا دشوار تھا اسی لئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا إِنْ لَمْ تَأْتُوا وَتُصَلُّوا فَيُصَاحَبَ كُمْ، اگر تم وہاں نہ جا سکو تو ایسا کرو کہ کسی ذریعہ سے وہاں روغن زیتون بھیج دو جو بیت المقدس کے فتائل اور چراغوں میں جلایا جائے، اس حدیث سے مسجد میں چراغ روشن کرنے کی مشروعیت ثابت ہو رہی ہے، نیز اس سے مساجد میں تیل بھیجنے کی اصلیت بھی ثابت ہوئی جیسا کہ عام طور سے عورتیں مساجد میں تیل بھیج دیا کرتی ہیں، معلوم ہوا کہ یہ بے اصل نہیں ہے۔

۱۷ - بَابُ فِي خُصْيِ الْمَسْجِدِ

مسجد میں چھوٹی کنکریاں بچانے کا حکم

حصی جمع ہے حصاة کی "الاحجار الصغار" (کنکریاں) مطلب یہ ہے کہ مسجد میں کنکریاں بچھا سکتے ہیں اس میں کچھ حرج نہیں جیسا کہ حدیث الباب سے معلوم ہو رہا ہے۔

حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ سُلَيْمٍ الْبَاهِلِيُّ، عَنْ أَبِي الْوَلِيدِ، سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ، عَنِ الْخُصْيِ الَّذِي فِي الْمَسْجِدِ؟ فَقَالَ: مُطْرُ نَادَاتٍ لَيْلَةٍ فَأَصْبَحَتْ الْأَرْضُ مَبْتَلَّةً، فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَأْتِي بِالْخُصْيِ فِي لُؤْبِهِ، فَيَبْسُطُهُ تَحْتَهُ، فَلَمَّا قَضَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلَاةَ، قَالَ: «مَا أَحْسَنَ هَذَا».

ابو الولید کہتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن عمر سے دریافت کیا کہ جو کنکریاں مسجد میں بچھائی جاتی ہیں (کیا اس کے متعلق حضور ﷺ کی کوئی حدیث ہے اور کیا یہ عمل جائز ہے؟) عبد اللہ بن عمر نے جواب دیا ایک رات ہم پر بارش ہوئی تو مسجد کی زمین گیلی ہو گئی پس نماز پڑھنے والا شخص اپنے کپڑوں میں چھوٹی چھوٹی کنکریاں لاتا اور اس کو اپنے نیچے بچھا لیتا (تاکہ اس کے کپڑے گیلے اور خراب نہ ہوں) پس نبی اکرم ﷺ جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم نے خوب کیا۔

شرح الحديث

قوله: سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ، عَنِ الْخَصِيِّ الَّذِي فِي الْمَسْجِدِ؟ مسجد نبوی کے محن میں کنکریاں بچھی ہوئی تھیں، چٹائیوں اور صفوں کا تو اس وقت دستور نہ تھا اس کے بارے میں ایک تابعی نے ابن عمر سے دریافت کیا کہ یہ جو مسجد نبوی میں کنکریاں بچھی ہوئی ہیں یہ کب سے بچھی ہیں اور اس کا کیا منشا ہوا تھا؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ایک مرتبہ کی بات ہے کہ مدینہ منورہ میں رات میں بارش ہوئی مسجد کا سارا محن پانی سے تر ہو گیا تو لوگوں نے یہ کیا کہ اپنے پلوں میں کنکریاں بھر کر مسجد میں ساتھ لے گئے اور ہر شخص نے اپنے نماز پڑھنے کی جگہ میں ان کو پھیلا کر ان پر نماز پڑھی تاکہ کپڑے نہ بھیگیں، حضور ﷺ نے نماز سے فراغ پر جب ان کنکریوں کو دیکھا تو فرمایا اَلْحَسَنَ هَذَا کہ یہ تم نے کیا ہی اچھا کیا، غرضیکہ اس وقت سے یہ کنکریاں بچھی چلی آرہی ہیں، میں کہتا ہوں کہ ۳۹۳ھ میں جب ہم پہلی بار حج کیلئے حاضر ہوئے اس وقت تک یہ کنکریوں کا سلسلہ قائم رہا مسجد حرام میں بھی اور مسجد نبوی میں بھی لیکن پورے محن میں نہیں بلکہ اس کے بعض حصوں میں، گویا یہ قدیم یادگار چلی آرہی تھی، لیکن چند سال بعد جب ہماری پھر حاضری ہوئی تو دیکھا وہاں سے ان کنکریوں کو اٹھا دیا گیا تھا اور اس کے بجائے پختہ فرش بنادیا گیا، وجہ اسکی یہ سننے میں آئی تھی کہ عورتیں اپنے ساتھ گود کے بچوں کو نماز کے وقت جب حرم لیجاتی تھیں تو بچوں کی نجاست پیشاب وغیرہ وہ کنکریوں کے اندر دبا دیتی تھیں اس لئے وہاں کے منتظمین نے یہ کنکریوں کا سلسلہ ہی ختم کر دیا "إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ، فَبَالِيَ اللّٰهُ الْمَشْتَكِي" حضور ﷺ کے زمانہ کی ایک نشانی ختم ہو گئی۔

۵۹ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، وَذَكْوَيْجٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، قَالَ: "كَانَ يُقَالُ: إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا أَخْرَجَ الْخَصِيَّ مِنَ الْمَسْجِدِ يَنْشُدُهُ"

ابوصالح سے روایت ہے کہ کہا جاتا تھا کہ جب کوئی شخص مسجد سے کنکریاں نکالتا ہے تو وہ کنکراے اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہے کہ مجھے مسجد سے مت نکالو۔

قوله: إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا أَخْرَجَ الْخَصِيَّ مِنَ الْمَسْجِدِ يَنْشُدُهُ: اگر کوئی شخص مسجد سے کنکری باہر نکالتا ہے یعنی اس کو اٹھا کر باہر پھینک دیتا ہے یا اٹھا کر اپنے ساتھ مسجد سے باہر لے آتا ہے تو وہ کنکری اس سے اللہ کا واسطہ دے کر سوال کرتی ہے کہ تو مجھے یہاں سے مت نکال، کنکری کا یہ سوال کرنا یا تو اس لئے ہے کہ مسجد پاک اور صاف ستھری جگہ ہے اس لئے وہاں سے نکلنا نہیں چاہتی، یا اس لئے کہ مسجد رحمت و برکت اور عبادت کی جگہ ہے لوگ اس پر نماز پڑھتے ہیں اور باہر جانے کے بعد وہ ان سب چیزوں سے محروم ہو جائے گی، نیز یہ کنکری کا سوال کرنا ہو سکتا ہے بلسانِ قال اور حقیقتہ ہو جس کی کیفیت سے ہم ناواقف ہیں، چنانچہ جمہور سلف کی رائے جمادات اور حیوانات کی تسبیح کے بارے میں یہی ہے جس کا ذکر اس آیت میں ہے وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يَسْتَبِيحُ بِحَمْدِهِ^۱، اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ سوال بلسانِ حال ہو گویا کنکری کی موجودہ حالت مسجد میں پڑے

۱ اور کوئی چیز نہیں جو نہیں پڑھتی خیریاں اس کی (سورة الإسراء ۴۴)

ہوئے ہونے کی اس بات کو مقتضی ہے کہ وہ یہ چاہتی ہے کہ اس کو وہیں رہنے دیا جائے گو زبان سے وہ نہ کہہ سکے، یہاں پر روایت میں یہ ہے کہ کان یقال یعنی صحابہ آپس میں یہ کہتے تھے کہ جب کوئی کنکری کو مسجد سے نکالتا ہے تو وہ یوں کہتی ہے لیکن ظاہر بات ہے کہ صحابہ کرام یہ بات قیاس سے تو کہہ نہیں سکتے انہوں نے آپ ﷺ ہی سے سنا ہو گا لہذا یہ حدیث حکم میں مرفوع کے ہے اس سے آگے جو حدیث آرہی ہے اس میں بھی اس حدیث کے مرفوع ہونے کا ذکر ہے گو تردد کے ساتھ۔

۴۶۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ أَبُو بَكْرٍ يَتَنِي الصَّافِيَّ، حَدَّثَنَا أَبُو بَدْرٍ شُجَاعُ بْنُ الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، حَدَّثَنَا أَبُو حَصَيْنٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ أَبُو بَدْرٍ: أَرَأَيْتُمْ رَفَعَهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِنَّ الْخَصَاءَ لَتَنَاشِدُ الَّذِي يُخْرِجُهَا مِنَ الْمَسْجِدِ».

ابو بدر راوی کہتے ہیں میرے خیال میں یہ حدیث مرفوع ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس کنکر کو کوئی شخص مسجد سے باہر نکالتا ہے تو وہ کنکر اس کو اللہ پاک کے نام کا واسطہ دے کر کہتا ہے کہ مجھے مسجد سے نہ نکالو۔

۱۸ - بَابُ فِي كُنُسِ الْمَسْجِدِ

مسجد کی جھاڑو دینے کا بیان

یعنی مسجد میں جھاڑو دینا کنسہ آکر کنس یعنی جھاڑو۔

۴۶۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابُ بْنُ عَبْدِ الْحَكَمِ الْخَزَّازُ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْمَجِيدِ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ أَبِي رِزْدَاقٍ، عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ الْمُطَّلِبِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَنْطَلٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «عَوِضْتُ عَلَى أَجُورِ أُمَّتِي حَتَّى الْقَدَّافَةُ تُخْرِجُهَا الرَّجُلُ مِنَ الْمَسْجِدِ، وَعَوِضْتُ عَلَى ذُنُوبِ أُمَّتِي، فَلَمْ أَرَدْ نَبَأَ أَعْظَمَ مِنْ سُورَةِ مِنَ الْقُرْآنِ أَوْ آيَةٍ أَوْ نَبَأٍ رَجُلٌ ثُمَّ نَسِيَهَا».

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: مجھ پر میری امت کے اعمال کے اجر و ثواب پیش کئے گئے۔ یہاں تک کہ کوئی شخص مسجد سے خس و خاشاک (ہر وہ چیز جو نمازیوں کو تکلیف پہنچائے) نکالے اس کا ثواب بھی مجھ پر پیش کیا گیا اور مجھ پر میری امت کے گناہوں کو پیش کیا گیا پس میں نے اس سے بڑا کوئی گناہ نہیں دیکھا کہ کسی شخص کو قرآن کی سورت یا آیت عطاء کی گئی پھر اس نے اس کو بھلا دیا۔

جامع الترمذی - فضائل القرآن (۲۹۱۶) سنن ابی داود - الصلاة (۴۶۱)

قولہ: عَوِضْتُ عَلَى أَجُورِ أُمَّتِي حَتَّى الْقَدَّافَةُ: ای اجور یا اعمال اُمّی، بخلاف مضاف اور مسلم شریف

کی روایت میں ہے عَرَفْتُ عَلَى أَعْمَالٍ أَتَمِّي^①، اب دونوں میں کوئی منافات نہیں جس طرح اجور پیش ہو سکتے ہیں اسی طرح اعمال بھی۔

اور عرض سے مراد یا تو احاطہ علمی ہے کہ ان چیزوں کو آپ کے علم میں لایا گیا، اور یہ عرض اپنی حقیقت پر بھی محمول ہو سکتا ہے اس طور پر کہ اعمال حسنہ کو اچھی صورت شکل میں پیش کیا گیا ہو اور اعمال سیئہ کو گھٹیا صورت میں جیسا کہ وزن اعمال میں بھی ایک قول یہی ہے، اب رہی یہ بات کہ یہ عرض کب ہو اور کہاں ہو؟ ہو سکتا ہے کہ لیلة المعراج میں ہو یا کسی اور موقع پر، واللہ تعالیٰ اعلم۔

قوله: عَلَى الْقَذَا: تَذَا اس خس و خاشاک کو کہتے ہیں جو آنکھ یا پانی یا کسی پینے کی چیز میں گر جاتا ہے جو بہت معمولی سا ہوتا ہے، اس میں بڑا مبالغہ ہے مساجد کو صاف رکھنے میں، کہ جب اتنی ذرا سی چیز کے دور کرنے میں ثواب ہے تو اس سے زائد میں بطریق اولیٰ ہو گا۔

قوله: فَلَمْ يَزَلْ أَعْظَمُ مِنْ سُوءٍ مِنَ الْقُرْآنِ الخ: یعنی مجھ پر میری امت کے گناہ بھی پیش کئے گئے تو میں نے اس سے بڑا کوئی گناہ نہیں دیکھا کہ کسی شخص نے قرآن کی کوئی سورت یا آیت یاد کی ہو اور پھر اس کو بھول گیا ہو۔

بعض اشکال و جواب: یہاں پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ ایک دوسری حدیث میں اعظم الذنوب شرک باللہ کو قرار دیا گیا ہے، چنانچہ درود ہے کہ آپ ﷺ سے سوال کیا گیا اَيُّ الذَّنْبِ اَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا اَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ دَنًا، وَهُوَ خَلَقَكَ^②، اس کے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں، ایک یہ کہ اس حدیث میں تمام گناہوں سے اعظم مراد نہیں بلکہ بالنسبة إلى الصغائر یعنی صغیرہ گناہوں میں سب سے بڑا یہ ہے، یا یہ کہا جائے مراد یہ ہے کہ نسیان علم پر مرتب ہونے والے گناہوں میں سب سے بڑا گناہ نسیان قرآن ہے، ایک دوسرا اشکال یہاں یہ ہوتا ہے کہ نسیان تو شریعت میں معاف ہے پھر اس پر مواخذہ کیوں؟ جواب یہ ہے کہ دو چیزیں ہیں ایک بھول جانا اور ایک بھلا دینا، یہاں ثانی مراد ہے اور مطلب نُسِيَ تَسِيًّا کا یہ ہے نہ کہ کما حق نسيها، اور ایک جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ نسیان سے مراد عدم الإيمان بھا^③ ہے جیسا کہ اس آیت کی تفسیر میں کہا گیا ہے كَذَّبَكَ الْمَلِكُ لَا يَتَيَّمُكَ آلُ يَتِيمٍ فَكَيْسَتِهَا^④۔

نسیان قرآن کا حکم: پھر جانتا چاہئے کہ اس میں فقہاء کا اختلاف ہو رہا ہے کہ نسیان آیت کیسا ہے منہل^⑤ میں لکھا ہے

① صحیح مسلم - کتاب المساجد ومواضع الصلاة - باب النهي عن البصاق في المسجد في الصلاة وغيرها ۵۵۳

② الجامع لشعب الإيمان للبيهقي - ج ۱ ص ۴۵۶

③ تَرْكُهَا ذَنْبٌ لِّكَ مِنْ بَيْنِهَا (تفسیر الجلالین ص ۳۲۱)

④ نہیں بچتی تھیں تجھ کو ہماری آیتیں پھر تو نے ان کو بھلا دیا (سورۃ طہ ۱۲۶)

⑤ المنہل للعلتب الموسوع شرح حسن ابن داود - ج ۴ ص ۷۰

کہ جمہور علماء اور ائمہ ثلاثہ کے یہاں حرام^۱ اور گناہ کبیرہ ہے، البتہ امام مالکؒ کے نزدیک مانتصیح بہ الصلوٰۃ سے زائد یاد کرنا مستحب ہے ابتداء بھی اور دواماً بھی، لہذا اس کا نسیان ان کے یہاں صرف مکروہ ہے۔

۱۹۔ بَابُ فِي انْعِزَالِ النِّسَاءِ فِي الْمَسَاجِدِ عَنِ الرِّجَالِ

مسجد میں عورتوں کا مردوں سے الگ تھلک رہنے کا بیان

حضور ﷺ کے زمانہ میں چونکہ عورتیں مسجد میں مردوں کی جماعت کے ساتھ نماز پڑھا کرتی تھیں اس لئے اس سے متعلق یہ باب ہے کہ عورتوں کو چاہئے کہ ان کا مردوں کے ساتھ اختلاط نہ ہونے پائے۔

۴۶۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ وَأَبُو مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَوْ تَرَكْنَا هَذَا الْبَابَ لِلنِّسَاءِ»، قَالَ نَافِعٌ: فَلَمْ يَدْخُلْ مِنْهُ ابْنُ عُمَرَ، حَتَّى مَاتَ، وَقَالَ غَيْرُ عَبْدِ الْوَارِثِ: قَالَ عُمَرُ: وَهُوَ أَصَحُّ.

ترجمہ: عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر ہم اس دروازہ کو عورتوں کیلئے چھوڑ دیں (باب النساء کی طرف اشارہ کر کے فرمایا) نافع کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن عمرؓ پھر وفات تک اس دروازہ سے داخل نہیں ہوئے۔ عبد الوارث راوی کے علاوہ راویوں نے کہا کہ یہ روایت حضرت عمرؓ کا اثر موقوف ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا فرمان نہیں اور یہی بات زیادہ صحیح ہے۔

۴۶۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قُدَامَةَ بْنِ أَغْوَيْنَ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، قَالَ: قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَمَعْنَاهُ، وَهُوَ أَصَحُّ.

ترجمہ: نافع نے کہا حضرت عمرؓ نے ارشاد فرمایا اور یہی بات زیادہ صحیح ہے کہ حضرت عمرؓ نے اس دروازہ سے داخل ہونے کو منع فرمایا تھا۔

۴۶۴۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ يَعْنَى ابْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا بَكْرٌ يَعْنِي ابْنَ مَيْمُونٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، عَنْ بُكَيْرٍ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، «كَانَ يَنْهَى أَنْ يَدْخُلَ مِنْ بَابِ النِّسَاءِ».

ترجمہ: نافع کہتے ہیں کہ عمر بن الخطابؓ مردوں کو منع کرتے تھے کہ وہ باب النساء سے داخل ہوں۔

۱ کتاب الصلوٰۃ کے اواخر میں ایک باب آرہا ہے بَابُ التَّشْدِيدِ فِي مَنَ حِفْظِ الْقُرْآنِ ثُمَّ نَسِيَهُ اور اس کے ذیل میں مصنف سعد بن عبادہ کی یہ حدیث مرفوعہ لائے ہیں عَامِنٌ امْرُؤٌ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ ثُمَّ نَسِيَ، إِلَّا لَقِيَ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَجَدَّ (معجم الحديث ۴/۱۷۴)، اس پر حضرت شیخ نے لکھا ہے کہ شافعیہ کے نزدیک نسیان سے مراد یہ ہے کہ اس کو بانیب یعنی حفظ نہ پڑھ سکے اور حنفیہ کے نزدیک مراد یہ ہے کہ اتنا بھلا دے کہ بالآخر بھی نہ پڑھ سکے، واللہ تعالیٰ اعلم (بذل المجہول حل ابی داؤد - ج ۷ ص ۳۱۵)۔

قوله: **لَوْ تَزَيَّرْنَا هَذَا الْبَابَ لِلنِّسَاءِ**: حضور ﷺ نے مسجد نبوی کے ایک دروازے کی کیطرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اگر اس دروازے کو ہم عورتوں کے لئے چھوڑ دیں تو کیا ہی اچھا ہے یعنی اس دروازے سے مسجد میں آنا جانا صرف عورتوں کو ہو مرد اپنا آنا جانا دوسرے دروازے سے رکھیں، اس وقت تو مسجد نبوی میں باب کئی ہیں تقریباً سات آٹھ ہوں گے، لیکن اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ اس وقت کم از کم دو دروازے تھے، منہل میں لکھا ہے کہ جس دروازے کیطرف اس حدیث میں اشارہ ہے یہ وہ دروازہ ہے جو تحویل قبلہ کے بعد شمالی جانب جس طرف بیت المقدس ہے کھولا گیا تھا^۱، کیونکہ پہلے تو اس طرف قبلہ تھا، اب جب قبلہ مکہ کی جانب ہو گیا جو کہ مدینہ سے جانب جنوب میں ہے تو اس کی جانب مقابل شمال میں دروازہ کھولا گیا تھا۔
قوله: **قَالَ نَافِعٌ: فَلَمَّا بَدَأَ يَخْلُ مِنْهُ ابْنُ عُمَرَ**: نافع ابن عمرؓ کے شاگرد فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو سننے کے بعد ابن عمرؓ مرتے دم تک کبھی اس دروازے سے مسجد میں داخل نہیں ہوئے حضرت ابن عمرؓ کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ شدید الإجماع بالسنة تھے، اس سے بطور مفہوم مخالف کے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ غیر ابن عمرؓ اس دروازے سے داخل ہوتے تھے، سوا اول تو یہ کوئی ضروری نہیں، تخصیص ذکر کی تخصیص حکم کو مستلزم نہیں اور اگر مان بھی لیں تو ہو سکتا ہے کہ دوسرے صحابہ غیر اوقات صلاۃ میں اس دروازے سے داخل ہوتے ہوں اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ چونکہ ابن عمرؓ کے علاوہ دوسرے صحابہؓ نے حضور ﷺ سے اس سلسلہ میں منع عن الدخول کی کوئی صریح ممانعت نہیں سنی تھی اس لئے داخل ہوتے تھے۔

قوله: **وَقَالَ غَيْرُ عَبْدِ الْوَارِثِ: قَالَ عُمَرُ: وَهُوَ أَصَحُّ**: اس حدیث میں جو رواۃ کا اختلاف ہے، مصنفؒ اس کو بیان کر رہے ہیں۔
مصنفؒ کی رائے اور اس پر نقد: وہ یہ کہ اس حدیث میں ایوب کے دو شاگرد ہیں ایک عبد الوارث جو پہلی سند میں ہیں دوسرے اسماعیل جو دوسری سند میں آرہے ہیں اول الذکر نے اس حدیث کو مرفوع قرار دیا اور مؤخر الذکر نے موقوف، مصنفؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا موقوف علی عمرؓ ہونا زیادہ صحیح ہے نسبت مرفوع ہونے کے، اس کے بعد مصنفؒ نے وہ دوسری روایت ذکر کی جو موقوف ہے اس کے بعد پھر ایک اور روایت ذکر کی **أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، كَانَ يَتَنَقَّى الْحِمْصَةَ** کی غرض ان دونوں روایتوں کو ذکر کرنے سے وقف کو رفع پر ترجیح دینا ہے، لیکن اس میں اشکال ہے اس لئے کہ اسماعیل کی روایت منقطع ہے نافع کا سماع عمرؓ سے ثابت نہیں، نیز عمرؓ کے منع کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضور ﷺ نے اس سے منع نہ فرمایا ہو، نیز عبد الوارث جو اس کو مرفوعاً نقل کر رہے ہیں وہ ثقہ ہیں ان کی سند بھی متصل ہے، فکیف ترجیح الوقف (من البذل)۔^۲

① المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود - ج ۴ ص ۷۱

② بذل المجهود في حل أبي داود - ج ۳ ص ۳۰۴

۲۰۔ بَابُ فِيمَا يَقُولُهُ الرَّجُلُ عِنْدَ دُخُولِهِ الْمَسْجِدَ

باب ہے اس میں کہ آدمی مسجد میں داخل ہوتے وقت کون سی دعا پڑھے اور دخول مسجد کے وقت جو دعا پڑھنا چاہئے اس کا بیان۔

۴۶۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَفَّانَ الدِّمَشْقِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي الدَّهْرَاوَرِيَّ، عَنْ رِبْعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ سُوَيْدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا مُحَمَّدٍ، أَوْ أَبَا أُسَيْدٍ الْأَنْصَارِيَّ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمْ الْمَسْجِدَ فَلْيَسْلِمْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ لِيَقُلْ: اللَّهُمَّ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ، فَإِذَا خَرَجَ فَلْيَقُلْ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ"

عبد الملک بن سعید بن سويد کہتے ہیں کہ میں نے ابو حمید یا ابوسعید انصاریؓ کو کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو نبی اکرم ﷺ پر سلام بھیجے پھر یہ دعا پڑھے: اللَّهُمَّ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ اور جب (مسجد سے) نکلے تو یہ دعا پڑھے: اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ۔

صحیح مسلم - صلاة المسافرين وقصرها (۷۱۳) سنن النسائي - الناجد (۷۲۹) سنن ابی داؤد - الصلاة (۴۶۵) سنن ابن ماجہ - الناجد والجماعات (۷۷۲) مسند احمد - مسند الکتابین (۴۹۷/۳) مسند احمد - باقي مسند الانصار (۴۲۵/۵) سنن الدارمی - الصلاة (۱۳۹۴) سنن الدارمی - الاستئذان (۲۶۹۱)

شرح الحديث قوله: سَمِعْتُ أَبَا مُحَمَّدٍ، أَوْ أَبَا أُسَيْدٍ الْأَنْصَارِيَّ، اسی طرح شک کے ساتھ مسلم کی روایت میں ہے، بظاہر یہ شک خود عبد الملک کو اپنے بارے میں ہو رہا ہے کہ میں نے ان دونوں میں سے کسی ایک سے یہ حدیث سنی، اور ابن ماجہ کی ایک روایت میں صرف عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ السَّاعِدِيِّ ہے اور ایک روایت میں دونوں سے روایت ہے: عَنْ أَبِي حَمِيدٍ وَأَبِي أُسَيْدٍ يَقُولَانِ (منہل) یہ ابو حمید الساعدیؓ مشہور صحابی ہیں ان کے نام میں اختلاف ہے اور ابوسعید کا نام مالک بن ربیعہ ہے، ابوسعید بضم الہمزہ مصرف ہے یہ بھی ساعدی ہیں، ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں و قبل بفتح الہمزہ، احقر کہتا ہے کہ ابوسعید بفتح الہمزہ دوسرے صحابی ہیں ابوسعید بن ثابت الانصاریؓ جن کا نام عبد اللہ ہے اور ایک اور راوی ہیں عطاء بن اسید یہ بھی بفتح الہمزہ ہے (کذا فی القیض السمائی)۔

قوله: إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمْ الْمَسْجِدَ فَلْيَسْلِمْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الخ: جب آدمی مسجد میں داخل ہو تو اولاً حضور ﷺ پر سلام بھیجے اور پھر یہ دعا پڑھے اللَّهُمَّ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ، ابن السنیؒ نے بروایت انسؓ نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ جب مسجد میں داخل ہوتے تھے قَالَ: «بِسْمِ اللَّهِ، اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ»، اسی طرح جب مسجد سے باہر آتے تو یہی پڑھتے، مسند احمد اور ابن ماجہ کی ایک

حدیث میں فاطمہ الزہراءؑ سے روایت ہے کہ جب آپ مسجد میں داخل ہوتے تو پڑھتے بسم اللہ، وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللہ۔ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ، اور اسی طرح مسجد سے باہر آنے کی وقت بھی یہی پڑھتے اور بجائے اَبْوَابِ رَحْمَتِكَ کے اَبْوَابَ فَضْلِكَ پڑھتے^①، نیز ابن ماجہ کی ایک روایت میں ہے کہ مسجد سے باہر آنے کے وقت حضور ﷺ پر سلام بھیجنے کے بعد یہ پڑھے اللّٰهُمَّ اعْصِمْنِي مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ^②۔

فائدہ: ان روایات سے معلوم ہوا کہ خود جناب رسالت مآب ﷺ اپنے اوپر سلام بھیجتے تھے اس کے بارے میں شرح نے تو یہاں کچھ نہیں لکھا، بظاہر اس کی دوجہ ہو سکتی ہیں: ① آپ تعلیم الالامہ ایسا کرتے تھے، ② خود نبی کو اپنی نبوت اور رسالت پر ایمان لانا واجب ہے بلکہ سب سے پہلے تو وہی اس بات کا مکلف ہوتا ہے کہ وہ اپنی نبوت پر ایمان لائے اور اس پر یقین رکھے، علی ہذا القیاس دوسری چیزیں بھی اسی میں آگئیں اپنے مقام رسالت کی تعظیم اور تکریم اور صلاۃ و سلام بھیجنا وغیرہ اور یہ اس لئے کہ رسول میں وصف نبوت و رسالت کے علاوہ ایک حیثیت بشر اور ابن آدم ہونے کی ہے، تو نبی اپنی اس دوسری حیثیت کے لحاظ سے اپنی ذات کے ساتھ وہ معاملہ کرتا ہے جو ایک امتی کو اپنے نبی کے ساتھ کرنا چاہئے۔

۴۶۶ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ بِشْرِ بْنِ مَرْثُومٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْمُبَارَكِ، عَنْ حَبِيبَةَ بِنِ شَرِيْحٍ، قَالَ: لَقِيتُ عُقْبَةَ بْنَ مَرْثُومٍ، فَقُلْتُ لَهُ: بَلَّغْنِي أَنَّكَ حَدَّثْتَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ إِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ قَالَ: «أَعُوذُ بِاللَّهِ الْعَظِيمِ، وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيمِ، وَبِسُلْطَانِهِ الْقَدِيمِ، مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ». قَالَ: أَطَقْتُ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: فَإِذَا قَالَ: ذَلِكَ قَالَ الشَّيْطَانُ: حَفِظَ مِنِّي سَائِرَ الْيَوْمِ.

ترجمہ: حیوہ بن شریح کہتے ہیں کہ میں نے عقبہ بن مسلم سے ملاقات کی تو میں نے ان سے کہا کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ آپ عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ سے ایک حدیث بیان کرتے ہیں اور وہ نبی اکرم ﷺ سے کہ نبی اکرم ﷺ کا یہ معمول تھا کہ جب آپ مسجد داخل ہوتے تو یہ دعا پڑھتے: اَعُوذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ، وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيْمِ، وَبِسُلْطَانِهِ الْقَدِيْمِ، مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ۔ عقبہ نے کہا کیا یہ حدیث اتنی ہی ہے (جو میری طرف سے تمہیں پہنچی ہے) میں نے کہا ہاں (مجھے آپ کی طرف سے اتنی ہی حدیث پہنچی ہے) عقبہ کہتے ہیں جب دعا پڑھنے والا یہ دعا پڑھتا ہے تو شیطان کہتا ہے یہ شخص مجھ سے پورے دن کیلئے محفوظ ہو گیا۔

شرح الحدیث: قولہ: فَقُلْتُ لَهُ: بَلَّغْنِي أَنَّكَ حَدَّثْتَ الخ: حیوہ بن شریح کہتے ہیں کہ میں نے عقبہ بن مسلم سے کہا کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ آپ عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ سے ایک حدیث مرفوعہ بیان کرتے ہیں وہ یہ کہ حضور ﷺ کا معمول تھا کہ جب مسجد میں داخل ہوتے تو یہ دعا پڑھتے (جو کتاب میں مذکور ہے) تو انہوں نے اس کی تصدیق کی، لیکن انہوں نے ساتھ یہ

① سنن ابن ماجہ - کتاب المساجد والجماعات - باب الدعاء عند دخول المسجد ۷۷۱

② سنن ابن ماجہ - کتاب المساجد والجماعات - باب الدعاء عند دخول المسجد ۷۷۳

بھی فرمایا کہ کیا تمہیں بس اتنی ہی حدیث پہنچی ہے؟ میں نے کہا ہاں اس پر انہوں نے فرمایا کہ نہیں اس میں آگے کچھ اور بھی ہے وہ یہ کہ قَدْ اَقَالَ: ذَلِكَ قَالَ الشَّيْطَانُ اَلْح یعنی جب کوئی شخص مسجد میں داخل ہونے کے وقت دعا گو پڑھتا ہے تو شیطان کہتا ہے کہ یہ شخص پورے دن کے لئے مجھ سے محفوظ ہو گیا۔

ادعیۃ مانورہ کا اہتمام: سبحان اللہ کیا اچھی دعا ہے، لہذا اس دعا کو مسجد میں داخل ہونے کے وقت ضرور پڑھنا چاہئے بلکہ تمام ہی ادعیر مانورہ کا ان کے معافی اور فوائد کے استحضار کے ساتھ ہمیشہ یاد رکھنے اور پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہئے۔

۲۱۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي الصَّلَاةِ عِنْدَ دُخُولِ الْمَسْجِدِ

باب ہے ان احادیث کے بیان میں جو تحیۃ المسجد کے بارے میں وارد ہوئی ہیں

۴۶۷۔ حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ الْمَسْجِدَ فَلْيَصِلْ سَجْدَتَيْنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَجْلِسَ».

ترجمہ حضرت ابو قتادہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو اسے چاہیے کہ بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز ادا کر لے۔

۴۶۸۔ حَدَّثَنَا مُسْنَدُهُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدُ بْنُ زِيَادٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَمْرِو بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ رَجُلٍ، مِنْ بَنِي زُرَّاقٍ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِهِ زَادَ: «ثُمَّ لِيَقْعُدَ بَعْدُ إِنْ شَاءَ أَوْ لِيَذْهَبَ لِحَاجَتِهِ».

ترجمہ حضرت ابو قتادہ رسول اللہ ﷺ سے ما قبل حدیث کی طرح حدیث بیان کرتے ہیں اور (اس سند میں مذکورہ راوی) ابو عمیس نے (مالک راوی کی حدیث پر) اس جملہ کا اضافہ فرمایا پھر اسے چاہیے (تحیۃ المسجد کی دو رکعت پڑھنے کے بعد) اگر چاہے تو بیٹھ جائے یا اسے چاہیے کہ اپنی ضرورت (کو پورا کرنے) کیلئے چلا جائے۔

شرح صحیح البخاری - الصلاة (۴۳۳) صحیح البخاری - الجمعة (۱۱۱۴) صحیح مسلم - صلاة المسافرين وقصرها (۷۱۴) جامع الترمذی - الصلاة (۳۱۶) سنن النسائی - المساجد (۷۳۰) سنن ابی داؤد - الصلاة (۴۶۷) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۱۰۱۳) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۲۹۵/۵) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۲۹۶/۵) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۳۰۳/۵) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۳۰۵/۵) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۳۱۱/۵) موطأ مالك - النداء للصلاة (۳۸۸) سنن الدارمی - الصلاة (۱۳۹۳)

شرح الاحادیث قولہ: إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ الْمَسْجِدَ فَلْيَصِلْ سَجْدَتَيْنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَجْلِسَ: اس باب اور حدیث سے

مصنف نے تحیۃ المسجد کو ثابت کیا، اس حدیث میں پانچ بحثیں ہیں۔

حدیث سے متعلق مباحث خمسہ: ① تحیۃ المسجد کا حکم، ② تحیۃ المسجد کس شخص کیلئے ہے؟ ③ مسجد میں

داخل ہونے کے بعد تحیۃ المسجد پڑھنے سے پہلے اگر بیٹھ جائے تو اس جلوس سے تحیۃ المسجد فوت ہوتی ہے یا نہیں؟ ④ کیا یہ نماز

اوقات مکروہہ میں بھی پڑھی جائے گی یا نہیں؟ ⑤ جن علماء کے یہاں تنفل ہو کھڑے جائز ہے تو کیا ان کے نزدیک ایک رکعت سے تحیۃ المسجد اداء ہوگی یا نہیں؟

بحث اول (تحیۃ المسجد کا حکم): تحیۃ المسجد عند الجمهور مستحب ہے اور عند الظاہریہ واجب ہے لیکن ابن حزمؒ اس میں جمهور کے ساتھ ہیں، وہ سنت کے قائل ہیں ظاہریہ میثقہ اہل سنت سے استدلال کرتے ہیں اور جمهور نے حدیث اعرابی ہل علی غیڑھن؟ قال لا، إلا أن تطوع^① وغیرہ احادیث سے استدلال کیا، نیز طحاوی شریف میں ایک روایت ہے عبد اللہ بن بسر صحابی سے کہ ایک مرتبہ جمعہ کے دن ایک شخص مسجد میں داخل ہوا اور مخطی رقاب کرتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا تو اس پر آپ ﷺ نے اس سے فرمایا اجلس فقد اذیت^② حالانکہ اس نے ابھی تک تحیۃ المسجد نہیں پڑھی تھی۔

بحث ثانی (تحیۃ المسجد کے مخاطب): امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ تحیۃ المسجد کا حکم اس شخص کیلئے ہے جو مسجد میں داخل ہو بقصد جلوس، اور جس شخص کا ارادہ بیٹھنے کا نہ ہو بلکہ صرف عبور و مرور مقصود ہو تو اس کے لئے نہیں، بظاہر انہوں نے یہ قید جلوس لفظ حدیث قبیل أن یجلس سے مستنبط کی ہے، اور جمهور علماء ائمہ ثلاثہ کے نزدیک تحیۃ المسجد کا حکم ہر شخص کے لئے ہے چاہے مسجد میں بیٹھنے کے ارادے سے داخل ہوا ہو یا ویسے ہی۔

بحث ثالث (جلوس کا تحیۃ المسجد پر اثر): حنابلہ کے نزدیک جلوس طویل سے فوت ہوتی ہے قصیر سے نہیں اگر عمدہ ہو اور شافعیہ کے نزدیک جلوس طویل سے نیز جلوس قصیر سے بھی اگر عمدہ ہو اور حنفیہ مالکیہ کے نزدیک مطلقاً فوت نہیں ہوتی بیٹھنے کے بعد بھی پڑھ سکتے ہیں۔

بحث رابع (مکروہ اوقات میں تحیۃ المسجد کا حکم): امام شافعیؒ کے نزدیک اوقات مکروہہ اور غیر مکروہہ سب میں پڑھی جائے گی باقی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک صرف اوقات غیر مکروہہ میں، لہذا جو شخص مسجد میں اوقات منہیہ میں داخل ہو تو اس کیلئے تحیۃ المسجد کا بدل ذکر اللہ ہے۔

بحث خامس (تحیۃ المسجد تنفل برکعت): امام شافعیؒ و احمدؒ کے نزدیک اگرچہ تنفل ہو کھڑے جائز ہے لیکن ان کے اصح قول میں تحیۃ المسجد ہو کھڑے کافی نہیں اس لئے کہ حدیث میں رکعتین کی قید مذکور ہے۔

فائدہ: تحیۃ المسجد کے حکم سے مسجد حرام مستثنیٰ ہے اس لئے کہ اس مسجد کا تحیۃ نماز نہیں بلکہ طواف ہے جیسا کہ فقہاء نے اس کی تصریح کی ہے الایہ کہ کسی شخص کا ارادہ داخل ہوتے ہی فوراً طواف کا نہ ہو بلکہ بیٹھنے کا ہو تو اس کو چاہئے کہ بیٹھنے سے پہلے رکعتین پڑھ لے۔

① صحیح مسلم - کتاب الإیمان - باب بیان الصلوات الیٰہی أخذ اركان الإسلام ۱۱

② شرح معانی الآثار - کتاب الصلاة - باب الرجل یدخل المسجد یوم الجمعة الإمام یطلب ہل ینہی لہ أن یرکع أم لا ۲۱۵۶۴ (ج ۱ ص ۳۶۶)

قوله: زَادَ: ثُمَّ لِيَعْتَدَ بَعْدَ إِنْ شَاءَ: یہ حدیث بھی ابو قتادہؓ ہی کی ہے لیکن دوسرے طریق سے، پہلے طریق میں عامر بن عبد اللہ سے روایت کرنے والے مالک تھے اور اس میں ان سے روایت کرنے والے ابو عیسیٰ ہیں۔ زاد کی ضمیر انہیں کی طرف راجع ہے، اس روایت میں زیادتی ہے کہ تحیۃ المسجد پڑھنے کے بعد اگر جی چاہے تو بیٹھے یا جس کام کے لئے آیا ہے اس کے لئے جائے، اس سے بظاہر مذہب مالک کی تردید ہوتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ تحیۃ المسجد اس شخص کیلئے ہے جو مسجد میں بیٹھنے کے لئے آیا ہو۔

۲۲۔ بَابُ فِي فَضْلِ الْقُعُودِ فِي الْمَسْجِدِ

یہ باب ہے مسجد میں بیٹھنے کی فضیلت کے بیان میں (۸۵)۔

یہ باب قعود فی المسجد کی فضیلت کے بیان میں ہے، امام بخاریؒ نے بھی یہی باب باندھا ہے لیکن انہوں نے اس میں ایک قید لگا لی ہے مَنْ جَلَسَ فِي الْمَسْجِدِ يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ، فرق یہ ہوا کہ مصنفؒ کی رائے میں قعود فی المسجد کی فضیلت مطلقاً ہے اور امام بخاریؒ کے ترجمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فضیلت اس وقت ہے جب یہ بیٹھنا انتظار صلاۃ یا کسی اور عبادت کے لئے ہو، لیکن مصنفؒ نے اس باب میں دونوں طرح کی روایتیں ذکر کی ہیں، چنانچہ باب کی پہلی حدیث سے مطلق جلوس فی المسجد کی فضیلت معلوم ہوتی ہے لیکن اس میں ایک دوسری قید ہے وہ یہ کہ جب تک اسی جگہ بیٹھا رہے جہاں فرض نماز پڑھی ہے، اور دوسری دوسری حدیث سے اس جلوس کی فضیلت معلوم ہو رہی ہے جو انتظار صلاۃ کے لئے ہو۔

۴۶۹۔ حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "الْمَلَائِكَةُ تُصَلِّي عَلَى أَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِي مَصَلَاةٍ الَّتِي صَلَّى فِيهَا، مَا لَمْ يُحْدِثْ، أَوْ يَقُمْ: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ اللَّهُمَّ ارْحَمْهُ"۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ فرشتے برابر اس شخص کیلئے یہ دعا کرتے رہتے ہیں: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ اللَّهُمَّ ارْحَمْهُ جو اپنی نماز کی جگہ پر (بیٹھا) ہو جب تک کہ اس کو حدث لاحق نہ ہو (یعنی وضو نہ لے) یا (بہیج نہ ہو)۔

شرح صحیح البخاری - الوضوء (۱۷۴) صحیح البخاری - الصلاة (۴۶۵) سنن النسائي - المساجد (۷۳۳) سنن ابی داؤد - الصلاة (۴۶۹) مسند احمد - باقی مسند الکفرین (۲۵۲/۲) مسند احمد - باقی مسند الکفرین (۲۶۱/۲) مسند احمد - باقی مسند الکفرین (۲۶۶/۲) مسند احمد - باقی مسند الکفرین (۲۹۰/۲) مسند احمد - باقی مسند الکفرین (۳۹۴/۲) مسند احمد - باقی مسند الکفرین (۴۱۵/۲) مسند احمد - باقی مسند الکفرین (۴۲۱/۲) مسند احمد - باقی مسند الکفرین (۵۲۸/۲) مسند احمد - باقی مسند الکفرین (۵۳۲/۲) مسند احمد - باقی مسند الکفرین (۵۳۳/۲) موطأ مالک - الداء للصلاة (۳۸۲) موطأ مالک - الداء للصلاة (۳۸۳) موطأ مالک - الداء للصلاة (۳۸۵)

شرح الحدیث قوله: مَا لَمْ يُحْدِثْ، أَوْ يَقُمْ: یعنی ملائکہ ایسے شخص کیلئے استغفار اس وقت تک کرتے رہتے ہیں جب تک وہ با وضوء رہے اس کو حدث لاحق نہ ہو اور جب تک وہ ۱) اپنی مجلس سے کھڑا نہ ہو، معلوم ہوا کہ انتقاض وضوء سے دعا ملائکہ منقطع ہو جاتی ہے۔

۱) اسی طرح بخاری کی ایک روایت (رقم ۴۶۵) میں مَا دَامَ فِي مَجْلِسِهِ کی قید ہے حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں جیسا کہ لائح میں ہے ظاہر یہ ہے کہ تمام مسجد بھی

اشکال وجواب: یہاں پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ استغفار ملائکہ میں منتظر صلاۃ کی کیا تخصیص ہے جبکہ قرآن شریف میں ملائکہ حملۃ العرش کے بارے میں ہے **وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا** جس سے معلوم ہو رہا ہے کہ ملائکہ تمام مومنین کے لئے استغفار کرتے ہیں، ابنِ رسولانؑ نے اس کا جواب یہ دیا کہ حملۃ العرش کی دعا جو تمام مومنین کے لئے عام ہوتی ہے وہ صرف استغفار ہے اور منتظر صلاۃ کیلئے استغفار اور دعا رحمت دونوں ہیں جیسا کہ حدیث میں اس کی تصریح ہے **اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ اللَّهُمَّ ارْحَمْهُ** اور مغفرت در رحمت میں فرق ہے، مغفرت صرف گناہوں کی معافی کا نام ہے اور رحمت مزید لطف و احسان کا۔

۴۷۰ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «لَا يَزَالُ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاةٍ مَا كَانَتْ الصَّلَاةُ تَحْبِسُهُ، لَا يَمْنَعُهُ أَنْ يُثْقَلَ إِلَى أَهْلِهِ إِلَّا الصَّلَاةُ».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو نماز روکے رکھے (یعنی وہ نماز کے انتظار میں بیٹھا ہو) اسے گھر جانے سے صرف نماز روک رہی ہو ایسا شخص نماز ہی میں شمار ہوتا ہے (یعنی اخروی اعتبار سے ایسے شخص کو نماز کا ثواب مسلسل ملتا رہتا ہے)۔

تحقیق: صحیح البخاری - الوضوء (۱۷۴) صحیح البخاری - الصلاة (۴۶۵) سنن النسائي - المساجد (۷۳۳) سنن ابی داؤد - الصلاة (۴۷۰) مسند احمد - باقی مسند الکثرین (۲۵۲/۲) مسند احمد - باقی مسند الکثرین (۲۶۶/۲) مسند احمد - باقی مسند الکثرین (۲۹۰/۲) مسند احمد - باقی مسند الکثرین (۳۹۴/۲) مسند احمد - باقی مسند الکثرین (۴۱۵/۲) مسند احمد - باقی مسند الکثرین (۴۲۱/۲) مسند احمد - باقی مسند الکثرین (۵۲۸/۲) مسند احمد - باقی مسند الکثرین (۵۳۲/۲) مسند احمد - باقی مسند الکثرین (۵۳۳/۲) موطا مالک - النداء للصلاة (۳۸۲) موطا مالک - النداء للصلاة (۳۸۳) موطا مالک - النداء للصلاة (۳۸۵)

۴۷۱ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا يَزَالُ الْعَبْدُ فِي صَلَاةٍ مَا كَانَ فِي مُصَلَاةٍ يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ، يَقُولُ التَّلَايِكَةُ، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ، اللَّهُمَّ ارْحَمْهُ، حَتَّى يَنْصَرِفَ، أَوْ يُجَدِّثَ"، فَقِيلَ مَا يُجَدِّثُ؟ قَالَ: يَفْسُو، أَوْ يَضْرِبُ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: آدمی جب تک اپنی نماز کی جگہ پر بیٹھا نماز کا انتظار کرتا رہتا ہے تو ایسا شخص حکماً نماز پڑھنے والا شمار ہوتا ہے اور فرشتے اس کے نماز سے فارغ ہوتے تک یا حدیث کے لاحق ہو جانے تک اس کے لئے دعا کرتے ہیں اے اللہ اسکی مغفرت فرما اے اللہ اس پر رحم فرما۔ ایک شخص نے حضرت ابو ہریرہؓ سے

للہ حکم میں مجلس ہی کے ہے خاص وہی جگہ جہاں نماز پڑھی ہے مراد نہیں حاشیہ لامع میں حضرت شیخ نے حافظ ابن حجر سے بھی یہی نقل کیا ہے اس لئے کہ ایک روایت میں مطلقاً منتظر صلوۃ کے بارے میں یہ آیا ہے کہ وہ حکم میں نماز کے ہے **لَا يَزَالُ فِي صَلَاةٍ مَا انتَظَرَ الصَّلَاةَ** (مسند ابی داؤد الطیالسی - ج ۴ ص ۱۱۸-۱۱۹) اور حدیث میں منتظر صلوۃ کو مصلیٰ کے حکم میں قرار دیا گیا ہے تو اسی طرح کہہ سکتے ہیں کہ کسی مجلس سے مراد مطلق موضع صلوۃ ہے۔

① اور سناہ بخشناوتے ہیں ایمان والوں کے (سورۃ غافر ۷)

کہا حدث سے کیا مراد ہے؟ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ بغیر آواز کے ہوا نکل جائے یا آواز سے ہوا خارج ہو جائے۔

صحیح البخاری - الوضوء (۱۷۴) صحیح البخاری - الصلاة (۴۶۵) سنن النسائی - المساجد (۷۳۳) سنن أبي داود - الصلاة (۴۷۱)
مسند أحمد - باقی مسند المکثرین (۲۵۲/۲) مسند أحمد - باقی مسند المکثرین (۲۶۱/۲) مسند أحمد - باقی مسند المکثرین (۲۶۶/۲) مسند أحمد -
باقی مسند المکثرین (۲۹۰/۲) مسند أحمد - باقی مسند المکثرین (۳۹۴/۲) مسند أحمد - باقی مسند المکثرین (۴۱۵/۲) مسند أحمد - باقی مسند
المکثرین (۴۲۱/۲) مسند أحمد - باقی مسند المکثرین (۵۲۸/۲) مسند أحمد - باقی مسند المکثرین (۵۳۲/۲) مسند أحمد - باقی مسند المکثرین
(۵۳۳/۲) موطأ مالك - النداء للصلاة (۳۸۲) موطأ مالك - النداء للصلاة (۳۸۳) موطأ مالك - النداء للصلاة (۳۸۵)

شرح الحديث

قوله: فقیل ما یحدث؟ حضرت ابو ہریرہؓ سے کسی نے دریافت کیا کہ حدیث میں یحدث سے کیا مراد ہے تو انہوں نے فرمایا خروجِ ریح، فساء کہتے ہیں اس ریح کو جو بلا آواز ہو اور ضراط وہ جو آواز کے ساتھ ہو راوی نے یحدث کے معنی اس لئے دریافت کئے کہ احداث کے ایک دوسرے معنی احداث فی الدین یعنی بدعت کے بھی آتے ہیں۔

اخراج ریح فی المسجد کا حکم: جانتا چاہئے کہ ظاہر حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ اخراجِ ریح فی المسجد جائز ہے چنانچہ امام بخاریؒ نے اس حدیث پر الحدیث فی المسجد باب قائم کیا ہے، امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ ایسا کرنا حرام تو نہیں لیکن مکروہ ہے، علامہ دریر مالکیؒ نے بھی اس کو ممنوع لکھا ہے لیکن ابن العربیؒ مالکیؒ نے جائز لکھا ہے اور بحر الرائق میں یہ ہے کہ ہمارے مشائخ کا اس کی کرہت میں اختلاف ہے اور علامہ شامیؒ نے لکھا ہے کہ ایک قول اس میں یہ ہے کہ مطلقاً جائز ہے اور اصح یہ ہے کہ عند الحاجة جائز ہے ورنہ مکروہ۔

جلوس الحدیث فی المسجد: یہ تو گفتگو تھی حدیث فی المسجد میں، اور دوسری چیز ہے یہاں پر جلوس الحدیث فی المسجد، چنانچہ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ حدیث اصغر جلوس فی المسجد کے جواز سے مانع نہیں وہ کہتے ہیں کہ بعض علماء نے اس کے جواز پر اجماع نقل کیا ہے لیکن نقل اجماع صحیح نہیں ہے اس لئے کہ سعید بن المسیبؒ اور حسن بصریؒ کا مذہب یہ ہے کہ جلوس فی المسجد محدث کے لئے جائز نہیں صرف مرد کر سکتا ہے ①۔

۴۷۲ - حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ، حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا عُفْمَانُ بْنُ أَبِي الْعَاقِبَةِ الْأَزْدِيُّ، عَنْ عُمَيْرِ بْنِ هَاشِمٍ الْعُتْسَبِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ أَمَى الْمَسْجِدَ لَشَيْءٍ فَهُوَ حَظُّهُ».

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: جو شخص مسجد کسی بھی دینی مقصد یا دینوی غرض کیلئے جائے تو وہی مقصد اس کے نصیب میں آتا ہے (اگر اس کا مقصد نیک یا کوئی دینی امر تھا تو اس کا ثواب ملے گا ورنہ اس پر پکڑ ہوگی)۔

شرح الحديث

قوله: ... حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ... قوله: مَنْ أَمَى الْمَسْجِدَ لَشَيْءٍ فَهُوَ حَظُّهُ: یعنی جو شخص مسجد میں

جس غرض سے آئے گا وہی شئی اس کے حصہ میں آئے گی اب اگر وہ آنا مسجد میں کسی دینی غرض سے ہو گا تو اس کو اس کا ثواب حاصل ہو گا اور اگر کسی دنیوی غرض سے تو کچھ بھی ثواب نہ ہو گا۔

تنبیہ: یہ نہ سمجھا جائے کہ اس حدیث میں اور باب کی پہلی حدیث میں تعارض ہے، پہلی حدیث سے مطلقاً بیٹھنے کی فضیلت معلوم ہوتی تھی اور اس میں یہ ہے کہ جو جس نیت سے مسجد میں جائے گا اس کو وہی ملے گا اس لئے کہ پہلی حدیث کا تعلق اس شخص کے جلوس سے ہے جو مسجد میں نماز کیلئے آیا تھا اور پھر وہیں بیٹھا رہا اور یہ حدیث عام ہے خواہ اس کا مسجد میں آنا کسی نیت سے ہو، میں کہتا ہوں کہ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص مسجد میں کسی دنیوی غرض سے جائے، اپنے کسی ذاتی کام سے تو اسکے لئے کچھ ثواب نہیں اور جو شخص مسجد میں نماز یا کسی اور عبادت کی غرض سے جائے تو جب تک بھی مسجد میں رہے گا خواہ پورا وقت عبادت میں نہ گزرے اس کو اس کا ثواب ملتا رہے گا، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

۲۳۔ باب فی کذا حیۃ انشاء الصلۃ فی المسجد

مسجد میں گمشدہ چیز کے اعلان لگانے کی ناپسندیدگی کا بیان

صالحہ گمشدہ چیز، اور مشہور یہ ہے کہ یہ خاص ہے حیوان کیساتھ اور غیر حیوان کو لفظ اور ضائع کہتے ہیں انشاء، جو کہ باب افعال کا مصدر ہے اسکے معنی ہیں گمشدہ چیز کی تعریف کرنا یعنی یہ اعلان کرنا کہ اگر کسی کی کوئی چیز گم ہو گئی ہو تو ہم سے آکر معلوم کرے، اور بحر میں نشہ نشہ انداز انشاء اس کے معنی ہیں گمشدہ چیز کو تلاش اور طلب کرنا، اور بعض نے کہا کہ جو غلطی مجروح سے ہے اس کے معنی تعریف اور طلب دونوں ہیں، بخلاف انشاء کے کہ اس کے معنی صرف تعریف کے ہیں چونکہ گمشدہ چیز کی تعریف یا طلب بلند آواز سے ہوتی ہے جو کہ احترام مسجد کے خلاف ہے اس لئے حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے حتیٰ کہ امام مالک اور بعض علماء کے نزدیک مسجد میں تعلیم و تعلم کے لئے بھی آواز بلند کرنا مکروہ ہے، لیکن امام ابو حنیفہؒ نے اس کو جائز قرار دیا ہے۔

۴۷۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ الْجَشَوِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ، حَدَّثَنَا حَبِيبُ بْنُ يَحْيَى بْنِ شَرِيحٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا الْأَسْوَدِ يَعْني مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ نَوْفَلٍ، يَقُولُ: أَخْبَرَنِي أَبُو عَبْدِ اللَّهِ، مَوْلَى شَدَّادٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "مَنْ سَمِعَ رَجُلًا يُنْشِدُ صَلَاةً فِي الْمَسْجِدِ، فَلْيُطْلَلْ: لَا آذَاهَا اللَّهُ إِلَيْكَ فَإِنَّ الْمَسَاجِدَ لَمْ تُبْنَ لِهَذَا".

ابو عبد اللہ، شداد کے کے آزاد کردہ غلام نے حضرت ابو ہریرہؓ سے سنا، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص کسی آدمی کو مسجد میں گمشدہ شے کا اعلان کرتے ہوئے سنے تو اس اعلان کرنے والے سے کہے خدا انہ تک تیری شے نہ پہنچائے، کیونکہ مسجدیں اس کام کیلئے نہیں بنائی گئیں۔

صحیح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (۵۶۸) جامع الترمذی - البيوع (۱۳۲۱) سنن ابی داؤد - الصلاة (۴۷۳) سنن ابن ماجہ - المساجد والجماعات (۷۶۷) مستند احمد - ہاشمی مستند الکثرین (۳۴۹/۲) مستند احمد - ہاشمی مستند الکثرین (۴۲۰/۲) سنن الدارمی - الصلاة (۱۴۰۱)

قوله: لَا أَذَاهَا اللَّهُ إِلَيْكَ. اس جملہ میں دو احتمال مشہور ہیں: ① یہ کہ یہ ایک جملہ ہے اور مطلب یہ ہے خدا تجھ تک تیری چیز نہ پہنچائے، ② یہ دو جملے ہیں اور حرف لا کا مدخول محذوف ہے یعنی لا تشد، اور دوسرا جملہ أَذَاهَا اللَّهُ إِلَيْكَ یعنی اولاً اس کو مسجد میں آواز بلند کرنے سے روکا پھر اس کیلئے دعا کی اللہ تعالیٰ تیری چیز ملا دے۔

قوله: فَإِنَّ الْمَسَاجِدَ لَمَثْبُتِينَ هَذَا: یا تو یہ بھی مجملہ مقول کے ہے کہ یہ ساری بات اس سے کہے اور یا یہ حکم مذکور کی علت ہے، یہ مطلب نہیں کہ یہ بھی ساتھ میں کہے۔

۲۴۔ بَابُ فِي كَرَاهِيَةِ الْبُزْ أَوْ فِي الْمَسْجِدِ

مسجد میں تھوکنے کی ناپسندیدگی کا بیان

بِزَانٍ أَوْ بِصَاقٍ أَوْ بِسَاقٍ تَيْنِوْنَ طَرَحَ بِهٖ يَعْْنِي مَاءَ الْقَمِّ (تھوک) منہ سے باہر آنے کے بعد اور جب تک منہ کے اندر ہے تو اس کو ریت کہتے ہیں، یہ ابواب المساجد چل رہے ہیں ان ابواب میں مصنف احکام و آداب مساجد کو بیان فرما رہے ہیں مجملہ ان کے یہ ہے جو اس باب میں مذکور ہے۔

۴۷۰۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، وَشُعْبَةُ، وَأَبَانٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «التَّقْلُ فِي الْمَسْجِدِ خَطِيئَةٌ وَكَفَّارَةٌ أَنْ تُؤَارِيَهُ».

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا مسجد میں تھوکنہ گناہ ہے اور اس گناہ کا کفارہ یہ ہے کہ آدمی اس تھوک کو مسجد میں فدا دے۔

شرح صحیح البخاری - الصلاة (۴۰۵) صحیح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (۵۵۲) جامع الترمذی - الجمعة (۵۷۲) سنن النسائی - المساجد (۷۲۳) سنن ابی داؤد - الصلاة (۴۷۴) مسند احمد - ثانی مسند المکثرین (۲۳۲/۳) سنن الدارمی - الصلاة (۱۳۹۵)

شرح الحديث حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ... قوله: التَّقْلُ فِي الْمَسْجِدِ خَطِيئَةٌ وَكَفَّارَةٌ أَنْ تُؤَارِيَهُ: یعنی مسجد میں تھوکنہ خطا ہے لہذا ایسا نہیں کرنا چاہئے لیکن اگر کرے تو اس کا کفارہ اور تلافی یہ ہے کہ اس کو پاؤں سے مٹی میں چھپا دے، اس حدیث سے بظاہر معلوم ہو رہا ہے کہ تفل فی المسجد مطلقاً خطا ہے یہی رائے امام نوویؒ کی ہے۔

شرح حدیث میں نوویؒ اور قاضی عیاضؒ کا شدید اختلاف: اس میں امام نوویؒ اور قاضی عیاضؒ کا اختلاف مشہور ہے، قاضی صاحبؒ یہ فرماتے ہیں کہ تفل فی المسجد اس وقت خطا ہے جبکہ اسکو دفن نہ کرے اور اگر دفن کے ارادے سے مسجد میں تھو کے تب جائز ہے، امام نوویؒ نے شرح مسلم میں اس رائے کی شدت سے تردید کی ہے کہ یہ رائے بالکل باطل ہے، حافظ ابن حجرؒ نے اس اختلاف کی توضیح اس طرح فرمائی ہے کہ یہاں پر دو حدیثیں ہیں: التَّقْلُ فِي الْمَسْجِدِ خَطِيئَةٌ اور دوسری

حدیث ہے: **وَلَيْتُ بَصُرْتُ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمَيْهِ** یعنی جو شخص نماز پڑھ رہا ہو اور کھانسی کی وجہ سے بلغم اس کے منہ میں آجائے تو اس کو چاہئے کہ نہ دائیں طرف تھوکے اور نہ سانسے، بلکہ بائیں طرف یا قدم کے نیچے، یہ دوسری حدیث بظاہر عام ہے خواہ وہ شخص مسجد میں نماز پڑھ رہا ہو یا خارج مسجد، لہذا حدیثین میں تعارض ہو اور رفع تعارض کی شکل امام نوویؒ نے تو یہ اختیار کی کہ منع کی حدیث کو اس کے عموم پر رکھا، اور جواز والی حدیث کو خاص کیا اس صورت کے ساتھ جبکہ خارج مسجد نماز پڑھ رہا ہو اور قاضی عیاضؒ نے اس کا برعکس کیا کہ جواز کی روایت کو اس کے عموم پر رکھا خواہ نماز مسجد میں پڑھ رہا ہو یا خارج مسجد اور منع کی روایت کو خاص کیا اس شخص کے ساتھ جو مسجد میں تھوک کر اس کو دفن نہ کرے^①، ویسے حافظ کامیلان قاضی عیاضؒ کی رائے کی طرف ہے اس لئے کہ انہوں نے اس قسم کی بہت سی روایات کا حوالہ دیا جن سے قاضی عیاضؒ کی رائے کی تائید ہوتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ نقل فی المسجد اسی وقت خطا ہے جبکہ اس کو دفن نہ کرے، میں کہتا ہوں کہ باب کی تیسری حدیث سے بھی قاضی عیاضؒ کی تائید ہوتی ہے **مَنْ دَخَلَ هَذَا الْمَسْجِدَ اِلَّا لِيَتَوَضَّعَ لِرَأْسِهِ** جو شخص مسجد میں داخل ہو اور اس میں ضرورت تھو کہے تو اس کو چاہئے کہ مٹی میں دفن کر دے اور اگر وہاں دفن کی کوئی شکل نہ ہو تو اپنے کسی کپڑے کے کونے میں تھوک لے اور اس کو دبا دے تاکہ کپڑے میں جذب ہو جائے۔

۴۷۵ - **حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الْبُرْءُ فِي الْمَسْجِدِ حَطِيئَةٌ وَكَفَّارَةٌ لَهَا ذَنْبُهَا»**

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مسجد میں تھو کنا گناہ ہے اور اس گناہ کا کفارہ یہ ہے کہ آدمی اس تھوک کو مٹی میں دفن کرے۔

۴۷۶ - **حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ، حَدَّثَنَا قُرَيْبٌ يَعْنِي ابْنَ زُرَّاجٍ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الشَّعَاعَةُ فِي الْمَسْجِدِ» قَدْ كَرِهْتُمُوهَا.**

حضرت انسؓ نے نبی اکرم ﷺ کا ارشاد نقل فرمایا مسجد میں بلغم تھو کنا گناہ ہے (اس حدیث میں لفظ "شعاعہ" ہے جس کا معنی ہے سر سے اور سینے سے آنے والا بلغم جب کہ گزشتہ حدیث میں لفظ بزاق تھا اس کا معنی منہ سے نکلنے والا تھوک۔

صحیح البخاری - الصلاة (۴۰۵) صحیح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (۵۵۲) جامع الترمذی - الجمعة (۵۷۲) سنن النسائی - المساجد (۷۲۳) سنن ابی داؤد - الصلاة (۴۷۵) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۲۳۲/۳) سنن الدارمی - الصلاة (۱۳۹۵)

۴۷۷ - **حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو مَرْثُودٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي حَدَّادٍ الْكُشْمِ، سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ دَخَلَ هَذَا الْمَسْجِدَ فَبَزَقَ فِيهِ، أَوْ تَنَحَّهَ فَلْيُخْفِرْ فَلْيُدْفَنْهُ، فَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ فَلْيَبْرِزْ فِي تَوْبِهِ لَمْ يَخْرُجْ بِهِ»**

حضرت ابو ہریرہؓ نبی اکرم ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ جو شخص مسجد میں داخل ہونے کے بعد منہ سے تھوک یا بلغم نکالنا چاہے تو اسے چاہیے کہ مٹی میں کھود کر اس تھوک اور بلغم کو دفن کرے اگر کوئی شخص مسجد میں مٹی کھود کر تھوک یا بلغم دفن نہ کرے تو اسے چاہیے کہ اپنے پیڑھے میں تھوک لے اور اس تھوک کو مسجد سے نکال دے۔

صحیح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (۵۵۰) سنن النسائي - الظہارۃ (۳۰۹) سنن ابی داود - الصلاة (۴۷۷) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۱۰۲۲) مسند أحمد - باقی مسند الکثیرین (۲/۲۶۰) مسند أحمد - باقی مسند الکثیرین (۲/۳۲۴) مسند أحمد - باقی مسند الکثیرین (۲/۴۱۵) مسند أحمد - باقی مسند الکثیرین (۲/۴۷۲) مسند أحمد - باقی مسند الکثیرین (۲/۵۳۲)

۴۷۸ - حَدَّثَنَا هَذَا بَنُ السَّرِيِّ، عَنْ أَبِي الْأَخْوَصِ، عَنْ مَنصُورٍ، عَنْ رَبِيعٍ، عَنْ طَارِقِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْحَارِثِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا قَامَ الرَّجُلُ إِلَى الصَّلَاةِ، أَوْ إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ، فَلَا يَبْزُقُ أَمَامَهُ، وَلَا عَنْ يَمِينِهِ، وَلَكِنْ عَنْ تَلْقَاءِ يَسَارِهِ، إِنْ كَانَ قَائِمًا أَوْ تَحْتَ قَدَمَيْهِ الْيُسْرَى ثُمَّ لِيَعْلَمَ بِهِ».

طارق بن عبد اللہ الحارثی کہتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی شخص نماز کیلئے کھڑا ہو یا فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو تو وہ اپنے سامنے مت تھوکے اور نہ ہی اپنے دائیں جانب تھوکے لیکن اگر بائیں جانب کوئی شخص نہ ہو تو اس جانب تھوک لے یا اپنے بائیں پاؤں کے نیچے تھوکے پھر اس تھوک کو صاف کر لے۔

جامع الترمذی - الجمعة (۵۷۱) سنن النسائي - المساجد (۷۲۶) سنن ابی داود - الصلاة (۴۷۸) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۱۰۲۱)

شرح الحديث حَدَّثَنَا هَذَا بَنُ السَّرِيِّ... قوله: فَلَا يَبْزُقُ أَمَامَهُ، وَلَا عَنْ يَمِينِهِ: یعنی نماز میں اگر تھوکنے کی ضرورت پیش آئے تو نہ آگے کی جانب تھوکے کہ اس جانب قبلہ ہے اور نہ دائیں جانب اس لئے کہ جانب یمین محترم ہے ہاں بائیں جانب تھوک لے اگر اس طرف کوئی نمازی نہ ہو۔

جانب یمین اور جانب یسار میں فرق کی وجہ: یہاں پر سوال ہوتا ہے کہ بائیں جانب تھوکنے کی اجازت کیوں ہے؟ جبکہ اس جانب بھی فرشتہ ہوتا ہے اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ دائیں طرف کی ممانعت فرشتہ کی وجہ سے نہیں بلکہ اس لئے کہ جانب یمین فی نفسہ اشرف ہے، اور بعض نے اس کا جواب یہ دیا کہ ملک الیمین کاتب حسنات ہے اور ملک الیسار کاتب سیئات ہے اور کاتب حسنات امیر ہوتا ہے کاتب سیئات پر، چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ جب آدمی گناہ کرتا ہے تو ملک الیمین ملک الیسار کو چند ساعات کے لئے اس کی کتابت سے روکتا ہے کہ شاید وہ شخص اپنی معصیت سے رجوع کر لے، اور بعض شرح نے یہ وجہ بیان کی کہ نماز حسنہ ہے دائیں جانب والا فرشتہ جو کاتب حسنات ہے وہ اس وقت نمازی کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور کاتب سیئات کے عمل کا یہ وقت نہیں وہ ایک طرف کو بیٹھا رہتا ہو گا لہذا بائیں جانب تھوکنے میں کوئی مضائقہ نہیں، اور اس سے بہتر جواب وہ ہے جو طبرانی کی روایت سے مستفاد ہوتا ہے کہ جب آدمی نماز پڑھتا ہے تو اس کے دائیں جانب ایک فرشتہ کھڑا ہوتا ہے

اور بائیں جانب قرین یعنی شیطان، اس سے معلوم ہو گیا کہ دائیں جانب کی ممانعت کاتب حشرات کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کے علاوہ ایک اور فرشتہ اس وقت دائیں طرف ہوتا ہے اور اس کے بالقابل بائیں طرف شیطان۔

قولہ: ثُمَّ لِيَقُلْ بِه: یہاں پر ليقُلْ ليعقل کے معنی میں ہے، آپ ﷺ نے اشارے سے سمجھایا کہ پھر اس طرح کر لے یعنی اس کو مٹی میں دفن کر دے، عرب لوگ قول کو مختلف معنی میں استعمال کرتے ہیں، قال بیدہ قال برجلہ، یعنی ہاتھ سے پکڑ پاؤں سے چلا وغیرہ وغیرہ۔

۴۷۹ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، حَدَّثَنَا أَبُو بَرٍّ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: بَيَّعْتُمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ يَوْمًا إِذْ رَأَى ثَمَامَةً فِي قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ فَتَعَيَّنَ عَلَى النَّاسِ، ثُمَّ حَكَّهَا، قَالَ: وَأَحْسَبُهُ قَالَ: قَدْ عَابَ زَوْجُ عَفْرَانَ فَلَطَخَهُ بِه، وَقَالَ: «إِنَّ اللَّهَ قَبَلَ وَجْهَ أَحَدٍ كُمْ إِذَا صَلَّى، فَلَا يَبْذُرُ بَيْنَ يَدَيْهِ»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: يَهْوَاهُ إِسْمَاعِيلُ، وَعَبْدُ الْوَاهِدِ، عَنْ أَبِي بَرٍّ، عَنْ نَافِعٍ، وَمَالِكٍ، وَطَائِفَةٍ مِنَ الْعُقَبَةِ، عَنْ نَافِعٍ، نَحْوُ حَمَّادٍ، إِلَّا أَنَّهُ لَمْ يَذْكُرُوا الزَّعْفَرَانَ وَهَوَاهُ مَعْمَرٌ، عَنْ أَبِي بَرٍّ، وَأَبْنَتُ الزَّعْفَرَانِ فِيهِ، وَذَكَرَ يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ الْحَلَوِيِّ.

عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ ایک دن خطبہ دے رہے تھے کہ آپ کی نگاہ مسجد کے جانب قبلہ میں لگے ہوئے بلغم پر پڑی پس نبی اکرم ﷺ نے لوگوں پر غصہ کا اظہار کیا پھر آپ ﷺ نے اس بلغم کو کھڑچا، راوی کہتا ہے میرے خیال میں پھر آپ ﷺ نے زعفران منگو کر اس بلغم کی جگہ پر لگائی اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم میں کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہوتا ہے تو اللہ پاک اس کے چہرے کی جانب ہوتے ہیں (لہذا جانب قبلہ میں تھوک اور بلغم وغیرہ مت لگا چھوڑو) پس کوئی شخص اپنے سامنے مت تھو کے۔

صحیح البخاری - الصلاة (۳۹۸) صحیح البخاری - الأذان (۷۲۰) صحیح البخاری - الجمعة (۱۱۵۵) صحیح البخاری - الأدب (۵۷۶۰) صحیح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (۵۴۷) سنن النسائي - المساجد (۷۲۴) سنن أبي داود - الصلاة (۴۷۹) سنن ابن ماجه - المساجد والجماعات (۷۶۳) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۶/۲) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۱۸/۲) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۲۹/۲) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۳۲/۲) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۳۴/۲) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۵۳/۲) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۶۶/۲) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۷۲/۲) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۹۹/۲) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۱۴۱/۲) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۱۴۴/۲) مطا مالك - النذء للصلاة (۴۵۶) سنن الدارمي - الصلاة (۱۳۹۷)

۴۸۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ بْنُ عَرَبِيٍّ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ، عَنْ عِيَّاضِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُحِبُّ الْعَرَّاجِينَ وَلَا يَزَالُ فِي يَدَيْهِ مِنْهَا، قَدْ خَلَّ الْمَسْجِدَ فَرَأَى ثَمَامَةً فِي قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ فَحَكَّهَا، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ مُغَضِّبًا، فَقَالَ: «أَيُّكُمْ أَحَدٌ كُمْ أَنْ يُبْصِقَ فِي وَجْهِهِ؟ إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا اسْتَقْبَلَ

الْقَبْلَةِ فَإِنَّمَا يَسْتَقْبِلُ رِبَّهٖ عَزَّ وَجَلَّ، وَالْمَلَكُ عَنْ يَمِينِهِ، فَلَا يَنْقُطُ عَنْ يَمِينِهِ، وَلَا فِي قَبْلَتِهِ، وَلِيَبْصُرَ عَنْ يَسَارِهِ، أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ، فَإِن عَجَلَ بِهِ أَمْرٌ فَلْيَنْقُطْ هَكَذَا» وَوَصَفَ لَنَا ابْنُ عَجَلَانَ ذَلِكَ أَن يَنْقُطَ فِي تَوْبِهِ، ثُمَّ يُؤَدُّ بَعْضَهُ عَلَى بَعْضٍ.

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ درخت کی شاخ (چھری) کو پسند فرماتے تھے اور عموماً یہ چھری آپ ﷺ کے ہاتھ میں ہوتی تھی پس نبی اکرم ﷺ ایک مرتبہ مسجد تشریف لائے اور آپ ﷺ نے مسجد کی دیوار میں جو جانب قبلہ میں تھی بلغم لگا دیکھا تو آپ ﷺ نے (اس چھری سے) اس بلغم کو صاف فرمادیا۔ پھر لوگوں کی طرف ناراضگی کے ساتھ متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ تم میں کوئی شخص یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے چہرے پر تھوکا جائے۔۔۔۔۔ جب تم میں سے کوئی شخص قبلہ رخ ہو کر (نماز پڑھتا ہے) تو وہ شخص اپنے رب عزوجل کے سامنے ہوتا ہے اور فرشتہ اس کے دائیں طرف ہوتا ہے پس نہ تو یہ شخص اپنی دائیں طرف تھوکے اور نہ ہی جانب قبلہ میں اور اس کو چاہئے کہ اپنے بائیں جانب تھوکے یا اپنے پاؤں کے نیچے تھوک لے پس اگر اسے اچانک فوری ضرورت پیش آجائے تو وہ اس طرح کر لے۔ خالد بن حارث کہتے ہیں کہ ابن عجلان نے "اس طرح" کی وضاحت یوں فرمائی کہ اپنے کپڑے میں تھوک لے اور پھر اپنے کپڑے کو مل لے۔

صحیح البخاری - الصلاة (۴۰۰) صحیح البخاری - الصلاة (۴۰۶) صحیح البخاری - الصلاة (۴۰۴) صحیح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (۵۴۸) سنن النسائي - المساجد (۷۲۵) سنن ابی داؤد - الصلاة (۴۸۰) سنن ابن ماجہ - المساجد والجماعات (۷۶۱) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۶/۳) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۹/۳) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۲۴/۳) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۵۸/۳) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۶۵/۳) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۸۸/۳) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۹۲/۳) سنن الدارمی - الصلاة (۱۲۹۸)

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ... قَوْلُهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُحِبُّ الْعَرَّاجِينَ: مضمون حدیث یہ ہے کہ آپ ﷺ اپنے دست مبارک میں درخت کی شاخ (چھری) رکھنا پسند فرماتے تھے جب کہیں تشریف لیجاتے تو ہاتھ میں چھری ہوتی، ایک مرتبہ آپ ﷺ مسجد میں داخل ہوئے تو سامنے جدار قبلہ میں آپ ﷺ نے بلغم لگا ہوا دیکھا تو آپ ﷺ نے اس کو اس چھری سے کھرچ دیا اور لوگوں کی طرف ناراضگی کے ساتھ متوجہ ہوئے، آگے مضمون حدیث واضح ہے۔

قَوْلُهُ: فَإِن عَجَلَ بِهِ أَمْرٌ: یعنی اگر کسی کو ایک دم تھوکنے کی ضرورت پیش آجائے تو اپنے کپڑے کے کونے پر تھوک کو مل لے اور پھر اس کو مل دے کہ جذب ہو جائے۔

یہ حدیث ظہارت بزاز پر دلالت کرتی ہے جیسا کہ جمہور علماء کا مسلک ہے البتہ ابراہیم نخعی نجاست بزاز کے قائل ہیں (ابن رسلان)۔

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهَبٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرُو، عَنْ بَكْرِ بْنِ سَوَادَةَ الْجَدَّاهِيِّ، عَنْ صَالِحِ بْنِ خَيْثَانَ، عَنْ أَبِي سَهْلَةَ السَّائِبِ بْنِ خَلَّادٍ - قَالَ أَحْمَدُ: مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - أَنَّ رَجُلًا أَمَّ قَوْمًا، فَبَصَقَ فِي

الْقَبِيلَةَ، وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْظُرُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ قَرَعَ: «لَا يُصَلِّي لَكُمْ». فَأَرَادَ
بَعْدَ ذَلِكَ أَنْ يُصَلِّيَ لَهُمْ فَمَنَعُوهُ وَأَعْبَدُوهُ بِقَوْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَدْ كَرَّ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ، فَقَالَ: «نَعَمْ»، وَحَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ: «إِنَّكَ آذَيْتَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ».

حضرت ابو سہلہ صاحب بن خلاؤ جو کہ صحابی رسول ہیں سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنے قبیلہ کے لوگوں کی امامت کی اور اس نے جانب قبلہ میں تھوکا، اس وقت رسول اللہ ﷺ دیکھ رہے تھے، پس وہ جب نماز سے فارغ ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ صاحب تمہیں نماز نہ پڑھایا کریں۔۔۔۔۔ اس کے بعد ان صاحب نے ان قبیلہ والوں کو نماز پڑھانے کا ارادہ کیا تو ان لوگوں نے اس کو منع کر دیا اور رسول اللہ ﷺ کے فرمان کی اس کو خبر دی تو اس شخص نے یہ بات رسول اللہ ﷺ سے پوچھی تو حضور ﷺ نے فرمایا ٹھیک ہے میں نے تم کو منع کیا ہے نماز پڑھانے سے، راوی کہتے ہیں کہ میرا خیال یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کے بعد یہ بھی فرمایا کہ تم نے اللہ اور اس کے رسول کو تکلیف پہنچائی ہے۔

سنن أبي داود - الصلاة (٤٨١) - مستند أحمد - أول مستند الدينين رضي الله عنهم أجمعين (٥٦/٤)

شرح الحديث حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، قَوْلُهُ: إِنَّكَ أَدَيْتَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ: جس شخص نے نماز پڑھاتے وقت قبلہ کی جانب تھوکا تھا اس کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو نے اللہ اور اس کے رسول کو اذیت پہنچائی، یہ بڑی وعید ہے قبلہ کی جانب تھوکنے کے بارے میں خصوصاً نماز کی حالت میں۔

اشکال وجواب: یہاں پر ایک اشکال بھی ہوتا ہے کہ قرآن پاک میں اللہ اور اس کے رسول کو اذیت پہنچانے والوں کو ملعون فی الدنیا والآخرہ کہا گیا ہے، اور یہ شخص مسلمان بلکہ صحابی تھے، جواب یہ ہے کہ قرآن والی وعید یہاں صادق نہیں آتی اس لئے کہ قرآن میں ایذاء سے ایذاء بالقصد مراد ہے اور یہاں حدیث میں ایذاء خطاء وجہلاً مراد ہے اور یہ بھی امکان ہے کہ یہ شخص منافق ہو پھر تو کوئی اشکال ہی نہیں ①۔

٤٨٢ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا سَعِيدُ الْجُرَيْرِيُّ، عَنْ أَبِي الْعَلَاءِ، عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: «أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّي فَبَرَّقَ نَجْمٌ قَدَمَهُ الْيُسْرَى».

حضرت مطرف اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نماز ادا فرما رہے تھے پس آپ نے دوران نماز اپنے بائیں پاؤں کے نیچے تھوک ڈالا۔

۴۸۲ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَّاعٍ، عَنْ سَعِيدِ الْجُرَيْرِيِّ، عَنْ أَبِي الْعَلَاءِ، عَنْ أَبِيهِ، بِمَعْنَاهُ أَدُّتُمْ لَكُمْ بِتَغْلِيهِ
ابو العلاء اپنے والد سے پچھلی حدیث کے ہم معنی نقل کرتے ہیں اس میں یہ اضافہ ہے کہ پھر آپ ﷺ

نے اپنے چمڑے کے موزے سے اسے رگڑا۔

صحیح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (۵۵۴) سنن النسائي - المساجد (۷۲۷) سنن أبي داود - الصلاة (۴۸۲) مسند أحمد - أول مسند المنذرين رضي الله عنهم أجمعين (۲۵/۴)

شرح الأحادیث

حدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ... وَهُوَ يُصَلِّي فَيَبْرُقُ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرَى: امام نووی کی رائے کا تقاضا یہ ہے کہ واقعہ غیر مسجد کا ہو اور قاضی عیاض کی رائے کے پیش نظر تخصیص کی حاجت نہیں۔

۴۸۴ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا الْفَرَجُ بْنُ فَضَالَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: رَأَيْتُ وَائِلَةَ بْنَ الْأَشْعَثِ، فِي مَسْجِدِ دِمَشْقَ بَصُقَ عَلَى الْبُورِي، ثُمَّ مَسَحَهُ بِرَجْلِهِ، فَقِيلَ لَهُ: لِمَ فَعَلْتَ هَذَا؟ قَالَ: لِأَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهُ.

ابو سعید کہتے ہیں کہ میں نے وائلہ بن الاشعث کو دیکھا (صحیح بات یہ ہے کہ یہ راوی ابو سعد ہیں جو کہ مجہول راوی ہیں) دمشق کی مسجد میں ایک بور یہ پر انہوں نے (دوران نماز) تھوکا پھر اس تھوک کو اپنے پاؤں سے مل لیا ان سے کہا گیا آپ نے ایسا کیوں کیا؟ انہوں نے ارشاد فرمایا میں نے رسول اللہ کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

سنن أبي داود - الصلاة (۴۸۴) مسند أحمد - مسند المكين (۴۹۳/۳)

شرح الحديث

قوله: عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: رَأَيْتُ وَائِلَةَ بْنَ الْأَشْعَثِ: ابو سعید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت وائلہ کو دیکھا کہ دمشق کی مسجد میں (نماز پڑھتے ہوئے) بوریے پر تھوکا اور پھر اس کو پاؤں سے مل دیا، ان سے کہا گیا کہ یہ آپ نے کیا کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے حضور ﷺ کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہے، یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اس میں فرج بن فضالہ ضعیف ہے اور ان کے استاذ ابو سعید مجہول ہیں لہذا مسجد کی صف پر تھوکنا جائز نہ ہوگا، للحدیث الصحيح الثقل فی المسجد خطیئة، وَكَفَّارَتُهَا وَفُتْهَا ①، دفن کا تحقق کچی زمین میں ہی ہو سکتا ہے پختہ فرش یا صف پر رگڑنے سے مزید تکوید لازم آئے گی لہذا یہ حدیث قابل عمل نہیں۔

۴۸۵ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ الْقُضَيْلِ السَّجِسْتَانِيُّ، وَهَشَامُ بْنُ عَمَّارٍ، وَسَلِيمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الدِّمَشْقِيُّ، بِهَذَا الْحَدِيثِ

- وَهَذَا لَقَطُ يَحْيَى بْنِ الْقُضَيْلِ السَّجِسْتَانِيِّ -، قَالُوا: حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ جَاهِدٍ أَبُو حَزْرَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْوَلِيدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الصَّامِتِ، أَنَيْنَا جَابِرًا يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ اللَّهِ، وَهُوَ فِي مَسْجِدِهِ، فَقَالَ: أَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَسْجِدِنَا هَذَا، وَبِي يَدِي عُرْجُونُ ابْنِ طَابٍ فَظَنَرْتُ أَيْ فِي قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ لِحَامَةً فَأَقْبَلَ عَلَيْهَا، فَخَتَّهَا بِالْعُرْجُونِ، ثُمَّ قَالَ: «أَيْكُمْ يَجِبُ أَنْ يُعْرَضَ اللَّهُ عَنْهُ بِوَجْهِهِ» ثُمَّ قَالَ: «إِنْ أَحَدُكُمْ إِذَا قَامَ يُصَلِّي فَإِنَّ اللَّهَ قِبَلَ وَجْهِهِ، فَلَا يَبْصُقَنَّ قِبَلَ وَجْهِهِ، وَلَا عَنْ يَمِينِهِ، وَلْيَبْرُقْ عَنِ يَسَارِهِ تَحْتَ رِجْلِهِ الْيُسْرَى، فَإِنْ عَجِلَتْ بِهِ بَارِدَةٌ فَلْيَقْلُ بِشُؤْبِهِ هَكَذَا» وَوَضَعَهُ عَلَى

فیه ثم دلكه. ثم قال: «أموي عبید» فقام فقی من الحی یشتد إلى أهله فجاء مخلوق فی راحیه فأخذ رسول الله صلى الله علیه وسلم، فجعله على رأس العرجون ثم لطح به على أثر الثخامة، قال جابر: فمن هناك جعلتم المخلوق فی مساجدكم.

عبادہ بن ولید کہتے ہیں کہ ہم جابر بن عبد اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ اپنے محلہ کی مسجد میں تشریف فرما تھے تو حضرت جابر نے ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ ہماری اس مسجد میں تشریف لائے اور آپ ﷺ کے ہاتھ میں ابن طاب (کھجور کی ایک قسم) کی شاخ تھی۔ پس نبی اکرم ﷺ کی نظر پڑی تو آپ ﷺ نے مسجد کی جانب قبلہ والی دیوار میں بلغم لگا دیکھا پس آپ ﷺ نے اس چھڑی سے اس بلغم کو صاف فرمادیا پھر قبہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کون یہ پسند کرتا ہے کہ اللہ پاک اس سے اپنا چہرہ موڑ لے (قبلہ کی دیوار میں بلغم لگانا اللہ پاک کی ناراضگی اور اعراض کا سبب ہے) پھر ارشاد فرمایا تم میں سے کوئی شخص جب کھڑے ہو کر نماز پڑھتا ہے تو اللہ پاک اس کے سامنے ہوتے ہیں لہذا وہ اپنے سامنے کی جہت میں نہ تھو کے اور نہ ہی اپنی دائیں جہت میں تھو کے اسے چاہئے کہ اپنی بائیں جانب بائیں پاؤں کے نیچے تھو کے اگر اسے فوری ضرورت آجائے تو اپنے کپڑے میں تھوک کر اس طرح کر لے چنانچہ آپ نے کپڑا اپنے منہ میں رکھ کر اس کپڑے کو مل لیا۔ پھر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے عبیر لا کر دو پس ہمارے محلہ کا ایک نوجوان کھڑا ہوا اور وہ دوڑتا ہوا اپنے گھر گیا اور گھڑے زعفران ملی ہوئی خوشبو اپنی ہتھیلی پر لیکر آیا پس حضور ﷺ نے وہ خوشبو اس سے لی اور اپنی چھڑی کے کنارے پر اسے لگایا پھر بلغم لگنے کی جگہ پر اس مخلوق کو مل دیا۔ حضرت جابر فرماتے ہیں حضور ﷺ کے اس فعل کی وجہ سے تم لوگ اپنی مسجدوں میں مخلوق (خوشبو) لگاتے ہو۔

سنن ابی داود - الصلاة (۴۸۵) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۳۲۴/۳) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۳۹۶/۳)

شرح الحدیث: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ الْقَضَائِ... قوله: وَفِي يَدَيْهِ عِجْرُ جُونِ ابْنِ طَابٍ: عبادہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم حضرت جابر کی خدمت میں گئے جب کہ وہ اپنی مسجد میں تھے، اس سے مراد مسجد بنو سلمہ ہے جس کو مسجد بنی حرام بھی کہتے ہیں (کمافی ذفاء الوفاء) تو انہوں نے فرمایا کہ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ آنحضرت ﷺ ہماری اس مسجد میں تشریف لائے اس وقت آپ کے دست مبارک میں ابن طاب کی ایک چھڑی تھی، ابن طاب کھجور کی ایک خاص قسم کا نام ہے، دراصل مدینہ میں یہ ایک شخص تھا جس کی طرف یہ کھجور منسوب ہے، آگے مضمون حدیث واضح ہے، اور پھر آخر حدیث میں یہ ہے ثُمَّ قَالَ: أَمُوِي عَبِيدَ یعنی آپ ﷺ نے اس چھڑی کے ذریعہ اس بلغم کو ادا صاف کیا اور فرمایا کہ اگر کسی کے پاس عبیر ہو تو لے آؤ عبیر کی تفسیر زعفران کے ساتھ کرتے تھے اور بعض نے لکھا ہے کہ یہ ایک مرکب خوشبو ہے جس میں زعفران بھی ہوتی ہے عبیر کا ذکر گلستان کے ایک شعر میں بھی ہے:

ط بدو گفتم کہ سنکی با عبیری کہ از بوئے دلا دیزے نو ستم

اس پر ایک نوجوان انصاری روڑے ہوئے اپنے گھر گئے اور اپنی ہتھیلی پر مخلوق جو کہ ایک خوشبو کا نام ہے لے کر آئے آپ

ﷺ نے وہ خوشبو اپنی چھڑی کے سرے پر لگا کر اس کو بلغم کی جگہ پھیر دیا۔

قوله: قَالَ جَابِرٌ: فَمِنْ هُنَاكَ جَعَلْتُمُ الْخُلُقَىٰ فِي مَسَاجِدِكُمْ: یعنی آپ لوگ اپنی مساجد میں جو خوشبو وغیرہ لگاتے ہو (خواہ دھونی دیکر یا عطریاشی سے) اس کی اصل یہی حضور ﷺ کا عمل ہے، میں کہتا ہوں کہ امام نسائی نے اس پر مستقل باب باندھا ہے **بَابُ تَخْلِيقِ الْمَسَاجِدِ** اور امام ترمذی نے **بَابُ مَا دُكِرَ فِي تَطْيِيبِ الْمَسَاجِدِ**۔

اسطوانة مخلقة: اور مسجد نبوی کے اساطین میں ایک اسطوانة المخلقة کے نام سے مشہور ہے بظاہر اس پر خاص طور سے خوشبو لگائی جاتی ہوگی، مسجد نبوی کے بعض ستون ایسے ہیں جو کسی خاص وصف اور نام کے ساتھ موسوم ہیں بلکہ ان پر ان کا نام بڑا خوشخط لکھا ہوا ہے جن کی تفصیل وفاء الوفاء میں بھی ہے بحمد اللہ تعالیٰ ہم نے بھی ان اساطین مبارکہ کی زیارت کی ہے۔

تنبیہ: ان حدیث میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے چھڑی کے ذریعہ اپنے دست مبارک سے خوشبو لگائی اور نسائی کی روایت میں یہ ہے **فَقَامَتِ امْرَأَةٌ** کہ ایک عورت کھڑی ہوئی اور اس نے یہ خوشبو لگائی^①، ابن ماجہ کی روایت میں بھی اسی طرح ہے^②، اب یہ تو اس کو تعدد واقعہ پر محمول کیا جائے اور یہ یہ کہا جائے کہ ابو داؤد کی روایت میں حضور ﷺ کی طرف نسبت مجازی ہے آمر ہونے کی حیثیت سے (الفيض السعائی)۔

۲۵۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّشْرِكِ بِدُخُولِ الْمَسْجِدِ

مشرک آدمی کے مسجد میں داخل ہونے کا بیان

دخول مشرک فی المسجد مختلف فیہ ہے۔

مسئلہ مترجم بہا میں مذاہب ائمہ: صحیح یہ ہے کہ دخول مشرک فی المسجد عند الحنفیہ مطلقاً جائز ہے خواہ کافر حربی ہو یا ذمی اور کتابی، اور اس کے بالمقابل امام مالک کے نزدیک مطلقاً ناجائز ہے اور امام شافعی کے نزدیک مسجد حرام میں ناجائز اور دوسری مساجد میں جائز ہے اور امام احمد بھی امام شافعی کی طرح مسجد حرام میں تو ناجائز فرماتے ہیں اور غیر مسجد حرام میں ان کی دو روایتیں ہیں: ① عدم الجواز مطلقاً، ② الجواز باذن الامام، اس مسئلہ کی تفصیل اُمّانی الاحبار^③ میں مذکور ہے، ہمارے فقہاء کی عبارات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جواز دخول صرف ذمی کیلئے ہے کو کب میں بھی اسی طرح لکھا ہے لیکن ثنائی باب الجزیہ میں علامہ سرخسی سے نقل کیا ہے کہ عند الحنفیہ جواز دخول میں کتابی اور حربی برابر ہیں اور اُمّانی الاحبار میں بھی اسی طرح ہے اور

① السنن الصغری للنسائی - کتاب المساجد - باب تخلیق المساجد ۷۲۸

② سنن ابن ماجہ - کتاب المساجد الجماعات - باب کراهیۃ النخامة فی المسجد ۷۶۲

③ اُمّانی الاحبار فی شرح معانی الآثار - ج ۱ ص ۱۹

حنفیہ کی طرف سے آیت کریمہ اِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ کا جواب یہ ہے کہ اس سے مراد دخول لاجل الحج ہے، کما فی الکوکب ①۔

۴۸۶ - حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُقْلَبِ، عَنْ شَرِيكَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي نَمِرٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، يَقُولُ: دَخَلَ رَجُلٌ عَلَى بَحْلِ فَأَنَاعَهُ فِي الْمَسْجِدِ، ثُمَّ عَقَلَهُ، ثُمَّ قَالَ: أَيُّكُمْ مُحَمَّدٌ؟ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُشْكٍ بَيْنَ ظَهْرَانِيهِمْ، فَقُلْنَا لَهُ: هَذَا الْأَنْبِيُّ الْمُسْكِيُّ، فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ: يَا ابْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «قَدْ أَجَبْتُكَ» فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ: يَا مُحَمَّدُ إِنِّي سَأَلْتُكَ وَسَأَلَ الْحَدِيثُ.

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص اونٹ پر سوار مسجد میں داخل ہوا اس نے مسجد میں اپنے اونٹ کو بٹھایا پھر اس کو باندھا پھر کہا تم میں محمد کون ہے؟ نبی اکرم ﷺ ہمارے درمیان سہارا لگائے ہوئے تشریف فرما تھے ہم نے اس سے کہا کہ یہ سرخ و سفید شخصیت جو سہارا لگائے تشریف فرما ہیں وہ ہی محمد ﷺ ہیں پس اس شخص نے کہا اے عبد المطلب کی اولاد؟ نبی اکرم ﷺ نے اس سے فرمایا میں تمہاری بات سن چکا ہوں پس اس شخص نے کہا اے محمد! میں آپ سے کچھ سوالات کرنے آیا ہوں اس کے بعد راوی نے پوری حدیث ذکر کی (اس حدیث کو امام بخاریؒ نے تفصیلاً کتاب العلم میں باب القراءة والعرض علی المحدث کے تحت حدیث عبد اللہ بن یوسف کی سند سے ذکر کی ہے، از مترجم)۔

۴۸۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا سَلَمَةُ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ كَهَيْلٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيدِ بْنِ زُوَيْفٍ، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: بَعَثَ بَنُو سَعْدِ بْنِ بَكْرِ ضَمَامَ بْنَ ثَعْلَبَةَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَهُ عَلَيْهِ فَأَنَاعَهُ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ، ثُمَّ عَقَلَهُ، ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَذَكَرَ نَحْوَهُ، قَالَ: فَقَالَ: أَيُّكُمْ ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ» قَالَ: يَا ابْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَسَأَلَ الْحَدِيثُ.

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں بنو سعد بن بکر قبیلے نے ضمام بن ثعلبہ کو نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں وفد بنا کر بھیجا پس ضمام نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے مسجد کے دروازے کے پاس اپنے اونٹ کو بٹھایا پھر اونٹ کو رستی سے باندھا پھر مسجد میں داخل ہوئے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ضمام نے کہا، تم میں عبد المطلب کے بیٹے کون ہیں؟ تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں عبد المطلب کی اولاد میں ہوں اس کے بعد پوری حدیث ذکر کی۔

صحیح البخاری - العلم (۶۳) صحیح مسلم - الإیمان (۱۲) جامع الترمذی - الزکاة (۶۱۹) سنن النسائی - الصیام (۲۰۹۱) سنن النسائی - الصیام (۲۰۹۲) سنن النسائی - القیام (۲۰۹۳) سنن ابی داؤد - الصلاة (۴۸۶) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة

① مشرک جو ہیں سولید ہیں سوزدیک نہ آنے پائیں مسجد الحرام کے (سورۃ التوبۃ ۲۸)

② الکوکب الدرہی علی جامع الترمذی - ج ۴ ص ۱۵۱-۱۵۲

والسنة فيها (١٤٠٢) مسند احمد - باقي مسند الكثرين (١٦٨/٣) سنن الدارمي - الطهارة (٦٥٠)

شرح الأحاديث

حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ... قَوْلُهُ: وَخَلَّ رَجُلٌ عَلَى جَمَلٍ فَأَنَاحَهُ فِي الْمَسْجِدِ: اس رجل سے مراد ضمام بن ثعلبہ ہے جیسا کہ اگلی روایت میں اس کی تصریح ہے اور یہ بنو سعد بن بکر کی جانب سے قاصد بکر آئے تھے ان کا قدوم ۹ ہجری میں تھا، اس روایت میں ہے فَأَنَاحَهُ فِي الْمَسْجِدِ لیکن مراد عند باب المسجد ہے جیسا کہ ابن عباس کی روایت میں آرہا ہے اور بھی بعض روایات میں اس کی تصریح ہے۔

ابن بطل مالکی کا حدیث سے استدلال: لہذا ابن بطل مالکی ① نے مالکیہ کے مسلک کے پیش نظر ظاہر لفظ حدیث سے جو استدلال کیا ہے کہ ماکول اللحم جانوروں کے ابوال وارواٹ ظاہر ہیں اس لئے کہ اونٹ جب تک مسجد میں رہے گا تو اس کے دہاں پیشاب وغیرہ کرنے کا احتمال یقیناً ہے اور آپ ﷺ نے مسجد میں اونٹ داخل کرنے سے منع نہیں فرمایا یہ استدلال صحیح نہیں ہے۔

قَوْلُهُ: ثُمَّ قَالَ: أَيُّكُمْ مُحَمَّدٌ؟ روایات میں آتا ہے کہ ابتداء میں حضور ﷺ صحابہ کرام کی مجلس میں مل جل کر بلا کسی امتیاز کے بیٹھتے تھے جس کی وجہ سے نووارد کو آپ ﷺ کے بارے میں دریافت کرنا پڑتا تھا بعد میں صحابہ کرام نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو ہم جناب کے بیٹھنے کے لئے مجلس میں جگہ اونچی بنادیں تاکہ آئیوا لے کو دریافت نہ کرنا پڑے، آپ ﷺ نے اس کی اجازت مرحمت فرمادی، ابوداؤد وغیرہ کی روایات میں آئے كَانَتْ بَيْنَهُ وَكَانَتْ ② کہ ہم نے آپ کیلئے ایک اونچی سی جگہ بنادی جس پر آپ ﷺ مجلس کے وقت تشریف فرما ہونے لگے۔

قَوْلُهُ: فَقُلْنَا لَهُ: هَذَا الْأَبْيَضُ الْمَشْكِيُّ: یہ جو نکیہ لگائے گورے گورے بیٹھے ہیں۔ ضمام بن ثعلبہ کو جب معلوم ہو گیا کہ محمد آپ ہیں تو اس نے قریب حاضر ہو کر عرض کیا يَا ابْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ تو اس پر آپ نے فرمایا «قَدْ أَجَبْتُكَ»۔

اس کلام (قَدْ أَجَبْتُكَ) کی شرح: اصل میں جب کوئی شخص کسی سے خطاب یا بات کرنا چاہتا ہے تو عرب لوگوں کی عادت ہے اس وقت کہتے ہیں نعم، جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہاں کہئے کیا کہنا ہے، مگر یہاں آپ ﷺ نے عام طریقے کے خلاف بجائے نعم کا لفظ قَدْ أَجَبْتُكَ فرمایا، شرح لکھتے ہیں کہ یہاں اس اسلوب کے بدلنے میں ناگواری کی طرف اشارہ ہے کیونکہ اس

① شرح صحيح البخاري لابن بطل - ج ١ ص ١٤٤

② سنن أبي داود - كتاب السنة - باب في القدر ٤٦٩٨

③ یہاں پر سوال ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے تو ابھی تک اس اعرابی سے کوئی کلام ہی نہیں فرمایا تھا تو پھر قَدْ أَجَبْتُكَ کہنا کہاں صحیح ہو اس کی توجیہ ایک توجیہ کی گئی ہے کہ اجابت سے مراد یہاں سلام ہے یعنی انتہاء ملکہ ہاں میں تیری بات سن رہا ہوں پوچھ کیا پوچھنا چاہتا ہے، دوسری توجیہ یہ کی گئی ہے کہ گو آپ ﷺ نے اس سے ابھی تک کوئی کلام نہیں فرمایا تھا لیکن صحابہ حاضرین مجلس نے تو اسکی بات کا جواب دیا تھا اور اس کو بتایا تھا کہ حضور ﷺ آپ ہی ہیں، لہذا صحابہ کا جواب دینا گویا آپ ﷺ ہی کا جواب دینا ہے۔

لفظ کا ترجمہ یہ ہے کہ ہاں سن تو رہا ہوں کہہ کیا کہنا ہے، اور تاگواری اس لئے تھی کہ جس طرح آپ کو خطاب کرنا آپ کے شان کے مناسب تھا اس اعرابی نے اس طرح نہیں کیا تھا، چنانچہ اول تو شروع میں اس نے آپ ﷺ کا نام لیا، ثانیاً آپ کو آپ کے جد کافر عبد المطلب کی طرف منسوب کیا (قالہ الخطابی) ^(۱) لیکن اس پر اشکال ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے تو خود غزوہ حنین میں ایک موقع پر اپنا انتساب عبد المطلب کی طرف کیا ہے اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْتُ، اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ ^(۲)، اس کا جواب یہ دیا گیا کہ وہ انتساب ضرورۃً اور اس مقام کے مناسب تھا اس لئے کہ اس کے مخاطب کفار مشرکین تھے جو عبد المطلب کی سیادت اور وجاہت تسلیم کرتے تھے، اس لئے آپ نے فرمایا کہ میں اس کا بیٹا ہوں جس کو تم بھی جانتے ہو۔

یہ حدیث بخاری اور مسلم میں مفصلاً مروی ہے جس میں یہ ہے کہ اس شخص نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ اے محمد مجھے آپ سے چند سوال کرنے ہیں اور خوب ٹھوک بجا کر کروں گا لہذا مجھ پر ناراض نہ ہونا اس پر آپ ﷺ نے فرمایا سَلِّ عَنَّا بَدَ الْكَفِّ جو تیرا جی چاہے سوال کر، اس نے سب سے پہلے آپ ﷺ سے آپ کی رسالت کے بارے میں سوال کیا: اللَّهُ أَرْسَلَكَ إِلَى النَّاسِ كُلِّهِمْ؟ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: اللَّهُمَّ نَعَمْ، اور اس کے بعد پھر صلوات خمسہ کے بارے میں سوال کیا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو دن و رات میں پانچ نمازیں ادا کرنے کا حکم دیا ہے اس پر بھی آپ ﷺ نے فرمایا: اللَّهُمَّ نَعَمْ، اور اس کے بعد پھر زکوٰۃ و صوم کے بارے میں اسی طرح سوال و جواب ہوا پھر اخیر میں اس نے کہا: آمَنْتُ بِمَا جِئْتُ بِهِ، حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت ظاہر ہے کہ یہاں دخول مشرک فی المسجد پایا گیا۔

ایک ہی حدیث پر مصنف اور امام بخاری کے دو مختلف ترجمے: امام بخاری نے اس حدیث پر کتاب العلم میں ایک دوسرا ترجمہ قائم کیا ”باب العرض علی المحدث“ وہ یہ کہ حدیث حاصل کرنا ایک طریقہ یہ ہے کہ شاگرد استاذ پر پیش کرے جس طرح یہاں اس اعرابی نے آپ ﷺ پر چند مضامین بصورت سوال پیش کئے آپ نے ان کی تصدیق اور اقرار فرمایا پھر وہ مضامین اس اعرابی نے اپنی قوم کو جا کر سنائے، یہاں پر وہ اعرابی شاگرد اور حضور ﷺ محدث و استاذ ہوئے، امام بخاری کے ترجمہ کا مقتضی یہ ہے کہ سائل بوقت سوال و جواب کافر نہ ہو بلکہ مسلم ہو اس لئے کہ ظاہر ہے روایت حدیث میں عرض مسلم ہی معتبر ہو سکتا ہے نہ کہ عرض کافر۔

اس سے معلوم ہوا کہ امام بخاری اور امام ابو داؤد کی رائے اس شخص کے بارے میں مختلف ہے، منشاء اس اختلاف رائے کا یہ ہے کہ امام بخاری کے نزدیک آمَنْتُ بِمَا جِئْتُ بِهِ میں اخبار عن الماضی ہے کہ میں پہلے سے ایمان لائے ہوئے ہوں، اور امام ابو داؤد کے نزدیک یہ اخبار نہیں ہے بلکہ اس سے مقصود انشاء ایمان ہے کہ میں اب ایمان لاتا ہوں، اور یہ بھی ممکن ہے کہ یوں کہا جائے کہ

اس جملہ کا مطلب امام ابو داؤد کے نزدیک بھی وہی ہے جو امام بخاری کے نزدیک ہے، لیکن امام ابو داؤد کا استدلال اس حدیث سے دخول مشرک فی المسجد پر اس اعتبار سے ہے کہ ظاہر ہے صحابہ کرام کو اس شخص کا اسلام لانا معلوم نہیں تھا اور پھر بھی انہوں نے اس کو مسجد میں داخل ہونے سے نہیں روکا اور نہ اس کے اسلام کے بارے میں کوئی استفسار کیا اور آپ ﷺ نے بھی صحابہ کرام کے اس طرز عمل پر سکوت فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ دخول مشرک فی المسجد جائز ہے۔

۴۸۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنُ قَائِمٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ الزُّهْرِيِّ، حَدَّثَنَا رَجُلٌ، مِنْ مَوْلِيَّتِهِ وَتَجَنُّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: "الْيَهُودُ أَتَوْا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ جَالِسٌ فِي الْمَسْجِدِ فِي أَصْحَابِهِ فَقَالُوا: يَا أَبَا الْقَاسِمِ فِي رَجُلٍ وَامْرَأَةٍ زَيْنَا مِنْهُمْ"

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ یہود آپ ﷺ کی خدمت میں آئے اور آپ ﷺ مسجد میں اپنے صحابہ کے حلقے میں تشریف فرما تھے انہوں نے کہا، اے ابوالقاسم آپ ﷺ کیا فرماتے ہیں ہمارے قبیلے کے اس مرد اور عورت کے متعلق جنہوں نے زنا کاری کی ہے۔

شرح الحدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنُ قَائِمٍ: ضام بن ثعلبہ کی حدیث کو دو طریق سے ذکر کرنے کے بعد اب مصنف اس باب میں یہ دوسری حدیث لارہے ہیں، یہ حدیث کتاب الحدود^۱ میں مفصلاً آئے گی جس میں ایک یہودی اور یہودیہ کے زنا کا قصہ مذکور ہے، یہ لوگ زنا کا حکم شریعت محمدیہ میں معلوم کرنے کیلئے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے جبکہ آپ ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے اس سے معلوم ہوا کہ غیر مسلم کا دخول مسجد میں جائز ہے اور کافر حربی کا حکم باب کی حدیث اول سے معلوم ہو گیا۔

۲۶ - بَابُ فِي الْمَوَاضِعِ الَّتِي لَا تَجُوزُ فِيهَا الصَّلَاةُ

ان مقامات کا بیان جہاں نماز پڑھنا حرام نہیں ہے

ترجمہ الباب کی عبارت میں اختصار ہے اور مراد یہ ہے "فی المواضع التي تجوز والتي لا تجوز فيها الصلوة" لہذا اب باب کی حدیث اول ترجمہ الباب کے مطابق ہو گئی۔

۴۸۹ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ جُنَّاهِدٍ، عَنْ عُثَيْدِ بْنِ عُثْمَرٍ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «جُعِلَتْ لِيَ الْأَنْهَارُ طَهُورًا وَمَسْجِدًا».

ترجمہ: حضرت ابو ذر غفاری نبی اکرم ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ میرے لئے ساری زمین مطہر (پاک)

کرنے والی) اور مسجد (نماز کی جگہ) بنائی گئی ہے۔

سنن ابی داؤد - الصلاة (۴۸۹) مسند احمد - مسند الانصار، رضي الله عنهم (۱۴۵/۵) مسند احمد - مسند الانصار، رضي الله عنهم (۱۴۸/۵) مسند احمد - مسند الانصار، رضي الله عنهم (۱۶۲/۵)

شرح الحديث حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ... قَوْلُهُ: جَعَلْتُ لِي الْأَرْضَ طَهُورًا وَمَسْجِدًا: یہ حدیث مشہور ہے کہ اکثر صحاح ستہ اور صحیحین میں موجود ہے لیکن مصنف نے اسکو مختصر کر دیا، اصل روایت اس طرح ہے أُعْطِيتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ قَبْلِي نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيرَةً شَهْرًا وَجَعَلْتُ لِي الْأَرْضَ مَسْجِدًا وَطَهُورًا وَأَيْمَانًا جَلِيًّا مِنْ أَمْتِي أَدْرَكَتْهُ الصَّلَاةُ فَلْيَصَلِّ وَأَجَلْتُ لِي الْقَنَائِمُ وَكَانَ النَّبِيُّ يُنْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ خَاصَّةً وَبُعِثَتْ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً وَأُعْطِيتُ الشَّقَاعَةُ^۱، اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ امت محمدیہ کے حق میں تمام روئے زمین مسجد اور نماز پڑھنے کی جگہ ہے بخلاف امم سابقہ کے کہ ان کیلئے نماز پڑھنا جائز نہیں تھا بجز خاص اپنے عبادت خانہ کنیسہ و بیعہ کے لیکن یہاں پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں وارد ہے کہ وہ روئے زمین کی سیاحت فرمایا کرتے تھے کَانَ قَسِيْعًا فِي الْأَرْضِ وَيُصَلِّي حَيْثُ أَدْرَكَتْهُ الصَّلَاةُ اور جہاں نماز کا وقت آجاتا تھا وہیں نماز پڑھ لیتے تھے، اس کا جواب حافظ ابن حجر و عینی نے یہ دیا ہے^۲ کہ یہ خسیعہ تیمم کے اعتبار سے ہے کہ مٹی مطہر کر دی گئی، صلاۃ کے اعتبار سے نہیں، یا اس طرح کہیے کہ خصوصیت ان دونوں کی من حدیث المجموع ہے لا من حیث کل فرد، اور یہ یہ کہا جائے کہ خصوصیت تو ہر ایک ہی کی ہے لیکن امم کے لحاظ سے نہ کہ انبیاء کے اعتبار سے^۳۔

۴۹۰ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ هِلْبَةَ، وَبَحْبُحِيُّ بْنُ أَزْهَرَ، عَنْ عَمَّارِ بْنِ سَعْدٍ الْمُرَادِيِّ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ الْغِفَارِيِّ، أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، مَرَّ بِبَابِلَ وَهُوَ يَسِيرُ فَجَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ يُؤَذِّنُ بِصَلَاةِ الْعَصْرِ، فَلَمَّا بَرَزَ مِنْهَا أَمَرَ الْمُؤَذِّنَ، فَأَقَامَ الصَّلَاةَ، فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ: «إِنَّ حَبِيبِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَهَيَّأَ أَنْ أُصَلِّيَ فِي الْمَقْبَرَةِ، وَتَهَيَّأَ أَنْ أُصَلِّيَ فِي أَرْضِ بَابِلَ فَإِنَّهَا مَلْعُونَةٌ».

ترجمہ ابوصالح الغفاری کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ عراق کے مقام بابل مقام پر سے گزرے اور ان کا سفر جاری تھا کہ مؤذن نے نماز عصر کے متعلق انھیں متنبہ کیا (تو حضرت نے اس کو کوئی جواب نہ دیا) جب حضرت علیؑ بابل کی زمین سے باہر تشریف

① صحیح البخاری - أبواب المساجد - باب قول النبي صلى الله عليه وسلم (جعلت لي الأرض مسجدًا وطهورًا) ۴۲۷. صحيح مسلم - كتاب المساجد ومواضع الصلاة - باب جعلت لي الأرض مسجدًا وطهورًا ۵۲۱، اور بخاری کتاب التيمم کے الفاظ یہ ہیں: أُعْطِيتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ قَبْلِي: نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيرَةً شَهْرًا وَجَعَلْتُ لِي الْأَرْضَ مَسْجِدًا وَطَهُورًا، فَأَيْمَانًا جَلِيًّا مِنْ أَمْتِي أَدْرَكَتْهُ الصَّلَاةُ فَلْيَصَلِّ. وَأَجَلْتُ لِي الْقَنَائِمُ وَلَمْ تَحِلْ لِأَحَدٍ قَبْلِي. وَأُعْطِيتُ الشَّقَاعَةَ. وَكَانَ النَّبِيُّ يُنْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ خَاصَّةً وَبُعِثَتْ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً (صحیح البخاری - كتاب التيمم 328)

② فتح البانی شرح صحیح البخاری ج ۱ ص ۴۳۷-۴۳۸، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ج ۴ ص ۸-۹

③ العرف الشہدی (ج ۱ ص ۳۲۰) میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سیاح تھے، لہذا اسی وجہ سے (شام میں) بیعہ اور کسیے بکثرت بنے ہوئے ملتے ہیں۔

لے آئے تو انہوں نے مؤذن کو اذان دینے کا حکم دیا اور نماز ادا فرمائی جب حضرت علیؓ نماز سے فارغ ہو گئے تو فرمایا میرے محبوب نبی پاک ﷺ نے مجھے مقبرہ (قبرستان) میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا اور مجھے بابل کی زمین میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا کیونکہ یہ زمین ملعون ہے (اس حدیث کی سند میں کلام ہے دیگر صحیح احادیث کی بنا پر بابل کی سر زمین پر نماز پڑھنا جائز ہے)۔

٤٩١ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا أَبُو وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ أَزْهَرَ، وَابْنُ هُبَيْرَةَ، عَنِ الْحُجَّاجِ بْنِ شَدَّادٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ الْقِصْبَارِيِّ، عَنْ عَلِيٍّ، بِمَنْعَى سُلَيْمَانَ بْنِ دَاوُدَ، قَالَ: فَلَمَّا خَرَجَ مَكَانَ فَلَمَّا بَرَزَ.

حضرت علیؑ سے گزشتہ حدیث کی طرح روایت ہے راوی نے یہاں فرمایا فلما خرج منها جب کہ گزشتہ حدیث میں فَلَمَّا بَرَزَ کے الفاظ تھے۔

شرح الاحادیث حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ دَاوُدَ... قَوْلُهُ: أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، مَرَّ بِبَابِلَ وَهُوَ يَسِيرُ: یعنی حضرت علیؑ کا اپنے کسی سفر میں ارض بابل پر گذر ہوا ابنِ رسلانؒ نے لکھا ہے لعلہ فی مسیرہ إلی البصرة^۱ یعنی حضرت علیؑ کا جو سفر مدینہ منورہ سے^۲ عراق کی جانب ہوا تھا، اس لئے کہ یہ وہی شہر بابل ہے جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے جہاں کے ساحر مشہور ہیں یہ عراق کا ایک قدیم شہر ہے۔

حضرت علیؑ نے وہاں نماز ادا نہیں فرمائی اور جب اس شہر سے گذر گئے تب نماز ادا فرمائی اور پھر اس کی وجہ بیان کی اِنَّ حَبِيبِي صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمُ تَهَانِي اَنْ اُصَلِّيَ فِي الْمَغْبُورَةِ وَتَهَانِي اَنْ اُصَلِّيَ فِي اَرْضِ بَابِلَ فَإِنَّهَا مَلْعُونَةٌ مَّجھ کو میرے محبوب حضور ﷺ نے منع فرمایا تھا ارض بابل میں نماز پڑھنے سے اس لئے کہ وہاں کی سر زمین ملعون ہے، اس زمین کو ملعون بظاہر اس لئے فرمایا کہ اس میں خسف واقع ہوا تھا، نمرود بن کنعان کیساتھ جو اپنے زمانے کا مشہور بادشاہ تھا ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں اس نے اس شہر میں ایک بہت اونچا محل بنایا تھا تاکہ اس کے ذریعہ آسمان والوں سے قتال کرے، اس واقعہ کا ذکر مفسرین نے قَدْ مَكَرَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَأَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِنَ الْقَوَاعِدِ^۵ کے ذیل میں کیا ہے (منہل^۶)۔

مايستفاد من الحديث: اس حدیث سے بظاہر معلوم ہو رہا ہے کہ ارض بابل میں نماز پڑھنا منوع ہے، خطابؑ کہتے ہیں کہ یہ کسی کا مذہب نہیں ہے اس حدیث کی سند میں مقال ہے اور حدیث صحیح اس کے معارض ہے یعنی باب کی پہلی حدیث، اور یا یہ کہا جائے کہ یہ نبی حضرت علیؑ کے ساتھ خاص ہے جیسا کہ نہانی (بصیغہ متکلم) کے ظاہر سے مترشح ہوتا ہے ۵۔

❖ ہنزل المجدھود فی حل اُبی داؤد - ج ۲ ص ۳۳۷

۲) پہلے کہ انہوں نے ابتداءً اراکھلانہ بجائے مدینہ کے عراق کو بنایا تھا جیسا کہ حضرت معاویہؓ نے ملک شام کو اور باقی خلفاء راشدین نے مدینہ کو۔

۲۷) اللہ دعا مازی کر چکے ہیں جو تھے ان سے پہلے پھر پہنچا حکم اللہ کا ان کی عمارات پر بنیادوں سے (سورۃ النحل ۲۶)

٤٩٢

توضیح

تحتوي

شرح

١ سنن الترمذي - كتاب الصلاة - باب ما جاء في كراهية ما يصلح إليه وفيه ٣٤٦، سنن ابن ماجه - كتاب المساجد والجماعات - باب المراضع التي تكرر فيه الصلاة ٧٤٦

کیونکہ اس صورت میں یہ صلاۃ علی البیت ہوگی، نہ کہ اہل البیت، اور حنفیہ کے یہاں یہ قید نہیں اس لئے کہ بیت اللہ کی حقیقت اس کی عمارت اور بناء نہیں بلکہ وہ عرصہ مخصوصہ و بقعہ مبارکہ ہے جو زمین سے لے کر آسمان تک ہے، اور مزبلہ و مجزرہ میں اختلاف کی کوئی تصریح نہیں ملی بظاہر مزبلہ و مجزرہ کا وہ حصہ جس میں نماز پڑھ رہا ہے اگر نجس نہیں ہے تو نماز قرب نجاست کی وجہ سے صحیح و اگر بہت جائز ہوگی اور اگر جگہ ناپاک ہے تو صحیح نہ ہوگی اسی طرح داخل بیت اللہ میں نماز کی صحت مختلف فیہ ہے، حنفیہ شافعیہ کے یہاں مطلقاً صحیح ہے امام مالکؒ و احمدؒ کے نزدیک فرض صحیح نہیں نفل صحیح ہے کیونکہ آپ ﷺ سے داخل بیت صرف نفل نماز پڑھنا ثابت ہے اور قیاس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ صحیح نہ ہو کیونکہ داخل بیت نماز پڑھنے کی صورت میں کعبہ کے بعض حصہ کا استبدال لازم آتا ہے اور ابن جریر طبریؒ کے نزدیک داخل بیت مطلقاً کوئی سی بھی نماز صحیح نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۷۔ باب التَّهْنِیْ عَنِ الصَّلَاةِ فِي مَبَارِكِ الْإِبِلِ

اور اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ (جب وہ پانی پی کر بیٹھ جائیں) نماز پڑھنے کی ممانعت ہے

۴۹۳۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الرَّازِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّلَاةِ فِي مَبَارِكِ الْإِبِلِ؟ فَقَالَ: «لَا تُصَلُّوا فِي مَبَارِكِ الْإِبِلِ فَإِنَّهَا مِنَ الشَّيَاطِينِ» وَسَمِعْتُ عَنِ الصَّلَاةِ فِي مَرَابِضِ الْفَتَمِ؟ فَقَالَ: «صَلُّوا فِيهَا فَإِنَّهَا بَرَكَةٌ».

حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں نبی اکرم ﷺ سے اونٹوں کے بازو میں نماز پڑھنے کے متعلق دریافت کیا گیا تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اونٹوں کے بازو میں نماز مت پڑھو کیونکہ اونٹ شیاطین میں سے ہیں اور حضور ﷺ سے بکریوں کے بازو میں نماز پڑھنے کے متعلق دریافت کیا گیا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ بکریوں کے بازو میں نماز پڑھو کیونکہ بکریاں بابرکت جانور ہیں۔

سنن ابی داؤد - الصلاة (۴۹۳) مسند احمد - اول، مسند الکوفیین (۴/۲۸۸) مسند احمد - اول، مسند الکوفیین (۴/۳۰۴)

مبارک جمع ہے مبرک بروزن جعفر کی اونٹوں کا بازو جس میں وہ رہتے ہیں، صلاۃ فی مبارک الابل مختلف فیہ بین الائمہ ہے، اختلاف باب الوضوء من لحوم الابل میں گزر چکا وہ یہ کہ اس پر تو سب کا اتفاق ہے کہ مبارک ابل میں نماز پڑھنا مکروہ ہے لیکن صحت میں اختلاف ہے، حنفیہ شافعیہ کے یہاں صحیح ہے اور ظاہریہ و حنابلہ کے یہاں صحیح نہ ہوگی، امام مالکؒ سے دو روایتیں ہیں: ① الاعادة فی الوقت، ② الاعادة مطلقاً، نیز جو حضرات قساد نماز کے قائل ہیں ان کے یہاں فساد ہر حال میں ہے خواہ محل ظاہری کیوں نہ ہو، اس باب میں مصنفؒ جو حدیث لائے ہیں وہ بعینہ اسی سند و متن کے ساتھ باب مذکور (رقم الحدیث ۱۸۴) میں مع شرح کے گزر چکی۔

۲۸۔ باب مَتَى يُؤْمَرُ الْعَلَامُ بِالصَّلَاةِ

بچے کو نماز کا حکم کتنی عمر میں دیا جائے گا؟

غلام یعنی نابالغ لڑکا، لغت^۱ اس کا اطلاق کب سے کب تک ہوتا ہے مختلف فیہ ہے۔

۴۹۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَدِيٍّ يَتْبَعِي ابْنَ الطَّبَّاعِ. حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ الرَّبِيعِ بْنِ سَدْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مُرُوا الصَّبِيَّ بِالصَّلَاةِ إِذَا بَلَغَ سَبْعَ سِنِينَ، وَإِذَا بَلَغَ عَشَرَ سِنِينَ فَاقْصُرْ يَدَيْهِ عَلَيْهِمَا».

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: بچے کو نماز کا حکم دو جب وہ سات سال کی عمر کو پہنچ جائے اور جب پچھتر سال کا ہو جائے تو اسے نماز چھوڑنے پر مارو۔

جامع الترمذی - الصلاة (۴۰۷) سنن ابی داؤد - الصلاة (۴۹۴) سنن الدارمی - الصلاة (۱۴۳۱)

شرح الحديث... حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَدِيٍّ... قَوْلُهُ: «مُرُوا الصَّبِيَّ بِالصَّلَاةِ إِذَا بَلَغَ سَبْعَ سِنِينَ» یعنی بچے کے اولیاء باپ دادا وصی وغیرہ کو چاہئے کہ جب بچہ سات سال کا ہو جائے خواہ وہ لڑکا ہو یا لڑکی اس کو نماز پڑھنے کا حکم کریں اسی طرح نماز پڑھنے کا طریقہ اس کے ارکان و واجبات وغیرہ اس کو سکھائیں، فقہاء نے لکھا ہے کہ اس تعلیم صلاۃ میں اگر اجرت دینے کی نوبت آئے تو وہ مال صبی سے دی جائے اگر اس کے پاس مال ہو، ورنہ باپ کے مال سے اور اس کے پاس بھی نہ ہو تو بچے کی ماں کے مال سے۔ سات سال سن تمیز ہے عام طور سے سات سال کا بچہ ممیز ہو جاتا ہے اس کو دائیں بائیں وغیرہ کی تمیز ہو جاتی ہے اسی لئے سات سال کی قید ہے اور اگر بالفرض ممیز نہ ہو تو پھر نہیں اس لئے کہ غیر ممیز بچے کی نماز صحیح نہیں۔

کیا صبی شرعاً مأمور بالصلوٰۃ ہے؟ صبی نابالغ کو نماز کا حکم تعلق و اعتیاد کیلئے ہے تاکہ فرض ہونے سے پہلے ہی اس کو نماز کی عادت ہو جائے جو کام جتنا اہم ہوتا ہے اس کی اتنے ہی پہلے سے تیاری کیجاتی ہے، ماں لڑکی کی شادی کے لئے جینز کی تیاری برسوں پہلے سے شروع کر دیتی ہے، کس بچہ اقرب الی الفطرۃ ہوتا ہے اور پھر عمر بڑھنے کے ساتھ نفس المارہ کا عمل دخل شروع ہو جاتا ہے پھر بڑے ہونے کے بعد اس کا قابو میں آنا مشکل ہوتا ہے، آگے حدیث میں یہ ہے وَإِذَا بَلَغَ عَشَرَ سِنِينَ فَاقْصُرْ يَدَيْهِ عَلَيْهِمَا کہ جب بچہ دس سال کا ہو جائے یا دسویں سال میں لگ جائے (فیہ قولان) اور وہ نماز نہ پڑھے تو اس کی پٹائی کا جائے، لیکن ضرب سے ضرب غیر مبرح یعنی غیر شدید مراد ہے، شرح لکھتے ہیں کہ دس سال کا بچہ قریب البلوغ ہو جاتا ہے اور نیز اس میں ضرب کا تحمل بھی ہو جاتا ہے اس لئے ضرب کا حکم دیا گیا، نیز واضح رہے کہ اس حدیث میں امر بالصلاۃ کے مخاطب

۱ غلام لڑکا، اس کا اطلاق نظام سے لیکر سات سال کی عمر والے بچے پر ہوتا ہے اور دوسرا قول یہ کہ ولادت سے لے کر بلوغ تک، اور ایک قول یہ ہے کہ حد تک۔ تاہم یعنی جب تک داڑھی نہ اگے۔

اولیاء صبی ہیں خود صبی نہیں کیونکہ وہ غیر مکلف ہے، حدیث: رَفَعَ الْقَلَمَ عَنْ ثَلَاثَةٍ، عَنِ الْمَجْنُونِ الْمَغْلُوبِ عَلَى عَقْلِهِ حَتَّى يَبْقَى، وَعَنِ الثَّامِرِ حَتَّى يَسْتَبْقِظَ. وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتَّى يَخْتَلِمَ^① اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ اولیاء کو یہ امر بطریق وجوب ہے، وقیل للندب، اس حدیث میں امر بالصلاة کا امر مذکور ہے اور اہل اصول نے لکھا ہے الامر^② بالامر بالشیء، لیس امرًا بذلك الشیء^③ یعنی کسی شخص کو امر کرنے کا حکم کرنا یہ براہ راست اس شخص کو امر نہیں ہے یہی جمہور کی رائے ہے، لہذا ”مرو الصبی بالصلاة“ سے صبی کا مامور من الشارع ہونا لازم نہیں آتا بلکہ وہ مامور من الولی ہے، صاحب منہل لکھتے ہیں کہ اس میں مالکیہ کا اختلاف ہے وہ کہتے ہیں الامر بالامر بالشیء امر بذلك الشیء^④، لہذا ان کے نزدیک صبی شارع کی طرف سے مامور بالصلاة ہوا لیکن استحالانہ کہ وجوباً۔

حدیث الباب سے شافعیہ کا اپنے مسلک پر استدلال: جانا چاہئے کہ امام خطابیؒ جو کہ مسلک شافعی ہیں انہوں نے وَإِذَا بَلَغَ عَشْرَ سِنِينَ فَأُضْرِبُوا عَلَيْهِمَا سے اس باب پر استدلال کیا ہے کہ اگر صبی بعد البلوغ نماز ترک کرے تو اسکو اس سے بڑھ کر سزا دی جائے گی^(۵)، اور ضرب سے بڑھ کر سزا قتل کے سوا کیا ہو سکتی ہے چنانچہ جمہور علماء ائمہ ثلاثہ کا مذہب یہی ہے، اور امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ ترک صلاۃ کی سزا ضرب اور جس ہے قتل جائز نہیں، اور امام صاحبؒ کی دلیل: لَا يَجِلُّ دَمُهُ، اور امام ابو حنیفہؒ: ... إِلَّا بِأَحَدِي ثَلَاثٍ: الثَّيِّبُ الْبَازِي، وَالتَّقْسُ بِالتَّقْسِ، وَالتَّارِكُ لِدِينِهِ الْمُفَارِقُ لِلْجَمَاعَةِ^(۶) ہے، اس حدیث میں جواز قتل مسلم کے اسباب کے انحصار تین چیزوں میں بیان کیا گیا ہے: (۱) قصاص، (۲) زنا المحصن، (۳) ارتداد۔ نیز ان کا یہ کہنا کہ ضرب کے بعد وجہ قتل ہی کا ہے یہ صحیح نہیں خود ضرب کے مختلف درجات ہیں، ضرب مبرح و غیر مبرح، نیز ضرب مع اکبھس و بندون اکبھس وغیرہ، نیز جو ضرب قبل البلوغ ہوگی وہ تادیباً ہوگی اور جو ضرب بعد البلوغ ہوگی وہ زجر أو تعزیراً ہوگی جو پہلے سے اشد ہے لہذا خطابی وغیرہ کا استدلال صحیح نہیں۔

٤٩٥ - حَدَّثَنَا مُؤَمِّلُ بْنُ هِشَامٍ يَعْزِي الْيَشْكُرِي، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ سَوَّارِ بْنِ حَزْمَةَ - قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهُوَ سَوَّارُ بْنُ

١ سنن أبي داود - الحدود (٤٤٠١) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١٥٥/١) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١٥٨/١)

داؤد ابو حمزۃ المزنی الصدیق - عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مُرُوا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعِينَ، وَاحْصِرُوا لَهُمْ عَلَيْهَا، وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشْرِ وَفَرِّقُوا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ».

سرخسہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ اپنے بچوں کو سات سال کی عمر میں نماز پڑھنے کا کہو اور دس سال کی عمر میں انہیں نماز چھوڑنے پر مار دو اور ان کے بستر الگ کر دو۔

۴۹۶ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنِي دَاوُدُ بْنُ سَوَّاهٍ الْمَزْنِيُّ، بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ وَرَأَى: «وَإِذَا زَوَّجَ أَحَدُكُمْ خَادِمَةً عَبْدَةً أَوْ أُجِيرَةً، فَلَا يَنْتَظِرُ إِلَى مَا دُونَ السَّتْرِ وَفَوْقِ الثُّكْبَةِ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهُمْ وَكِيعٌ فِي اسْمِهِ، وَهِيَ عَنْهُ أَبُو دَاوُدَ الطَّبَايِسِيُّ هَذَا الْحَدِيثَ، فَقَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو حَمْزَةَ سَوَّاهُ الصَّنِيعِيُّ.

سرخسہ اس حدیث میں گزشتہ حدیث کی سند کے ساتھ گزشتہ حدیث کے ہم معنی حدیث مروی ہے۔ وکیع نے اس میں یہ اضافہ کیا کہ جب تم میں سے کوئی شخص اپنی باندی کی شادی اپنے غلام سے کر دے یا فرمایا اپنے خدمت گار سے شادی کر دے تو اس باندی کے ناف سے لیکر گھٹنے کے اوپر تک نہ دیکھے۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ وکیع کو اپنے شیخ کے نام میں وہم ہو گیا (کہ انہوں نے سوار بن داؤد راوی کے نام کو الٹ کر داؤد بن سوار کہہ دیا جیسا کہ سند میں وکیع نے غلطی کی ہے) ابو داؤد طایسی نے سوار بن داؤد سے اس حدیث کو نقل کیا تو اس طرح کہا: حَدَّثَنَا أَبُو حَمْزَةَ سَوَّاهُ الصَّنِيعِيُّ (تو گویا ابو داؤد طایسی نے بھی راوی کا نام سوار اور کنیت ابو حمزہ ذکر کر کی ہے لہذا وکیع نے الٹ کر کے داؤد بن سوار جو ذکر کیا تھا وہ وکیع کا وہم تھا)۔

شرح سنن ابی داؤد - الصلاة (۹۵) - مسند احمد - مسند البکری من الصحابة (۱۸۰/۲) - مسند احمد - مسند البکری من الصحابة (۱۸۷/۲)

شرح الاحادیث وَفَرِّقُوا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ: یعنی جب بہن بھائی دس سال کی عمر کے ہو جائیں تو پھر ایک جگہ بغیر ستر عورت کے نہ سوئیں تاکہ بدن کا بدن سے تماس نہ ہو اور اگر ہر ایک اپنے کپڑے میں مستور ہو تو یہ تفریق کیلئے فی الجملہ کافی ہے اگرچہ ایک ہی چادر کے نیچے ہوں، لیکن اولیٰ یہ ہے کہ دس سال کے بعد ہر ایک اپنے پچھونے پر الگ الگ ہو اس لئے کہ دس سال کی عمر مظہر شہوت ہے، بذل میں مجمع البکاء سے یہی نقل کیا ہے اور ابن رسلان وَفَرِّقُوا بَيْنَهُمْ کے تحت لکھتے ہیں ای بین الغلمان، فالغلام والجارية بالطريق الأولى یعنی دو بھائی اگر ہوں تو بھی تفریق کرنی چاہئے اور اگر بھائی بہن ہوں تو پھر تفریق بطریق اولیٰ ہوگی اور یہ شرح اس وقت ہے جبکہ فَرِّقُوا کا عطف و احصر یوہم پر مانا جائے، اور یہ بھی احتمال ہے کہ فَرِّقُوا کا عطف مُرُوا أَوْلَادَكُمْ پر ہو تو اس صورت میں عطف کا تقاضا یہ ہوگا کہ یہ تفریق فی المضاجع کا حکم سات سال ہی کی عمر میں ہو، لیکن در مختار وغیرہ میں دس ہی سال کے قول کو اختیار کیا گیا ہے۔

قوله: وَإِذَا زَوَّجَ أَحَدُكُمْ خَادِمَةً عَبْدَةً: خادم سے مراد جاریہ ہے یعنی جب مولیٰ اپنی کسی باندی کی شادی کر دے اگرچہ

و شادی اپنے غلام ہی سے کیوں نہ ہو یا اپنے ملازم و مزدور کے ساتھ، تو مولیٰ کے لئے جائز نہیں کہ اس باندی کے ستر کے طرف نظر کرے، اس سے معلوم ہوا کہ ستر کے علاوہ باقی حصہ کو دیکھ سکتا ہے اور مسئلہ بھی یہی ہے لیکن بغیر شہوت کے، شہوت کے ساتھ دیکھنا غیر ستر کو بھی جائز نہیں اس لئے اب وہ باندی شادی کے بعد مولیٰ پر حرام ہو گئی۔

۴۶۷ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمُهْرِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ، حَدَّثَنِي مُعَاذُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَبِيبٍ الْجُهَنِيُّ، قَالَ: دَخَلْنَا عَلَيْهِ، فَقَالَ لَأَمْرَأَةٍ: مَتَى يُصَلِّي الصَّبِيُّ، فَقَالَتْ: كَانَ رَجُلٌ مِثْلَ ابْنِ كُرْعَانَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ سَمِعَ عَنْ ذَلِكَ، فَقَالَ: «إِذَا عَرَفَ بِمَدِينَةٍ مِنْ شِمَالِهِ، فَمُرُّوا بِهَا لِلصَّلَاةِ».

ہشام بن سعد کہتے ہیں کہ ہم معاذ بن عبد اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے اپنی اہلیہ سے کہا بچہ کو نماز کا کب کہا جائے؟ تو معاذ بن عبد اللہ کی اہلیہ نے جواب دیا ہم میں سے ایک شخص (یہ رجل مجہول صحابی ہوں تو ان کی جہالت کوئی نقصان دہ نہیں اور اگر یہ رجل مجہول غیر صحابی ہوں تو پھر انکی جہالت کی وجہ سے حدیث ضعیف ہوگی) نبی اکرم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ حضور ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ بچہ کو نماز پڑھنے کا کس عمر سے کہا جائے؟ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب بچہ اپنے دائیں اور بائیں ہاتھ میں تمیز کرنے لگے تو اسے نماز پڑھنے کا کہو۔

شرح الحدیث: إِذَا عَرَفَ بِمَدِينَةٍ مِنْ شِمَالِهِ: یعنی جب بچہ اس عمر میں پہنچے کہ وہ دائیں بائیں میں تمیز کرنے لگے تب اس کو نماز پڑھنے کا حکم کرنا چاہئے، اور یہ معرفت و تمیز چونکہ عموماً سات سال میں ہو جاتی ہے، اس لئے گذشتہ حدیث میں سات سال کہا گیا ہے۔

۲۹ - بَابُ بَدْءِ الْإِذَانِ

اذان کی مشروعیت اور ابتداء کیسے ہوئی

اب یہاں سے مستقل مضمون شروع ہو رہا ہے بخاری اور نسائی میں اس طرح ہے کتابُ الْإِذَانِ اور اس کے بعد بَابُ بَدْءِ الْإِذَانِ۔ یہاں چند بحثیں ہیں جن کا شروع میں بیان کر دینا بہت مفید ہے: ① الْمُنَاسِبَةُ بِمَا قَبْلَهُ، ② الْإِذَانُ لُغَةً وَشَرْعاً، ③ مَتَى شَرَعَ الْإِذَانُ، ④ كَيْفِيَّةُ الْمَشْرُوعِيَّةِ وَمَا يَرِدُ عَلَيْهِ مِنَ الْإِبْرَادِ وَالْجَوَابِ، ⑤ حُكْمُ الْإِذَانِ وَاخْتِلَافُ الْعُلَمَاءِ فِيهِ، ⑥ حِكْمَةُ الْإِذَانِ۔

مباحث ستہ متعلقہ باذان: بحث اول (المناسبة بما قبله): جب مصنف "مواقيت صلاة اور مساجد کے بیان سے فارغ ہوئے تو اب جماعت اور اذان کا بیان شروع کرتے ہیں، جماعت کی نماز کیلئے چونکہ لوگوں کے اجتماع کی ضرورت ہے اس لئے مصنف ابواب الجماعة سے قبل ابواب الاذان بیان کر رہے ہیں، کیونکہ اذان لوگوں کے جمع کرنے کا ذریعہ ہے۔

بحث ثانی (الاذان لغة وشرعاً): اذان کے لغوی معنی اعلان و اطلاع کے ہیں، قال الله تعالى وَآذَانٌ مِّنَ اللَّهِ

وَرَسُولُهُ^①، واصل یہ اذان (بفتحین) سے مشتق ہے جس کے معنی استماع کے ہیں، اور شرعاً اذان کہتے ہیں الإعلام بوقت الصلاة بالفاظ مخصوصة یعنی وقت صلاة کی مخصوص الفاظ کے ذریعہ اطلاع کرنا^②۔

بحث ثالث (مکی شرع الاذان): بعض غیر صحاح کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اذان کی مشروعیت فرضیت صلاة کے ساتھ لیلۃ الاسراء میں ہوئی، حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ یہ روایات صحیح نہیں، صحاح کی روایات سے یہ ثابت ہے کہ آپ ﷺ مکہ مکرمہ میں نماز بدون اذان واقامت ادا فرماتے تھے یہاں تک کہ جب آپ ﷺ نے ہجرت الی المدینہ فرمائی تو اولاً آپ نے مسجد نبوی کی تعمیر فرمائی اس کے بعد اذان کے سلسلے میں مشورہ ہوا^③، اور ۱۰۰ قبل ۲۰۰ میں اذان مشروع ہوئی^④۔

بحث رابع (کیفیۃ المشروعیۃ وما یرد علیہ من الایراد والجواب): جانتا چاہئے کہ مشروعیت اذان کے بارے میں دو حدیثیں ہیں: ① حدیث ابن عمرؓ جو متفق علیہ ہے بخاری و مسلم دونوں میں ہے^⑤، ② عبد اللہ بن زیدؓ کی حدیث خواب والی جس کی تخریج اصحاب السنن امام ابو داؤد ترمذی وغیرہ نے کی ہے، امام ترمذیؒ نے ثبات ما جاء فی بدء الاذان^⑥ میں یہ دونوں حدیثیں ذکر فرمائی ہیں، امام ابو داؤد نے صرف ثانی حدیث ذکر کی ہے، حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں عبد اللہ بن زیدؓ کی حدیث کی تخریج امام بخاریؒ نے نہیں کی لہٰذا مخرجہ البخاری لانہ علی غیر شرطہ^⑦۔

۴۹۸ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَوْسَى الْحُلَيْقِيُّ، وَزِيَادُ بْنُ أَبِي بَرْزَةَ، وَحَدِيثُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أَبِي بَرْزَةَ، قَالَ زِيَادُ أَخْبَرَنَا أَبُو بَرْزَةَ، عَنْ أَبِي عَمْرِو بْنِ أَنَسٍ، عَنْ عُمُومَةٍ لَهُ مِنَ الْأَنْصَارِ، قَالَ: أَهْتَمَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلصَّلَاةِ كَيْفَ يَجْمَعُ النَّاسَ لَهَا، فَقِيلَ لَهُ: انْصَبْ رَأْيَةَ عِنْدَ حُضُورِ الصَّلَاةِ فَإِذَا رَأَوْهَا آذَنَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا، فَلَمْ يُعْجِبْهُ ذَلِكَ، قَالَ: فَدُكِرَ لَهُ الْقَنْعُ - يَعْنِي الشُّبُورَ وَقَالَ زِيَادُ: شُبُورُ الْيَهُودِ - فَلَمْ يُعْجِبْهُ ذَلِكَ، وَقَالَ: «هُوَ مِنْ أَمْرِ الْيَهُودِ» قَالَ: فَدُكِرَ لَهُ الْقَافُوسُ، فَقَالَ: «هُوَ مِنْ أَمْرِ النَّصَارَى» فَانْصَرَفَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زَيْدٍ بْنُ عَبْدِ رَبِّهِ وَهُوَ مُهْتَمٌّ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأُبْرِيَ الْأَذَانُ فِي مَتَابِعِهِ، قَالَ: فَقَدْ أَعْلَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأُخْبِرُهُ، فَقَالَ لَهُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِي لَبِينَ نَائِمٍ وَيَقْظَانِ، إِذَا تَنَانِي أَبْ فَأَمَرَنِي الْأَذَانُ، قَالَ: وَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَدْ رَأَى قَبْلَ ذَلِكَ فَكَتَمَهُ عَشْرِينَ يَوْمًا، قَالَ: ثُمَّ أُخْبِرَ النَّبِيُّ صَلَّى

① اور سادینا ہے اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول کی (سورۃ التوبہ ۳)

② فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۷۷

③ فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۷۸-۷۹

④ ہدلی المحمودی حل ابی داؤد - ج ۴ ص ۳

⑤ صحیح البخاری - کتاب الاذان - باب بدء الاذان ۵۷۹، صحیح مسلم - کتاب الصلاة - باب بدء الاذان ۳۷۷

⑥ جامع الترمذی - کتاب الصلاة - باب ما جاء فی بدء الاذان ۱۸۹-۱۹۰

⑦ فتح الباری شرح صحیح البخاری - ج ۲ ص ۷۸

اللہ علیہ وسلم، فقال له: «ما منعك أن تخبرني؟»، فقال: سبقتني عبد الله بن زيد، فاستخفيت، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «يا بلال، ثم فانتظر ما يأمر لك به عبد الله بن زيد، فافعله» قال: فأذن بلال، قال أبو بشر: فأخبرني أبو حمزة أن الأنصار تزعم أن عبد الله بن زيد، لولا أنه كان يومئذ مريضاً لاحتله رسول الله صلى الله عليه وسلم مؤذناً.

ترجمہ ابو عمیر بن انس اپنے ایک انصاری چچا سے (جو کہ صحابی ہیں) نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے نماز کیلئے لوگوں کو جمع کرنے کے طریقہ کار کے متعلق کافی سوچ و سچار فرمائی کہ لوگوں کو نماز کیلئے کیسے جمع کیا جائے پس بعض صحابہ نے آپ سے عرض کیا کہ آپ (نماز کے وقت) ایک جھنڈا گاڑ دیں جب مسلمان اس جھنڈے کو دیکھیں گے تو بعض بعض تو بتلا دیں گے لیکن حضور ﷺ نے اس رائے کو پسند نہیں فرمایا۔ راوی کہتا ہے بعض لوگوں نے مشورہ دیا کہ یہود کے بابے کی طرح باجہ بجایا جائے لیکن حضور ﷺ نے اس کو بھی پسند نہیں فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ یہ تو یہودی بجاتے ہیں۔ راوی کہتا ہے کہ پھر بعض لوگوں نے مشورہ دیا کہ ناقوس کے ذریعہ آواز لگائی جائے تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ تو انصاری کا شعار اور طریقہ ہے پس عبد اللہ بن زید نبی اکرم ﷺ کی اس سوچ و سچار اور فکر کو اوڑھے ہوئے مجلس نبوی سے گھر تشریف لے گئے چنانچہ انہیں خواب میں اذان سنائی گئی۔ راوی کہتا ہے کہ اگلی صبح عبد اللہ بن زید نے خدمت نبوی میں حاضر ہو کر اپنا خواب بیان کیا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں ہلکی سے نیند میں تھانہ تو پورا سوراہا تھا اور نہ پورا جاگ رہا تھا کہ ایک فرشتہ اس حالت میں میرے پاس آیا اور اس نے مجھے اذان سکھائی۔ راوی کہتا ہے حضرت عمر بن الخطاب نے حضرت زید کے خواب سے پہلے یہ خواب دیکھا تھا۔ پھر انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو بیس ۵ دن تک یہ خواب بیان نہیں کیا تو نبی اکرم ﷺ نے ان سے ارشاد فرمایا کہ تمہیں اس خواب کو مجھ سے بیان کرنے سے کیا چیز مانع رہی؟ حضرت عمر نے عرض کیا: عبد اللہ بن زید مجھ سے پہلے یہ خواب بیان کر چکے تھے تو مجھے آپ کو بیان کرنے سے شرم محسوس ہوئی حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے بلال! کھڑے ہو اور عبد اللہ بن زید جو تمہیں کہیں اسے غور سے سنو اور اس کے مطابق اذان دو۔ پس حضرت بلالؓ نے اذان دی۔ ابو بشر کہتے ہیں کہ ابو عمیر نے مجھے بتایا کہ انصاریہ کہا کرتے تھے کہ اگر اس دن عبد اللہ بن زید بیمار نہ ہوتے (جس بیماری کی وجہ سے وہ آواز کو زیادہ زور سے نہیں کہہ سکتے تھے) تو حضور ﷺ انہی کو مؤذن بنا دیتے۔

مضمون حدیث عبد اللہ بن زید: اسکے بعد جانا چاہئے کہ عبد اللہ بن زید کی حدیث کا مضمون جس کو مصنف نے باب کے شروع میں بیان کیا یہ ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کو نماز کیلئے لوگوں کو جمع کرنے کا فکر لاحق ہوا کہ کیسے جمع کیا جائے بعض صحابہ نے مشورہ دیا انصیب راہۃ کہ جب نماز کا وقت آئے تو ایک جھنڈا کھڑا کر دیا جائے کہ لوگ اس کو دیکھ کر ایک دوسرے کو اطلاع کر دیا کریں گے اور بعض نے آپ ﷺ کو شبور ۱ کا مشورہ دیا جو سینک کی شکل کی ایک چیز ہوتی ہے جس کے ذریعہ سے

① حضرت شیخ کی تقریر میں ہے کہ شبور یہود کے باجوں میں سے ایک باجہ ہوتا ہے اس کی صورت ایسی ہوتی ہے جیسے چندوں میں بیاہ شادی کی موقع پر ایک طویل عنق کا باجہ استعمال کرتے ہیں جسے نرسنگما کہا جاتا ہے، ۱۲ منہ۔

آواز بلند ہو جاتی ہے، اور بعضوں نے ناقوس کا مشورہ دیا جو ایک خاص قسم کی لکڑی ہوتی ہے ایک چھوٹی ہوتی ہے اور ایک بڑی، بڑی کونا ناقوس اور چھوٹی کو دبیل کہتے ہیں ایک کو دوسری پر مارنے سے آواز پیدا ہوتی ہے، آپ ﷺ نے ان دونوں مشوروں کو رد فرمایا یہود و نصاریٰ کی مشابہت کیونکہ ہے۔

فَانْصَرَفَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زَيْدٍ بْنُ عَبْدِ رَبِّهِ وَهُوَ مُهْتَمٌّ: یہ مجلس ویسے ہی بغیر فیصلہ کے درخواست ہو گئی اور اہل مجلس میں سب سے زیادہ اس کا فکر عبد اللہ بن زید لے کر اٹھے۔

فَأَمَرِي الْأَذَانَ فِي مَتَابِهِ: اللہ تعالیٰ نے انکو اس اہتمام اور فکر کی بدولت یہ سعادت نصیب فرمائی کہ خواب میں ان کو اذان دکھائی گئی جس کی اطلاع انہوں نے حضور ﷺ کو کی، اس پر آپ ﷺ نے اذان کی مشروعیت کا فیصلہ فرمادیا اور حضرت بلالؓ کو حکم دیا یا بلال! قُمْ فَانْظُرْ مَا يَأْمُرُكَ بِهِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زَيْدٍ۔

اور حدیث ابن عمرؓ جو بخاری شریف میں ہے اس کا مضمون یہ ہے کہ مشروعیت اذان سے پہلے حضور ﷺ صحابہ کرام سے مشورہ فرما رہے تھے تو بعض نے ناقوس نصاریٰ کا مشورہ دیا اور بعض نے قرن یہود کا، یہ مشورہ چل ہی رہا تھا کہ حضرت عمرؓ مجلس سے بولے اُولَا تَبْعُونَ رَجُلًا يَتَادِي بِالصَّلَاةِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بِلَالُ قُمْ فَتَادِ بِالصَّلَاةِ ①۔

مشروعیت اذان کے بارے میں حدیث بخاری و حدیث سنن میں تعارض اور اس کا جواب: یہ

حدیث بظاہر پہلی حدیث کے خلاف ہے اس لئے کہ اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ اذان کی مشروعیت حضرت عمرؓ کی رائے پر ہوئی اب ان دونوں حدیثوں میں تعارض ہو گیا، امام نوویؒ نے شرح مسلم میں قاضی عیاضؒ سے اس کی یہ تاویل نقل کی ہے کہ حضرت عمرؓ کے کلام میں نداء کا مصداق اذان معبود نہیں بلکہ مطلق نداء بالصلاة مراد ہے الصلاة جامعة وغیرہ الفاظ جو مشروعیت اذان سے پہلے کہے جاتے تھے، دوسرا جواب یہ بھی دیا گیا ہے جس کو حافظؒ نے فتح الباری میں اور علامہ سندھیؒ نے حاشیہ نسائی میں نقل کیا ہے کہ یوں کہا جائے کہ اس حدیث ابن عمرؓ میں حذف و اختصار واقع ہوا جس کی وجہ سے فہم مراد میں خلل واقع ہو گیا اور وہ اختصار اس میں یہ ہوا کہ کہنا یہ چاہتے ہیں کہ اس وقت یہ مجلس ویسے ہی بغیر کسی فیصلہ کے درخواست ہو گئی اس کے بعد عبد اللہ بن زیدؓ نے خواب دیکھا اور پھر آکر حضور ﷺ کی خدمت میں اپنے اس خواب کو بیان کیا جس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا اُولَا تَبْعُونَ رَجُلًا يَتَادِي بِالصَّلَاةِ اس صورت میں حضرت عمرؓ کے کلام میں نداء سے اذان معبود ہی مراد ہوگی۔

غریبہ: امام ترمذیؒ نے اس حدیث ابن عمرؓ پر جب صحت کا حکم لگایا تو اس پر قاضی ابو بکر بن العریؒ نے شرح ترمذی میں اشکال کیا: وعجب لابی عیسیٰ کیف حکم علیہ بالصحة الخ امام ترمذیؒ پر تعجب ہے کہ انہوں نے اس حدیث پر کیسے صحت کا حکم لگایا

جبکہ یہ حدیث عبد اللہ بن زید کی حدیث مشہور کے خلاف ہے^①، اس پر شیخ احمد شاہ حاشیہ ترمذی میں لکھتے ہیں کہ ولعل القاضی نسی ان الحدیث فی الصحیحین یعنی کیا ابن العربی کے ذہن میں یہ بات نہیں رہی کہ یہ حدیث صرف ترمذی ہی میں نہیں ہے بلکہ یہ تو متفق علیہ حدیث ہے^②، غرضیکہ ابن العربی کی رائے یہ ہے کہ حدیث ابن عمر صحیح نہیں ہے، بظاہر احمد شاہ نے صحیح کہا کہ ابن العربی کے ذہن میں یہ نہ ہوگا کہ یہ حدیث بخاری میں بھی ہے ورنہ وہ ایسی جرأت نہ کرتے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مشروعیۃ اذان پر ایک مشہور اشکال وجواب: جاننا چاہئے کہ مشروعیت اذان کی اس کیفیت پر یہ اشکال ہے کہ غیر نبی کا خواب حجت نہیں تو پھر یہاں اس حکم شرعی کا نہ اس پر کیسے رکھا گیا، اس کا مشہور جواب یہ ہے کہ ممکن ہے اس روایہ کے ساتھ وحی کی مقارنت ہو گئی ہو، چنانچہ مصنف عبد الرزاق اور مرا سیل ابی داؤد کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے جب خواب میں اذان کو دیکھا تھا تو انہوں نے اسکی اطلاع حضور ﷺ کو کی، فَوَجَدَ الْوَحْيَ قَدْ وَرَدَ بِذَلِكَ^③ تو عمرؓ کو وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ اس سلسلے میں آپ پر وحی آچکی ہے، اور میں اس کا جواب یہ دیا کرتا ہوں کہ سنن ابو داؤد و ترمذی میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے عبد اللہ بن زید کا خواب سن کر ان سے فرمایا اِنَّ هَذِهِ لَوَحْيٌ حَقٌّ^④ کہ تمہارا یہ خواب برحق ہے اور اس کے بعد آپ ﷺ نے حضرت بلالؓ سے اذان دلوائی، لہذا اب وہ خواب تصدیق نبی کی وجہ سے حجت شرعیہ بن گیا، اس کی حیثیت محض ایک خواب کی نہیں رہی، اب آگے اس میں دو احتمال ہیں ہو سکتا ہے یہ تصدیق آپ ﷺ نے اپنے اجتہاد سے فرمائی ہو اس لئے کہ آپ ﷺ کیلئے جمہور علماء کے نزدیک حق اجتہاد حاصل تھا، اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ تصدیق آپ ﷺ نے بذریعہ وحی فرمائی ہو۔

روایہ عمر بن الخطاب: نیز یہ بھی واضح رہے کہ اذان کے بارے میں جس طرح خواب حضرت عبد اللہ بن زیدؓ نے دیکھا تھا اسی طرح جیسا کہ آئندہ روایت میں آ رہا ہے، حضرت عمرؓ نے بھی دیکھا تھا بلکہ انہوں نے عبد اللہ بن زیدؓ سے بیس روز پہلے دیکھا تھا مگر وہ اسکا ذکر حضور ﷺ سے نہ کر سکے تھے پھر جب کچھ دن بعد عبد اللہ بن زیدؓ کے خواب پر آپ ﷺ نے حضرت بلالؓ سے اذان کہلائی اور اسکی آواز حضرت عمرؓ تک پہنچی تو اس پر انکو اپنا گزشتہ خواب یاد آیا اور دوڑے ہوئے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا خواب بھی حضور ﷺ سے ذکر کیا لیکن حضور ﷺ اذان کی مشروعیت کا فیصلہ عبد اللہ بن زیدؓ کے رویہ پر فرما چکے تھے۔

شروع حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دو کے علاوہ اور بھی بعض صحابیہ نے اذان کے بارے میں خواب دیکھا، چنانچہ طبرانی کی ایک روایت میں حضرت ابو بکرؓ کے رویہ کا ذکر ہے اور امام غزالی نے لکھا ہے کہ اس سلسلہ میں خواب دس سے زائد صحابہ کرام نے

① غارضة الأحمدي، شرح صحيح الترمذي - ج ۱ ص ۲۰۷

② و بظہر أن القاضي أبابكر بن العربي نسي أن هذا الحديث في الصحيحين فاعترض على صحيح الترمذي (سنن الترمذي - ج ۱ ص ۳۶۳)

③ فتح الباري شرح صحيح البخاري ج ۲ ص ۸۲

④ جامع الترمذي - كتاب الصلاة - باب ما جاء في بدء الأذان ۱۸۹

دیکھا تھا، لیکن حافظ ابن حجر فرماتے ہیں ”لم یثبت شیء من ذلك إلا ما جاء من قصة عمر“۔

رؤیا بر فیصلہ کی ایک اور مثال: یہاں یہ سوال ہو سکتا ہے کہ کیا اذان کے علاوہ بھی کوئی ایسی چیز ہے جس کا فیصلہ آپ ﷺ نے خواب پر فرمایا ہو؟ جواب ہاں! ہمارے ذہن میں اسکی ایک مثال ہے، نسائی شریف میں زید بن ثابت سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے اس بات کا حکم فرمایا تھا کہ فرض نماز کے بعد تینتیس ① مرتبہ سبحان اللہ اور تینتیس ② مرتبہ الحمد للہ اور چونتیس ③ مرتبہ اللہ اکبر پڑھا کریں تو ایک انصاری صحابی نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہنے والا ان سے کہہ رہا ہے کہ کیا تم کو رسول اللہ ﷺ نے یہ ورد مذکور پڑھنے کا حکم کیا ہے تو انہوں نے کہا ہاں! تو اس نے کہا کہ بجائے تین کلمات کے چار پڑھا کر دو اور اس میں تہلیل کو بھی شامل کر لو اور ان اذکار کے عدد کو تینتیس ④ کے بجائے پچیس پچیس ⑤ کر دو تو ان صحابی نے صبح کو حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے اس خواب کا تذکرہ کیا، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا اجعلوها كذلك کہ اسی طرح کر لیا کرو ⑥۔

بحث خامس (حکم الاذان واختلاف العلماء فیہ): اذان عند الجمهور والاکتمة الثلاثة اور ایسے ہی حنفیہ کے قول رائج میں سنت مؤکدہ ہے، حنفیہ کے یہاں دوسرا قول وجوب کا ہے، نیز فقہاء نے لکھا ہے کہ اذان گو سنت مؤکدہ ہے واجب نہیں لیکن شعائر اسلام میں سے ہے لہذا اگر کسی بستی والے اس کے ترک پر اتفاق کر لیں تو امام ان کے ساتھ قتال کرے گا، اور داؤد ظاہری اور زاعی، عطاء کے نزدیک فرض ہے، عطاء اس کے بھی قائل ہیں کہ اگر کوئی شخص بغیر اذان کے نماز پڑھے تو اس پر اعادہ واجب ہے، نیز اذان حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک منفرد کے لئے مستحب ہے اور شافعیہ و مالکیہ کے نزدیک بھی قول رائج میں اور اس میں ایک قول یہ ہے، لا یتستحب لانه لا استدعا للجماعة، وقيل یتستحب لمن یرجو حضور الجماعة والا فلا۔

بحث سادس (حکمة الاذان): امام نووی فرماتے ہیں کہ علماء نے حکمت اذان میں چار چیزیں ذکر فرمائی ہیں: ① اس میں شعائر اسلام اور کلمۃ التوحید کا اظہار ہے، ② دخول وقت صلاۃ کی اطلاع، ③ مکان صلاۃ کی نشاندہی، ④ نماز باجماعت کیلئے دعوت ⑤، نیز علماء نے لکھا ہے کہ اذان اپنے اختصار اور قلت الفاظ کے باوجود اہمیت مسائل دین کے اہم بنیادی مسائل پر مشتمل ہے۔

شرح الحدیث: حَدَّثَنَا عُبَادُ بْنُ مُوسَى الْحَقْلِيُّ: اس حدیث کے بہت سے اجزاء پر کلام اوپر ابتدائی مباحث کے ضمن میں آچکا۔ فَقَالَ لَهُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ اِنِّي لَبَيِّنٌ نَاقِمٌ وَيَقْظَانٌ: عبد اللہ بن زید اپنا خواب بیان فرما رہے ہیں کہ یا رسول اللہ میں بین النوم واليقظ کھ حالت میں تھا، شراج لکھتے ہیں کہ اس سے مراد نوم خفیف ہے کہ اس وقت تک مجھ کو گہری نیند نہیں آئی تھی، اور حضرت شیخ أوجز میں لکھتے ہیں کہ میرے نزدیک اوجہ وہ ہے جس کو علامہ سیوطی نے اختیار کیا وہی الحالة التي تعزري أهباب الأحوال.

① سنن النسائي - كتاب السهو - باب نوع آخر من عدد التسبيح ١٣٥٠

② النہاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج - ج ٤ ص ٧٧

والصحابہ رضو س ارباب الاحوال یعنی اس سے وہ حالت مراد ہے جو ارباب باطن اور اہل کشف کو پیش آتی ہے یعنی یہ خواب نہیں تھا بلکہ بیداری کی حالت کا مکاشفہ تھا^①۔

قوله: إِذْ أَتَانِي آتٍ فَأَرَانِي الْأَذَانَ: اس خواب کی تفصیل آئندہ باب کی پہلی حدیث میں آرہی ہے۔
قوله: فَكُنْتُ عَشْرِينَ يَوْمًا: یعنی عبد اللہ بن زید سے پہلے اسی قسم کا خواب حضرت عمرؓ بھی دیکھ چکے تھے اس کا ذکر ہمارے یہاں پہلے آچکا ہے، فَاَسْتَحْيَيْتُ، بظاہر حضرت عمرؓ نے اپنا خواب یاد آنے پر فوراً حضور ﷺ سے بیان نہیں کیا اس لئے کہ مجلس میں عبد اللہ بن زید کے خواب پر بات چل رہی تھی عمرؓ کو اس وقت اپنا خواب بیان کرتے ہوئے شرم آئی اس لئے انہوں نے اس کا ذکر حضور ﷺ سے بعد میں کیا۔

سب سے پہلے اذان دینے کی سعادت: يَا بِلَالُ أَقُمْ: مشروعیت اذان کا سہرا اگر عبد اللہ بن زید کے سرے تو سب سے پہلے اذان دینے کی سعادت حضرت بلالؓ کے حصہ میں آئی اس لئے کہ وہ اس سے پہلے مکہ مکرمہ میں اسلام لانے کی سزائیں گرم ریت پر احجار کے زیر بار ہونے کیساتھ احد احد کی نداء توحید بلند کر چکے تھے۔
قوله: لَوْلَا أَنَّهُ كَانَ يَوْمَئِذٍ مَرِيضًا: عبد اللہ بن زید انصار میں سے ہیں، انصار کی خواہش تھی کہ جس طرح مشروعیت اذان کی سعادت ہمارے خاندان کے ایک فرد کو حاصل ہوئی اسی طرح اذان کہنے کی فضیلت بھی اسی کو حاصل ہوتی، لیکن خدا کو اس طرح منظور نہ تھا اس لئے انصار اپنی تسلی کے لئے اس کا ایک عذر بیان کر رہے ہیں وہ یہ کہ عبد اللہ بن زید ان دنوں مریض تھے ضعف کی وجہ سے آواز بلند نہیں کر سکتے تھے اس لئے حضور ﷺ نے اذان بلال حبشی سے دلوائی کیونکہ وہ بلند آواز تھے چنانچہ آگے روایت میں آرہا ہے فَإِنَّهُ أُنْذِيَ صَوْتًا مِثْلًا۔

یہاں اس روایت میں تو اتنا ہی ہے آگے بَابُ فِي الرَّجُلِ يُؤْذِنُ وَيُقِيمُ آخِرُ میں اس روایت کا تکرار آرہا ہے، وہ یہ کہ جب آپ ﷺ نے حضرت بلالؓ کو اذان دینے کا حکم فرمایا تو اس پر عبد اللہ بن زید نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ اذان میں نے دیکھی تھی، میں یہ چاہتا تھا کہ اذان دینے کا عمل بھی مجھ سے ہی لیا جاتا اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: فَأَقُمْ أَذْنًا کہ اچھا اقامت تم کہنا^②۔

۳۰۔ بَابُ كَيْفَ الْأَذَانُ

اذان کی مشروعیت کن الفاظ سے ہوئی

اس باب سے مصنف کا مقصود الفاظ اذان اور اس میں جو اختلاف روایات ہے اس کو بیان کرنا ہے۔

① أودع المسالك إلى موطأ مالك - ج ۲ ص ۸

② سنن ابی داؤد - کتاب الصلاة - باب فی لا رجُل یؤذن ویقیم آخر ۵۱۲

٤٩٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَنْصُورٍ الطُّوسِيُّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ
بْنِ الْحَارِثِ التَّمِيمِيُّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ، قَالَ: لَمَّا أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّافِثِ بِعَمَلِ الْغَضَبِ بِهِ لِلثَّانِ لِمَجْعِ الصَّلَاةِ طَافَ بِي وَأَنَا نَائِمٌ رَجُلٌ يَحْمِلُ نَافِثًا فِي يَدِهِ، فَقُلْتُ:
يَا عَبْدَ اللَّهِ أَتَبِيعُ النَّافِثَ؟ قَالَ: وَمَا تَصْنَعُ بِهِ؟ فَقُلْتُ: نَدْعُو بِهِ إِلَى الصَّلَاةِ، قَالَ: أَفَلَا أُرَاكَ عَلَى مَا هُوَ خَيْرٌ مِنْ ذَلِكَ؟ فَقُلْتُ:
لَهُ، بَلَى، قَالَ: فَقَالَ: تَقُولُ: اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَشْهَدُ
أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ، حَتَّى عَلَى الْقَلَّاحِ، حَتَّى عَلَى الْقَلَّاحِ، اللَّهُ
أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، قَالَ: ثُمَّ اسْتَأْخَرَ عَنِّي غَيْرَ بَعِيدٍ، ثُمَّ قَالَ: وَتَقُولُ: إِذَا أَقَمْتَ الصَّلَاةَ، اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ، حَتَّى عَلَى الْقَلَّاحِ، قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ،
اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، فَلَمَّا أَصْبَحْتُ، أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخْبَرْتُهُ، بِمَا رَأَيْتُ فَقَالَ: «إِنَّمَا
لَرُؤْيَا حَقٌّ إِنْ شَاءَ اللَّهُ، فَقُمْ مَعَ بِلَالٍ فَإِنِّي عَلَيْهِ مَا رَأَيْتَ، فَلْيُؤْذِنْ بِهِ، فَإِنَّهُ أُنْذِرُ صَوْتًا مِنْكَ» فَقُمْتُ مَعَ بِلَالٍ، فَجَعَلْتُ
أُكْبِرُ عَلَيْهِ، وَيُؤْذِنُ بِهِ، قَالَ: فَسَمِعَ ذَلِكَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، وَهُوَ فِي بَيْتِهِ فَخَرَجَ يَجُودُ رِدَاءَهُ، وَيَقُولُ: وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ يَا
رَسُولَ اللَّهِ، لَقَدْ رَأَيْتُ مِثْلَ مَا رَأَى، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «فَلِلَّهِ الْحَمْدُ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَكَذَا رِوَايَةُ
الرُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ، وَقَالَ: فِيهِ ابْنُ إِسْحَاقَ، عَنِ الرَّهْرِيِّ: اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، وَاقَالَ مَعْمَرٌ، وَيُونُسُ، عَنِ الرَّهْرِيِّ فِيهِ: اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، لَمْ يَقْنِيَا.

بیٹے محمد ہیں وہ اپنے باب عبد اللہ بن زید سے روایت کرتے ہیں، لہذا ابی سے مراد والدی ہے یہ کنیت نہیں بلکہ یہ یا عیاضی مشکلم ہے ترکیب میں تبدل منہ ہے اور آگے عبد اللہ بن زید بدل واقع ہو رہا ہے، یعنی بیان کیا مجھ سے میرے باپ عبد اللہ بن زید نے۔
 قوله: لَمَّا أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّاقُوسِ: ظاہر یہ ہے کہ لفظ أَمَرَ صیغہ مجہول ہے، اور مطلب یہ ہے کہ جب حضور ﷺ کو ناقوس کا مشورہ دیا گیا، اور یہ بھی احتمال ہے کہ لفظ أَمَرَ بصیغہ معروف ہو لیکن اس پر اشکال ہو گا کہ حضور ﷺ نے ناقوس بنانے کا کہاں حکم دیا تھا، کہا جائے گا کہ مراد امر سے ارادہ امر ہے، سو ہو سکتا ہے کہ آپ ﷺ نے ناقوس کا ارادہ فرمایا ہو، بنا بریں کہ نصاریٰ بنسبت یہود کے مسلمانوں سے زیادہ قریب ہیں، قال اللہ تعالیٰ وَلَتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُمْ مَوَدَّةَ الَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصْرِي ۖ

احادیث الباب کا تجزیہ اور ان پر کلام: اس باب میں مصنف نے اولاً، عبد اللہ بن زید کی حدیث دو طریق سے روایت کی، دونوں طریق ترجیح سے خالی ہیں بلکہ عبد اللہ بن زید کی حدیث کے تمام طریق ترجیح سے خالی ہیں، ہاں البتہ ان کی حدیث کے اس طریق میں افراد اقامت مذکور ہے جو حنفیہ کے خلاف ہے، ثانیاً، مصنف نے حدیث ابو مخذومہ کو متعدد طرق سے ذکر کیا، جس میں ترجیح کا ثبوت ہے جیسا کہ شافعیہ وغیرہ کا مسلک ہے لیکن اس حدیث میں بجائے افراد اقامت کے حنفیہ اقامت ہے جیسا کہ حنفیہ کا مسلک ہے۔

عبد اللہ بن زید کی روایات اقامہ کے بارے میں: نیز جاننا چاہئے کہ عبد اللہ بن زید کی حدیث اقامت کے بارے میں مختلف ہے اس کے بعض طرق میں افراد اقامت ہے جیسا کہ باب کی پہلی حدیث میں، اور اس کے بعض طرق تنفیہ اقامت پر دلالت کرتے ہیں جیسا کہ اس باب کی حدیث نمبر ۵۶۰ میں ابن ابی لیلیٰ کی روایت میں آ رہا ہے أُجِيبَتِ الصَّلَاةُ ثَلَاثَةً أَحْوَالٍ، چنانچہ اس روایت میں ہے فَقَامَ عَلَى الْمَسْجِدِ فَأَذَّنَ: ثُمَّ قَعَدَ قَعْدَةً، ثُمَّ قَامَ فَقَالَ مِثْلَهَا، اس روایت میں اقامت کو مثل اذان کے قرار دیا گیا ہے اور اذان میں بالاتفاق حنفیہ ہے، حاصل یہ کہ اس سلسلے میں اصل عبد اللہ بن زید ہیں ان کی کسی روایت میں ترجیح نہیں، البتہ اقامت کے بارے میں انکی روایات دونوں طرح کی ہیں، اقامت کے بارے میں دلائل پر کلام اس کے باب میں آئے گا، یہاں اذان کے بارے میں گفتگو ہو رہی ہے۔

اذان میں ترجیح کی بحث: ہمارے علماء نے لکھا ہے کہ ملک منزل من السماء کی اذان میں بھی ترجیح نہیں اسی طرح سعد قرظ مؤذن مسجد قباء کی اذان میں ترجیح نہیں ہے، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ سید المؤذنین حضرت بلالؓ کی اذان میں ترجیح نہیں^۱ ہے، شافعیہ حضرات حدیث ابو مخذومہ سے استدلال فرماتے ہیں جس کے تقریباً تمام طرق میں ترجیح موجود ہے،

① اور پادے گاسب سے نزدیک محبت میں مسلمانوں کے ان لوگوں کے جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں (سورہ قلادہ ۸۲)

② اس پر کہا گیا ہے کہ طبرانی کی ایک روایت میں اذان بلالؓ میں ترجیح موجود ہے، ہماری طرف سے جواب دیا گیا کہ طبرانی کی ایک روایت میں حدیث ابو مخذومہ بھی ترجیح سے خالی ہے، ماہو جوابکم ۱۱۰ جو ابنا۔

اس کے بارے میں ہمارے صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ وکان ماہواہ کان تعلیمًا فظنہ ترجیعاً^۱، اس کی وضاحت آگے حدیث ابو مخذورہ کے ذیل میں آرہی ہے، وہ حضرات حدیث ابو مخذورہ کی ترجیح ثابت کرتے ہیں، چنانچہ امام نووی فرماتے ہیں کہ حدیث ابو مخذورہ عبد اللہ بن زید کی حدیث سے متاخر ہے اس لئے کہ ابو مخذورہ کی اذان کی قصہ^۸ میں غزوہ حنین کے بعد پیش آیا اور عبد اللہ بن زید کی حدیث ابتداء امر کی ہے^۹، اس کا جواب حضرت نے بذلل الجہود میں یہ دیا ہے کہ کسی نے حضرت امام احمد بن حنبل سے یہی سوال کیا کہ کیا حدیث ابو مخذورہ عبد اللہ بن زید کی حدیث سے مؤخر نہیں ہے؟ انہوں نے برجستہ فرمایا ایس قد راجع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إلی المدینة فأقر بلأعلى أذان عبد الله بن زيد^{۱۰} یعنی اگرچہ یہ صحیح ہے کہ ابو مخذورہ کی حدیث عبد اللہ بن زید کی حدیث سے مؤخر ہے لیکن یہ تو سوچئے کہ ابو مخذورہ کی اذان کے واقعہ کے بعد کیا حضور ﷺ اپنے سفر سے لوٹ کر مدینہ منورہ نہیں گئے تھے اور وہاں جا کر پھر وہی اذان بلال جو عبد اللہ بن زید کی اذان کے مطابق تھی اس کو برقرار نہیں رکھا تو پھر بتلائیے کون سی اذان مؤخر ہوئی۔

شیخ ابن الہمام کی رائے : اور شیخ ابن الہمام^{۱۱} نے حدیث ابو مخذورہ کا ایک اور جواب دیا وہ یہ کہ طبرانی^{۱۲} کی ایک روایت میں ابو مخذورہ کی حدیث میں ترجیح نہیں ہے لہذا حدیث ابو مخذورہ مضطرب ہوئی بخلاف حدیث عبد اللہ بن زید کے کہ اس کے کسی طریق میں ترجیح نہیں ہے۔

قولہ: قَالَ ابوداؤد: هَكَذَا رِوَايَةُ الزُّهْرِيِّ الخ: مصنف یہ فرما رہے ہیں کہ عبد اللہ بن زید کی حدیث کے دو طریق ہیں: ① طریق محمد بن ابراہیم عن محمد بن عبد اللہ بن زید (کما تقدم) اور ② طریق زہری عن سعید بن المسیب ”وَقَالَ: فِيهِ ابْنُ إِسْحَاقَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ الخ“ مصنف محمد بن ابراہیم اور زہری کی روایت میں جو فرق ہے اس کو بیان کر رہے ہیں۔

ابتداء اذان میں عدد تکبیر میں اختلاف روایات: وہ یہ کہ محمد بن ابراہیم کی روایت میں ترجیح تکبیر ہے (شروع اذان میں اللہ اکبر چار مرتبہ) اور زہری کی روایت میں ان کے شاگرد مختلف ہیں ابن اسحاق نے زہری سے اللہ اکبر چار مرتبہ اور معمر یونس نے ان سے اللہ اکبر صرف دو مرتبہ نقل کیا ہے میں کہتا ہوں کہ اسی طرح حدیث ابو مخذورہ میں بھی روایات مختلف ہیں اس کے بعض طرق میں تکبیر چار مرتبہ ہے اور بعض میں دو مرتبہ، اور اوپر آئی چکا کہ مالکیہ دو مرتبہ کے قائل ہیں مالم یثنیاء، یعنی معمر یونس نے زہری سے لفظ اللہ اکبر تثنیہ کے ساتھ ذکر نہیں کیا بلکہ افراد کے ساتھ، یہاں پر اشکال ہوتا ہے

① الهدایہ شرح بدایۃ المبتدی - ج ۱ ص ۲۷۲

② النہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج ج ۴ ص ۸۱

③ بذلل الجہود فی حل أبي داود - ج ۴ ص ۱۶

④ شرح فتح القدیر - ج ۱ ص ۲۴۶

⑤ المعجم الأوسط للطبرانی - باب الألف - من اسمہ أحمد ۶ - ۱۱ ج ۲ ص ۲۲

کہ عمرو بن لیس نے تو اللہ اکبر دومرتبہ ذکر کیا ہے پھر مشنیہ کی نفی کیسے صحیح ہے، جواب یہ ہے کہ دومرتبہ اللہ اکبر مل کر ایک شہر ہوتا ہے، کیونکہ ایک ہی سانس میں دومرتبہ کہا جاتا ہے۔

۵۰۰ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا الْحَارِثُ بْنُ عُبَيْدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي مُحَمَّدٍ وَرَقَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: كُنْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ عَلَّمَنِي شَتَّةَ الْأَذَانِ؟ قَالَ: فَمَسَحَ مُقَدِّمَ رَأْسِي، وَقَالَ: "تَقُولُ: اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ، تَرْفَعُ بِهَا صَوْتَكَ، ثُمَّ تَقُولُ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، أَشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، تَخْفِضُ بِهَا صَوْتَكَ، ثُمَّ تَرْفَعُ صَوْتَكَ بِالشَّهَادَةِ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، أَشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ، حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ، حَتَّى عَلَى الْقَلَاحِ، حَتَّى عَلَى الْقَلَاحِ، فَإِنْ كَانَ صَلَاةُ الصُّبْحِ كُنْتُ: الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ التَّوْمِ، الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ التَّوْمِ، اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ."

ابو مخدورہ نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے اذان کا طریقہ سکھا دیجئے تو حضور نے میرے سر کے اگلے حصہ پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا کہ تم با آواز بلند چار مرتبہ اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر کہو پھر تم آہستہ آواز سے شہادتین کہو أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، أَشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ پھر تم بلند آواز سے شہادتین کہو أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، أَشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ اس کے بعد حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ، حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ، حَتَّى عَلَى الْقَلَاحِ، حَتَّى عَلَى الْقَلَاحِ پھر اگر فجر کی نماز کی اذان ہو تو تم کہو الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ التَّوْمِ، الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ التَّوْمِ (دومرتبہ) اس کے بعد اللہ اکبر اللہ اکبر، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہو۔

۵۰۱ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، وَعَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُثْمَانُ بْنُ الشَّائِبِ، أَخْبَرَنِي أَبِي، وَأُمُّ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي مُحَمَّدٍ وَرَقَةَ، عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ وَرَقَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ هَذَا الْحَبَرِ وَفِيهِ: الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ التَّوْمِ، الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ التَّوْمِ فِي الْأَوَّلَى مِنَ الصُّبْحِ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَحَدِيثُ مُسَدَّدٍ أَكْبَرُ، قَالَ فِيهِ: قَالَ: وَعَلَّمَنِي الْإِقَامَةَ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ، اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، أَشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ، حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ، حَتَّى عَلَى الْقَلَاحِ، حَتَّى عَلَى الْقَلَاحِ، اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَقَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ: وَإِذَا أَقَمْتَ فَقُلْهَا مَرَّتَيْنِ: قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، أَسَمِعْتَ؟ قَالَ: فَكَانَ أَبُو مُحَمَّدٍ وَرَقَةَ، لَا يَخْلُفُ نَاصِيئَتَهُ وَلَا يَفْرُقُهَا إِلَّا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَسَحَ عَلَيْهَا.

حضرت ابو مخدورہ حضور ﷺ سے گزشتہ حدیث کی طرح نقل فرما رہے ہیں اس میں یہ اضافہ ہے کہ الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ التَّوْمِ، الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ التَّوْمِ (دومرتبہ) فجر کی پہلی اذان (احتراز ہے اقامت سے) میں کہو۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ مسدود کی حدیث زیادہ واضح اور مکمل ہے (حسن بن علی کی حدیث سے) حسن بن علی نے اپنی حدیث میں فرمایا کہ ابو مخدورہ کہتے ہیں کہ

نبی اکرم ﷺ نے مجھے اقامت دو دو کلمات کے ساتھ سکھائی۔ اس طرح اللہ اکبر اللہ اکبر اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللہ، اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللہ، اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللہ، اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللہ، حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ، حَتَّى عَلَى الْقَلَاحِ، حَتَّى عَلَى الْقَلَاحِ، اللہ اکبر اللہ اکبر، لَا اِلَهَ اِلَّا اللہ، امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ (میرے استاد حسن بن علی نے) عبد الرزاق سے نقل کیا کہ حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ جب تم نماز کیلئے اقامت کہو تو دو مرتبہ کلمات اقامت کہو اور قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ دو مرتبہ کہو۔ حضور ﷺ نے ابو مخزومہ سے فرمایا کیا تم نے یہ کلمات یاد کر لیے؟ راوی کہتا ہے کہ ابو مخزومہ اپنے سر کے اگلے حصے کے بالوں کو نہیں کاٹتے تھے اور نہ کنگھی کرتے تھے کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے اپنی دست اقدس ان بالوں پر پھیرا تھا۔

تخریج صحیح مسلم - الصلاة (۳۷۹) جامع الترمذی - الصلاة (۱۹۱) جامع الترمذی - الصلاة (۱۹۲) سنن النسائی - الاذان (۶۲۹) سنن النسائی - الاذان (۶۳۰) سنن النسائی - الاذان (۶۳۱) سنن النسائی - الاذان (۶۳۲) سنن النسائی - الاذان (۶۳۳) سنن ابی داؤد - الصلاة (۵۰۰) سنن ابن ماجہ - الاذان والسنة فيه (۷۰۸) سنن ابن ماجہ - الاذان والسنة فيه (۷۰۹) مسند احمد - مسند المکین (۴۰۸/۳) مسند احمد - مسند المکین (۴۰۹/۳) مسند احمد - من مسند القباہل (۴۰۶/۶) سنن الدارمی - الصلاة (۱۱۹۶)

شرح الأحادیث حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ... قَوْلُهُ: عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ: أَبِيهِ سے مراد عبد الملک بن ابی مخزومہ ہیں، اور جدہ سے مراد ابو مخزومہ ہیں، یہ باب کی دوسری حدیث ہے ابو مخزومہ والی جس میں ترجیع ہے، مصنف نے اس کو مختصر ا ذکر کیا ہے۔

اذان ابو مخزومہ کا واقعہ: روایت مفصلہ نسائی شریف میں ہے اس کو دیکھا جائے، نیز دار قطنی^۱ کی روایت میں بھی تفصیل ہے جس کو حضرت نے بذل^۲ میں ذکر فرمایا ہے، جس کا مضمون یہ ہے، ابو مخزومہ کہتے ہیں کہ جب حضور ﷺ فتح مکہ کے بعد حنین کی طرف روانہ ہوئے تو ہم دس نوجوان لڑکے اہل مکہ میں سے آپ ﷺ کے تعاقب میں نکلے وہ کہتے ہیں کہ ہماری ملاقات رسول ﷺ اور آپ کے اصحاب سے راستہ میں اس وقت ہوئی جبکہ آپ ﷺ حنین سے واپس ہو رہے تھے، جس کی شکل یہ ہوئی کہ راستہ میں ایک جگہ رسول اللہ ﷺ کے مؤذن نے اذان دی جس کی آواز دور سے ہم نے سنی اس وقت تک چونکہ ہم معرض عن الاسلام تھے، اس لئے ہم سب لڑکے بھی اس مؤذن کے اذان کی نقل اتارنے لگے (استہزاء) ہماری اذان کی آواز حضور ﷺ تک بھی پہنچ گئی آپ نے کچھ لوگوں کو ہمیں پکڑ کر لانے کیلئے بھیجا، چنانچہ ہم کو آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر کر دیا گیا آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تم میں سے وہ کون سا لڑکا ہے جس کی آواز کو میں نے سنا تھا اور اس کی آواز سب سے بلند تھی تو میرے ساتھیوں نے میرے بارے میں اشارہ کیا اور ان کا اشارہ کرنا صحیح تھا، آپ ﷺ نے میرے سب ساتھیوں کو تو چھوڑ دیا اور مجھے روک لیا اور مجھ سے فرمایا کہ اب میرے سامنے اذان کہہ، اس وقت میرے نزدیک آپ سے زیادہ کوئی مکروہ و مبغوض نہیں تھا، میں نے آپ کے سامنے کھڑے ہو کر اذان دینی شروع کر دی، کلمات اذان کا القاء خود حضور ﷺ مجھ پر فرماتے رہے

۱ سنن الدارمی - کتاب الصلاة - باب ماجاء فی الاذان والإقامة ۹۰۱ ج ۶ ص ۴۳۵ - ۴۳۶

۲ بذل الجہود فی حل ابی داؤد - ج ۴ ص ۱۸ - ۱۹

اس روایت میں پھر یہ ہے کہ آپ ﷺ نے شہاد تین کا القاء انکو مکرر فرمایا۔

امام طحاوی کی رائے: امام طحاویؒ فرماتے ہیں ہو سکتا ہے کہ ابو مخذوم جب شہاد تین پر پہنچے ہوں تو اس کو کما حقہ مدوشر کے ساتھ نہ پڑھا ہو اس لئے حضور ﷺ نے اسکا تکرار کر لیا^①، میں کہتا ہوں وجہ اس کی ظاہر ہے وہ یہ کہ یا تو وہ اسوقت تک اسلام ہی نہیں لائے تھے جیسا کہ ظاہر الفاظ روایات سے معلوم ہوتا ہے، یا کم از کم اسلام ان کے قلب میں راسخ نہیں ہوا تھا^②۔ حدیث ابو مخذوم پر کلام مزید باب کی پہلی حدیث کے ذیل میں گزر چکا۔

صبح کی اذان میں الصلوٰۃ خیر من النوم سے متعلق کلام: فَإِنْ كَانَ صَلَاةُ الصُّبْحِ قُلْتُ: الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ: اس سے معلوم ہوا کہ صبح کی اذان میں اس لفظ کی زیادتی مرفوعاً ثابت ہے، ائمہ ثلاثہ جس میں حنفیہ بھی ہیں کے نزدیک صبح کی اذان میں اسکی زیادتی مستحب ہے اور امام شافعیؒ کا قول قدیم بھی یہی ہے اور وہی لنگے یہاں مفتی بہ ہے، اور لنگے قول جدید میں غیر مستحب ہے، بعض علماء جیسے ابن قدامہ حنبلی اور شیخ ابن حجر مکیؒ نے اس میں حنفیہ کا بھی اختلاف لکھا ہے کہ لنگے نزدیک بھی یہ غیر مستحب ہے لیکن یہ صحیح نہیں، ملا علی قاریؒ اسکا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں نَشَأَ عَنْ قَلِيلٍ اِطْلَاعِ عَلٰی مَذْهَبِهِ^③۔ یہ اوپر گزر چکا کہ اس جملہ کا ثبوت مرفوعاً ہے، اور موطا مالک کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مرفوعاً نہیں بلکہ حضرت عمرؓ کے زمانہ سے ہے، چنانچہ امام مالکؒ نے موطا میں بلاغاً روایت کیا ہے، کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کا مؤذن ان کو صبح کی نماز کی اطلاع کرنے گیا فَوَجَدَهُ نَائِمًا فَقَالَ الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ فَأَمَرَهُ عُمَرُ أَنْ يَجْعَلَهَا فِي نِدَاءِ الصُّبْحِ^④، حضرت شیخؒ أَوْجَزَ^⑤ میں لکھتے ہیں کہ اسمیں اشکال یہ ہے کہ اس کلمہ کا اذان صبح میں ہونا روایت مرفوعہ سے ثابت ہے، لہذا یہ کہنا تو مشکل ہے کہ حضرت عمرؓ کو اسکا علم نہ ہو گا اس لئے علماء نے اسکی توجیہ یہ کی ہے کہ حضرت عمرؓ کی مراد یہ ہے کہ اس کلمہ کا محل صرف اذان صبح ہے نہ کہ باب امیر، گویا انہوں نے اس بات پر نکیر فرمائی کہ باب امیر پر جا کر یہ کہا جائے اور فرمایا کہ اس کو صرف اذان میں کہا کرو، اور شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے موطا کی شرح مصفیٰ میں لکھا ہے کہ ہو سکتا ہے حضرت عمرؓ کے مؤذن نے اسکو اذان صبح میں کہنا ترک کر دیا ہو اور بعد میں کہا کرتا ہو اس پر حضرت عمرؓ نے اس کو فرمایا کہ اس کو اثناء اذان میں کہا کرو (الفيض السمعاني)۔

حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ..... قَوْلُهُ: فِي الْأَوَّلَى مِنَ الصُّبْحِ: اور بعض نسخوں میں ہے "فِي الْأَوَّلَى" یعنی الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ

① شرح معاني الآثار - كتاب الصلاة - باب الأذان كيف هو؟ ٨١١ ج ١ ص ١٣١-١٣٢

② لیکن بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے ابو مخذوم کے اذان کے اندر اذان شہاد تین کو ذرا پست آواز سے پڑھنے کو خود فرمایا اور دوبارہ پھر بلکہ آواز کیساتھ، اس کی توجیہ بھی یہی ہے کہ شروع میں آپ نے شہاد تین کو سر آکھنے کا حکم فرمایا، ایمان اور توحید کی طرف لانے کیلئے اور ثانیاً جبراً اذان کی نیت سے۔

③ مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح - ج ٢ ص ٣١٦

④ موطا مالک - كتاب الصلاة - باب ما جاء في النداء للصلاة ٢٣٢

⑤ أوجز المسالك إلى موطا مالک - ج ٢ ص ٥٥

التَّوْبَةِ صَحَّحَ كِي اَذَانِ اَوَّلِ مِی كُہا جائے، اَذَانِ كُو اقامت كے اعتبار سے اَذَانِ اَوَّلِ كُہا گیا ہے گویا اقامت اَذَانِ ثانی ہے۔

قوله: قَالَ أَبُو دَاؤُدَ: وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ أَنَّهُ سَمِعَ: يَهُدِيثُ حَسَنَ بِنَ عَلِيٍّ كِي هُے اور حَدِيثُ مُسَدَّدٍ مِنْ رَأْسِ اس سے پہلی حَدِيثُ هُے، حَدِيثُ مُسَدَّدٍ حَسَنَ بِنَ عَلِيٍّ كِي حَدِيثُ سے زیادہ واضح الفاظ اَذَانِ كے اعتبار سے هُے اس مِی تمام الفاظ اَذَانِ بِاتَفْصِيلِ مَذْكُورِ هِی اكر چه حَدِيثُ مُسَدَّدٍ مِی ايك كِي هُے وه يه كه اس مِی اقامت مَذْكُورِ نِہِی بِخِلَافِ حَدِيثِ حَسَنَ بِنَ عَلِيٍّ كے كه اس كے اندر اقامت كا اضافہ هُے جِسكو مصنف آگے بيان كر رہے هِی، قَالَ فِيهِ: قَالَ: وَعَلَّمَنِي الْإِقَامَةَ مَرَّتَيْنِ اقامت كا ذكر صرف حَسَنَ بِنَ عَلِيٍّ كِي روايت مِی هُے۔

قوله: قَالَ أَبُو دَاؤُدَ: وَقَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ: اس حَدِيثُ مِی ابنِ جَرَّجٍ سے روايت كرنے والے دو هِی، أَبُو عَاصِمٍ، اور عَبْدُ الرَّزَّاقِ، مصنف ان دونوں كا فرق بيان كرنا چاہتے هِی، وه يه كه أَبُو عَاصِمٍ كِي بيان كر وه اقامت مِی لفظ قَدَامَتِ الصَّلَاةِ نِہِی هُے، بِخِلَافِ عَبْدُ الرَّزَّاقِ كے كه ان كِي روايت مِی يه لفظ مَذْكُورِ هُے، "قوله أَسْمَعْتُ" اس كو دو طرح پڑھا گیا هُے، مجرد سے اس صورت مِی همزه استعْهَامِ كے لئے هُوكا حضور ﷺ أَبُو مُحَمَّدٍ وَرَهْ سے پوچھ رہے هِی، يا كوئی استاذ اپنے شاگرد سے كه تُو نے روايت كے الفاظ سن لئے؟ اور يه بھي امكان هُے كه يه اسماع سے هُوكا اس صورت مِی همزه اصلي هُوكا اور مطلب يه هُوكا كه جب تُو نے كلمات اقامت كهہ لئے تُو نے جماعت كو سنا ديا، اور اقامت كا حق ادا كر ديا، اور ممكن هُے يه مطلب هُوكا الفاظ اقامت اتنے زور سے كهے جائِی جس كو حاضرین سن لِیں زيادہ زور سے نِہِی۔

جاننا چاہئے كه حَدِيثُ أَبُو مُحَمَّدٍ وَرَهْ كِي اقامت كے كلمات شِئْ شِئْ هِی جِیسا كه خَفِیہ كا مسلك هُے، سو يه حَدِيثُ ترجیع مِی اكر شافعيہ كِي دليل هُے تُو اقامت مِی خَفِیہ كِي ذليل هُے، اقامت كے سلسلہ مِی كلام انشاء اللہ اس كے باب مِی آيگا۔

۵۰۲ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَقَّانُ، وَسَعِيدُ بْنُ عَامِرٍ، وَحُجَّاجُ، وَالْمُعَنَّى وَاحِدٌ، قَالُوا: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْأَخُولِ، حَدَّثَنِي مَكْحُولٌ، أَنَّ ابْنَ مُحَيْرِيزٍ، حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا مُحَمَّدٍ وَرَهَ حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَهُ الْأَذَانَ سَبْعَ عَشْرَةَ كَلِمَةً، وَالْإِقَامَةَ سَبْعَ عَشْرَةَ كَلِمَةً: الْأَذَانَ: "اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، أَشْهَدُ أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَشْهَدُ أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَالْإِقَامَةَ: اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَشْهَدُ أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، كَذَا فِي كِتَابِي فِي حَدِيثِ أَبِي مُحَمَّدٍ وَرَهَ.

ابو مُحَمَّدٍ وَرَهَ بيان كرتے هِی كه نبی اكرم ﷺ نے ان كو اَذَانِ كے كلمات اِیسی سَكَلائے اور اقامت ستره

صحيح مسلم - الصلاة (٣٧٩) جامع الترمذي - الصلاة (١٩١) جامع الترمذي - الصلاة (١٩٢) سنن النسائي - الأذان (٦٢٩)
 سنن النسائي - الأذان (٦٣٠) سنن النسائي - الأذان (٦٣١) سنن النسائي - الأذان (٦٣٢) سنن النسائي - الأذان (٦٣٣) سنن أبي داود -
 الصلاة (٥٠٢) سنن ابن ماجه - الأذان والسنة فيه (٧٠٨) سنن ابن ماجه - الأذان والسنة فيه (٧٠٩) مسند أحمد - مسند المكيين (٤٠٨/٣)
 مسند أحمد - مسند المكيين (٤٠٩/٣) مسند أحمد - من مسند القبائل (٤٠١/٦) سنن الدارمي - الصلاة (١١٩٦)

قولہ: كَذَّابِي كِتَابِيہ فی حدیثِ اُبی یَحْزَنُ وَرَدَ: كِتَابِيہ کی ضمیر ہمام راوی کی طرف راجع ہے، سند میں ہمام کے متعدد تلامذہ گزر چکے عفاان و سعید و حجاج، یہ سب لوگ یہ کہہ رہے ہیں کہ جس طرح یہ حدیث ہم سے ہمام نے حفظ بیان کی اسی طرح ان کی کتاب میں بھی موجود ہے، یہ بات کہنے کی ضرورت اس لئے پیش آرہی ہے کہ ہمام کی توثیق و تضعیف میں علماء کا اختلاف ہے، بعض انکو ثقہ مانتے ہیں اور بعض غیر ثقہ، اور بعض کہتے ہیں کہ وہ سنی الحفظ ہیں کوئی روایت اپنے حافظہ سے بیان کریں تو وہ ضعیف ہے اور کتاب سے بیان کریں تو صحیح ہے، اس لئے ہمام کے تلامذہ نے یہ بات واضح کر دی کہ جس طرح انہوں نے ہم سے یہ حدیث حفظ بیان کی اسی

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ دُورِ مَرْتَبَةٍ أَشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، أَشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ (دو مرتبہ آہستہ آواز سے کہنے کے بعد دوبارہ با آواز بلند ان کو کہنا ہے)، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ دُورِ مَرْتَبَةٍ أَشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، أَشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، دو مرتبہ حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ، حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ، حَتَّى عَلَى الْفَلَاحِ ابراہیم کہتے ہیں کہ ابو مخذومہ فجر کی اذان میں الصَّلَاةُ غَيْرُ مِنَ التَّوْبَةِ کہتے۔

۵۰۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ الرَّسَكَنِيُّ، حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ أَبِي يُونُسَ، عَنْ نَافِعِ بْنِ عُمَرَ يَعْنِي الْجَمْعِيَّ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي مُخَذَّوْمَةَ، أَخْبَرَهُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْجَمْعِيَّ، عَنْ أَبِي مُخَذَّوْمَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَهُ الْآذَانَ يَقُولُ: «اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ [أَشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ]»، ثُمَّ ذَكَرَ مِثْلَ آذَانَ حَدِيثِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ، وَمَعْنَاهُ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَفِي حَدِيثِ مَالِكِ بْنِ دِينَارٍ، قَالَ: سَأَلْتُ ابْنَ أَبِي مُخَذَّوْمَةَ، قُلْتُ: حَدَّثَنِي عَنْ آذَانَ أَبِيكَ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرَ: فَقَالَ: «اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ»، قَطْ، وَكَذَلِكَ حَدِيثُ جَعْفَرِ بْنِ سُلَيْمَانَ، عَنْ ابْنِ أَبِي مُخَذَّوْمَةَ، عَنْ عَمِّهِ، عَنْ جَدِّهِ، إِلَّا أَنَّهُ قَالَ: "ثُمَّ تَرْجِعُ فَتَقْرَأُ صَوْتَكَ: اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ".

ابو مخذومہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے مجھے اذان سکھائی اس کے بعد راوی نے اسی طرح حدیث نقل کی جیسا کہ ابن جریج نے عبد العزیز بن عبد الملک سے نقل کی تھی البتہ اس حدیث میں اللہ اکبر، اللہ اکبر دو مرتبہ ہے (جبکہ ابن جریج کی روایت میں اللہ اکبر چار مرتبہ ہے) اور مالک بن دینار کی حدیث میں ہے کہ میں نے ابو مخذومہ کے بیٹے سے دریافت کیا کہ اپنے والد کی اذان کے بارے میں مجھے بتلائیے جو آپ کے والد نے نبی اکرم ﷺ سے اذان نقل کی ہے تو انہوں نے اذان ذکر کی اور اس میں اللہ اکبر، اللہ اکبر صرف دو مرتبہ ذکر کیا۔ مالک بن دینار کی حدیث کی طرح جعفر بن سلیمان نے ابو مخذومہ کے بیٹے سے (بظاہر اس سے مراد ابو مخذومہ کے پوتے ہیں) ان کے چچا کے واسطے سے ان کے دادا سے روایت نقل کی ہے اس میں یہ اضافہ ہے جعفر بن سلیمان نے کہا کہ تم دو مرتبہ اللہ اکبر کہنے کے بعد دوبارہ اللہ اکبر، اللہ اکبر با آواز بلند کہو۔

خروج صحیح مسلم - الصلاة (۳۷۹) جامع الترمذی - الصلاة (۱۹۱) جامع الترمذی - الصلاة (۹۲) سنن النسائي - الاذان (۱۲۹) سنن النسائي - الاذان (۱۲۰) سنن النسائي - الاذان (۱۲۱) سنن النسائي - الاذان (۱۲۲) سنن النسائي - الاذان (۱۲۳) سنن ابی داؤد - الصلاة (۵۰۴) سنن ابن ماجہ - الاذان والسنة فيه (۷۰۸) سنن ابن ماجہ - الاذان والسنة فيه (۷۰۹) مسند احمد - مسند المکین (۴۰۸/۳) مسند احمد - مسند المکین (۴۰۹/۳) مسند احمد - من مسند القبائل (۴۰۱/۶) سنن الدارمی - الصلاة (۱۱۹۶)

شرح حدیث حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ الرَّسَكَنِيُّ، قَوْلُهُ: يَقُولُ: اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ: اس میں تکبیر صرف دو مرتبہ ہے "قوله فقال الله اكبر الله اكبر قط" یہ قط سکون طاء کے ساتھ ہے، اس روایت میں بھی تکبیر صرف دو مرتبہ ہے۔

قَوْلُهُ كَذَلِكَ فَافْعَلُوا، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "ثُمَّ رَجَعْتُ إِلَى حَدِيثِ عَمْرِو بْنِ مَرْزُوقٍ، قَالَ: فَجَاءَ مُعَاذٌ، فَأَشَارَ إِلَى اللَّهِ، قَالَ شُعْبَةُ: وَهَذِهِ سَمِعْتُهَا مِنْ حَصْبَيْنِ، قَالَ: فَقَالَ مُعَاذٌ: لَا أَرَاهُ عَلَى خَالٍ إِلَّا كُنْتُ عَلَيْهَا، قَالَ: فَقَالَ: إِنَّ مُعَاذًا، قَدْ سَنَّ لَكُمْ مَنَّةً كَذَلِكَ فَافْعَلُوا" قَالَ: وَحَدَّثَنَا أَصْحَابُنَا، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا قَدِمَ الْمَدِينَةَ "أَمَرَهُمْ بِصِيَامِ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ، ثُمَّ أَنْزَلَ رَمَضَانَ، وَكَانُوا اقْتِمَالًا لَمْ يَتَعَوَّدُوا الصِّيَامَ، وَكَانَ الصِّيَامُ عَلَيْهِمْ شَدِيدًا فَكَانَ مَنْ لَمْ يَصُمْ أَطْعَمَ مِسْكِينًا، فَوَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ: { فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ }^① فَكَانَتْ الرُّخْصَةُ لِلْمَعْرِيضِ، وَالْمَسَافِرِ فَأَمْرًا بِالصِّيَامِ" قَالَ: وَحَدَّثَنَا أَصْحَابُنَا، قَالَ: وَكَانَ الرَّجُلُ إِذَا أَقْطَرَ قَنَاءً قَبْلَ أَنْ يَأْكُلَ لَمْ يَأْكُلْ حَتَّى يُصْبِحَ، قَالَ: "فَجَاءَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، فَأَرَادَ امْرَأَتَهُ، فَقَالَتْ: إِيَّيْ قَدْ عَمِتَ فَظَنَ أَنَّهَا تَعْتَلُ فَأَتَاهَا، فَجَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَأَرَادَ الطَّعَامَ فَقَالُوا: حَتَّى تُسَخِّنَ لَكَ شَيْئًا، قَنَاءً" فَلَمَّا أَصْبَحُوا أَنْزَلَتْ عَلَيْهِ هَذِهِ الْآيَةُ { أَجَلٌ لَكُمْ لَيْلَةُ الصِّيَامِ الرَّقِئَاتُ إِلَى نِسَائِكُمْ }^②

عمر بن مرہ کہتے ہیں کہ میں نے عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ نماز میں تین طرح تبدیلیاں ہوئیں: ① صحابہ نے ہمیں بتلایا نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے یہ پسند ہے کہ مسلمان سب کے سب اکٹھے ہو کر باجماعت نماز ادا کریں یہاں تک کہ میں یہ ارادہ کر لیا کہ لوگوں کو قبیلوں اور محلوں میں بھیجوں کہ وہ نماز کے وقت کی منادی (الصلاة الصلاة کہہ کر) کریں اور تحقیق میں نے یہ ارادہ کیا کہ میں کچھ لوگوں کو حکم دوں کہ وہ ٹیلوں پر کھڑے ہو کر مسلمانوں کو نماز کے وقت کی خبر دیں یہاں تک کہ لوگوں نے ناقوس بجانا شروع کر دیا یا ناقوس بجانے کا ارادہ کرنے لگے۔ عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں پھر ایک انصاری صحابی آئے (عبد اللہ بن زید مراد ہیں) اور عرض کیا یا رسول اللہ جب میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ لوگوں کو جمع کرنے کا اس قدر اہتمام فرما رہے ہیں تو میں آپ کی مجلس سے اپنے گھر لوٹا تو خواب میں میں نے ایک صاحب کو دیکھا جو دو سبز چادریں اوڑھے ہوئے مسجد میں کھڑے ہیں چنانچہ انہوں نے اذان دی پھر تھوڑی دیر بیٹھے پھر اذان کی طرح انہوں نے دوبارہ کلمات کہے البتہ اس دفعہ انہوں نے قد قامت الصلاة (دو مرتبہ) کہے۔ ابن مرزوق استاد نے آگے یہ الفاظ نقل کئے اگر لوگ میرے متعلق نہ کہیں..... ابن المشی نے یہ فرمایا کہ اگر تم لوگ مجھ پر عیب نہ لگاؤ تو میں یہ کہوں گا کہ میں ایسی کیفیت میں تھا گویا کہ میں جاگ رہا تھا سو نہیں رہا تھا (مراد یہ ہے کہ میں کچی نیند میں تھا)..... تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تحقیق اللہ پاک نے تمہیں اچھا خواب دکھلایا ہے..... ابن المشی استاد نے ولقد کاللفظ ذکر کیا لیکن عمرو بن مرزوق نے لفظ ولقد ذکر نہیں کیا (ہمارے ہندی نسخوں اور ابن رسلان کے مطابق یہی فرق ہے لیکن بعض مصری نسخوں اور دارالبازمکہ مکرّمہ کے نسخے کے مطابق یہ فرق ہے کہ ابن المشی استاد نے لَقَدْ أَرَاكَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ جَدِّہ اپورا جملہ ذکر کیا ہے اور عمرو استاد نے یہ جملہ پورا ذکر نہیں کیا، ہڈل المجہود)..... پس تم بلال سے

① سو جو کوئی پائے تم میں سے اس مہینہ کو تو ضرور روزے رکھے اس کے (سورۃ البقرۃ ۱۸۵)

② حلال ہوا تم کو روزہ کی رات میں بے حجاب ہونا اپنی عورتوں سے (سورۃ البقرۃ ۱۸۷)

کہو کہ وہ اذان دے راوی کہتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا میں نے بھی عبد اللہ بن زیدؓ کی طرح خواب دیکھا ہے لیکن انہوں نے چونکہ مجھ سے پہلے خواب بیان کر دیا اسلئے مجھے شرم محسوس ہوئی کہ میں بھی خواب بتلاتا..... ⑤ صحابہ کرامؓ نے مجھے (دوسری تبدیلی کے متعلق) بتلایا کہ جب کوئی صحابی مسجد میں دوران نماز آتا تو وہ اپنے نمازی ساتھی سے جتنی رکعات ہو چکیں ان کے متعلق دریافت کرتا تو اسکو نمازی ساتھی ان چھوٹی ہوئی رکعتوں کے متعلق بتلا دیتا۔ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ صحابہ کرامؓ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نماز ادا کر رہے تھے بعض مسبوق صحابہ قیام میں تھے اور بعض مسبوق رکوع میں اور بعض مسبوق صحابہ قعدہ میں تھے اور باقی صحابہ کرامؓ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نماز ادا فرما رہے تھے..... محمد بن المنثنی کہتے ہیں کہ عمرو بن مرہ نے یہ حدیث مجھے حصین کے واسطے سے بھی عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ سے نقل کی ہے (جبکہ یہ حدیث عمرو بن مرہ نے حصین کے واسطے سے بغیر بھی عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ سے نقل کی ہے جیسا کہ اوپر والی سند میں ہے)..... کہ حضرت معاذؓ اس دوران تشریف لائے۔ شعبہ کہتے ہیں کہ میں نے حصین استاد سے اس روایت میں یہ کہتے ہوئے سنا کہ حضرت معاذؓ نے فرمایا کہ میں حضور ﷺ کو جس حالت میں دیکھوں گا تو اسی حالت میں آپ کے ساتھ نماز کی شریک ہو جاؤں گا (اپنی چھوٹی ہوئی رکعتیں پہلے ادا نہیں کروں گا جیسا کہ دیگر صحابہ کر رہے ہیں) اس کے بعد سے لیکر نبی اکرم ﷺ کا فرمان و کذلک فافعلوا تک حصین سے سنا ہے۔

لام ابو داؤد کہتے ہیں میں عمرو بن مرزوق کی حدیث کی طرف دوبارہ لوٹتا ہوں کہ پھر حضرت معاذؓ تشریف لائے تو لوگوں نے حضرت معاذؓ کی طرف اشارہ کر کے بتلایا کہ اتنی رکعات نکل چکی ہیں..... شعبہ کہتے ہیں فاشاہوا الیہ یہ کلمہ میں نے حصین استاد سے سنا ہے (عمرو بن مرہ سے نہیں سنا)..... تو حضرت معاذؓ نے جواب دیا کہ میں حضور ﷺ کو دوران نماز جس رکن میں پاؤں گا تو میں اسی رکن میں حضور ﷺ کی اقتداء کروں گا۔ عبد الرحمن نے بعض صحابہ سے نقل کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت معاذؓ نے تمہارے لئے اچھا طریقہ ایجاد کیا ہے لہذا تم اسی طرح کرو۔

⑥ عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں کہ مجھے صحابہ کرامؓ نے بیان کیا کہ نبی اکرم ﷺ جب (ہجرت فرما کر) مدینہ منورہ تشریف لائے تو صحابہ کرامؓ کو تین دن روزے رکھنے کا حکم فرمایا پھر جب رمضان کے روزہ کا حکم نازل ہوا..... اور چونکہ لوگوں کو روزہ رکھنے کی عادت بھی نہیں تھی اور روزہ رکھنا ان پر سخت شاق گزرتا تھا..... تو جن صحابہ کرامؓ نے روزہ نہ رکھنا چاہا مسکین کو کھانا کھلا کر روزہ کا فدیہ ادا کر یا (شریعت میں اس طرح بھی گنجائش موجود تھی) پھر یہ آیت نازل ہوئی "جو تم میں سے رمضان کا مہینہ پائے تو وہ روزہ رکھے" پس بیماروں اور مسافروں کیلئے تو رمضان کے روزے چھوڑنے کی رخصت اس آیت کے نازل ہونے کے بعد بھی رہی البتہ غیر معذوروں کیلئے روزے رکھنے کا حکم متعین ہو گیا..... عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ کہتے ہیں (ایک اور تبدیلی یہ ہوئی) مجھے صحابہ کرامؓ نے بتلایا کہ ابتداء اسلام میں اگر کوئی شخص افطار کے وقت کچھ کھائے بغیر سو جاتا تو اگلے دن صبح تک اس کو اوپر کھانا حرام ہوتا (تو صبح ہونے کے بعد غروب تک پھر دوبارہ روزہ رکھنا پڑتا بغیر کھائے پیئے) تو ایک صحابی نے مجھے بتایا کہ حضرت

عمر تشریف لائے اور انہوں نے اپنی بیوی سے جماع کرنے کا ارادہ کیا تو انکی بیوی نے کہا کہ میں کھانے سے پہلے سو گئی تھی (لہذا مجھ پر کھانا پینا اور جماع کرنا حرام ہو گیا ہے) تو حضرت عمرؓ نے سمجھا کہ یہ عورت جھوٹے بہانے تراش رہی ہے چنانچہ اس سے جماع فرما لیا پھر اس واقعہ کے بعد (ایک اور واقعہ پیش آیا) کہ ایک انصاری صاحب (رات کو گھر آئے اور انہوں) نے کھانا طلب کیا تو اہل خانہ نے کہا ہم تمہارے لئے کچھ گرم کرتے ہیں اس وقت تک ذرا ٹھہرو اس دوران انکی آنکھ لگ گئی (ان واقعات کے بعد) اگلے دن صبح ہوئی تو یہ آیت نازل ہوئی روزہ کی راتوں میں تمہارے لئے بیویوں سے جماع کرنا حلال قرار دیا گیا۔

سنن ابی داؤد - الصلاة (۵۰۶) - مسند احمد - مسند الانصار رضى الله عنهم (۲۴۷/۵)

تخریج

شرح الحدیث

حَدَّثَنَا عُمَرُو بْنُ مَرْزُوقٍ: ابو محمد وہ کی روایات کا سلسلہ ختم ہوا، اب مصنفؒ حدیث ثالث عبد الرحمن ابن ابی لیلیٰ کی حدیث بیان کرتے ہیں جسکے شروع میں ہے أُجِيلَتِ الصَّلَاةُ ثَلَاثَةَ أَخْوَالٍ جس کو وہ متعدد صحابہؓ سے بلا نام کی تصریح کے روایت کر رہے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں وَحَدَّثَنَا أَصْحَابُنَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَأَى اصْحَابَنَا مَرَادِ اصْحَابِهِ كَرَامٍ هِيَ اس لئے کہ طحاوی اور ترمذی کی ایک روایت میں اصحابنا کے بجائے أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ہے، لہذا یہ حدیث مسند ہوئی نہ کہ مرسل ہاں اگر اصحابنا سے ابن ابی لیلیٰ کے اصحاب مراد ہوتے تو بیشک یہ حدیث مرسل ہوتی کیونکہ یہ خود تابعی ہیں اور ظاہر ہے کہ انکے رفقاء بھی تابعی ہوں گے۔

قوله: أُجِيلَتِ الصَّلَاةُ ثَلَاثَةَ أَخْوَالٍ اب آپ اس حدیث کا مفہوم سمجھئے، ابن ابی لیلیٰ فرما رہے ہیں نماز میں تین تغیرات ہوئے اور اس سے اگلی روایت میں یہ بھی آ رہا ہے وَأُجِيلَ الصِّيَامُ ثَلَاثَةَ أَخْوَالٍ، یعنی تین ہی قسم کے تغیرات صیام میں ہوئے: ① نماز کا پہلا تغیر مشروعیت اذان و اقامت ہے، کہ ابتداء میں نماز بلا اذان و اقامت کے ہوتی تھی اور پھر صحابہؓ کرام کے مشورہ اور عبد اللہ بن زید کے خواب کے بعد نماز کے لئے اذان و اقامت مشروع ہوئی، دوسرا تغیر آگے آ رہا ہے صلاة مسبوق کے بارے میں وَلَوْلَا أَن يَقُولَ النَّاسُ رَأَى عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زَيْدٍ فَرَمَا بِهِ هِيَ کہ اگر مجھ کو لوگوں کے اعتراضات اور چہ میگوئیوں کا خوف نہ ہوتا تو یہ کہتا کہ اذان کو میں نے خواب میں نہیں دیکھا بلکہ فی الواقع بیداری کی حالت میں دیکھا، آپ کو یاد ہو گا کہ اس سے پہلے روایت میں آیا تھا إِبْنُ لَبَيْبٍ نَائِمٌ وَيَقْظَانِ اس پر کلام وہاں گزر چکا۔

② نماز کا دوسرا تغیر: قَالَ: وَحَدَّثَنَا أَصْحَابُنَا: یہاں سے نماز کا دوسرا تغیر بیان کر رہے ہیں وہ یہ کہ ابتداء

① دراصل یہ حدیث تنبیہ الإحامة میں حنفیہ کی دلیل ہے اسلئے کہ اس میں ایک لفظ آ رہا ہے لَمْ يَكُنْ قَدْ تَعَدَّدُوا لَمْ يَكُنْ قَدْ تَعَدَّدُوا لَمْ يَكُنْ قَدْ تَعَدَّدُوا اس میں اقامت کو اذان کیساتھ تشبیہ دی گئی ہے لہذا جس طرح اذان کے کلمات میں تکرار ہے اسی طرح اقامت میں بھی ہو، مہر کہتے ہیں کہ یہ حدیث مرسل ہے اسکا جواب اوپر آچکا کہ اصحاب سے مراد صحابہ ہیں انہوں نے دوسرا اشکال یہ کیا کہ یہ حدیث منقطع ہے، جواب یہ ہے کہ اگر انقطاع ہے تو صرف بعض طرق میں وهو رواية ابن ابی لیلیٰ عن عبد اللہ بن زید عن معاذ بن جبل (کما سبائی ترمذی) وأما رواية ابن ابی لیلیٰ عن اصحاب محمد کما فی رواية الطحاوی والترمذی وغیر هما فلا انقطاع لأن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ أدرك مائة وعشرين صحابياً۔

میں مسبوق کی نماز کے پورا کرنے کا طریقہ وہ نہیں تھا جواب ہے بلکہ یہ تھا کہ جو شخص مسجد میں پہنچتا تو اسکو بدر کین اشارہ سے بتا دیتے کہ ایک رکعت ہوئی یا دو، تو یہ معلوم ہونیکے بعد وہ یہ کرتا کہ امام کے پیچھے نیت باندھ کر پہلے جلدی جلدی اپنی فوت شدہ رکعت پڑھ لیتا جب وہ پوری ہو جاتی تو پھر باقی نماز امام کے ساتھ اس کے موافق پڑھتا اس صورت میں سب کی نماز بدرک و مسبوق ایک ساتھ پوری ہو جاتی تھی، لیکن شروع میں جماعت کی کیفیت یہ ہوتی کہ ایک ہی وقت میں کوئی قیام میں ہے کوئی رکوع میں کوئی سجود میں، اور کچھ لوگ امام کے ساتھ اس کے موافق پڑھنے والے، اسی کو راوی کہہ رہا ہے **مِنْ بَيْنِ قَائِمٍ وَتَارِعٍ وَقَاعِدٍ وَمُضِلٍّ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ**۔

حَتَّى جَاءَ مُعَاذٌ: غرضیکہ مسبوق کے نماز کی کیفیت اس طرح چل رہی تھی جو اوپر مذکور ہوئی، ایک دن کی بات ہے کہ حضرت معاذ اتفاق سے مسبوق ہو گئے، جب وہ مسجد میں داخل ہوئے تو نمازیوں نے حسب معمول سابق انکو بھی اشارے سے سمجھایا مگر انہوں نے یہ فرمایا **أَرَأَيْتَ عَلَى خَالٍ إِلَّا كُنْتُ عَلَيْهِمَا** کہ میں امام کو جس حال میں پاؤں گا اسی پر رہوں گا یعنی اپنی فوت شدہ رکعت پہلے نہیں پڑھوں گا، چنانچہ انہوں نے جماعت میں شریک ہو کر امام کیساتھ اس کے موافق نماز پڑھی اور امام کے فارغ ہونے کے بعد اپنی باقی نماز پوری کر کے سلام پھیرا، ظاہر ہے کہ حضرت معاذ نے ایسا بچہ اجتہاد سے کیا جس کی جناب رسول ﷺ نے تصویب فرمائی اور فرمایا **إِنْ مُعَاذًا، قَدْ سَنَّ لَكُمْ سُنَّةً، كَذَلِكَ فَافْعَلُوا** یعنی معاذ نے تمہارے لئے اچھا طریقہ نکالا ہے لہذا ایسا ہی کیا کرو۔

شرح السند: قوله: قَالَ ابْنُ الْمَثْنَى: قَالَ عَمْرُو: وَخَدَّائِي بِهَا حَصِينٌ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى: مصنف مذکورہ بالا حدیث کو دو سندوں سے روایت کر رہے ہیں پہلی سند میں ان کے استاذ عمرو بن مرزوق ہیں اور دوسری میں جو حواء تحویل سے شروع ہو رہی ہے استاذ ابن المثنیٰ ہیں اور عمرو بن مرہ ہر دو سند کے مشترک راوی ہیں، قال ابن المثنیٰ سے مصنف جو اختلاف رواۃ بیان کر رہے ہیں اسکا تعلق میرے نزدیک تغیر ثانی جو صلاۃ مسبوق سے متعلق ہے اس سے ہے، اختلاف ① مصنف نے یہ بیان کیا کہ ابن المثنیٰ کی روایت میں یہ ہے کہ عمرو بن مرہ کہتے ہیں کہ جس طرح یہ روایت میں نے براہ راست ابن ابی لیلیٰ سے سنی ہے اسی طرح بواسطہ حصین بھی ابن ابی لیلیٰ سے سنی ہے بذل ② میں اس عبارت کا مطلب یہی لکھا ہے، اور یہ بھی احتمال ہے کہ عمرو بن مرہ کی مراد یہ

① **وفي بعض التقارير هكذا.** قوله قال ابن المثنى قال عمرو الخ میرے نزدیک یہاں سے مصنف نے جو اختلاف طرق بیان کیا ہے اسکا تعلق پوری حدیث سے نہیں بلکہ صرف تغیر ثانی جو صلاۃ مسبوق کے بارے میں ہے اس سے ہے، چنانچہ ابن المثنیٰ کے بیان کے مطابق اس حدیث کو عمرو بن مرہ جس طرح ابن ابی لیلیٰ سے روایت کرتے ہیں اسی طرح بواسطہ حصین بھی ابن ابی لیلیٰ سے روایت کرتے ہیں، آگے چل کر شعبہ بھی یہی کہہ رہے ہیں کہ یہ حدیث میں نے جس طرح عمرو بن مرہ سے سنی اسی طرح اپنے شیخ الشیخ حصین سے بھی سنی ہے اور محتمل یہ بھی ہے کہ مطلب یہ ہو، عمرو کہتے ہیں کہ یہ روایت میں نے صرف حصین سے سنی ابن ابی لیلیٰ سے نہیں، وہ کذل قال شعبۃ والله أعلم، واختارنا فی البذل المعنی الاول۔

عمرو بن مرزوق نے یہ اختلاف طرق بیان نہیں کیا، صرف ایک جملہ کے بارے میں شعبہ کا قول نقل کیا ہے کہ یہ میں نے عمرو بن مرہ سے نہیں سنا صرف حصین سے سنا ہے۔

ہو کہ اس حدیث کا پہلا حصہ یعنی تغیر اول تو میں نے ابن ابی لیلیٰ سے براہ راست سنا (جیسا کہ اوپر سند میں گزر چکا) اور حدیث کا یہ دوسرا حصہ میں نے ان سے بواسطہ حصین سنا، خلی جَاءَ مَعَاذُ اس کا تعلق ناقبل کی عبارت وَكَانَ الرَّجُلُ إِذَا جَاءَ يَسْأَلُ سے ہے۔ قولہ: قَالَ شُعْبَةُ: وَقَدْ سَمِعْتُهَا مِنْ حَصِينٍ: اوپر سند میں دیکھتے معلوم ہو گا کہ شعبہ شاگرد ہیں عمرو بن مرہ کے، تو یہاں شعبہ یہ کہہ رہے ہیں کہ شروع کا حصہ تو میں نے عمرو بن مرہ سے سنا تھا، اور یہ دوسرا حصہ حدیث کا میں نے جس طرح عمرو بن مرہ سے سنا تھا اسی طرح عمرو بن مرہ کے استاذ حصین سے بھی سنا، اس عبارت کے مطلب میں بھی وہ دوسرا احتمال جاری ہو گا جو پہلے بیان کیا گیا، یعنی یہ کہ یہ حصہ میں نے صرف حصین سے سنا عمرو بن مرہ سے نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

قولہ: ثُمَّ تَبَعْتُ إِلَى حَدِيثِ عَمْرِو بْنِ مَرْزُوقٍ: دراصل مصنف شروع سے اپنے استاذ عمرو بن مرزوق کی حدیث کے الفاظ نقل کرتے چلے آ رہے تھے، درمیان میں بطور جملہ معترضہ کے ابن المثنیٰ کی روایت میں جو اختلاف رواۃ تھا اس کو بیان کیا تھا اس لئے مصنف فرما رہے ہیں کہ اب میں پھر اپنے استاذ عمرو بن مرزوق کی روایت کے الفاظ نقل کر رہا ہوں۔

قولہ: قَالَ شُعْبَةُ: وَهَذِهِ سَمِعْتُهَا مِنْ حَصِينٍ: ہذا کا اشارہ جملہ سابقہ فَأَشَارُوا إِلَيْهِ کی طرف ہے، شعبہ کہتے ہیں کہ یہ جملہ میں نے صرف حصین سے سنا ہے اپنے دوسرے استاذ عمرو بن مرہ سے نہیں سنا، اس کتاب کا یہ مقام مشکل مواقع میں سے ہے جو بحمد اللہ حل ہو گیا، واقعہ یہ ہے کہ اس کتاب میں مصنف جو اختلافات رواۃ بیان کرتے ہیں جن کے شروع میں کبھی قال ابو داؤد لکھتے ہیں اور کبھی نہیں یہ مواقع اور ان کا حل اس کتاب میں خاص اہمیت رکھتا ہے، جو آج کل طلباء و مدرّسین کے درمیان قال ابو داؤد کے عنوان سے مشہور ہے کہتے ہیں کہ اس کتاب میں قال ابو داؤد کا سمجھنا بہت اہم ہے۔

قولہ: قَالَ: وَحَدَّثَنَا أَصْحَابُنَا الخ: یہاں سے راوی صیام سے متعلق تغیرات ثلاثہ کو بیان کر رہا ہے، حالانکہ نماز کا ابھی ایک تغیر باقی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اس روایت میں اختصار ہے، وہ تیسرا تغیر اگلی روایت میں آ رہا ہے۔

صوم کے تغیرات ثلاثہ: صوم کے تغیرات ثلاثہ یہ ہیں: حضور ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو اس وقت ہر ماہ تین روزے اور صوم عاشوراء فرض ہوئے (صوم عاشوراء کا ذکر آگے روایت میں آ رہا ہے) کچھ دن بعد اس حکم میں تغیر و تبدیلی واقع ہوئی اور نزل رمضان ہو، یعنی صیام رمضان شروع ہوئے تو ① پہلا تغیر یہ ہوا کہ ہر ماہ تین روزوں کے بجائے سال میں رمضان کے تیس روزے فرض ہوئے مگر اس طور پر کہ باوجود روزے پر قدرت کے ہر شخص کو اختیار تھا کہ خواہ روزہ رکھے یا اس کے بجائے فدیہ ادا کرے، کچھ روز بعد اس حکم میں بھی تغیر واقع ہوا ② اور آیت کریمہ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ③ نازل ہوئی اور فدیہ کا حکم صرف مریض اور مسافر کیلئے باقی رہ گیا اور مستطیع کے لئے صوم متعین ہو گیا یہ دوسرا تغیر ہوا، یعنی رخصت انظار میں تقیم کے بعد تخصیص، پھر ④ تیسرا تغیر یہ ہوا کہ

① سو جو کوئی پائے تم میں سے اس مہینہ کو تو ضرور روزے رکھے اسکے اور جو کوئی ہو پہلا مسافر تو اسکو گنتی پوری کرنی چاہیے اور دونوں سے (سورۃ البقرۃ ۱۸۵)

شروع میں حکم یہ تھا کہ صائم افطار کر لینے کے بعد سونے سے پہلے اکل و شرب و جماع کر سکتا ہے، اور جہاں سویا آنکھ لگی اس کے بعد اگر بیدار ہو تو کھانا پینا جماع ناجائز تھا، بہت روز تک ایسا ہی چلتا رہا لیکن پھر اس میں تغیر ہوا اس طرح کہ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے حضرت عمرؓ نے رات کی وقت میں اپنی بیوی سے صحبت کا ارادہ فرمایا اس نے کہا کہ میں تو سو گئی تھی حضرت عمرؓ نے سمجھا کہ ویسے ہی بہانہ کر رہی ہے کیونکہ اسکی عادت اس قسم کی تھی اس لئے انہوں نے اس سے صحبت کر لی۔

دوسرا واقعہ یہ پیش آیا کہ ایک انصاری صحابی جن کا نام صرمہ بن قیس ہے جو کاشتکار قسم کے آدمی تھے رمضان کے مہینے میں دن بھر تو وہ کھیت پر رہے روزے کی حالت میں محنت و مشقت کے کام کرتے رہے شام کو جب گھر پہنچے، اور روزہ افطار کرنے کا وقت ہو گیا تو انہوں نے گھر والوں سے کھانا طلب کیا فقالوا: حَتَّى نَسْتَحِنَ لَكَ شَيْئًا گھر والوں نے کہا کہ ذرا ٹھہریے کھانا ابھی گرم کر کے لاتے ہیں، اتنے وہ کھانا گرم ہوتا رہا ادھر ان کی آنکھ لگ گئی گھر والے کھانا گرم کر کے جب لائے تو دیکھا کہ ان کی آنکھ لگی ہوئی ہے، اب کھانا نہیں کھا سکتے تھے، بیچاروں کا ضعف کیوجہ سے برا حال ہو گیا تو ان دو واقعوں کے بعد آیت نازل ہوئی اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَقُ إِلَى نِسَائِكُمْ اور اسی کے آخر میں ہے وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ^۱، اس آیت کے نزول سے حکم سابق منسوخ ہوا اور ماہ رمضان کی رات میں مطلقاً کھانے پینے اور جماع کی اجازت ہو گئی، یہ روزے کا تغیر ثالث ہوا۔

۵۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، عَنْ أَبِي دَاوُدَ، ح وَحَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ الْمُهَاجِرِ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، عَنْ الْمُشْعُودِيِّ، عَنْ غَمْرَدِ بْنِ مُرَّةَ، عَنْ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، قَالَ: أُحِيلَتِ الصَّلَاةُ ثَلَاثَةَ أَخْوَالٍ، وَأُحِيلَ الصِّيَامُ ثَلَاثَةَ أَخْوَالٍ - وَسَأَلَ نَصْرُ الْحَدِيثَ بِطَوِيلِهِ وَاقْتَضَى ابْنُ الْمُثَنَّى مِنْهُ وَصَّصَةَ صَلَاتِهِمْ لِحُؤَيْيَةِ الْمُقَدِّسِ قَطْ - قَالَ: الْحَالُ الثَّلَاثُ أَنْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَ الْمَدِينَةَ فَصَلَّى - يَعْنِي لِحُؤَيْيَةِ الْمُقَدِّسِ - ثَلَاثَةَ عَشَرَ شَهْرًا، فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى هَذِهِ الْآيَةَ: { قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا قَوْلٍ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ }^۲ فَوَجَّهَهُ اللَّهُ تَعَالَى إِلَى الْكُعْبَةِ - وَتَمَّ حَدِيثُهُ - وَسَمَّى نَصْرُ صَاحِبَ الرُّؤْيَا، قَالَ: فَجَاءَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زَيْدٍ، رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ، وَقَالَ فِيهِ: فَأَسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ، قَالَ: اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ، مَرَّتَيْنِ، حَتَّى عَلَى الْفَلَاحِ، مَرَّتَيْنِ، اللَّهُ

۱ حلال ہوا تم کو روزہ کی رات میں نے حجاب ہونا اپنی عورتوں سے وہ پوشاک ہیں تمہاری اور تم پوشاک ہو انکی اللہ کو معلوم ہے کہ تم خیانت کرتے تھے اپنی جانوں سے سو معاف کیا تم کو اور درگزر کی تم سے پھر ملو اپنی عورتوں سے اور طلب کرو اس کو جو لکھ دیا ہے اللہ نے تمہارے لئے اور کھاؤ اور پیو جب تک کہ صاف نظر آئے تم کو دھاری سفید صبح کی جدادھاری سیاہ سے (سورۃ البقرۃ ۱۸۷)

۲ بے شک ہم دیکھتے ہیں بار بار اٹھنا تیرے منہ کا آسمان کی طرف، سو البتہ پھیریں گے ہم تجھ کو جس قبلہ کی طرف تو راضی ہو اب پھیر منہ اپنا طرف مسجد الحرام کے اور جس جگہ تم ہو اگر دھیر دھیر منہ اسی طرف (سورۃ البقرۃ ۱۴۴)

أَكْبَرُ. اللَّهُ أَكْبَرُ. لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ. ثُمَّ أَمْهَلَ مُنْتَبِهًا. ثُمَّ قَامَ. فَقَالَ مِنْهَا. إِلَّا أَنَّهُ قَالَ: زَادَ بَعْدَ مَا قَالَ: حَيَّ عَلَى الْقَلَا ح. قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ. قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ. قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَقَدْهَا بِلَالٌ» فَأَذَّنَ بِهَا بِلَالٌ. وَقَالَ فِي الصُّبُورِ: قَالَ: فَإِنْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ "يَصُومُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ، وَيَصُومُ يَوْمَ عَاشُورَاءَ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى {يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ} إِلَى قَوْلِهِ {طَعَامُ مَسْكِينٍ} فَكَانَ مَنْ شَاءَ أَنْ يَصُومَ صَامَ. وَمَنْ شَاءَ أَنْ يَفْطِرَ. وَيُطْعِمَ كُلَّ يَوْمٍ مَسْكِينًا، أَجْزَأُ ذَلِكَ. وَهَذَا حَوْلُ. فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى {شَهْرَ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ} إِلَى {أَيَّامٍ أُخَرَ} ^(١) فَتَبَيَّنَ الصِّيَامُ عَلَى مَنْ شَهِدَ الشَّهْرَ وَعَلَى الْمُسَافِرِ أَنْ يَقْضِي. وَتَبَيَّنَ الطَّعَامُ لِلشَّيْخِ الْكَبِيرِ وَالْعَجُوزِ الَّذِينَ لَا يَسْتَطِيعَانِ الصُّومَ. "وَجَاءَ صِرْمَةٌ وَقَدْ عَمِلَ يَوْمَهُ وَسَاقِ الْحَدِيثِ: **مجاز بن جبل** کہتے ہیں کہ نماز کے متعلق تین تبدیلیاں ہوئیں اور روزے کے متعلق بھی تین تبدیلیاں ہوئیں اس کے بعد نصر بن مہاجر نے اپنی حدیث مکمل ذکر کی، لیکن محمد بن ثنی استاد نے اس حدیث میں مسلمانوں کی بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنے کا قصہ ذکر کیا (اور دو تبدیلیاں ذکر نہیں کیں جبکہ نصر بن مہاجر نے نماز سے متعلق تینوں تبدیلیوں کو ذکر کیا تھا اور محمد بن ثنی نے صرف تیسری تبدیلی کو ذکر کیا) محمد بن ثنی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لائے تو تیرا مینے بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز ادا فرمائی اللہ پاک نے یہ آیت نازل فرمائی، ہم آپ کے آسمان کی جانب چہرے کے پھرنے کو جانتے ہیں پس ضرور بضرور ہم آپ کو وہ قبیلہ عطا فرمائیں گے جو آپ کی پسند ہے پس آپ اپنا چہرہ مسجد حرام کی جانب پھیر دیجئے اور تم لوگ زمین میں جہاں کہیں بھی ہو تو اپنا چہرہ مسجد حرام کی جانب پھیر لو پس اللہ رب العزت نے اپنے نبی ﷺ کے لئے کعبہ کو قبلہ بنادیا یہاں تک کہ محمد بن ثنی کی حدیث پوری ہو گئی اور نصر بن مہاجر استاد نے خواب دیکھنے والے صحابی کا نام ذکر کرتے ہوئے کہا کہ ایک انصاری صحابی عبد اللہ بن زید آئے اور عبد اللہ بن زید کو جو شخص خواب میں نظر آیا اس نے قبلہ رخ ہو کر اذان کہی اللہ اکبر اللہ اکبر دو مرتبہ اَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ. اَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ دو مرتبہ اَشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ. اَشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ دو مرتبہ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ دو مرتبہ حَيَّ عَلَى الْقَلَا ح دو مرتبہ اللَّهُ أَكْبَرُ. اللَّهُ أَكْبَرُ. لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پھر وہ فرشتہ تھوڑے سے وقت ٹھہرا اور اس نے اسی طرح کے کلمات دوبارہ کہے (اقامت کے) البتہ اس میں فرشتے نے حَيَّ عَلَى الْقَلَا ح کے بعد قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ کا اضافہ کیا، نبی اکرم ﷺ نے عبد اللہ بن زید سے ارشاد فرمایا یہ کلمات حضرت بلالؓ سے کہلو او پس حضرت بلالؓ نے ان کلمات کے ذریعے اذان دی..... نصر بن مہاجر استاد نے روزے کی تبدیلیاں کے متعلق فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ ہر مہینہ تین دن کا روزہ رکھتے اور دس محرم کا روزہ رکھتے اس کے بعد اللہ پاک نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی اے مسلمانوں تم پر رمضان کے روزے فرض کئے گئے ہیں جیسا کہ تم سے پہچلی امتوں پر بھی روزے فرض کیے گئے تھے تاکہ تم متقی

بن جاوید گنتی کے دن ہیں پس تم میں سے جو شخص بیمار ہو یا مسافر ہو تو وہ ان دنوں کے علاوہ دنوں میں روزہ رکھے اور جن لوگوں میں روزہ رکھنے کی طاقت ہے (اور پھر وہ روزہ رکھنا نہ چاہیں) تو وہ ایک غریب شخص کو کھانا کھلا کر اس روزہ کا فدیہ دے سکتے ہیں۔ پس صحابہ کرام میں جس کا دل چاہتا روزہ رکھتا اور جس کا دل چاہتا روزہ نہ رکھتا اور ایک غریب کو ایک دن کا کھانا کھلا کر اس کا فدیہ دے دیتا تو یہ اس کی طرف سے کافی ہو جاتا یہ روزے کے پہلی تبدیلی کا بیان ہوا دوسری تبدیلی یہ ہوئی کہ اللہ پاک نے یہ آیت نازل فرمائی کہ رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن پاک نازل ہوا لوگوں کی رہنمائی کیلئے اور اس قرآن کریم میں رہنمائی کیلئے واضح آیتیں اور دلائل ہیں اور یہ قرآن کریم حق اور باطل میں تمیز کرنے والا ہے پس تم میں سے جو شخص ماہ رمضان کو پائے (مقیم ہونے کی حالت میں تو وہ ہر حال میں روزہ رکھے اور جو بیمار ہو یا مسافر ہو تو وہ دوسرے دنوں میں روزے رکھ سکتا ہے اس آیت نے رمضان المبارک پانے والے لوگوں پر روزہ کو متعین کر دیا اور مسافر کے لئے روزہ قضا کرنے کی اجازت دیدی اسی طرح عمر رسیدہ شخص اور بوزھے شخصوں کیلئے جو روزہ نہیں رکھ سکتے روزہ چھوڑنے کی اجازت دیدی (یہ دوسری تبدیلی ہو گئی کیونکہ شروع میں ہر مہینہ کے تین دن کے روزہ اور دس محرم کا روزہ فرض تھا وہ حکم منسوخ ہوا اور رمضان کے روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا لیکن اختیار دیا گیا تھا کہ روزہ رکھو یا فدیہ دو اور اب اس آیت نے روزہ کو متعین اور لازمی قرار دیدیا صحیح اور مقیم کے حق میں گزشتہ اختیار کو ختم کر دیا) تیسری تبدیلی یہ ہوئی کہ صرمہ صحابی دربار محنت کر کے گھر آئے (اور بغیر کھائے پیئے سو گئے تو ان پر کھانا حرام ہو گیا پھر بغیر کھائے پیئے انہوں نے اگلے دن روزہ رکھ لیا تو آپ ﷺ نے ان کو دیکھا کہ سخت مشقت کی حالت میں ہیں اس پر آپ ﷺ نے اس کی وجہ دریافت کی تو صحابی نے اپنا پورا واقعہ ذکر کیا کہ میں گزشتہ روز محنت کرنے کے بعد شام کو گھر پہنچا تو بغیر کچھ کھائے پیئے سو گیا اور آج صبح سے دوبار روزہ سے ہوں۔۔۔۔۔ اس پر قرآن کریم کی آیت اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِنْ نَزَلَ (ہوئی)۔

سنن أبي داود - الصلاة (۵۰۷) مسند احمد - مسند الانصار رضي الله عنهم (۲۴۷/۵)

قوله: الْحَالُ الثَّالِثُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَ الْمَدِينَةَ فَصَلَّى - يَعْنِي نَحْوَ بَيْتِ الْمُقَدَّسِ -

ثَلَاثَةَ عَشَرَ شَهْرًا: نماز کے تغیرات ثلاثہ میں جو تغیر ثالث گزشتہ روایت میں رہ گیا تھا وہ یہ ہے:

نماز کا تغیر ثالث: حضور ﷺ جب ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو تیزہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے رہے لیکن آپ ﷺ کی خواہش یہ تھی کہ آپ ﷺ کا قبلہ وہ ہو جو آپ کے باپ ابراہیم علیہ السلام کا تھا جیسا کہ اس آیت میں اس کا ذکر ہے قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ چنانچہ آپ ﷺ کی خواہش کے مطابق مدت مذکورہ فی الحدیث کے بعد تحویل قبلہ ہوا اور ارشاد ہوا قَوْلٍ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ کہا گیا ہے کہ تحویل قبلہ اول نسخ وقع فی شریعتہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

تحويل قبلہ سے متعلق دو بحثیں: جاننا چاہئے کہ یہاں دو بحثیں ہیں: بحث اول: تحويل قبلہ ہجرت سے کتنی مدت بعد ہوا اس میں روایات مختلف ہیں بخاری کی روایت میں سِتَّةَ عَشَرَ شَهْرًا أَوْ سَبْعَةَ عَشَرَ شَهْرًا^① مذکور ہے، اور ابو حواریہ کی روایت میں سولہ ماہ ہے^② اور مسند احمد میں سترہ ماہ ہے، اور ابن ماجہ میں اٹھارہ ماہ ہے^③، ابو داؤد کی اس روایت میں تیرہ ماہ ہے اس کے علاوہ بھی روایات ہیں، آپ ﷺ کا قدم مبارک مدینہ منورہ میں بالاتفاق ماہ ربیع الاول میں ہوا اور تحويل قبلہ صبح اور مشہور قول کی بنا پر رجب ۲^م میں ہوا، اب اگر ابتداء و انتہاء دونوں کو مستقل شمار کیا جائے تو سترہ ماہ ہوتے ہیں اور اگر دونوں کو ملا کر ایک کر دیں تو سولہ ماہ ہوتے ہیں، بظاہر اسی کے پیش نظر بخاری کی روایت میں سولہ یا سترہ وارد ہوا ہے۔

بحث ثانی: آپ ﷺ ہجرت سے پہلے مکہ مکرمہ میں کس طرف استقبال فرماتے تھے بیت اللہ کی طرف یا بیت المقدس کی طرف سو اس میں تین قول ہیں:

① مکہ میں آپ ﷺ نماز میں بیت اللہ کا استقبال کرتے تھے یہاں تک کہ آپ ﷺ نے ہجرت فرمائی۔

② آپ ﷺ مکہ مکرمہ میں شروع میں کعبہ کا استقبال فرماتے تھے اور پھر مکہ ہی کے قیام میں قبل ہجرت استقبال بیت المقدس کے مامور ہوئے۔

③ آپ ﷺ مکہ مکرمہ میں بیت المقدس کا استقبال فرماتے تھے مگر اس طور پر کہ بیت اللہ بھی سامنے رہے۔

علی القولین الاولین قبلہ کے بارے میں تعدد نسخ مانا پڑیگا جیسا کہ مشہور ہے، اور قول ثالث پر نسخ قبلہ میں تعدد نہ ہوگا، کچھ احکام ایسے ہیں جن میں تعدد نسخ ہوا اور وہ چار ہیں جن کی تعیین باب الوضوء مامست النار میں گذر چکی۔

۳۱۔ باب فی الإقامة

اقامت کا بیان

اقامت اصطلاح فقہاء میں ان الفاظ مخصوصہ کا نام ہے جو اعلام حاضرین کے لئے کہے جاتے ہیں۔

۵۰۸ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ سَمَاعٍ بْنِ عَطِيَّةٍ، ح وَحَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وَهْبٌ، جَمِيعًا عَنْ أَنُوبَ، عَنْ أَبِي قَلَابَةَ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: «أَمَرَ بِلَالٌ أَنْ يَشْفَعَ الْأَذَانَ وَيُؤَيِّزَ الْإِمَامَةَ»، رَوَاهُ حَمَّادٌ فِي حَدِيثِهِ: إِلَّا الْإِمَامَةَ.

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت بلالؓ کو حکم دیا گیا کہ وہ اذان کے کلمات جفت جفت کہیں اور اقامت

① صحیح البخاری - کتاب التہجد - سورة البقرة ۴۲۱۶

② مسند أبي حنيفة - كتاب التہجد وما فيها - باب بيان اول مسجد وضع في الارض واول قبله ۱۱۶۲ - ۱۱۶۵ ج ۱ ص ۳۲۸ - ۳۲۹

③ سنن ابن ماجه - كتاب إقامة الصلاة والسنة فيها - باب القبلة ۱۰۱۰

کے کلمات طاق طاق کہیں حماد راوی نے یہ اضافہ کیا کہ سوائے قد قامت الصلاة کے کلمے کے کہ وہ اقامت میں دو دفعہ کہا جائے۔
شرح حدیث حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ حَرْبٍ... قَوْلُهُ: بِجَمِيعَةٍ عَنْ أَيُّوبَ: مصنف نے دو سندیں ذکر فرمائی ہیں پہلی سند سماک پر آکر رک گئی اور دوسری وہیب پر اور یہ دونوں روایت کرتے ہیں ایوب سختیانی سے، ایوب ملتقی السندی ہیں ابو قلابہ کا نام عبد اللہ بن زید ہے۔

قَوْلُهُ: أَمْرٌ بِلَالٍ أَنْ يَشْفَعَ الْأَذَانَ وَيُؤَيِّزُ الْإِقَامَةَ... یعنی حضرت بلالؓ اس بات کے مامور تھے کہ کلمات اذان کو شفعا کہیں اور کلمات اقامہ کو فردا فردا یعنی ایک ایک بار۔

قَوْلُهُ: زَادَ حَمَّادٌ فِي حَدِيثِهِ: إِلَّا الْإِقَامَةَ: اس لفظ کی زیادتی سماک کی روایت میں ہے وہیب کی روایت میں نہیں ہے اس کے بعد آپ سمجھئے کہ ہمارے یہاں یہ پہلے آچکا کہ ائمہ ثلاث اقامہ میں ایثار کے قائل ہیں اور حنفیہ شنیہ کے۔

ائمہ اربعہ کے نزدیک کلمات اقامہ کی تعداد: حنفیہ کے نزدیک کلمات اقامت سترہ ہیں جبکہ اذان کے کلمات ان کے یہاں پندرہ ہیں لفظ قد قامت الصلاة کی وجہ سے دو کا اضافہ ہو گیا اور امام شافعیؒ و احمدؒ کے نزدیک اس کے کل کلمات گیارہ ہیں تکبیر شروع اور آخر دونوں جگہ دو دو مرتبہ ہے اسی طرح لفظ قد قامت الصلاة دو مرتبہ اور باقی تمام کلمات ایک ایک مرتبہ ہیں، اور امام مالکؒ کے نزدیک کلمات اقامت دس ہیں ان کے نزدیک لفظ قد قامت الصلاة بھی ایک مرتبہ ہے، وہ یہ کہتے ہیں کہ روایت میں إِلَّا الْإِقَامَةَ ایوب سختیانی کی جانب سے درج ہے۔

حدیث الباب جمہور کی دلیل: یہ اوپر والی حدیث متفق علیہ ہے اور اس لحاظ سے بہت قوی ہے اور افراد اقامت میں جمہور علماء کا مستدل ہے... علامہ شوکانی فرماتے ہیں کہ افراد اقامت کی احادیث اگرچہ زیادہ صحیح ہیں بوجہ اس کے کہ وہ صحیحین کی ہیں لیکن احادیث شنیہ ایک زیادتی پر مشتمل ہیں لہذا ان کی طرف مصیر اور رجوع لازم ہے، (کنزانی البذل) ①۔

حدیث الباب کے خلاف دوسری روایات: اس کے بعد آپ سمجھئے کہ اقامت بلالؓ کے بارے میں روایات حدیثیہ مختلف ہیں، صحیحین میں تو ایثار وارد ہے لیکن دوسری کتب حدیث میں ان کی اقامت میں بھی شنیہ ثابت ہے، چنانچہ حاکم اور بیہقی (فی الخلائیات) اور طحاویؒ نے سوید بن غفلہ سے روایت کیا ان بلالؓ کان یثني الأذان والإقامة ②، لیکن حاکم نے اسمیں انقطاع کا دعویٰ کیا ہے اس پر حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا طحاویؒ کی روایت میں سماع کی تصریح ہے سوید بن غفلہ کہتے ہیں سَمِعْتُ بِلَالَ، لَهَذَا انقطاع کا اشکال مرتفع ہو گیا اسی طرح طبرانی کی ایک روایت میں وارد ہے، اگرچہ ضعیف ہے عَنْ بِلَالٍ أَنَّهُ كَانَ يَجْعَلُ الْأَذَانَ وَالْإِقَامَةَ سَوَاءً مَثْنًى مَثْنًى ③، اب جب صورت حال یہ ہے کہ ان روایات سے اقامت بلالؓ کا شی ہونا معلوم ہوتا ہے تو پھر اُمُر

① بلال السجور فی حل ابی داؤد - ج ۴ ص ۵۶

② شرح معانی الآثار - کتاب الصلاة - باب الإقامة - کیفی ۸۲۷ ج ۱ ص ۱۳۴

③ مسند الشامیین للطبرانی رحمہ اللہ ج ۱ ص ۱۳۴ ج ۲ ص ۲۴۴، نصب الرابة لأحادیث الهدایة ج ۱ ص ۲۶۹

بَلَّالٌ أَنْ يُؤَيِّدَ الْإِقَامَةَ كِي تَادِيلُ كِي جَائِي كِي تَا كِي رَوَايَاتِ مِيس تَعَارُضِ نَبِهْ هُو۔

حدیث الباب کی تاویل: حنفیہ کی طرف سے اس کی ایک مشہور تاویل یہ کی جاتی ہے جیسا کہ شامی میں ہے کہ ایثار سے مراد ایثار الصوت ہے ①، یعنی دو کلموں کو ملا کر ایک سانس میں ادا کرنا اور اس کو حد را پڑھنا بخلاف اذان کے کہ اس میں ترمیل ہے ٹھہر ٹھہر کر ہر کلمہ کو مستقل سانس میں اداء کرنا، اور حضرت شیخ اس حدیث کی یہ تاویل فرماتے تھے کہ میرے نزدیک اس کا تعلق ہر اذان سے نہیں بلکہ صرف اذان صبح سے ہے، حضور ﷺ کے زمانہ میں صبح کے وقت دو مرتبہ اذان ہوتی تھی، ایک آخر شب میں تہجد کے لئے اور دوسری صبح صادق کے بعد صبح کی نماز کیلئے، ایک مرتبہ بلالؓ کہتے تھے اور ایک مرتبہ ابن ام مکتومؓ تو اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ اذان تو شفعا یعنی دو مرتبہ کہی جائے اور اقامت صرف ایک بار، کلمات اقامت کا ایثار مراد نہیں ہے۔

تثنیہ اقامت میں حنفیہ کے مزید دلائل: نیز حنفیہ کی دلیل عبد اللہ بن زیدؓ کی حدیث ② ہے اس لئے کہ اس کے بعض طرق سے اقامت کا شفی ہونا معلوم ہوتا ہے جمہور نے اس پر یہ اعتراض کیا کہ عبد اللہ بن زیدؓ کی حدیث منقطع ہے، جواب یہ ہے کہ انقطاع اس کے بعض طرق میں ہے سب میں نہیں، اس پر تثنیہ ہمارے یہاں پہلے بھی گذر چکی، نیز امام ترمذیؒ نے اس کو دونوں طریق سے ذکر کر کے طریق متصل کو ③ صحیح کہا ہے، اور دوسری دلیل سوید بن غفلہ کی حدیث ہے ان بلال کان یثنی الاذان والاقامة یہ بھی ہمارے یہاں پہلے گذر چکی، نیز حدیث ابو مخزومہ چنانچہ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں وحدیث ابی مخزومہ فی تثنیة الإقامة مشہور عند النسائی وغیرہ ④، بذل المجہود میں حافظ ابن قیمؒ سے نقل کیا ہے حاصل اختلاف یہ ہے کہ امام شافعیؒ نے اذان ابو مخزومہ اور اقامت بلال کو اختیار کیا اور امام ابو حنفیہؒ نے اس کے برعکس یعنی اذان بلال اور اقامت ابو مخزومہ کو لیکن میں کہتا ہوں ہمیں یہ بات تسلیم نہیں کہ حنفیہ نے اذان بلال کو لیا اور اقامت بلال کو نہیں لیا، بلکہ ہم کہتے ہیں کہ حنفیہ نے اذان بلال و اقامت بلال دونوں کو لیا ہے، جیسا کہ ابھی ہم اوپر ثابت کر چکے ہیں، اور حدیث الباب مؤول ہے، مولانا عبد الحکیم صاحبؒ لکھتے ہیں قال النخعی قال: اول من نقص الإقامة معاوية بن أبي سفيان، وقيل بنو أمية ⑤، یعنی امراء بنو امیہ کی یہ

① رد المختار علی الدر المختار - ج ۲ ص ۵۵

② لیکن یہ بھی صحیح ہے کہ ان کی حدیث کے بعض طرق میں افراد اقامت ہے۔

③ چنانچہ انہوں نے اولاد روایت کی تخریج طریق منقطع کے ساتھ کی عن عبد الرحمن بن أبي ليلى، عن عبد الله بن زيد، قال: «كان آذان رسول الله صلى الله عليه وسلم شفعاً شفعاً في الاذان والاقامة»، پھر آگے اختلاف طرق کے ذیل میں فرماتے ہیں وقال شعبه، عن عمرو بن مرة، عن عبد الرحمن بن أبي ليلى، قال: «حدثنا أصحاب محمد صلى الله عليه وسلم أن عبد الله بن زيد رأى الآذان في الشام، وهذا أصح من حديث أبي ليلى، وعبد الرحمن بن أبي ليلى لم يسمع من عبد الله بن زيد (جامع الترمذی - کتاب الصلوة - باب ما جاء أن الإقامة مثني مثني ۱۹۴)۔

④ التلخیص الحیدری فی بحر بیح اُحدیث الرافعی الکبیر ج ۱ ص ۳۵۹

⑤ بذل المجہود فی حل ابی داؤد - ج ۴ ص ۵۹

حرکت ہے کہ انہوں نے اقامت کو ناقص کر دیا اس کے کلمات پورے نہیں کہتے تھے۔

۵۰۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَسْعَدَةَ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ خَالِدِ بْنِ الْحَدَّادِ، عَنْ أَبِي قَلَابَةَ، عَنْ أَنَسٍ، مِثْلَ حَدِيثِ وَهْبٍ قَالَ: إِسْمَاعِيلُ، فَحَدَّثْتُ بِهِ أَيُّوبَ، فَقَالَ: إِلَّا الْإِقَامَةَ

حضرت انس سے گزشتہ حدیث کے مثل روایت ہے جس طرح وہیب راوی نے نقل کی تھی۔ استاد اسماعیل کہتے ہیں میں نے یہ حدیث ایوب کو سنائی تو ایوب نے فرمایا سوائے قد قامت الصلوة کے کہ یہ کلمہ دو مرتبہ کہا جائے گا اور اس کے علاوہ باقی کلمات اقامت میں ایک ایک دفعہ کہے جائیں گے۔

صحیح البخاری - الأذان (۵۷۸) صحیح البخاری - الأذان (۵۸۰) صحیح البخاری - الأذان (۵۸۱) صحیح البخاری - الأذان (۵۸۲) صحیح البخاری - أحاديث الأنبياء (۳۲۷۰) صحیح مسلم - الصلاة (۳۷۸) جامع الترمذی - الصلاة (۱۹۳) سنن النسائي - الأذان (۶۲۷) سنن أبي داود - الصلاة (۵۰۸) سنن ابن ماجه - الأذان والسنة فيه (۷۲۹) سنن ابن ماجه - الأذان والسنة فيه (۷۳۰) مسند احمد - باقي مسند البكرين (۱۰۳/۳) مسند احمد - باقي مسند البكرين (۱۸۹/۳) سنن الدارمي - الصلاة (۱۱۹۴)

شرح الحديث حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَسْعَدَةَ... قَوْلُهُ: قَالَ: إِسْمَاعِيلُ، فَحَدَّثْتُ بِهِ أَيُّوبَ، فَقَالَ: إِلَّا الْإِقَامَةَ: پہلی سند میں ابو قلابہ سے روایت کر نیوالے ایوب تھے اور اسکیں ان سے روایت کر نیوالے خالد خذاء ہیں، اسماعیل کہتے ہیں کہ یہ حدیث مجھ کو شروع میں خالد سے پہنچی تھی پھر میں نے یہ حدیث انکے عدیل ایوب کو جا کر سنائی تو انہوں نے اس حدیث میں إِلَّا الْإِقَامَةَ کا اضافہ کیا۔

ہام مالک کے نزدیک لفظ قد قامت الصلوة میں بھی افراد ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا، وہ فرماتے ہیں کہ اس استثناء کے ساتھ ایوب متفرق ہیں لہذا اس حدیث کے ثبوت میں تردد ہے۔

۵۱۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، سَمِعْتُ أَبَا جَعْفَرٍ، يُحَدِّثُ عَنْ مُسْلِمٍ أَبِي النَّثْنِ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: "إِنَّمَا كَانَ الْأَذَانُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّتَيْنِ، مَرَّتَيْنِ وَالْإِقَامَةُ مَرَّةً، مَرَّةً غَيْرَ أَنَّهُ يَقُولُ: قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، فَإِذَا سَمِعْنَا الْإِقَامَةَ تَوَخَّأْنَا، ثُمَّ خَرَجْنَا إِلَى الصَّلَاةِ." قَالَ شُعْبَةُ: وَلَمْ أَسْمَعْ مِنْ أَبِي جَعْفَرٍ غَيْرَ هَذِهِ الْحَدِيثِ.

ابن عمر فرماتے ہیں کہ عہد نبوی ﷺ میں اذان کے کلمات دو دو مرتبہ ہوتے تھے اور اقامت کے کلمات ایک ایک مرتبہ ہوتے تھے، البتہ اقامت میں مؤذن قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ دو مرتبہ کہا کرتا، جب ہم اقامت سنتے تو وضو کر کے نماز کیلئے نکل کھڑے ہوتے۔ شعبہ کہتے ہیں کہ میں نے ابو جعفر سے اس حدیث کے علاوہ کوئی حدیث نہیں سنی۔

شرح الحديث حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ... قَوْلُهُ: سَمِعْتُ أَبَا جَعْفَرٍ، يُحَدِّثُ عَنْ مُسْلِمٍ: ابو جعفر کا نام محمد بن

ابراہیم بن مسلم ہے ان کی ثقاہت علماء کے درمیان مختلف فیہ ہے اس حدیث کو یہ اپنے دادا مسلم سے روایت کرتے ہیں۔
فَإِذَا سَمِعْنَا الْإِقَامَةَ تَوَضَّأْنَا، ثُمَّ خَرَجْنَا إِلَى الصَّلَاةِ: یہ روایت حضرت ابن عمرؓ کی ہے جس میں وہ فرما رہے ہیں کہ جب ہمارے کان میں اقامت کی آواز پڑتی تھی تو جلدی سے کھڑے ہو کر وضوء کرتے تھے اور نماز کیلئے چلے جاتے تھے۔

حدیث کی توجیہ: یہاں پر یہ خلیجان ہوتا ہے کہ جب نماز کھڑی ہونے پر وضوء کی جائیگی اگر مسبوق نہ ہو تو کم از کم تکبیر اولیٰ تو فوت ہوگی ہی^۱ اور یہ کہنے والے صحابی ہیں کہ ہم ایسا کرتے تھے، اس پر شارح ابن رسلانؒ لکھتے ہیں یعنی فی بعض الاوقات أو بعض الصحابة^۲ یعنی یہ مطلب نہیں کہ سارے ہی صحابہ اتنی دیر کرتے تھے بلکہ ان میں سے بعض، نیز احیانا (کبھی کبھار) کہ دائمہ ابن رسلانؒ کے اس کلام سے کچھ خلیجان میں کمی ہو گئی، اور میرے ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ اس کلام کے قائل ابن عمرؓ ہیں جو عمر کے اعتبار سے صغار صحابہ میں ہیں، غزوہ خندق والا سال انکے بلوغ کا سال ہے اور ظاہر ہے کہ ابتداء ہجرت میں ان کی عمر گیارہ بارہ سال ہوگی، اسی طرح انکے اور دوسرے ساتھی جو ان کے ہم عمر ہوں گے ان کے بارے میں یہ بات کہی جا رہی ہے، اور حضرت گنگوہیؒ کی تقریر میں اس کی ایک اور تاویل کی گئی ہے وہ یہ کہ فَإِذَا سَمِعْنَا الْإِقَامَةَ اس شرط کی جزاء تَوَضَّأْنَا نہیں ہے بلکہ خَرَجْنَا إِلَى الصَّلَاةِ ہے اور درمیان میں تَوَضَّأْنَا جملہ حالیہ ہے اور تقدیر عبارت یہ ہے فَإِذَا سَمِعْنَا الْإِقَامَةَ وَقَدْ تَوَضَّأْنَا خَرَجْنَا إِلَى الصَّلَاةِ یعنی جب ہم اقامت کی آواز سنتے اور حال یہ کہ پہلے وضوء کئے ہوتے تھے تو فوراً نماز کے لئے چلے جاتے تھے اور حضرت شیخ نے حاشیہ بذل میں لکھا ہے کہ مولانا عبدالحی صاحب نے سماعیہ میں ابو داؤد کی یہ روایت نقل کی ہے لیکن اس کے الفاظ بجائے تَوَضَّأْنَا کے تَوَضَّأْنَا ہی تھا یا نہیں یعنی جب ہم اقامت کی آواز سنتے تھے تو نماز کے لئے فوراً تیار ہو جاتے تھے^۳۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنُ قَابُوسٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ يَعْنِي الْعَقْلِيَّ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرِو، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي

جَعْفَرٍ، مُؤَدِّنَ مَسْجِدِ الْكُوفَةِ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا الْمُنَثَّيْ مُؤَدِّنَ مَسْجِدِ الْأَكْبَرِ يَقُولُ: سَمِعْتُ ابْنَ عَمْرٍو سَأَلَ الْحَدِيثَ.

ابو جعفر جو کہ مسجد عریان (جو کوفہ کی ایک مسجد ہے) کے مؤذن سے روایت ہے کہ میں نے ابو المنثی سے

سنا جو کہ کوفہ کی بڑی جامع مسجد کے مؤذن تھے وہ کہتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن عمرؓ سے یہ حدیث سنی۔

۱ ہمارے حضرت شیخ رفیع الدین کی بحث میں فرمایا کرتے تھے کہ شافعیہ کا اس سلسلہ میں نہایت معروف و مشہور متادل ابن عمرؓ کی حدیث ہے اور حنفیہ کی دلیل عدم رفع میں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی حدیث ہے جو مبارک صحابہ میں سے ہیں، اور حضور ﷺ کے ارشاد مبارک لِيَلْبِسِي مِنْكُمْ أَوَّلَ الْإِسْلَامِ وَالْأَخْيَرِ (مسلمہ ہرقمہ ۴۳۲) کا مصداق ہیں، ظاہر ہے کہ وہ اگلی صف میں ہوتے ہوں گے، اور حضرت ابن عمرؓ اپنے بارے میں خود فرما رہے ہیں کہ میں اور میرے ساتھی اقامت کی آواز سکر وضوء کیلئے کھڑے ہوتے تھے، اب ظاہر ہے کہ وہ نماز میں پچھلی صف میں ہوتے ہوئے تو حضور ﷺ کی کیفیت سے نماز کے بارے میں اگلی صف والے زیادہ باخبر ہوں گے یا پچھلی صف والے؟

۲ بذل المجہود فی حل ابی داؤد - ج ۴ ص ۶۱

۳ بذل المجہود فی حل ابی داؤد - ج ۴ ص ۶۲

سنن النسائي - الأذان (٦٢٨) سنن أبي داود - الصلاة (٥١٠) مسند أحمد - مسند المكفرين من الصحابة (٨٥/٢) مسند

أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٨٧/٢) سنن الدارمي - الصلاة (١١٩٣)

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنُ قَابُوسٍ... قَالَ: عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ، مُؤَذِّنِ مَسْجِدِ الْعُرَيْيَانِ: يَهْدِي أَبُو جَعْفَرٍ هِيَ

پہلی سند میں آئے تھے یہاں ان کی ایک صفت زائد مذکور ہے مؤذِّنِ مَسْجِدِ الْعُرَيْيَانِ، اور بعض کتب حدیث (طحاوی) میں اس طرح ہے: عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ الْقُرَّاءِ^①، لیکن بعض علماء کہتے ہیں کہ ابو جعفر الفراء اور راوی ہیں اور ابو جعفر مؤذن مسجد العریان دوسرے راوی ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

بذل میں لکھا ہے کہ مسجد عربان شاید کہ یہ مسجد کوفہ میں ہے اور ابن رسلان^② لکھتے ہیں کہ شاید یہ مسجد بصرہ میں ہے اس لئے کہ ابو جعفر راوی بصری ہیں نیز ابن رسلان^③ لکھتے ہیں العریان ضد الکاسی یعنی برہنہ^④، پس اس سے آگے انہوں نے کچھ نہیں لکھا غالباً اسکا ترجمہ یہ ہوا، مسجد الفقراء والمساکین، جیسے ہمارے عرف میں نادار آدمی کو کہہ دیتے ہیں بھوکا نکلا۔

فتبیہ: نسائی شریف میں بَابُ التَّثْوِيلِ فِي أَذَانِ الْفَجْرِ میں ایک عبارت ہے وَلَيْسَ بِأَبِي جَعْفَرٍ الْقُرَّاءِ^⑤، اس پر الفیض السامی میں کچھ کلام ہے جو دیکھنا چاہیے وہاں دیکھ لے مناسبت مقام کی وجہ سے اس پر ہم نے تبیہ کر دی ہے۔
قوله: مُؤَذِّنِ مَسْجِدِ الْأَكْبَرِ: لکھا ہے کہ کوفہ میں یہ ایک مسجد ہے۔

۳۲۔ بَابُ فِي الرَّجُلِ يُؤَذِّنُ وَيُقِيمُ آخِرُ

ایک شخص اذان دے اور دوسرا اقامت کہے اس طرح کرنا بھی جائز ہے

اذان ایک کہے اور اقامت دوسرا شخص، مسئلہ مختلف فیہ ہے، امام شافعی و احمد کے نزدیک مکروہ ہے اور امام مالک کے یہاں مطلقاً مباح ہے اور حنفیہ کے نزدیک بلا کر اہت جائز ہے بشرطیکہ مؤذن اس پر راضی ہو، ورنہ مکروہ ہے۔

٥١١ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْأَذَانِ أَشْيَاءَ، لَمْ يَصْنَعْ مِنْهَا شَيْئًا، قَالَ: فَأُمرِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زَيْدٍ الْأَذَانَ فِي الْمَنَامِ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ فَقَالَ: «أَلْقِهِ عَلَى بِلَالٍ»، فَالْقَاءُ عَلَيْهِ فَأَذَّنَ بِلَالٌ، فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ: أَنَا أَرَأَيْتَهُ وَأَنَا كُنْتُ أُرِيدُكَ، قَالَ: «فَأَوْقَمَ أَنْتَ».

عبد اللہ بن زید فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے اعلان کرانے میں کچھ چیزوں کا ارادہ کیا (یعنی نصاریٰ کی

① شرح معانی الآثار - کتاب الصلاة - باب الإقامة کیف ہی؟ ۸۲۲ ج ۱ ص ۱۳۳

② بذل الجہود فی حل أبي داود - ج ۴ ص ۶۲

③ سنن النسائي - کتاب الأذان - باب التثويب في أذان الفجر ۶۴۸

ناقص و غیرہ کے ذریعہ منادی کرانے کا اعلان کیا) حالانکہ آپ ﷺ نے ابھی تک ان کاموں میں سے کوئی بھی کام نہیں فرمایا تھا (تشبہ بالکفار سے بچنے کے سبب) پس عبد اللہ بن زیدؓ کو خواب میں اذان دکھائی گئی چنانچہ عبد اللہ بن زیدؓ نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا خواب عرض کیا تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بلالؓ کو یہ کلمات کہلو اور چنانچہ انہوں نے حضرت بلالؓ کو وہ کلمات کہلوائے اور حضرت بلالؓ نے ان کلمات کے ساتھ اذان دی پس عبد اللہ بن زیدؓ نے عرض کیا میں نے خواب دیکھا تھا اور میں یہ چاہتا ہوں کہ میں ہی اذان دوں تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تم اقامت کہنا۔

شرح الحدیث حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: **تحقیق السند:** عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ: یہ محمد، عبد اللہ بن زید بن عبد ربہ کے بیٹے ہیں لہذا سند میں بجائے عَنْ عَمْرِو کے عَنْ أَبِيہ^۱ ہونا چاہیے جیسا کہ ظاہر ہے۔ لہذا یہ کسی راوی کا وہم ہے اور اس سے اگلی سند میں اس طرح ہے سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مُحَمَّدٍ، قَالَ: كَانَ جَدِّي عَبْدَ اللَّهِ بْنُ زَيْدٍ اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ راوی محمد بن عبد اللہ نہیں بلکہ ان کے بیٹے عبد اللہ بن محمد ہیں یعنی عبد اللہ بن زید کے پوتے۔ حافظ ابن حجرؒ کی تحقیق میں یہی صحیح ہے^۲، باب کی اس پہلی حدیث کا مضمون واضح ہے، اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ اقامت غیر مؤذن کہہ سکتا ہے۔

۵۱۲ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو، وَشَيْخٌ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مِنَ الْأَنْصَارِ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مُحَمَّدٍ، قَالَ: كَانَ جَدِّي عَبْدَ اللَّهِ بْنُ زَيْدٍ، يُحَدِّثُ بِهَذَا الْحَبَرِ قَالَ: فَأَقَامَ جَدِّي عبد اللہ بن محمد کہتے ہیں کہ میرے دادا عبد اللہ بن زید نے یہ واقعہ سنایا چنانچہ عبد اللہ بن محمد کہتے ہیں کہ پھر میرے دادا نے اقامت کہی۔

تخریج جامع الترمذی - الصلاة (۱۸۹) سنن ابی داود - الصلاة (۵۱۲) سنن ابن ماجہ - الأذان والسنن (۷۰۶) مسند احمد - أول مسند الدينين رضي الله عنهم أجمعين (۴۲/۴) مسند احمد - أول مسند الدينين رضي الله عنهم أجمعين (۴۲/۴) سنن الدارمي - الصلاة (۱۱۸۷)

۵۱۳ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ غَانِمٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ زَيْدٍ يَعْنِي الْأَكْبَرِيَّ، أَنَّهُ سَمِعَ زَيْدَ بْنَ نَعِيمٍ الْحَضْرَمِيَّ، أَنَّهُ سَمِعَ زَيْدَ بْنَ الْحَارِثِ الصَّدَائِقِيَّ، قَالَ: لَمَّا كَانَ أَوَّلُ أَذَانِ الصُّبْحِ أَمَرَنِي يَعْزِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَذَنْتُ، فَجَعَلْتُ أَقُولُ: أَيْمُ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ فَجَعَلَ يُنْظِرُ إِلَى نَاحِيَةِ الْمَشْرِقِ إِلَى الْقَجْرِ، فَيَقُولُ: «لَا» حَتَّى إِذَا طَلَعَ الْقَجْرُ نَزَلَ قَبْرِي، ثُمَّ انْصَرَفَ إِلَيَّ وَقَدْ تَلَا حَقَّ أَصْحَابِهِ - يَعْنِي فَنَوَّحًا - فَأَرَادَ بِلَالٌ أَنْ يَقِيمَهُ، فَقَالَ لَهُ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ أَخَا صَدَائِقٍ هُوَ أَذَنٌ وَمَنْ أَذَنَ فَهُوَ يَقِيمُهُ»، قَالَ: فَأَقَمْتُ.

۱ یہ ہماری اس سند کے اعتبار سے ہے، ورنہ حافظؒ کی جو تحقیق آگے آ رہی ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ یہاں پر عَنْ جَدِّہ ہونا چاہیے۔ ۱۲ منہ

۲ محمد بن عبد اللہ بن محمد بن عبد ربہ ج ۶ ص ۱۰

شرح

زیاد بن الحارث صدائی کہتے ہیں کہ جب فجر کی اذان کا ابتدائی وقت داخل ہوا تو نبی اکرم ﷺ نے مجھے اذان دینے کا حکم دیا۔ چنانچہ میں نے اذان دی پھر میں نے عرض کرنا شروع کیا یا رسول اللہ میں اقامت کہوں؟ تو نبی اکرم ﷺ مشرق کے کنارے کی جانب (روشنی کے پھیلنے کو) دیکھتے تو فرماتے نہیں تم اقامت مت کہو یہاں تک کہ روشنی خوب پھیل گئی تو نبی اکرم ﷺ سواری سے اترے اور قضاء حاجت فرما کر میری طرف لوٹے۔ دیگر صحابہ کرام بھی نبی اکرم ﷺ کے پاس جمع ہو چکے تھے چنانچہ آپ ﷺ نے وضو فرمایا حضرت بلالؓ نے اقامت کہنے کا ارادہ فرمایا تو نبی اکرم ﷺ نے ان سے ارشاد فرمایا کہ قبیلہ صداء والے بھائی نے اذان دی ہے اور جو اذان دیتا ہے وہی اقامت کہتا ہے چنانچہ میں نے اقامت کہی۔

جامع الترمذی - الصلاة (۱۹۹) سنن ابی داود - الصلاة (۵۱۴) مسند احمد - مسند الشامیین (۶۹/۴)

شرح

شرح الحديث

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ: مضمون حدیث یہ ہے، زیاد بن الحارث صدائی فرماتے ہیں (جو حضور ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے) کہ جب صبح کی اذان کا اول وقت ہوا تو مجھ سے آپ ﷺ نے اذان کہنے کو فرمایا چنانچہ میں نے اذان کہی اور حضور ﷺ سے عرض کیا کہ اقامت بھی میں ہی کہوں گا، حضور ﷺ چلتے رہے اور آسمان کے افق شرقی کی جانب دیکھتے رہے اور مجھ سے فرماتے رہے کہ نہیں ابھی نہیں یہاں تک کہ جب صبح اچھی طرح روشن ہو گئی تو آپ ﷺ سواری پر سے اترے اور استنجاء کے لئے تشریف لے گئے اتنے میں آپ کے تمام رفقاء سفر بھی جمع ہو گئے جو کہ پیچھے رہ گئے تھے، اب جب نماز کھڑی ہونے لگی تو حضرت بلالؓ نے اقامت کہنے کا ارادہ کیا اس پر آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: إِنَّ أَخَا صَدَاءَ هُوَ أَذِّنُ وَمَنْ أَذَّنَ فَهُوَ يُقِيمُ کہ رجل صدائی نے اذان کہی ہے، لہذا اقامت بھی وہی کہیں گے زیاد بن الحارث چونکہ صدائی ہیں اس لئے آپ نے ان کو اخو صداء فرمایا یعنی قبیلہ صداء والا شخص، چنانچہ پھر اقامت انہی نے کہی۔

حدیث کی حنفیہ کی طرف سے توجیہ: اس حدیث سے شافعیہ و حنابلہ استدلال کرتے ہیں کہ دوسرے شخص کا اقامت کہنا مکروہ ہے، ہماری طرف سے جواب یہ ہے کہ تادی کی شکل میں کراہت کے قائل ہم بھی ہیں اور یہاں وہی شکل تھی، نیز یہ حدیث ضعیف ہے کما قال الترمذی فی جامعہ، اس لئے کہ اس کی سند میں عبدالرحمن بن زیاد الافرقی ہیں جو اکثر محدثین کے نزدیک ضعیف ہیں، ہاں اگر یہ کہا جائے کہ یہ حدیث مالکیہ کے خلاف ہے تو کہہ سکتے ہیں کیونکہ وہ مطلقاً اباحت کے قائل ہیں، نیز دوسری دلیل حنفیہ کی یہ ہے، مروی ہے یہ بات کہ بسا اوقات ابن ام مکتومؓ اذان کہتے ہیں اور حضرت بلالؓ اقامت اور کبھی اس کے برعکس کہ اذان بلالؓ کہتے اور اقامت ابن ام مکتومؓ۔

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «الْمُؤَذِّنُ يُغْفَرُ لَهُ مَدَى صَوْتِهِ وَيَشْهَدُ لَهُ كُلُّ رَطْبٍ وَيَأْبَسٍ وَشَاهِدُ الصَّلَاةِ يُكْتَبُ لَهُ عَشْرٌ وَعِشْرُونَ صَلَاةً وَيُكَفَّرُ عَنْهُ مَا بَيْنَهُمَا».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے مؤذن کی اذان کی آواز جہاں تک پہنچتی ہے اسی قدر وسعت کے ساتھ اسکی مغفرت ہوتی ہے اور ہر خشک اور تر ٹہنی مؤذن کی اذان پر گواہی دے گی اور جو شخص نماز میں لوگوں کی جماعت کیساتھ حاضر ہو گا تو اس کیلئے پچیس درجہ ثواب لکھا جاتا ہے اور دو نمازوں کے درمیان والے گناہ اس کے بخش دیئے جاتے ہیں۔

سنن ابی داؤد - الصلاة (۵۱۵) مسند احمد - بابی مسند المکرمین (۲/۲۶۶)

شرح الحديث: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غُمَرَ التَّمَرِيُّ: **شرح السند:** بعض نسخوں میں موسیٰ بن ابی عثمان ہے حضرت بنی بزل میں لکھا ہے کہ ثانی صحیح ہے اور اسی طرح نسخہ مجتبائیہ میں ہے اور نسائی وابن ماجہ میں بھی۔

قولہ: قَالَ: الْمُؤَذِّنُ يُغْفَرُ لَهُ مَدَى صَوْتِهِ: ① اذان کی آواز جہاں تک پہنچتی ہے اسی مؤذن کی مغفرت کی جاتی ہے لہذا اس کو اپنی آواز زائد سے زائد بلند کرنی چاہئے تاکہ اتنی ہی لمبی چوڑی اس کی مغفرت ہو، لمبی چوڑی مغفرت سے مراد مغفرت تمامہ ہے بطریق مبالغہ فرما رہے ہیں، ② دوسرا مطلب یہ لکھا ہے کہ اگر مؤذن کے معاصی کو اجسام فرض کیا جائے اور اس سے یہ تمام جگہ زمین کی بھر جائے جہاں تک اس کی آواز جا رہی ہے تو ان سب کو بخش دیا جاتا ہے، ③ جہاں تک اذان کی آواز جا بیگی زمین کے اس حصہ پر مؤذن نے جو جو گناہ کئے ہوں گے وہ سب معاف کر دیئے جائیں گے، ④ اذان کی آواز جہاں تک پہنچے گی اس حصہ میں جتنے لوگ آباد ہیں مؤذن کی شفاعت پر ان سب کی بخشش کر دی جائے گی، ⑤ يُغْفَرُ بمعنی یستغفر ہے، مؤذن کی آواز کی جہاں تک پہنچتی ہے وہاں تک جتنی چیزیں ہیں وہ سب مؤذن کے لئے استغفار دعا مغفرت کرتی ہیں۔

قولہ: وَيَشْهَدُ لَهُ كُلُّ رَطْبٍ وَيَأْبَسٍ: جہاں تک اذان کی آواز پہنچتی ہے اس قطعہ زمین میں جتنے بھی جسم نامی جن و انس و اشجار اور جمادات ہیں وہ سب اس کے لئے بروز قیامت گواہی دیں گے یعنی اس کے ایمان کی یا اس کے اس عمل خیر کی، اور یہ گواہی دینا اپنی حقیقت پر بھی محمول ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب چیزوں کو گویائی عطا فرمادیں، اور مجاز پر بھی، دونوں قول مشہور ہیں ایک صورت میں گواہی بلسان قال اور دوسری صورت میں بلسان حال ہوگی، بلسان ⑥ قال اس لئے کہ اللہ تعالیٰ شانہ اس بات

① بزل (ج ۴ ص ۷۱) میں اس حدیث کی سند حدیثا حفص بن عمر التمری ثنا شعبہ عن موسیٰ بن ابی عائشہ ہے، جب کہ یحییٰ عبد الحمید کے نسخہ میں حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غُمَرَ التَّمَرِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُوسَى بْنِ أَبِي عُثْمَانَ ہے، اس کی شرح میں علامہ سہارنپوری اسی کو صحیح کہا ہے، اور نسخہ مجتبائیہ، نسائی، ابن ماجہ اور بیہقی کا حوالہ دیا ہے۔

② صاحب منہل لکھتے ہیں صحیح یہ ہے کہ بیشک جمادات و نباتات و حیوانات کے لئے علم و ادراک اور ایسے ہی تسبیح و تقدیس ثابت ہے، کما یعلم من قولہ تعالیٰ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَنْ يَهْدِي اللَّهُ فِرْقًا ضَالِّينَ وَمِنْهَا لَمَنْ يَهْدِي اللَّهُ فِرْقًا مُبْتَلًى وَمِنْهَا لَمَنْ يَهْدِي اللَّهُ فِرْقًا مُبْتَلًى وَمِنْهَا لَمَنْ يَهْدِي اللَّهُ فِرْقًا مُبْتَلًى، قال البغوي وهذا مذهب اهل السنة ويدل عليه قضية صحیح

پر قادر ہیں کہ ان سب چیزوں میں حیات اور قدرت نطق پیدا فرمادیں اور بلسان حال اس لئے کہ علماء نے لکھا ہے جملہ کائنات و موجودات بلسان حال اپنے خالق کے جلال اور علو شان کیساتھ ناطق ہیں۔

قوله: وَشَهِدَ الصَّلَاةَ يُكْتَبُ لَهُ: جماعت کی نماز میں حاضر ہو نیوالے کیلئے پچیس نمازوں کا ثواب لکھا جاتا ہے اور دو نمازوں کے درمیانی گناہ معاف کر دئے جاتے ہیں۔

۵۱۶ حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِذَا تُدِيَّ بِالصَّلَاةِ أَدْبَرَ الشَّيْطَانُ وَلَهُ ضُرَاطٌ حَتَّى لَا يَسْمَعَ التَّائِبِينَ، فَإِذَا أَقْضِيَ الدُّعَاءُ أَقْبَلَ حَتَّى إِذَا تَوَبَّ بِالصَّلَاةِ أَدْبَرَ، حَتَّى إِذَا أَقْضِيَ التَّوْبَةُ أَقْبَلَ حَتَّى يَخْطُرَ بَيْنَ الْمَرْءِ وَنَفْسِهِ، وَيَقُولُ: اذْكُرْ كَذَا اذْكُرْ كَذَا الْوَيْلَ لِمَنْ يَكُنْ يَذْكُرُ، حَتَّى يَفْضَلَ الرَّجُلُ أَنْ يَذْكُرَ كَمْ صَلَّى"

حضرت ابو ہریرہؓ نبی اکرم ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ جب نماز کی اذان دی جاتی ہے تو شیطان اذان کی جگہ سے اتنا دُور بھاگتا ہے کہ جس جگہ اذان کی آواز نہ پہنچتی ہو وہاں شیطان چلا جاتا ہے اور اس کے بھاگنے کے دوران اس شیطان کی زور زور سے ہوا خارج ہو رہی ہوتی ہے پس جب اذان ختم ہو جاتی ہے تو شیطان نماز کی جگہ آ جاتا ہے پھر جب نماز کی اقامت کہی جاتی ہے تو پھر شیطان پیٹھ پھیر کر بھاگتا ہے پھر جب اقامت ختم ہو جاتی ہے تو شیطان آ جاتا ہے یہاں تک کہ آدمی اور اس کے دل کے درمیان وسوسے ڈالتا ہے اور کہتا ہے فلاں چیز یاد کرو اور فلاں چیز یاد کرو وہ تمام چیزیں جو نماز کے شروع کرنے سے پہلے نمازی کو یاد نہیں تھیں یہاں تک کہ ان وسوسوں کی وجہ سے آدمی کو یہ نہیں معلوم رہتا کہ میں نے کتنی رکعت نماز پڑھی۔

صحیح البخاری - الأذان (۵۸۳) صحیح مسلم - الصلاة (۲۸۹) جامع الترمذی - الصلاة (۳۹۷) سنن النسائی - الأذان (۶۷۰) سنن النسائی - السہو (۱۲۵۲) سنن النسائی - السہو (۱۲۵۳) سنن ابی داؤد - الصلاة (۵۱۶) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۱۲۱۶) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۱۲۱۷) مسند أحمد - باقی مسند المکثرین (۲۷۳/۲) مسند أحمد - باقی مسند المکثرین (۲۸۳/۲) مسند أحمد - باقی مسند المکثرین (۲۸۴/۲) مسند أحمد - باقی مسند المکثرین (۳۱۳/۲) مسند أحمد - باقی مسند المکثرین (۳۹۸/۲) مسند أحمد - باقی مسند المکثرین (۴۶۰/۲) مسند أحمد - باقی مسند المکثرین (۴۸۳/۲) مسند أحمد - باقی مسند المکثرین (۵۰۴/۲) مسند أحمد - باقی مسند المکثرین (۵۳۱/۲) موطأ مالک - النداء للصلاة (۱۵۴) موطأ مالک - النداء للصلاة (۲۲۴) سنن الدارمی - الصلاة (۱۲۰۴) سنن الدارمی - الصلاة (۱۴۹۴)

شرح الحدیث: حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ... قوله: إِذَا تُدِيَّ بِالصَّلَاةِ أَدْبَرَ الشَّيْطَانُ وَلَهُ ضُرَاطٌ: جب اذان دی جاتی ہے (جو کہ نماز کیلئے اعلان ہے) تو اس جگہ سے شیطان بھاگتا ہے گوزمارتا ہوتا کہ اذان کی آواز نہ سن سکے، اور یا یہ مطلب ہے کہ اتنی دور تک بھاگا جاتا ہے جہاں تک اذان کی آواز نہ پہنچ سکے۔

شرح حدیث: اس حدیث کی شرح میں دو قول ہیں: ① حقیقت پر محمول ہے، ② شرط بہ فلاں کے قبیل سے ہے یعنی

جب کوئی کسی کا مزاق اڑائے تو اس وقت عرب لوگ کہتے ہیں ضرطہ فلاں کہ اس نے فلاں شخص کا مذاق اڑایا ہے، اس صورت میں ضرطہ اپنی حقیقت پر محمول نہ ہو گا بلکہ اس سے مراد استہزاء ہو گا کہ اذان کا مذاق اڑاتا ہے، اور اگر حقیقت پر محمول ہو تو یہ بھی درست ہے، اس لئے کہ شیطان جسم ہے کھاتا پیتا بھی ہے، حقیقت پر محمول ہو نیکی صورت میں احتمال ہے کہ وہ ایسا قصد کرتا ہو تاکہ اذان کی آواز نہ سن سکے اگر اذان کے وقت کوئی نفاذہ بجانے لگے تو ظاہر ہے کہ کوئی اذان کی آواز نہ سن سکے گا اور یہ بھی احتمال ہے کہ بغیر قصد کے ایسا ہوتا ہو دوڑنے کی وجہ سے۔

قوله: فَإِذَا أَقْبَضِي الدَّاءَ أَقْبِلْ: اذان پوری ہونے پر پھر آجاتا ہے اور جب توبہ ہوتی ہے تو پھر بھاگتا ہے اس کے پورے ہونے پر پھر آجاتا ہے اور نمازیوں کے اندر وسوسہ ڈالتا ہے، اور کبھی کبھی کی مختلف باتیں انکو نماز میں یاد دلاتا ہے۔

ایک اشکال وجواب: یہاں پر ایک مشہور طالع علمائے سوال ہے کہ شیطان اذان سے تو اتنا ڈرتا اور بھاگتا ہے اور نماز جو اصل مقصود ہے جس میں تلاوت قرآن ہوتی ہے اس سے کیوں ڈر کر نہیں بھاگتا؟ اس کا جواب ہم نے اساتذہ سے یہ سنا ہے کہ یہ تاثیر بالخاصہ کے قبیل سے ہے، حق تعالیٰ شانہ نے اشیاء میں آثار و خواص رکھے ہیں ہر چیز کی ایک تاثیر ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ نے اذان میں یہ تاثیر پیدا فرمادی ہے کہ اس سے شیطان ڈرتا اور گھبراہٹا ہے اسی لئے علماء نے لکھا ہے کہ جس گھر میں جنات کا اثر ہو وہاں کثرت سے اذان دی جائے تاکہ وہ بھاگ جائیں، الحاصل یہ تاثیر بالخاصہ ہے، لہذا اس سے فضیلت اذان علی تلاوت القرآن کا شبہ نہ کیا جائے، اور ایک وجہ یہ بھی سمجھ میں آتی ہے کہ مؤذن کے بارے میں یہ وارد ہے کہ جو چیز بھی اس کی آواز کو سنے گی اس کو بروز قیامت مؤذن کے حق میں گواہی دینی ہوگی اور ظاہر بات ہے کہ شیطان گواہ بننا نہیں چاہتا اس لئے وہ ایسا کرتا ہے۔

۳۴۔ يَابُ مَا يَحِبُّ عَلَى الْمُؤَذِّنِ مِنْ تَعَاهِدِ الْوَقْتِ

مؤذن پر وقت کی حفاظت (کہ وقت حاصل ہو یا نہیں) واجب ہے

تعاهد یعنی اہتمام اور نگرانی اور اس کا خیال رکھنا۔

۵۱۷۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فَصِيلٍ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ رَجُلٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ،

قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الْإِمَامُ صَامِنٌ وَالْمُؤَذِّنُ مُؤْتَمَنٌ، اللَّهُمَّ ارْشِدِ الْأَيُّمَةَ وَارْحَمِ الْغَافِلِينَ».

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے امام مقتدیوں کی نماز کا محافظ اور ذمہ داری

ہے اور مؤذن پر لوگ (اپنی نماز اور روزوں کے متعلق) اعتماد کرتے ہیں اے اللہ نماز پڑھانے والے اماموں کو رشد و ہدایت

نصیب فرما اور مؤذنین کی مغفرت فرما۔

۵۱۸۔ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا ابْنُ مُنَيَّرٍ، عَنْ الْأَعْمَشِ، قَالَ: نُبَشِّرُ عَنْ أَبِي صَالِحٍ، قَالَ: وَلَا أَرَانِي إِلَّا قَدْ سَمِعْتُهُ

مِنْهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمِثْلَهُ.

حضرت ابو ہریرہؓ سے گذشتہ حدیث کے مثل نبی اکرم ﷺ کا فرمان مروی ہے۔

جامع الترمذی - الصلاة (۲۰۷) سنن ابی داؤد - الصلاة (۵۱۷) مسند احمد - باقی مسند الکثرین (۲۳۲/۲) مسند احمد - باقی مسند الکثرین (۲۸۴/۲) مسند احمد - باقی مسند الکثرین (۳۷۸/۲) مسند احمد - باقی مسند الکثرین (۳۸۲/۲) مسند احمد - باقی مسند الکثرین (۴۱۹/۲) مسند احمد - باقی مسند الکثرین (۴۲۴/۲) مسند احمد - باقی مسند الکثرین (۴۶۱/۲) مسند احمد - باقی مسند الکثرین (۴۷۲/۲) مسند احمد - باقی مسند الکثرین (۵۱۴/۲)

شرح الأحادیث الإمامہ ضاحیون والمؤذن مؤتمن: یعنی امام مقتدیوں کی نماز کی صحت و نساد کا ذمہ دار ہے، وہ مقتدیوں کی نماز کو سنبھالے ہوئے ہے مقتدیوں کی نماز اس کی نماز کے تابع ہے، ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ ضمان یہاں غرامت اور تاوان کے معنی میں نہیں ہے بلکہ اس سے مراد صرف حفظ اور رعایت ہے، اور بعض شراح نے لکھا ہے کہ امام متکفل ہوتا ہے مقتدیوں کی نماز کے امور کا، چنانچہ ان کی جانب سے قرأت کا متحمل ہوتا ہے (یہ ان لوگوں کے نزدیک ہے جو قرأت خلف الإمامہ کے قائل نہیں ہیں) خصوصاً مسبوق کے حق میں نیز سنن و مستحبات نماز اور عدد رکعات کا ❶۔

قوله: اللَّهُمَّ أَمِّدْ الْأَمَّةَ وَالْخَلْفَةَ لِلْمُؤَذِّنِينَ: مساجد کے ائمہ اور مؤذنین کو آپ ﷺ دعا سے نوازا رہے ہیں، ائمہ کے لئے یہ دعا فرمائی کہ اے اللہ ان کو رشد و ہدایت کے اعلیٰ مقام پر پہنچا، اور مؤذنین کیلئے بخشش اور مغفرت کی دعا فرمائی، ائمہ کے حق میں دعا ان کی شان کے موافق رشد و ہدایت کی فرمائی اور مؤذنین کے حق میں ان کے مناسب یعنی انکی لغزشوں سے درگزر، اس لئے کہ مؤذن بلند جگہ پر چڑھ کر اذان دیتا ہے ہو سکتا ہے کہ بے محل اس کی نظریں پڑے یا اسی قسم کی کوئی اور کمی اور کوتاہی سرزد ہو۔

امامت اور اذان کا مرتبہ: اس سے ❷ معلوم ہوا کہ امامت افضل ہے اذان سے جیسا کہ حنفیہ کا اور شافعیہ کی ایک جماعت کا مسلک ہے، حضرت امام شافعیؒ نے کتاب الام میں تصریح فرمائی ہے، افضلیت اذان کی، اور ابن قدامہ لکھتے ہیں کہ امام احمد سے اسمیں دونوں روایتیں ہیں، اور کہا گیا ہے کہ دونوں برابر ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ اگر آدمی کو اپنے اوپر حقوق امامت کے ادا کرنا اعتماد ہو تو اس کے حق میں امامت افضل ہے ورنہ اذان، یہاں پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ سے منقول ہے لولا الخلافة لأذنت، اگر یہ خلافت کی ذمہ داری میرے سپرد نہ ہوتی تو میں اذان دیا کرتا، اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ انکی مراد یہ ہے کہ لأذنت ای مع الإمامة، اور یہ مطلب نہیں کہ امامت کو چھوڑ کر اذان کہا کرتا (طحاوی)۔

❶ مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح - ج ۲ ص ۳۳۴-۳۳۵

❷ اسلئے کہ امام کی ذمہ داریاں زیادہ اونچی ہیں وہ بعض اوقات صلوٰۃ کا متکفل ہوتا ہے بخلاف مؤذن کے کہ وہ صرف اوقات صلوٰۃ کا متکفل ہے اور نیز امام رسول اللہ ﷺ کا خلیفہ ہے اور مؤذن خلیفہ بلا ہے لیکن شارح ابن رسلانؒ نے اس حدیث سے افضلیت اذان پر استدلال کیا اور کہا اسلئے کہ امین افضل ہوتا ہے ضمین سے، لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے بلکہ دیکھا جائیگا کہ وہ ضمین کس قسم کے امور کا ضامن ہے اگر وہ چیزیں اہم ہوں گی جیسا کہ یہاں امامت میں تو پھر وہی افضل ہو گا۔

۳۵۔ باب الاذان فوق المنارة

۴۴ میں سارہ کے اوپر اذان دینے کا بیان

منارہ اور منار اس بناء مرتفع کو کہتے ہیں جو مسجد میں اذان کے لئے بنائی جاتی ہے، اصل میں یہ منارہ تھا۔ یعنی موضع النور، روشنی کی جگہ اور روشنی چلنے والے مسافروں کے لئے بلند ہی جگہ پر کی جاتی تھی اس کو عینہ نہ بھی کہتے ہیں۔ ترجمہ الباب کی غرض یہ ہے کہ اذان بلند جگہ پر ہونی چاہئے، حضور ﷺ کے زمانہ میں مسجد میں یہ متعارف منار نہیں تھے، اس باب میں مصنف نے ایک ہی حدیث ذکر فرمائی ہے۔

۵۱۹۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ أَبِي دَاوُدَ، حَدَّثَنَا إِسْرَافِيلُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ أُمِّ أَيْمَنَ مِنْ بَنِي النَّجَّارِ قَالَتْ: كَانَ يَنْبَغِي مِنْ أَطْوَلِ بَيْتِ حَوْلِ الْمَسْجِدِ وَكَانَ بِلَالٌ يُؤَذِّنُ عَلَيْهِ الْقَجَرُ فَيَأْتِي بِسَجَرٍ فَيَجْلِسُ عَلَى الْبَيْتِ يَنْظُرُ إِلَى الْقَجَرِ، فَإِذَا رَأَاهُ تَمَتَّلَى، ثُمَّ قَالَ: «اللَّهُمَّ إِنِّي أَعْمَدُكَ وَأَسْتَعِينُكَ عَلَى قُرَيْشٍ أَنْ يُقِيمُوا دِينَكَ» قَالَتْ: ثُمَّ يُؤَذِّنُ، قَالَتْ: وَاللَّهِ مَا عَلِمْتُه كَانَ تَرَكَهَا لَيْلَةً وَاحِدَةً تَعْنِي هَذِهِ الْكَلِمَاتِ.

عروہ بن زبیر بن نجار قبیلہ کی ایک خاتون سے نقل کرتے ہیں کہ وہ کہتی ہیں چونکہ میرا گھر مسجد کے ارد گرد گھروں میں سب سے اونچا گھر تھا تو حضرت بلالؓ میرے گھر کی چھت پر فجر کی اذان دیا کرتے چنانچہ حضرت بلالؓ سحری کے وقت تشریف لاتے اور گھر کی چھت پر بیٹھ کر صبح کی روشنی کو دیکھتے پس جب حضرت بلالؓ صبح صادق کو نمودار ہوتے ہوئے دیکھتے تو کھڑے ہو جاتے پھر فرماتے اے اللہ میں آپ کی تعریف کرتا ہوں اور کفار قریش کے خلاف آپ کی مدد مانگتا ہوں کہ آپ انہیں اسلام کی توفیق دیں اور وہ آپ کے دین کو قائم کریں پھر حضرت بلالؓ اذان دیتے بنو نجار کی ایک خاتون کہتی ہیں کہ خدا کی قسم مجھے نہیں معلوم کہ حضرت بلالؓ نے ایک رات بھی یہ کلمات نہ کہے ہوں۔

مضمون حدیث یہ ہے کہ ایک صحابیہ (نامعلوم الاسم) فرماتی ہیں کہ مسجد نبوی کے ارد گرد جو مکانات تھے ان میں میرا گھر سب سے اونچا تھا اس لئے حضرت بلالؓ صبح کی اذان اسکی چھت پر جا کر دیا کرتے تھے۔

حضرت بلالؓ کا اہتمام: بہت پہلے سے وہاں پہنچ جاتے اور صبح صادق کے انتظار میں بیٹھے رہتے جب صبح کی روشنی نمودار ہو جاتی تو کھڑے ہو کر انگڑائی لیتے اور اذان سے پہلے یہ دعا پڑھتے: اللَّهُمَّ إِنِّي أَعْمَدُكَ وَأَسْتَعِينُكَ عَلَى قُرَيْشٍ ائِخ، اس کے بعد پھر اذان دیتے وہ بقسم کہتی ہیں کہ انہوں نے کبھی یہ کلمات دعائیہ اذان سے پہلے ترک نہیں کئے، یہ چیز قابل عبرت ہے اس سے اندازہ لگایا جائے کہ انکا یہ عمل اذان کس درد اور فکر کیساتھ ہوتا تھا ہمیشہ اذان سے پہلے قریش کے لئے جو کہ حضور ﷺ کا قبیلہ ہے، ہدایت کی دعا کرتے تھے کہ وہ کسی طرح اس دین کو لے کر کھڑے ہو جائیں۔

کافی عرصہ سے بندہ کا یہ معمول ہے کہ سبق کے شروع میں یہ حضرت بلالؓ والے کلمات اللہمَّ اِنِّیْ اُحْمَدُکَ وَاسْتَغْفِرُکَ عَلَی اللّٰہِ س پڑھ لیا کرتا ہے۔

۳۶۔ باب فی المؤمن ینسئد یروی اذانیہ

مؤذن کا اپنی اذان میں دائیں بائیں گھومنے کا بیان (حی عشی الصلاة اور حی علی الفلاح کہتے وقت) ۵۲۔ حَدَّثَنَا هُوَيْسُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ أَبِي الرَّبِيعِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلِيمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، جَمِيعًا عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جَحْفَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي ثِيَابِهِ خُمْرًا مِنْ أَدِيمِ فَخْرَجِ بِلَالٍ فَأَذَّنَ فَكُنْتُ أَلْتَمِيعُ هَاهُنَا وَهَاهُنَا، قَالَ: «كُنْ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ خُلْعَةٌ خُمْرًا بُرُودٌ بِمَانِيَةِ قَطْرِ» - وَقَالَ هُوَيْسٌ - قَالَ: رَأَيْتُ بِلَالَ خَرَجَ إِلَى الْأُطْبُحِ فَأَذَّنَ فَلَمَّا بَلَغَ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، لَوْى غُلَقَهُ يَمِينًا وَشِمَالًا، وَلَمْ يَسْتَدِرْ كُنْمٌ دَخَلَ فَأَخْرَجَ الْعِزَّةَ وَسَاقَ حَدِيثَهُ.

ابو جحیفہ کہتے ہیں کہ میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں مکہ مکرمہ حاضر ہوا نبی اکرم ﷺ سرخ کھال کے خیمے میں تشریف فرما تھے پس حضرت بلالؓ باہر نکلے اور انہوں نے اذان دی تو میں ان کے چہرے کے ساتھ اپنے چہرے کو دائیں بائیں پھیر رہا تھا جس طرح حضرت بلالؓ دائیں بائیں پھیر رہے تھے۔ پھر نبی اکرم ﷺ خیمہ سے باہر تشریف لائے اور آپ یمن کے مقام قطر کے چادروں کا سرخ جوڑہ زیب تن فرمائے ہوئے تھے۔ موسیٰ بن اسماعیل نے یہ اضافہ کیا کہ ابو جحیفہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت بلالؓ کو دیکھا کہ وہ مقام اطح کی طرف نکلے اور انہوں نے اذان دی جب حضرت بلالؓ حیی علی الصلوة حیی علی الفلاح پر پہنچے تو انہوں نے اپنی گردن کو دائیں اور بائیں جانب موڑ دیا اور پورا نہیں گھومے پھر حضرت بلالؓ خیمے میں تشریف لے گئے اور نیزہ لے کر خیمے سے باہر آئے۔

صحیح البخاری - الصلاة (۳۶۹) صحیح البخاری - الصلاة (۴۷۷) صحیح البخاری - الصلاة (۴۷۹) صحیح البخاری - الأذان (۶۰۷) صحیح البخاری - الأذان (۶۰۸) صحیح البخاری - المناقب (۳۳۷۳) صحیح البخاری - اللباس (۵۴۴۹) صحیح البخاری - اللباس (۵۵۲۱) صحیح مسلم - الصلاة (۵۰۳) جامع الترمذی - الصلاة (۱۹۷) سنن النسائي - الأذان (۶۴۳) سنن النسائي - الزينة (۵۳۷۸) سنن أبي داود - الصلاة (۵۲۰) سنن ابن ماجه - الأذان والسنة فيه (۷۱۱)

شرح الحديث حَدَّثَنَا هُوَيْسُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ: اذان میں حیعلتین کے وقت جو دائیں بائیں جانب التفات کیا جاتا ہے اس کو بیان کر رہے ہیں، اسمیں بھی مصنف نے ایک ہی حدیث ذکر کی ہے جس کا مضمون یہ ہے:

مضمون حدیث: ابو جحیفہ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں مکہ میں حاضر ہوا آپ ﷺ اس وقت ایک سرخ چرمی خیمہ میں تشریف فرما تھے (سفر کا واقعہ ہے) خیمہ کے اندر سے حضرت بلالؓ نکل کر باہر آئے اور آکر اذان دی تو

میں ان کے چہرے کو دیکھتا تھا اس طرف اور اس طرف یعنی جب حیلکتین میں چہرہ دائیں بائیں جانب پھیرتے تھے تو میں ان کے اس عمل کو دیکھتا تھا اور خود بھی انکے اتباع میں ایسا کرتا تھا پھر حضور ﷺ خود بھی خیمہ سے باہر تشریف لائے اس وقت آپ ﷺ کے جسم مبارک پر سرخ دھاری دار مٹی جوڑا تھا، مقام قطر کا۔

قوله: ثُمَّ دَخَلَ فَأَخْرَجَ الْعَذَّةَ: پھر حضرت بلالؓ قبہ میں سے ایک چھوٹا سا نیزہ لائے سترہ قائم کرنے کیلئے حدیث الباب سے معلوم ہوا کہ حی علی الصلوہ اور حی علی الفلاح کے وقت دائیں بائیں جانب التفات کرنا چاہئے۔

نفس التفات کے تو بھی قائل ہیں، مجز ابن سیرینؒ کے کہ وہ اسکو مکروہ کہتے ہیں، لیکن اختلاف استدراہ میں ہے یعنی بالکل گھوم جانا۔ **استدراہ کے سلسلہ میں اختلاف روایات:** دراصل اس سلسلہ میں روایات مختلف ہیں بعض میں اثبات ہے اور بعض میں نفی، اب یا تو یہ کہا جائے کہ اثبات کی روایات صرف تحویل راس پر محمول ہیں اور نفی کی استدراہ بجمیع البدن پر، اور ایک دوسری توجیہ بھی ہے وہ یہ کہ اثبات کی روایات کو محمول کیا جائے عند الضرورت پر اور نفی کی روایات کو عند عدم الحاجة پر، یعنی اگر بغیر سینہ پھیرے کام چل جائے اور مقصود حاصل ہو جائے تب تو استدراہ نہ کیا جائے اور اگر بغیر اس کے کام نہ چلتا ہو تو پھر اس کی گنجائش ہے جیسے کہ اگر میندرہ غیر وسیع ہے تب تو وہاں سینہ پھیرنے کی حاجت نہ ہوگی کیونکہ اس کی کھڑکیاں موزن کے قریب ہوں گی اور آواز باہر کی طرف پہنچ جائیگی، اور اگر مینارہ وسیع ہو گا تو اس صورت میں چونکہ اس کی کھڑکیاں فاصلہ پر ہوں گی اس لئے وہاں گھومنے کی ضرورت پیش آئیگی تاکہ آواز باہر جاسکے فقہاء نے یہی تفصیل لکھی ہے۔

قوله: لَوْسَى عُنُقَهُ يَمِينًا وَشِمَالًا: پھر جانا چاہئے کہ اس حدیث میں ہے لَوْسَى عُنُقَهُ يَمِينًا وَشِمَالًا۔

کیفیت تحویل میں اقوال: امام نوویؒ لکھتے ہیں کہ کیفیت تحویل میں تین قول ہیں: ① اولاً حی علی الصلوٰۃ کے وقت اپنا چہرہ دائیں طرف کرے اور دو مرتبہ اسکو کہے، ثانیاً اپنا چہرہ بائیں طرف کرے اور دو مرتبہ حی علی الفلاح کہے، ② اولاً ایک مرتبہ حی علی الصلوٰۃ دائیں طرف کہہ کر چہرہ کو قبلہ کی طرف لے آئے اور پھر دوسری مرتبہ اسی طرح کرے، ثانیاً بائیں طرف چہرہ کرے اور حی علی الفلاح کہے پھر چہرہ کو قبلہ کی طرف لے آئے اور دوبارہ اسی طرح کرے، ③ اولاً اپنا چہرہ دائیں طرف کر کے ایک مرتبہ حی علی الصلوٰۃ کہے پھر دوسری مرتبہ یہی کلمہ بائیں طرف کہے، ثانیاً اپنا چہرہ دائیں طرف کر کے ایک مرتبہ حی علی الفلاح کہے اور دوسری مرتبہ یہی کلمہ بائیں طرف کہے تاکہ دونوں جانب والوں کے حصہ میں دونوں کلمے آجائیں، نیز نوویؒ نے لکھا ہے کہ ہمارے یہاں پہلا طریقہ اصح ہے ①، اور میں کہتا ہوں کہ حنفیہ کے نزدیک دوسرا طریقہ مختار ہے۔

۳۷۔ باب ما جاء في الدعاء بين الأذان والإقامة

اذان واقامت کے درمیان دعا کرنے کی فضیلت کا بیان

۵۲۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ زَيْدِ الْعَقْبِيِّ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا يُرَدُّ الدَّاعِيَنَّ الْأَذَانَ وَالْإِقَامَةَ».

حضرت انس بن مالک کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اذان واقامت کے درمیان مانگی جانے والی دعا رد نہیں کی جاتی۔

جامع الترمذی - الصلاة (۲۱۲) سنن ابی داؤد - الصلاة (۵۲۱) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۱۱۹/۳) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۱۵۵/۳) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۲۵۴/۳)

اذان واقامت کے درمیان کا وقت بہت مبارک اور قبولیت کا ہے اس میں دعا رد نہیں ہوتی جیسا کہ حدیث میں وارد ہے: لَا يُرَدُّ الدَّاعِيَنَّ الْأَذَانَ وَالْإِقَامَةَ، اس کے مطلب میں بادل میں دو احتمال لکھے ہیں: ① اذان میں دعا رد نہیں ہوتی یعنی ابتداء اذان سے لیکر انتہاء اذان تک اور ایسے ہی اقامت کے دوران، ② ابتداء اذان سے انتہاء اقامت تک اس پورے وقت میں دعا رد نہیں ہوتی، ③ تیسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اذان ختم ہونے کے بعد سے لیکر ابتداء اقامت تک جو درمیانی وقت ہے اس میں دعا رد نہیں ہوتی۔ احتمال اول کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جس کو علامہ زر قانی نے دیلمی سے نقل کیا ہے جس کے لفظ یہ ہیں: حِينَ يُؤْذَنُ بِالصَّلَاةِ حَتَّى يَسْكُتَ ④۔

۳۸۔ باب ما يقول إذا سمع المؤذن

جب مؤذن سے اذان کے کلمات کہے تو کن الفاظ سے جواب دیا جائے

۵۲۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ ابْنِ شَهَابٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُولُوا امِثْلَ مَا يَقُولُ الْمُؤَذِّنُ».

ابو سعید خدری فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم اذان کی آواز سناؤ تو انہی کلمات سے جواب دو کہ جن کلمات کو مؤذن اذان میں کہتا ہے۔

صحیح البخاری - الأذان (۵۸۶) جامع الترمذی - الصلاة (۲۰۸) سنن النسائی - الأذان (۶۷۲) سنن ابی داؤد - الصلاة (۵۲۲) سنن ابن ماجہ - الأذان والسنة (۷۲۰) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۵۳/۳) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۷۸/۳) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۹۰/۳)

① بدل الجہود فی حل ابی داؤد - ج ۴ ص ۹۴

② شرح الزرقانی علی موطأ الإمام مالک ج ۱ ص ۲۱۲

شرح الحديث

قوله: إِذَا سَمِعْتُمُ الْبَلَاءَ فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ الْمُؤَذِّنُ: اس حدیث میں اجابتِ اذان کا حکم دیا گیا ہے۔

اجابت اذان کا حکم: اجابت کی دو قسمیں ہیں: ① اجابت بالقول، ② اجابت بالاقدام، اجابت بالقول جمہور علماء ائمہ ثلاث کے نزدیک مستحب ہے اور مشائخ حنفیہ کے اس میں دو قول ہیں جیسا کہ شامی میں ہے وجوب اور استحباب لیکن رائج عدم وجوب ہے اس لئے کہ متون اس کے ذکر سے خالی ہیں، وقیل الواجب الاجابة بالاقدام بلکہ میں کہتا ہوں کہ اجابت بالاقدام کا واجب ہونا تو ظاہر ہے، البتہ اجابت بالقول ظاہریہ کے نزدیک واجب ہے اور امام طحاویؒ نے بھی بعض سلف سے اس کا وجوب نقل کیا ہے۔

جمہور علماء نے عدم وجوب پر مسلم کی روایت پیش کی ہے کہ آپ ﷺ نے ایک مؤذن کی اذان کی آواز سنی جب اس نے اللہ اکبر کہا تو آپ ﷺ نے فرمایا علی الفطرة اور جب شہادتین پر پہنچا تو آپ ﷺ نے فرمایا خُرج من القاب، ③ اس روایت میں اجابت اذان کا ذکر نہیں اس سے معلوم ہوا کہ اجابت اذان واجب نہیں۔

اس کے بعد جانتا چاہئے کہ اس روایت میں تو مِثْلَ مَا يَقُولُ الْمُؤَذِّنُ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ اور حَتَّى عَلَى الْقَلَّاحِ میں بھی اسی طرح کہا جائے اور بعض روایات میں اسکی تصریح بھی ہے، لیکن اسی باب کی آخری حدیث میں اس بات کی تصریح ہے کہ حیطة کی وقت میں حوله یعنی لا حول ولا قوة الا بالله کہا جائے اور مسلم کی بھی ایک روایت میں اسکی تصریح ہے ④ اور یہی مختار عند الجمہور ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ حیطة میں اگر وہی لفظ کہا جائے تو استہزاء کا شبہ ہو گا اور ہمارے بعض مشائخ کی رائے یہ ہے کہ دونوں کو جمع کرنا اولیٰ ہے تاکہ دونوں قسم کی روایات پر عمل ہو جائے اور حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ وَالْقَلَّاحِ میں اپنے نفس کو خطاب کی نیت کر لے۔

اذان خطبہ کی اجابت: یہاں پر ایک بات رہ گئی وہ یہ کہ اذان خطبہ کی بھی اجابت مستحب ہے یا نہیں، در مختار میں لکھا ہے لا یجیب اور علامہ شامیؒ لکھتے ہیں: یجیب بقلبه عند الإمام وبعد الفراغ عند محمد ولا یرد مطلقاً عند أبي يوسف، وهو الصحيح ⑤۔

① ابن رسلان لکھتے ہیں کہ ظاہر الفاظ حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ اجابت اذان موقوف ہے سماع پر، لہذا اگر کوئی شخص مؤذن کو دور سے دیکھے اور اس کی آواز نہ سنے بعد کی وجہ سے یا ہرے پن کی وجہ سے تو اس پر اجابت اذان نہیں ہے (بذل المجہود فی حل ابي داود - ج ٤ ص ٨٤)۔

② صحیح مسلم - کتاب الصلاة - باب الإمساك عن الإغارة على قوم في دار الكفر، إذا سمع فيهم الأذان ٣٨٢

③ صحیح مسلم - کتاب الصلاة - باب الإمساك عن الإغارة على قوم في دار الكفر، إذا سمع فيهم الأذان ٣٨٥

④ ينبغي أنه إن لم يطل الفصل فنعمر، وإن طال فلا، أخذ امامي، لكن صرح في الفيض أنه لو سلم على المؤذن أو المصلي أو القارئ أو الخطيب، فعن أبي حنيفة لا يلزمه الرد بعد الفراغ، بل ترد في نفسه، وعن محمد: یرد بعدة: وعن أبي يوسف: لا یرد مطلقاً، هو الصحيح، وأجمعوا أن المنفوط لا يلزمه مطلقاً (رد المحتار على الدر المختار - ج ٢ ص ٦٦)

۵۲۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ ابْنِ هَبِيعَةَ، وَخَبْرَةَ، وَسَعِيدِ بْنِ أَبِي أَنُوبٍ، عَنْ كَعْبِ بْنِ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ، أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُولُوا امِثْلَ مَا يَقُولُ ثُمَّ صَلُّوا عَلَيَّ، فَإِنَّهُ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً، صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا، ثُمَّ سَلُوا اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لِي الْوَسِيلَةَ، نَأْتِيهَا مَبْرُورَةً فِي الْجَنَّةِ لَا تَنْبَغِي إِلَّا لِعَبْدٍ مِنْ عِبَادِ اللَّهِ تَعَالَى، وَأَنْتُمْ جُؤَانُ أَنْ أَكُونَ أَنَا هُوَ، فَمَنْ سَأَلَ اللَّهَ لِي الْوَسِيلَةَ، حَلَّتْ عَلَيْهِ الشَّفَاعَةُ».

عبداللہ بن عمرو بن عاص سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم مؤذن کی آواز سنو تو وہی کلمات کہو جو کلمات مؤذن اذان میں کہہ رہا ہے پھر مجھ پر درود شریف پڑھو کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس ایک مرتبہ درود شریف پڑھنے کے بدلے اس پر دس مرتبہ رحمت نازل فرماتے ہیں پھر تم لوگ میرے لئے اللہ پاک سے وسیلہ کی دعا مانگو کیونکہ وسیلہ جنت کا ایک بلند و بالا مقام ہے جو اللہ پاک کے تمام بندوں میں سے صرف ایک بندہ کے مناسب اور شایان شان ہے اور مجھے امید ہے کہ میں ہی وہ شخص ہو گا پس جو شخص میرے لئے اللہ پاک سے وسیلہ کی دعا مانگے گا تو اس پر میری سفارش اتر پڑیگی۔

صحیح مسلم - الصلاة (۲۸۴) جامع الترمذی - المناقب (۳۶۱۴) سنن النسائی - الاذان (۶۷۸) سنن ابی داؤد - الصلاة (۵۲۳) مسند احمد - مسند المکثرین من الصحابة (۱۶۸/۲)

۱۰ صَلُّوا عَلَيَّ، فَإِنَّهُ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً، صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا. یہ حدیث پہلی حدیث سے زیادہ جامع ہے اس میں اجابت اذان کے علاوہ اذان کے بعد صلاۃ و سلام اور دعا وسیلہ کی بھی تلقین مذکور ہے۔ اس روایت میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو مجھ پر ایک مرتبہ صلاۃ بھیجتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ دس بار رحمت بھیجتے ہیں، اشکال یہ ہے کہ اس میں صلاۃ کی کیا خصوصیت ہے تمام ہی حسنات کیلئے یہی قاعدہ ہے مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أََمْثَالِهَا^{۱۰}، اس کا جواب ابن العربی نے یہ دیا کہ اشکال اس صورت میں تھا کہ اگر حدیث میں یہ ہوتا کہ ایک مرتبہ صلاۃ بھیجنے والے کیلئے دس صلوات کا ثواب ملتا ہے، بلکہ حدیث میں یہ ہے کہ ایک مرتبہ صلاۃ بھیجنے پر اللہ تعالیٰ دس صلوات نازل فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی تو ایک ہی صلاۃ بندہ کی صلاۃ سے بدرجہا افضل و اکمل ہے چہ جائیکہ دس صلوات۔ اور حافظ عراقی نے یہ جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دس صلوات کے علاوہ دس درجات کا بلند ہونا اور دس گنا ہوں کا معاف ہونا مزید برآں ہے جیسا کہ بعض روایات میں وارد ہے^{۱۱}۔

۱۱ ابن اربلان کہتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ افراد الصلوۃ عن السلام جائز ہے یعنی صرف صلوۃ بدون سلام کے، لیکن امام نووی نے کتاب الاذکار میں لکھا ہے کہ یہ مکروہ ہے (بذل المجہود فی حل ابی داؤد - ج ۴ ص ۸۶) میں کہتا ہوں کہ امام مسلم نے بھی خطبہ مسلم میں صرف صلوۃ بغیر سلام کے ذکر فرمایا ہے اس پر بھی امام نووی نے شرح میں اعتراض کیا ہے، لیکن دوسرے حضرات نے امام نووی کے قول پر تعقب کیا ہے کہ مجہور علماء کے نزدیک یہ بلا کر اہت جائز ہے۔ جو کوئی لانا ہے ایک نیکی تو اس کیلئے ان کا دس گنا ہے (سورۃ الانعام ۱۶۰)

۱۲ سنن النسائی - کتاب السہو - باب الفضل فی الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲۹۷

وسیلہ کی تفسیر:

قولہ: فَإِنَّهَا مَنْزِلَةٌ فِي الْجَنَّةِ: اس حدیث میں وسیلہ کی تفسیر یہ کی گئی ہے کہ وہ جنت کا ایک خاص درجہ ہے جو تمام درجات سے اعلیٰ ہے، اور کہا گیا ہے کہ وسیلہ سے مراد شفاعت کبریٰ ہے جو قیامت کے روز آپ کو حاصل ہوگی اور ایک قول یہ ہے کہ اعلیٰ علیین میں دو قبے ہیں ایک میں ہمارے حضور ﷺ سکونت فرمائیں گے اور دوسرے میں ابراہیم علی نبینہ وعلیہ الصلوٰۃ والسلام۔

قولہ: وَأَنْزَجُو أَنْ أَكُونَ أَنَا هُوَ: یہ آپ ﷺ نے یا تو اس وقت فرمایا جب تک آپ ﷺ کے پاس اس کے بارے میں وہی نازل نہیں ہوئی تھی کہ یہ آپ ﷺ ہی کا حق ہے، اور ہو سکتا ہے کہ بعد الوحی فرمایا ہو تو اضعاف۔
قولہ: خَلَّتْ عَلَيْهِ الشَّفَاعَةُ: شرح^۱ نے لکھا ہے کہ حلت بمعنی وجبت ہے اور علی لام کے معنی میں ہے ای وجبت لہ، جیسا کہ طحاوی کی روایت میں ہے^۲، یا یہ کہا جائے کہ یہ حلت حلول سے ہے جس کے معنی نزول کے ہیں یعنی اس پر میری شفاعت اثر پڑتی اور واقع ہو جاتی ہے۔

۵۲۴ - حَدَّثَنَا ابْنُ الشَّرَحِ، وَ مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ يَعْنِي الْحَلْبِيَّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّ رَجُلًا، قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ الْمُؤَذِّنِينَ يَفْضِلُونَا، فَقَالَ: يَهْمُولُ اللَّهُ، صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «قُلْ كُنَّا يَقُولُونَ فَإِذَا انْتَهَيْتَ فَسَلْ تُعْطَلْ»

ترجمہ: عبد اللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ مؤذن لوگ اپنی اذان دے کر ہم سے ثواب میں آگے بڑھ گئے ہیں تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مؤذن جن الفاظ سے اذان دیں تم لوگ انہی الفاظ سے ان کی اذان کا جواب دیا کرو جب اذان کو جواب دے چکو تو اللہ پاک سے جو چاہو مانگو تمہیں عطا کیا جائے گا۔
قولہ: قُلْ كُنَّا يَقُولُونَ: اس حدیث سے اجابۃ اذان کی بڑی فضیلت معلوم ہو رہی ہے اور یہ کہ

اجابۃ اذان کی بدولت آدمی تقریباً اذان کا ثواب حاصل کر لیتا ہے اور اذان دینے کا ثواب ظاہر ہے کہ بہت بڑا ہے لہذا اجابت اذان کا اہتمام ہونا چاہئے، واللہ اعلم۔

۵۲۵ - حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ الْحَكِيمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قَلْبِيسٍ، عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ قَالَ: حِينَ يَسْمَعُ الْمُؤَذِّنَ وَأَنَا أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

۱) بعض الفقہاء یہ حکماء حلت کے معنی طلال کے نہیں ہیں اسلئے کہ حرام کب تھی جواب طلال ہو گئی لیکن میں کہتا ہوں کہ حلال کو پتے معنی میں بھی لیا جاسکتا ہے وہ اس طور پر کہ اس کے معنی استحقاق کے ہیں، کہ شفاعت تو ہم کریں گے ہی لیکن تم بھی اپنے اندر اس کا استحقاق پیدا کرو تمک حرامی نہ کرو اور اس معنی کی تائید ان روایات سے کی جاسکتی ہے جن میں ترک صلوٰۃ پر وعیدیں وارد ہوئی ہیں اور ایسے شخص کو جہنم کہا گیا ہے۔

۲) شرح معانی الآثار - کتاب الصلوة - باب ما يستحب للرجل أن يقول إذا سمع الأذان ۸۹۴ (ج ۱ ص ۴۵)۔

وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، رَضِيتُ بِاللَّهِ رَبًّا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُولًا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا خَيْرَ لَهٗ".

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے مروی ہے نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے جو شخص مؤذن کی شہادتیں لینے کے وقت جواب میں یہ کلمات کہے، وَأَنَا أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، رَضِيتُ بِاللَّهِ رَبًّا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُولًا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا تو اس کے تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

صحیح مسلم - الصلاة (۳۸۶) جامع الترمذی - الصلاة (۲۱۰) سنن الدسائی - الأذان (۶۷۹) سنن ابی داود - الصلاة (۵۲۵) سنن ابن ماجہ - الأذان والسنة فيه (۷۲۱) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (۸۱/۱) م

شرح الحديث: قوله: مَنْ قَالَ: حِينَ يَسْمَعُ الْمُؤَذِّنَ وَأَنَا أَشْهَدُ: اس حدیث کی شرح میں دو قول ہیں: ① ایک یہ کہ جو کچھ یہاں مذکور ہے یہ ختم اذان پر کہا جائے، ② اور دوسرا قول یہ ہے کہ اذان کے درمیان جب مؤذن شہادتین پر پہنچے تب یہ پڑھے، بذل ① میں احتمال ثانی کو اختیار کیا ہے اور دوسرے شرح نے دونوں قول لکھ کر قول اول کو ترجیح دی ہے اس لئے کہ اگر درمیان میں پڑھنا مراد ہو تو اذان کے بعض کلمات کی اجابت میں خلل واقع ہوگا۔

۵۲۶ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُهْدِيٍّ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا سَمِعَ الْمُؤَذِّنَ يَتَشَهَّدُ، قَالَ: «وَأَنَا، وَأَنَا».

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب مؤذن کو (اذان میں) شہادتین پڑھتے ہوئے سنتے تو فرماتے میں بھی، میں بھی (یعنی جس طرح مؤذن گواہی دیتا ہے میں بھی گواہی دیتا ہوں)۔

شرح الحديث: قوله: قَالَ: «وَأَنَا، وَأَنَا»: پہلے انا کا تعلق تشہد اول یعنی أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ سے ہے اور دوسرے انا کا تعلق محمد رسول اللہ سے ہے، تقدیر عبارت یہ ہوگی انت تشهد أن لا اله الا الله وانا اشهد ان لا اله الا الله، انت تشهد ان محمدا رسول الله وانا اشهد ان محمدا رسول الله، غرضیکہ انا کی خبر محذوف ہے یہ تو اس صورت میں ہے جبکہ حدیث میں يَتَشَهَّدُ سے شہادتین ہی مراد ہوں اور اگر يَتَشَهَّدُ سے مراد مؤذن ہو تو یہ بھی محتمل ہے اور اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ آپ ﷺ پوری اذان میں اول سے آخر تک مؤذن کے جواب میں وَأَنَا فرماتے رہے، جب اس نے اللہ اکبر کہا تو آپ نے فرمایا وَأَنَا یعنی وَأَنَا أقول الله أكبر وهكذا الى آخر الأذان۔

ایک اشکال وجواب: اس کے بعد آپ ﷺ سمجھے کہ یہاں پر یہ سوال ہوتا ہے کہ ظاہر حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ آپ ﷺ نے صرف ② لفظ انا پر اکتفاء فرمایا پورے کلمات زبان سے اداء نہیں فرمائے، لیکن یہ صورت قولوا مثل ما يقول المؤذن

کے خلاف ہے تو اب یا تو یہ کہا جائے کہ یہ واقعہ قُلُوا امَقُلُوا مَقُولِ الْمُؤْمِنِينَ سے پہلے کا ہے یا یہ کہا جائے کہ قُلُوا امَقُلُوا مَقُولِ الْمُؤْمِنِينَ امر و جواب کیلئے نہیں ہے اور یا یہ کہا جائے کہ ہو سکتا ہے کہ آپ ﷺ نے تو پورا کلمہ ادا کیا ہو یعنی وَأَنَا أَقُولُ اللَّهُ أَكْبَرُ وَأَنَا أَقُولُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ إِلَى آخِرِ الْإِذَانِ، لیکن راوی نے پورا نقل نہیں کیا مگر اس احتمال کو شرح نے بعید لکھا ہے، اس سب کے لکھنے کے بعد بخاری شریف کی ایک روایت کتاب الجمعہ میں نظر سے گزری جو معاویہ بن ابی سفیانؓ سے مروی ہے جس سے یہ بات صریحاً معلوم ہوتی ہے کہ حضور ﷺ نے شہادتین کے جواب میں تو صرف وَأَنَا فرمایا اور باقی کلمات میں پورے الفاظ اپنی زبان سے اداء فرمائے۔^۱

۵۲۷

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَهْضَمٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ غَرْبَةَ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ إِسَافٍ، عَنْ حَفْصِ بْنِ غَاصِمٍ، عَنْ عُمَرَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِذَا قَالَ الْمُؤْمِنُ: اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ، فَقَالَ: أَحَدُكُمْ: اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ، فَلَمَّا قَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، قَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، فَلَمَّا قَالَ: أَشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، قَالَ: أَشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، ثُمَّ قَالَ: حَتَّى عَلَى الْفَلَاحِ، قَالَ: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ، ثُمَّ قَالَ: اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ، قَالَ: اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ، ثُمَّ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مِنْ قَلْبِهِ وَخَلَّ الْجَنَّةَ."

حضرت عمرؓ بن خطاب سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جب مؤذن اللہ اللہ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ کہتا ہے (تکبیر کو دو مرتبہ ذکر کر کے اشارہ کیا کہ یہ کلمہ واحدہ کے حکم میں ہیں، دوپراکتفاء کر کے چار مرتبہ ذکر نہیں کیا یہی وجہ ہے کہ باقی کلمات اذان میں ہر دو کلمہ میں سے ایک کو ذکر کیا ہے) تو تم میں سے جو شخص جواب میں صدق دل سے اللہ اللہ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ کہے پھر جب وہ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہتا ہے تو یہ جواب میں أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہے پھر جب وہ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کہتا ہے تو یہ جواب میں أَشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ کہتا ہے تو یہ جواب لا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ کہے پھر وہ حَتَّى عَلَى الْفَلَاحِ کہتا ہے تو یہ جواب لا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ کہے پھر وہ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ کہتا ہے تو یہ جواب لا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہتا ہے تو یہ شخص جنت میں داخل ہوگا۔

صحیح مسلم - الصلاة (۳۸۵) سنن ابی داؤد - الصلاة (۵۲۷)

معلوم ہوا کہ اجابۃ اذان کی جزاء جنت ہے۔

شرح الحدیث

۳۹۔ باب مَا يَقُولُ إِذَا سَمِعَ الْإِقَامَةَ

انتہی سے تو جواب میں کیا کہے؟

۵۲۸۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْعَتَكِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ ثَابِتٍ، حَدَّثَنِي رَجُلٌ، مِنْ أَهْلِ الشَّامِ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، أَوْ عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّ بِلَالًا أَخَذَ فِي الْإِقَامَةِ، فَلَمَّا أَنْ قَالَ: قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، قَالَ: النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَقَامَهَا اللَّهُ وَأَدَامَهَا» وَقَالَ: فِي سَائِرِ الْإِقَامَةِ كُنْ حَوْشَبُ حَدِيثِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي الْأَذَانِ

حضرت ابو امامہ یا کوئی صحابی روایت کرتے ہیں کہ حضرت بلالؓ نے اقامت دینا شروع کی۔ پس جب وہ انہوں نے قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ کہا تو نبی اکرم ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا اَقَامَهَا اللَّهُ وَأَدَامَهَا اور باقی اقامت کا جواب ان کلمات سے دیا جو اذان میں حضرت عمرؓ کی حدیث میں تھے۔

شرح الحدیث

حدیث الباب سے اجابت اقامۃ مستفاد ہو رہی ہے اور یہ کہ قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ میں بجائے اس کے اَقَامَهَا اللَّهُ وَأَدَامَهَا کہا جائے، بلا علی قاریؒ لکھتے ہیں کہ وَجَعَلَنِي مِنْ صَاحِبِي أَهْلِهَا کی زیادتی بھی اس میں مشہور ہے^۱۔

اجابة اقامة میں اختلاف: صاحب منہلؒ لکھتے ہیں کہ حکایت اقامت کے شافعیہ و حنابلہ قائل ہیں اور مالکیہ اجابة اقامت کے قائل نہیں، لیکن یہ حدیث ان کے خلاف ہے اگرچہ حدیث ضعیف ہے محمد بن ثابت کی وجہ سے جو کہ ضعیف ہیں اور شہر بن حوشب کی وجہ سے جن کی عدالت مختلف فیہ ہے، لیکن فضائل اعمال میں ضعیف پر عمل ہوتا ہے^۲، میں کہتا ہوں کہ حنفیہ کے یہاں بھی اس میں دو قول ہیں چنانچہ در مختار میں لکھا ہے ویجیب الإقامة كالأذان وقيل لا، اگر اقامۃ کا جواب نہیں دیتا تو پھر کیا کرے؟ شامی میں لکھا ہے: ولا بأس أن يشتغل بالدعاء اه^۳۔

۴۰۔ باب مَا جَاءَ فِي الدُّعَاءِ عِنْدَ الْأَذَانِ

ان احادیث کا بیان جو اذان ختم ہونے کے وقت دعا کے سلسلے میں وارد ہوئی ہیں۔

۵۲۹۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَيَّاشٍ، حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُثَنَّى، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ قَالَ: حِينَ يَسْمَعُ الدُّعَاءَ اللَّهُمَّ رَبِّ هَذِهِ الدُّعْوَةُ الْقَائِمَةُ وَالصَّلَاةُ الْقَائِمَةُ، آتَى مُحَمَّدًا الْوَسِيلَةَ وَالْفَضِيلَةَ وَابْتَعَهُ مَقَامًا مَحْمُودًا الَّذِي وَعَدْتُهُ، إِلَّا حَلَّتْ لَهُ الشَّفَاعَةُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ"

۱ مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح - ج ۲ ص ۴۳

۲ المنہل العذب المرہود شرح سنن ابی داؤد - ج ۴ ص ۲۰۳ - ۲۰۴

۳ رد المحتار علی الدر المختار - ج ۲ ص ۷۰ - ۷۱

حضرت جابر بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو مکمل اذان سننے کے بعد یہ دعا پڑھے

اللَّهُمَّ رَبِّ هَذِهِ الدَّعْوَةُ الثَّامَّةُ وَالصَّلَاةُ الْقَائِمَةُ. آتَ مُحَمَّدًا الْوَسِيلَةَ وَالْفَضِيلَةَ وَأَبْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُودًا الَّذِي وَعَدْتَهُ تَوَاسَّ

شخص کیلئے قیامت والے دن میری شفاعت واجب ہوگئی۔

صحیح البخاری - الأذان (۵۸۹) صحیح البخاری - تفسیر القرآن (۴۰۴۲) جامع الترمذی - الصلاة (۲۱۱) سنن الدنائبی - الأذان (۶۸۰) سنن أبي داود - الصلاة (۵۲۹) سنن ابن ماجه - الأذان والسنة فيه (۷۲۲) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۳۵۴/۳)

اذان کے بعد کی دعا مشہور ہے جیسا کہ کتاب میں مذکور ہے دعا کی الفاظ جو حدیث الباب میں منقول ہیں بعینہ اسی طرح بخاری شریف میں بھی ہیں اور اس میں بھی وَالذَّجَّةَ الرَّفِيعَةَ نہیں ہے، حافظ ابن حجرؒ نے تلخیص الحیدر^۱ میں اور علامہ سخاویؒ نے مقاصد حسنة میں لکھا ہے کہ یہ زیادتی ثابت نہیں، لیکن ابن السنیؒ کی عمل اليوم والليلة^۲ کا ہمارے پاس جو مطبوعہ نسخہ^۳ ہے اس میں یہ زیادتی موجود ہے، سنن نسائی میں یہ زیادتی پائی نہیں جاتی حالانکہ سند دونوں کی ایک ہے (الفيض السمانی)۔

فائدہ: مولانا یوسف بنوریؒ نے معارف السنن^۴ میں لکھا ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے حجة اللہ البالغة میں اس زیادتی کو ذکر کیا ہے، وہو معتثبت فی النقل، وہ لکھتے ہیں کہ اور بھی دوسری روایات میں اس زیادتی کا مضمون پایا جاتا ہے نیز وہ لکھتے ہیں کہ اس دعا کے اخیر میں إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيعَادَ سنن بیہقی^۵ میں موجود ہے کما قال الحافظ ابن حجر والعلامة العینی وغیرہما اس دعا کے الفاظ کی شرح بذل میں مذکور ہے دعا کی ابتداء اللَّهُمَّ رَبِّ هَذِهِ الدَّعْوَةُ الثَّامَّةُ ہے جس سے معلوم ہو رہا ہے کہ اذان بہت بڑی دعوت و تبلیغ ہے، اور اس میں کیا شک ہے^۶۔

۱۔ باب مَا يَقُولُ عِنْدَ أَذَانِ الْمَغْرِبِ

حصص مغرب کی اذان کے وقت کون سی دعا پڑھے

حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ إِهَابٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْوَلِيدِ الْعَدَنِيُّ، حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ مَعْنٍ، حَدَّثَنَا الْمُسْعُودِيُّ، عَنْ أَبِي

- ① التلخيص الحيدري في تخریج احاديث الراعي الكبير - ج ۱ ص ۳۷۶، المقاصد الحسنة ص ۲۱۲
- ② عمل اليوم والليلة لابن السني ص ۷۷
- ③ وليست هذه الزيادة في النسخة التي حققها وعلق عليها عبد الرحمن الكوثر نجل الشيخ مولانا محمد عاشق الهی البرنی، ويستفاد من تعيقه ان هذه الزيادة ليست في النسخة الخطية الهندية، نعم توجد في النسخة الحيدرية آحادية۔
- ④ معارف السنن شرح جامع الترمذی - ج ۲ ص ۲۴۸
- ⑤ السنن الكبرى للبيهقي - كتاب الصلاة - باب ما يقول إذا فرغ من ذلك ۱۹۳۳ - ج ۱ ص ۶۰۳ - ۶۰۴
- ⑥ بذل المجهود في حل أبي داود - ج ۴ ص ۹۴

كَبِيرٍ مَوْلَى أُمِّ سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: عَلَّمَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَقُولَ عِنْدَ أَذَانِ الْمَغْرِبِ: «اللَّهُمَّ إِنَّ هَذَا إِتْبَالٌ لِيَلِكْ، وَإِذْبَانٌ هَمَّارِكْ، وَأَصْوَاتٌ دُعَاتِكْ، فَاعْفُزْ لِي».

حضرت ام سلمہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے سکھایا کہ میں اذان مغرب کے وقت یہ دعا پڑھوں

اللَّهُمَّ إِنَّ هَذَا إِتْبَالٌ لِيَلِكْ، وَإِذْبَانٌ هَمَّارِكْ، وَأَصْوَاتٌ دُعَاتِكْ، فَاعْفُزْ لِي۔

جامع الترمذی - الدعوات (۳۵۸۹) سنن ابی داؤد - الصلاة (۵۳۰)

خاص اذان مغرب کے وقت کی دعا حدیث الباب میں مذکور ہے، ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں کہ اگرچہ یہ دعا صبح کی اذان کی وقت منقول نہیں ہے لیکن اسی پر قیاس کرتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ جب مغرب کی اذان کی وقت اللہمَّ إِنَّ هَذَا إِتْبَالٌ لِيَلِكْ، وَإِذْبَانٌ هَمَّارِكْ پڑھا جاتا ہے تو اس کے بالمقابل صبح کی اذان کی وقت یہ پڑھا جائے اللہمَّ هَذَا إِذْبَانٌ لِيَلِكْ وَإِتْبَالٌ هَمَّارِكْ الی آخرہ، لیکن شیخ ابن حجرؒ مکی کی رائے یہ نہیں ہے وہ کہتے ہیں یہ امور توقیفی ہیں ان میں قیاس نہیں چلتا لیکن علی قاریؒ نے اس کو رد کیا ہے۔

۲ - بَابُ أَخْذِ الْأَجْرِ عَلَى الْقَادِرِينَ

اذان کہنے پر اجرت لینے (کی ناپسندیدگی) کا بیان

حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا سَعِيدُ الْجَرِيرِيُّ، عَنْ أَبِي الْعَلَاءِ، عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ، قَالَ: قُلْتُ: - وَقَالَ مُوسَى فِي مَوْضِعٍ آخَرَ إِنَّ عُثْمَانَ بْنَ أَبِي الْعَاصِ قَالَ - يَا رَسُولَ اللَّهِ اجْعَلْ لِي إِمَامَةً قَوْمِي، قَالَ: «أَنْتَ إِمَامُهُمْ وَاقْتَدِ بِأَصْطِفِهِمْ وَاتَّخِذْ مُؤَدَّنًا لَا يَأْخُذُ عَلَى أَذَانِهِ أَجْرًا».

مطرف بن عبد اللہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن ابی العاص سے کہ حضرت عثمانؓ کہتے ہیں میں نے کہا اور موسیٰ بن اسماعیل استاد نے دوسری جگہ حدیث بیان کرتے ہوئے یہ الفاظ کہے کہ حضرت عثمان بن ابی العاص نے کہا (موسیٰ بن اسماعیل استاد نے دو مرتبہ یہ حدیث سنائی ایک مرتبہ یہ الفاظ کہے "قَالَ: قُلْتُ" اور دوسری مرتبہ کہا "إِنَّ عُثْمَانَ بْنَ أَبِي الْعَاصِ قَالَ" گویا پہلی مرتبہ عثمان بن ابی العاص کا کلام ان کے اپنے الفاظ سے ذکر کیا اور دوسری مرتبہ ان کے قول کی حکایت بیان کی اور ان کو بطور غائب ضمیر ذکر کیا) اے اللہ کے رسول مجھے اپنی قوم کا امام بنادیں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا (ہم نے تمہیں تمہاری قوم کا امام بنادیا سو) تو تم اپنی قوم کے امام ہو اور ان میں سے سب سے کمزور شخص کی حالت کو دیکھتے ہوئے امامت کراؤ (یعنی نہ زیادہ لمبی نماز پڑھاؤ اور نہ بالکل مختصر) اور ایسے شخص کو مؤذن بناؤ جو اپنی اذان پر اجرت نہ لیتا ہو۔

صحیح مسلم - الصلاة (۴۶۸) جامع الترمذی - الصلاة (۲۰۹) سنن النسائی - الاذان (۶۷۲) سنن ابی داؤد - الصلاة (۵۳۱) سنن ابن ماجہ - الاذان والسنۃ فیہ (۷۱۴) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنۃ فیہا (۹۸۷) مسند احمد - اول مسند البیہدیین رضی اللہ عنہم اجمعین (۲۱/۴) مسند احمد - مسند الشامیین (۲۱۶/۴) مسند احمد - مسند الشامیین (۲۱۷/۴) مسند احمد - مسند الشامیین (۲۱۸/۴)

شرح الحدیث

قوله: عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ، قَالَ: كُنْتُ: يه عثمان بن ابی العاص طائفی ہیں وفد ثقیف کیساتھ آئے ہیں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے انکی روایت ابواب المساجد کے سب سے پہلے باب میں گزر چکی ہے جس میں یہ تھا امْرُؤُاَنْ يَجْعَلَ مَسْجِدَ الطَّائِفِ حَيْثُ كَانَ طَوَّافًا عَلَيْهِمْ^۱، انکو حضور ﷺ نے طائف کا عامل بنا کر بھیجا تھا انہوں نے حضور ﷺ سے درخواست کی کہ مجھے میری قوم کا امام بنا دیجئے، تو آپ ﷺ نے فرمایا اَنْتَ اِمَامُهُمْ ہاں ٹھیک ہے ہم نے تم کو ان کا امام بنادیا، ان کی قوم کا مصداق اہل طائف ہیں۔

اپنے لئے امامت وتولیت کی طلب: اس حدیث میں ان صحابی کی طرف سے امامت کی طلب پائی گئی چونکہ یہ اپنی قوم کے حال سے زائد واقف تھے بظاہر انہوں نے اپنی تولیت ولماست میں ان کی بہترائی اور مصلحت سمجھی ہوگی، اس لئے حضور ﷺ سے یہ چیز طلب کی، ابن رسلان^۲ لکھتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ امامت طلب کرنا اور طلب پر اس کو دیدینا یہ مناسب ہے جبکہ طلب کرنا واقعی اس کا اہل ہو^۳، بندہ کے ذہن میں ایک اور بات بھی ہے کہ انہوں نے از سر نو عہدہ طلب کرنے میں پہل نہیں کی بلکہ جیسا کہ پہلے گزر چکا آپ ﷺ نے ان کو طائف کا عامل تجویز فرمایا تھا تو یہ عہدہ حاصل ہونے کے بعد انہوں نے آپ ﷺ سے اپنی قوم کو نماز پڑھانے کی اجازت طلب کی، آپ ﷺ نے بلا تا مل اجازت مرحمت فرمادی خصوصیت مقام کی وجہ سے ورنہ واقعہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ عہدہ کی طلب کو پسند نہیں کرتے تھے اور نہ ہی کسی کو اس کی طلب پر عہدہ عطا فرماتے تھے۔

قوله: وَاقْتَدِبَاْضَعْفِهِمْ: یعنی نمازیوں میں جو سب سے زیادہ ضعیف و کمزور ہوا اس کی حالت کو پیش نظر رکھ کر نماز پڑھانا، لہذا نہ تو زیادہ لمبی نماز پڑھائی جائے اور نہ زیادہ مختصر اور تیزی سے، اس لئے کہ کمزور آدمی کو رکوع و سجدہ کرنے میں دیر لگتی ہے انکو زیادہ اختصار اور جلدی میں بھی وقت لاحق ہوتی ہے، اور دوسرا مطلب اس کا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اگرچہ ہم نے تم کو تمہاری قوم کا امام بنادیا ہے لیکن اس کے باوجود اپنے مقتدیوں میں جو بوڑھے اور بزرگ ہیں ان کی تعظیم و تکریم کا خیال رکھنا اور ان کے پیچھے چلنا اور ان پر پیش قدمی نہ کرنا، ایک روایت میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سفید ریش مسلم سے شرماتے ہیں، نیز ایک روایت میں ہے اِنَّ مِنْ اِجْلَالِ اللّٰهِ اَكْرَمَ رِزْقِ الشَّيْئَةِ الْمُسْلِمِ^۴، کہ بوڑھے آدمی کی تعظیم گویا اللہ کی تعظیم ہے، اضعف کی تفسیر میں دو قول ہیں، قوت

۱ سنن ابی داؤد - کتاب الصلاة - باب بناء المساجد ۵۰

۲ بذل المجہور فی حل ابی داؤد - ج ۴ ص ۹۷-۹۸

۳ سنن ابی داؤد - کتاب الادب - باب فی تنزیل الناس منازلہم ۴۸۴۳

بدنیہ کے اعتبار سے ضعیف و کمزور اور دوسری تفسیر اکثر ہم خشوعاً و تذلاً للہ تعالیٰ۔

قوله: وَاتَّخِذْ مَوْذِنًا لَا يَأْخُذُ عَلَىٰ آذَانِهِ أَجْرًا: حدیث کا یہی تکرار ترجمہ الباب سے متعلق ہے۔

استیجار علی الطاعات میں اختلاف علماء: مسئلہ مختلف فیہ ہے یوں طاعة بجزءہ^① مثلاً تلاوت قرآن پر اجرت لینا تو کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں البتہ ضرورت کی چیزوں میں اختلاف ہے چنانچہ امام مالکؒ کے نزدیک اذان و اقامت تعلیم قرآن وغیرہ امور دینیہ پر اجرت لینا جائز ہے، شافعیہ کا بھی قول اصح یہی ہے اور حنفیہ و حنابلہ کے نزدیک جائز نہیں لیکن متاخرین احناف نے ضرورت استیجار علی الطاعات کو جائز قرار دیا ہے، مکتب الدہلی^② میں لکھا ہے کہ قرأت قرآن فی التراویح پر اجرت لینا جائز نہیں اسی طرح ایصال ثواب لل میت پر ختم قرآن کی اجرت بھی جائز نہیں اس لئے کہ طاعات پر اخذ اجرت کو متاخرین نے دینی ضرورت و مصلحت کی بناء پر جائز قرار دیا ہے اور یہاں کوئی ضرورت اور مجبوری ہے نہیں اس لئے کہ ترویج میں ختم قرآن کوئی ضروری نہیں، غیر حافظ بھی بغیر اجرت کے تراویح پڑھا سکتا ہے، اور عرف الشذی میں لکھا ہے کہ فتاویٰ قاضیخان میں ہے کہ قدیم زمانے میں اسلامی حکومت میں علماء و مؤذنین کیلئے بیت المال سے وظائف مقرر تھے بخلاف اس زمانہ کے، لہذا اذان وغیرہ پر اجرت جائز ہے اور اس میں خروج عن المذہب بھی نہیں بخلاف صاحب ہدایہ کے کہ انکے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ قول بالجواز خروج عن المذہب ہے، صاحب عرف الشذی کہتے ہیں کہ زیادہ قابل اعتماد بات قاضیخان کی ہے^③، اس کے بعد جانا چاہئے کہ اس مسئلہ میں حدیث الباب سے حنفیہ کی تائید ہوتی ہے، نیز حنفیہ کا استدلال اس روایت سے ہے جو ابو داؤد میں کتاب الإجارة باب کسب المعلم کے ذیل میں آگئی، حضرت عبادۃ بن الصامت نے بعض اہل صفہ کو قرآن کی تعلیم دی انہوں نے انکو اس پر ایک تیر لکمان دینا چاہا عبادہ نے اسکی اجازت حضور ﷺ سے چاہی، آپ نے فرمایا کہ اگر آگ کا طوق^④ گردن میں ڈالنا چاہتا ہے تو قبول کر لے، اس کے بالمقابل شافعیہ نے ابو سعید^⑤ خدری کے واقعہ سے استدلال کیا، وہ یہ کہ انہوں نے ایک مرتبہ ایک لدغیہ پر سورہ فاتحہ تین بار پڑھ کر دم کیا جس سے وہ شفا یاب ہو گیا تو انہوں نے ان لوگوں سے اسکی معقول اجرت لی تیس بکریاں، یہ قصہ بھی ابو داؤد کی کتاب الإجارة میں موجود ہے، لیکن یہ استدلال صحیح نہیں اس لئے کہ یہ تو جھاڑ پھونک اور علاج و معالجہ کے قبیل

① اس میں ہمارے بعض فقہاء سے لغزش اور تساہل ہوا ہے کہ انہوں نے تلاوت مجرہ اور تعلیم قرآن میں فرق نہیں کیا اسی لئے بعد کے علماء کو اس پر تنبیہ کی ضرورت پیش آئی بنظر شرح عقود رسم المفہی ۱۲۔

② المکتب الدہلی علی جامع الترمذی - ج ۱ ص ۲۳۵

③ العرف الشذی شرح سنن الترمذی ج ۱ ص ۲۲۴

④ لفظ حدیث یہ ہے إِنْ كُنْتَ مُجِئًا أَنْ تَطْوُقَ ظُوقًا مِنْ نَارٍ فَأَتْبَلْهَا (سنن ابی داؤد - کتاب الإجارة - باب فی کسب المعلم ۳۴۱۶)۔

⑤ ابن العزلی نے مالکیہ کی طرف سے اس حدیث سے استدلال کیا مَاتَرَ كُنْتُ بَعْدَ نَقْفَةٍ نَسَالِي وَمُثَوْنَةٍ غَامِلِي. فَهُوَ صَدَقَةٌ (صحیح مسلم کتاب الجہاد والسیر باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: «لَا تُورَثُ مَاتَرَ كَمَا فَهُوَ صَدَقَةٌ» ۱۰۷۶۰)۔

سے ہے نہ کہ تعلیم کے قبیل سے اور اخذ الاجرة علی الوقیة کے ہم بھی قائل ہیں اسی لئے امام ابو داؤدؒ نے اس پر باب قائم کیا ہے، باب اجر الطیب، نیز عرف الشذی میں لکھا ہے کہ ختم قرآن اور ختم بخاری اگر اپنی کسی دنیوی غرض کیلئے ہے تب تو اس پر اجرت لینا جائز ہے البتہ اگر ختم امور دین کیلئے ہو جیسے ایصال ثواب وغیرہ تو پھر اجرت لینا جائز نہیں^①۔

۳ - باب فی الاذان قبل دخول الوقت

وقت داخل ہونے سے پہلے اذان دینے کے حکم کا بیان

اذان چونکہ نماز کے وقت کی اطلاع کا نام ہے اس لئے ظاہر ہے کہ قبل دخول الوقت جائز نہ ہونی چاہئے اور مسئلہ بھی یہی ہے۔
مسئلة الباب میں مذاہب ائمہ: چنانچہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ فجر کے علاوہ باقی چار نمازوں میں اذان قبل الوقت جائز نہیں، البتہ صلاۃ فجر میں اختلاف ہو رہا ہے، امام ابو حنیفہؒ اور محمدؒ کی رائے تو اس میں بھی یہی ہے کہ ناجائز ہے، البتہ ائمہ ثلاث اور ابو یوسفؒ کے نزدیک صبح کی اذان طلوع فجر سے قبل رات کے سدس اخیر میں دینا جائز ہے۔

۵۳۲ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، وَزَادُ بْنُ شَيْبَةَ الْمُعْتَمِدُ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُثْمَرَ، أَنَّ بِلَالًا أَذَّنَ قَبْلَ طُلُوعِ الْفَجْرِ، فَأَمَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَرْجِعَ فَيُنَادِيَ: «أَلَا إِنَّ الْعَبْدَ، [قَدْ] نَامَ» [أَلَا إِنَّ الْعَبْدَ، [قَدْ] نَامَ] زَادُ مُوسَى: فَرَجَعَ فَنَادَى: «أَلَا إِنَّ الْعَبْدَ نَامَ». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَهَذَا الْحَدِيثُ لَمْ يَرْوِهِ عَنْ أَيُّوبَ، إِلَّا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ».

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت بلالؓ نے (ایک مرتبہ) طلوع فجر سے پہلے اذان دے دی تو نبی کریم ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ وہ لوٹیں اور اعلان کریں کہ جان لو بندہ (حضرت بلالؓ خود مراد ہیں) سو گیا ہے (یعنی اذان کے وقت سے غافل ہو گیا ہے) موسیٰ استاد نے یہ بھی اضافہ کیا ہے کہ حضرت بلالؓ لوٹے اور اعلان کیا "جان لو کہ بندہ نیند میں تھا" امام ابو داؤد کہتے ہیں کہ حماد بن سلمہ ایوب سے یہ روایت کرنے میں متفرد ہیں۔

شرح الحدیث: عَنْ ابْنِ عُثْمَرَ، أَنَّ بِلَالًا أَذَّنَ قَبْلَ طُلُوعِ الْفَجْرِ: یعنی حضرت بلالؓ نے ایک طلوع فجر سے پہلے اذان پڑھ دی تو آپ ﷺ نے انکو حکم دیا کہ لوٹ کر جائیں اور اعلان کریں۔

قوله: «أَلَا إِنَّ الْعَبْدَ، [قَدْ] نَامَ»: نوم سے مراد یہاں غفلت اور چوک ہے کہ مجھ سے غلطی ہو گئی اذان طلوع فجر سے پہلے پڑھ دی، یا نوم کو اپنی حقیقت پر محمول کیا جائے اور مطلب یہ لیا جائے کہ میری بوقت آنکھ لگ گئی تھی، بیدار ہونے پر یہ سوچ کر کہ کہیں دیر نہ ہو گئی ہو قبل از وقت اذان کہہ دی، یہ حدیث حنفیہ کی واضح طور پر دلیل ہے۔

① المعروف الشذی شرح سنن الترمذی ج ۱ ص ۲۲۴

② یہاں اختلاف نسخ ہے، یکی عبد الحمید کے نسخ میں بین القوسین [قد] کی زیادتی موجود ہے، جب کہ شیخ عوامہ کے نسخہ میں یہ زیادتی نہیں ہے۔

حدیث الباب پر محدثین کا نقد: مگر حضرات محدثین اس حدیث کو صحیح نہیں مانتے جن میں امام احمد، ابو حاتم رازی، امام بخاری، علی بن مدینی، دارقطنی، امام ترمذی اور خود مصنف شامل ہیں، ان حضرات کا نقد اس حدیث پر یہ ہے جس کو مصنف بیان فرما رہے ہیں قَالَ ابُو دَاوُدَ: «وَهَذَا الْحَدِيثُ لَمْ يَرَوْهُ عَنْ أَنُوبٍ، إِلَّا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ»، حاصل نقد یہ ہے کہ یہ حدیث مرفوعاً ثابت نہیں بلکہ موقوف ہے یعنی یہ واقعہ حضور ﷺ کے زمانہ کا نہیں بلکہ حضرت عمرؓ کے زمانہ کا ہے کہ ان کا ایک موزن تھا جس کا نام مسروح تھا یا مسعود اس نے ایک مرتبہ صبح کی اذان قبل از وقت کہہ دی تھی تو اس پر حضرت عمرؓ نے اس کو فرمایا تھا کہ جا کر اعلان کرو اَلَا إِنَّ الْعَبْدَ، قَدْ نَامَ، چنانچہ یہ واقعہ اسی طرح مصنف نے اس باب کی دوسری حدیث میں بیان کیا ہے اور فرمایا ہے وَهَذَا أَصَحُّ مِنْ ذَلِكَ

امام ترمذی نے جامع ترمذی میں تحریر فرمایا ہے کہ صحیح حدیث میں وارد ہے إِنَّ بِلَالًا يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ، فَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يُؤَذِّنَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ ①، یہ حدیث متفق علیہ ہے اس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت بلالؓ آخر شب میں صبح صادق سے پہلے اذان کہتے ہیں لہذا روزہ دار ان کی اذان پر کھانا پینا ترک نہ کریں جب تک ابن ام مکتوم دوسری اذان نہ کہیں اور جب وہ اذان کہیں اس پر کھانا پینا چھوڑ دینا چاہیے، امام ترمذی فرماتے ہیں اس صحیح حدیث میں خود حضور ﷺ فرما رہے ہیں کہ بلالؓ رات میں اذان کہتے ہیں، پھر ابن عمرؓ کی روایت یعنی حدیث الباب کیسے صحیح ہو سکتی ہے۔

حنفیہ کی طرف سے جواب نقد: ہماری طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت بلالؓ اور ابن ام مکتوم دونوں باری باری اذان کہتے تھے یعنی کبھی تہجد کیلئے اذان بلالؓ کہتے ہیں، اور دوسری اذان ابن ام مکتوم اور کبھی اس کے برعکس ابن ام مکتوم تہجد کیلئے اور حضرت بلالؓ صبح کی نماز کیلئے تو ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ دوسری اذان حضرت بلالؓ کی باری میں تھی جو طلوع فجر کے بعد ہونی چاہئے تھی مگر انہوں نے غلطی سے طلوع فجر سے پہلے کہہ دی اس لئے آپ کو اعلان کرنا پڑا لہذا دونوں حدیثوں میں کچھ بھی تعارض نہیں بات بالکل صاف اور واضح ہو گئی، فالحمد للہ علی ذلک، اس کے علاوہ اس کے دو جواب اور ہیں: ① یہ تو صحیح ہے کہ آپ کے اخیر زمانہ میں صبح کے وقت دو اذانیں ہوتی تھیں لیکن یہ کسی حدیث سے ثابت نہیں کہ اوائل ہجرت سے لیکر اخیر تک ہمیشہ ہی ایسا ہوتا تھا، ممکن ہے شروع میں ایک ہی اذان ہوتی ہو صبح صادق کے بعد ایک دن غلطی سے انہوں نے قبل از وقت اذان دیدی جس پر تنبیہ کی گئی، ② ممکن ہے بلالؓ نے وقت مقررہ سے زیادہ قبل اذان دیدی ہو اس لئے تنبیہ کی گئی اگر یہ توجیہات نہ کی جائیں بلکہ یہی کہنا جائے کہ یہ واقعہ حضرت عمرؓ کے زمانہ کا ہے اور حضور ﷺ کے زمانہ میں اذان قبل الوقت ہی ہوتی تھی تو یہ اشکال کھڑا ہو جائیگا کہ جب حضرت عمرؓ کو معلوم تھا کہ آپ ﷺ کے زمانہ میں ہمیشہ قبل الوقت اذان ہوتی تھی تو پھر انہوں نے اس اذان کا کیوں اعادہ کر لیا اس کو غیر معتبر کیوں قرار دیا لہذا اخیر اسی میں ہے اس واقعہ کو مرفوع مانتے ہوئے اس کی

توجیہ کی جائے، واللہ اعلم۔

جمہور کے استدلال کا رد: اس کے بعد آپ سمجھے کہ جمہور علماء جو قبل الوقت جواز اذان کے قائل ہیں وہ مذکورہ بالا حدیث **إِنْ يَلَاؤُنْ يَلِيلٍ** سے استدلال کرتے ہیں کہ دیکھئے حضرت بلالؓ صبح صادق سے پہلے اذان کہتے تھے، ہمارے علماء نے جواب دیا کہ یہ تو غور فرمائیے کہ وہ پہلی اذان کس لئے ہوتی تھی آیا صبح کی نماز کیلئے ہوتی تھی یا کسی اور غرض سے اس کی تصریح خود روایات میں موجود ہے **لِوَقْتِ نَائِمِكُمْ وَلِاجْماعِ قَائِمِكُمْ** یعنی یہ پہلی اذان اس لئے ہوتی تھی کہ جو لوگ پہلے سے بیدار ہیں اور تہجد پڑھ رہے ہیں وہ ذرا آرام کر لیں اور جواب تک سو رہے تھے وہ بیدار ہو کر چند رکعات تہجد کی پڑھ لیں پھر یہ کہنا کیسے صحیح ہے کہ صبح کی اذان قبل الوقت جائز ہے اس لئے کہ اول تو یہ بات اس تصریح کے خلاف ہے، دوسرے اس لئے کہ اگر مان لیا جائے کہ وہ صبح ہی کی نماز کیلئے ہوتی تھی تو کبھی تو اس پر اکتفاء کیا جاتا آخر یہ کیا بات ہے کہ طلوع فجر کے بعد ہمیشہ دوسری اذان کہی جاتی تھی، معلوم ہوا کہ وہ پہلی اذان نہ صبح کی نماز کیلئے کہی جاتی تھی اور نہ ہی اس کے لئے کافی تھی۔

۵۳۳ - حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ مَنصُورٍ، حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ حَرْبٍ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ أَبِي رِزْدَاقٍ، أَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنْ مُؤَذِّنٍ لِعُمَرَ يُقَالُ لَهُ مَسْرُوحٌ أَذَّنَ قَبْلَ الصُّبْحِ فَأَمَرَكَ عُمَرُ فَذَكَرْتَ نَحْوَهُ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَقَدْ رَوَاهُ حَمَادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عُثَيْبِ بْنِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ أَوْ عُثْمَانَ أَنَّ مُؤَذِّنًا لِعُمَرَ، يُقَالُ لَهُ: مَسْرُوحٌ أَوْ عُثْمَانُ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ الدَّهْلِيُّ، عَنْ عُثَيْبِ بْنِ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: كَانَ لِعُمَرَ مُؤَذِّنٌ، يُقَالُ لَهُ: مَسْعُودٌ وَذَكَرْتَ نَحْوَهُ وَهَذَا أَصَحُّ مِنْ ذَلِكَ.

حضرت نافعؓ روایت کرتے ہیں حضرت عمرؓ کے مؤذن سے جس کا نام مسروح تھا کہ مسروح نے (ایک مرتبہ) صبح طلوع سے پہلے اذان دے دی تو حضرت عمرؓ نے مسروح کو حکم دیا پھر آگے ایوبؓ نے حماد بن سلمہ کی طرح روایت ذکر کی۔ امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں حماد بن زید عبید اللہ بن عمرؓ سے وہ نافعؓ یا کسی اور سے یہ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے مؤذن جن کا نام مسروح تھا (نے طلوع صبح سے پہلے اذان دے دی) یہ عبد العزیز حدیث کی تائید میں لے کر آئے امام ابو داؤدؒ کہتے ہیں دراوروی عبید اللہ سے وہ نافعؓ سے وہ ابن عمرؓ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کا ایک مؤذن تھا جس کا نام مسعود تھا اور آگے دراوروی نے حماد بن سلمہ کی طرح حدیث بیان کی (یہ ماقبل حدیث کی دوسری تائید ہے) اور یہ حدیث (جسے عبد العزیز اور حماد بن زید اور دراوروی نے روایت کی ہے) زیادہ صحیح ہے اس دوسری حدیث سے (جسے حماد بن سلمہ نے ایوبؓ سے روایت کیا ہے)

۵۳۴ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ بُرْقَانَ، عَنْ شَدَّادِ مَوْلَى عِيَّاضِ بْنِ عَامِرٍ، عَنْ بِلَالٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ: «لَا تُؤَذِّنْ حَتَّى يَسْتَبِينَ لَكَ الْقَجْرُ هَكَذَا» وَمَدَّ يَدَيْهِ عَرْضًا. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «شَدَّادٌ

مَوْلٰی عِیَاضٍ لَّمْ یُذْرِكْ بِلَالًا»

حضرت بلالؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان سے ارشاد فرمایا (نجر کی نماز کیلئے) اذان نہ دو یہاں تک کہ تمہارے سامنے فجر اس طرح واضح ہو جائے آپ ﷺ نے دونوں ہاتھوں کو عرضاً پھیلایا۔

شرح الحدیث: قولہ: لَا تُؤْذِنُ حَتَّىٰ يَسْتَبِينَ لَكَ الْفَجْرُ الخ: یہ حدیث بھی حنفیہ کی دلیل ہے اس میں یہ ہے کہ حضور ﷺ حضرت بلالؓ سے فرما رہے ہیں کہ صبح کی اذان اس وقت تک نہ کہو جب تک تمہارے لئے صبح اس طرح روشن نہ ہو جائے اور آپ نے دونوں ہاتھوں کو عرضاً پھیلایا یعنی جب تک صبح کی روشنی افق میں عرضاً نہ ظاہر ہو جائے اس وقت تک اذان نہ کہی جائے، صبح صادق کی علامت یہ ہے کہ وہ افق میں عرضاً ہوتی ہے اور پھیلتی چلی جاتی ہے اور صبح کاذب کا ظہور آسمان میں طولاً ہوتا ہے اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ روشنی غائب ہو جاتی ہے، ابوداؤد کے بعض نسخوں میں ایک زیادتی ہے۔

قولہ: قَالَ ابوداؤد: «شَدَّ اَذْمَوْلٰی عِیَاضٍ لَّمْ یُذْرِكْ بِلَالًا»؛ مصنفؒ اس حدیث پر نقد فرما رہے ہیں کہ یہ منقطع ہے شہاد جو سند کے راوی ہیں ان کا سماع بلالؓ سے ثابت نہیں، ابن رسلانؒ اس حدیث کے بارے میں کہتے ہیں کہ ہمارے اصحاب نے اس کو اقامت پر محمول کیا ہے^۱، عجیب بات ہے کہ اذان کو اقامت پر محمول کر رہے ہیں، بذل المجہود میں حضرتؒ نے مصنف ابن ابی شیبہ سے حضرت عائشہؓ کی حدیث نقل کی ہے قَالَتْ: مَا كَانُوا يُؤْذِنُونَ حَتَّىٰ يَنْفَجِرَ الْفَجْرُ^۲، یہ حدیث مرسل یا منقطع نہیں بلکہ مسند اور صحیح ہے۔

۴۴۔ بَابُ الْأَذَانِ لِلْأَعْمَى

نامینہ شخص کے اذان دینے (کے جواز) کا بیان

۵۳۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يَحْيَىٰ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَالِحٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، وَسَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، «أَنَّ ابْنَ أُمِّ مَكْتُومٍ، كَانَ مُؤَذِّنًا لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ أَعْمَى» حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ابن ام مکتومؓ رسول اللہ ﷺ کے مؤذن تھے حالانکہ وہ نابینا تھے۔

صحیح مسلم - الصلاة (۳۸۱) سنن ابی داود - الصلاة (۵۳۵)

اذان اعمی میں حنفیہ کے تین قول ہیں، جائز ہے بلا کر بہت صریح بہ الشامی^۳، مکروہ ہے ذکرہ فی الحیط، خلاف اولیٰ ہے ذکرہ صاحب البدائع اور امام شافعی کا مذہب کما قال النووی یہ ہے کہ اگر اعمی کے ساتھ بصیر ہو جو اس کی رہنمائی کرے

۱ بذل المجہود فی حل ابی داود - ج ۴ ص ۱۰۷

۲ مصنف ابن ابی شیبہ - کتاب الاذان - باب من کرہ ان یؤذن المؤذن قبل الفجر ۲۲۳۷، وبذل المجہود فی حل ابی داود - ج ۴ ص ۱۰۸

۳ بد الخیار علی الذم المختار - ج ۲ ص ۵۹

تب مکروہ نہیں جیسا کہ ابن ام مکتوم کیساتھ بلال ہوتے تھے ورنہ مکروہ ہے، منہل میں ابن عبد البر مالکی سے وہی نقل کیا ہے جو امام نووی نے فرمایا۔

ابن ام مکتوم جو مسجد نبوی کے مؤذن تھے ان کے نام میں اختلاف ہے، قیل عبد اللہ، قیل عمرو، اور ام مکتوم ان کی والدہ ہیں جن کا نام عاتکہ ہے یہ مہاجرین اولین میں سے تھے حضور ﷺ سے قبل ہی ہجرت فرما کر مدینہ آئے تھے، روایات میں آتا ہے کہ آپ نے غزوات کے سفر میں جاتے وقت تیرہ مرتبہ ان کو نماز پڑھانے کیلئے اپنا نائب بنایا اور یہی وہ صحابی ہیں جن کے بارے میں عَبَسَ وَتَوَلَّى آیات نازل ہوئیں، رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ۔

۴۵۔ باب الخروج من المسجد بعد الأذان

۴۵۔ اذان کے بعد مسجد سے باہر نکلنے کا بیان

۵۳۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْمُهَاجِرِ، عَنْ أَبِي الشَّعَثَاءِ، قَالَ: كُنَّا مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ فِي الْمَسْجِدِ فَخَرَجَ رَجُلٌ حِينَ أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ لِلْعَصْرِ، فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: «أَمَّا هَذَا فَقَدْ غَضِيَ أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ»
ابو الشَّعَثَاءِ کہتے ہیں کہ ہم حضرت ابو ہریرہؓ کے ساتھ مسجد میں تھے ابو الشَّعَثَاءِ کہتے ہیں کہ ایک شخص (جو پہلے سے مسجد میں تھا) جب مؤذن نے عصر کی نماز کے لئے اذان دی تو وہ شخص مسجد سے باہر چلا گیا اس پر ابو ہریرہؓ نے ارشاد فرمایا: بہر حال یہ شخص (جو اذان ہونے کے بعد مسجد سے نکلا ہے) اس نے ابو القاسم کی نافرمانی کی۔

صحیح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (۶۵۵) جامع الترمذی - الصلاة (۲۰۴) سنن النسائی - الأذان (۱۸۳) سنن النسائی - الأذان (۱۸۴) سنن ابی داؤد - الصلاة (۵۳۶) سنن ابن ماجہ - الأذان والنسبة فیہ (۷۳۳) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۵۰۶/۲) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۵۳۷/۲) سنن الدارمی - الصلاة (۱۲۰۵)

شرح الحدیث
کُنَّا مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ فِي الْمَسْجِدِ فَخَرَجَ رَجُلٌ حِينَ أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ لِلْعَصْرِ: یعنی ایک شخص جو پہلے سے مسجد میں تھا اذان شروع ہونے کے بعد مسجد سے باہر چلا گیا تو اس پر ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ اس شخص نے حضور ﷺ کی نافرمانی کی، لفظ أَمَّا تفصیل کیلئے آتا ہے، تفصیل کیلئے کم از کم دو چیزیں ہونی چاہئیں اور یہاں عبارت میں صرف ایک ہی مذکور ہے لہذا اس کا مقابل محذوف ماننا پڑیگا یعنی امامن ثبت فی المسجد فقد اطاع ابا القاسم ﷺ اور اس کا مقابل جزء ثانی روایت میں مذکور ہے، ابن ماجہ وغیرہ کی بعض روایات میں اذان کے بعد مسجد سے نکلنے والے کو منافق کہا گیا ہے مگر اس روایت میں اس بات کی تصریح ہے بشرطیکہ وہ بلا کسی حاجت کے نکلا ہو، اور ایسی کام بھی ارادہ نہ ہو^①، اسی طرح فقہاء نے اور بھی بعض کا استثناء کیا ہے، مثلاً وہ شخص وہ کسی دوسری مسجد میں امامت یا اذان یا نظم جماعت کا ذمہ دار ہو اس کے لئے خروج جائز ہے۔

اس تفصیل کے جاننے کے بعد ایک دوسری تفصیل سنئے جو مختلف فیہ بین الائمہ ہے، وہ یہ کہ خارج من المسجد بعد الاذان کی تین قسمیں ہیں: ① من لم یصل، جس نے ابھی تک نماز نہیں پڑھی، ② من صلی منفرداً، چکا لیکن منفرداً، ③ من صلی بجماعة، وہ شخص جو بجماعت نماز پڑھ چکا ہو اب ہر ایک کا حکم سنئے، حنفیہ کے نزدیک یہ ممانعت صرف قسم اول کیلئے ہے، قسمین اخیرین کے لئے نہیں، البتہ اگر آدمی کے مسجد میں ہوتے ہوئے اقامت صلاۃ بھی ہونے لگے تو پھر یاد جو نماز پڑھ لینے کے بھی۔ خروج من المسجد مکروہ ہے لیکن صرف ظہر اور عشاء میں کیونکہ ان دو نمازوں کے بعد نفل پڑھنا جائز ہے، اور باقی تین نمازوں میں نہیں، فجر اور عصر میں اس لئے نہیں کہ ان دو وقتوں میں نفل نماز مکروہ ہے اور مغرب میں اس لئے نہیں کہ نفل کی تین رکعات نہیں ہوتیں، یہ مذہب تو ہو حنفیہ کا، اور شافعیہ و مالکیہ کے نزدیک کراہت خروج کا حکم قسم اول اور ثانی دونوں کیلئے ہے اور امام احمدؒ کے نزدیک یہ حکم اول ثانی ثالث تینوں کیلئے ہے، دوسرا اختلاف یہاں پر یہ ہے کہ اعادہ کی شکل میں شافعیہ و حنابلہ کے نزدیک اعادہ تمام نمازوں کا ہو گا، البتہ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ مغرب میں ایک رکعت کا اضافہ کر لے اور امام مالک کے نزدیک اعادہ مغرب کے علاوہ باقی چار نمازوں کا ہے۔

اعادۃ صلوۃ سے متعلق متعدد ابواب و تراجم: نیز اعادہ صلاۃ کا مسئلہ ایک دوسری نوع کا ابواب المواقیث میں بابُ إِذَا أَخَّرَ الْإِمَامُ الصَّلَاةَ عَنِ الْوَقْتِ کے تحت بھی گذر چکا ہے اسی طرح آگے بھی آ رہا ہے بابُ فَيَمْنُ صَلَّيْ فِي مَنْزِلِهِ ثُمَّ أَذَّنَ الْجُمُعَةَ يُصَلِّي مَعَهُمْ لِهَذَا اس مسئلہ سے متعلق کچھ کلام وہاں بھی آئیگا ان تینوں مواقع کو ذہن میں رکھنا چاہئے اور ہر جگہ کے مسئلے کی نوعیت کو بھی۔

حدیث الباب کا محمل عند الحنفیہ: مذکورہ بالا مذہب ائمہ کے پیش نظر کہا جائیگا کہ حدیث الباب حنفیہ کے نزدیک (چونکہ اس کا تعلق عصر سے ہے) اس شخص پر محمول ہے جس نے نماز نہ پڑھی ہو اور دوسرے ائمہ کے نزدیک عام ہے یعنی اگرچہ نماز پڑھ چکا ہو، کیونکہ حدیث بظاہر مطلق ہے، اور حنفیہ یہ کہتے ہیں کہ حدیث کو مطلق قرار دینے میں اس حدیث میں اور احادیث النہی عن الصلوۃ بعد العصر میں تعارض ہو جائیگا اس لئے اس کو مقید ماننا ضروری ہے اور اگر اس کو مطلق ہی رکھا جائے تو پھر حدیث کا جواب یہ ہو گا کہ قاعدہ یہ ہے کہ جب محرم اور مبیح میں تعارض ہوتا ہے تو محرم کو ترجیح ہوتی ہے۔

۴۶۔ بابُ فِي الْمُؤَذِّنِ يَنْتَظِرُ الْإِمَامَ

یہ باب اس مسئلہ کے بیان میں کہ مؤذن امام کا انتظار کرے

(یعنی امام کے آنے سے پہلے امت مسلمہ کے)

۵۲۷۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا شَيْبَانَةُ، عَنْ إِسْرَاطِيلَ، عَنْ سِمَاكِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: «كَانَ بِلَالٌ

لِذَلِكَ، ثُمَّ يُهْلِلُ لَهَا إِذَا رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ خَرَجَ أَقَامَ الصَّلَاةَ»

نوحیہ

جامع الترمذي - الصلاة (٢ : ٢) سنن أبي داود - الصلاة (٥٣٧)

شرح الحدیث اور امام ترمذیؒ نے اس مقصد کیلئے اس طرح ترجمہ قائم کیا ہے: ثَابِتُ مَا جَاءَ أَنَّ الْإِمَامَ أَحَقَّ بِالْإِقَامَةِ وَرَأْسُ الْإِقَامَةِ
اس کے ذیل میں انہوں نے حدیث بھی وہی ذکر کی ہے جسکو امام ابو داؤد دیہاں لائے ہیں، مطلب یہ ہے کہ مؤذن کو اذان کہنے کا
پورا اختیار ہے جب وقت آئے کہہ دے لیکن اقامت میں اسکو امام کا انتظار کرنا چاہئے، جب امام نماز پڑھانے کیلئے مسجد میں داخل
ہو جائے تب اسکو اقامت کہنی چاہئے، چنانچہ حدیث الباب میں ہے کہ حضرت بلالؓ اذان کہہ کر ٹھہر جاتے تھے پھر جب وہ دیکھتے
کہ حضور ﷺ مسجد تشریف لارہے ہیں تب اقامت کہتے، مسئلہ اجماعی ہے کسی کا اختلاف نہیں امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: قَالَ
بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: إِنَّ الْمُؤَذِّنَ أَمْلَكَ بِالْأَذَانِ، وَالْإِمَامُ أَمْلَكَ بِالْإِقَامَةِ کہ اذان کہنے میں تو مؤذن با اختیار ہے اور اقامہ کا مدار امام
پر ہے، شرح ترمذی میں لکھا ہے کہ یہ ایک حدیث مرفوع کے الفاظ ہیں جس کے راوی ابو ہریرہؓ ہیں اس کو ابن عدی نے اپنی
کتاب میں دوا یت کیا ہے کذا فی بلوغ المراد للحافظ۔

٤٧- بَابُ فِي التَّوْبِ

۴۴ یہ باب ہے تئویب کے بیان میں ۴۵

(یعنی اذان و اقامت کے وزمیان لوگوں کو نماز کی طرف متوجہ کرنا)

تثویب کے مأخذ اشتقاق میں دو قول ہیں، کہا گیا ہے کہ یہ ثوب سے مشتق ہے جس کی اصل یہ ہے کہ جب کوئی فریاد کر نیوالا چلا تا اور فریاد کرتا ہے تو وہ اپنے کپڑے کو بلند کر کے ہلاتا ہے جیسے جھنڈی ہلاتے ہیں تاکہ لوگ اس کی طرف متوجہ ہو جائیں، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ثاب ثوب سے ماخوذ ہے جس کے معنی رجوع کے ہیں تثویب میں بھی چونکہ رجوع الی الاعلان ہوتا ہے اس لئے اس کو تثویب کہتے ہیں۔

تثویب کے معانی: عرف شرع میں تثویب کا اطلاق تین معانی پر ہوتا ہے: ① اقامت، جیسا ابھی قریب میں اس حدیث میں گذرا جسمیں ضراط الشیطان کا ذکر ہے حتیٰ اذا تثویب بالصلاة اذبرہ ② صبح کی اذان میں الصلوۃ خیر من النوم کہنا، ③ اذان و اقامت کے درمیان لوگوں کو نماز کی طرف دوبارہ متوجہ کرنا خواہ قول کے ذریعہ جیسے حَتَّىٰ عَلَى الصَّلَاةِ حَتَّىٰ عَلَى الصَّلَاةِ وغیرہ الفاظ، یا فعل کے ذریعہ جیسے تَحْنِجْ یا دروازہ کھٹکھٹانا، اور مصنفؒ کی مراد ترجمۃ الباب میں یہ تیسرے معنی ہیں۔

٥٣٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ. حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا أَبُو يَحْيَى الْقَتَاتُ، عَنْ مُجَاهِدٍ، قَالَ: كُنْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ فَقَوَّبَ رَجُلٌ فِي الظُّهْرِ أَوْ الْعَصْرِ. قَالَ: «أَخْرِجْنَا فَإِنَّ هَذِهِ بَدْعَةٌ».

کہی جائے جیسا کہ گذشتہ باب کی حدیث جابرؓ میں گذر چکا، لہذا یہ ترجمہ الباب اس کے خلاف ہوا جو اب یہ ہے کہ مصنف نے یہ ترجمہ ظاہر الفاظ حدیث کے مطابق باندھا ہے کیونکہ حدیث الباب میں اسی طرح ہے لہذا اصل اشکال حدیث پر ہوا جس کا جواب ابھی آگے آ رہا ہے۔

۵۳۹

حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ، وَمُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَا: حَدَّثَنَا أَبَانُ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا أُمِمَّتِ الصَّلَاةُ فَلَا تَقُومُوا حَتَّى تَرَوْنِي»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَكَذَا رَوَاهُ الْيُوبُ، رَحَجَاجُ الصَّوْأثِ، عَنْ يَحْيَى، وَهَشَامُ بْنُ الدَّسْتَوَائِي، قَالَ: كَتَبَ إِلَيَّ يَحْيَى، وَرَوَاهُ مُعَاوِيَةُ بْنُ سَلَامٍ، وَعَلِيُّ بْنُ النَّبَاتِ، عَنْ يَحْيَى، وَقَالَا فِيهِ: «حَتَّى تَرَوْنِي وَعَلَيْكُمْ السَّكِينَةُ».

رحمہ

حضرت ابو قتادہؓ نبی ﷺ سے ارشاد روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جب نماز کیلئے اکامت کہی جائے تو کھڑے نہ ہو (نماز کے انتظار کیلئے) یہاں تک کہ مجھے دیکھ لو امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ یوب اور حجاج البصوف نے یحییٰ سے یہ حدیث اسی طرح روایت کی ہے۔ (جس طرح ابان نے روایت کیا اور ہشام الدستوائی نے یہ لفظ کہا "کَتَبَ إِلَيَّ يَحْيَى" (یعنی بطریق کتابت جبکہ یوب اور حجاج نے عن یحییٰ یعنی بطریق عنعنہ نقل کیا تھا) اور معاویہ بن سلام اور علی بن مبارک نے یحییٰ سے (بطریق عنعنہ) یہ حدیث روایت کی ہے اور دونوں نے حدیث مذکور میں یہ الفاظ ذکر کئے "یہاں تک کہ تم مجھے دیکھ لو اور سکون و اطمینان کو لازم پکڑے رہو"۔

۵۴۰

حَدَّثَنَا ابِرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا عِيسَى، عَنْ مُعْمَرٍ، عَنْ يَحْيَى، بِإِسْنَادِهِ وَفَلَهُ، قَالَ: «حَتَّى تَرَوْنِي قَدْ خَرَجْتُ»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: لَمْ يَذْكُرْ: «قَدْ خَرَجْتُ»، إِلَّا مُعْمَرٌ، وَرَوَاهُ ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ مُعْمَرٍ لَمْ يَقُلْ فِيهِ: «قَدْ خَرَجْتُ».

رحمہ

معمر یحییٰ سے یحییٰ کی اپنی سند سے ماقبل حدیث کی طرح روایت کرتے ہیں معمر (یحییٰ سے اپنی حدیث میں یہ جملہ) کہتے ہیں یہاں تک کہ تم مجھے دیکھ لو کہ میں (نماز کیلئے) نکل گیا ہوں (یعنی معمر نے قَدْ خَرَجْتُ کا اضافہ فرمایا ہے) امام ابو داؤد فرماتے ہیں قَدْ خَرَجْتُ کا لفظ صرف معمر نے ذکر کیا ہے ابن عیینہ نے معمر سے یہ حدیث روایت کی ہے (مگر) اس روایت میں قَدْ خَرَجْتُ کا لفظ نہیں کہا۔

شرح

صحیح البخاری - الأذان (۶۱۱) صحیح البخاری - الأذان (۶۱۲) صحیح البخاری - الجمعة (۸۶۷) صحیح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (۶۰۴) جامع الترمذی - الجمعة (۵۹۲) سنن النسائی - الأذان (۶۸۷) سنن النسائی - الإمامة (۷۹۰) سنن ابی داؤد - الصلاة (۵۳۹) مسند أحمد - باقی مسند الأنصار (۲۹۶/۵) مسند أحمد - باقی مسند الأنصار (۳۰۳/۵) مسند أحمد - باقی مسند الأنصار (۳۰۴/۵) مسند أحمد - باقی مسند الأنصار (۳۰۷/۵) مسند أحمد - باقی مسند الأنصار (۳۰۸/۵) مسند أحمد - باقی مسند الأنصار (۳۰۹/۵) مسند أحمد - باقی مسند الأنصار (۳۱۰/۵) سنن الدارمی - الصلاة (۱۲۶۱) سنن الدارمی - الصلاة (۱۲۶۲)

شرح الأحادیث

حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ... قَوْلُهُ: إِذَا أُمِمَّتِ الصَّلَاةُ فَلَا تَقُومُوا حَتَّى تَرَوْنِي: حَدِيثٌ كَامِلٌ

واضح ہے یہ حدیث اسی طرح بخاری شریف میں بھی ہے، یہاں پر اشکال وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا۔

دفع تعارض بین الحدیثین: اس اشکال کا جواب علماء نے یہ دیا کہ حضرت بلالؓ کی نظر حجرہ شریفہ پر رہتی تھی وہ غور سے آپؐ کو دیکھتے رہتے تھے اور جب وہ دیکھ لیتے کہ حضور ﷺ مسجد میں آنیکے لئے اپنی جگہ سے چلے دیئے ہیں تو حضرت بلالؓ فوراً اقامت شروع کر دیتے تھے حال یہ کہ ابھی سب مسجد والوں نے آپؐ کو دیکھا نہیں، تو ان لوگوں کے بارے میں حضور ﷺ فرما رہے ہیں کہ جب تک تم لوگ مجھے مسجد میں آپیہو نہ چنانچہ دیکھ لو اس وقت تک مت کھڑے ہو فانرفع التعارض من البین۔ ترجمہ الباب اور حدیث کی تشریح وغیرہ تو ہو گئی لیکن یہاں ابھی ایک مسئلہ اور باقی ہے بلکہ دو، اول یہ کہ مقتدیوں کو نماز کے لئے کب کھڑا ہونا چاہئے اقامت کے شروع میں یا پورا ہونیکے بعد، اور دوسرا مسئلہ یہ ہے متی یکبر الإمام للتحریمة؟ دونوں مسئلے مختلف فیہ ہیں۔

متی یقوم الناس فی الصف؟ مسئلہ اولیٰ میں تفصیل یہ ہے کہ امام شافعی و امام ابو یوسفؒ کی رائے یہ ہے کہ یقومون بعد الفراغ من الإقامة، امام مالکؒ اور اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ مقتدیوں کو ابتداء اقامت ہی میں کھڑے ہو جانا چاہئے (آج کل ہمارا عمل اسی پر ہے) اور امام احمدؒ کے نزدیک قد قامت الصلاة پر کھڑا ہونا چاہئے اور امام ابو حنیفہ و محمدؒ کے نزدیک حی علی الصلاة پر، اور یہ ساری تفصیل اس صورت میں ہے جبکہ امام پہلے سے مسجد میں ہو اور اگر بالفرض اس وقت تک امام مسجد میں نہ پہنچا ہو تو پھر اس کا حکم ترجمہ الباب میں آہی چکا۔

متی یکبر الإمام للصلاة؟ اور مسئلہ ثانیہ میں اختلاف یہ ہے کہ جمہور علماء ائمہ ثلاث اور امام ابو یوسف کے نزدیک امام کو چاہئے کہ وہ نماز اقامت کے پورا ہونے پر شروع کرے اور امام ابو حنیفہ و محمدؒ کے نزدیک قد قامت الصلاة پر نماز کو شروع کر دینی چاہئے یہ اختلاف اسی طرح حضرت سہارنپوریؒ نے بذل اور امام نوویؒ نے شرح مسلم میں لکھا ہے ①۔

قولہ: قَالَ ابوداؤد: هَكَذَا رَوَاهُ الْاَوْدِيُّ: اوپر سند میں یحییٰ سے روایت کرنیوالے ابان ہیں انہوں نے اس حدیث کو یحییٰ سے بطریق عنعنہ روایت کیا ہے، مصنفؒ فرما رہے ہیں کہ ایوب اور حجاج نے بھی یحییٰ سے اسی طرح روایت کیا ہے اور یحییٰ کے ایک تیسرے شاگرد ہشام دستوائی ہیں وہ اس کو یحییٰ سے اس طرح روایت نہیں کرتے بلکہ بطریق کتابیہ چنانچہ انہوں نے کہا کَتَبَ اِلَيَّ يَحْيَى، اور روایت بطریق کتابت کا ظاہر مقتضی یہ ہے کہ انہ لہ یسبعہ منہ، نیز جانا چاہئے کہ لفظ هَشَامُ الدَّسْتَوَائِي مرفوع ہے بناء پر مبتداء ہونیکے اور جملہ قال کَتَبَ اِلَيَّ يَحْيَى اس کی خبر ہے۔

① - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، قَالَ: قَالَ أَبُو عَمْرٍو: حَدَّثَنَا دَاؤُدُ بْنُ رُسَيْدٍ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ - وَهَذَا لِقَوْلِهِ - عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، «أَنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ تُقَامُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ، فَيَأْخُذُ النَّاسُ مَقَامَهُمْ قَبْلَ أَنْ يَأْخُذَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ».

ترجمہ

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کے آنے کے وقت نماز کی اقامت کہی جاتی تھی پس لوگ صف میں اپنی نماز کی جگہ پر آجاتے تھے قبل اس کے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی نماز پڑھنے کی جگہ پہنچیں۔

صحیح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (۶۰۵) سنن ابی داؤد - الصلاة (۵۴۱)

ترجمہ

شرح الحديث

شرح السند: یہ سند محتاج تشریح ہے مصنفؒ نے دو سندیں بیان کیں

ایک حاء تحویل سے پہلے ایک اس کے بعد، سند اول میں مصنفؒ کے استاذ محمود بن خالد ہیں اور سند ثانی میں داؤد بن رشید، اور ان دونوں کے استاذ ولید بن مسلم ہیں اور ولید کے استاذ اوزاعی ہیں جن کی کنیت ابو عمرو ہے، یہاں پر سوال یہ ہے کہ اس سند میں حاء تحویل کی کیا جاحت تھی مصنفؒ کے دو استاذ ہیں محمود اور داؤد، یہ دونوں روایت کرتے ہیں ولید سے اور ولید روایت کرتے ہیں اوزاعی سے لہذا سند اس طرح بیان کر دیتے، حدیث محمود بن خالد و داؤد بن رشید قالاً حدیثاً لولید عن الاوزاعی، جواب یہ ہے کہ تحویل کیوجہ فرق تعبیر ہے مصنف کے پہلے استاذ محمود بن خالد نے اپنے استاذ الاوزاعی کو کنیت کے ساتھ تعبیر کیا ہے اور دوسرے استاذ داؤد بن رشید نے انکو اوزاعی سے تعبیر کیا ہے، نیز ایک نے قال ابو عمرو کہا دوسرے نے عن الاوزاعی، مصنفؒ بعض مرتبہ صرف فرق تعبیر کیوجہ سے حاء تحویل لے آتے ہیں یہ غایت اہتمام کی بات ہے، ہماری اس تشریح سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہاں سند میں ملتی السندین ولید بن مسلم ہیں۔

قوله: أَنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ تُقَامُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَأْخُذُ النَّاسُ مَقَامَهُمْ: اس حدیث سے مستفاد ہو رہا ہے کہ تسویہ الصفوف اقامت کیوقت ہونا چاہئے، جسوقت اقامت شروع ہو اس وقت سب لوگ کھڑے ہو کر صفیں درست کریں، قَبْلَ أَنْ يَأْخُذَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ اس کے کہ حضور ﷺ اپنی نماز پڑھنے کی جگہ پہنچیں، بظاہر آپ ﷺ اپنے مقام پر بعد میں اس لئے پہنچے تھے کہ آپ تعدیل صفوف میں مشغول ہوتے تھے، چنانچہ روایات میں آتا ہے کہ آپ لوگوں کو لکے شانے پکڑ کر آگے پیچھے درست فرماتے تھے، ہذا ما عندی واللہ تعالیٰ اعلم، اور یہاں یہ کہا جائے کہ اقامت تو آپ کے مسجد میں قدم رکھتے ہی شروع ہو جاتی تھی اور اسی وقت سب مقتدی کھڑے ہو کر اپنی اپنی جگہ درست ہو جاتے تھے حضور ﷺ کو اپنی جگہ پہنچنے میں کچھ دیر لگتی تھی۔

۵۴۲ -

حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، عَنْ مُحَمَّدٍ، قَالَ: سَأَلْتُ ثَابِتًا الْبَنَانِيَّ، عَنِ الرَّجُلِ يَتَكَلَّمُ بَعْدَ مَا يُقَامُ الصَّلَاةُ فَحَدَّثَنِي، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: «أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَعَرَضَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ، فَحَبَسَتْهُ بَعْدَ مَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ».

ترجمہ

حمید کہتے ہیں کہ میں نے ثابت البنانی سے اس شخص کے متعلق پوچھا جو نماز کی اقامت ہو جانے کے بعد

بات چیت کرے (یعنی اقامت کے بعد گفتگو کرنا جائز ہے یا نہیں) تو ثابت نے مجھے انس بن مالک سے روایت کر کے حدیث بیان کی انس بن مالک نے فرمایا (ایک مرتبہ) نماز کی اقامت کہی جا چکی تھی تو ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے سامنے کھڑا ہوا پس اس نے رسول اللہ ﷺ کو (نماز میں داخل ہونے سے روک دیا بعد اس کے کہ نماز کی اقامت کہی جا چکی تھی۔

سنن ابی داؤد - الصلاة (۵۴۲) مسند احمد - باقی مسند الکبیرین (۱۹۹/۳)

قوله: سَأَلْتُ ثَابِتًا الْبَنَانِيَّ، عَنِ الرَّجُلِ يَتَكَلَّمُ بَعْدَ مَا تُقَامُ الصَّلَاةُ: حاصل سوال یہ ہے کہ اقامت اور تکبیر تحریمہ کے درمیان فصل کی گنجائش ہے یا نہیں اس پر ثابت بنانی نے ایک واقعہ بیان کیا کہ ایک مرتبہ جبکہ اقامت ہو چکی تھی کوئی شخص حضور ﷺ کے سامنے آکھڑا ہوا اور کسی مسئلہ میں آپ ﷺ سے دیر تک بات کرتا رہا۔

اقامت اور تکبیر تحریمہ کے درمیان فصل: مسئلہ یہ ہے کہ اقامت صلاۃ اور نماز شروع کرنے کے درمیان بلا حاجت و ضرورت کے فصل مکروہ ہے اگر بضرورت ہو تو جائز ہے یہی مذہب حنفیہ کا ہے اور یہی جمہور کا، بعض شراح شافعیہ نے کہا ہے کہ یہ حدیث حنفیہ کے خلاف ہے ان کے یہاں اقامت کے فوراً بعد نماز شروع کرنا واجب ہے لیکن بذل^۱ میں لکھا ہے کہ یہ ہمارے بعض فقہاء کا قول ہے قول راجح نہیں، لہذا حدیث ہمارے خلاف نہیں، باقی یہ صحیح ہے جیسا کہ پہلے گذر چکا کہ طرفین کی رائے یہ ہے کہ قدامت الصلاة پر امام کو نماز شروع کر دینی چاہئے، اور جمہور یہ کہتے ہیں کہ اتنی جلدی کی ضرورت نہیں، بلکہ بعد الفراغ عن الاقامت۔

۵۴۲ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُلَیِّ بْنِ سُوَيْدٍ بْنُ مَسْجُودٍ السَّدُوسِيُّ، حَدَّثَنَا عَوْنُ بْنُ كَهْمَسٍ، عَنْ أَبِيهِ كَهْمَسٍ، قَالَ: قُمْنَا إِلَى الصَّلَاةِ يَمِينِي وَالْإِمَامُ لَمْ يَخْرُجْ فَقَعَدَ بَعْضُنَا، فَقَالَ لِي شَيْخٌ مِنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ: مَا يَقْعِدُكَ؟ قُلْتُ: ابْنُ بُرَيْدَةَ، قَالَ: هَذَا السُّمُودُ^۲، فَقَالَ لِي الشَّيْخُ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْسَجَةَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: «كُنَّا بِقَوْمٍ فِي الصُّفُوفِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَوِيلًا قَبْلَ أَنْ يُكَبِّرَ»، قَالَ: وَقَالَ: «إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى الَّذِينَ يَلُونِ الصُّفُوفِ الْأُولَى، وَمَا مِنْ خُطْوَةٍ أَحَبَّ إِلَى اللَّهِ مِنْ خُطْوَةٍ يَمْشِيهَا يَصِلُ بِهَا صَافًا».

ترجمہ: کہیں کہتے ہیں (ایک مرتبہ) منیٰ (کی مسجد) میں ہم نماز کے لئے گئے جبکہ امام ابھی تک نہیں آیا تھا تو ہم میں سے بعض لوگ بیٹھ گئے (میں بھی بیٹھنے والوں میں تھا) تو کہیں کہتے ہیں کہ مجھ سے اہل کوفہ کے ایک شیخ نے کہا کس چیز نے تمہیں بٹھا دیا تو میں نے جواب دیا کہ ابن بریدہ کا کہنا ہے کہ یہ (یعنی امام کا انتظار کھڑے ہو کر کرنا) سمود ہے (سمود کہتے ہیں سر بلند کر کے سینہ تان کر کھڑا ہونا) تو اس شیخ نے مجھ سے کہا کہ عبد الرحمن بن عوسجہ نے براء بن عازب سے روایت کر کے مجھے حدیث

۱ بذل الجہود فی حل ابی داؤد - ج ۴ ص ۲۲۰

۲ سمود: علا و رفیع راسہ و نصب صدرہ و لها۔ بلند ہونا، سر اٹھانا اور سینہ تانا (المعجم الوسیط - ج ۱ ص ۴۴۷)

بیان کی کہ براء بن عازب نے فرمایا نبی ﷺ کے زمانے میں دیر تک کھڑے ہو کر انتظار کرتے تھے قبل اس کے رسول اللہ عظیم تحریمہ کہیں عبدالرحمن بن عوسجہ کہتے ہیں براء بن عازب نے ارشاد فرمایا کہ اللہ عزوجل اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں (اللہ تعالیٰ رحمت بھیجتے ہیں اور فرشتے دعا کرتے ہیں) ان لوگوں پر جو پہلی صف سے ملے ہوئے ہوتے ہیں (یعنی جو پہلی صف میں نماز ادا کرتے ہیں) اور کوئی قدم بھی اللہ کے ہاں اس قدم سے زیادہ محبوب نہیں جو قدم آدمی صف کو ملانے کیلئے چلے۔

شرح الحدیث: قوله: فَعُمَّنَا إِلَى الصَّلَاةِ بِمَنْزِلَةِ الْإِمَامَةِ لَمْ يَخْرُجْ فَقَعَدَ بَعْضُنَا: مضمون حدیث یہ ہے، کہیں کہتے ہیں

کہ ایک مرتبہ مسجد منیٰ میں ہم نماز کیلئے گئے تو ہم نماز کیلئے کھڑے ہو گئے حالانکہ امام صاحب ابھی تک مسجد میں نہیں آئے تھے تو جب ہم نے یہ دیکھا کہ ابھی امام صاحب نہیں آئے تو ہم بجائے اس کے کہ کھڑے ہو کر انتظار کریں بیٹھ گئے، کہیں کہتے ہیں کہ مجھ سے اہل کوفہ کے ایک شیخ نے کہا کہ تم کیوں بیٹھ گئے، میں نے کہا کہ ابن بریدہ سے مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ امام کا انتظار کھڑے ہو کر کرنا سمود ہے، سمود کے معنی دراصل سینہ تان کر کھڑے ہونے کے ہیں، مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علیؑ کے زمانہ میں لوگ مسجد میں انکا انتظار کھڑے ہو کر کر رہے تھے جب حضرت علیؑ تشریف لائے تو انہوں نے لوگوں کو اس طرح کھڑا دیکھ کر فرمایا مائالیٰ اہل کوفہ ساقطین^۱، کہیں کی بات سکر شیخ اہل کوفہ نے انکار د کرتے ہوئے ایک حدیث سنائی جسکا مضمون یہ ہے۔

براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ بعض مرتبہ ہم حضور ﷺ کے زمانہ میں صفوف میں دیر تک کھڑے رہتے تھے امام کے عظیم تحریمہ کے انتظار میں، شیخ اہل کوفہ کی یہ بات فضول سی ہے، اس سے کہمیں کے قول کی تردید بالکل نہیں ہوتی اس لئے کہ گفتگو تو یہاں اس میں ہو رہی ہے کہ خروج امام سے قبل اسکا انتظار بیٹھ کر کیا جائے یا کھڑے ہو کر، اور ان شیخ کوئی نے جو حدیث پیش کی ہے اس میں گودیر تک کھڑے ہو نہ کا ذکر ہے لیکن قبل خروج الامام نہیں بلکہ بعد خروج، جیسا کہ سیاق کلام سے معلوم ہو رہا ہے۔

۵۴۴ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: «أَقِمَّتِ الصَّلَاةُ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَجِيًّا فِي جَانِبِ الْمَسْجِدِ، فَمَاقَامَ إِلَى الصَّلَاةِ حَتَّى نَامَ الْقَوْمُ».

ترجمہ: حضرت انسؓ کہتے ہیں (ایک مرتبہ) نماز کی اقامت کہی جا چکی تھی اور رسول اللہ ﷺ مسجد کے ایک گوشہ میں (دیر تک کسی صاحب سے) سرگوشی فرماتے رہے پس آپ ﷺ نماز کیلئے کھڑے نہ ہوئے یہاں تک کہ قوم اوٹ گھسنے لگی۔

ترجمہ: صحيح البخاري - الأذان (٦١٦) صحيح البخاري - الاستئذان (٥٩٣٤) صحيح مسلم - الحيض (٣٧٦) جامع الترمذي - الجمعة (٥١٧) جامع الترمذي - الجمعة (٥١٨) مسنن أبي داود - الصلاة (٥٤٤)

شرح الحدیث: قوله: أَقِمَّتِ الصَّلَاةُ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَجِيًّا فِي جَانِبِ الْمَسْجِدِ: یعنی ایک مرتبہ جبکہ نماز کیلئے اقامت ہو چکی تھی آپ مسجد کے ایک گوشہ میں کسی صاحب سے دیر تک سرگوشی فرماتے رہے حتیٰ کہ بعض لوگوں کو

نیز بھی آنے لگی، معلوم ہوا کہ اقامت اور تحریمہ کے درمیان کسی خاص ضرورت کی وجہ سے خصوصاً جبکہ وہ دینی ضرورت ہو فصل کر سکتے ہیں، لیکن یہ الگ بات ہے کہ اگر فصل زائد ہو جائے تو مسئلہ یہ ہے کہ اقامت کا اعادہ ہونا چاہیے۔

۵۵۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِسْحَاقَ الْجَوْهَرِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ سَالِمٍ أَبِي النَّضْرِ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «حِينَ ثِقَاءُ الصَّلَاةِ فِي الْمَسْجِدِ إِذَا رَأَاهُمْ قَلِيلًا جَلَسَ لَمْ يُصَلِّ، وَإِذَا رَأَاهُمْ جَمَاعَةً صَلَّى».

سالم ابو النضر کہتے ہیں اقامت ہو چکنے کے بعد رسول اللہ ﷺ جب دیکھتے کہ مسجد میں تھوڑے سے نمازی ہیں تو آپ ﷺ بیٹھ جاتے اور نماز نہ پڑھاتے (بلکہ نمازیوں کو انتظار فرماتے) اور جب انھیں دیکھتے کہ وہ جمع ہو گئے ہیں (یعنی اکثر نمازی آچکے ہیں) تو نماز پڑھاتے۔

شرح الحديث قوله: إِذَا رَأَاهُمْ قَلِيلًا جَلَسَ. یعنی اقامت ہو جانیکے باوجود اگر آپ ﷺ یہ محسوس کرتے کہ ابھی تک سب نمازی نہیں پہنچے تو تھوڑی دیر بیٹھ کر ان کا انتظار کر لیتے، معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں ٹن کی نماز نہیں ہوتی تھی جیسا کہ ہمارے حضرت شیخ فرمایا کرتے تھے۔

تکثیر جماعت مطلوب ہے: بلکہ نمازیوں پر بیدار تھا، معلوم ہوا کہ تکثیر جماعت مطلوب ہے احتیاف جو صبح کی نماز میں اسفار کے قائل ہیں اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ غلٹ میں تقلیل جماعت ہے۔

۵۵۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِسْحَاقَ، أَخْبَرَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الزَّرَقِيِّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، وَمِثْلُ ذَلِكَ أَبُو مَسْعُودٍ الزَّرَقِيُّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، وَمِثْلُ ذَلِكَ.

ابو مسعود الزرقی حضرت علی بن ابی طالب سے اسی طرح کی حدیث روایت کرتے ہیں۔

۴۹ - بَابُ فِي التَّشْدِيدِ فِي تَزَكِّي الْجَمَاعَةِ

جماعت کے ساتھ نماز کو ترک کرنے کے بارے میں وعید شدید کا بیان

جماعت کے سلسلہ میں بعض روایات تو ایسی ہیں جن سے اسکا بظاہر وجوب مستفاد ہوتا ہے اور بعض ایسی ہیں جو صرف اس کی فضیلت پر دال ہیں اور ان سے بظاہر عدم وجوب مستفاد ہوتا ہے، اسی اعتبار سے مصنف نے جماعت کے بارے میں دو باب قائم کئے پہلے باب میں نوع اول کی روایات لائے ہیں، اور دوسرے باب میں دوسری قسم کی روایات۔

حکم جماعت میں مذاہب علماء: حکم جماعت میں مذاہب علماء مختلف ہیں، امام احمدؒ کے نزدیک فرض عین ہے اور یہی مذہب ہے عطاء اور اوزاعی کا، اور ظاہریہ کے نزدیک فرض ہونے کیساتھ شرط صحت صلاۃ ہے، اور جمہور علماء اور ائمہ ثلاث

کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے، اور بعض شافعیہ و مالکیہ، اور حنفیہ میں سے امام طحاویؒ اور کرجی کے نزدیک فرض کفایہ ہے، امام نوویؒ بھی یہی فرماتے ہیں المختار انھا فرض کفایہ^۱، اور بعض فقہاء کی رائے یہ ہے کہ پورے شہر کے اعتبار سے فرض علی الکفایہ ہے اور ہر مسجد کے اعتبار سے سنت اور ہر شخص کے لحاظ سے مستحب۔

۵۴۷ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زَائِدَةُ، حَدَّثَنَا الشَّائِبُ بْنُ حُبَيْشٍ، عَنْ مَعْدَانَ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ الْيَعْمُرِيِّ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «مَنْ ثَلَاثَةٍ فِي قَرْيَةٍ وَلَا بَدْوٍ لَا تُقَامُ فِيهِمُ الصَّلَاةُ إِلَّا أَنْ يَسْتَحْوِذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ، فَعَلَيْكَ بِالْجَمَاعَةِ فَإِنَّمَا يَأْكُلُ الذَّنْبُ الْقَاصِيَةَ». قَالَ زَائِدَةُ: قَالَ الشَّائِبُ: يَعْنِي بِالْجَمَاعَةِ الصَّلَاةُ فِي الْجَمَاعَةِ.

حضرت ابو الدرداء کہتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ کس بستی اور جنگل میں تین شخص موجود ہوں اور ان میں جماعت سے نماز قائم نہ ہوتی ہو تو شیطان کا ان پر غلبہ رہتا ہے پس تم پر لازم ہے کہ جماعت (کے ساتھ نماز) کو لازم پکڑو اس لئے کہ بھیڑ یا اس بکری کو کھا جاتا ہے جو اپنے ریوڑ سے دور ہو (اس لئے کہ چرواہے سے یہ بکری دور ہوتی ہے) ارادہ کہتے ہیں کہ سائب نے کہ رسول اللہ ﷺ کی مراد الجماعۃ ہے "جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے" کے ہیں۔

سنن النسائي - الإمامة (۸۴۷) سنن ابی داؤد - الصلاة (۵۴۷) مسند احمد - مسند الانصاف، رضي الله عنهم (۱۹۶/۵) مسند احمد - من مسند القبائل (۴۴۶/۶) مسند احمد - من مسند القبائل (۴۴۶/۶)

قولہ: «مَنْ ثَلَاثَةٍ فِي قَرْيَةٍ وَلَا بَدْوٍ» اگر کسی بستی یا جنگل میں تین شخص موجود ہوں اور وہ جماعت سے نماز ادا نہ کریں تو ان پر شیطان کا غلبہ رہتا ہے، آگے روایت میں یہ ہے جماعت کو لازم پکڑو اس لئے کہ بھیڑ یا اس بکری کو کھا جاتا ہے جو اپنے ریوڑ اور چرواہے سے دور ہو جاتی ہے۔

قولہ: قَالَ الشَّائِبُ: يَعْنِي بِالْجَمَاعَةِ: الصَّلَاةُ فِي الْجَمَاعَةِ: سائب جو راوی حدیث ہیں وہ فرما رہے ہیں حدیث میں جماعت سے مراد جماعت کی نماز ہے، یہ تفسیر اس لئے کی کہ بعض مرتبہ جماعت سے اہل حق کی جماعت باعتبار عقائد کے مراد ہوتی ہے جو عقائد میں متفق ہوں، سائب کہہ رہے ہیں کہ یہاں حدیث میں وہ مراد نہیں۔

۵۴۸ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أُمَرَ بِالصَّلَاةِ، فَنُقَامَ، ثُمَّ أُمَرَ رَجُلًا فَيُصَلِّيَ بِالنَّاسِ، ثُمَّ أُنْطَلِقَ مَعِيَ بِرِجَالٍ مَعَهُمْ حُزْمٌ مِنْ خَطَبٍ إِلَى قَوْمٍ لَا يَشْهَدُونَ الصَّلَاةَ، فَأُخْرِقَ عَلَيْهِمْ يُبْهِوهُمْ بِالنَّارِ».

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا میں نے ارادہ کیا کہ میں لوگوں کو نماز قائم

کرنے کا حکم دوں پس نماز جماعت کے ساتھ قائم کی جائے پھر میں ایک آدمی کو حکم دوں پس وہ لوگوں کو نماز پڑھائے پھر چند لوگوں کے ساتھ جن کے ہاتھوں میں لکڑیوں کے گٹھروں کو لیکر ان لوگوں (کے گھروں) پر جاؤں جو نماز کیلئے (مسجد میں) حاضر نہیں ہوتے (یعنی باجماعت نماز نہیں کرتے) پس ان کی موجودگی میں ان کے گھروں کو آگ سے جلا دوں۔

صحیح البخاری - الأذان (۶۱۸) صحیح البخاری - الأذان (۶۲۶) صحیح البخاری - الخصومات (۲۲۸۸) صحیح البخاری - الأحکام (۶۷۹۷) صحیح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (۶۵۱) جامع الترمذی - الصلاة (۲۱۷) سنن النسائی - الإمامة (۸۴۸) سنن ابی داؤد - الصلاة (۵۴۸) سنن ابن ماجہ - المساجد والجماعات (۷۹۱) موطأ مالک - الأذان للصلاة (۲۹۲) سنن الدارمی - الصلاة (۱۲۱۲) سنن الدارمی - الصلاة (۱۲۷۴)

شرح الحدیث

قوله: لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أَمُرَّ بِالصَّلَاةِ، فَتُقَامَ: آپ ﷺ فرمادے ہیں کہ میں کبھی ارادہ کرتا ہوں اس بات کا کہ نماز قائم کر دیکر حکم دوں یعنی لوگوں سے کہوں کہ تم مسجد میں نماز شروع کر دو اور پھر چند لوگوں کیساتھ لکڑی کے گٹھر لے کر ان لوگوں کے گھروں پر پہنچوں جو نماز کیلئے مسجد میں حاضر نہیں ہوتے اور پھر ان کو مع ان کے مال و متاع کے جلا دوں، یہ ترک جماعت کے بارے میں بڑی سخت وعید ہے۔

حدیث سے جماعت کی فرضیت پر استدلال اور اس کا جواب: اس سے بعض علماء نے جماعت کی فرضیت پر استدلال کیا ہے کہ اتنی بڑی وعید صرف ترک سنت کی وجہ سے نہیں ہو سکتی، اور بعض علماء نے اسکو منافقین پر محمول کیا ہے اس لئے کہ آگے حدیث میں آرہا ہے کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں جماعت کی نماز سے کوئی متخلف نہیں ہوتا تھا، بجز اس شخص کے جو منافق ہو بین النفاق، بلکہ اس زمانہ کے لوگوں کا عام حال یہ تھا کہ اگر کوئی شخص کسی مرض وغیرہ کی وجہ سے خود مسجد جانے پر قادر نہ ہوتا تو وہ آدمیوں کے سہارے سے مسجد پہنچتا تھا، لیکن بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ وعید منافقین کیساتھ خاص نہیں، کیونکہ اس روایت میں یہ ہے کہ ان لوگوں کے گھروں کو آگ لگا دوں، جو گھروں میں نماز پڑھ لیتے ہیں، ظاہر ہے کہ منافق گھر میں نماز کہاں پڑھتے ہیں وہ اگر نماز پڑھیں گے تو مسجد ہی میں پڑھیں گے، لوگوں کو دکھانے کیلئے، اور ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ زبردستی کے قبیل سے ہے اس سے ڈرانا مقصود ہے حقیقت کلام مراد نہیں، اور بعض نے یہ کہا کہ خود یہی حدیث اس بات پر دلالت ہے کہ جماعت واجب نہیں اس لئے کہ اگر جماعت کی نماز واجب ہوتی تو آپ ﷺ اس کو چھوڑ کر لوگوں کے گھروں پر کیوں پہنچتے، لیکن یہ بات ٹھیک نہیں ہے اس لئے کہ احکام کی تبلیغ اور اسکی تکمیل کا فرض منصبی ہے اور نیز آپ کا یہ جانا تکمیل امر جماعت کیلئے ہوتا ویسے بھی آپ ﷺ نے ارادہ اس طور پر کیا کہ چند لوگوں کو اپنے ساتھ لیجائیں تو جب لوگ ساتھ ہوں گے تو بعد میں انکے ساتھ مل کر جماعت ہو سکتی ہے، ایک جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ آپ نے صرف ارادہ ہی تو ظاہر فرمایا اس پر عملدرآمد تو نہیں فرمایا لیکن یہ بات کمزور سی ہے اس لئے کہ آپ ﷺ اسی کام کا ارادہ کر سکتے ہیں جس پر عمل کرنا بھی جائز ہو۔

اس کے بعد جانا چاہئے کہ شرح نے لکھا ہے کہ دو شخصوں کے علاوہ کسی مسلمان کے مال و متاع کی تحریق جائز نہیں بلکہ اس کے

عدم جواز پر اتفاق ہے البتہ دو کے بارے میں اختلاف ہے، ایک وہ جو اس حدیث میں مذکور ہے یعنی متخلف عن الجماعة، دوسرے وہ جس کا ذکر کتاب الجہاد میں مغام کے ذیل میں آتا ہے یعنی غال (مال غنیمت میں غلول کرنا والا) لیکن جمہور علماء کے نزدیک ان میں بھی تحریق متاع جائز نہیں البتہ امام احمدؒ تحریق متاع غال کے قائل ہیں بندہ کہتا ہے متخلف عن الجماعة کے بارے میں تحریق متاع کے جواز کا کون قائل ہے؟ یہ میرے علم میں نہیں۔

۵۴۹ - حَدَّثَنَا الثَّقَلِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو الْبَلَّحِ، حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ يَزِيدَ، حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ الْأَصَمِ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أَمُرَّ فِتْنَتِي فَيَجْمَعُوا حَزْمًا مِنْ حَطَبٍ، ثُمَّ آتِي عَوْمًا يُصَلُّونَ فِي بُيُوتِهِمْ لَيْسَتْ بِهِمْ عِلَّةٌ فَأُحَرِّقُهَا عَلَيْهِمْ». قُلْتُ لِيَزِيدُ بْنُ الْأَصَمِ: يَا أَبَا عَوْفٍ الْجُمُعَةُ عَنِّي أَوْ غَيْرَهَا؟ قَالَ: ضَمَمْتُ أَذُنَايَ إِنْ لَمْ أَكُنْ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَأْتُرُهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا ذَكَرَ جُمُعَةً وَلَا غَيْرَهَا.

یزید بن الاصم کہتے ہیں میں نے ابو ہریرہؓ کو کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے ارادہ کیا کہ میں توجوانوں کو حکم کروں وہ میرے لئے لکڑیوں کا گٹھر جمع کریں پھر میں ان لوگوں کے گھروں پر آؤں جو بغیر کسی عذر کے گھروں میں نماز ادا کرتے ہیں پس ان کی موجودگی میں ان کے گھروں کو جلا دوں یزید بن یزید راوی کہتے ہیں کہ میں نے یزید بن الاصم سے کہا اے ابو عوف رسول اللہ ﷺ نے جمع کی نماز مراد لی ہے یا کوئی اور نماز؟ یزید بن الاصم نے جواب میں کہا میرے کان بہرے ہو جائیں اگر میں نے ابو ہریرہؓ کو نبی کریم ﷺ سے حدیث نقل کرتے ہوئے نہ سنا ہو نبی کریم ﷺ نے جمعہ یا غیر جمعہ کا ذکر نہیں کیا (یعنی مطلق نماز کے بارے میں یہ وعید فرمائی)۔

صحیح البخاری - الأذان (۶۱۸) - صحیح البخاری - الأذان (۶۲۶) - صحیح البخاری - الخصومات (۲۲۸۸) - صحیح البخاری - الأحکام (۶۷۹۷) - صحیح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (۶۵۱) - جامع الترمذی - الصلاة (۲۱۷) - سنن النسائی - الإمامة (۸۴۸) - سنن ابی داود - الصلاة (۵۴۹) - سنن ابن ماجہ - المساجد والجماعات (۷۹۱) - موطأ مالک - النداء للصلاة (۲۹۲) - سنن الدارمی - الصلاة (۱۲۱۲) - سنن الدارمی - الصلاة (۱۲۷۴)

شرح الحدیث قولہ: يَا أَبَا عَوْفٍ الْجُمُعَةُ عَنِّي أَوْ غَيْرَهَا؟ یہ وعید شدید سکر شاگرد نے استاذ سے سوال کیا کہ کیا جمعہ کی نماز مراد ہے؟ اس پر استاذ نے جواب دیا ضَمَمْتُ أَذُنَايَ الح کہ میرے کان بہرے پٹ ہو جائیں اگر میں نے اس حدیث میں مطلق نماز کا ذکر نہ سنا ہو یعنی میں نے مطلق نماز ہی کے بارے میں یہ وعید سنی ہے، میرے استاذ نے جمعہ وغیرہ کی کوئی تخصیص نہیں کی تھی، میں کہتا ہوں لیکن مسلم شریف کی ایک روایت میں جمعہ کی قید ہے جس کے لفظ یہ ہیں: أَنَّهُ قَالَ لِقَوْمٍ يَتَخَلَّفُونَ عَنِ الْجُمُعَةِ^۱، امام نوویؒ اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ بعض روایات میں عشاء کی نماز کا ذکر ہے اور بعض میں جمعہ کی نماز کا اور بعض

روایات میں مطلق صلاۃ وارد ہے فرماتے ہیں وکله صحيح ولا منافاة بین ذلك ①۔

۵۵۔ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ الْأَزْدِيِّ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنِ السَّعْدِيِّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْأَكْمَرِ، عَنْ أَبِي الْأَخْوَصِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: «حَافِظُوا عَلَى هَؤُلَاءِ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ، حَيْثُ يَتَأَدَّى بِهِنَّ قَرَأْتُمْ مِنْ سُنَنِ الْهَدْيِ، وَإِنَّ اللَّهَ شَرَعَ لِنَبِيِّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُنَنِ الْهَدْيِ، وَلَقَدْ رَأَيْنَا وَمَا يَتَخَلَّفُ عَنْهَا إِلَّا مُنَافِقٌ بَيْنَ الْيَقَانِ، وَلَقَدْ رَأَيْنَا وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيُهَادِي بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ حَتَّى يُقَامَ فِي الصَّفِّ، وَمَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَلَهُ مَسْجِدٌ فِي بَيْتِهِ، وَلَوْ صَلَّيْتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ وَتَرَكْتُمْ مَسَاجِدَكُمْ تَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَوْ تَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَكَفَرْتُمْ»۔

حضرت عید اللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ ان پانچ نمازوں کو اہتمام کے ساتھ ان جگہوں پر ادا کرو جہاں ان کے لئے اذان کہی جاتی ہے اس لئے کہ یہ پانچ نمازیں جماعت کے ساتھ ادا کرنا سنن ہدیٰ میں سے ہے (سنن ہدیٰ ان سنن کو کہتے ہیں جو حضور ﷺ نے بطور عبادت کے کی ہوں) اللہ عزوجل نے اپنے نبی ﷺ کیلئے سنن ہدیٰ کو مستنون اور فرض فرمایا ہے تحقیق کہ میں نے دیکھا کہ ہم اس حال میں ہوتے تھے کہ باجماعت نماز سے وہی منافق پیچھے رہتا جس کا نفاق ظاہر ہوتا تھا اور تحقیق میں نے دیکھا کہ ہم اس حال میں ہوتے تھے کہ آدمی دو آدمیوں کے سہارے چلتا ہوا آتا یہاں تک کہ وہ صف میں آکر کھڑا ہوتا اور تم میں ہر ایک کی گھر میں نماز پڑھنے کی الگ سے جگہ ہونی چاہئے (جس میں وہ نوافل ادا کرے) اور اگر تم اپنے گھروں میں (فرض) نماز ادا کرو اور اپنے محلے کی مساجد کو چھوڑ دو تو تم نے اپنے نبی ﷺ کی سنت کو چھوڑ دیا اور اگر تم اپنے نبی کی سنت کو چھوڑو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔

صحیح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (۶۵۴) سنن ابی داؤد - الصلاة (۵۵۰) سنن ابن ماجہ - المساجد والجماعات (۷۷۷)

قولہ: حَافِظُوا عَلَى هَؤُلَاءِ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ، حَيْثُ يَتَأَدَّى بِهِنَّ قَرَأْتُمْ مِنْ سُنَنِ الْهَدْيِ، یعنی ان پانچوں نمازوں کو اہتمام کے ساتھ اس جگہ پڑھو جہاں ان کیلئے اذان کہی جاتی ہے اور ظاہر ہے کہ اذان مسجد ہی میں کہی جاتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ مسجد کی جماعت کو خاص اہمیت حاصل ہے، آگے روایت میں یہ ہے کہ جماعت کی نماز سنن ہدیٰ سے ہے، سنن کی دو قسمیں ہیں، سنن ہدیٰ، سنن زوائد، جن چیزوں کا صدور آپ ﷺ سے عادت کے طور پر ہوا ہو وہ سنن زوائد کہلاتی ہیں، اور جو کام آپ نے عبادت کے طور پر کئے وہ سنن ہدیٰ کہلاتے ہیں، انکو سنن ہدیٰ اس لئے کہتے ہیں کہ ان کا ترک ضلالت و گمراہی ہے بخلاف قسم اول کے۔ قولہ: وَلَوْ تَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَكَفَرْتُمْ! یہ فرما رہے ہیں کہ اگر تم نمازیں مساجد کے بجائے گھروں میں پڑھ لیا کرو گے تو تارک سنت بنو گے اور جب تارک سنت ہو گے تو کافر ہو جاؤ گے۔

حدیث محتاج تاویل ہے: یا تو یہ کہا جائے کہ کفر سے مراد مطلق ضلالت و گمراہی ہے جیسا کہ مسلم کی روایت میں ہے

لَقَدْ كَفَرْنَا أَوْ لَوْ كَفَرْنَا بِكَ كَفَرَ بِي مَرَادٍ لِيَا جَاءَ تَوْرَادِيَهُ هُوَ كَا كَهْ تَرْكَ سَنَتِ كَهْ وَبَالِ مِيْنِ آهَسْتَهْ آهَسْتَهْ دُوسَرِي سَنَتِيْنِ جَهْوَتِيْ جَلِيْ جَائِيْنِ كِيْ اُورِ پَهْرَا سَكِيْ نَحْوَسْتِ سَهْ وَاجِبَاتِ اُورِ فَرَاغُضِ جَهْوَتِيْ جَلِيْ جَائِيْنِ كِيْ اُورِ پَهْرَا آگِيْ اسْكَ اَنْدِيْشَهْ هِيْ كِهْ اِسْلَامِ هِيْ سَهْ كِهِيْنِ خُرُوجِ نَهْ هُوْ جَائِيْ، حَاصِلِ اِسْ تَاوِيْلِ كَا يِهْ هِيْ كِهْ كَفَرُ سَهْ كَفَرُ بِاَنْفَعْلِ مَرَادٍ نِهِيْنِ بَلْ كِهْ بِاَلْقُوْهْ هِيْ جِسْكَوْ مَفْضِيْ اِلِيْ اَلْكُفْرِ سَهْ بَهِيْ تَعْبِيْرِ كَرْتِيْ هِيْنِ، صَوْفِيَهْ كَا مَقُوْلَهْ مَشْهُورِ هِيْ: مَن تَهَادَن بِالْاَدَابِ عَوَقِبَ بَحْرَمَانِ السَّنَنِ وَمَن تَهَادَن بِالسَّنَنِ عَوَقِبَ بَحْرَمَانِ الْوَاجِبَاتِ وَمَن تَهَادَن بِالْوَجِبَاتِ عَوَقِبَ بَحْرَمَانِ الْفَرَائِضِ وَمَن تَهَادَن بِالْفَرَائِضِ ①، اِسْ سَهْ آگِيْ كِيَا هِيْ؟ وَهْ ظَاهِرِ هِيْ جُوْ حَدِيْثِ مِيْنِ مَذْكَوْرِ هِيْ۔

۵۵۱ - حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ أَبِي جَنَابٍ، عَنْ مَعْرَاءِ الْعَدَنِيِّ، عَنْ عَبْدِ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ سَمِعَ النَّبَادِيَّ فَلَمْ يَمْنَعْهُ مِنْ اتِّبَاعِهِ، عَذْرٌ»، قَالُوا: وَمَا الْعَذْرُ؟ قَالَ: «خَوْفٌ أَوْ مَرَضٌ، لَمْ تُقْبَلْ مِنْهُ الصَّلَاةُ الْيَوْمَ صَلَّى»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى عَنْ مَعْرَاءِ أَبُو إِسْحَاقَ.

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے (فرض نماز کیلئے) مؤذن کی اذان کو سنا پس اس کو کوئی عذر مؤذن کی دعوت پر عمل کرنے سے نہ روکے تو اس کی وہ نماز جو اس نے (گھر میں) ادا کی (کامل طور پر) قبول نہیں کی جاتی لوگوں نے (ابن عباسؓ سے) پوچھا وہ عذر کیا ہے جو حضور ﷺ نے مراد لیا ہے تو ابن عباسؓ نے جواب میں ارشاد فرمایا (بہی جان، عزت اور مال پر) خوف اور (ایسا) مرض (جس کیلئے تیمم مباح ہو جائے)۔

سنن ابی داؤد - الصلاة (۵۵۱) سنن ابن ماجہ - المساجد والجماعات (۷۹۳)

۵۵۲ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ يَحْيَى، عَنْ أَبِي تَرْزِيزٍ، عَنْ ابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ، أَنَّ اللَّهَ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي رَجُلٌ ضَرِيرٌ الْبَصَرِ شَاسِعِ الدَّانِيَا، وَلِي قَائِدٌ لَا يَلَاؤُنِي فَهَلْ لِي مِنْ رِخْصَةٍ أَنْ أَصَلِّيَ فِي بَيْتِي؟ قَالَ: «هَلْ تَسْمَعُ الدَّاءَ؟» قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: «لَا أَجِدُ لَكَ مِنْ رِخْصَةٍ».

ابن ام مکتومؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے سوال کرتے ہوئے کہا کہ اے اللہ کے رسول میں نابینا شخص ہوں (اور) گھر مسجد سے دور ہے اور میرا قائد مکمل طور پر میری موافقت نہیں کرتا تو میرے لئے اس بات کی رخصت اور اجازت ہے کہ میں اپنے گھر میں نماز پڑھوں؟ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم اذان کی آواز سنتے ہو؟ انہوں نے جواب میں کہا: جی ہاں۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں تمہارے لئے رخصت نہیں پاتا۔

سنن النسائي - الإمامة (۸۵۱) سنن ابی داؤد - الصلاة (۵۵۲) سنن ابن ماجہ - المساجد والجماعات (۷۹۲)

① عن عبد الله بن المبارك قال: "من تهادن بالآداب عوقب بحرمان السنن، ومن تهادن بالسنن عوقب بحرمان الفرائض، ومن تهادن بالفرائض عوقب بحرمان المعرفة". (موسوعة نضرة النعيم في أخلاق الرسول الكريم - ج ۲ ص ۱۶۶)

عن ابن ام مکتوم، أَنَّهُ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ابن ام مکتوم نے آپ ﷺ کی

خدمت میں عرض کیا کہ میں نابینا ہوں گھر مسجد سے فاصلہ پر ہے اور میرا جو قائد ہے (ہاتھ پکڑ کر لے جانیوالا) وہ میری پوری پوری موافقت نہیں کرتا، تو کیا میرے لئے اس بات کی رخصت و اجازت ہے کہ میں نماز اپنے گھر میں پڑھ لیا کروں، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا اذان کی آواز سنتے ہو انہوں نے عرض کیا ہاں آپ ﷺ نے فرمایا پھر تمہارے لئے کوئی گنجائش نہیں۔

اعنی کیلئے ترک جماعت کی اجازت: یہاں پر ایک اشکل ہے وہ یہ کہ عمی (نابینا ہونا) شرعاً عذر ہے کافی قولہ تعالیٰ لَيْسَ عَلَى الْاَعْمَى حَاجٌ ①، تو آپ نے انکو اجازت کیوں مرحمت نہیں فرمائی، حالانکہ ایک دوسرے صحابی جن کا نام عتبہ بن مالک ہے انہوں نے بھی آپ ﷺ سے اسی قسم کے اعذار بیان کر کے اپنے گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت طلب کی تھی جس پر آپ نے ان کو اجازت دیدی تھی جس کا قصہ صحیح مسلم ② میں مذکور ہے اس کے متعدد جواب دیئے گئے ہیں: ① یہ واقعہ آیت عذر کے نزول سے پہلے کا ہے، ② واقعہ حال لا عموم لہاء کے قبیل سے ہے یعنی یہ انہیں صحابی کیساتھ مخصوص ہے، ③ آپ کی مراد نفی رخصت سے نفی جواز نہیں بلکہ مقصود احراز فضیلت کی نفی ہے، یعنی ان صحابی کا مقصود یہ تھا کہ اگر میں اپنے عذر کی وجہ سے مسجد کی جماعت ترک کر دوں تو چونکہ یہ ترک کرنا عذر کی بناء پر ہو گا تو کیا اس صورت میں بدون جماعت کے فضیلت جماعت حاصل ہوگی یا نہیں، آپ نے انکار فرمادیا، اس آخری جواب کو امام نووی نے شرح مسلم میں اختیار کیا ہے۔

نیز جانتا چاہئے کہ جماعت خواہ فرض قرار دی جائے کما عند التحليلہ اور خواہ سنت مؤکدہ کما عند الجہور اس کا ترک بدون عذر کے کسی کے نزدیک جائز نہیں، علی القول الاول ترک پر معصیت لازم آئیگی جو عذر کی وجہ سے ساقط ہو جائیگی، اور علی القول الثانی عذر کی وجہ سے کراہت ساقط ہو جائیگی، لیکن جماعت کی فضیلت اور اس کا ثواب بہر کیف حاصل نہ ہو گا، منقلہ ابن رسلان عن النووی ④۔

خود ابن رسلان یہ لکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص ہمیشہ جماعت سے نماز پڑھنے کا عادی ہو اور پھر کسی عذر کی وجہ سے نہ پڑھ سکے تو اس وقت اسکو ثواب جماعت حاصل ہونا چاہئے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

الاعذار المسقطه للجماعة: نیز جانتا چاہئے کہ فقہاء کرام نے ان اعذار کو جو مسقطہ جماعت ہیں شمار ⑤ کرایا ہے مجملہ ان کے ایک عمی بھی ہے، بذل میں لکھا ہے کہ اگر اعمی کیلئے کوئی قائد نہ ہو تو یہ بالاتفاق عذر ہو گا، اور اگر اس کیلئے قائد ہو تو اس

① نہیں ہے اندھے پر کچھ تکلیف (سورۃ النور، ۶۱)

② صحیح مسلم - کتاب المساجد ومواضع الصلاة - باب الرخصة في التخلف عن الجماعة بعدد ۲۶۲

③ بذل المجہود فی حل ابی داؤد - ج ۴ ص ۱۳۵

④ علامہ شامی (مد المحتار علی الذم المختار - ج ۲ ص ۲۹۴) نے اس اعذار شمار کرائے ہیں اور ان سب کو نظم میں جمع کر دیا ہے اور حضرت شیخ نے اس نظم کو

ماثیر لایع میں نقل فرمایا ہے (لامع الدراری علی جامع البخاری ج ۱ ص ۲۵۰)۔

صورت میں امام صاحب اور صاحبین کا اختلاف ہے، امام صاحب کے نزدیک اس صورت میں بھی عذر ہوگا اور صاحبین کے نزدیک نہیں ①۔

۵۵۳- حَدَّثَنَا هَانُؤُنُ بْنُ زَيْدٍ بْنُ أَبِي الزَّرْقَاءِ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَابِسٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنِ ابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ، قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ الْمَدِينَةَ كَثِيرَةُ الْهَوَامِّ وَالسَّيِّعِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَتَسْمَعُ حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ، حَتَّى عَلَى الْفَلَاحِ؟ فَحَقِّي هَلَا»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذَا تَرَوَاهُ الْقَاسِمُ الْجَرْمِيُّ، عَنْ سُفْيَانَ لَيْسَ فِي حَدِيثِهِ «حَتَّى هَلَا».

ترجمہ عبد اللہ بن ام مکتوم نے کہا اے اللہ کے رسول بے شک مدینہ میں بہت سے حشرات الارض اور درندے ہیں (تو کیا آپ میرے لئے رخصت پاتے ہیں کہ میں گھر میں نماز ادا کروں) تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم حتیٰ علی الصلوة حتیٰ علی الفلاح سنتے ہو؟ (ان دو جملوں سے مراد اذان ہے ابن مکتوم نے جواب میں کہا جی ہاں سنتا ہوں) تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم ضرور نماز کیلئے آؤ۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں قاسم جرمی نے سفیان سے یہ حدیث اسی طرح روایت کی ہے (جس طرح زید بن ابی الزرقاء نے سفیان سے نقل کیا ہے اس روایت میں حتیٰ ہلا کے الفاظ نہیں ہیں)۔

سنن النسائي - الإمامة (۸۵۱) سنن ابی داؤد - الصلاة (۵۵۳) سنن ابن ماجہ - المساجد والجماعات (۷۹۲)

۵۰- بَابُ فِي فَضْلِ صَلَاةِ الْجَمَاعَةِ

باجماعت نماز ادا کرنے کی فضیلت کا بیان

۵۵۴- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غُمَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَصِيرٍ، عَنْ أَبِي بِنِ كَعْبٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الصُّبْحِ، فَقَالَ: أَشَاهِدُ فُلَانٌ، قَالُوا: لَا، قَالَ: أَشَاهِدُ فُلَانٌ، قَالُوا: لَا، قَالَ: «إِنَّ هَاتَيْنِ الصَّلَاتَيْنِ أَثْقَلُ الصَّلَوَاتِ عَلَى الْمُتَأَيِّقِينَ، وَلَوْ تَعْلَمُونَ مَا فِيهِمَا لَأَتَيْتُمُوهُمَا، وَلَوْ حَبَوَا عَلَى الرُّكْبِ وَإِنَّ الصَّفَّ الْأَوَّلَ عَلَى مِثْلِ صَفِّ الْمَلَائِكَةِ وَلَوْ عَلِمْتُمْ مَا فَضِيلَتُهُ لَأَبْتَدَأْتُمُوهُ، وَإِنَّ صَلَاةَ الرَّجُلِ مَعَ الرَّجُلِ أَرْكَى مِنْ صَلَاتِهِ وَحْدَهُ، وَصَلَاةُ مَعَ الرَّجُلَيْنِ أَرْكَى مِنْ صَلَاتِهِ مَعَ الرَّجُلِ، وَمَا كَثُرَ فَهُوَ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى».

ترجمہ حضرت ابی بن کعبؓ کہتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم ﷺ نے ہمیں فجر کی نماز پڑھائی تو آپ ﷺ نے (نماز کے بعد لوگوں سے) پوچھا کیا فلاں شخص (ہماری اس نماز میں) حاضر ہے صحابہ نے جواب میں کہا "نہیں" (وہ حاضر نہیں ہے) پھر رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کیا فلاں شخص حاضر ہے صحابہ نے کہا نہیں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا بے شک یہ دو نمازیں

منافقوں پر بہت بھاری ہیں (یعنی فجر اور عشاء کی نماز) اور اگر تم جان لو کہ ان دو نمازوں میں کتنا اجر و ثواب ہے تو تم ضرور ان دو نمازوں کیلئے حاضر ہو اگرچہ تمہیں گھٹنوں کے بل گھسٹ کر آنا پڑے اور بے شک صف اول فرشتوں کی صف کے مثل ہے اور اگر تمہیں معلوم ہو جائے کہ صف اول میں نماز پڑھنے کی کتنی فضیلت ہے تو تم اسکی طرف (ایک دوسرے سے) سبقت کرو اور بے شک آدمی کا دوسرے آدمی کو شامل کر کے نماز پڑھنا کیلئے نماز پڑھنے سے افضل ہے اور آدمی کا دو شخصوں کے ساتھ ملکر نماز پڑھنا ایک شخص کے ساتھ ملکر نماز پڑھنے سے افضل ہے اور وہ نماز جس میں نمازی زیادہ ہوں وہ اللہ عزوجل کے ہاں زیادہ محبوب ہے (نسبت اس نماز کے جس میں نمازی کم ہوں)۔

سنن النسائي - الإمامة (۸۴۳) سنن ابی داؤد - الصلاة (۵۵۴) مسند احمد - مسند الانصار رضي الله عنهم

(۱۴۰/۵) مسند احمد - مسند الانصار رضي الله عنهم (۱۴۱/۵) سنن الدارمي - الصلاة (۱۲۶۹)

شرح الحديث: قوله: إِنَّ هَاتَيْنِ الصَّلَاتَيْنِ: واقعہ تو یہ صبح کی نماز کا ہے مگر آپ ﷺ نے تشبیہ کا صیغہ استعمال فرمایا، اب اس میں دو احتمال ہیں، ایک یہ کہ اس سے مراد صبح اور عشاء کی نماز ہو اس لئے کہ یہی دونوں وقت ایسے ہیں جو نوم و غفلت کے ہیں، ایک ابتداء نوم کا وقت ہے اور ایک انتہاء نوم کا، اور یہ یہ کہا جائے کہ صلو تین سے مراد صبح کی نماز کی دونوں رکعت ہیں، یا صلاۃ فجر اور سنت فجر مراد ہے، اول احتمال زیادہ ظاہر ہے بلکہ صحیحین کی ایک روایت میں عشاء اور فجر کی تصریح ہے۔

قوله: وَلَوْ تَعْلَمُونَ مَا فِيهِمَا: سیاق کلام کا تقاضا یہ ہے کہ بجائے خطاب کے غائب کے صیغہ تَعْلَمُونَ کیساتھ ہو، اب یا تو یہ کہا جائے کہ منافقین تو مراد ہیں ہی، کیونکہ کلام انہی کے بارے میں ہو رہا ہے، مؤمنین مخاطبین کو شامل کرنے کیلئے خطاب کا صیغہ لے آئے، اور یہ یہ کہا جائے کہ اس عدول عن الغيبة الی الخطاب میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ منافقین سے اس چیز کی توقع کم ہے۔

قوله: وَلَوْ حَبَوَا: بچوں کی طرح ہاتھوں اور گھٹنوں کے بل چلنا، یا سرین گھسیٹ گھسیٹ کر چلنا جیسے بعض مرتبہ بچہ چلتا ہے، مگر یہاں یہ دوسرے معنی مراد نہیں اس لئے کہ آگے حدیث میں علی الركب کی قید ہے وَإِنَّ الصَّفَّ الْأَوَّلَ عَلَى مِثْلِ الصَّفِّ الْمَلَائِكَةِ صف اول کی فضیلت اور مرتبہ کو بتایا جا رہا ہے کہ وہ ملائکہ کی صف کی طرح ہے جیسے ملائکہ کی صف آسمانوں میں عالی مرتبت ہے قرب رحمان کی وجہ سے، ایسے ہی انسانوں کی نماز کی صف اول ہے، باعتبار قرب امام کے وَإِنَّ صَلَاةَ الرَّجُلِ مَعَ الرَّجُلِ أَرْسَى مِنْ صَلَاتِهِ وَحْدَهُ اِزْکٰی یعنی اکثر ثوابیہ زکاۃ سے ماخوذ ہے بمعنی کثرت و زیادت، یعنی تنہا نماز پڑھنے سے اس نماز کا ثواب بہت زائد ہے جو صرف ایک آدمی کو شامل کر کے پڑھی جائے، اور ایک کیساتھ پڑھنے کے مقابلہ میں دو شخصوں کے ساتھ پڑھنے کا ثواب اس سے زائد ہے، دیکھنا۔

غرضیکہ نمازیوں کی تعداد جتنی بڑھتی چلی جائیگی اتنا ہی ثواب اور فضیلت زائد ہوگی۔

کثرت جماعت پر فضیلت کی زیادتی: جمہور علماء کی یہی رائے ہے کہ جماعت کی کثرت پر ثواب بڑھتا چلا جاتا ہے، لیکن علامہ شعرانی نے اسمیں مالکیہ کا اختلاف لکھا ہے کہ نیکے نزدیک منفرد کی نماز کے مقابلہ میں جماعت کی نماز کا جو ثواب وارد ہے وہ ہر حال میں ملے گا۔ جماعت کی کثرت و قلت کو اسمیں کوئی دخل نہیں اس لئے کہ حدیث میں مطلق آیا ہے صلوٰۃ الرجل فی الجماعة تعدل خمساً وعشرين^۱، باب خواہ وہ جماعت کثیر ہو یا قلیل، ابن رسلان نے ان کی طرف سے یہی لکھا ہے، لیکن حضرت شیخ حاشیہ بذل میں لکھتے ہیں کہ اس مسئلہ میں مالکیہ کا اختلاف جو شرح لکھ رہے ہیں یہ مجھے ان کی کتابوں میں نہیں ملا، بلکہ کتب مالکیہ میں تصریح ہے کثرت جماعت کے فضیلت کی^۲۔

۵۵۵ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي سَهْلٍ يَغْنِي عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حَكِيمٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي عُمَرَ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ صَلَّى الْعِشَاءَ فِي جَمَاعَةٍ كَانَ كَقِيَامِ نِصْفِ لَيْلَةٍ، وَمَنْ صَلَّى الْعِشَاءَ وَالْفَجْرَ فِي جَمَاعَةٍ كَانَ كَقِيَامِ لَيْلَةٍ».

حضرت عثمان بن عفانؓ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص باجماعت عشاء کی نماز ادا کرے تو اس کو نصف لیل کے قیام و عبادت کا ثواب ملے گا اور جو عشاء اور فجر دونوں باجماعت ادا کرے تو اسے پوری رات کے قیام کا ثواب ملتا ہے۔

صحیح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (۶۵۶) جامع الترمذی - الصلاة (۲۲۱) سنن أبي داود - الصلاة (۵۵۵) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (۵۸/۱) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (۶۸/۱) موطأ مالك - النداء للصلاة (۲۹۷)

شرح الحديث قولہ: وَمَنْ صَلَّى الْعِشَاءَ وَالْفَجْرَ فِي جَمَاعَةٍ كَانَ كَقِيَامِ لَيْلَةٍ: یہی لفظ ترمذی کی روایت کے ہیں، یعنی جو شخص عشاء کی نماز جماعت سے پڑھے اسکو نصف لیل کے قیام و عبادت کا ثواب ملتا ہے، اور جو عشاء و فجر دونوں کو جماعت سے پڑھے اسکو پوری رات کے قیام کا ثواب ملتا ہے اس صورت میں دونوں نمازوں کا ثواب برابر ہوا، اور مسلم شریف کی روایت کے الفاظ اس سے ذرا مختلف ہیں، یاسمیں اس طرح ہے مَنْ صَلَّى الْعِشَاءَ فِي جَمَاعَةٍ كَانَ كَقِيَامِ نِصْفِ لَيْلَةٍ وَمَنْ صَلَّى الْفَجْرَ فِي جَمَاعَةٍ كَانَ كَقِيَامِ لَيْلَةٍ^۳۔

شرح حدیث میں دو قول: اسمیں جملہ ثانیہ میں صرف فجر مذکور ہے جس میں دونوں احتمال ہیں عشاء اور فجر دونوں کا

① صَلَاةُ الْجَمَاعَةِ تَعْدِلُ خَمْسًا وَعَشْرِينَ مِنْ صَلَاةِ الْفَلَّاحِ (صحیح مسلم - کتاب المساجد ومواضع الصلاة - باب فضل صلاة الجماعة، دیبان الشیخ عبد بنی العلف عنها ۶۴۹)

② بذل المجہود فی حل أبي داود - ج ۴ ص ۱۴۰

③ مَنْ صَلَّى الْعِشَاءَ فِي جَمَاعَةٍ فَكَأَنَّمَا قَامَ نِصْفَ اللَّيْلِ، وَمَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فِي جَمَاعَةٍ فَكَأَنَّمَا صَلَّى اللَّيْلَ كُلَّهُ (صحیح مسلم - کتاب المساجد ومواضع الصلاة - باب فضل صلاة العشاء والصبح في جماعة ۶۵۶)

مجموعہ مراد ہو، دوسرا یہ کہ صرف فجر ہی کی نماز مراد ہو، اس دوسری صورت میں فجر کی نماز کا ثواب عشاء سے دوچند ہو جائیگا، لیکن ابوداؤد اور ترمذی کی روایت سے احتمال اول کی تائید ہو رہی ہے لہذا یہی احتمال رائج ہو گا بلکہ متعین، لیکن امام ابن خزیمہ^۱ کی رائے اس کے خلاف ہے انہوں نے دوسرے احتمال کو اختیار کیا ہے اسی لئے انہوں نے فجر کیلئے مستقل ترجمہ قائم کیا ہے۔

۵۱۔ باب مَا جَاءَ فِي فَضْلِ الْمَشْيِ إِلَى الصَّلَاةِ

باب ہے نماز کیلئے پیدل چل کر جانے کی فضیلت کے بیان میں ۵۵

۵۵۶۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ ابْنِ أَبِي ذَنْبٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مَهْزَانَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «الْأَبْعَدُ فَالْأَبْعَدُ مِنَ الْمَسْجِدِ أَعْظَمُ أَجْرًا».

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ سے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو مسجد سے جتنا دور ہو وہ اجر کے اعتبار سے اتنا ہی بڑھ کر ہے۔

سنن ابی داؤد - الصلاة (۵۵۶) سنن ابن ماجہ - المساجد والجماعات (۷۸۲)

شرح الحدیث قولہ: الْأَبْعَدُ فَالْأَبْعَدُ مِنَ الْمَسْجِدِ أَعْظَمُ أَجْرًا: یعنی جس شخص کا گھر مسجد سے جتنا زائد بعید ہو گا اتنا ہی اس کا ثواب زائد ہو گا، اس لئے کہ آگے حدیث میں آرہا ہے، مسجد میں جانے والے کیلئے ہر قدم پر ایک درجہ بلند ہوتا ہے اور ایک خطا معاف ہوتی ہے، اور ایک دوسری روایت جو مسلم و ترمذی وغیرہ میں ہے جسمیں یہ ہے أَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى مَا يَمْحُو اللَّهُ بِهِ الْخَطَايَا وَيُزَكِّي بِهِ الدِّينَ جَانِبًا؟ اور اس میں ہے وَكَثْرَةُ الْخَطَايَا إِلَى الْمَسَاجِدِ^۲، ان دونوں حدیثوں سے مشی الی الصلاة کی فضیلت معلوم ہو رہی ہے جیسا کہ مصنف نے ترجمہ قائم کیا ہے ایسے ہی ایک اور حدیث مشہور ہے کہ ایک مرتبہ قبیلہ بنو سلمہ نے جو اطراف مدینہ میں رہتے تھے وہاں سے منتقل ہو کر مسجد نبوی کے قرب میں سکونت اختیار کرنے کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا أَلَا تَحْتَسِبُونَ^۳ أَتَأْتُونَ كُمْ، یہ لفظ تو بخاری کے ہیں اور مسلم کے لفظ یہ ہیں دِيَارَكُمْ لَكُمْ لَكُمْ أَتَأْتُونَ كُمْ^۴ یعنی آپ ﷺ نے منتقل ہونے سے منع فرمادیا اور مصلحت یہ بیان فرمائی کہ دور سے آنے میں وہ فضیلت ہے جو قرب کی صورت میں حاصل نہیں، یعنی کثرت اقدام۔

۱ اور حضرت شیخ کے حاشیہ بذل میں ہے کہ اس کے بالقابل ابن عبد البر نے بسندہ عن عثمان یہ حدیث مرفوع روایت کی ہے صَلَاةُ الْعِشَاءِ فِي جَمَاعَةٍ تَغْفِرُ لَكَ ذُنُوبَكَ وَصَلَاةُ الصُّبْحِ فِي جَمَاعَةٍ تَغْفِرُ لَكَ ذُنُوبَكَ (ابن رسلان)۔ (التعمید لما فی الموطأ من المعانی والأسانید ج ۲۳ ص ۳۵۴۔ بذل المجہود فی حل ابی داؤد - ج ۴ ص ۱۴۱)

۲ صحیح مسلم - کتاب الطہارۃ - باب فضل إسباغ الوضوء علی المکابرۃ ۲۵۱، جامع الترمذی - کتاب الطہارۃ - باب فی إسباغ الوضوء ۵۱

۳ امام بخاری نے اس پر باب باندھا ہے، احتساب الآثار - (صحیح البخاری) - کتاب الجماعة والإمامۃ - باب احتساب الآثار ۶۲۵

۴ صحیح مسلم - کتاب المساجد ومواضع الصلاة - باب فضل کثرة الخطا إلى المساجد ۶۶۵

کیا دار بعیدہ من المسجد افضل سے دار قریبہ سے ؟ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ دار بعیدہ من المسجد افضل ہو دار قریبہ سے، اس لئے کہ یہ دو چیزیں الگ الگ ہیں، ہر ہر قدم پر نیکی ملنا اور بات ہے اور مکان کا مسجد کے قریب ہونا یہ اس مکان کیلئے موجب شرف ہے چنانچہ ایک روایت میں ہے شؤم الدار بعدہ عن المسجد، اور ایسے ہی جمع الفوائد میں مسند احمد کی ایک روایت مرفوعہ نقل کی ہے فَضْلُ الدَّارِ الْقَرِيبَةِ مِنَ الْمَسْجِدِ عَلَى الدَّارِ الشَّاسِعَةِ كَفَضْلِ الْقَارِي عَلَى الْقَاعِ ①، اگرچہ یہ حدیث ضعیف ہے، حافظ ابن حجر بنو سلمہ والی حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ اس سے کئی بقرب المسجد کا استحباب معلوم ہو رہا ہے لیکن اگر کوئی دوسری مصلحت یا عارض ہو تو پھر امر آخر ہے، جیسے بنو سلمہ کے منتقل نہ ہونے میں یہ مصلحت تھی کہ اطراف مدینہ آبادی سے خالی نہ ہو جائے اور مدینہ کی حفاظت رہے اسی لئے حضور ﷺ نے ان کو مسجد کے قریب آیکا مشورہ نہیں دیا ②، صحیح اور تحقیقی بات تو یہی ہے، لیکن بعض علماء جیسے ابن العماد وغیرہ بعض محدثین نے ان احادیث کی بناء پر یہ کہا ہے کہ دار بعیدہ افضل ہے دار قریبہ سے۔

۵۵۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النَّفِيلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ التَّمِيمِيُّ، أَنَّ أَبَا عُمَيْرٍ حَدَّثَهُ، عَنْ أَبِي نُبَيْلٍ كُتِبَ قَالَ: كَانَ رَجُلٌ لَا أَعْلَمُ أَحَدًا مِنَ النَّاسِ بِمَنْ يُصَلِّي الْقِبْلَةَ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ أَبْعَدَ مَنْزِلًا مِنَ الْمَسْجِدِ مِنْ ذَلِكَ الرَّجُلِ، وَكَانَ لَا تُحِيطُهُ صَلَاتُهُ فِي الْمَسْجِدِ، فَقُلْتُ: لَوْ اشْتَرَيْتَ حِمَارًا أَتَرَ كَبَهُ فِي الرَّمْضَاءِ وَالظُّلْمَةِ، فَقَالَ: مَا أَحْبَبْتُ أَنْ مَنُزِلِي إِلَى جَنْبِ الْمَسْجِدِ فَكُمِّي الْحَدِيثَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ عَنْ قَوْلِهِ ذَلِكَ، فَقَالَ: أَرَدْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنْ يُكْتَبَ لِي إِقْبَالِي إِلَى الْمَسْجِدِ وَهُوَ جُوعِي إِلَى أَهْلِي إِذَا رَجَعْتُ، فَقَالَ: «أَعْطَاكَ اللَّهُ ذَلِكَ كُلَّهُ، أَنْطَاكَ اللَّهُ جَلَّ وَعَزَّ مَا احْتَسَبْتَ كُلَّهُ أَجْمَعُ».

حضرت ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں ایک شخص تھا..... میں نہیں جانتا کسی ایسے شخص کو جو مدینہ میں قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتا ہو (یعنی مسلمان ہو) جس کا گھر مسجد سے اس شخص کے گھر کی نسبت دور ہو۔ اس شخص کی کوئی نماز مسجد میں جماعت سے یہ رہتی تھی میں نے اس شخص سے کہا اگر تم ایک گدھا خرید لو جس پر تم سوار ہو کر سخت گرمی اور اندھیرے میں مسجد آؤ تو بہتر ہے تو اس نے جواب میں کہا مجھے یہ بات پسند نہیں ہے کہ میرا گھر مسجد کے پہلو میں ہو رسول اللہ ﷺ تک یہ قصہ اور اس آدمی کی بات پہنچی (مسلم سے معلوم ہوتا ابی بن کعبؓ نے حضور ﷺ کو اس قصہ کی اطلاع دی تھی تو حضور ﷺ نے اس شخص سے اسکی بات کا مطلب پوچھا تو اس نے جواب میں کہا اے اللہ کے رسول میری مراد یہ تھی کہ میرا مسجد کیلئے آنا اور واپسی میں گھر والوں کی طرف جانا لکھا جائے (یعنی مسجد سے دور ہونے کی بنا پر میرے قدموں کا ثواب لکھا جائے گا، گھر قریب ہونے کی صورت میں محروم رہوں گا) تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تمہیں اس سب (یعنی مسجد آنے جانے) کا اجر عطا

① مسند احمد - احادیث رجال من أصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم - حدیث حذیفہ بن الیمان عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۲۳۲۸۶

② فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۱۴۰

فرمائے اللہ تعالیٰ تمہیں وہ سب اجر عطاء فرمائے جس کو تم حاصل کرنا چاہ رہے ہو۔

صحيح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (٦٦٣) سنن أبي داود - الصلاة (٥٥٧) سنن ابن ماجه - المساجد والجماعات (٧٨٣) مستد أحمد -

مسند الأنصار، رضي الله عنهم (١٢٣/٥) - مسند الأنصار، رضي الله عنهم (١٢٣/٥) - سنن الدارمي - الصلاة (١٢٨٤)

عَنْ أَبِي ثَبِيحٍ كَعْبٍ، قَالَ: كَانَ رَجُلٌ لَا أَعْلَمُ أَحَدًا مِنْ النَّاسِ بِمَنْ يُصَلِّي الْقِبْلَةَ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ أَبْعَدَ مَنَازِلًا

مضمون حدیث یہ ہے، حضرت ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں کہ اہل مدینہ میں سے ایک شخص ایسے

تھے کہ ان کا مکان مسجد نبوی سے جتنے فاصلے پر تھا میرے علم میں اس سے زائد کسی کا نہ تھا، وہ اپنے گھر سے مسجد تک ہر روز بیدل

آئے تھے لیکن اس کے باوجود ان کی کوئی نماز جماعت سے نہیں فوت ہوتی تھی (مجھے ان کے اس حال پر ترس آیا) تو میں نے ان

تے کہا کہ اگر آپ ایک حمار خرید لیں جس پر سوار ہو کر اپنے گھر سے مسجد تک آجایا کریں تو انہوں نے میری بات سن کر یہ کہا تھا

أُحِبُّ أَنْ مَآزِلِي إِلَى جَنْبِ الْمَسْجِدِ كَمَا مَجَّهَ يَهِ بَاتِ يَسْنَدُ نَهْئِي كَمَا مِيرَا مَكَانِ مَسْجِدِ كَمَا بَرَابَرِ مِثْلِي هُوَ، اِنْ صَحَابِي كَاتُوْا مَطْلَبُ يَهِ تَهَا كَمَا مَجَّهَ

یہی پسند ہے کہ میں نماز کیلئے دور سے چل کر آؤں، مگر ظاہر الفاظ انکے منہ سے تھے اس کو کہ وہ مسجد نبوی کا قرب نہیں چاہتے۔

قوله: فَتَنِي الْحَدِيثُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: چنانچہ انکی یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گئی اس پر آپ نے ان صحابی

کو بلا کر دریافت کیا کہ تم نے یہ بات کیسے کہی اس پر انہوں نے عرض کیا اُھذُثْ بِمَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَنْ یُّکْتُبَ لِیْ اِقْبَالِیْ اِلَی الْمَسْجِدِ

وَالْحُجَّي إِلَى أَهْلِي بِارِ سُولِ اللّٰهِ فِيْهِ يَاجُتَاهُوْنَ كَہِ میرے یہ اقدام گھر سے مسجد تک اور پھر واپسی میں مسجد سے گھر تک لکھے

جائیں، اس پر آپ ﷺ بہت خوش ہوئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ تجھ کو تیری نیت اور امید کے موافق پورا پورا اجر و ثواب عطا فرمائے۔

حدیث الباب میں ایک نفی بات: ان صحابی کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ذہن بلکہ نیت میں یہ

تھا کہ ان کو مسجد جانے اور وہاں سے کھرکی طرف لوٹنے دونوں کا ثواب ہر قدم پر ملے، آپ نے ان کیلئے دعا فرمائی کہ اللہ تم کو

نہاری نیت کے مطابق پورا پورا اجر عطا فرمائے لہذا ان صحابی کے حق میں تو یہ یسٹین ہے کہ انشاء اللہ انکو مسجد آئے اور جانے،

دونوں کا ثواب ملے گا، لیکن اس سلسلہ کی اخادیرت سے صراحتہ صرف مسجد جانیکا ثواب معلوم ہوتا ہے واپسی کا نہیں، البتہ غازی

کے بارے میں اتنا ہے قفلہ کفر و کفر

بخاری کے ایک ترجمہ الباب کی توجیہ: حضرت ق کے ایک خاص بات فرمائی وہ یہ کہ امام بخاری نے اپنی

ایک مرتبہ الباب سے ابوداؤد کی اس حدیث کی طرف استاذہ فرمایا ہے وہ اس طور پر کہ امام بخاری نے ایک مرتبہ عام کیا باب من

خرج الى المسجد ومراح، حالانکہ اس باب کے ذیل میں جو وہ حدیث لائے ہیں اس میں لفظ "مراح" نہیں بلکہ اس طرح ہے "من عدا"

۱۰۱

معاذ اللہ! اسنادہ کیا اہل بات یطرف کہ حدیث میں لفظ عدا سے مراد کس دہاب اور یرون ہے (س) میں جانا مراد نہیں اور اس

سے مراد رجوع ہے، لہذا امام بخاری کے ترجمہ میں مسجد کی طرف جانا اور مسجد سے واپسی دونوں مراد ہیں۔
اس پر حضرت شیخؒ نے فرمایا کہ گویا امام بخاریؒ نے ترجمہ الباب سے ابو داؤد کی اس حدیث ابی بن کعبؓ کی طرف اشارہ فرمایا جس میں آنا اور جانا دونوں مذکور ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

۵۵۸ - حَدَّثَنَا أَبُو ثَوْبَةَ، حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ الْقَاسِمِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ خَرَجَ مِنْ بَيْتِهِ مُتَطَهِّرًا إِلَى صَلَاةٍ مَكْتُوبَةٍ فَأَجْرُهُ كَأَجْرِ الْحَاجِّ الْمُحْرِمِ، وَمَنْ خَرَجَ إِلَى تَسْبِيحِ النَّصِيِّ لَا يَتَّصِفُهُ إِلَّا بِأَنَّهُ أَجْرُهُ كَأَجْرِ الْمُعْتَمِرِ، وَصَلَاةٌ عَلَى أَثَرِ صَلَاةٍ لَا تَقْوِي بَيْنَهُمَا كِتَابٌ فِي عِلْمَيْنِ»

حضرت ابو امامہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص اپنے گھر سے پاک صاف ہو کر فرض نماز پڑھنے کے لئے نکلا (مسجد وغیرہ کی طرف) اس کا اجر اس حاجی کی طرح ہے جو حالت احرام میں ہو اور جو شخص چاشت کی نماز پڑھنے کے لئے نکلا (یا کسی اور نفل نماز کی ادائیگی کیلئے) اسے اس مشقت میں ڈالنے والی وہی نماز ہے تو اس کا اجر عمرہ کرنے والے کے اجر کی طرح ہے اور ایک نماز کا دوسری نماز کے بعد اس طور پر ہونا کہ دونوں کے درمیان کوئی بیہودہ گفتگو یا کام نہ ہو تو علمین میں یہ عمل لکھا جاتا ہے۔

سنن ابی داؤد - الصلاة (۵۵۸) - مسند احمد - باقی مسند الانصار (۲۶۴/۵) - مسند احمد - باقی مسند الانصار (۲۶۸/۵)
قولہ: «مَنْ خَرَجَ مِنْ بَيْتِهِ مُتَطَهِّرًا إِلَى صَلَاةٍ مَكْتُوبَةٍ فَأَجْرُهُ كَأَجْرِ الْحَاجِّ الْمُحْرِمِ» جو شخص اپنے گھر سے وضو کر کے فرض نماز کیلئے مسجد جائے تو اس کا ثواب اس شخص کے ثواب کے برابر ہے جو گھر سے احرام باندھ کر حج کیلئے جائے، احرام صحت حج کیلئے ایسے ہی شرط ہے جیسے طہارت نماز کیلئے، تقابل کا تقاضا یہ ہے کہ محرم سے مراد محرم من دويرة اہلہ ہو۔

ذکر ما يستفاد من الحديث: اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں، ایک یہ کہ گھر سے با وضو ہو کر نماز کیلئے جانا موجب فضیلت ہے، دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ تقدیم الاحرام افضل ہے میقات پر احرام باندھنے سے، یہ دوسرا مسئلہ مختلف فیہ ہے، ظاہر یہ کہ نزدیک تقدیم الاحرام علی المواقیت جائز ہی نہیں، اور ائمہ اربعہ کے نزدیک جائز ہے، لیکن فضیلت میں اختلاف ہے، حنفیہ شافعیہ کے نزدیک تقدیم افضل ہے، اور مالکیہ و حنابلہ کے نزدیک میقات ہی سے احرام باندھنا افضل ہے اس لیے حضور ﷺ نے ہمیشہ میقات ہی سے احرام باندھا ہے، دوسرا فرق یہ کہ آپ ﷺ کا یہ فعل تسبیح اللامۃ تھا، ویسے امام شافعیؒ کے اس میں دو قول ہیں ترجیح میں اختلاف ہے، رافعی نے تقدیم کے قول کو ترجیح دی ہے، اور امام نوویؒ نے عدم تقدیم کے قول کو، آگے حدیث میں صلاة النضحی کی فضیلت مذکور ہے اور یہ کہ اس کا ثواب عمرہ کے برابر ہے، صلاة النضحی زائد سے زائد سنت ہے لہذا کہہ سکتے ہیں کہ اس حدیث میں اشارہ ہے عمرہ کے سنت ہونے کی طرف، مسئلہ اختلافی ہے، امام شافعیؒ و احمدؒ کے نزدیک عمرہ

واجب ہے اور امام مالک کے نزدیک سنت، حنفیہ کے اسمیں دونوں قول ہیں وجوب اور سنیت۔

قوله: وَصَلَاةٌ عَلَى أَثَرِ صَلَاةٍ لَا لَعُوَ بَيْنَهُمَا كِتَابٌ فِي عَلَيْهِينَ: ایک نماز کے بعد دوسری نماز، طریقی کہ دونوں کے درمیان کوئی لغو حرکت قول یا فعل واقع نہ ہو اللہ کے یہاں مقبول ہے علین میں لکھی جاتی ہے۔

شرح حدیث: علین سے مراد اعمال خیر کا دفتر جس میں ابراہار و صلحاء کے اعمال لکھے جاتے ہیں، صاحب منزل^① کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ مکتوب فی علین ہونا دوسری نماز کے بارے میں کہا جا رہا ہے یعنی جس نماز میں یہ دو صفیں پائی جائیں گی، اول یہ کہ وہ علی اُثرِ صلاۃ ہو، ثانی یہ کہ درمیان میں کوئی لغو کام نہ کیا ہو، لیکن میں کہتا ہوں کہ یہ دونوں نمازوں کے بارے میں کہا جا رہا ہے، کہ جو شخص دو نمازیں اس طور پر پڑھے کہ ان کے درمیان کوئی لغو حرکت نہ کرے تو یہ دونوں نمازیں اللہ کے یہاں مقبول ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ عمل صالح کے بعد اور اس سے قبل بھی لغو حرکت اور معصیت سے احتراز اس عمل صالح کے حق میں باعث قبول اور موجب حفاظت ہے۔

۵۵۵ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "صَلَاةُ الرَّجُلِ فِي جَمَاعَةٍ تَزِيدُ عَلَى صَلَاتِهِ فِي بَيْتِهِ، وَصَلَاتِهِ فِي سُوقِهِ ثَمَنًا وَعَشْرِينَ دَرَجَةً، وَذَلِكَ بِأَنَّهُ أَحَدُكُمْ إِذَا تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ وَأَتَى الْمَسْجِدَ لَا يَزِيدُ إِلَّا الصَّلَاةَ، وَلَا يَنْهَضُ إِلَّا الصَّلَاةَ لَمْ يَخُطْ خُطْوَةً إِلَّا رَفَعَ لَهَا بِهَا دَرَجَةً وَحُطَّتْ عَنْهَا خَطِيئَةٌ، حَتَّى يَدْخُلَ الْمَسْجِدَ فَإِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ كَانَ فِي صَلَاةٍ، مَا كَانَتْ الصَّلَاةُ هِيَ تَحْبِسُهُ، وَالْمَلَائِكَةُ يُصَلُّونَ عَلَى أَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِي مَجْلِسِهِ الَّذِي صَلَّى فِيهِ، وَيَقُولُونَ: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ، اللَّهُمَّ ارْحَمْهُ اللَّهُمَّ ثُبِّ عَلَيْهِ، مَا لَمْ يُؤْذِهِ أَوْ يُجَدِّثْ فِيهِ".

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آدمی کا باجماعت نماز ادا کرنا پچیس^② درجہ بڑھ کر ہے آدمی کے اپنے گھر یا بازار میں (انفرادی) نماز ادا کرنے سے اور یہ (زیادہ اجر) اس وجہ سے ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص خوب اچھی طرح وضو کرے (فرائض و سنن کی رعایت کے ساتھ) اور مسجد آئے اس کا مقصود صرف نماز ہی ہو اسے اپنے گھر سے مسجد کی طرف کسی چیز نے نہیں نکالا سوائے نماز کے (یعنی نماز باجماعت کی ادائیگی کے لئے ہی مسجد آیا ہے) تو وہ جو قدم بھی اٹھاتا ہے اس کے بدلہ اس کا ایک درجہ بلند کر دیا جاتا ہے اور ایک لعزش اس کی معاف کر دی جاتی ہے (اگر اس کے اوپر گناہ ہوں) یہاں تک کہ وہ مسجد داخل ہوتا ہے پس جب وہ مسجد میں داخل ہوتا ہے تو جب تک نماز اس کو مسجد سے نکلنے سے روکے رکھتی ہے وہ نماز میں ہی شمار کیا جاتا ہے اور فرشتے تم میں سے کسی ایک کیلئے اس وقت تک دعا کرتے رہتے ہیں جب تک وہ اپنی نماز کی جگہ پر بیٹھا ہے فرشتے یہ دعا کرتے ہیں: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ، اللَّهُمَّ ارْحَمْهُ اللَّهُمَّ ثُبِّ عَلَيْهِ جب تک یہ شخص اس جگہ اپنے ہاتھ یا زبان سے کسی مسلمان کو تکلیف نہ دے یا اسے حدیث حقیقی اس جگہ لاحق نہ ہو (یعنی وضو نہ ٹوٹا ہو)۔

صحیح البخاری - الصلاة (۴۶۵) صحیح البخاری - الاذان (۶۲۰) صحیح البخاری - الاذان (۶۲۱) صحیح البخاری - البیوع (۲۰۱۲) صحیح البخاری - تفسیر القرآن (۴۴۴۰) صحیح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (۶۴۹) صحیح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (۶۶۶) جامع الترمذی - الصلاة (۲۱۶) سنن النسائی - الإمامة (۸۳۸) سنن ابی داؤد - الصلاة (۵۵۹) سنن ابن ماجه - المساجد والجماعات (۷۸۶) سنن ابن ماجه - المساجد والجماعات (۷۸۷) مؤطا مالک - النداء للصلاة (۲۹۱) سنن الدارمی - الصلاة (۱۲۷۶)

شرح الحديث قوله: صَلَاةُ الرَّجُلِ فِي جَمَاعَةٍ تَزِيدُ^① عَلَى صَلَاتِهِ فِي بَيْتِهِ، وَصَلَاتِهِ فِي سُوقِهِ: اس حدیث میں جماعت کی نماز کی فضیلت بیان کی گئی ہے منفرد کی نماز پر، کہ جو نماز گھر میں یا بازار میں پڑھی جائے، جماعت کی نماز اس سے پچیس گنا ثواب رکھتی ہے، صلاة فی السوق کی تفسیر میں اختلاف ہو رہا ہے، اکثر شرح کی رائے یہ ہے کہ اس سے وہ نماز مراد ہے جو بازار میں منفرد پڑھی جائے، اور ابن التین جو مشہور شرح میں سے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اس سے بازار کی جماعت والی نماز مراد ہے لان السوق مأوی الشیاطین کما جاء فی الحدیث، لیکن امام نووی نے اس کو رد کیا ہے۔

فائدہ: جماعت کی فضیلت مسجد کیساتھ خاص ہے یا عام ہے ولو صلی فی بیتہ؟ حضرت شیخ نے حاشیہ بذل میں لکھا ہے کہ کبیری شرح منیہ میں ہے کہ اگر فرض نماز جماعت کے ساتھ گھر میں پڑھے تو جماعت کا ثواب تو حاصل ہو جائیگا لیکن مسجد کی فضیلت حاصل نہ ہوگی، اور در مختار و طحاوی علی المرآتی میں ہے کہ جماعت سنت مؤکدہ ہے اور آگے چل کر لکھتے ہیں فی مسجد أو غیرہ (جس سے بظاہر معلوم ہو رہا ہے کہ خارج مسجد جماعت کرنے سے سنت اداء ہو جاتی ہے) لیکن حافظ ابن حجر کا میلان فتح الباری میں اس طرف ہے کہ تضعیف مذکور فی الحدیث مسجد کیساتھ خاص ہے^②۔

قوله: وَذَلِكَ بِأَنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا تَوَضَّأَ أَحْسَنَ التَّوَضُّؤِ آتَى التَّسْبِيحَ: یعنی یہ ثواب مذکور اس لئے ملتا ہے کہ جب تم سے کوئی شخص وضوء کرتا ہے اور اچھی طرح وضوء کرنے کے بعد پھر مسجد پہنچتا ہے حال یہ کہ اس کا ارادہ سوائے نماز کے اور کچھ نہیں ہے وَلَا يَنْهَرُهُ إِلَّا الصَّلَاةُ، اور اس کو صرف نماز نے کھڑا کیا ہے تو ایسا شخص جو بھی قدم اٹھاتا ہے مسجد کی طرف تو اس کے ذریعہ اس کا ایک درجہ بلند کیا جاتا ہے اور ایک خطاء معاف کی جاتی ہے۔

شرح حدیث میں دو قول: جانا چاہئے کہ اس حدیث میں جماعت کی نماز کے بارے میں دو چیزیں مذکور ہیں، ایک شروع حدیث میں یعنی پچیس گنا ثواب ملنا، اور ایک آخر حدیث میں یعنی ہر قدم پر درجہ بلند ہونا اور خطاء کا مغاف ہونا، بعض شرح بخاری جن میں علامہ کرمائی بھی ہیں اور ایسے ہی حضرت گنگوہیؒ، ان کی رائے یہ ہے کہ یہ جو آخر حدیث میں قیود ذکر کی گئی

① بعض روایات میں لفظ تعدل ہے جس کے معنی برابر کے ہیں اور بعض میں تزید وتضاعف وارد ہے، بعض شرح نے تو سب کو ایک ہی معنی پر محمول کیا ہے اور

بعض نے تضاعف کے معنی یہ لکھے ہیں کہ جماعت کی نماز کا ثواب پچیس مرتبہ تک المضاعف یعنی دو گنا ہونا چلا جاتا ہے اس صورت میں ایک نماز کا ثواب تین کروڑ

۳۵ لاکھ ۵۴ ہزار ۴۳۲ ہوتا ہے، ۱۲۔

② بذل الجہود فی حل ابی داؤد - ج ۴ ص ۱۴۸

ہیں، گھر سے وضوء کر کے چلنا وغیرہ اسکا تعلق اس ثواب سے ہے جو آخر حدیث میں مذکور ہے اور وہ ثواب جو اول حدیث میں مذکور ہے وہ مطلق ہے ان قیود کا اس سے کوئی تعلق نہیں، لہذا ان حضرات کے نزدیک وذلک بأن میں حرف باء الصاق کیلئے ہے سبب نہیں، اور اس کے بالمقابل بعض شرح کی رائے یہ ہے کہ یہ باء سبب ہے اور اسکا تعلق ما قبل سے ہے اور مطلب یہ ہے کہ اول حدیث میں جو ثواب مذکور ہے وہ ان قیود کے ساتھ مقید ہے لہذا اگر یہ قیود پائی جائیں گی تب تو تضعیف مذکور حاصل ہوگی ورنہ نہیں، میرے خیال میں پہلا قول زیادہ صحیح ہے اور ان قیود کا تعلق صرف اس ثواب سے ہے جو آخر حدیث میں ذکر کیا گیا ہے اس لئے کہ اکثر احادیث میں پچیس گنا ثواب کیساتھ یہ قیود مذکور نہیں۔

ثواب جماعت کے بارے میں اختلاف روایات: اس کے بعد جانتا چاہئے کہ ثواب جماعت کے بارے میں روایات دو قسم کی ہیں اکثر روایات میں پچیس و عشرين درجۃ مذکور ہے اور حدیث ابن عمرؓ جس کو بخاری نے روایت کیا ہے انیس و سبع و عشرين درجۃ^① مذکور ہے، جمع بین الروایتین مختلف طور پر کی گئی ہے: ① ذکر القلیل لا ینفی الکثیر، یا یہ کہئے مفہوم العدد غیر معتبر، ② چونکہ اللہ تعالیٰ کا انعام اور فضل اس امت پر روز افزوں ہے اس لئے آپ کو شروع میں پچیس کا علم دیا گیا تو آپ ﷺ نے اسکی خبر دی، اور بعد میں آپ کو ستائیس کا علم ہوا تو آپ نے امت کو اسکی اطلاع دی، ③ یہ اجر میں کمی و زیادتی اختلاف احوال مصلین یا صلوات کے اختلاف پر محمول ہے یعنی بعض مصلین کے حق میں پچیس اور بعض کے حق میں ستائیس درجہ ثواب ہے خشوع و خضوع کی کمی و زیادتی کی وجہ سے، یا نمازوں کے اختلاف کی وجہ سے، یعنی بعض نمازوں میں جیسے عصر اور فجر یا عشاء اور فجر یا جہری نمازوں میں ستائیس درجہ ثواب ہے اور باقی میں پچیس درجہ، یہ تین جواب امام ترمذیؒ نے ذکر فرمائے ہیں^④، اور حافظ ابن حجرؒ^⑤ نے تقریباً دس وجوہ جمع بیان کی ہیں منجملہ اسکے یہ ہے کہ یہ اختلاف قرب مسجد و بعد مسجد کی وجہ سے ہے، یا مسجد اور خارج مسجد کی وجہ سے، اور یا اس فرق کو محمول کیا جائے منتظر صلاۃ اور غیر منتظر صلاۃ پر، یا مسبوق و مدبر پر، یا کثرت جماعت اور قلت جماعت پر، اور رائج عند الحافظ یہ ہے کہ اس فرق کو محمول کیا جائے جہریہ اور سریہ پر۔

۶۰۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنْ هِلَالِ بْنِ مَيْمُونٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الصَّلَاةُ فِي جَمَاعَةٍ تَعْدِلُ مِائَتًا وَعِشْرِينَ صَلَاةً، فَإِذَا صَلَّاهَا فِي فَلَاةٍ فَأَتَمَّ رُكُوعَهَا وَسُجُودَهَا بَلَغَتْ خَمْسِينَ صَلَاةً». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زَيْدٍ، فِي هَذَا الْحَدِيثِ «صَلَاةُ الرَّجُلِ فِي الْفَلَاةِ تُصَاعَفُ عَلَى صَلَاتِهِ فِي الْجَمَاعَةِ» وَسَأَقُ الْحَدِيثَ.

① صحیح البخاری - کتاب الجماعة والإمامة - باب وجوب صلاة الجماعة ۶۱۹

② النہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج - ج ۵ ص ۱۵۱

③ فتح الباری شرح صحیح البخاری - ج ۲ ص ۱۳۲

حضرت ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا باجماعت نماز ادا کرنا پچیس نمازوں کے برابر ہے (جو وہ شخص اپنے گھریبازار میں اکیلے ادا کرے) اور جب وہ شخص بیابان جنگل میں فرض نماز ادا کرنے کے اس طور پر کہ اس کے رکوع اور سجود کو مکمل ادا کرے تو اسکی یہ نماز پچاس نمازوں تک پہنچ جاتی ہے (یہ پچاس نمازوں کا ثواب اس وقت ہے جب باجماعت انہیں ادا کرے)۔ امام ابو داود فرماتے ہیں عبد الواحد بن زیاد نے ابو سعید خدریؓ کی اس حدیث میں یہ الفاظ کہے ہیں: جنگل بیابان میں آدمی کی نماز زیادہ اجر و ثواب والی ہے باجماعت نماز ادا کرنے سے (یعنی شہر میں باجماعت نماز ادا کرنے سے) اور پھر آگے عبد الواحد نے مکمل حدیث بیان کی۔

سنن أبي داود - الصلاة (۵۶۰) سنن ابن ماجه - المساجد والجماعات (۷۸۸) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۵۵/۳)

قوله: فَإِذَا صَلَّاهَا فِي فَلَاةٍ فَأَتَمَّ كُوعَهَا وَسُجُودَهَا بَلَعَتْ خَمْسِينَ صَلَاةً: مضمون حدیث یہ ہے کہ جماعت کی ایک نماز پچیس نمازوں کے برابر ہے۔

مضمون حدیث: اور جو شخص نماز کو جنگل میں پڑھے اچھی طرح رکوع و سجود کر کے تو اسکا پچاس نمازوں کے برابر ہے، اس جزء ثانی یعنی صلاة فی الفلاة میں دونوں احتمال ہیں، منفرداً پڑھنا یا جماعت، بعض شرح اس طرف گئے ہیں اور بعض اس طرف، حضرت سہارنپوریؒ کا میلان منفرداً پڑھنے کی طرف ہے، کہ جو شخص جنگل میں جو کہ خوف و دہشت کی جگہ ہوتی ہے، تنہائی میں فریضہ صلاة کو اتمام رکوع و سجود کیساتھ اہتمام سے پڑھے گا اس کو پچاس نمازوں کا ثواب ملے گا، گویا جنگل کی یہ نماز جماعت کی نماز سے بھی زائد بڑھ گئی۔

قوله: قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ عَيْدُ الْوَاحِدِ بْنِ زَيْدٍ، فِي هَذِهِ الْحَدِيثِ «صَلَاةُ الرَّجُلِ فِي الْفَلَاةِ تُضَاعَفُ عَلَى صَلَاتِهِ فِي الْجَمَاعَةِ» اس میں اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ صلاة فی فلاة سے مراد منفرداً پڑھنا ہے، تقابل کا تقاضا یہی ہے۔

۵۱۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمَشْيِ إِلَى الصَّلَاةِ فِي الظُّلْمِ

اندرھیروں میں باجماعت نماز کیلئے مسجد پیدل چل کر جانا

۵۶۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عُبَيْدَةَ الْحَدَّادُ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ أَبُو سُلَيْمَانَ الْكَتَّالُ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَوْسٍ، عَنْ بُرَيْدَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «بَشِيرُ الْمَشَّائِينَ فِي الظُّلْمِ إِلَى الْمَسَاجِدِ بِالنُّورِ الْقَائِمِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ».

حضرت بریدہؓ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ سے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اندھیروں میں مساجد کی طرف (باجماعت فرض نماز ادا کرنے کیلئے) کثرت سے جانے والوں کو قیامت والے دن نور تام (مکمل نور) کی بشارت سناؤ۔

جامع الترمذی - الصلاة (۲۲۳) سنن أبي داود - الصلاة (۵۶۱)

قوله: بِبَشِيرِ الْمَشَّائِينَ فِي الظُّلْمِ: ظلمتوں اور تاریکیوں میں مسجد کی طرف کثرت سے چلنے والوں کو روز

قیامت نور کامل کی بشارت دیجئے، اعمال کا بدلہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان اعمال ہی کے مناسب ہوتا ہے، چنانچہ اندھیرے میں مسجدوں کی طرف جانیدالوں کو بدلہ روشنی کیساتھ دیا گیا۔

۵۲۔ باب مَا جَاءَ فِي الْهَدْيِ فِي الْمَشْيِ إِلَى الصَّلَاةِ

جامعیت نماز کی ادائیگی کیلئے مسجد کی طرف سکون اور رفتار سے چل کر جانے کا بیان ہے۔ مسجد کی طرف نماز کیلئے جانا چونکہ عبادت ہے اس لئے وہ بھی ایک خاص انداز سے ہونا چاہئے سکون و وقار کیساتھ، کسی ایسی ہیئت کو اس وقت میں اختیار کرنا جو غفلت اور بے توجہی پر دلالت کرے مناسب نہیں مثلاً نماز کو جاتے وقت تشبیک کرنا، ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کرنا، یہ ایک فضول اور لغو حرکت ہے اسی لئے حدیث میں اس سے منع کیا گیا ہے۔

۵۶۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلِيمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، أَنَّ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنَ عَمْرٍو، حَدَّثَهُمْ عَنْ دَاوُدَ بْنِ قَلْبِيسٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي سَعْدُ بْنُ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي أَبُو ثَمَامَةَ الْحَنَاطِ، أَنَّ كَعْبَ بْنَ عُجْرَةَ، أَمَرَ كَعْبَهُ وَهُوَ يُرِيدُ الْمَسْجِدَ أَنْ يَحْدُثَ صَاحِبَهُ، قَالَ: فَوَجَدَنِي وَأَنَا مُشَبَّكٌ بِيَدَيَّ، فَتَهَانِي عَنْ ذَلِكَ وَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «إِذَا تَوَضَّأَ أَحَدُكُمْ فَأَحْسَنَ وَخُصَّوهُ، ثُمَّ خَرَجَ عَامِدًا إِلَى الْمَسْجِدِ فَلَا يُشَبِّكَنَّ يَدَيْهِ فَإِنَّهُ فِي صَلَاةٍ».

سعد بن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھے ابو ثمامہ الحنطہ نے حدیث بیان کی کہ کعب بن عجرہ نے انہیں (ابو ثمامہ کو) پایا اس حال میں کہ وہ (ابو ثمامہ) مسجد جا رہے تھے۔ ان میں سے ایک اپنے دوسرے ساتھی سے ملا ابو ثمامہ کہتے ہیں کعب بن عجرہ نے مجھے دیکھا کہ میں اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل کئے ہوئے تھا (یعنی انگلیوں کا جال بنایا ہوا تھا) تو کعب بن عجرہ نے مجھے اس کام سے روکا اور حدیث سنائی کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اچھی طرح وضو کرے پھر نماز کے ارادہ سے مسجد کی طرف نکلے تو اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل نہ کرے اس لئے کہ وہ شخص نماز میں ہی شمار ہوتا ہے (لہذا جس طرح نماز میں تشبیک اصالح مکروہ ہے اسی طرح اس حالت میں بھی مکروہ)۔

جامع الترمذی - الصلاة (۳۸۶) سنن ابی داؤد - الصلاة (۵۶۲) مسند احمد - أول مسند الکوفیین (۲۴۱/۴) مسند احمد - أول مسند الکوفیین (۲۴۲/۴) مسند احمد - أول مسند الکوفیین (۲۴۴/۴) سنن الدارمی - الصلاة (۱۴۰۴) سنن الدارمی - الصلاة (۱۴۰۵)

شرح الحدیث: ثُمَّ خَرَجَ عَامِدًا إِلَى الْمَسْجِدِ فَلَا يُشَبِّكَنَّ يَدَيْهِ: حکم تشبیک میں اختلاف:

اختلاف ہے، بعض صحابہ اور تابعین جیسے ابن عمر اور سالم ان کے نزدیک مطلقاً جائز ہے حتیٰ کہ نماز کی حالت میں بھی، اور امام مالک دابر اہم نخعی کے نزدیک کراہت خاص ہے نماز کی حالت کیساتھ، اور جمہور علماء ائمہ ثلاثہ کے نزدیک کراہت صلاۃ کیساتھ مختص نہیں، بلکہ من یمشی الی الصلوۃ اور اسی طرح منتظر صلاۃ، ان سب کے حق میں مکروہ ہے، البتہ کراہت کے درجات متفاوت ہیں، خاص حالت صلاۃ میں کراہت شدید ہوگی، اور جو شخص مسجد میں بیٹھا منتظر صلاۃ ہے اس کے حق میں کراہت اس سے کم ہوگی، اور

جو نماز کیلئے مسجد جا رہا ہے اس کے حق میں کراہت اور زیادہ کم ہوگی۔

اولاً تو تشبیک فعل عبث ہے اور نمازی کو فعل عبث سے بچنا ہی چاہئے، دوسرے علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ تشبیک کی کیفیت اختلاف و مناقشہ کو مشعر ہے۔

۵۶۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُعَاذٍ بْنُ عَبَّادٍ الْعَدَنِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَّانَةَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَطَاءٍ، عَنْ مَعْبُدِ بْنِ هُزُمَةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، قَالَ: حَضَرَ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ الْمَوْتَ، فَقَالَ: إِنِّي لَحَدِّثُكُمْ حَدِيثًا مَا أَحَدٌ كُنْهُوَ إِلَّا اخْتِسَابًا، سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِذَا تَوَضَّأَ أَحَدُكُمْ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ، ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ فَلَمْ يَرْفَعْ قَدَمَهُ الْيُمْنَى إِلَّا كَتَبَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُ حَسَنَةً، وَلَمْ يَضَعْ قَدَمَهُ الْيُسْرَى إِلَّا حَطَّ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَنْهُ سَيِّئَةً فَلْيَقْرُبْ أَحَدُكُمْ أَوْلِيَّ بَيْتِهِ فَإِنَّ أَيْ الْمَسْجِدِ، فَصَلَّى فِي جَمَاعَةٍ عُفِّرَ لَهُ، فَإِنْ أَيْ الْمَسْجِدِ وَقَدْ صَلَّوْا بَعْضًا وَبَقِيَ بَعْضٌ صَلَّى مَا أَذْرَكَ وَأَتَمَّ مَا بَقِيَ كَانَ كَذَلِكَ، فَإِنْ أَيْ الْمَسْجِدِ وَقَدْ صَلَّوْا فَأَتَمَّ الصَّلَاةَ كَانَ كَذَلِكَ».

حضرت سعید بن المسیبؒ کہتے ہیں کہ ایک انصاری صحابی کی موت کا وقت قریب آیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں تمہیں ایک حدیث سنانے لگا ہوں اور یہ صرف ثواب حاصل کرنے کیلئے ہی سنا رہا ہوں (اس لئے کہ علم کو پھیلانا بھی ثواب ہے) وہ انصاری کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا کہ آپ فرما رہے تھے جب تم میں سے کوئی شخص اچھی طرح وضو کرتا ہے پھر نماز کیلئے مسجد کی طرف نکلتا ہے وہ اپنا دایاں قدم نہیں اٹھاتا مگر اللہ عزوجل اس کیلئے اس کی نیکی لکھواتے ہیں اور وہ اپنا بائیں پاؤں نہیں رکھتا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو مٹا دیتے ہیں (معلوم ہوا کہ مسجد جاتے ہوئے ابتداء دایں قدم سے کرنی چاہئے)۔ پس تم چھوٹے قدم لویا بڑے قدم، پس تمہیں اختیار ہے چاہے قدم قریب قریب لویا دور دور لو، پھر وہ مسجد آکر باجماعت نماز ادا کرتا ہے تو اسکی بخشش کر دی جاتی ہے اور اگر وہ مسجد اس حال میں آئے کہ لوگوں نے نماز کی کچھ رکعات ادا کر لی ہوں اور کچھ رہ گئی ہوں تو وہ شخص جتنے حصے کو پا لے اسے ادا کر لے اور باقی رہی ہوئی نماز کو مکمل کر لے تو اس کا بھی وہی حکم ہے (یعنی بخشش کر دی جاتی ہے) اور اگر وہ مسجد اس حال میں آئے کہ لوگ نماز سے فارغ ہو چکے ہوں وہ شخص اکیلا نماز کو مکمل ادا کرے تو اس کی بھی (پہلے دونوں کی طرح) بخشش کر دی جاتی ہے۔

شرح الحدیث: قوله: فَلْيَقْرُبْ أَحَدُكُمْ أَوْلِيَّ بَيْتِهِ: یا تو قدموں کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ تمہیں اختیار ہے، خواہ قریب قریب رکھو یا دور دور، ظاہر ہے کہ قریب قریب رکھنے کی صورت میں قدم چھوٹے ہوں گے اور تعداد میں زائد، اور دور دور رکھنے کی صورت میں ان کی تعداد میں کمی آئے گی جس سے ثواب میں بھی نقصان ہو گا تو گویا قریب اقدام کی ترغیب دینا مقصود ہے تخیر مقصود نہیں، اور دوسرا مطلب اس حدیث کا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اشارہ ہے دار قریبہ اور دار بعیدہ کی طرف، کہ چاہے وہ اختیار کر دے چاہے وہ دار قریبہ و بعیدہ کے فضیلت کی بحث ابھی قریب میں گذر چکی ہے۔

قوله: فَإِنْ أَتَى الْمَسْجِدَ وَقَدْ صَلَّوْا: حاصل حدیث یہ ہے کہ جو شخص گھر سے اہتمام کیساتھ با وضو ہو کر نماز کیلئے مسجد کی طرف چلے تو ہر دائیں قدم پر ایک نیکی اور بائیں قدم پر ایک گناہ کی معافی ہوتی رہتی ہے پھر مسجد پہنچ کر اگر جماعت سے نماز ادا کرے تو اس کی مغفرت ہو جاتی ہے اور اگر پوری نماز جماعت سے نہیں ملی بلکہ مسبوق ہو گیا یا ساری ہی بغیر جماعت کے پڑھی تب بھی یہی اجر ملے گا، بظاہر یہ اس صورت میں ہے جو حدیث میں مذکور ہے کہ آدمی گھر سے اہتمام کیساتھ با وضو ہو کر صرف نماز کے ارادہ سے مسجد کی طرف جائے، اور اتفاق سے نماز ہو چکی ہو، واللہ تعالیٰ اعلم۔

جب حدیث میں آگیا کہ اس صورت میں اللہ تعالیٰ جماعت کا ثواب عطا فرماتے ہیں تو پھر اسمیں تامل اور شک نہیں ہونا چاہئے علامہ سند نے بھی حاشیہ نسائی میں یہ بات لکھی ہے اور یہ کہ جو اس کے خلاف کہے وہ معتبر نہیں، آگے مستقل باب میں بھی یہی مضمون آ رہا ہے۔

۵۳۔ بَابُ فِيمَنْ خَرَجَ يُرِيدُ الصَّلَاةَ فَسَبَقَ بِهَا

جو شخص نماز کے ارادہ سے گھر سے نکلے پھر وہ مسبوق ہو جائے (تو اس کے اجر کا بیان)

۵۶۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ يَعْقِبَ ابْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَعْقِبَ ابْنِ طَخْلَاءَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ عَوْنِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ وَهُوَ عَاذٌ، ثُمَّ رَاحَ فَوَجَدَ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا أَعْطَاهُ اللَّهُ جَلَّ وَعَزَّ مِثْلَ أَجْرِ مَنْ صَلَّاهَا وَخَصَرَهَا لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ أَجْرِ هُمْ شَيْئًا».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو اچھی طرح وضو کرتا ہے پھر مسجد کی طرف جاتا ہے تو وہ دیکھتا ہے کہ لوگ نماز پڑھ کر فارغ ہو چکے ہیں تو اللہ تعالیٰ اسے اس شخص کے مثل اجر دیتے ہیں جس نے باجماعت نماز پڑھی ہو اور جماعت کے ساتھ حاضر ہو اور اللہ کا اس شخص کو ان لوگوں کے مثل اجر دینا ان لوگوں کے اجر میں سے کچھ کی نہیں کرتا۔

سنن النسائي - الإمامة (۸۵۵) سنن ابی داؤد - الصلاة (۵۶۴) مسند احمد - باقی مسند المکثورین (۳۸۰/۲)

۵۴۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي خُرُوجِ النِّسَاءِ إِلَى الْمَسْجِدِ

عورتوں کا مسجد میں آکر نماز پڑھنے کا حکم

۵۶۵۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا تَمْتَحُوا إِمَاءَ اللَّهِ مَسَاجِدَ اللَّهِ، وَلَكِنْ لِيَخْرُجْنَ وَهْنُ تَفْلَاتٍ».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کی بندہوں کو اللہ کی مساجد میں آنے سے نہ روکو لیکن انہیں چاہیے کہ میلی کچیلی ہو کر مسجد جانے کیلئے نکلا کریں۔

سنن أبي داود - الصلاة (۵۶۵) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۴۳۸/۲) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين

(۴۷۵/۲) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۵۲۸/۲) سنن الدارمی - الصلاة (۱۲۷۹)

شرح الحديث قوله: وَلَكِنْ لِيَخْرُجْنَ وَهْنٌ قِفْلَاتٍ: یعنی عورتیں نماز کیلئے مسجد میں جاسکتی ہیں، لیکن انکو چاہئے کہ اس حال میں جائیں کہ میلی کچیلی ہوں صاف ستھری حالت میں نہ جائیں، آپ ﷺ کے زمانہ میں عورتیں نماز کیلئے مسجد میں جاتی تھیں آپ ﷺ کی طرف سے اجازت تھی، لیکن وہ خیر کا زمانہ تھا، بعد میں فقہاء نے اس کو چند قیود کیساتھ مقید کیا ہے: ① بشرط عدم الاختلاط بین الرجال والنساء، ② عدم التزین، ③ عدم التطیب، ④ عدم خوف الفتنة (نووی)، خود حضرت عائشہ فرماتی ہیں جیسا کہ آگے متن میں آرہا ہے کہ اگر حضور ﷺ عورتوں کی موجودہ حالت کو دیکھتے تو انکو مسجد میں جانے سے منع کر دیتے۔

مسئلة الباب میں مذاہب ائمہ: بہر حال ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اب مسئلہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک جواز خروج عازر کیساتھ خاص ہے شائبہ کے حق میں مکروہ ہے اور حنابلہ کے نزدیک زیادہ اعتبار بخبر داور بدرو کا ہے، چنانچہ ان کے نزدیک جملہ کا خروج نماز کیلئے مکروہ اور غیر جملہ کا جائز ہے، پھر مجوز کیلئے جواز صاحبین کے نزدیک تو تمام نمازوں میں ہے اور امام صاحب کے نزدیک صرف دن کی نمازوں میں ظہر اور عصر اور صلوات یلیہ میں مجوز کیلئے بھی اجازت نہیں۔

۵۶۶ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَنَسٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تَمْتَعُوا إِمَاءَ اللَّهِ مَسَاجِدَ اللَّهِ».

ترجمہ حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ کی بندویوں کو اللہ کی مساجد میں آنے سے نہ روکو۔
صحیح البخاری - الأذان (۸۲۷) صحیح البخاری - الأذان (۸۳۵) صحیح البخاری - الجمعة (۸۵۷) صحیح البخاری - الجمعة (۸۵۸) صحیح البخاری - النکاح (۹۴۰) صحیح مسلم - الصلاة (۴۴۲) جامع الترمذی - الجمعة (۵۷۰) سنن النسائی - المساجد (۷۰۶) سنن أبي داود - الصلاة (۵۶۶) سنن ابن ماجه - المقدمة (۱۶) سنن الدارمی - المقدمة (۴۴۲) سنن الدارمی - الصلاة (۱۲۷۸)

۵۶۷ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا الْعَوَّامُ بْنُ حَوْشَبٍ، حَدَّثَنِي حَبِيبُ بْنُ أَبِي ثَابِتٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تَمْتَعُوا نِسَاءَ كُفٍّ الْمَسَاجِدِ، وَبُيُوهُنَّ خَيْرٌ هُنَّ».

ترجمہ حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنی عورتوں کو مساجد میں جانے سے نہ روکو اور ان کے گھر (نماز کی ادائیگی کیلئے) ان کے لئے زیادہ بہتر ہیں۔

ترجمہ صحیح البخاری - الأذان (۸۲۷) صحیح البخاری - الأذان (۸۳۵) صحیح البخاری - الجمعة (۸۵۷) صحیح البخاری - الجمعة (۸۵۸) صحیح البخاری - النکاح (۹۴۰) صحیح مسلم - الصلاة (۴۴۲) جامع الترمذی - الجمعة (۵۷۰) سنن النسائی - المساجد (۷۰۶) سنن أبي داود - الصلاة (۵۶۷) سنن ابن ماجه - المقدمة (۱۶) سنن الدارمی - المقدمة (۴۴۲) سنن الدارمی - الصلاة (۱۲۷۸)

شرح الحديث قوله: وَبُيُوهُنَّ خَيْرٌ هُنَّ: یعنی گواں کیلئے مسجد میں جانی گنجائش ہے لیکن مشورہ ہمارا یہ ہے کہ ان کیلئے گھر

میں ہی پڑھنا بہتر ہے۔

۵۶۸- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، وَأَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ جَاهِدٍ، قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اِئْذَنُوا لِلنِّسَاءِ إِلَى الْمَسَاجِدِ بِاللَّيْلِ». فَقَالَ ابْنُ لَهُ: وَاللَّهِ لَا نَأْذَنُ لَهُنَّ فَيَسْجُدْنَ دَعْلًا، وَاللَّهِ لَا نَأْذَنُ لَهُنَّ، قَالَ: فَسَبَّهُ وَغَضِبَ، وَقَالَ: أَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اِئْذَنُوا لَهُنَّ» وَتَقُولُ لَا نَأْذَنُ لَهُنَّ؟

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا رات کے وقت عورتوں کو مساجد میں آنے سے نہ روکو تو ان کے بیٹے (بلال یا واقعہ) نے ان سے کہا ہم تو انہیں (نماز کیلئے مساجد میں آنے کی) اجازت نہیں دیں گے (اس لئے کہ ان کے زمانہ میں فتنے ظاہر ہو گئے تھے) وہ مساجد جانے کو ذریعہ فساد بنا دینا کی اللہ کی قسم ہم تو انہیں اجازت نہیں دیں گے۔ مجاہد راوی کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے انہیں (اپنے بیٹے کو) خوب برا بھلا کہا اور ان پر غصہ ہوئے اور حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے کہا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کا قول سنا رہا ہوں کہ انہیں مساجد جانے کی اجازت دو اور تم کہہ رہے ہو ہم اجازت نہیں دیں گے۔

صحیح البخاری - الأذان (۸۲۷) صحیح البخاری - الأذان (۸۳۵) صحیح البخاری - الجمعة (۸۵۷) صحیح البخاری - الجمعة (۸۵۸) صحیح البخاری - النکاح (۴۹۴۰) صحیح مسلم - الصلاة (۴۴۲) جامع الترمذی - الجمعة (۵۷۰) سنن النسائی - المساجد (۷۰۶) سنن ابی داؤد - الصلاة (۵۶۸) سنن ابن ماجہ - المقدمة (۱۶) سنن الدارمی - المقدمة (۴۴۲) سنن الدارمی - الصلاة (۱۲۷۸)

۵۶۹- قَوْلُهُ: فَقَالَ ابْنُ لَهُ: ان کا نام بلال ہے یا واقعہ جیسا کہ مسلم شریف کی روایت میں ہے فَيَسْجُدْنَ دَعْلًا، وَاللَّهِ لَا نَأْذَنُ لَهُنَّ، مَنْد احمد کی روایت میں ہے: فَمَا كَلِمَةُ عَبْدِ اللَّهِ حَتَّى مَاتَ، دَعْلٌ اس گنجان درخت کو کہتے ہیں جس میں چور، ڈاکو وغیرہ چھپ کر بیٹھ جاتے ہیں۔

۵۵- بَابُ التَّشْهِيدِ فِي ذَلِكَ

عورتوں کو مساجد میں آنے سے روکنے کے بیان میں

۵۶۹- حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّهُ أَخْبَرْتُهُ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ: «لَوْ أَدْرَكَتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَخَذْتُ الدِّسَاءَ لَمَتَّعُهَا الْمَسْجِدَ كَمَا مَتَّعَهُ نِسَاءُ بَنِي إِسْرَائِيلَ». قَالَ يَحْيَى: فَقُلْتُ لِعُمَرَ: أَمْنِعَهُ نِسَاءُ بَنِي إِسْرَائِيلَ؟ قَالَتْ: نَعَمْ.

یحییٰ بن سعید روایت کرتے ہیں عمرہ بنت عبد الرحمن سے کہ عمرہ بنت عبد الرحمن نے انہیں (یحییٰ بن سعید) کو بتایا کہ حضرت عائشہؓ زوجہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر رسول اللہ ﷺ دیکھ لیتے جو عورتوں نے نئی نئی چیزیں ایجاد کر لیں ہیں (یعنی زیب و زینت اختیار کر کے مسجد میں آنا) تو انہیں ضرور مسجدوں میں آنے سے روکتے جیسا کہ بنی اسرائیل کی عورتوں کو مساجد

میں آنے سے روکا گیا تھا۔ یہی کہتے ہیں میں نے عمرہ سے پوچھا (زیادہ مثبت اور تحقیق کیلئے سوال پوچھا) کیا بنی اسرائیل کی عورتوں کو روکا گیا تھا؟ عمرہ نے جواب میں کہا: ہاں بالکل۔

صحیح البخاری - الأذان (۸۳۱) صحیح مسلم - الصلاة (۴۴۵) سنن أبي داود - الصلاة (۵۶۹) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۹۱/۶) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۱۹۳/۶) مسند الأنصار (۲۳۵/۶) موطأ مالك - النداء للصلاة (۴۶۷)

۵۷۰ - حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، أَنَّ عُمَرَو بْنَ عَاصِمٍ، حَدَّثَهُمْ قَالَ: حَدَّثَنَا هَمَامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ مُوَيْتٍ، عَنْ أَبِي الْأَخْوَصِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «صَلَاةُ الْمَرْأَةِ فِي بَيْتِهَا أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِي حُجْرَتِهَا، وَصَلَاتُهَا فِي بَيْتِهَا أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِي بَيْتِهَا».

سرخسہ عبد اللہ بن مسعود روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ سے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عورت کا اپنے کمرہ میں نماز پڑھنا بہتر ہے اپنے کمرہ کے صحن میں پڑھنے سے اور اپنے گھر کی کوٹھری میں نماز پڑھنا زیادہ بہتر ہے اپنے کمرہ میں نماز پڑھنے سے (معلوم ہوا اجتہاد زیادہ ستر ہو گا اتنا افضل ہو گا)۔

شرح الحدیث قولہ: صَلَاةُ الْمَرْأَةِ فِي بَيْتِهَا أَفْضَلُ عورت کا نماز پڑھنا کمرہ کے اندر بہتر ہے صحن کمرہ میں پڑھنے سے، اور کوٹھری میں پڑھنا بہتر ہے بڑے کمرہ میں پڑھنے سے، مخدغ بڑے کمرہ کے اندر جو مختصر سا کمرہ ہوتا ہے جسمیں گھر کی قیمتی اشیاء و سامان رکھتے ہیں۔

۵۷۱ - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابْنِ عُمرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَوْ تَرَكْنَا هَذَا الْبَابَ لِلنِّسَاءِ» قَالَ نَافِعٌ: فَلَمْ يَدْخُلْ مِنْهُ ابْنُ عُمرَ حَتَّى مَاتَ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، قَالَ: قَالَ عُمرُ: وَهَذَا أَصَحُّ.

سرخسہ ابن عمر کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر ہم اس دروازہ (اب اس دروازہ کو مسجد نبوی میں باب النساء کہتے ہیں) کو عورتوں کیلئے چھوڑ دیں (تو کتنا اچھا ہو) نافع کہتے ہیں حضرت ابن عمرؓ موت تک اس دروازہ سے (اس کے بعد) داخل نہیں ہوئے۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں: اسماعیل بن ابراہیم نے اس حدیث کو عن ایوب عن نافع کی سند سے روایت کیا کہ نافع کہتے ہیں قال عمر (یعنی حضرت عمرؓ نے ارشاد فرمایا) اور اسماعیل کی (موقوف) روایت عبد الوارث کی مرفوع روایت سے زیادہ صحیح ہے (پہلی اور دوسری سند میں دو طرح سے اختلاف ہے۔ پہلا یہ کہ عبد الوارث کی روایت مرفوع ہے ابن عمرؓ سے جبکہ اسماعیل کی موقوف ہے حضرت عمرؓ پر اور پہلی کی سند متصل ہے جبکہ دوسری منقطع ہے۔ مجاہد کا سماع حضرت عمرؓ سے نہیں ہے)۔

۵۶۔ باب السَّغْيِ إِلَى الصَّلَاةِ

نماز کیلئے تیزی سے چل کر جانے کا حکم

۵۷۲۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَثْبَسَةُ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ، وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِذَا أَقْبَمْتَ الصَّلَاةَ فَلَا تَأْتُوهَا تَسْعُونَ، وَأَتُوهَا تَمْشُونَ، وَعَلَيْكُمْ السَّكِينَةُ فَمَا أَدْرَاكُمْ فَصَلُّوا، وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتَمُّوا»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: كَذَا قَالَ الزُّبَيْدِيُّ، وَابْنُ أَبِي ذَرْبٍ، وَابْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، وَمَعْمَرٌ، وَشُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، «وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتَمُّوا»، وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ: عَنِ الزُّهْرِيِّ وَحْدَهُ: «فَأَقْضُوا»، وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَجَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: «فَأَتَمُّوا»، وَابْنُ مَسْعُودٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَبُو قَتَادَةَ، وَأَنَسُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّهُمْ قَالُوا: «فَأَتَمُّوا».

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا آپ فرما رہے تھے جب نماز کھڑی ہو جائے تو تم اس کی طرف دوڑ کر نہ آؤ بلکہ سکون و وقار کے ساتھ آؤ جتنی نماز (امام کے ساتھ) ملے اس کو (امام کے ساتھ) پڑھ لو اور جو حصہ نماز کا فوت ہو جائے اس کو (بعد میں) پورا کر لو۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں اسی طرح زبیدی، ابن ابی ذرب، ابراہیم بن سعد، معمر، شعیب بن ابی حمزہ نے زہری سے روایت کر کے "وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتَمُّوا" کہا اور ابن عیینہ نے اکیلے زہری سے روایت کر کے فاقضوا کہا ہے۔ اور محمد بن عمرو نے عن ابی سلمہ عن ابی ہریرۃ کی سند سے اور جعفر بن ربیعہ نے عن الاعرج عن ابی ہریرۃ کی سند سے "فَأَتَمُّوا" کہا ہے اور ابن مسعود قتادہ اور انس سب سے نبی اکرم ﷺ سے روایت کر کے فَأَتَمُّوا کہا ہے۔

صحیح البخاری - الأذان (۶۱۰) صحیح البخاری - الجمعة (۸۶۶) صحیح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (۶۰۲) جامع الترمذی - الصلاة (۳۲۷) سنن النسائی - الإمامة (۸۶۱) سنن ابی داؤد - الصلاة (۵۷۲) سنن ابن ماجہ - المساجد والجماعات (۷۷۵) موطأ مالک - النداء للصلاة (۱۵۲) سنن الدارمی - الصلاة (۱۲۸۲)

شرح الحديث قوله: إِذَا أَقْبَمْتَ الصَّلَاةَ فَلَا تَأْتُوهَا تَسْعُونَ: جب نماز کھڑی ہو جائے تو تم اس کی طرف دوڑ کر مت آؤ، بلکہ سکون و وقار کیساتھ آؤ، اس کی وجہ دوسری حدیث میں یہ بیان کی ہے کہ نماز کی طرف چلنے والا حکم میں نماز کے ہے، لہذا ابھاگنا فضول ہے، نیز احترام مسجد کے بھی خلاف ہے، اس حدیث میں سعی کی ممانعت ہے، سعی کے معنی عمل اور کوشش کے بھی آتے ہیں۔ جیسے فاسعوا إلى ذکر الله وذكروا البيع^۱، وَأَنْ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى^۲، یہ معنی یہاں مراد نہیں، سعی کے معنی

۱۔ تودوا الله کی یاد کو اور چھوڑ دو خرید و فروخت (سورۃ الجمعۃ ۹)

۲۔ اور یہ کہ آدمی کو وہی ملتا ہے جو اس نے کمایا (سورۃ النجم ۳۹)

دوڑنے کے بھی آتے ہیں وَجَاءَ رَجُلٌ مِّنْ أَقْصَا الْمَدِينَةِ يَسْعَى ①، اسی کی نفی یہاں مقصود ہے، اگر جماعت کھڑی ہو گئی تو کیا کرے اس میں تین قول ہیں جھکو امام ترمذیؒ نے بیان کیا ہے: ① يَهْزُولُ، دوڑنا چاہئے، لیکن یہ قول حدیث کے خلاف ہے، ② يُسْرِعُ فِي الْمَشْيِ، تیز رفتار چلے وقار کی رعایت رکھتے ہوئے، ③ بغير اسراع کے اطمینان سے اپنی معمولی چال چلے، اس میں رائج دوسرا قول ہے جس میں جانبین کی رعایت ہے ④۔

قوله: فَمَا أَدْرَاكُمْ فَصَلُّوا، وَمَا فَاكُكُمْ فَأَتَمُّوا: جتنی نماز امام کیساتھ ملے اسکو امام کیساتھ پڑھ لو اور جو حصہ نماز کا فوت ہو جائے اس کو بعد میں پورا کر لو۔

قوله: قَالَ ابوداؤد: كَذَا قَالَ الزُّبَيْرِيُّ: زہری سے روایت کرنیوالے متعدد ہیں اکثر نے فَأَتَمُّوا کہا اور ابن عیینہ نے فَأَقْصُوا کہا، یہ بظاہر تو صرف لفظی اختلاف ہے لیکن فی الواقع ایک اہم فقہی اختلاف اس پر متفرع ہے۔

مسبق امام کیساتھ اول صلوٰۃ کو پاتا ہے یا آخر صلوٰۃ کو: وہ یہ کہ مسبق جو نماز امام کیساتھ پڑھتا ہے وہ اس کی اول صلوٰۃ ہے یا آخر صلوٰۃ یعنی امام کی تو ظاہر ہے آخر صلوٰۃ ہے اب اس کے تابع ہونے کی حیثیت سے مسبق کی بھی آخر صلوٰۃ ہے یا اس کی اول صلوٰۃ ہے۔

امام شافعیؒ و احمدؒ کے نزدیک مسبق کی وہ اول صلوٰۃ ہے، امام ابو حنیفہؒ و ابو یوسفؒ کے نزدیک، آخر صلوٰۃ ہے، ثمرہ اختلاف یہ ہو گا کہ اگر کسی شخص کو امام کیساتھ چار میں سے دو رکعت ملی ہیں تو شافعی و احمدؒ کے نزدیک یہ شخص امام کے فارغ ہونے کے بعد جو دو رکعت پڑھے گا اس میں صرف سورۃ فاتحہ پڑھے گا کیونکہ اس کا یہ شفعہ اخیرہ ہے جس میں ضم سورت نہیں ہوتا، اور شیخین (ابو حنیفہ و ابو یوسف) کے نزدیک ان دونوں رکعت میں قرآن کا مکملہ یعنی فاتحہ مع ضم سورت کریگا کیونکہ یہ اس کا شفعہ اولیٰ ہے۔

امام شافعیؒ کا استدلال فَأَتَمُّوا سے ہے، اتمام کا تعلق باقی سے ہوتا ہے یا یہ کہے کہ اتمام شی کا اس کے آخر سے ہوتا ہے، معلوم ہوا اس شخص کی نماز کا اخیر حصہ رہ گیا ہے اور شیخین کا استدلال فَأَقْصُوا سے ہے قضاء کا تعلق ما سبق و ما مضی سے ہوتا ہے، معلوم ہوا کہ اس کی نماز کا شروع کا حصہ رہ گیا ہے، آخری حصہ نماز کا تو وہ امام کیساتھ پڑھ چکا امام کے فارغ ہونے کے بعد اب وہ اپنی شروع کی نماز پڑھے گا، اور شفعہ اولیٰ میں قرأت مکمل ہوتی ہے، تیسرا قول یہاں امام مالکؒ اور امام محمدؒ کا ہے، وہ فرماتے ہیں افعال میں اتمام ہو گا اور قرأت میں قضاء، اب اس کیلئے ایک مثال ایسی ہونی چاہیے، جس میں تینوں مذاہب سامنے آجائیں وہ یہ ہے کہ ایک شخص کو امام کیساتھ صرف ایک رکعت (جو تھی) ملی، اب یہ شخص امام کے فارغ ہونے کے بعد، شافعیہ و حنابلہ کے نزدیک ایک رکعت پڑھ کر تشہد کیلئے قعدہ کرے گا اور صرف اسی رکعت میں قرأت پوری کریگا اس شخص کا پہلا شفعہ پورا ہو گیا، اب یہ شخص باقی دو رکعات

① اور آیا شہر کے پرے سے ایک مرد دوڑتا ہوا (سورۃ القصص ۲۰)

② جامع الترمذی - کتاب الصلاة - باب ما جاء في المشي إلى المسجد ۳۲۷

میں صرف فاتحہ پڑھے گا، اور شیخین کے نزدیک یہ شخص مسلسل دو رکعت پڑھ کر بیٹھ جائے گا اور دونوں میں قرأت کاملہ کریگا، اور امام مالک و محمدؒ کے نزدیک اتمام والوں کی طرح ایک رکعت پڑھ کر بیٹھ جائے گا۔ جس میں قرأت پوری ہوگی اور اس کے بعد والی رکعت میں بھی قرأت کاملہ کریگا جس طرح شیخین کے نزدیک کرتا ہے۔

ہمارا عمل اسی قول پر ہے مفتی بہ قول یہی ہے، یہ اختلاف و مذہب بدل المجہود^① میں علامہ عینی کے حوالہ سے اسی طرح ذکر کئے ہیں، لیکن ابن قدامہ نے معنی میں جو مذہب ذکر کئے ہیں وہ اس سے ذرا مختلف ہیں (امادۃ الشیخ فی الأوجز^②)۔

۵۷۳- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «اتَّكُوا الصَّلَاةَ وَعَلَيْكُمْ السَّكِينَةُ، فَصَلُّوا مَا أَدْرَأْتُمْ وَأَقْضُوا مَا سَبَقَكُمْ»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذَا قَالَ ابْنُ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: «وَلْيَقْضِ». وَكَذَا قَالَ أَبُو رَافِعٍ: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَأَبُو ذَرٍّ يَرَوِي عَنْهُ: «فَأَتَمُّوا، وَأَقْضُوا» وَاخْتَلَفَ عَنْهُ.

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ سے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا نماز کیلئے (مسح) سکون و وقار کے ساتھ چل کر آؤ۔ جو نماز امام کے ساتھ پالو اسے امام کے ساتھ پڑھ لو اور جو نماز رہ جائے اسے بعد میں قضاء کر لو۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں ابن سیرین نے بھی حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کر کے (قضاء کا لفظ استعمال کرتے ہوئے) ولیقیض کہا ہے (یعنی اسے چاہیے کہ وہ قضاء کر لے) اور ابو رافع نے بھی ابو ہریرہؓ سے روایت کر کے اسی طرح (قضاء کا لفظ) کہا ہے اور ابو ذر سے قاتموا، اور قاتموا دونوں لفظ روایت کئے گئے ہیں اور ابو ذر سے یہ لفظ نقل کرنے میں اختلاف ہوا ہے۔

صحیح البخاری - الأذان (۶۱۰) صحیح البخاری - الجمعة (۸۶۶) صحیح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (۶۰۲) جامع الترمذی - الصلاة (۳۲۷) سنن النسائی - الإمامة (۸۶۱) سنن أبي داود - الصلاة (۵۷۳) سنن ابن ماجه - المساجد والجماعات (۷۷۵) موطأ مالك - النداء للصلاة (۱۵۲) سنن الدارمی - الصلاة (۱۲۸۲)

۵۷- بَابُ فِي الْجُمُعَةِ فِي الْمَسْجِدِ مَرَّتَيْنِ

تکرار جماعت فی المسجد کا حکم

یہ باب تکرار جماعت فی المسجد کے بارے میں ہے۔

جماعت ثانیہ فی المسجد میں اختلاف علماء: مسئلہ مختلف فیہ ہے، امام احمد و اسحق بن راہویہ کے نزدیک جائز ہے، جمہور علماء اور ائمہ ثلاثہ باقیہ کے نزدیک مکروہ ہے (ذکرہ الشعرانی فی میزان ومثله فی العینی) امام ترمذیؒ نے بھی،

① بدل المجہود فی حل أبي داود - ج ۴ ص ۱۷۱-۱۷۲

② أوجز المسالك إلى موطأ مالك - ج ۲ ص ۲۳-۲۷

امام احمد و اسحق کا مذہب جواز اور امام شافعی و مالک کا مسلک عدم تکرار جماعت لکھا ہے، لیکن یہ کراہت مسجد محلہ میں ہے جس میں امام و مؤذن مقرر ہوں مسجد شارع میں بالاتفاق جائز ہے، ایسے ہی ہمارے بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ کراہت اس صورت میں ہے جب باقاعدہ اذان و اقامت کے ساتھ جماعت ثانیہ کی جائے اور بدون اذان و اقامت کے جائز ہے لیکن صحیح اور مفتی بہ قول ہمارے یہاں مطلقاً کراہت ہے، حضرت اقدس گنگوہی قدس سرہ کی اس مسئلہ پر ایک مستقل تالیف ہے فارسی میں، القطب الدانیۃ فی تحقیق الجماعة الثانیۃ، اسکا بعض اہل حدیث نے رد بھی لکھا ہے۔

۵۷۴ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وَهَيْبٌ، عَنْ سَلِيمَانَ الْأَسَدِيِّ، عَنْ أَبِي التَّوَجُّلِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "أَبْصَرَ رَجُلًا يُصَلِّي وَحْدَهُ، فَقَالَ: أَلَا رَجُلٌ يَصَدِّقُ عَلَى هَذَا فَيُصَلِّي مَعَهُ؟"

حضرت ابو سعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص کو رسول اللہ ﷺ نے تنہا مسجد میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو اس پر صدقہ کرے (یعنی اس کے ثواب میں اضافہ کر دے) اسے ساتھ (مقتدی بن کر) نماز ادا کرے۔

سنن أبي داود - الصلاة (۵۷۴) - مسند احمد - باقي مسند المكثرين (۵/۳) - مسند احمد - باقي مسند المكثرين (۸۵/۲) سنن الدارمي - الصلاة (۱۳۶۸)

شرح الحديث - عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الخ: ایک شخص کو آپ نے دیکھا کہ وہ مسجد میں تنہا نماز پڑھ رہا ہے، جماعت ہو چکی تھی اس پر آپ نے فرمایا کہ کوئی شخص ایسا نہیں جو اس شخص پر صدقہ کرے یعنی اس کے ثواب میں اضافہ کر دے، ترمذی کی روایت میں ہے فَقَامَ رَجُلٌ فَصَلَّى مَعَهُ^۱، اور مصنف ابن ابی شیبہ^۲ میں ہے کہ وہ شخص جنہوں نے اس کے ساتھ مل کر نماز پڑھی وہ ابو بکرؓ تھے۔

حدیث الباب سے استدلال اور اسکا جواب: مجوزین کا استدلال اس حدیث سے ہے، ہماری طرف سے جواب دیا گیا کہ اسمیں جماعت ثانیہ فرض نماز کی کہاں پائی گئی اسمیں فرض نماز پڑھنے والا تو صرف ایک شخص ہے، دوسرا شخص تغفل ہے اس کے علاوہ دوسری بات یہ ہے کہ تمام ذخیرہ احادیث میں جماعت ثانیہ کے سلسلہ میں صرف یہ واقعہ ملتا ہے، حالانکہ اس مسئلہ میں عموم بلوی ہے، مسجد نبوی مرکزی مسجد تھی وہاں واردین بکثرت..... پہنچتے رہتے تھے..... سرایا و جیوش..... اپنے اپنے اسفار سے لوٹ کر آتے رہتے تھے، اگر جماعت ثانیہ جائز یا مستحب ہوتی تو یقیناً بہت کثرت سے اس کی نوبت آتی رہتی، اور یہاں صرف ایک روایت ہے وہ بھی ایسی کہ دعویٰ پر منطبق نہیں ہو رہی ہے نیز اگر جماعت ثانیہ کا دروازہ مفتوح ہو گا تو یقیناً قلیل جماعت کا باعث ہو گا، جماعت جو کہ شعائر اسلام میں سے ہے جسمیں مسلمانوں کا اجتماع مقصود ہے وہ فوت ہو جائے گا، لوگ نہ

① جامع الترمذی - کتاب الصلاة - باب ما جاء في الجماعة في مسجد قد صلى فيه مرة ۲۲۰

② المنذرين أبي حنيفة - کتاب الصلاة - باب في إعادة الصلاة ۶۷۲۳ (ج ۴ ص ۴۵۲)

میں سستی کرنے لگیں گے، اپنے اپنے کاموں میں لگے رہیں گے اس لئے کہ ذہن میں ہو گا اپنی جماعت علیحدہ کر لیں گے۔ حضور ﷺ سے جماعت ثانیہ خارج مسجد ہی ثابت ہے، روایت مشہور ہے بذل المجہود میں مذکور^۱ ہے، اس پر اہل حدیث اشکالات کرتے رہتے ہیں جو سارے کے سارے اوہن من بیت العنکبوت ہیں تحفة الأحوذی شرح ترمذی میں مذکور ہیں۔

۵۸۔ بَابُ فِيمَنْ صَلَّى فِي مَنْزِلِهِ ثُمَّ أَذْرَكَ الْجَمَاعَةَ لِيُصَلِّيَ مَعَهُمْ

باب ہے ایسے شخص کے بیان میں جو اپنے گھر نماز پڑھ چکا ہو پھر مسجد حاضر ہو اور جماعت کو پالے تو اسے چلیے کہ ان کے ساتھ باجماعت نماز پڑھ لے

۵۷۵۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غُمَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ صَلَّى مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ غُلَامٌ شَابٌ، فَلَمَّا صَلَّى إِذَا رَجُلَانِ لَمْ يُصَلِّيَا فِي نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ، فَذَعَا بِهِمَا فَجَعَلَ يَوْمَهُمَا يُرْعِدُنَا أَصْوَعُهُمَا، فَقَالَ: «مَا مَنَعَكُمَا أَنْ تُصَلِّيَا مَعَنَا؟» قَالَا: قَدْ صَلَّيْنَا فِي رِحَالِنَا، فَقَالَ: «لَا تَفْعَلُوا، إِذَا صَلَّي أَحَدُكُمَا فِي رَحْلِهِ ثُمَّ أَذْرَكَ الْإِمَامَةَ وَلَمْ يُصَلِّ، فَلْيُصَلِّ مَعَهُ فَلَهُمَا لَهُ نَافِلَةٌ».

جابر بن یزید بن اسود اپنے والد یزید بن اسود سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں باجماعت نماز ادا فرمائی جبکہ وہ جوان تھے۔ پس جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہو گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ دو شخص مسجد کے ایک کونے میں بیٹھے ہیں انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں باجماعت نماز ادا نہیں کی تھی آپ ﷺ نے ان دونوں کو بلوایا چنانچہ انہیں لایا گیا تو ان کے مونڈھے کپکپا رہے تھے (یعنی وہ بہت گھبرائے ہوئے تھے) تو آپ ﷺ نے پوچھا تمہیں ہمارے ساتھ یہ نماز پڑھنے سے کس چیز نے روکا؟ انہوں نے جواب میں کہا ہم نے اپنے گھروں میں ہی نماز ادا کر لی تھی یزید کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا آئندہ ایسا مت کرنا (بلکہ) جب تم میں سے کوئی شخص اپنے گھر میں نماز پڑھ لے پھر (وہ مسجد آئے اور) دیکھے کہ امام نے ابھی جماعت نہیں کرائی تو امام کی اقتداء میں نماز ادا کر لے اس لئے کہ امام کے ساتھ نماز اس کیلئے نفل بن جائیگی۔

۵۷۶۔ حَدَّثَنَا ابْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ يَحْيَى بْنُ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصُّبْحَ يَمِينِي يَمَعَنَا.

جابر بن یزید اپنے والد یزید سے روایت نقل کرتے ہیں کہ ان کے والد یزید نے کہا میں نے نبی اکرم ﷺ

۱ وہ یہ کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ کسی قوم کے یاہی نزاع پر مصالحت کے لئے تشریف لے گئے جب وہاں تشریف لائے تو دیکھا کہ مسجد میں نماز ہو چکی تدریجاً الی منزلہ لجمع أهلہ وصلى (بذل المجہود فی حل ابی داؤد - ج ۴ ص ۱۷۸)۔

کے ساتھ فجر کی نماز ادا کی اور آگے پہلی حدیث کے ہم معنی حدیث ذکر کی۔

سنن ابی داؤد - الصلاة (۵۷۵) سنن الدارمی - الصلاة (۱۳۶۷)

اگر کوئی شخص گھر پر مفرداً نماز پڑھ لے پھر مسجد میں پہنچ کر معلوم ہوا کہ ابھی نماز نہیں ہوئی، تو ایسے

شخص کو جیسا کہ حدیث الباب میں ہے دوبارہ جماعت سے نماز پڑھنی چاہئے۔

اعادۃ صلاۃ کی روایات اور باب پہلے بھی گذر چکا، متعلقہ مسائل وہاں گذر چکے ہیں، مذکور بالا صورت میں شافعیہ و حنابلہ کے نزدیک پانچوں نمازوں کا اعادہ^① ہے، مالکیہ کے نزدیک الا المغرب، اور حنفیہ کے نزدیک صرف ظہر و عشاء دو نمازوں کا اعادہ ہو سکتا ہے،

حدیث بظاہر حنفیہ کے خلاف ہے اس کے متعدد جواب دیئے گئے ہیں: ① حدیث النبی عن النفل بعد العصر والفجر اقویٰ،

② الحرمۃ مقدمۃ علی الإباحۃ، ③ محمول علی ما قبل النبی، ④ بعض کتب حدیث جیسے مسند ابی حنیفہ و کتاب الآثار لمحمد

معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ صبح کی نماز کا نہیں بلکہ ظہر کا نماز کا ہے، ⑤ پانچواں جواب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ان دونوں شخصوں

سے یہ دریافت فرمایا کہ تم نماز میں کیوں شامل نہیں ہوئے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم نماز پڑھ چکے تھے، ان کے اس جواب

سے بظاہر یہ مستفاد ہو رہا ہے کہ نماز پڑھنے کے بعد پھر اس کا اعادہ مطلقاً نہیں، حالانکہ مسئلہ یہ نہیں بلکہ بعض نمازوں میں بالاتفاق

اعادہ مستحب ہے اس لئے آپ نے فرمایا کہ ایسا تو نہیں ہے کہ ایک مرتبہ نماز پڑھنے کے بعد پھر اعادہ ہے ہی نہیں بلکہ اعادہ ہوتا

ہے، یعنی حسب قاعدہ و ضابطہ، اور قاعدہ کا تقاضا یہ ہے کہ اوقات نمی کے علاوہ میں اعادہ ہونا چاہئے اوقات نمی میں اعادہ نہیں ہونا

چاہئے (افادہ فی الکوکب) اور ⑥ چھٹا جواب یہ ہے کہ دارقطنی کی روایت میں تصریح ہے فجر اور مغرب کے عدم اعادہ کی اور اس

حکم میں ہے عصر بھی، واللہ تعالیٰ اعلم۔

۵۷۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الشَّائِبِ، عَنْ نُوحِ بْنِ صَعْصَعَةَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَامِرٍ، قَالَ:

جُئْتُ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّلَاةِ فَجَلَسْتُ وَلَمْ أَدْخُلْ مَعَهُمْ فِي الصَّلَاةِ، قَالَ: فَأَنْصَرَفَتْ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَأَى يَزِيدُ جَالِسًا، فَقَالَ: «أَلَمْ تُسَلِّمْ يَا يَزِيدُ؟» قَالَ: بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ قَدْ أَسْلَمْتُ، قَالَ: «فَمَا مَنَعَكَ أَنْ

تَدْخُلَ مَعَ النَّاسِ فِي صَلَاتِهِمْ؟» قَالَ: إِي كُنْتُ قَدْ صَلَّيْتُ فِي مَنْزِلِي وَأَنَا أَحْسَبُ أَنْ قَدْ صَلَّيْتُكُمْ، فَقَالَ: «إِذَا جُئْتَ إِلَى

الصَّلَاةِ فَوَجَدْتَ النَّاسَ فَصَلِّ مَعَهُمْ وَإِنْ كُنْتَ قَدْ صَلَّيْتَ لَكُنْ ذَاكِلَةً وَهَذِهِ مَكْتُوبَةٌ».

یزید بن عامر کہتے ہیں میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آیا آپ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے پس میں بیٹھ گیا (مسجد

کے ایک کونے میں صف سے الگ ہو کر) اور میں نماز میں ان لوگوں کے ساتھ شریک نہیں ہوا جب نبی اکرم ﷺ نماز سے

① مشہور تو یہی ہے لیکن الشرح الکبیر (حنابلہ) میں اس طرح ہے کہ اگر کوئی شخص نماز پڑھ چکا ہو خواہ مفرداً خواہ جماعت سے اور اس کی موجودگی میں مسجد میں اقامت شرعاً

ہو جائے تو ایسے شخص کیلئے اعادہ مستحب ہے غیر مغرب میں، مگر المغرب ہوا بہتان احد ہما يستحب ويشتغها بالربعة، والثانية لا، اور اگر وہ اقامت صلوٰۃ کے وقت نماز

مسجد ہو تو اس صورت میں وہ اوقات نمی میں مسجد میں داخل نہ ہو بلکہ غیر اوقات نمی میں داخل ہو کر نماز پڑھنا مستحب ہے۔

قاری ہونے کے بعد ہماری طرف متوجہ ہوئے تو حضور ﷺ نے یزید کو صف سے علیحدہ بیٹھے ہوئے پایا تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: لے یزید! کیا تم مسلمان نہیں ہوئے؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ کیوں نہیں میں اسلام لا چکا ہوں جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہیں لوگوں کے ساتھ نماز میں شامل ہونے سے کیا چیز مانع تھی؟ یزید نے فرمایا میں نے اپنے مقام پر نماز فجر ادا کر لی تھی مجھے یہ خیال تھا کہ آپ لوگ نماز پڑھ چکے ہیں (لہذا میں نے اپنی منفرد آئنا ادا کر لی) جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم نماز کیلئے (مسجد) آؤ اور لوگوں کو نماز پڑھتے ہوئے پاؤ تو تم ان کے ساتھ شریک ہو جاؤ اگرچہ تم اپنی جگہ پر نماز ادا کر چکے ہو یہ امام کے ساتھ پڑھی جانے والی نماز تمہارے لئے زیادتی ثواب کا باعث ہوگی اور جو نماز تم اپنے مقام (گھر) پر پڑھ چکے وہ نماز فرض شمار ہوگی۔

شرح الحدیث تَكُنْ لَكَ نَافِلَةٌ وَهَذِهِ مَكْتُوبَةٌ: یہ امام اوزاعی کی دلیل ہے کہ پہلی نماز نفل شمار ہوگی اور دوسری فرض، اس کا جواب ہمارے یہاں گذشتہ باب میں گذر چکا (ابواب المواقیت میں)۔

۵۷۸ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى ابْنِ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ عَفِيفٍ، أَنَّهُ سَمِعَ عَفِيفَ بْنَ عَمْرٍو بْنِ السَّوْبِ، يَقُولُ: حَدَّثَنِي رَجُلٌ، مِنْ بَنِي أَسَدٍ بْنِ خَزِيمَةَ، أَنَّهُ سَأَلَ أَبَا أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيَّ، فَقَالَ: يُصَلِّي أَحَدُنَا فِي مَنَازِلِهِ الصَّلَاةَ، ثُمَّ يَأْتِي الْمَسْجِدَ وَنُقَامُ الصَّلَاةَ فَأُصَلِّي مَعَهُمْ فَأُجِدُ فِي نَفْسِي مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا، فَقَالَ أَبُو أَيُّوبَ: سَأَلْنَا عَنْ ذَلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: «ذَلِكَ لَهُ سَهْمٌ جَمْعٌ».

ترجمہ عَفِيفُ بْنُ عَمْرٍو کہتے ہیں کہ مجھے بنی اسد بن خزیمہ کے ایک شخص نے بیان کیا کہ اس شخص نے ابوایوب انصاری سے دریافت کیا کہ اگر ہم میں سے کوئی شخص اپنے گھر میں فرض نماز ادا کر چکا ہو پھر مسجد آئے اور وہاں اسی نماز کی اقامت ہو رہی ہو تو کیا میں ان لوگوں کے ساتھ جماعت میں شریک ہو جاؤں؟ مجھے اس نماز میں دوبارہ شریک ہونے میں کراہیت محسوس ہوتی ہے، تو حضرت ابوایوب انصاری نے فرمایا ہم نے رسول اللہ ﷺ سے یہ بات دریافت کی تھی تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اس طرح جماعت کے ساتھ دوبارہ نماز کا اعادہ کرتا ہے اس کو ایک لشکر کے حصوں کے بقدر مال غنیمت میں سے حصہ ملتا ہے۔

سنن ابی داؤد - الصلاة (۵۷۸) موطا مالک - النداء للصلاة (۳۰۱)

شرح الحدیث ذَلِكَ لَهُ سَهْمٌ جَمْعٌ: یعنی اس شخص کے لئے دو نمازوں کے مجموعہ کا ثواب ہے (ایک فرض دوسری نفل) اور ایک قول اس کی شرح^۱ میں یہ ہے کہ جمع سے مراد جمیش اور لشکر ہے اُی لہ سهم کسہم الجیش یعنی بہت بڑا اسکو سهم غنیمت حاصل ہو گیا۔

① یہاں پر بذل الجہود کی عبارت میں تحریف ہو گئی، صحیح عبارت اس طرح ہے: وقيل أرباب الجمع الجیش اُی کسہم الجیش من الغنیمۃ (بذل الجہود فی

۵۹۔ باب إذا صلى في جماعة ثم أدرك جماعة أعيده

جو شخص باجماعت نماز ادا کر چکا ہو پھر دوبارہ اسی نماز کو جماعت سے پڑھتا ہو اپنے کو کیا اس نماز کا اعادہ کرے؟

۵۷۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ يَغْنِي مَوْلَى مَيْمُونَةَ، قَالَ: أَتَيْتُ ابْنَ عُمَرَ عَلَى الْبَلَاطِ وَهُمْ يُصَلُّونَ، فَقُلْتُ: أَلَا تُصَلِّي مَعَهُمْ، قَالَ: قَدْ صَلَّيْتُ، إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: «لَا تُصَلُّوا صَلَاةً فِي يَوْمٍ مَرَّتَيْنِ».

سلیمان بن یسار کہتے ہیں کہ میں عبد اللہ بن عمر کی خدمت میں مقام بلاط میں حاضر ہوا (بلاط مدینہ منورہ میں مسجد نبوی اور مدینہ کے بازار کے درمیان ایک علاقہ اور جگہ کا نام ہے) تو وہاں لوگ نماز ادا کر رہے تھے میں نے عرض کیا آپ ان کے ساتھ نماز میں شریک کیوں نہیں ہوتے؟ تو عبد اللہ بن عمر نے فرمایا میں نماز ادا کر چکا ہوں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ایک دن میں کوئی نماز (فرض) دو مرتبہ مت پڑھو۔

سنن ابی داؤد - الصلاة (۵۷۹) - مسند احمد - مسند الکفرین من الصحابة (۱۹/۲) - مسند احمد - مسند الکفرین من الصحابة (۴۱/۲)

ترجمة الباب سے مصنف کی فرض: مصنف نے ترجمہ الباب کے ذریعہ جمع بین الروایتین فرمایا ہے وہ یہ کہ باب سابق والی روایات اس شخص کے حق میں ہیں جس نے اولاً نماز منفرد پڑھی ہو، اور جو شخص جماعت سے نماز پڑھ چکا اس کو اب دوبارہ نماز پڑھنی چاہئے، فاندفع التعارض من البین، لیکن یہ تطبیق مسلک جمہور کے تو مطابق ہے امام احمد کے مسلک کے خلاف ہے اس لئے کہ انکا مسلک پہلے یہ گذر چکا کہ جو شخص نماز پڑھ چکا ہو اگرچہ جماعت ہی سے اور اس کے سامنے مسجد میں نماز ہونے لگے تو اسکو اعادہ کرنا مستحب ہے۔

لہذا امام احمد کے نزدیک اس حدیث کا مطلب یہ ہو گا کہ ایک دن میں ایک ہی نماز کو دو مرتبہ فرض کی نیت سے نہ پڑھا جائے، لہذا دفع تعارض کی شکل جمہور کے نزدیک الگ ہے اور امام احمد کے نزدیک الگ۔

۶۰۔ باب في اجتماع الإمامة وفضلها

امامت کے متعلق مسائل مختلفہ کا بیان اور امامت کی فضیلت کا ذکر

جماع بروزن کتاب یا بروزن زمان دونوں طرح صحیح ہے، جماع بمعنی جامع، امام مالک کی عادت شریفہ ہے کہ وہ موطا میں لفظ جامع کیساتھ باب باندھتے ہیں، جامع الصلوٰۃ، جامع البیوع، تو گویا جماع الإمامة کا مطلب ہوا، احکام و مسائل امامت سے متعلق ابواب کا مجموعہ، یعنی یہاں سے ابواب الإمامة شروع ہو رہے ہیں، امام بخاری کا طرز یہ ہے کہ وہ کبھی "ابواب" کیساتھ ترجمہ قائم

فرماتے ہیں، ابواب التہجد، ابواب المساجد وہ لفظ ابواب جمع کے صیغہ کو کتاب کے معنی میں استعمال کرتے ہیں کیونکہ کتاب بھی بہت سے ابواب پر مشتمل ہوتی ہے، امام ابوداؤد کی عادت لفظ تفریع کے استعمال کی بھی ہے تفریع اشیطتاح الصلاة، تفریع بمعنی تجزیہ و تفصیل، فروع بمعنی جزئیات و مسائل، فقہاء کی تعبیر ہے، اور یہاں سمجھئے کہ ہر مصنف کے ذہن میں ابواب اور مضامین کی ایک خاص ترتیب ہوتی ہے جس کے لحاظ سے کہہ سکتے ہیں کہ انیوالے ابواب گذشتہ ابواب پر متفرع ہو رہے ہیں اسی لئے مصنف کہیں کہیں باب کے شروع میں لفظ تفریع لاتے ہیں۔

۵۸۰ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمُهْرِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حَزْمَلَةَ، عَنْ أَبِي عَلِيٍّ الْهَمْدَانِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ، يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: «مَنْ أَمَّ النَّاسَ فَأَصَابَ الْوَقْتَ فَلَهُ وَلَهُمْ، وَمَنْ انْتَقَصَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا فَعَلَيْهِ وَلَا عَلَيْهِمْ».

عقبہ بن عامر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص لوگوں کی امامت کرے اور صحیح وقت (مستحب) میں ان کو نماز پڑھائے تو امام کو اپنی نماز کا ثواب ملے گا اور مقتدیوں کو بھی ثواب ہو گا اور جو شخص وقت مستحب میں کی کرے گا تو اس کا گناہ امام پر ہو گا مقتدیوں پر نماز کی تاخیر کا گناہ نہ ہو گا۔

سنن ابی داؤد - الصلاة (۵۸۰) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۹۸۳) مسند احمد - مسند الشاميين (۱۴۵/۴) مسند احمد - مسند الشاميين (۱۵۴/۴) مسند احمد - مسند الشاميين (۲۰۱/۴)

شرح الحديث: قوله: مَنْ أَمَّ النَّاسَ فَأَصَابَ الْوَقْتَ: جو لوگوں کی امامت کرے اور صحیح وقت پر ان کو نماز پڑھائے تو یہ اس کے حق میں بھی بہتر ہے اور مقتدیوں کے حق میں بھی، اور جو اس کے خلاف کرے بے وقت نماز پڑھائے تو اس میں مقتدیوں کا کچھ نقصان نہیں اس کا وبال اسی امام پر ہے۔

۶۱ - بَابُ فِي كَرَاهِيَةِ التَّدَاعُفِ عَلَى الْإِمَامَةِ

۵۸۱ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبَّادٍ الْأَزْدِيُّ، حَدَّثَنَا مَرْوَانُ، حَدَّثَنَا طَلْحَةُ بْنُ عُرَابٍ، عَنْ عُقَيْلَةَ، امْرَأَةٍ مِنْ بَنِي فِزَارَةَ مَوْلَاةٍ لَهَا، عَنْ سَلَامَةَ بِنْتِ الْحَرِّ، أُمِّ خُرَشَةَ بْنِ الْحَرِّ الْقُرَاشِيِّ، قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: «إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يَتَدَاعَفَ أَهْلُ الْمَسْجِدِ لَا يَجِدُونَ إِمَامًا يُصَلِّي بِهِمْ».

۵۸۱ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبَّادٍ الْأَزْدِيُّ، حَدَّثَنَا مَرْوَانُ، حَدَّثَنَا طَلْحَةُ بْنُ عُرَابٍ، عَنْ عُقَيْلَةَ، امْرَأَةٍ مِنْ بَنِي فِزَارَةَ مَوْلَاةٍ لَهَا، عَنْ سَلَامَةَ بِنْتِ الْحَرِّ، أُمِّ خُرَشَةَ بْنِ الْحَرِّ الْقُرَاشِيِّ، قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: «إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يَتَدَاعَفَ أَهْلُ الْمَسْجِدِ لَا يَجِدُونَ إِمَامًا يُصَلِّي بِهِمْ».

سلامہ بنت الحر صحابیہ جو کہ خورشہ بن حر کی بہن ہیں کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا قیامت کی علامات میں سے یہ ہے کہ مسجد والے ایک دوسرے کو امامت کیلئے آگے کریں گے وہ ایسا کوئی شخص نہ پائیں گے جو ان کو نماز پڑھا سکے۔

سنن ابی داؤد - الصلاة (۵۸۱) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۹۸۲) مسند احمد - باقی مسند الأنصاء (۳۸۱/۶)

شرح الحدیث

قوله: إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ الشَّائِعَةِ: علامات قیامت سے ہے یہ بات کہ لوگ امامت کو اپنے اوپر سے ہٹائیں گے، ہر ایک نماز پڑھانے سے اپنی جان بچائے گا، غلبہ جہالت کی وجہ سے، یا اس طرح ترجمہ کیجئے کہ دھکیلے گا ایک شخص دوسرے کو مسجد یا محراب کی طرف تاکہ وہ دوسرا نماز پڑھا دے، یہ دونوں مطلب تو قریب ہی قریب ہیں، ایک تیسرا مطلب بھی ہو سکتا ہے لوگ آپس کے اختلافات کی وجہ سے امام کو امامت سے ہٹائیگی ایک کہے ہم اس کے پیچھے نہیں پڑھتے، دوسرا کہے کہ ہم اس کے پیچھے نہیں پڑھتے، آپس کے نزاع کی وجہ سے۔

۶۲۔ باب مَنْ أَحَقُّ بِالْإِمَامَةِ

۵۸ امامت کا حقدار کون ہے؟

اوصاف امامت: امامت کیلئے جن اوصاف کی ضرورت ہے وہ بہت سے ہیں، قراءت، علم، ورع و تقویٰ، سن (کبیر السن ہونا) قدم فی الهجرة (قدیم الهجرة ہونا) ان سب میں زیادہ ترجیح قرأت اور علم کو ہے، لہذا ان دو صفت والے کو دیگر صفات امامت والے پر ترجیح ہوگی، لیکن خود ان دونوں میں سے کس کو ترجیح ہے؟ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے، عند الجمہور ترجیح علم کو ہے قرأت پر، اور امام احمد والیوسف کے نزدیک اس کے برعکس ہے، ان کے نزدیک اقرا علم پر مقدم ہے۔

۵۸۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّلِبِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، أَخْبَرَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ رَجَاءٍ، سَمِعْتُ أَوْسَ بْنَ صَمْعَجٍ يُحَدِّثُ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْبَدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَوْمَ الْقَوْمَةِ أَقْرَأُهُمْ لِكِتَابِ اللَّهِ وَأَقْدَمُهُمْ قِرَاءَةً فَإِنْ كَانُوا فِي الْقِرَاءَةِ سَوَاءً فَلْيُؤَمِّهُمْ هَجْرَةً فَإِنْ كَانُوا فِي هِجْرَةٍ سَوَاءً فَلْيُؤَمِّهُمْ أَكْبَرَهُمْ سِنًا وَلَا يُؤَمِّمُ الرَّجُلُ فِي بَيْتِهِ وَلَا فِي سُلْطَانِهِ وَلَا يَجْلِسُ عَلَى تَكْرِمَتِهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ» قَالَ شُعْبَةُ: فَقُلْتُ لِإِسْمَاعِيلَ: مَا تَكْرِمَتُهُ؟ قَالَ: فِرَاشُهُ.

ابو مسعود بدری کہتے ہیں جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: لوگوں کی امامت وہ کرائے جو ان میں قرآن کریم کو سب سے اچھے طریقہ پر پڑھنے والا ہو اور وہ شخص جو قرآن کریم کی قراءت قدیم زمانہ سے کرتا چلا آیا ہو پھر اگر وہ لوگ قرآن کریم کی مقدار اور اسکی حسن قراءت میں برابر ہوں تو وہ شخص امامت کرائے جو پہلے ہجرت کر چکا ہو پھر اگر وہ لوگ ہجرت میں بھی برابر ہوں تو ایسا شخص امامت کرائے جو عمر رسیدہ ہو اور کسی شخص کی اس کے گھر میں امامت نہ کرائی جائے اور نہ ہی ایسی جگہ امامت کرائی جائے جس جگہ پر اس کا نظم اور اثر و رسوخ ہو..... نہ کسی آدمی کی خاص نشست گاہ پر بیٹھا جائے مگر اسکی اجازت سے شعبہ کہتے ہیں میں نے اسماعیل بن رجاء سے پوچھا کہ تکریم سے کیا مراد ہے تو انہوں نے فرمایا خاص نشست گاہ۔

۵۸۳۔ حَدَّثَنَا ابْنُ مُعَاوِيَةَ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهِذَا الْحَدِيثِ قَالَ لِيهِ: «وَلَا يُؤَمِّمُ الرَّجُلُ الرَّجُلَ فِي سُلْطَانِهِ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذَلِكَ قَالَ يَحْيَى الْقَطَّانُ: عَنْ شُعْبَةَ «أَقْدَمُهُمْ قِرَاءَةً».

ابن معاذ کہتے ہیں ہمیں ابی (معاذ بن معاذ العذری) نے شعبہ سے روایت کر کے ماقبل حدیث بیان کی اور

معاذ نے انہیں یہ کہا لَا يُؤْمِدُ الرَّجُلُ الرَّجُلَ (اس سند کے ذکر کا مقصد یہ ہے کہ شعبہ کے دونوں شاگردوں ابو الولید اور معاذ نے شعبہ سے اس لفظ کے ذکر کرنے میں ایک دوسرے کی مخالفت کی، ابو الولید نے یؤمد کو مجہول کے صیغہ سے ذکر کیا اور مفعول کو فاعل کے قائم مقام کیا جب کہ معاذ نے معروف کے صیغہ کے ساتھ ذکر کیا) امام ابو داود فرماتے ہیں یحییٰ قطان نے شعبہ سے اسی طرح اَقْدَمَهُمْ قِرَاءَةً کا لفظ کہا (جیسا کہ ابو الولید نے شعبہ سے روایت کر کے اَقْدَمَهُمْ قِرَاءَةً کا لفظ کہا تھا)۔

۵۸۴ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ رَجَاءٍ، عَنْ أَوْسِ بْنِ صَمْعَجٍ الْخَضْرَمِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا مَسْعُودٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَهْدِي الْحَدِيثَ، قَالَ: «فَإِنْ كَانُوا فِي الْقِرَاءَةِ سَوَاءً فَأَعْلَمُهُمُ بِالسُّنَّةِ، فَإِنْ كَانُوا فِي السُّنَّةِ سَوَاءً فَأَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً» وَلَمْ يَقُلْ: «فَأَقْدَمُهُمْ قِرَاءَةً»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ حُجَّاجُ بْنُ أَرْطَاةَ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: «وَلَا تَقْعُدْ عَلَى تَكْرِمَةٍ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِهِ»

اوس بن صمیع الخضرمی کہتے ہیں کہ میں نے ابو مسعود سے سنا وہ نبی اکرم ﷺ سے ماقبل حدیث روایت کرتے ہیں۔ اعمش راوی نے اس حدیث میں یہ کہا اگر وہ قرآن مجید کو اچھے طریقہ سے پڑھنے میں برابر ہو تو وہ شخص امامت کرے جو سنت کا سب سے بڑا عالم ہو اور اگر سنت کے علم میں برابر ہو تو وہ شخص امامت کرے جو پہلے ہجرت کر چکا ہو۔ اور اعمش نے اَقْدَمَهُمْ قِرَاءَةً کا لفظ ذکر نہیں کیا۔

صحیح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (۶۷۲) جامع الترمذی - الصلاة (۲۳۵) سنن النسائي - الإمامة (۷۸۰)

سنن النسائي - الإمامة (۷۸۳) سنن أبي داود - الصلاة (۵۸۲) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (۹۸۰)

شرح الاحادیث یؤمد القوم اَقْدَمُهُمْ لِكِتَابِ اللَّهِ: یہ امام احمد و ابو یوسف کی دلیل ہے۔

جمہور کی دلیل اور اس پر اشکال و جواب: جمہور کی دلیل امامت ابی بکر کا قصہ ہے کہ وہ اعلم الصحابہ تھے، چنانچہ ابو سعید خدریؓ نے ایک موقع پر فرمایا تھا جیسا کہ بخاری شریف میں ہے: وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ أَغْلَمَنَا ①، اگر تقدیم اقرار کو ہوتی تو وہ ابی بن کعبؓ تھے، اور حدیث الباب کا جواب جمہور یہ دیتے ہیں کہ اس زمانہ کا اقرابی اعلم ہوتا تھا کیونکہ وہ حضرات قرآن کو تفقہ اور فہم معنی کے ساتھ پڑھتے تھے اب جتنا بڑا حافظ و قاری ہو گا اتنا ہی بڑا اعلم ہو گا، اور دلیل عقلی یہ ہے کہ قرأت صرف ایک رکن صلاۃ ہے اور علم کی طرف تمام ارکان صلاۃ محتاج ہیں۔

یہاں پر دو اشکال ہیں: ① اول یہ کہ ممکن ہے تقدیم ابی بکرؓ اس حیثیت سے نہ ہو کہ وہ اعلم ② تھے بلکہ ایک خاص مصلحت

① صحیح البخاری - أبواب المساجد - باب الموعظة والمير في المسجد ۴۵۴

② اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ دونوں مصلحتوں میں منافات ہی کیا ہے، امام صلوٰۃ بھی تو وہی ہوتا ہے جو خلیفہ ہو اور ہو سکتا ہے کہ اختلاف بھی اسی لئے ہو کہ وہی اعلم تھے، واللہ اعلم

کیوجہ سے یعنی اشارہ الی الاستخلاف (کہ میرے بعد ان کو خلیفہ بنایا جائے)، ① دوسرا اشکال یہ ہے کہ اگر اس زمانہ کا اقرار ہی اعلم ہوتا تھا تو پھر آگے حدیث میں اقرار کا مقابل اعلم کو کیوں قرار دیا گیا ہے قرآن کا ثوابی القراءۃ سَوَاءً عَلَّمْتَهُمْ بِالسُّنَّةِ اسکا جواب حضرت گنگوہیؒ نے یہ دیا (کما فی الحل المفہم) کہ یہاں اقرار کا مقابل مطلق اعلم کو نہیں ٹھہرایا گیا بلکہ اعلم بالسنة کو تو گویا اقرار تو اعلم بالقرآن ہو اور اسکا مقابل حدیث میں اعلم بالسنة کو قرار دیا گیا ہے، الحاصل حدیث میں مطلقاً اعلم و اقرار میں تقابیل نہیں ظاہر کیا گیا، تو اب ترتیب یہ ہوئی کہ اعلم بالقرآن کے بعد درجہ ہے اعلم بالسنة کا، ② تیسرا اشکال مسلک جمہور پر یہ ہے کہ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ اس زمانہ کا اقرار ہی اعلم ہوتا تھا تو لازم آئے گا کہ ابی بن کعبؓ ہی اعلم ہوں کیونکہ اقرار وہی تھے اسکا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ جمہور کی مراد یہ ہے کہ بالعموم اس زمانہ میں اقرار ہی اعلم ہوتا تھا اگر ایک آدمی کا اسمیں استثناء ہو جائے تو کچھ مضائقہ نہیں، اس لئے کہ مشہور ہے ما من عام إلا وقد خص منه البعض ③۔ دوسرا جواب اسکا یہ ہو سکتا ہے کہ اقرار کے دو مطلب ہیں: ① اکثر ہم حفظاً جس کو قرآن کی زیادہ مقدار یا زیادہ ہو مثلاً ایک کو صرف پانچ پارے یاد ہیں اس نے پانچ ہی پڑھے ہیں اور دوسرے نے دس پارے پڑھے ہیں وہ دس پاروں کا حافظ ہے۔ ② دوسرا مطلب ہے اتقہم حفظاً یعنی جس کو یاد عمدہ ہو پس یہاں حدیث الثباب میں پہلے معنی مراد ہیں اور ابی کے بارے میں جو آتا ہے کہ وہ اقرار تھے، وہاں ثانی معنی مراد ہیں، اول معنی کے لحاظ سے وہ اقرار نہیں تھے اسلئے کہ ابو بکر اور بہت سے صحابہ ظاہر کے پورے قرآن کے حافظ تھے اسمیں حضرت ابی کی تخصیص نہیں ہے، ہذا ما عندی واللہ تعالیٰ اعلم۔

تکمیلہ: کچھ حضرات ایسے ہیں کہ ان کو علی الاطلاق جمع حاصل ہے خواہ اعلم و اقرار ہوں یا نہ ہو الاول السلطان ثم نائبہ ثم القاضی ثم صاحب البیت ثم الاعلم ناو الاقراء، نیز جاننا چاہئے کہ باب کی پہلی حدیث میں اختصار واقع ہوا ہے اسمیں اقرار کے بعد اَقْدَمُهُمْ هَجْرَةً ذکر کیا گیا ہے حالانکہ اقرار کے بعد اَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ ہونا چاہئے جیسا کہ باب کی دوسری حدیث میں آ رہا ہے وَلَا يُؤْمَدُ الرَّجُلُ فِي بَيْتِهِ وَلَا فِي سُلْطَانِهِ وَلَا يُجْلَسُ عَلَى تَكْرِيمِهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ: کسی کے گھر جا کر مہمان کو چاہئے کہ صاحب خانہ کا امام نہ بنے ایسے ہی کسی کے محل سلطنت و حکومت میں یعنی میر محلہ کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے کو امامت کا حق نہیں پہنچتا اور نہ کسی کے گھر جا کر صدر مقام اور اسکی مسند پر بیٹھنا چاہئے، الا باذنہ اس استثناء کا تعلق اکثر شراح کے نزدیک تمام سے ہے اسحق بن راہویہ کے نزدیک اول اس سے مستثنیٰ ہے، یعنی لَا يُؤْمَدُ الرَّجُلُ فِي بَيْتِهِ سے اسکا تعلق نہیں اسحق کے نزدیک مہمان کیلئے صاحب خانہ کی امامت اس کی اجازت کے بعد بھی جائز نہیں (کذا قال الترمذی فی جامعہ)۔

۵۸۵ - حَدَّثَنَا هُوَيْسُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا أَبُو، عَنْ عَمْرِو بْنِ سَلَمَةَ، قَالَ: كُنَّا بِحَاضِرِ يَمُوتِ بْنِ النَّاسِ إِذَا أَتَوْا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَكَانُوا إِذَا رَجَعُوا مَرُّوا بِنَا، فَأَخْبَرُونَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: كَذَّاءُ كُنَّا

وَكُنْتُ غُلَامًا حَافِظًا فَحَفِظْتُكَ مِنْ ذَلِكَ ثُمَّ أَنَا كَوْبَرًا قَانَطَلَقَ أَبِي وَادَّأ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي نَقَرٍ مِنْ قَوْمِهِ فَعَلَّمَهُمُ الصَّلَاةَ. فَقَالَ: «يَوْمُكُمْ أَقْرُوكُمْ» وَكُنْتُ أَقْرَاهُمْ لَمَّا كُنْتُ أَحْفَظُ فَقَدَّمُونِي فَكُنْتُ أَوْمُهُمْ وَعَلَيَّ بُرْدَةٌ لِي صَغِيرَةٌ صَفْرَاءُ. فَكُنْتُ إِذَا سَجَدْتُ تَكَشَّفَتْ عَنِّي. فَقَالَتْ: امْرَأَةٌ مِنَ النِّسَاءِ: وَلَمْ يَوْعَا عَوْرَتُهُ قَارِئُكُمْ. فَاشْتَرَوْا لِي قَمِيصًا عُمَانِيًّا، فَمَا فَرِحْتُ بِشَيْءٍ بَعْدَ الْإِسْلَامِ فَزَحْنِي بِهِ. فَكُنْتُ أَوْمُهُمْ وَأَنَا ابْنُ سَبْعِ سِنِينَ أَوْ ثَمَانِ سِنِينَ.

ترجمہ عمرو بن سلمہ کہتے ہیں ہم ایسی قوم میں تھے جو پانی کے پاس پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے لوگ جب رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں جاتے تو ہمارے پاس سے گزرتے پھر جب وہ واپس لوٹتے تو بھی ہمارے پاس سے گزرتے چنانچہ وہ ہمیں بتاتے کہ نبی اکرم ﷺ نے یہ یہ احادیث ارشاد فرمائیں اور میں اس وقت کم سن بچہ تھا جو بات سنا اسے یاد کر لیتا چنانچہ میں نے قرآن کا بہت سا حصہ یاد کر لیا چنانچہ میرے والد جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اپنی قوم کی ایک جماعت میں وفد بن کر حاضر ہوئے چنانچہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اس وفد کو نماز سکھائی اور فرمایا تم میں سے جس شخص کو قرآن زیادہ یاد ہو وہ تمہاری امامت کرے۔ عمرو کہتے ہیں چونکہ میں (خدمت نبوی میں حاضری دینے کے بعد لوٹنے والے لوگوں سے قرآن پاک سن سن کر) سب سے زیادہ قرآن کریم یاد کر چکا تھا تو ان لوگوں نے مجھے نماز میں امامت کے لئے آگے کر دیا پس میں ان لوگوں کی امامت کرتا اور میں اپنی چھوٹی سی زرد رنگ کی چادر اوڑھے ہوتا۔ پس جب میں سجدہ میں جاتا تو وہ چادر میرے نچلے حصہ سے ہٹ جاتی (میرے ستر کھل جاتا) تو ہمارے قبیلے کی عورتوں میں سے ایک عورت نے کہا اپنے امام کے ستر کو ہم سے چھپاؤ چنانچہ لوگوں نے میرے لئے عمان مقام کی قیض خریدی۔ چنانچہ مجھے مسلمان ہونے کے بعد اس سے بڑھ کر کوئی اور خوشی نہ ملی تھی (کہ ان لوگوں نے مجھے قیض خرید کر دی) تو میں اپنی قوم کی امامت کرتا تھا اور میری عمر سات یا آٹھ سال تھی۔

۵۸۶ - حَدَّثَنَا الثَّقَلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا عَاصِمُ الْأَحْوَلُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سَلَمَةَ، بِهَذَا الْخَبَرِ. قَالَ: فَكُنْتُ أَوْمُهُمْ فِي بُرْدَةٍ مَوْصَلَةٍ فِيهَا نَقَرٌ فَكُنْتُ إِذَا سَجَدْتُ خَرَجَتْ اسْتَبِي.

ترجمہ عمرو بن سلمہ سے اسی حدیث کے مثل روایت ہے اس میں یہ اضافہ ہے کہ میں اپنی قوم کی امامت ایسی چادر میں کرتا تھا جس میں پیوند لگے ہوئے تھے اور پیوند کے درمیان درمیان سوراخ تھے پس جب میں سجدہ میں جاتا تو میرا ستر چادر کے پھٹے ہوئے حصہ سے ظاہر ہو جاتا۔

شرح صحیح البخاری - المغازی (۴۰۵) سنن النسائی - الأذان (۶۳۶) سنن ابی داؤد - الصلاة (۵۸۵) مسند احمد - اول مسند البصریین (۳۰/۵) مسند احمد - اول مسند البصریین (۷۱/۵)

شرح الاحادیث عَنْ عَمْرِو بْنِ سَلَمَةَ، قَالَ: كُنَّا بِحَاضِرٍ: يَه سَلَمَةُ بِكْسَرِ اللَّامِ هـ۔ امامت صبی اور اسمیں اختلاف انہ: اس حدیث میں امامت صبی فی القرض کا مسئلہ مذکور ہے جو امام شافعی کے

نزدیک جائز ہے، جمہور علماء دائرہ ثلاثہ کے نزدیک جائز نہیں، اسلئے کہ جسی متقبل ہے اور صلوٰۃ المفترضہ خلف المتقبل جائز نہیں، اسلئے کہ حدیث میں ہے الإمامہ خصائص^۱، یعنی امام کی نماز باعتبار صحت و فساد کے متضمن ہوتی ہے مقتدی کی نماز کو، اور ظاہر ہے کہ شی اپنے سے ما دون کو متضمن ہو سکتی ہے مافوق^۲ کو متضمن نہیں ہو سکتی لہذا فرض نماز تو نفل کو متضمن ہو سکتی ہے اسکا عکس نہیں ہو سکتا، اور اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ ان لوگوں نے ایسا اپنے اجتہاد سے کیا اور ظاہر یہ ہے کہ اسکی اطلاع بھی حضور ﷺ کو نہیں ہوئی، اسلئے کہ آپؐ تو یہ فرمایا تھا يٰۤاَيُّهَا كُمْ اَكْثَرُ كُمْ، اور خطاب حاضرین کو تھا جو رجال بالغین تھے، انہوں نے یہ کیا کہ پورے خاندان میں جو اقرار تھا اسکو لے لیا اگرچہ وہ صبی ہی تھا، نیز اکابر صحابہ سے اسکے خلاف منقول ہے فَقَنَّ ابْنُ عَبَّاسٍ: لَا يُؤْمَرُ الْعَلَامُ حَتَّى يَخْتَلِمَ، وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ أَنَّهُ قَالَ: لَا يُؤْمَرُ الْعَلَامُ الَّذِي لَا تَجِبُ عَلَيْهِ الْحُدُودُ (رواہما الأئمة في سننه) کذا فی البذل^۳، دوسری بات یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ ہے کہ عمرو بن سلمہ جس چادر کو پہن کر نماز پڑھاتے تھے وہ موصلاً (پیوند کار) تھی۔

قوله: فِيهَا تَقْتَضِي: یعنی اس میں پھٹن تھی جس کی وجہ سے ان کا سرین کھل جاتا تھا، تو کیا کشف عورت کیساتھ نماز درست ہو سکتی ہے؟ ظاہر ہے کہ یہ بھی ان کے اجتہاد پر مبنی ہے، معنی میں لکھا ہے کان أحمد يضعف هذا الحديث^۴، وفي البذل قال الخطابي كان الحسن يضعف حديث عمرو بن سلمة^۵، امام ابو داؤد نے بھی اس کی سند میں رواۃ کا اختلاف و اضطراب بیان کیا ہے، عن عمرو بن سلمہ کے بعد بعض راویوں نے عن ابیہ کا اضافہ کیا ہے اور بعض نے نہیں کیا۔

وَأَمَّا اخْتِاَعُورَةً فَأَيُّ كُمْ: قاری صاحب اور امام صاحب کے سرین تو ہم سے چھپا دو۔

۵۸۷ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ مِسْعَرِ بْنِ حَبِيبٍ الْجَرْمِيِّ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُمْ وَقَدُوا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا أَرَادُوا أَنْ يَنْصَرِفُوا، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَنْ يُؤْمِنُ، قَالَ: «أَكْثَرُكُمْ جَمْعًا لِلْقُرْآنِ» أَوْ «أَخَذًا لِلْقُرْآنِ» قَالَ: فَلَمْ يَكُنْ أَحَدٌ مِنَ الْقَوْمِ جَمَعَ مَا جَمَعْتُهُ، قَالَ: فَقَدْ مَوْنِي وَأَنَا عَلَامٌ وَعَلَيَّ شِمْلَةٌ لِي، فَمَا شَهِدْتُ جَمْعًا مِنْ جَزْمٍ إِلَّا كُنْتُ إِمَامَهُمْ، وَكُنْتُ أَصْلَبِي عَلَى جَنَائِزِهِمْ إِلَى يَوْمِي هَذَا، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، عَنْ مِسْعَرِ بْنِ حَبِيبٍ الْجَرْمِيِّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سَلَمَةَ قَالَ: لَمَّا وَقَدَ قَوْمِي إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَقُلْ عَنْ أَبِيهِ.

عمرو بن سلمہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ ان کے والد نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں اپنی قوم کے

۱ سنن ابی داؤد - کتاب الصلاة - باب ما يجب علی المؤمن من تعاهد الوقت ۵۱۷

۲ یہاں پر یہ سوال ہو سکتا ہے کہ جس طرح شی اپنے مافوق کو متضمن نہیں ہو سکتی اسی طرح مساوی کو بھی متضمن نہیں ہو سکتی جیسے دو برابر کے گلاس ایک دوسرے میں نہیں آسکتے، لہذا مفترض کی افتداء میں مفترض کی نماز بھی درست نہ ہونی چاہئے، جواب یہ ہے کہ یہ شکل اجماع علماء کی وجہ سے مستثنیٰ ہے۔

۳ عمدة القاری شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۲۲۶، بذل المجہود فی حل ابی داؤد - ج ۴ ص ۱۹۷

۴ المغنی وبلیه الشرح الكبير - ج ۲ ص ۵۴

۵ معالم السنن ج ۱ ص ۱۶۹، بذل المجہود فی حل ابی داؤد - ج ۴ ص ۱۹۷

ساتھ وفد کی صورت میں حاضر ہوئے جب ان لوگوں نے اپنے گھر واپسی جانے کا ارادہ کیا تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم کس کو امام بنائیں تو جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم اپنا امام اس شخص کو بناؤ جو تم میں سب سے زیادہ قرآن کریم کو یاد کیا ہو اور فرمایا قرآن کریم کو لینے والا ہو۔ عمرو بن سلمہ کہتے ہیں کہ ہماری قوم میں کوئی شخص ایسا نہ تھا جس نے قرآن کریم اتنا یاد کیا ہو جتنا قرآن مجھے یاد تھا لہذا لوگوں نے مجھے امامت کے لئے آگے کر دیا میں نابالغ بچہ تھا اور امامت کے دوران مجھ پر چھوٹی سی چادر ہوتی تھی۔ عمرو بن سلمہ کہتے ہیں کہ قبیلہ جرہم کے جس مجمع میں میں موجود ہوتا تو میں ہی امام بنتا اور ان کے جنازوں کی بھی میں نماز پڑھاتا آج کے دن تک میرا یہی معمول ہے (کہ میں ہی امام ہوں)۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں یزید بن ہارون نے مسعر بن حبیب عن عروہ بن سلمہ کے بعد عن ابیہ کا لفظ ذکر نہیں کیا (جبکہ اس سے پہلے وکیع راوی نے یزید کے برعکس مسعر بن حبیب کے بعد عن عمرو بن سلمہ ذکر کر کے عن ابیہ کا اضافہ کیا تھا جس سے یہ معلوم ہو رہا تھا کہ عمرو بن سلمہ اس وفد میں شامل نہیں تھے جس وفد میں یہ لوگ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے لیکن یزید بن ہارون کی روایت میں یہ احتمال موجود ہے کہ عمرو بن سلمہ خود اس وفد میں موجود ہوں اور دوسری صورت کا بھی احتمال ہے)۔

صحیح البخاری - المغازی (۴۰۰/۱) سنن النسائی - الأذان (۶۳۶) سنن ابی داؤد - الصلاة (۵۸۷) مسند أحمد - أول

مسند البصری (۳۰/۵) مسند أحمد - أول مسند البصری (۳۰/۵) مسند أحمد - أول مسند البصری (۷۱/۵)

۵۸۸ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ، حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ خَالِدٍ الْجُهَنِيُّ الْمَعْنَى، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ مُثَنَّى عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ قَالَ: لَمَّا قَدِمَ الْمُهَاجِرُونَ الْأَوَّلُونَ نَزَلُوا الْعُصْبَةَ، قَبْلَ مَقْدَمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَكَانَ بَيْنَهُمْ سَالِمٌ مَوْلَى أَبِي حَدِيقَةَ «وَكَانَ أَكْثَرُهُمْ كُرْأًا»، زَادَ الْهَيْثَمُ: وَفِيهِمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، وَابْنُ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الْأَسَدِ.

ابن عمر کہتے ہیں کہ جب مہاجرین اولین ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہنچے تو ان لوگوں نے مقام عصبہ (قباء کے قریب جگہ کا نام ہے) پر پڑاؤ لایا جناب رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے..... تو ان مہاجرین کی امامت سالم کرتے تھے جو ابو حذیفہ کے آزاد کردہ غلام تھے ان سالم کو سب لوگوں سے زیادہ قرآن کریم یاد تھا۔ ہیشم راوی نے اپنی حدیث میں یہ اضافہ کیا کہ جن لوگوں کو سالم نماز پڑھاتے تھے ان لوگوں میں عمر بن خطاب اور ابو سلمہ بن عبد الاسد بھی تھے۔

قوله: عَنْ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ قَالَ: لَمَّا قَدِمَ الْمُهَاجِرُونَ الْأَوَّلُونَ: عصبہ قباء کے قریب ایک جگہ کا نام ہے، اس حدیث میں ایک صحابی جن کا نام سالم بن معقل ہے جو قرأ صحابہ میں سے تھے ان کے بارے میں یہ ہے کہ وہ مقام عصبہ میں جو مہاجرین آکر مقیم ہو گئے تھے جن میں حضرت عمرؓ بھی تھے ان کو نماز پڑھاتے تھے، بظاہر اسی لئے امامت کرتے تھے کہ وہ ان سب میں اقرأ تھے، لہذا یہ حدیث امام احمدؒ و ابو یوسفؒ کی دلیل ہوئی کہ اقرأ کو أعلم پر ترجیح ہے، جمہور کی طرف سے اسکا

جواب یہ ہو سکتا ہے کہ ہمارا استدلال فعل رسول ﷺ سے ہے (یعنی تقدیم ابی بکرؓ) اور یہ فعل ہے بعض صحابہ کا، اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت عمرؓ نے کسی عذر کی وجہ سے نماز نہ پڑھائی ہو، واللہ تعالیٰ اعلم۔

۵۸۹۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، ح وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا مُسْلِمَةُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمُعَنَّى وَاحِدٌ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ أَبِي وَهَابٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ: «أَوْ لَصَاحِبٍ لَهُ: «إِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ، فَأَذِّنَا، ثُمَّ أَقِيمَا، ثُمَّ لِيْزُوكُمَا أَكْبَرُ كُتْمًا»، وَفِي حَدِيثِ مُسْلِمَةَ، قَالَ: «وَكُنَّا يَوْمَئِذٍ مُتَقَارِبَيْنِ فِي الْعِلْمِ»، وَقَالَ: فِي حَدِيثِ إِسْمَاعِيلَ: قَالَ خَالِدٌ: «فُلْتُ لِأَبِي وَهَابٍ: فَأَيْنَ الْقُرْآنُ؟» قَالَ: «إِنَّمَا كُنَّا مُتَقَارِبَيْنِ».

مالک بن حویرث کہتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ان سے یا ان کے ساتھی سے ارشاد فرمایا کہ جب نماز کا وقت ہو جائے تو تم اذان دو پھر اقامت کہو اور تم میں سے وہ شخص امامت کرائے جسکی عمر زیادہ ہو۔ مسلمہ کی حدیث میں یہ الفاظ ہیں ہم دونوں اس زمانہ میں برابر برابر علم رکھتے تھے اور اسماعیل کی حدیث میں یہ الفاظ ہیں کہ خالد راوی نے ابو قلابہ سے پوچھا کہ قرآن کریم کو زیادہ یاد کرنے والی وجہ ترجیح کہاں گئی تو ابو قلابہ نے جواب دیا کہ مالک بن حویرث اور ان کے ساتھی کو قرآن کریم برابر برابر یاد تھا۔

صحیح البخاری - الأذان (۶۰۲) صحیح البخاری - الأذان (۶۰۴) صحیح البخاری - الأذان (۶۰۵) صحیح البخاری - الأذان (۶۲۷) صحیح البخاری - الأذان (۶۵۳) صحیح البخاری - الأذان (۷۸۵) صحیح البخاری - الجہاد والسند (۲۶۹۳) صحیح البخاری - الأذان (۵۶۶۲) صحیح البخاری - أخبار الأحاد (۶۸۱۹) صحیح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (۶۷۴) جامع الترمذی - الصلاة (۲۰۵) سنن النسائي - الأذان (۶۲۴) سنن النسائي - الأذان (۶۳۵) سنن النسائي - الأذان (۶۶۹) سنن النسائي - الإمامة (۷۸۱) سنن ابی داؤد - الصلاة (۵۸۹) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۹۷۹) مسند أحمد - مسند البصريين (۴۳۶/۳) مسند أحمد - أول مسند البصريين (۵۳/۵) سنن الدارمي - الصلاة (۱۲۵۳)

شرح الحديث قوله: إِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ، فَأَذِّنَا. آپ نے مالک بن حویرث اور ان کے رفیق سفر سے جبکہ دو مدینہ سے رخصت ہو رہے تھے فرمایا (کچھ روز قیام اور تعلیم حاصل کرنے کے بعد جسکا قصہ بخاری شریف میں ہے) کہ راستہ میں جماعت سے نمازیں پڑھتے ہوئے جانا، باقاعدہ اذان و اقامت کیساتھ، تشنہ کا صیغہ یہاں پر تخییر کیلئے ہے کہ تم دونوں میں سے جو سنا چاہے اذان کہے اور اقامت، البتہ امامت تم میں سے وہ کرے جو بڑا ہو۔

حدیث الباب سے بعض علماء کا استدلال: ابوالحسن بن القصار نے اس سے استدلال کیا اس پر کہ سفر میں اگر دو شخص ہوں دونوں اذان کہیں^۱، یہ ان کا قول قول شاذ ہے، مسلک جمہور اور قیاس کے خلاف ہے، انہوں نے ظاہر حدیث کے پیش نظر ایسا کہا، جمہور نے تشنہ کے صیغہ کی ایک توجیہ یہ کی کہ مراد یہ ہے کہ ایک اذان کہے، دوسرا اس کی اجابت کرے، نیز بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے عرب لوگ تشنہ اور جمع کا صیغہ بول کر واحد مراد لیتے ہیں جیسے ان دو مثالوں میں۔ یا حدیسی

اصروا عنقه، قاضی، جلاد سے کہتا ہے کہ اس مجرم کی گردن اڑا دے اور تثنیہ کا صیغہ استعمال کرتا ہے ایسے ہی کہتے ہیں فلاں قتلہ بنو ممیم، قتل کی نسبت پورے قبیلہ کی طرف کر دی گئی حالانکہ قاتل صرف ایک شخص ہے۔

قوله: فَأَتَيْنَ الْقُرْآنَ؟ یعنی آپ نے امامت کے لئے تقدیم اکبر کا حکم فرمایا، تقدیم اقرار کا کیوں حکم نہیں فرمایا، جواب دیا کہ وہ دونوں حفظ قرآن میں برابر تھے۔

۵۹۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عِيسَى الْحَنْفِيُّ، حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ أَبَانَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لِمَنْ دُونَكُمْ خِيَارٌ كُمْ وَلِيَوْمَكُمْ قُرْأُوكُمْ».

عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے اذان ایسے لوگ دیا کریں جو ملائح و فلاح اور تقویٰ والے ہوں اور تم میں قراء حضرات امامت کرایا کریں۔

سنن ابی داود - الصلاة (۵۹۰) سنن ابن ماجہ - الاذان والسنة (۷۲۶)

۶۳۔ بَابُ إِمَامَةِ النِّسَاءِ

عورتوں کی امامت کرانے کا بیان

عورتوں کا مستقل اپنی علیحدہ جماعت سے نماز پڑھنا۔

مسئلة الباب میں مذاہب ائمہ: یہ شافعیہ و حنابلہ کے نزدیک مستحب ہے، حنفیہ و مالکیہ کے نزدیک مکروہ ہے قالہ الشعرائی فی المیزان اور مغنی میں لکھا ہے کہ امام احمدؒ سے اس میں دو روایتیں ہیں، استحباب و عدم استحباب، اور ہمارے بعض فقہاء کے کلام سے مستفاد ہوتا ہے کہ اگر عورتیں باہر نکل کر جماعت کریں تب تو ہے مکروہ اور اگر گھر ہی میں جماعت کر لیں تو جائز ہے۔ بعض روایات سے عورتوں کی جماعت ثابت ہے ابن الہمامؒ نے مستدرک اور کتاب الآثار لمحمدؒ سے ان روایات کو نقل فرمایا ہے، ہمارے فقہاء نے انکو منسوخ مانا ہے، کما فی البدائع وغیرہ، ابن الہمامؒ نے نسخ پر طویل کلام کیا ہے اور نسخ کو اولاً تو تسلیم ہی نہیں کیا اور فرمایا ہے کہ اگر نسخ مان لیا جائے تو نسخ سنیہ کراہۃ تحریمیہ کو مقتضی نہیں ہے بلکہ عدم استحباب اور خلاف اولیٰ کو، اب یہ کہ نسخ کیا ہے، نسخ وہ مشہور حدیث ہے جس کی تخریج ابوداؤد اور ابن خزیمہ نے کی ہے صَلَاةُ الْمَرْأَةِ فِي تَحْدِثِهَا أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِي بَيْتِهَا، وَصَلَاتُهَا فِي بَيْتِهَا أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِي حُجْرَتِهَا^①، ظاہر بات ہے کہ مخدع بہت مختصر جگہ ہوتی ہے اور جماعت کے لئے وسیع جگہ درکار ہے۔

۵۹۱۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعُ بْنُ الْجَرَّاحِ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَجْنِيعٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي جَدِّي.

وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنِ خَلَادٍ الْأَنْصَارِيُّ، عَنْ أُمِّ وَرَقَةَ بِنْتِ نُوْفَلٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا غَزَا بَدْرًا، قَالَتْ: كُنْتُ لَهَا بِأَمْرِ رَسُولِ اللَّهِ، إِذْ دَنَى لِي فِي الْقَرْوَةِ مَعَكَ أَمْرٌ مَرَضًا كُفُّ، لَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يَرْزُقَنِي شَهَادَةً، قَالَ: «قَرِّي فِي بَيْتِكَ فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَرْزُقُكَ الشَّهَادَةَ»، قَالَ: فَكَانَتْ تُسَعِّي الشَّهَادَةَ، قَالَ: وَكَانَتْ قَدْ قَرَأَتْ الْقُرْآنَ فَاسْتَأْذَنَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تَجْعَلَ لَهَا مَوْزَنًا، فَأَذِنَ لَهَا، قَالَ: وَكَانَتْ قَدْ دَبَّرَتْ غُلَامًا لَهَا وَجَارِيَةً فَقَامَا إِلَيْهَا بِاللَّيْلِ فَعَمَّاهَا بِقَطِيفَةٍ لَهَا حَتَّى مَاتَتْ وَذَقْنَا، فَأَصْبَحَ عَمْرُو فَقَامَ فِي النَّاسِ، فَقَالَ: مَنْ كَانَ عِنْدَهُ مِنْ هَذَيْنِ عِلْمٌ، أَوْ مِنْ رَأَاهُمَا فَلْيَجِئْ بِهِمَا، فَأَمَرَ بِهِمَا فَضَلِّيَا لَكَانَا أَوَّلَ مَضْلُوبٍ بِالْبَيْتَةِ.

ام ورقہ بنت نوفل کہتی ہیں نبی اکرم ﷺ جب غزوہ بدر کیلئے تشریف لے جانے لگے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں بھی آپ کے ساتھ جہاد میں شریک ہو جاؤں میں مریضوں کا دوران جہاد علاج کرونگی شاید کہ اللہ پاک مجھے شہادت نصیب فرمادیں۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنے گھر میں ٹھہری رہو (جہاد کے لئے مت جاؤ) اللہ پاک تمہیں شہادت کا درجہ عطا فرمائے گا پس ان خاتون کا شہیدہ کا لقب دیا جائے لگا۔ راوی کہتا ہے چونکہ انہوں نے قرآن کریم یاد کر رکھا تھا تو انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے اجازت طلب کی کہ وہ اپنے گھر میں موزن رکھ لیں (جو اذان دے اور محلہ کی عورتیں جمع ہو کر وہاں اکٹھی ان کی امامت میں نماز ادا کیا کریں) تو نبی اکرم ﷺ نے موزن رکھنے کی اجازت دے دی۔ وکیع بن جراح کہتے ہیں ام ورقہ نے اپنے ایک غلام اور باندی کو مدبر بنایا تھا تو اس غلام اور باندی نے راتوں رات ام ورقہ پر جھال والی چادر ڈال کر ان کا گلہ گھونٹ دیا یہاں تک کہ وہ مر گئی اور یہ غلام اور باندی بھاگ گئے پس اگلے دن حضرت عمرؓ نے لوگوں میں بیان کیا اور ارشاد فرمایا جس شخص کے پاس اس غلام اور باندی کا علم ہو یا فرمایا جس نے اس غلام اور باندی کو دیکھا ہو وہ ان کو ہمارے سامنے حاضر کرے (چنانچہ یہ غلام اور باندی لائے گئے) حضرت عمرؓ نے ان دونوں کو سولی چڑھانے کا حکم دیا۔ یہ دونوں وہ شخص تھے جنہیں سب سے پہلے مدینہ پاک میں سولی پر لٹکایا گیا۔

۵۹۲

حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حَمَّادٍ الْحَضْرَمِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قُسَيْبٍ، عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ جَمْعٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ خَلَادٍ، عَنْ أُمِّ وَرَقَةَ بِنْتِ نُوْفَلٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا غَزَا بَدْرًا، قَالَتْ: كُنْتُ لَهَا بِأَمْرِ رَسُولِ اللَّهِ، إِذْ دَنَى لِي فِي الْقَرْوَةِ مَعَكَ أَمْرٌ مَرَضًا كُفُّ، لَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يَرْزُقَنِي شَهَادَةً، قَالَ: «قَرِّي فِي بَيْتِكَ فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَرْزُقُكَ الشَّهَادَةَ»، قَالَ: فَكَانَتْ تُسَعِّي الشَّهَادَةَ، قَالَ: وَكَانَتْ قَدْ قَرَأَتْ الْقُرْآنَ فَاسْتَأْذَنَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تَجْعَلَ لَهَا مَوْزَنًا، فَأَذِنَ لَهَا، قَالَ: وَكَانَتْ قَدْ دَبَّرَتْ غُلَامًا لَهَا وَجَارِيَةً فَقَامَا إِلَيْهَا بِاللَّيْلِ فَعَمَّاهَا بِقَطِيفَةٍ لَهَا حَتَّى مَاتَتْ وَذَقْنَا، فَأَصْبَحَ عَمْرُو فَقَامَ فِي النَّاسِ، فَقَالَ: مَنْ كَانَ عِنْدَهُ مِنْ هَذَيْنِ عِلْمٌ، أَوْ مِنْ رَأَاهُمَا فَلْيَجِئْ بِهِمَا، فَأَمَرَ بِهِمَا فَضَلِّيَا لَكَانَا أَوَّلَ مَضْلُوبٍ بِالْبَيْتَةِ.

ام ورقہ بنت عبد اللہ سے یہی حدیث مروی ہے پہلی حدیث زیادہ مکمل ہے اس حدیث میں یہ اضافہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ ام ورقہ کے گھر تشریف لایا کرتے تھے اور آپ نے ان کیلئے ایک موزن مقرر کیا تھا جو ان کیلئے اذان دیا کرتا تھا اور رسول اللہ ﷺ نے ام ورقہ کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنے محلہ کی خواتین کی امامت کرایا کریں۔ عبد الرحمن بن خلاد کہتے ہیں کہ میں نے ام ورقہ کے موزن کو دیکھا جو بہت عمر رسیدہ اور بوڑھے شخص تھے۔

وقت گزر جانے (ختم ہو جانے) کے بعد اور دہار اس کو کہتے ہیں کہ ایک شخص نماز کا وقت فوت ہونے کے بعد نماز کیلئے آئے اور،
 ② وہ شخص جو کسی آزاد نفس کو غلام بنالے۔

سنن ابی داود - الصلاة (۵۹۳) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۹۷۰)

حدیث الباب میں یہ ہے کہ تین شخصوں کی نماز قبول نہیں ہوتی وہ تین شخص یہ ہیں: ① جو شخص لوگوں کی امامت کرے حالانکہ وہ اس کی امامت کو پسند نہیں کرتے، ② جو شخص نماز کو بہت دیر سے پڑھے حتیٰ کہ اسکو قضاء کر دے یا جماعت فوت کر دے، ③ جو شخص حر کو عبد بنائے یعنی کوئی شخص کسی پردیسی آزاد آدمی کو پکڑ لے اور یوں کہے کہ یہ تو میرا خریدی غلام ہے، یا مطلب یہ ہے کہ اپنے غلام کو آزاد کرنے کے بعد اس سے اسی طرح خدمت لیتا رہے جس طرح پہلے لیتا تھا، یعنی زبردستی، یا یہ کہ غلام کو آزاد کر کے اس کے آزاد کرنے کو چھپائے اور خدمت وغیرہ لیتا رہے۔

قولہ: وَلَهُمْ لَكَايَهُونَ: کے ذیل میں شرح نے لکھا ہے دیندار لوگوں کی کراہت کا اعتبار ہے، دنیا داروں کی کراہت معتبر نہیں، نیز اکثریت کو دیکھا جائے گا اکثر لوگوں کا خیال کیا ہے، ایک دو کی ناگواری کا بھی اعتبار نہ ہو گا۔

۶۰۔ باب إمامة البعوض والقادر

نیک اور برے شخص کا امام بنتا ہے

فاسق کی امامت کے مسئلہ: امامت فاسق کا مسئلہ مختلف فیہ ہے، فاسق کی دو قسمیں ہیں: ① من حیث الاعتقاد جیسے مبتدع الذاعی الی بدعة، ② اور فاسق من حیث الافعال، امام مالکؒ کے نزدیک ① مطلقاً دونوں قسموں کی امامت فاسد ہے نماز صحیح نہ ہوگی، اور امام احمدؒ کے نزدیک قسم اول کی تو امامت فاسد ہے اور قسم ثانی میں ان کی دور روایت ہیں جواز، عدم جواز، اور حنفیہ وشافعیہ کے نزدیک دونوں کی صحیح ہے مع الکراهة (حاشیہ لامع ص ۱۶۹) اور علامہ شعرانیؒ نے لکھا ہے کہ امام مالکؒ کا مذہب اور امام احمدؒ کا مشہور قول یہ ہے کہ فاسق کا فسق اگر بتاویل ہے تب تو نماز کا اعادہ فی الوقت ضروری ہے یعنی بعد الوقت اعادہ کی حاجت نہیں اور اگر وہ فسق بلا تاویل ہے تو اعادہ مطلقاً واجب ہے ②۔

۵۹۰۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ الْكَرْبِ، عَنْ مَكْحُولٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الصلوات المكتوبة واجبة خلف كل مسلم بذكر كان أو فاجراً وإن عمل

① چنانچہ امام مالک کے حالات میں لکھا ہے کہ شروع میں تو وہ مسجد نبوی میں فرض نمازوں کیلئے تشریف لاتے تھے اور مسجد میں تشریف بھی رکھتے تھے چنانچہ میں شرکت فرماتے تھے، پھر رفتہ رفتہ مسجد میں آنا بالکل چھوڑ دیا، یہیں ② برس تک مسجد میں نماز نہیں پڑھی، حضرت شیخ مقدسہؒ اور جزی میں لکھتے ہیں بظاہر اس کی وجہ یہ ہے کہ امام مالک کا مسلک یہ تھا صلوة خلف الفاسق صحیح نہیں ممکن ہے مسجد کی نماز اسی قسم کے وجہ سے ترک کر دی ہو۔

② ہذیل المجہود فی حل ابی داود - ج ۴ ص ۲۱۴

الکتاب...

حضرت ابو ہریرہؓ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ ہر مسلمان کے پیچھے فرض نماز پڑھنا صحیح ہے چاہے وہ نیک ہو یا بد۔۔۔ چاہے کبیرہ گناہوں کا مرتکب ہو (تب بھی اس کے پیچھے نماز پڑھنا صحیح ہے)۔

قوله: الصَّلَاةُ الْمَكْتُوبَةُ وَاجِبَةٌ خَلْفَ كُلِّ مُسْلِمٍ بَرٍّ أَوْ فَاجِرٍ: واجب سے مراد جائز ہے، چنانچہ حضرت ابن عمرؓ حجاج بن یوسف کے پیچھے نماز پڑھتے تھے، قال ابن ہریرہؓ، وكفى به فسقا^①، حدیث سے معلوم ہوا کہ امامت کیلئے عدالت شرط نہیں، مطلقاً خواہ وہ امیر ہو یا نہ ہو، جیسا کہ جمہور کا مسلک ہے بخلاف امام مالکؒ و احمدؒ کے ان کے نزدیک امامت کیلئے عدالت شرط ہے، کما سبق فی اول الباب اور یہ حضرات حدیث الباب کو امر اہل پر محمول کرتے ہیں۔

لیکن جانا چاہئے کہ حدیث الباب بجمیع طرقہ ضعیف ہے، کما قال الحافظ ابن حجر، اور اس حدیث کے بالمقابل ایک اور حدیث ہے لَا يُؤَمِّمُكُمْ دُوْ جُزْأَيَّيْ دِينِهِ^② لیکن یہ حدیث ضعیف ہے، سبل السلام (شرح بلوغ المرام) میں لکھا ہے جب احادیث میں تعارض ہو گیا تو ہم اصل کی طرف رجوع کریں گے اور اصل یہ ہے من صحت صلوة صحت امامتہ^③۔

۶۶۔ بَابُ إِمَامَةِ الْأَعْمَى

باب ہے نابینا کی امامت کے بارے میں

۵۹۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْعَنْدَرِيُّ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِيٍّ، حَدَّثَنَا عُمَرَانُ الْقَطَّانُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «اسْتَخْلَفَ ابْنَ أُمِّ مَكْتُومٍ يَوْمَ النَّاسِ وَهُوَ أَعْمَى».

حضور ﷺ نے ابن مکتومؓ کو کسی سفر پر تشریف لے جانے کے موقع پر مدینہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا، یہ نابینا ہونے کی حالت میں لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے۔

سنن أبي داود - الصلاة (۵۹۵) - مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۱۳۲/۳) - مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۱۹۲/۳)

قوله: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اسْتَخْلَفَ ابْنَ أُمِّ مَكْتُومٍ: کہا گیا ہے کہ آپ ﷺ نے انکو دو مرتبہ اپنا نائب بنایا تمام امور میں اور کہا گیا ہے کہ صرف امامت صلاۃ میں، اور ایک قول یہ ہے کہ ان کو تیرہ مرتبہ نائب بنایا یعنی جب آپ ﷺ غزوات میں تشریف لیجاتے تھے۔

① بذل المجہود فی حل أبي داود - ج ۴ ص ۲۱۳

② وقال الشوكاني في نيل الأوطار عن هذا الحديث: وقد ثبت في كتب جماعة من أئمة أهل البيت كأحمد بن عيسى والمؤيد بالله وأبي طالب وأحمد

بن سليمان والأمير الحسين وغيرهم عن علي عليه السلام مرفوعاً (نيل الأوطار من أسرار منتقى الأخبار ج ۴ ص ۱۵۰)

③ سبل السلام الموصلة إلى بلوغ المرام - ج ۳ ص ۹۹

مسئلة الباب میں مذاہب ائمہ: شافعیہ کے نزدیک اعمیٰ اور بصیر اس مسئلہ میں برابر ہیں اس لئے کہ اعمیٰ میں اگر یہ وصف ہے کہ وہ مبصرات میں مشغول نہیں ہوتا تو بصیر میں دوسری صفت ہے کہ وہ نجاست کو دیکھ کر اس سے اچھی طرح بچ سکتا ہے، اور جمہور علماء ائمہ ثلاثہ کے نزدیک امامت بصیر افضل ہے امامت اعمیٰ سے اس لئے کہ بصیر اقدر ہے اجتناب عن النجاسة اور استقبال قبلہ پر، ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں کہ امامت اعمیٰ ہمارے یہاں اس وقت مکرور ہے جبکہ ایسا بصیر موجود ہو جو علم میں اعمیٰ ہے زائد یا اس کے برابر ہو، ورنہ نہیں^۱، اس سب کے برخلاف ابو اسحق مروزی اور امام غزالی کے نزدیک امامت اعمیٰ افضل ہے امامت بصیر سے اس لئے کہ اعمیٰ کی نماز اقرب الی الخشوع ہے نسبت بصیر کے کہ وہ مبصرات میں مشغول ہو جاتا ہے، (کذا فی البذل والمنہل^۲)۔

۶۷۔ باب إمامة الزائر

باب ۶۷ مہمان (زیارت کے لئے آنے والے) کی امامت کے بارے میں ۵۹۶۔

حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَبَانٌ، عَنْ بُدَيْلٍ، حَدَّثَنِي أَبُو عَطِيَّةَ، مَوْلَى مَنَا، قَالَ: كَانَ مَالِكُ بْنُ حُوَيْرِثٍ، يَأْتِينَا إِلَى مُضَلَّاتِنَا هَذَا، فَأَقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَقُلْنَا لَهُ: تَقْدِمُ فَصَلِّ، فَقَالَ لَنَا: قِيَامُوا ارْجُلَا مِنْكُمْ يُصَلِّي بِكُمْ، وَسَأَخَذَ كُمْ لَمْ لَا أَصَلِّي بِكُمْ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «مَنْ زَارَ قَوْمًا فَلَا يُؤْتِمُّهُمْ، وَلِيُوْتِمُّهُمْ رَجُلٌ مِنْهُمْ».

ابو عطیہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ مالک بن حویرث ہماری نماز کی جگہ (مسجد) تشریف لائے اور نماز کا وقت ہو گیا تو ہم نے ان سے درخواست کی کہ آپ آگے آکر ہماری امامت کیجئے تو وہ فرمانے لگے کہ تم اپنے لوگوں میں سے کسی کو آگے کرو کہ وہ تمہاری امامت کروائے اور میں تم کو بتاتا ہوں کہ میں تمہاری امامت کس وجہ سے نہیں کر رہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی قوم کا مہمان ہو تو وہ ان کی امامت نہ کروائے بلکہ ان کی امامت انہی میں سے کوئی شخص کروائے۔

جامع الترمذی - الصلاة (۳۵۶) سنن النسائی - الإمامة (۷۸۷) سنن أبي داود - الصلاة (۵۹۶) مسند أحمد - مسند المکین (۴۲۶/۳) مسند أحمد - أول مسند البصريين (۵۳/۵)

وہ حضرات جن کو مطلقاً حق تقدم حاصل ہے: اس مسئلہ میں اسحق بن راہویہ متعدد ہیں ان کے نزدیک مہمان کی امامت میزبان کے یہاں جائز نہیں اگرچہ وہ اجازت دیدے یہ پہلے گذر چکا کہ بعض اشخاص ایسے ہیں کہ ان کو حق تقدم حاصل ہے خواہ علم اور اقرآنہ بھی ہوں، مجملہ ان کے صاحب البیت بھی ہے۔

۱ مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح - ج ۳ ص ۱۷۸

۲ بذل الجہود فی حل أبي داود - ج ۴ ص ۲۱۵

۶۸۔ باب الإمام یقوم مکاناً أرفع من مکان القوم

باب ہے امام کے مقتدیوں سے بلند جگہ پر کھڑے ہونے کے بارے میں
(یہ حبانز ہے یا مکروہ؟)

مسئلہ الباب میں مذاہب ائمہ: امام کا ارتقاء مقتدی پر ائمہ اربعہ کے نزدیک مکروہ ہے، البتہ مسئلہ کی قیود و تفصیل میں اختلاف ہے، حنابلہ کے نزدیک مطلقاً مکروہ ہے، اور شافعیہ و مالکیہ کے نزدیک اگر ارتقاء ضرورۃً ہو تو جائز ہے، مثلاً تعلیم کی ضرورت سے، جیسا کہ صحیحین کی روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے منبر پر چڑھ کر لوگوں کو نماز پڑھائی، قیام اور رکوع منبر پر فرمایا اور سجود کے لئے نیچے اترتے تھے، ثم قال: إني صنعتُ هذا التَّأَمُّواي، وَاعْلَمُوا صَلَاتِي، حنابلہ کہتے ہیں کہ یہ ارتقاء صرف ایک درجہ منبر کے بقدر تھا اور ارتقاء یسیر میں کچھ حرج نہیں، مزید اختلاف ائمہ میں یہ ہے کہ مالکیہ کہتے ہیں اگر امام یا مقتدی بلند جگہ پر کبر کی وجہ سے کھڑا ہو تو نماز فاسد ہو جائیگی۔

حنفیہ کے نزدیک کراہت اس وقت ہے جب صرف امام یا صرف مقتدی بلندی پر کھڑا ہو اور اگر امام کے ساتھ بعض مقتدی بھی ہوں تب کراہت مرتفع ہو جاتی ہے، نیز قدر ارتقاء میں بھی ہمارے یہاں چند قول ہیں، عند ابی یوسف بقدر، قامۃ الرجل، وعند الطحاوی ما زاد علی القامة، بقدر، ذراع، ما یقع بہ الامتیاز وهو الراجح۔

اور اگر اس کا برعکس ہو یعنی مقتدی بلند پر ہو اور امام پست جگہ میں تو حنفیہ و شافعیہ کے نزدیک یہ بھی مکروہ ہے اور حنابلہ و مالکیہ کے نزدیک مکروہ نہیں ہے (کذا فی المنہل)۔

۵۹۷۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَنَانٍ، وَأَحْمَدُ بْنُ الْقُرَاتِ أَبُو مَسْعُودٍ الرَّازِيُّ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا يَعْقِلُ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ هَمَامٍ، أَنَّ مَخْزُومَةَ، أُمَّ النَّاسِ بِالْمَدَائِنِ عَلَى دُكَّانٍ، فَأَخَذَ أَبُو مَسْعُودٍ، بِقَمِيصِهِ فَجَبَلَهَا، فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ صَلَاتِهِ قَالَ: «أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّهُمْ كَانُوا يَنْهَوْنَ عَنْ ذَلِكَ؟» قَالَ: «بَلَى، قَدْ كَثُرْتُ حِينَ مَدَدْتَنِي»۔

ہام سے روایت ہے کہ حدیفہؓ نے مدائن شہر میں دکان (چبوترہ) پر کھڑے ہو کر لوگوں کی امامت کرائی (یعنی مقتدی نیچے اور وہ اوپر) تو ابو مسعودؓ نے ان کی قیض پکڑ کر انھیں کھینچ لیا پھر جب نماز سے فارغ ہو گئے تو ابو مسعودؓ نے ان سے کہا کہ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہمیں اس طرح کرنے سے منع کیا جاتا تھا تو حضرت حدیفہؓ نے جواب دیا ہاں مجھے بھی جس وقت آپ نے مجھے کھینچا یہ بات یاد آگئی۔

① صحیح البخاری - کتاب الجمعة - باب الخطبة علی المنبر ۸۷۵، صحیح مسلم - کتاب الساجد و مواضع الصلاة - باب جواز الخطوة و الخطوین

فی الصلاة ۵۴۴

② المنہل العذب المورود شرح سنن ابی داود - ج ۴ ص ۳۲۲-۳۲۳

شرح الحديث

أَنَّ حَدِيثَهُ: أَدْبَالَئِثْنِ عَلَى دُكَّانٍ: مدائن سے مدائن کسری مراد ہے جو بغداد میں ہے جو کہ

اکاسرہ کا دارالمملکت تھا، جمع کے صیغہ کیساتھ نام اس لئے رکھا گیا کہ وہ بہت بڑا شہر تھا، دکان سے بلند جگہ مراد ہے۔

باب کی دو حدیثوں میں تعارض: مضمون حدیث واضح ہے اور اس سے اگلی روایت میں اس طرح ہے کہ عمار

نے امامت کی اور حضرت حذیفہؓ نے جذب کیا، اب یا تو تعدد واقعہ پر محمول کیا جائے، اور یا یہ کہا جائے کہ آنیوالی حدیث ضعیف ہے اس میں ایک راوی مجہول ہے۔

۵۹۸ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِدْرِاهِيمَ، حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي أَبُو خَالِدٍ، عَنْ عَبْدِ بَنِي ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيِّ، حَدَّثَنِي رَجُلٌ، أَنَّهُ كَانَ مَعَ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ بِالدَّائِثِ فَأَقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَسَقَدَ عَمَّارٌ وَقَامَ عَلَى دُكَّانٍ يُصَلِّي وَالنَّاسُ أَسْفَلَ مِنْهُ، فَتَقَدَّمَ حَدِيثَهُ فَأَخَذَ عَلَى يَدَيْهِ فَاتَّبَعَهُ عَمَّارٌ، حَتَّى أَنْزَلَهُ حَدِيثَهُ فَلَمَّا فَارَعَ عَمَّارٌ مِنْ صَلَاتِهِ قَالَ لَهُ حَدِيثَهُ: أَلَمْ تَسْمَعْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِذَا أَدَّ الرَّجُلُ الْقَوْمَ فَلَا يَهْمُ فِي مَكَانٍ أَرْفَعَ مِنْ مَقَامِهِمْ» أَوْ تَحْوِ ذَلِكَ؟ قَالَ عَمَّارٌ: «لِلذَّلِكَ أَتَبَعْتُكَ حِينَ أَخَذْتَ عَلَى يَدَيْ»

ترجمہ: عبدی بن ثابت انصاری سے روایت ہے کہ ایک شخص نے جو مدائن میں حضرت عمار بن یاسر کے ساتھ تھا مجھ سے بیان کیا کہ ایک مرتبہ جب نماز کھڑی ہوئی تو حضرت عمارؓ آگے بڑھے اور دکان (اوپری جگہ) پر کھڑے ہو گئے نماز پڑھانے لگے اس طرح کہ لوگ (مقتدی) ان سے نیچے تھے حضرت حذیفہؓ نے آگے بڑھ کر ان کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے تو عمارؓ حضرت حذیفہؓ کے پیچھے ہو لیے یہاں تک کہ حضرت حذیفہؓ نے ان کو نیچے اتار دیا پھر جب عمارؓ نماز سے فارغ ہو گئے تو حذیفہؓ فرمانے لگے کیا تم نے نہیں سنا رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب کوئی شخص امامت کرے تو چاہیے کہ مقتدیوں سے بلند جگہ پر نہ کھڑا ہو یا اسی طرح فرمایا عمارؓ نے کہا کہ اسی (فرمان کے یاد آ جانے) کی وجہ سے جب آپ نے میرے ہاتھ پکڑے تو میں آپ کے پیچھے ہو گیا۔

۶۹ - بَابُ إِمَامَةٍ مَنْ يُصَلِّي بِقَوْمٍ وَقَدْ صَلَّى تِلْكَ الصَّلَاةَ

ترجمہ: باب جو شخص منسرخ نماز پڑھ چکا ہو وہ دوسروں کی جماعت کو دے

اس باب میں صلوٰۃ المفترض خلف المتنفل کا مسئلہ مذکور ہے، اس لئے کہ حضرت معاذؓ حضور ﷺ کیساتھ عشاء کی نماز پڑھ کر اپنی قوم بنو سلمہ کو وہی نماز جا کر پڑھاتے تھے۔

صلوٰۃ المفترض خلف المتنفل کی بحث: داؤد ظاہری اور شافعیہ کے نزدیک صلوٰۃ المفترض خلف المتنفل جائز

ہے، یہی ایک روایت امام احمدؒ کی ہے، اور حنفیہ فالکیہ اور حنابلہ کے مشہور قول میں یہ جائز نہیں ہے، ایسے ہی صلوٰۃ الظهر خلف من یصلی العصر وعکسہ، اس میں بھی اختلاف ہے، شافعیہ کے نزدیک جائز ہے ائمہ ثلاث کے نزدیک جائز نہیں، اور تیسرا

مسئلہ ہے صلوٰۃ المتفل خلف المفترض کا یہ جمہور علماء کے نزدیک جائز ہے مالکیہ کے نزدیک یہ بھی جائز نہیں۔^۱

جمہور حدیث الباب یعنی قصر صلوٰۃ معاذ جو کہ صحیحین میں بھی مذکور ہے کا جواب یہ دیتے ہیں کہ اس سے استدلال صحیح نہیں، ممکن ہے وہ آپ ﷺ کے پیچھے نفل کی نیت سے پڑھتے ہوں، إذا جاء الإحتمال بطل الاستدلال۔

شافعیہ کا حدیث سے استدلال اور جمہور کی طرف سے جواب: شافعیہ کہتے ہیں، مصنف عبد الرزاق، طحاوی، دار قطنی کی روایت میں بطریق ابن جریج عن عمرو بن دینار تصریح ہے **هِيَ لَهُ تَطَوُّعٌ**، وَهُمْ فَرِيضَةٌ^۲، امام طحاوی نے فرمایا کہ اس واقعہ معاذ کو سفیان بن عیینہ نے نہایت احسن طریقہ سے روایت کیا ہے اس میں تو یہ زیادتی ہے نہیں جس کو ابن جریج روایت کر رہے ہیں، پس ظاہر یہ ہے کہ یہ لفظ مدرج ہے ابن جریج کی طرف سے یا پھر ہو سکتا ہے ان کے شیخ کی طرف سے یا زائد سے زائد یہ کہہ سکتے ہیں کہ واقعی یہ حضرت معاذ ہی نے فرمایا ہو، تب بھی یہ زیادتی موقوف ہی رہی مرفوعاً اس کا ثبوت نہیں، خود وہ اپنے طور سے ایسا کیا کرتے تھے، اب اگر حضور ﷺ اس کی تقریر فرمادیتے تب بھی درست تھا اور یہاں صورت حال اس کے برعکس ہے یعنی آپ ﷺ کو جب یہ علم ہوا کہ وہ اپنے یہاں جا کر بھی نماز پڑھاتے ہیں اور طویل نماز پڑھاتے ہیں تو اس پر آپ ﷺ نے فرمایا **مَعَاذُ إِمَّا أَنْ تُصَلِّيَ مَعِيَ، وَإِمَّا أَنْ تُخَفِّفَ عَنْ قَوْمِكَ** یعنی یا تو میرے ساتھ نماز پڑھو یا دوسری صورت یہ ہے کہ اپنی قوم کو نماز پڑھاؤ، لیکن خفیف اور مختصر^۳، اس حدیث میں گویا آپ ﷺ نے انکو دونوں جگہ نماز پڑھنے سے منع فرمادیا، فکيف الاستدلال۔

حافظ ابن حجر کی تاویل: حافظ ابن حجر نے اس کا یہ جواب دیا کہ آپ ﷺ کی مراد یہ نہیں ہے کہ صرف ایک جگہ نماز پڑھو بلکہ دراصل تطویل صلوٰۃ سے منع کرنا ہے اور مطلب یہ ہے کہ یا تو صرف میرے ساتھ پڑھو، اِیْ اَنْ لَمْ تُخَفِّفْ عَنْ قَوْمِكَ (اگر مختصر نماز نہیں پڑھا سکتے) واما اَنْ تُخَفِّفَ عَنْ قَوْمِكَ اِیْ وَتُصَلِّيَ مَعِيَ اور اگر مختصر نماز پڑھا سکتے ہو اپنی قوم کو تو پھر میرے ساتھ بھی پڑھ سکتے ہو، علامہ عینی نے حافظ صاحب کے اشکالات کے جوابات دیئے ہیں، یہ بار بار مناظرہ حضرت نے بذل المجہود^۴ میں ذکر فرمایا ہے، حافظ کا یہ کہنا اَنْ لَمْ تُخَفِّفْ عَنْ قَوْمِكَ صحیح نہیں اس لئے کہ اس کا کیا مطلب اگر تم تخفیف نہیں کر سکتے نہ کر سکتے کے کیا معنی؟ کیا وہ تخفیف پر قادر نہ تھے، اور پھر تخفیف ائمہ تو مأمور بہ من الشارح ہے اس میں تعلیق کیے درست ہے۔

جمہور کے مرید دلائل: حنفیہ بلکہ جمہور کے پاس اور بھی دلائل ہیں، مثلاً صلوٰۃ الخوف کی مشروعیت کہ اگر صلوٰۃ

۱ کذا فی الغیض السمانی ج ۱ ص ۲۷۴

۲ شرح معانی الآثار - کتاب الصلاة - باب الرجل یصلی الفریضة خلف من یصلی تطوعاً ۲۳۶۰ (ج ۱ ص ۴۰۹)

۳ شرح معانی الآثار - کتاب الصلاة - باب الرجل یصلی الفریضة خلف من یصلی تطوعاً ۲۳۶۲ (ج ۱ ص ۴۰۹ - ۴۱۰)

۴ فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۱۹۵ - ۱۹۷، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۲۳۹ - ۲۴۰، بذل المجہود فی حل ابی

المفترض خلف المتفعل جائز ہوتی تو پھر صلاۃ الخوف کا طریقہ جاری کرنے کی کیا حاجت تھی جس امام کے پیچھے لوگ نماز پڑھنا چاہیں وہ ایک جماعت کو پوری نماز ایک مرتبہ پڑھا دے اور دوسری مرتبہ دوسری جماعت کو پڑھا دے، نیز حدیث مرفوعہ امام جعل الإمام لیؤتم بہ، لا تختلفوا علی أئمتکم^۱، اور اختلاف نیت سے زیادہ اختلاف اور کیا ہو سکتا ہے، شافعیہ یہ کہتے ہیں انتماء واقعاء کا تعلق ظاہری افعال سے ہے کہ ظاہر میں اس کے ساتھ رہو، اذاعہ رکع فارکعوا، اذاسجد فاسجدوا، وغیرہ وغیرہ نیات کا اتحاد و اتفاق اس میں داخل نہیں۔

۵۹۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مِقْسَمٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ «كَانَ يُصَلِّي مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ»، ثُمَّ يَأْتِي قَوْمَهُ فَيُصَلِّي بِهِمْ تِلْكَ الصَّلَاةَ.

حضرت جابر بن عبد اللہ حضرت معاذ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت معاذ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز عشاء ادا کرتے پھر وہ اپنی قوم کے پاس آکر اسی نماز کی امامت کرواتے۔

صحیح البخاری - الأذان (۶۶۸) صحیح البخاری - الأذان (۶۶۹) صحیح البخاری - الأذان (۶۷۹) صحیح البخاری - الأدب (۵۷۵۵) صحیح مسلم - الصلاة (۴۶۵) جامع الترمذی - الجمعة (۵۸۳) سنن النسائی - الإمامة (۸۳۵) سنن أبي داود - الصلاة (۵۹۹) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۳۰۸/۳) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۳۶۹/۳) سنن الدارمی - الصلاة (۱۲۹۶)

شرح الحدیث: أَنَّ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ «كَانَ يُصَلِّي مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ»: حضرت معاذ کا یہ قصہ صحیحین کی روایت کے مطابق عشاء کی نماز کا ہے، یہاں ابو داود میں بھی عشاء ہی ہے۔

قصہ معاذ میں عشاء اور مغرب کا تعارض: لیکن آگے چل کر ابواب القرأت میں ایک روایت میں بجائے عشاء کے مغرب کا لفظ وارد ہے اسی طرح نسائی^۲ کی بھی ایک روایت میں عشاء اور ایک میں مغرب مذکور ہے، حضرت گنگوہیؒ اور حضرت سہارنپوریؒ کی رائے یہ ہے کہ تعدد واقعہ پر محمول کرنا درست نہیں اس لئے کہ حضرت معاذ جیسے جلیل القدر صحابی سے یہ بعید ہے کہ ایک مرتبہ تنبیہ کرنے کے بعد بھی پھر وہ ایسا کریں اور پھر دوبارہ تنبیہ کی ضرورت پیش آئے، لہذا عشاء ہی صحیح ہے جیسا کہ مشہور ہے، لیکن حافظ کا میلان تعدد واقعہ کی طرف ہے اس لئے کہ رجل معتزل کے نام میں بھی روایات مختلف ہیں تین نام روایات میں آتے ہیں، حرام بن طحان، حزم بن ابی کعب، سلیم، اس سے تعدد کی تائید ہوتی ہے، تعدد پر جو اشکال ہوتا ہے اس کا جواب علامہ سندھی نے حاشیہ نسائی میں یہ دیا ہے کہ یوں کہا جائے کہ پہلی مرتبہ واقعہ پیش آیا تو اسکی شکایت ابھی تک

۱ - إِمَّا الْإِمَامَ لِيُؤْتَمَ بِهِ، فَلَا تَخْتَلَفُوا عَلَيْهِ وَلَئِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُوا أَمْرَهُ، وَإِذْ قَالَ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، فَقُولُوا: اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ، وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا، وَإِذَا صَلَّى جَالِسًا فَاقْلُوبُوا أَعْنَافُكُمْ (صحیح مسلم - كتاب الصلاة - باب انتماء المأموم بالإمام ۴۱۴)

۲ - اور ترمذی میں بھی لفظ مغرب کی تصریح موجود ہے۔ (از مترجم)

حضور ﷺ تک نہیں پہنچی تھی کہ پھر دوسری مرتبہ دوسری نماز میں بھی یہی صورت پیش آئی دونوں واقعوں کی شکایت آپ ﷺ کو ایک ساتھ پہنچی جس پر آپ ﷺ نے حضرت معاذؓ کو بلا کر تنبیہ فرمائی، واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۰۰۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَانٌ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ، يَقُولُ: «إِنَّ مُعَاذًا، كَانَ يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ»، ثُمَّ يَرْجِعُ فَيَوْمُهُ قَوْمَهُ.

عمر بن دینار سے روایت ہے کہ انہوں نے جابر بن عبد اللہ سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ حضرت معاذؓ رسول اللہ

ﷺ کے ساتھ نماز ادا فرمالتے پھر آپ اپنی قوم (قبیلہ) کی طرف آتے تو (اسی نماز کی) اپنے قبیلہ کے لئے امامت کراتے۔

جامع الترمذی - الجمعة (۵۸۳) سنن ابی داود - الصلاة (۶۰۰)

۷۰۔ بَابُ الْإِمَامِ يُصَلِّي مِنْ قُعُودٍ

باب امام کے نماز بیٹھ کر پڑھانے کی صورت میں کیا حکم ہے؟
لفظ من زائد ہے، اور بعض نسخوں میں ہے باب إذا صلى الإمام قاعداً^۱، امام اگر عذر کی وجہ سے نماز بیٹھ کر پڑھائے تو مقتدی کیسے پڑھیں۔

مسئلہ الباب میں مذہب انہ: مسئلہ مختلف فیہ ہے، جمہور علماء کہتے ہیں کہ مقتدی قائماً پڑھیں کہ ان کو کوئی عذر نہیں، امام احمدؒ اور اسحق بن راہویہؒ کے نزدیک مقتدین بھی قاعد نماز پڑھیں، اس قعود میں وہ امام کی موافقت کریں، اور امام مالکؒ کا مسلک یہ ہے کہ قاعد نماز پڑھانے والے کی امامت جائز ہی نہیں غیر معذور اس کی اقتداء قائماً بھی نہ کریں، اور حنفیہ میں سے امام محمدؒ کا مسلک بھی یہی ہے لہذا اس مسئلہ میں تین قول ہو گئے، ایک جمہور کا، اور ایک امام احمدؒ وغیرہ کا، اور تیسرے امام مالکؒ و محمدؒ کا اور امام مالکؒ کی دلیل یہ ہے کہ آپ نے فرمایا لَا يُؤْمَدُ أَحَدٌ بَعْدِي جَالِسًا^۲، لیکن یہ حدیث مرسل ہے جس کو جمہور نے تنزیہ پر محمول کیا ہے، اور امام احمدؒ کی دلیل حدیث الباب ہے جس کا جواب ہماری طرف سے آگے آگیا۔

۲۰۱۔ حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكِبَ فَرَسًا فَطَرَعَ عَنْهُ فَجَحَشَ شِقْقَهُ الْأَيْمَنَ فَصَلَّى صَلَاةً مِنَ الصَّلَوَاتِ وَهُوَ قَاعِدٌ، وَصَلَّيْنَا وَرَاءَهُ نُعُودًا فَلَمَّا انْصَرَفَ، قَالَ: «إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِقَوْمِهِ، فَإِذَا صَلَّى قَائِمًا فَصَلُّوا قِيَامًا، وَإِذَا رَكَعَ قَاءَ كَعُوا، وَإِذَا رَفَعَ قَامُوا، وَإِذَا قَالَ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، فَقُولُوا: يَهْدَاؤُكَ الْحَمْدُ وَإِذَا صَلَّى جَالِسًا فَصَلُّوا اجْلُوسًا أَجْمَعُونَ».

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ گھوڑے پر سوار ہوئے تو گھوڑے نے گرنے

۱ بدل الجہود فی حل ابی داود - ج ۴ ص ۲۳۲

۲ مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح - ج ۳ ص ۱۹۵

کی وجہ سے آپ ﷺ کی دائیں جانب (پہلو) متاثر ہوئی تو آپ ﷺ نے (فرض) نماز بیٹھ کر پڑھائی اور ہم نے آپ کے پیچھے پڑھ کر ہی نماز پڑھی نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ امام اسلیمے بنایا جاتا ہے تاکہ اسکی اقتداء کی جائے جب کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو تم بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھو جب وہ رکوع بھی رکوع کرے تو تم بھی رکوع کر دو جب وہ سر اٹھائے تو تم بھی سر اٹھاؤ اور جب وہ سمیع اللہ لمن حمد لکے تو تم کہو رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔

صحیح صحیح البخاری - الصلاة (۳۷۱) صحیح البخاری - الاذان (۶۵۷) صحیح البخاری - الاذان (۶۹۹) صحیح البخاری - الاذان (۷۰۰) صحیح البخاری - الاذان (۷۷۲) صحیح البخاری - الجمعة (۱۰۶۳) صحیح مسلم - الصلاة (۴۱۱) جامع الترمذی - الصلاة (۳۶۱) سنن النسائی - الإمامة (۷۹۴) سنن النسائی - الإمامة (۸۳۲) سنن النسائی - التطبيق (۱۰۶۱) سنن ابی داؤد - الصلاة (۱۰۱) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۱۲۳۸) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۱۶۲/۳) موطا مالک - النداء للصلاة (۳۰۶) سنن الدارمی - الصلاة (۱۲۵۶) سنن الدارمی - الصلاة (۱۳۱۰)

شرح الحديث عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ رَكِبَ فَرَسًا فَضَرَعَ عَنْقَهُ فَجَحِشَ شِقَّةُ الْأَيْمَنِ: یعنی ایک

مرتبہ آپ ﷺ گھوڑے پر سوار تھے اس سے گر پڑے جس سے آپ ﷺ کی دائیں جانب متاثر ہو گئی۔ اس روایت میں شِقَّةُ الْأَيْمَنِ مذکور ہے، اور ایک روایت میں فَجَحِشَتْ شِقَّةُ أَوْ كَيْفُهُ اور ایک روایت میں ہے فَأَلْقَتْ قَدَمَهُ، حافظ فرماتے ہیں لا منافاة بينهما لاحتمال وقوع الأمرين ^۱، یعنی دائیں جانب بھی متاثر ہوئی اور قدم مبارک ٹپکنا موح بھی آئی، یہ واقعہ ذی الحجہ ۵ھ میں پیش آیا اس موقع پر حضور ﷺ نے متعدد فرض نمازیں قاعدہ پڑھائیں اور صحابہ بھی اپنے ساتھ جالسا نماز پڑھنے کا حکم دیا۔

مسئلة الباب میں جمہور کی دلیل: یہی حدیث حنابلہ کا مستدل ہے اس کا جواب آپ مشکوٰۃ المصابیح میں پڑ چکے ہیں، صاحب مشکوٰۃ نے بعض علماء سے اس کا جواب یہ نقل کیا ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے اور یہ واقعہ شروع شروع کا ہے اور مرض الوفا کا واقعہ جس میں آپ ﷺ نے نماز بیٹھ کر پڑھائی اور صحابہ نے آپ ﷺ کے پیچھے کھڑے ہو کر پڑھی، وہ اس کے لئے ناسخ ہے ^۲۔

وَأَمَّا يُؤَخَّرُ بِالْآخِرِ فَلَا خَيْرَ مِنْ فِعْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اور حنابلہ مرض الوفا والی روایت کا ایک جواب تو یہ دیتے ہیں کہ اس روایت میں شدید اختلاف ہے اس بات میں کہ اس قصہ میں امام کون تھا ابو بکرؓ یا خود حضور ﷺ، لہذا اس سے استدلال صحیح نہیں، دوسرا جواب انہوں نے اسکا یہ دیا کہ اس مسئلہ کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ امام عذر کی وجہ سے شروع ہی سے نماز پڑھ کر پڑھائے، اس صورت کا حکم تو یہ ہے کہ مقتدی بھی بیٹھ کر پڑھیں، دوسری صورت یہ ہے کہ امام نماز کی ابتداء تو کرے گا

① فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۱۷۸

② مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح رقم الحديث ۱۱۳۹ - ج ۳ ص ۱۹۵

لیکن بعد میں کسی عذر کی وجہ سے اسکو بیٹھنا پڑ جائے، تو اس صورت میں مقتدی کو بیٹھنا نہیں چاہئے، جیسا کہ مرض الوفا میں ہوا کہ شروع میں امام صدیق اکبرؑ تھے جو کھڑے ہو کر نماز پڑھا رہے تھے، بعد میں حضور ﷺ مسجد میں تشریف لے آئے جس پر صدیق اکبرؑ پیچھے ہو گئے اور آپ ﷺ ان کے بجائے امام ہو گئے تو گویا یوں سمجھئے کہ امام کو درمیان میں عذر پیش آگیا، لہذا اس سے معلوم ہوا کہ درمیان میں عذر پیش آ جانے کا حکم دوسرا ہے۔ اس کے جواب میں جمہور یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ تو آپ نے حدیث کی توجیہ خالص اپنے مسلک کے مطابق کر لی، حدیث کا رخ اپنی طرف موڑ لیا۔

لام تردی نے اس مسئلہ کیلئے دو باب الگ الگ قائم کئے ہیں، ایک مذہب حنابلہ کے اثبات کیلئے جس طرح مصنف نے قائم فرمایا، دوسرا باب جمہور کا مسلک ثابت کرنے کیلئے قائم کیا اور اسکے مرض الوفا والی نماز کا قصہ مختلف روایات سے ذکر کیا ہے، لیکن امام ابو داؤد نے مسلک جمہور کو ثابت کرنے کیلئے نہ مستقل باب قائم فرمایا اور نہ جمہور کی دلیل ذکر فرمائی، امام خطابؒ نے اس کتاب کی شرح معالم السنن میں اس پر اظہار تعجب کیا ہے، کہ یہاں پر مصنف نے اپنی عادت کے خلاف صرف ایک فریق کی دلیل ذکر فرمائی اور جمہور کی دلیل سے کوئی تعرض نہیں کیا، حالانکہ یہ کتاب امہات سنن سے ہے اور بڑی جامع کتاب ہے، نہ معلوم مصنف کو کیا ذہول ہوا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

فائدہ: ہمارے حضرت شیخ کی رائے جیسا کہ مقدمۃ الکتاب میں بھی گزر چکا، یہ ہے کہ امام ابو داؤد حنبلی ہیں حنابلہ کے دلائل سے زیادہ اہتمام سے بیان فرماتے ہیں، مصنف نے جو طرز یہاں اختیار فرمایا اس سے حضرت شیخ کی رائے کی تائید ہوتی ہے۔

فائدہ ثانیہ: «وَإِذَا صَلَّى جَالِسًا فَصَلُّوا جُلُوسًا، کی تاویل یہ کی گئی ہے کہ یہ مطلب نہیں کہ جب امام بیٹھ کر نماز پڑھائے تو تم بھی بیٹھ کر ساری نماز پڑھو، بلکہ مطلب یہ ہے ادا جلس فاجلسوا، کہ جب امام تشہد کیلئے بیٹھے تو تو بھی بیٹھو، کما قال اذا کبر فکبروا و اذا رکع رکعوا، لیکن یہ جواب بس ایسا ہی ہے روایات مفصلہ کے خلاف ہے لیکن بعض الفاظ روایات سے اس معنی کی فی الجملہ تائید بھی ہوتی ہے، اس لئے کہ فرما رہے ہیں «وَلَا تَفْعَلُوا كَمَا يَفْعَلُ أَهْلُ فَارِسَ بِعِظَمَائِهَا، لَهَذَا هُوَ سَكَنُهَا» کہ بعض صحابہؓ حالت تشہد میں بجائے بیٹھنے کے اوبار تعظیماً کھڑے ہو جاتے ہوں، اس پر آپ ﷺ نے منع فرمایا کہ اس طرح میرے لئے نہ کھڑے ہو جس طرح اہل فارس اپنے بڑوں کی تعظیم میں کھڑے ہوتے ہیں۔

۶۰۱- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، وَوَكَيْعٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي سَفْيَانَ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرِيبًا بِالْمَدِينَةِ فَصَرَ عُنُقَهُ عَلَى حَذْمٍ نَحْلَةٍ فَأَنفَكْتُ قَدَمَهُ، فَأَتَيْنَاهُ نَعُودَهُ، فَوَجَدْنَاهُ فِي مَشْرُبَةٍ لِعَائِشَةَ يُسْتَبَحُّ جَالِسًا، قَالَ: فَقُمْنَا خَلْفَهُ فَسَكَتَ عَنَّا، ثُمَّ أَتَيْنَاهُ مَرَّةً أُخْرَى، نَعُودُهُ فَصَلَّى الْمَكْتُوبَةَ جَالِسًا، فَقُمْنَا خَلْفَهُ فَأَشَارَ إِلَيْنَا، فَقَعَدْنَا، قَالَ: فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ، قَالَ: «إِذَا صَلَّى الْإِمَامُ جَالِسًا فَصَلُّوا جُلُوسًا، وَإِذَا صَلَّى الْإِمَامُ قَائِمًا فَصَلُّوا قِيَامًا، وَلَا تَفْعَلُوا كَمَا يَفْعَلُ

أهل فارس يعظمونها»

ترجمہ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مدینے میں گھوڑے پر سوار ہوئے۔ تو گھوڑے نے آپ کو درخت کی جڑ پر گرا دیا جس سے آپ ﷺ کے پاؤں میں موج آگئی چنانچہ ہم آپ ﷺ کے پاس حال دریافت کرنے اور عیادت کیلئے حاضر ہوئے تو ہم نے آپ ﷺ کو حضرت عائشہؓ کے کمرہ میں بیٹھنے کی حالت میں نماز نفل میں مشغول پایا ہم آپ ﷺ کے پیچھے ہی کھڑے رہے (نماز کی نیت باندھ کر) اور آپ کو کچھ نہ بولے۔ دوسری مرتبہ ہم پھر مزاج پر سی کے لئے حاضر خدمت ہوئے تو آپ ﷺ بیٹھ کر فرض نماز پڑھ رہے تھے تو ہم بھی آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھنے کیلئے کھڑے ہو گئے آپ ﷺ نے ہمیں اشارہ فرمایا تو ہم بیٹھ گئے پھر جب نماز پوری فرمائی تو ارشاد فرمایا کہ جب امام بیٹھ کر نماز پڑھائے تو تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھو اور جب امام کھڑے ہو کر نماز پڑھائے تو تم بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھا کرو اور اہل فارس جس طرح اپنے بڑوں (بادشاہوں) کے ساتھ کیا کرتے تھے تم ایسا نہ کرو۔

ترجمہ صحیح مسلم - الصلاة (۴۱۳) سنن النسائی - السہو (۱۰۲۰) سنن ابی داؤد - الصلاة (۶۰۲) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فیہا (۱۲۴۰) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۳۰۰/۳) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۳۳۴/۳)

۶۰۳ - حَدَّثَنَا شَلِيمَانُ بْنُ حَرْبٍ، وَمُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ الْمُتَنَقِي، عَنْ وَهَيْبٍ، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِرَبِّكَ إِذَا كَذَرَ فَكَذَّبُوا، وَلَا تُكْذِبُوا حَتَّى يُكْذِبُوا، وَإِذَا رَكَعَ فَأَمَّا تَرَكُوا حَتَّى يَرُكَّعَ، وَإِذَا قَالَ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، فَقُولُوا: اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ - قَالَ مُسْلِمٌ: وَلَكَ الْحَمْدُ - وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا وَلَا تَسْجُدُوا حَتَّى يَسْجُدَ، وَإِذَا صَلَّى قَائِمًا فَصَلُّوا قِيَامًا، وَإِذَا صَلَّى قَاعِدًا فَصَلُّوا قُعُودًا أَجْمَعُونَ". قَالَ أَبُو دَاوُدَ: اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ أَفْهَمَنِي بَعْضُ أَصْحَابِنَا عَنْ شَلِيمَانَ.

ترجمہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ امام کو اسلئے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے پس جب وہ تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو اور جب تک وہ تکبیر نہ کہے تم تکبیر نہ کہو اور جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو اور تم جب تک رکوع نہ کرو جب تک کہ وہ رکوع نہ کرے اور جب وہ سمیع اللہ لمن حمد کہے تو تم کہو اللہم ربنا لک الحمد اور مسلم بن ابراہیم راوی فرماتے ہیں اللہم ربنا لک الحمد اور جب وہ سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو اور اس کے سجدہ کرنے سے پہلے تم سجدہ نہ کرو۔ اور جب وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو تم بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھو اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں اللہم ربنا لک الحمد والا جملہ (میں سلیمان استاد سے سمجھ نہیں سکا تھا) تو مجھے میرے بعض ساتھیوں نے اس حدیث کا یہ جملہ سمجھا دیا۔

۶۰۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَدَمَ الْمِصْبِصِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ، عَنْ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي

لُحْرَزَةً، عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ» بِهَذَا الْحَبْرُ زَادَ «وَإِذَا قَرَأْتَ نُصَلُّوا»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَهَذِهِ الزِّيَادَةُ وَإِذَا قَرَأْتَ نُصَلُّوا الْيَسْتُ بِمَحْفُوظَةٍ الْوَهُمُ عِنْدَ نَائِمٍ أَبِي خَالِدٍ».

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ امام اسلیئے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے اس حدیث کے ساتھ یہ بھی زیادتی ہے کہ جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش رہا کرو اور امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ یہ زیادتی «وَإِذَا قَرَأْتَ نُصَلُّوا» محفوظ نہیں ہے اور ہمارے نزدیک ابو خالد کا وہم ہے۔

صحیح البخاری - الأذان (۶۸۹) صحیح مسلم - الصلاة (۴۱۴) صحیح مسلم - الصلاة (۴۱۷) سنن النسائي - الافتتاح (۹۲۱) سنن النسائي - الافتتاح (۹۲۲) سنن ابی داؤد - الصلاة (۶۰۳) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۸۴۶) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۱۲۳۹) مسند احمد - باقي مسند المكثرين (۲۳۰/۲) مسند احمد - باقي مسند المكثرين (۳۱۴/۲) مسند احمد - باقي مسند المكثرين (۳۴۱/۲) مسند احمد - باقي مسند المكثرين (۳۷۶/۲) مسند احمد - باقي مسند المكثرين (۴۱۱/۲) مسند احمد - باقي مسند المكثرين (۴۲۰/۲) مسند احمد - باقي مسند المكثرين (۴۷۵/۲) سنن الدارمي - الصلاة (۱۳۱)

زَادَ «وَإِذَا قَرَأْتَ نُصَلُّوا»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَذِهِ الزِّيَادَةُ وَإِذَا قَرَأْتَ نُصَلُّوا الْيَسْتُ بِمَحْفُوظَةٍ زَادَ فِي ضَمِيرِ بَدَلٍ اور منہل^۱ میں ابو خالد کی طرف راجع کی ہے جو ابن عجلان کے شاگرد ہیں، اور مصنف کے کلام سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے، لیکن عون المعبود میں زاد کا قائل زید بن اسلم کو لکھا ہے^۲، بظاہر اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں پر سند میں زید بن اسلم کا مقابل تو موجود ہے یعنی مصعب بن محمد جیسا کہ اوپر والی سند میں ہے، یہ دونوں یعنی مصعب اور زید بن اسلم ابوصالح کے شاگرد ہیں، اور ابو خالد کا مقابل یہاں کہیں سند میں موجود نہیں، لیکن بظاہر وجہ وہی ہے جو بدل اور منہل میں ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

وَإِذَا قَرَأْتَ نُصَلُّوا کے ثبوت کی بحث: اس کے بعد جاننا چاہئے اس کتاب کے شارح حافظ منذریؒ نے امام ابو داؤد کی تنقید کو تسلیم نہیں کیا، اور یہ کہا ابو خالد الاحمر جن کا نام سلیمان بن حیاء ہے یہ صحیحین کے راوی ہیں، شیخین نے ان کی روایت کی تخریج کی ہے، بالکل ثقہ راوی ہیں اور زیادتی ثقہ کی معتبر ہوتی ہے، اگرچہ وہ متفرد ہو، اور یہاں تو تفرد بھی نہیں ہے بلکہ محمد بن سعد الانصاری نے ابو خالد کے متابعت کی ہے جیسا کہ نسائی^۳ کی روایت میں موجود ہے لہذا یہ زیادتی صحیح اور ثابت ہے۔ جاننا چاہئے کہ «وَإِذَا قَرَأْتَ نُصَلُّوا»، اس کتاب میں آگے چل کر باب التشہد میں بھی آ رہا ہے، لیکن وہ حدیث ابو موسیٰ اشعرئی کی ہے اور یہاں جو حدیث ہے وہ ابو ہریرہؓ کی ہے، وہاں بھی مصنف نے اس لفظ پر کلام کیا ہے اور اس کو غیر محفوظ قرار دیا ہے اور فرمایا لَمْ يَجْعَلْهُ إِلَّا سَلِيمًا لِلتَّحْمِيلِ^۴۔

۱ النہل العذب المربود شرح سنن ابی داؤد - ج ۴ ص ۳۳۲، بدل المعبود فی حل ابی داؤد - ج ۴ ص ۲۳۸
 ۲ عون المعبود علی سنن ابی داؤد - ج ۲ ص ۳۱۵
 ۳ سنن النسائي - کتاب الافتتاح - باب تأویل قولہ عزوجل: {وَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ وَانصِبْ الْعَلَامَ ثُمَّ خَلِّمْ} ۹۲۲
 ۴ سنن ابی داؤد - کتاب الصلاة - باب التشہد ۹۷۳

امام مسلم نے صحیح مسلم میں ابو موسیٰ اشعرئی کی حدیث جس میں یہ زیادتی موجود ہے، کی تخریج کی ہے، امام مسلم کے کسی شاگرد نے اس لفظ پر تردد کا اظہار کیا اور وہ تردد یہی ہو سکتا تھا کہ اس زیادتی کیساتھ سلیمان تیس متقدم ہیں تو اس پر امام مسلم نے فرمایا اگر یہ اَحْفَظُ مِنْ سَلِيمَانَ؟ یعنی اگر سلیمان تیس اس کے ساتھ متقدم ہیں تو کیا حرج ہے وہ تو بڑے ثقہ اور حافظ حدیث ہیں، اس کے بعد اسی سائل نے امام مسلم سے دریافت کیا کہ یہ لفظ حدیث ابو ہریرہ میں بھی ہے کیا وہ بھی آپ کے نزدیک صحیح ہے، انہوں نے فرمایا کہ ہاں صحیح ہے سائل نے کہا کہ پھر آپ نے اسکی یہاں اس کتاب میں تخریج کیوں نہیں کی تو انہوں نے فرمایا لیس کل شیء عنہ صحیح وصعبہ ہا هنا ائمتنا وضعف ہا هنا ما ائمتنا وضعفہ^۱ کہ یہ ضروری نہیں کہ جو حدیث میرے نزدیک صحیح ہو اس کو میں یہاں اپنی صحیح میں ذکر کروں، اپنی اس صحیح میں تو صرف وہ احادیث لاتا ہوں جن کی صحت پر مشائخ کا اجماع ہوتا ہے یہ تمام عبارت صحیح مسلم کے اندر متن میں موجود ہے، اس سے معلوم ہوا کہ ابو موسیٰ اشعرئی کی حدیث جس میں یہ زیادتی موجود ہے وہ بقول امام مسلم کے بالاجماع صحیح ہے (مگر یہ ذہن میں رہے کہ امام مسلم کی مراد اجماع سے چند مخصوص مشائخ کا اجماع ہے)، حضرت سہارپوریؒ نے بدل الجہود میں وَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَلِمْ يَدَكَ وَارْفَعْ يَدَكَ فَعَمَّا، قَائِمًا اَنْ اجْلِسُوا فَلَمَّا انْصَرَفْت، قَالَ: «اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَاِذَا رَفَعْتَ يَدَكَ فَارْفَعُوْا، وَاِذَا صَلَّى جَالِسًا فَصَلُّوْا الْجُلُوسَا»۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے گھر میں بیٹھ کر نماز ادا فرمائی اور لوگوں نے آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر اقتداء کی تو آپ نے لوگوں کو بیٹھنے کا اشارہ فرمایا پھر جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ امام اسلیع بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے لہذا جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کیا کرو جب وہ سر اٹھائے تو تم سر اٹھاؤ اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔

۶۰۵ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا قَالَتْ: صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِهِ وَهُوَ جَالِسٌ فَصَلَّى وَرَاءَهُ قَوْمٌ قِيَامًا، فَأَشَارَ إِلَيْهِمْ أَنْ اجْلِسُوا فَلَمَّا انْصَرَفَتْ، قَالَ: «إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإِذَا رَفَعْتَ يَدَكَ فَارْفَعُوا، وَإِذَا صَلَّى جَالِسًا فَصَلُّوا الْجُلُوسَا»۔

۶۰۶ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَبُزَيْدُ بْنُ خَالٍ ابْنُ مَوْهَبٍ الْمُغَنِّي أَنَّ اللَّيْثَ، حَدَّثَهُمْ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ:

۱ صحیح مسلم - کتاب الصلوة - باب التشہد فی الصلوة ۴۰۴

۲ بدل الجہود فی حل ابی داود - ج ۴ ص ۲۴۵ - ۲۴۸

بَشَرَكِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّيْنَا وَرَأَيْتُهُ، وَهُوَ قَاعِدٌ وَأَبُو بَكْرٍ يُكَبِّرُ لِلْمَسْبُوحِ النَّاسُ تَكْبِيرَهُ، ثُمَّ سَأَلَ الْحَدِيثَ.

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کو مرض لاحق ہوا تو ہم نے آپ ﷺ کے پیچھے اس حال میں نماز پڑھی کہ آپ بیٹھے ہوئے تھے اور ابو بکرؓ تکبیر کہہ رہے تھے تاکہ لوگ تکبیر کی آواز سن لیں پھر آگے حدیث پوری بیان کی۔

صحیح البخاری - الأذان (۶۵۶) صحیح البخاری - الجمعة (۱۰۶۲) صحیح البخاری - الجمعة (۱۱۷۹) صحیح البخاری - الرضی (۵۳۳۴) صحیح مسلم - الصلاة (۴۱۲) سنن أبي داود - الصلاة (۶۰۵) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (۱۲۳۷) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۵۱/۶) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۵۸/۶) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۶۸/۶) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۱۴۸/۶) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۱۹۴/۶) موطأ مالك - النداء للصلاة (۳۰۷)

۶۰۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، أَخْبَرَنَا زَيْدُ بْنُ يَعْنَى ابْنُ الْحُبَابِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ صَالِحٍ، حَدَّثَنِي حُصَيْنٌ، مِنْ وَلَدِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ، عَنْ أُسَيْدِ بْنِ حُضَيْرٍ، أَنَّهُ كَانَ يُؤْمُهُمْ، قَالَ: فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغُودُهُ، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ إِمَامَنَا مَرِيضٌ، فَقَالَ: «إِذَا صَلَّى قَاعِدٌ أَفْضَلُوا أَفْعُودًا»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَذَا الْحَدِيثُ لَيْسَ بِمُتَّعِلٍ.

حضرت اسید بن حضیرؓ سے مروی ہے کہ وہ امامت کرایا کرتے تھے (ایک مرتبہ وہ بیمار ہوئے) تو رسول اللہ ﷺ کیلئے تشریف لائے لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہمارا امام بیمار ہو گیا ہے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھو امام ابو داود فرماتے ہیں کہ حدیث متصل نہیں ہے۔

۷۴ - بَابُ الرَّجُلَيْنِ يُؤْمُهُمَا صَاحِبَتُهُ كَيْفَ يَقُومَانِ

باب دو آدمیوں میں سے ایک جماعت کروائے دوسرے کو تو دونوں کس طرح کھڑے ہوں؟

۶۰۸ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا ثَابِتٌ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "دَخَلَ عَلَى أُمِّ حَرَامٍ فَأَثَرُهُ بِسَعْنٍ وَنَمْرٍ، فَقَالَ: «مُرُّوْا هَذَا فِي دِعَائِهِ، وَهَذَا فِي سِقَائِهِ، فَإِنِّي صَائِمٌ»، ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى بِنَارٍ تُحْتَمِلُ نَطُوءًا نَقَامَتْ أُمُّ سَلِيمٍ وَأُمُّ حَرَامٍ خَلْفَتَا، قَالَ ثَابِتٌ: وَلَا أَعْلَمُهُ إِلَّا قَالَ: أَقَامَنِي عَنْ يَمِينِهِ عَلَى يَسَاطِ.

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ام حرام کے گھر میں داخل ہوئے تو وہ اہل خانہ آپ ﷺ کے پاس گئی اور کھجور لائے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کھجوروں کو انکے برتن میں اور گھی یا مکھن کو اس کے مشکیزے میں اہل دوا سلینے کہ میرا روزہ ہے پھر کھڑے ہو گئے اور ہمیں دو رکعت نفل کی جماعت کروائی تو ام سلیم اور ام حرام ہمارے پیچھے صف میں کھڑے ہوئیں۔ ثابت فرماتے ہیں کہ اور میرا خیال یہی ہے کہ انسؓ نے مجھ سے فرمایا کہ آپ ﷺ نے مجھے اپنے دائیں جانب کھڑا کیا چٹائی پر۔

سنن النسائي - الإمامة (۸۰۵) سنن أبي داود - الصلاة (۶۰۸) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (۹۷۵) مسند أحمد - باقي

مسند الکثرین (۱۶۰/۳) مسند احمد - باقی مسند الکثرین (۲۴۲/۳) مسند احمد - باقی مسند الکثرین (۲۴۸/۳)

شرح حدیث
اَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "دَخَلَ عَلَى أُمِّ حَرَامٍ: فِيهِ ام حَرَامُ حَضْرَتِ انسؓ کی خالہ ہیں ام سلیم کی بہن قبائ میں رہتی تھیں، روایات میں آتا ہے کہ جب آپ ﷺ قبائ میں تشریف لیجاتے تو ان کے یہاں بھی تشریف لیجاتے، ان کے یہاں حضور ﷺ کا کھانا نوش فرمانا قبول فرمانا اور تغلیہ^۱ (سر میں جوں تلاش کرنا) وغیرہ سب کچھ ثابت ہے، اب یہاں سوال یہ ہوتا ہے کہ یہ کس بناء پر تھا۔

حضور ﷺ اور ام حرام کے درمیان علاقہ محرمیت کی بحث: سو بعض علماء نے تو علاقہ محرمیت کا دعویٰ کیا ہے، چنانچہ امام نوویؒ فرماتے ہیں اتفاق العلماء علی اٹھا کانت محرماً لہ صلی اللہ علیہ وسلم واختلفوا فی کیفیۃ ذلك،^۲ بعض نے کہا کہ یہ آپ ﷺ کی رضائی خالہ تھیں، بعض کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کی رضائی ماں تھیں، اور بعض نے نبی تعلق بھی ثابت کیا ہے قال ابن مسلمان: وكانت إحدى حالاته من الرضاۃ قالہ ابن وهب، وقال غیرہ بل خالته لأبیہ أو لجدہ^۳، اور اس کے بالقابل علامہ دمیاطیؒ نے مبالغہ کیساتھ رد کیا ہے ان لوگوں کا جو علاقہ محرمیت کے قائل ہیں، ابن العریؒ فرماتے ہیں کہ جو لوگ علاقہ محرمیت نہیں مانتے وہ یہ کہتے ہیں آپ ﷺ معصوم تھے "یملك اربہ عن زوجته فكيف عن غیرہا" یعنی آپ ﷺ اپنے نفس پر پورے پورے قابو یافتہ تھے، لہذا یہ یعنی خلوت بالا جنبیہ کا جواز آپ ﷺ کے خصائص میں سے ہوا^۴، گو قاضی عیاضؒ نے اس کو نہیں مانا "الخصوصیات لا تثبت بالا حمال" لیکن حافظ ابن حجرؒ کی رائے یہی ہے کہ یہ آپ ﷺ کی خصوصیت ہے۔

فَقَالَ: هَذَا هَذَا ابْنِ بَعَاثِهِ، وَهَذَا ابْنِ سِقَاتِهِ: آپ ﷺ نے فرمایا کہ کھجوروں کو تو مشکیزہ میں رکھ دیں اور مشکیزہ میں جو گھیا یا کھن ہے اسکو کھجوروں کے برتن میں الٹ دیں، بظاہر تبدیل دعا کی مصلحت یہ ہے کہ کھجور کو بند چیز میں رکھتے ہیں اسلئے کہ ہوائے اس میں کیڑا پیدا ہو جاتا ہے، اور یہ بھی احتمال ہے کہ انہوں نے دونوں چیزیں تھوڑی تھوڑی نکال کر آپ ﷺ کے سامنے رکھی ہوں آپ ﷺ نے فرمایا نکالنے کی ضرورت نہیں بلکہ ہر ایک کو اسکے برتن میں لوٹا دیں اس لئے کہ میرا روزہ ہے۔
لَمْ يَأْمُرْ بِقَصْلِ بَقَارِ كَعْتَلٍ: آپ ﷺ نے بیت ام حرامؓ میں نفل نماز پڑھی تاکہ ان کے گھر میں اور رزق میں خیر و برکت ہو، اس لئے کہ نماز جالب رزق ہے بلکہ بعض علماء نے لکھا ہے کہ نماز ہر منزل کا تحیہ ہے۔

① کما سیاق فی کتاب الجہاد باب فی رکوب البحر فی الفرد (۲۴۹۱)، من حدیث انسؓ، کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إذا ذهب إلى قبائ دَخَلَ عَلَى أُمِّ حَرَامٍ بَيْتِ بِلْحَانَ، دَخَلَ عَلَيْهَا وَهِيَ تَأْطَعُهُ، وَجَلَسَتْ تَقْلِي رَأْسَهُ

② المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج ج ۱ ص ۵۷

③ بذل الجہود فی حل ابی داؤد - ج ۴ ص ۲۵۱

④ عارضة الأحمدي شرح صحيح الترمذي - ج ۷ ص ۱۴۶

تنفل بالجماعة میں اختلاف علماء: اس حدیث میں تنفل بالجماعة کا ثبوت ہے جو امام شافعی و احمد کے

نزدیک مطلقاً جائز ہے، اور امام مالک کے نزدیک مختصر سی جماعت غیر مشہور جگہ میں جائز ہے، اور اسی طرح حنفیہ کے یہاں بھی لیکن صرف دو مقتدیوں کیساتھ اور اگر امام کے علاوہ تین شخص ہوں، اسمیں ہمارے یہاں دونوں قول ہیں، اور اگر امام کے علاوہ چار ہوں تو بلا خلاف مکروہ ہے^①۔

مسئلة الباب میں اختلاف علماء: أقامنی عن یحییٰ: اس سے معلوم ہوا کہ اگر مقتدی ایک ہو تو امام کی دائیں جانب کھڑا ہو، ائمہ اربعہ کا یہی مذہب ہے لیکن اگر بائیں جانب کھڑا ہو جائے تب بھی ائمہ ثلاث کے نزدیک جائز ہے بخلاف امام احمد کے کہ ان کے نزدیک بائیں جانب کھڑے ہونے سے نماز فاسد ہو جائے گی، اور ابراہیم نخعی کی رائے یہ ہے کہ اگر مقتدی ایک ہو تو امام کے پیچھے کھڑا ہو، رکوع میں جانے تک اگر کوئی دوسرا شخص آکر شامل ہو جائے فبہا ورنہ آگے بڑھ کر امام کے برابر میں کھڑا ہو جائے، تیسرا مذہب یہاں سعید بن المسیب کا ہے کہ مقتدی واحد کو خلف الامام ہی کھڑا ہونا چاہئے۔ (نقلہ الشعرائی فی المیزان)^②۔

① حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْمُخْتَلِرِ، عَنْ مُوسَى بْنِ أَنَسٍ يُحَدِّثُ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «أَمَّهُ وَأَمْرَأَةً مِنْهُمْ» فَجَعَلَهُ عَنْ يَمِينِهِ وَالْمَرْأَةَ خَلْفَ ذَلِكَ.

حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کی اور ان کے خاندان کی ایک عورت کی امام کروائی تو ان کو اپنے دائیں جانب اور عورت کو پیچھے کھڑا کیا۔

② سنن النسائي - الإمامة (۸۰۵) سنن ابی داؤد - الصلاة (۶۰۹) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۹۷۵) مسند احمد - باقی مسند الکثرین (۱۶۰/۳) مسند احمد - باقی مسند الکثرین (۲۴۲/۳) مسند احمد - باقی مسند الکثرین (۲۴۸/۳)

شرح الحديث قوله: فَجَعَلَهُ عَنْ يَمِينِهِ وَالْمَرْأَةَ خَلْفَ ذَلِكَ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کا مقام صف میں پیچھے ہے اگرچہ وہ تنہا ہی کیوں نہ ہو، مسئلہ متفق علیہ ہے، لیکن اختلاف اس میں ہے کہ اگر عورت مرد کے برابر یا اس سے آگے کھڑی ہو جائے تو کیا حکم ہے جمہور کے نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی، اور حنفیہ کے نزدیک حکم قیاس تو یہی ہے لیکن ان کے نزدیک استحساناً مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی، بشرطیکہ امام نے عورت کی امامت کی نیت کی ہو، اور اگر اس نے نیت نہیں کی تو مرد کی نماز درست اور عورت کی نماز فاسد ہو جائیگی، یہ مسئلہ مسئلة المحاذاة کہلاتا ہے اسمیں احناف و جمہور کا اختلاف مشہور ہے۔

مسئلة محاذاة میں حنفیہ کی دلیل پر کلام: حنفیہ کی تائید حدیث الباب سے ہوتی ہے کہ آپ ﷺ نے

ام سلیم کو باوجود اس کے تنہا ہونے کے پیچھے کھڑا کیا حالانکہ انفراد خلف اصف اکثر علماء کے نزدیک مکروہ ہے، اور امام احمد کے نزدیک مفسد صلاۃ ہے، دوسری دلیل عبد اللہ بن مسعود کی حدیث موقوف ہے جو غیر مدرک بالرائے ہونے کی بناء پر حکم میں مرفوع کے ہے **أَخَذُوا هُنَّ حَيْثُ أَخَذَهُنَّ اللَّهُ نَوَاحِ الطَّبَرَانِ** ^۱، قال ابن دمیق العید: **إنه حدیث صحیح قاله القاسمی فی البقایہ (کذا فی البذل)** ^۲، معلوم ہوا کہ مرد کا مقام تقدم ہے اور عورت کا مقام تاخر، اگر مرد اپنے برابر میں عورت کو نماز کے اندر جگہ دے رہا ہے تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ اس نے اپنا مقام کو ترک کیا، اور اپنے مقام کو ترک کرنا بڑی بھاری اور بنیادی غلطی ہے معمولی چیز نہیں، اس لئے مرد کی نماز فاسد ہو جائیگی، حافظ ابن حجر نے مسلک احناف پر اظہار تعجب کیا ہے اور یہ کہ یہ ایسی کمزور بات ہے جس کے جواب کی بھی حاجت نہیں آگے چل کر فرماتے ہیں کہ یہ صحیح ہے کہ مرد کا مقام تقدم علی المرأة ہے لیکن اس کے خلاف کرنے سے یہ کہاں ضروری ہے کہ اس کی نماز فاسد ہو جائے، وہ کہتے ہیں دیکھئے ثوب مغصوب میں نماز پڑھنا ممنوع ہے اس کو اتار دینا واجب ہے لیکن اگر کوئی شخص اسی میں نماز پڑھ لے تو بالاتفاق نماز صحیح ہو جاتی ہے زائد سے زائد مکروہ ہوگی اسی طرح یہاں بھی ہونا چاہئے ^۳۔

حافظ ابن حجر کے کلام کا رد: لیکن حافظ کا یہ قیاس مع الفارق ہے اس لئے کہ ہم اوپر کہہ چکے ہیں کہ ترک مقام ایک اساسی اور بنیادی غلطی ہے لہذا اس کا حکم بھی اسی کے مناسب اور سخت ہونا چاہئے کمالاً یحییٰ، علامہ عینی فرماتے ہیں کہ اگر یہ قائل (ابن حجر) حنفیہ کے مقال کی وقت کا ادراک کر لیتا تو وہ نہ کہتا جو اس نے کہا، اس میں قصور اپنی فہم کا ہے ^۴، اور حضرت سہارنپوری فرماتے ہیں کہ حافظ نے ثوب مغصوب والی مثال تو پیش کی، اور یہ مثال کیوں نہیں پیش کی، کہ دیکھئے امام کا مقام تقدم علی المقتدی ہے، اب اگر امام خود پیچھے اور مقتدی کو اپنے سے آگے کر دے تو بتائیے نماز فاسد ہوگی کہ نہیں؟ ^۵

۶۱۰ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: رُبْتُ فِي بَيْتِ خَالَتِي مَيْمُونَةَ «فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ اللَّيْلِ فَأُطْلِقَ الْقُرْبَةَ فَنَوَّضًا، ثُمَّ أَوْكَأَ الْقُرْبَةَ، ثُمَّ قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ، فَقُمْتُ فَنَوَّضْتُ كَمَا نَوَّضَهَا، ثُمَّ جُمْتُ فَقُمْتُ عَنْ بَسَارَةٍ، فَأَخَذَنِي بِمِصْبِيهِ فَأَذَانِي مِنْ وَرَائِهِ فَأَقَامَنِي عَنْ يَمِينِهِ، فَصَلَّيْتُ مَعَهُ».

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی خالہ میمونہ کے گھر رات گزاری (تو دیکھا) رسول اللہ ﷺ رات کو بیدار ہوئے تو آپ ﷺ نے مشکیزہ کھول کر وضو فرمایا پھر مشکیزے کا منہ بند کر دیا پھر نماز کے لئے کھڑے ہو گئے تو میں

۱ المجمع الكبير للطبراني رقم الحديث ۹۴۸۴ ج ۹ ص ۲۹۵

۲ بذل المجہود فی حل ابی داؤد - ج ۴ ص ۲۵۳

۳ فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۲۱۲

۴ عمدة القاری شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۲۶۱

۵ بذل المجہود فی حل ابی داؤد - ج ۴ ص ۲۵۴

بھی (یہ دیکھ کر) کھڑا ہوا اور وضو کیا جس طرح آپ ﷺ نے وضو فرمایا تھا پھر میں آکر آپ ﷺ کے بائیں جانب کھڑا ہو گیا تو آپ ﷺ نے مجھے میرے دائیں پہلو کی طرف پکڑا اور اپنے پیچھے سے اپنے دائیں جانب کھینچ کر کھڑا کر دیا چنانچہ میں نے آپ ﷺ کے ساتھ نماز ادا فرمائی۔

۶۱۱- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ أَبِي بَشِيرٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، فِي هَذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ: فَاتَّخَذَ بِرَأْسِي أَوْ بِذَوَائِي فَأَقَامَنِي عَنْ يَمِينِهِ.

ابن عباس سے گزشتہ حدیث مروی ہے اس میں یہ اضافہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے سر یا میرے بالوں کو پکڑ کر مجھے اپنے دائیں جانب کھڑا کر دیا۔

صحیح البخاری- العلم (۱۱۷) صحیح البخاری- الوضوء (۱۳۸) صحیح البخاری- الوضوء (۱۸۱) صحیح البخاری- الأذان (۶۱۵) صحیح البخاری- الأذان (۶۶۶) صحیح البخاری- الأذان (۶۶۷) صحیح البخاری- الأذان (۸۲۱) صحیح البخاری- الجمعة (۹۴۷) صحیح البخاری- الجمعة (۱۱۴۰) صحیح مسلم- الطہارۃ (۲۵۶) صحیح مسلم- صلاة المسافرين وقصرها (۷۶۳) جامع الترمذی- الصلاة (۲۳۲) سنن النسائي- الفصل والتيمم (۴۴۲) سنن النسائي- الإمامة (۸۰۶) سنن النسائي- التطييع (۱۱۲۱) سنن النسائي- قيام الليل وقطوع النهار (۱۶۲۰) سنن النسائي- قيام الليل وقطوع النهار (۱۷۰۴) سنن النسائي- قيام الليل وقطوع النهار (۱۷۰۵) سنن ابی داؤد- الصلاة (۶۱۰) سنن ابن ماجہ- إقامة الصلاة والسنة فيها (۹۷۳) سنن ابن ماجہ- إقامة الصلاة والسنة فيها (۱۳۶۳) موطأ مالك- الداء للصلاة (۲۶۷) سنن الدارمی- الصلاة (۱۲۵۵)

۷۲- بَابُ إِذَا كَانُوا ثَلَاثَةً كَيْفَ يَقُومُونَ

باب اگر تین آدمی (ایک امام اور دو مقتدی) ہوں تو کس طرح کھڑے ہوں

اگر ایک امام اور دو مقتدی ہوں تو عند الجمہور ان کا مقام خلف الامام ہے، اور حضرت عبد اللہ بن مسعود کے نزدیک امام کے دائیں بائیں کھڑے ہوں امام ابو یوسف سے بھی یہی مروی ہے، جمہور کی دلیل حدیث الباب ہے جس میں انس اور عتیم آپ ﷺ کے پیچھے کھڑے ہوئے اور ام سلیم ان دو کے پیچھے۔

۶۱۲- حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ جَدَّكَ مُلَيْكَةَ دَعَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَطْعَامٍ صَنَعْتُهُ فَأَكَلَ مِنْهُ، ثُمَّ قَالَ: «كُونُوا أَفْلاَ صُنِّعَ لَكُمْ»، قَالَ أَنَسٌ: فَقُمْتُ إِلَى حَصِيرِ لَنَا فَلَا أَسْوَدَ مِنْ طُولِ مَا لَيْسَ فَتَضَخَّ بِنَاءٍ «فَقَامَ عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَفَّفْتُ أَنَا وَالْيَتِيمُ وَرَاءَهُ، وَالْعُجُوزُ مِنْ وَرَائِنَا فَصَلَّى لَنَا كَعَتَيْنِ، ثُمَّ انْصَرَفَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ».

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ان کی ثانی ملکہ نے رسول اللہ ﷺ کی کھانے پر دعوت کی جو انہوں نے خود تیار کیا تھا آپ ﷺ نے کھانا تناول فرمایا پھر فرمایا اٹھو تاکہ میں تمہیں نماز پڑھاؤں حضرت انس

فرماتے ہیں کہ میں کھڑا ہو کر اپنے ایک بوریا کے پاس گیا جو طویل استعمال کی وجہ سے سیاہ ہو گیا تھا اس پر میں نے پانی چھڑکا پھر اس پر رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور میں اور یتیم (حضرت انس کے بھائی کا نام ہے) آپ کے پیچھے صف بنا کر کھڑے ہوئے اور ہمارے پیچھے بوڑھی خاتون (ملکہ) صف بنا کر کھڑی ہو گئیں اس کے بعد آپ ﷺ نے ہمیں دور کھینچیں پڑھائیں اور فارغ ہو کر آپ ﷺ تشریف لے گئے۔

صحیح البخاری - الصلاة (۳۷۳) صحیح البخاری - الأذان (۶۹۴) صحیح البخاری - الأذان (۸۲۲) صحیح البخاری - الأذان (۸۳۳) صحیح البخاری - الأذان (۵۸۵۰) صحیح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (۶۵۸) جامع الترمذی - الصلاة (۲۳۴) جامع الترمذی - الصلاة (۳۳۳) سنن النسائي - الإمامة (۸۰۱) سنن النسائي - الإمامة (۸۰۲) سنن النسائي - الإمامة (۸۶۹) سنن أبي داود - الصلاة (۶۱۲) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۱۱۹/۳) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۱۳۱/۳) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۱۴۹/۳) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۱۶۴/۳) منوطاً مالك - النداء للصلاة (۳۶۲) سنن الدارمی - الصلاة (۱۲۸۷)

شرح الحديث **شرح السند اور ضمیر کے مرجع کی تحقیق:** اَنَّ جَدَّتَهُ مَلَيْكَةَ: جَدَّتَهُ کی ضمیر میں شرح نے دو احتمال لکھے ہیں، یا تو یہ ضمیر اقرب کی طرف راجع ہے یعنی انس بن مالک یا البعد کی طرف یعنی اسحاق بن عبد اللہ جو اس حدیث کو حضرت انس سے روایت کر رہے ہیں، دراصل اس میں اختلاف ہو رہا ہے کہ ملکہ ام سلیم یعنی حضرت انس کی والدہ کا نام ہے یا ام سلیم کی والدہ کا نام ہے یعنی انس کی نانی کا، ابن عبد البر اور امام نووی وغیرہ نے قول اول کو اختیار کیا ہے اور ابن سعد وابن مندہ نے قول ثانی کو۔

یہ بھی جاننا ضروری ہے کہ اسحق بن عبد اللہ جو سند میں مذکور ہیں وہ انس کے بھتیجے ہیں، اس لئے کہ عبد اللہ ابن ابی طلحہ انس کے اخیانی (ماں شریک) بھائی ہیں، لہذا انس اسحق کے چچا ہوئے، پس اگر ملکہ ام سلیم (انس کی ماں) کا نام ہے تب تو یہ ضمیر لامحالہ اسحق کی طرف راجع ہوگی اس لئے کہ چچا کی والدہ بھتیجے کی دادی ہوتی ہے اور اگر دوسرا قول اختیار کیا جائے کہ ملکہ ام سلیم کی والدہ کا نام ہے تو اس صورت میں ضمیر اقرب یعنی انس کی طرف راجع ہوگی، اور جدہ سے مراد اس وقت نانی ہو گا نہ کہ دادی، یہ جو ہم نے کہا تھا کہ اسحق انس کے اخیانی بھائی کے بیٹے ہیں اس کی وضاحت یہ ہے کہ انس کی والدہ ام سلیم پہلے انس کے والد مالک کے نکاح میں تھیں مالک کے انتقال کے بعد ان سے ابو طلحہ نے نکاح کر لیا تھا جس سے عبد اللہ بن ابی طلحہ پیدا ہوئے، لہذا عبد اللہ بن ابی طلحہ انس کے اخیانی بھائی ہوئے۔

قوله: فَظَعْنَتْ إِلَى حَصِيرٍ لِّثَاقِدِ اسْوَدَّ مِنْ طُولِ مَا لَيْسَ فَتَضَحَّكُهُ هَمَاءٌ: یعنی ایسا بوریا جو طویل استعمال کی وجہ سے سیاہ ہو گیا تھا، انس کہتے ہیں کہ میں نے اس پر پانی چھڑکا تا کہ اس سے غبار اور میل پکھیل دور ہو جائے، اور یا اس لئے کہ وہ نرم ہو جائے اور یا اس لئے کہ اس کی طہارت میں شک ہو گا، وہ شک دور ہو جائے، عام شرح نے پہلے اور دوسرے احتمال کو اختیار کیا ہے اور قاضی عیاض مالکی نے احتمال ثالث کو۔

بعض مسائل ثابتہ بالحديث کا بیان: مسئلہ اولی: دراصل مالکیہ کا مذہب یہ ہے کہ جس چیز کی نہایت مشکوک ہو اس کو پاک کرنے کیلئے نضح کافی ہے اور قاضی عیاض چونکہ مالکی ہیں اس لئے انہوں نے اسکو اختیار کیا، یہ اختلافی مسئلہ مشہور ہے شاید کتاب الطہارۃ^۱ میں بھی کسی جگہ گزرا ہے۔

مسئلہ ثانیہ: یہاں حدیث میں لفظ لبس کو افتراش کے معنی لیا ہے، اس سے مالکیہ نے ایک اور مسئلہ پر استدلال کیا کہ اگر کوئی شخص عدم لبس کی قسم کھائے اور پھر وہ اس کپڑے کو بچھا کر اس پر بیٹھ جائے تو خائض ہو جائے گا جمہور اس کے قائل ہیں اس لئے کہ ایمان کا مدار عرف پر ہوتا ہے اور عرف میں لبس کا استعمال افتراش میں نہیں ہوتا، اور یہاں حدیث میں لبس کو جو افتراش پر محمول کیا گیا ہے وہ قرینہ کی وجہ سے (قالہ ابن رسلان^۲)۔

مسئلہ ثالثہ افتراش حریر للرجال: جانتا چاہئے کہ یہاں ایک اور مسئلہ اختلافی ہے وہ یہ کہ عند الجمہور رجال کے حق میں جس طرح لبس حریر جائز نہیں اسی طرح افتراش حریر بھی جائز نہیں، اس میں امام اعظم ابو حنیفہ کا اختلاف ہے ان کے نزدیک مرد کیلئے افتراش حریر جائز ہے اس لئے کہ حدیث میں لبس کی ممانعت ہے افتراش کی نہیں، حافظ ابن حجر نے اس حدیث سے امام صاحب کے مذہب کی تردید کی ہے کیونکہ یہاں حدیث میں لبس کو افتراش کی جگہ استعمال کیا گیا ہے^۳، علامہ عینی نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ اس حدیث میں لبس ہے عیبت الثوب والا لبس مراد نہیں ہے بلکہ یہ ماخوذ ہے عرب کے قول لبست القمۃ سے جس کے معنی ہیں تمشیع کے، یعنی عیبت بھارا زمانا، لہذا یہاں حدیث میں لبس بمعنی تمشیع ہے اور پہننے کے معنی میں مستعمل نہیں ہو رہا ہے، لہذا اس حدیث سے امام صاحب کے قول کے خلاف پر استدلال صحیح نہیں^۴۔

شرح الحدیث: قوله: وَصَفَقْتُ أَنَا وَالْيَتِيمَ وَرَأَعًا، وَالْعُجُوزَ وَرَأَقًا: انس کہتے ہیں کہ میں اور ایک مسکین آپ ﷺ کے پیچھے کھڑے ہوئے اور ملکہ ہمارے پیچھے، یتیم کا اطلاق نابالغ بچہ پر ہوتا ہے خواہ وہ ممیز ہو یا غیر ممیز لیکن یہاں ممیز مراد ہے کیونکہ غیر ممیز کی نماز درست نہیں، شرح نے اس یتیم کا نام ضمیرہ بن ابی ضمیرہ لکھا ہے اور ابو ضمیرہ کا نام سعد ہے اسی لئے بعض شروح حدیث میں اس یتیم کا نام ضمیرہ بن سعد لکھا ہے ضمیرہ کے والد سعد کا شمار اہل رجال نے حضور ﷺ کے موالی میں کیا ہے، اور ملا علی قاری نے ایک الگ ہی بات لکھی ہے وہ یہ کہ یتیم انس کے بھائی کا نام ہے^۵، واللہ تعالیٰ اعلم۔

اس حدیث سے حضرت انس کے گھر والوں کے زہد و قناعت کا حال معلوم ہوتا ہے جبھی تو حضور ﷺ کو پرانے پورے پر نماز

۱۔ ثوب مصلی کی تفسیر سے متعلق ایک باب میں وَلْتَنْصَحْ مَالَهُ تَزَّو کے ذیل میں گذرا (ردمہ الحدیث ۳۶۰)۔

۲۔ بذل المجہود فی حل ابی داؤد - ج ۴ ص ۲۵۹

۳۔ فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۲۹۲

۴۔ عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ج ۴ ص ۱۱۱

۵۔ مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح - ج ۳ ص ۱۶۵

پڑھو الی۔

قوله: فَصَلَّى لَنَا رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ انْصَرَفَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اس واقعہ میں آپ نے کھانا پہلے نوش فرمایا اور نماز کی دو رکعت بعد میں پڑھی، اور عتبان بن مالک کا جو مشہور قصہ ہے صحیح مسلم وغیرہ میں وہاں ترتیب میں اس کا برعکس ہے جس کی وجہ بظاہر یہ ہے کہ وہاں آپ کا مقصود ان کے مکان پر جانے سے نماز ہی پڑھنا تھا اور یہاں آپ کھانے کے دعوت پر تشریف لائے تھے۔

۶۱۳ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قَصِيْلٍ، عَنْ هَارُونَ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: اسْتَأْذَنَ عُلُقَمَةُ، وَالْأَسْوَدُ، عَلَى عَبْدِ اللَّهِ، وَقَدْ كُنَّا أَطْلَعْنَا الْقُعُودَ عَلَى بَابِهِ فَخَرَجَتْ الْجَارِيَةُ قَامَتَا لَهَا فَاذْنُ لَهَا، ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى بَيْنِي وَبَيْنَهُ، ثُمَّ قَالَ: هَكَذَا أَرَأَيْتَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَّ."

حضرت عبد الرحمن بن الاسود اپنے والد سے روایت کرتے ہیں ان کے والد فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ علقمہ اور اسود نے حضرت عبد اللہ بن مسعود کے دروازے پر جا کر اجازت طلب کی تو ہمیں کافی دیر تک بیٹھنا پڑا کافی دیر بعد اندر سے ایک جاریہ (باندی) نکل کر آئی پھر اندر جا کر حضرت عبد اللہ بن مسعود سے ان کے لئے اجازت مانگی تو انہوں نے اجازت دے دی (ہم اندر داخل ہوئے تو عبد اللہ بن مسعود نے ہم دونوں کو اپنے دونوں طرف کھڑا کر کے نماز پڑھائی پھر عبد اللہ بن مسعود نے فرمایا کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا۔

سنن النسائي - الإمامة (۷۹۹) سنن أبی داود - الصلاة (۶۱۳) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۱/۲۴۶)

اسْتَأْذَنَ عُلُقَمَةُ، وَالْأَسْوَدُ، ۱، عَلَى عَبْدِ اللَّهِ، وَقَدْ كُنَّا أَطْلَعْنَا الْقُعُودَ عَلَى بَابِهِ فَخَرَجَتْ الْجَارِيَةُ: علقمہ

اور اسود جو کہ حضرت ابن مسعود کے مشہور شاگرد ہیں وہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم نے عبد اللہ بن مسعود کے دروازہ پر جا کر استیذان کیا جسمیں ہمیں دیر تک بیٹھنا پڑا، دیر کے بعد اندر سے ایک جاریہ نکل کر آئی اس نے آکر ہمیں دروازہ پر بیٹھا دیکھ کر اندر جا کر ہمارے لئے حضرت عبد اللہ سے استیذان کیا، اجازت مل جانے پر ہم اندر داخل ہوئے انہوں نے ہمیں اپنے دائیں بائیں کھڑا کر کے نماز پڑھائی اور پھر بعد میں فرمایا کہ اسی طرح میں نے حضور ﷺ کو کرتے دیکھا ہے۔

مسئله الباب میں جمہور کی دلیل: یہ روایت جمہور کے خلاف ہے، جمہور کا استدلال گذشتہ روایت فصفت

أَنَا وَالْيَتِيمُ، والی حدیث سے ہے اور یہ حدیث موقوف ہے اور یہ جو یہاں پر روایت میں مذکور ہے ہکذا أَرَأَيْتَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (جس سے یہ حدیث مرفوع ہو جاتی ہے) یہ زیادتی اکثر روایات میں موجود نہیں اور اگر اس زیادتی کو ثابت بھی مان لیا جائے تو کہا جائیگا کہ ممکن ہے آپ ﷺ نے ضیق مکان کی وجہ سے ایسا کبھی کیا ہو، اور خود ابن مسعود کے فعل کے بارے میں بھی ابن سیرینؒ نے یہی توجیہ کی ہے۔

۷۲۔ باب الإمام یشکر ثبغاً التسلیم

۵۸۔ باب ہے امام کے نماز سے فارغ ہونے (سلام پھیرنے) کے بعد قبلہ سے رخ پھیر لینے کے متعلق ۵۸۔

مصنف کے قائم کردہ ترجمین میں فرق: اسی قسم کا ایک باب ابواب الجمعہ سے ذرا پہلے آ رہا ہے۔ باب کتب الإنصراف من الصلوة دونوں کا مضمون و مفہوم بظاہر ایک ہے لہذا یہ تکرار ہوا لیکن فی الواقع تکرار نہیں، اس لئے کہ یہاں پر انحراف سے مراد تحول الی القوم ہے یعنی امام کا نماز سے فارغ ہونے کے بعد بجائے مستقبل قبلہ بیٹھنے کے رخ بدل کر بیٹھنا، اور آئندہ جو باب آ رہا ہے وہاں انصراف سے مراد انصراف الی البیت یا انصراف الی موضع الحاجة ہے یعنی نماز سے فارغ ہونے کے بعد مصلیٰ سے اٹھ کر جانا، لہذا دونوں بابوں کا مفہوم مختلف ہوا۔

۶۱۹۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ، حَدَّثَنِي يَعْلَى بْنُ عَظَامٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: «صَلَّيْتُ خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ إِذَا انْصَرَفَ انْحَرَفَ»

ترجمہ: جابر بن یزید بن الاسود اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی آپ ﷺ جب نماز کا سلام پھیرتے تو اپنا رخ پھیر لیتے۔

جامع الترمذی - الصلاة (۲۱۹) سنن ابی داؤد - الصلاة (۶۱۹)

شرح الحدیث: صَلَّيْتُ خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ إِذَا انْصَرَفَ انْحَرَفَ یعنی جب آپ ﷺ نماز کا سلام پھیرتے تو آپ ﷺ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ اپنے مصلیٰ پر رخ بدل کر بیٹھتے الی الیمین یا الی الیسار، لیکن اکثر انحراف آپ ﷺ کا الی الیمین ہوتا تھا اور کبھی الی الیسار بھی، اسی لئے جیسا کہ اس سے اگلی حدیث میں آ رہا ہے صحابہ صف میں دائیں جانب کھڑا ہونا پسند کرتے تھے، تاکہ چہرہ انور کی زیارت ہوتی رہے۔

حدیث پر من حیث الفقہ کلام: اب یہ کہ فقہاء کی اس میں کیا رائے ہے؟ بعض شراح نے جمہور کا مسلک یہ لکھا ہے ان کے نزدیک انحراف الی الیمین اور حنفیہ کے نزدیک الی الیسار اولیٰ ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ حنفیہ یہ کہتے ہیں کہ کسی ایک جانب کا التزام نہ کرے کبھی الی الیمین اور کبھی الی الیسار کو اختیار کرے۔

اس انحراف میں حکمت کیا ہے؟ شراح کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک حکمت اس میں ازالۃ الاشتباہ فی حق الجائز ہے کہ اگر نماز سے فارغ ہونے کے بعد مقتدیوں کی طرح امام صاحب بھی مستقبل قبلہ بیٹھ رہیں گے تو بعد میں آنے والے کو اول و حلہ میں اشتباہ ہو سکتا ہے کہ نماز ہو رہی ہے لوگ قعدہ میں ہیں، اور دوسری حکمت اس میں الاحتراز عن استدبار القوم ہے لوگوں کی طرف پشت کرنے سے بچنا، یہاں ایک سوال یہ ہے کہ امام کو نماز کے بعد اپنی جگہ بیٹھنا چاہئے یا نہیں؟ سو

فقہاء نے لکھا ہے خصوصاً صاحب بدائع نے کہ جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں ان میں امام نہ بیٹھے تاکہ سنتوں میں تاخیر نہ ہو باقی نمازوں میں اختیار^۱ ہے۔

یہ کلام تو اس باب سے متعلق ہے اور وہ باب جو آگے آ رہا ہے بَابُ كَيْفِ الْاِنْصِرَافِ مِنَ الصَّلَاةِ یعنی مصلیٰ سے اٹھ کر امام کی طرف کو جائے دائیں جانب کو یا بائیں، سو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ موضع حاجت کے تابع ہے، جس طرف کو اس کی حاجت دہم ہے اور جسمیں وہ اپنی سہولت سمجھے اس طرف کو جائے، مثلاً امام کی منزل یا اس کا حجرہ اگر دائیں طرف ہے تو دائیں طرف کو جائے اور اگر بائیں طرف ہے تو اس طرف کو جائے، اور ایک صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ تحول الی القوم جو اس باب میں مذکور ہے اس کو بھی موضع حاجت کے تابع مانا جائے کہ اگر امام کا حجرہ دائیں طرف ہو تو دائیں طرف رخ کر کے بیٹھے اور اگر حجرہ بائیں جانب ہو تو اسی طرف کو رخ کر کے بیٹھے تاکہ اٹھ کر جاتے وقت گھومنا پڑے حضرت شیخ نے حاشیہ لامع میں اسی طرح تحریر فرمایا ہے۔

۶۱۵- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ، حَدَّثَنَا مُسْعَرٌ، عَنْ ثَابِتِ بْنِ عُبَيْدٍ، عَنْ عُثَيْدِ بْنِ الْبَرَاءِ، عَنْ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: «إِذَا صَلَّيْنَا خَلَفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْبَبْنَا أَنْ نَكُونَ عَنْ يَمِينِهِ، فَيَقِيلُ عَلَيْنَا بِوُجْهِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ».

ترجمہ حضرت براء بن عازب سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھتے تو ہمیں یہ بات پسند ہوتی کہ ہم آپ ﷺ کے دائیں جانب صف میں کھڑے ہوں تاکہ آپ ﷺ ہماری طرف رخ فرمائیں (اور ہمیں آپ کی زیارت حاصل ہو)۔

صحیح مسلم - صلاة المسافرين وقصرها (۷۰۹) سنن النسائي - الإمامة (۸۲۲) سنن ابی داؤد - الصلاة (۶۱۵) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۱۰۰۶) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (۲۹۰/۴) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (۳۰۴/۴)

۷۴- بَابُ الْإِمَامِ يَنْطَلِعُ فِي مَكَانِهِ

باب امام کے اپنی جگہ (مصلیٰ) پر ہی نفل پڑھنے کے بارے میں حکم

۶۱۶- حَدَّثَنَا أَبُو تَوْبَةَ الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ الْقُرَشِيُّ، حَدَّثَنَا عَطَاءُ الْحَرَسَانِيُّ، عَنْ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا يُصَلِّي الْإِمَامُ فِي الْمَوْضِعِ الَّذِي صَلَّى فِيهِ حَتَّى يَتَحَوَّلَ»، قَالَ أَبُو دَاؤُدَ: عَطَاءُ الْحَرَسَانِيُّ لَمْ يُذَرِكِ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ.

ترجمہ حضرت مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ امام اپنی اس جگہ

۱ چنانچہ آپ دیکھتے ہیں کہ عام غزور سے ائمہ عصر اور فجر کی نماز کے بعد اپنے مصلیٰ پر بیٹھ کر تسبیح قاطعہ وغیرہ پڑھتے ہیں، لیکن یہ ذہن میں رہے کہ تسبیح قاطعہ صرف ان دو نمازوں کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ سبھی نمازوں کے بعد پڑھنے کی ترغیب آئی ہے لہذا باقی نمازوں میں سنتوں کے بعد پڑھنا چاہئے۔

پر جہاں اس نے (فرض) نماز ادا کی ہے (نفل) نماز نہ پڑھے جب تک کہ جگہ نہ بدل لے۔ امام ابو داود فرماتے ہیں کہ عطاء خراسانی نے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کا زمانہ نہیں پایا۔

سنن ابی داود - الصلاة (۶۱۶) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۱۴۲۸)

شرح الحديث

قال رسول الله ﷺ: «لَا يُصَلِّي الْإِمَامُ فِي الْمَوْضِعِ الَّذِي صَلَّى فِيهِ حَتَّى يَتَحَوَّلَ»۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام کو محل فرض میں سنت یا نفل نہیں پڑھنا چاہئے، علیٰ ہذا القیاس مقتدی بھی ہے، چنانچہ ابواب التہجد کے بعد ایک باب آ رہا ہے بَابُ فِي الرَّجُلِ يَتَطَوَّعُ فِي مَكَانِهِ الَّذِي صَلَّى فِيهِ الْكُتُوبَةُ، اور اس میں مصنف نے ابو ہریرہؓ کی حدیث غر فوع أَبْعَدُ أَجْدُكُمْ - قَالَ: عَنْ عَبْدِ الْوَارِثِ - أَنْ يَتَقَدَّمَ، أَوْ يَتَأَخَّرَ أَنْ ذَكَرَ كَيْفَ هِيَ اس حدیث^۱ میں امام کی قید نہیں بلکہ عام ہے اسی لئے عند الجمهور یہ حکم بھی عام ہے جیسا کہ عینی شرح بخاری میں ہے، نیز اس میں ہے کہ ابن عمرؓ کے نزدیک کراہت صرف امام کیلئے ہے غیر امام کے حق میں ان کے نزدیک کچھ حرج نہیں، اور بذل المجہود میں صاحب بدائع^۲ سے امام کے حق میں تو کراہت ہی لکھی ہے اور مأموم کے حق میں وہ فرماتے ہیں کہ اسمیں ہمارے مشائخ کا اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ اس کے حق میں کوئی حرج نہیں امام کا اپنی جگہ سے ہٹ جانا ازالہ اشتباہ کے لئے کافی ہے، اور امام محمدؒ سے منقول ہے کہ قوم کے حق میں بھی یہی مستحب ہے کہ وہ صفوف کو توڑ کر متفرق ہو جائیں تاکہ اشتباہ کلی طور پر دور سے دیکھے والے کے حق میں بھی مرتفع ہو جائے^۳۔ واضح رہے کہ شرح نے اس انتقال مکانی کی حکمت ازالہ اشتباہ کے علاوہ استکبار شہود بھی لکھی ہے۔

۷۵۔ بَابُ الْإِمَامِ يُحْدِثُ بَعْدَ مَا يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنْ آخِرِ الرَّكْعَةِ

باب اگر امام آخری رکعت کے سجدے سے سر اٹھانے کے بعد بے وضو ہو جائے تو اس کے حکم کے بیان میں ۶۰۷ بعض نسخوں میں یہاں پر مِنْ آخِرِ الرَّكْعَةِ کا بھی اضافہ ہے، یعنی امام آخری رکعت پڑھ لینے کے بعد اگر محدث ہو جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ نماز درست ہوئی یا نہیں، ترجمۃ الباب میں تو اگرچہ آخری رکعت کے سجدہ ہی کا ذکر ہے لیکن مراد یہ ہے کہ آخری رکعت کے سجدہ اور اس کے بعد قعدہ سے فارغ ہو چکا ہو جیسا کہ حدیث الباب میں مذکور ہے۔

۶۱۷۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ زِيَادٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ رَافِعٍ، وَبَكْرِ بْنِ سَوَادَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا قَضَى الْإِمَامُ الصَّلَاةَ وَقَعَدَ فَأُخِذَتْ قَبْلُ أَنْ يَتَكَلَّمَ، فَقَدْ تَمَّتْ صَلَاتُهُ، وَمَنْ كَانَ خَلْفَهُ مِنْ أُمَّةٍ الصَّلَاةَ»۔

۱ سنن ابی داود - کتاب الصلاة - باب فی الرجل یتطوع فی مکانہ الذی صلی فیہ المکتوبۃ ۱۰۰۶

۲ بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ج ۱ ص ۱۵۹

۳ بذل المجہود فی حل ابی داود - ج ۴ ص ۲۶۳ - ۲۶۴

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب امام نماز پوری کر کے قعدہ سے فارغ ہو چکا پھر اس کو حدث لاحق ہو گیا بات چیت کرنے سے پہلے تو اس امام کی بھی نماز مکمل ہو چکی تھی اور اس مقتدی کی بھی جو اس کی اقتداء میں نماز پڑھ رہا تھا اور اس کی نماز کی تمام رکعات ہو چکی تھیں۔

جامع الترمذی - الصلاة (۴۰۸) سنن ابی داؤد - الصلاة (۶۱۷)

حدیث الباب حنیفہ کی دلیل ہے: إِذَا قَضَى الْإِمَامُ الصَّلَاةَ وَقَعَدَ فَأُخِذَتْ قَبْلَ أَنْ يَتَكَلَّمَ.

شرح الحدیث

فَقَدْ تَمَّتْ صَلَاتُهُ: اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ نماز کے ارکان میں سے آخری رکن قعدہ قدر التمشہد ہے لہذا معلوم ہوا کہ سلام فرض نہیں، مسئلہ مختلف فیہ ہے، کتاب الطہارۃ کے شروع میں مفتاح الصلاۃ الطہور، وَتَحْرِيمُهَا التَّكْبِيرُ، وَتَحْلِيلُهَا التَّسْلِيمُ^۱ کے ذیل میں گزر چکا، ائمہ ثلاث کے نزدیک فرض ہے اور حنیفہ کے نزدیک نہیں، لہذا یہ حدیث حنیفہ کی دلیل ہوئی، جمہور اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے عبدالرحمن بن زیاد افریقی کی وجہ سے، جواب یہ ہے کہ عبدالرحمن کا ضعف مختلف فیہ ہے، بہت سے ائمہ نے ان کی توثیق بھی کی ہے، دلائل پر کلام مذکورہ بالا حدیث کے ذیل میں بھی گزر چکا۔

قعدہ اخیر کے حکم میں اختلاف: یہ اختلاف تو سلام کے بارے میں تھا اور قعدہ اخیرہ میں بھی قدرے اختلاف ہے،

وہ یہ کہ عند الجمهور، ومنهم الحنفية والشافعية والحنابلة فرض ہے، اور مالکیہ کے نزدیک فرض نہیں، کما فی الانوار الشاطعہ

۶۱۸ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ شَقِيقَانَ، عَنْ ابْنِ عَقِيلٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَفِيفَةِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي النَّهْدِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مِفْتَاحُ الصَّلَاةِ الطُّهُورُ، وَتَحْرِيمُهَا التَّكْبِيرُ، وَتَحْلِيلُهَا التَّسْلِيمُ».

حضرت علیؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ طہارت نماز کی کنجی ہے

اور تکبیر اس کی تحریم ہے اور سلام پھیرنا اس کی تحلیل (دوسرے کاموں کو حلال کرنے والی) ہے۔

سنن ابی داؤد - الصلاة (۶۱۸) سنن ابن ماجہ - الطہارۃ و سننھا (۲۷۵) مسند احمد - مسند العشرۃ المبشرین بالمجنۃ

(۱۲۳/۱) سنن الدارمی - الطہارۃ (۶۸۷)

اس پر تفصیلی کلام باب فرض الوضوء کے تحت میں گزر چکا۔

شرح الحدیث

۷۶۰۔ باب مَا يُؤْمَرُ بِهِ الْمَأْمُورُ مِنْ اتِّبَاعِ الْإِمَامِ

باب مقتدیوں کو امام کی اتباع^۱ کرنے کا حکم ہے

اس باب میں مصنف نے دو طرح کی روایات ذکر فرمائی ہیں چنانچہ پہلی حدیث میں تقدم علی الامام کی ممانعت ہے اور باقی روایات میں تاخر عن الامام کا ثبوت ہے۔

تقدم علی الامام کے ممنوع ہونے میں تو کوئی اختلاف نہیں ہے، لیکن تاخر عن الامام کا مسئلہ مختلف فیہ اور تفصیل طلب ہے پہلے آپ تقدم کے بارے میں مذاہب علماء سنیں۔

تقدم علی الامام میں اختلاف ائمہ: سو جانتا چاہئے کہ یہاں تین چیزیں ہیں، تحریمہ، سلام، بقیہ ارکان رکوع و سجود وغیرہ، اول یعنی تحریمہ میں تقدم علی الامام باتفاق ائمہ اربعہ مفسد صلاۃ ہے، اور ثانی یعنی سلام میں تقدم علی الامام صرف ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مفسد ہے، حنفیہ کے نزدیک نہیں بلکہ مکروہ ہے اور قسم ثالث یعنی بقیہ ارکان، سوا اس میں تقدم علی الامام ائمہ اربعہ کے نزدیک مفسد نہیں مکروہ تحریمی ہے، البتہ ظاہریہ کے نزدیک اور یہی ایک روایت امام احمد کی بھی ہے کہ مفسد ہے۔

متابعة امام علی وجه المقارنة ہونی چاہئے یا بطریق معاقبة: اور دوسرا مسئلہ یعنی تاخر عن الامام جو باب کی دوسری حدیث میں مذکور ہے سوا اس میں اختلاف ہے، امام شافعی و احمد تو متابعة علی وجه المعاقبة کے قائل ہیں تمام ارکان میں اس کے بالمقابل امام ابو حنیفہ کے نزدیک متابعة علی وجه المقارنة افضل ہے تمام ارکان میں حتی کہ تحریمہ میں بھی، لیکن تحریمہ میں صاحبین کا اختلاف ہے بدائع میں لکھا ہے کہ امام ابو یوسف سے مقارنت فی التحریمہ میں دو روایتیں ہیں، فی روایتہ یجوز فی روایتہ لا یجوز، اور امام محمد کے نزدیک گوجائز ہے لیکن مع الاساءۃ تحریمہ کے علاوہ باقی افعال میں صاحبین کیا فرماتے ہیں اس میں دو قول ہیں کافی الشامی بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ اس میں وہ امام صاحب کے ساتھ ہیں کہ مقارنت افضل ہے اور بعض یہ کہتے ہیں کہ وہ اس میں جمہور کے ساتھ ہیں یعنی تاخر اولیٰ ہے، رہ گیا مسلک امام مالک کا سوا ان کے نزدیک تحریمہ و تسلیمہ میں تو تاخر عن الامام متعین ہے اور باقی ارکان میں ان کے دو قول ہیں، اولیۃ مقارنت اور اولیۃ تاخر۔

مقارنة مع الامام میں مذاہب ائمہ: اس کے بعد سمجھئے کہ جمہور علماء ائمہ ثلاثہ تحریمہ میں تو تاخر کے وجوب کے قائل ہیں حتی کہ مقارنت فی التحریمہ ان کے نزدیک مفسد صلاۃ ہے اور تسلیم میں مقارنت امام شافعی اور احمد کے نزدیک تو صرف

① التقدم علی الامام فی التحریمۃ مبطل عند الائمة الاربعة، واما التقدم فی السلام فعند الجمهور مبطل كالنقدم فی التحریمۃ وعندنا حرام غیر مبطل، و التقدم فی بقیة الارکان حرام غیر مبطل عند الائمة الاربعة، نعم فی رواية لأحمد مبطل، واما المقارنة فی التحریمۃ فمستحب عند الامام، و عند الائمة الثلاثة و کذا فی رواية عند صاحبین، و قبل خلافتها مع الامام ابی حنیفة فی الفضیلة لانی الجواز واما المقارنة فی السلام لمبطل عند المالکیة، و مکروہۃ عند الشافعیة و الحنابلة، و کذا ہی مکروہۃ عند الجمهور فی بقیة الارکان (من أمانی الأخبار و لایع الدہاری)۔

مکروہ ہے اور امام مالکؒ کے نزدیک اس میں بھی مفسد ہے، جیسا کہ لامع الدراری میں "مختصر خلیل" سے نقل کیا ہے اور تحریر و تسلیم کے علاوہ دوسرے ارکان میں امام شافعیؒ و احمدؒ کے نزدیک مقارنہ خلاف اولیٰ ہے اور امام مالکؒ کی اس میں دو روایتیں ہیں، کما فی الامانی الاحیاء^۱ عن القاضی عیاض اول یہ کہ مقارنہ اولیٰ ہے کما عند الحنفیہ اور مقارنہ کا مطلب یہ ہے کہ جب امام رکوع میں جانا شروع کرے تو اس کے بعد فوراً مقتدی بھی شروع کر دے، اور دوسرا قول امام مالکؒ کا یہ ہے کہ تاخر اولیٰ ہے (کما عند الشافعیۃ والحنابلہ) یعنی جب امام سجدہ میں پہنچ جائے مقتدی تب جانا شروع کرے جیسا کہ باب کی حدیث ثانی یعنی حدیث البراءؓ میں ہے (یہ مذاہب کافی تتبع کے بعد لکھے گئے ہیں) (من الامانی والادو جزو اللامع)۔

دلائل فریقین: یہ حضرات حرف فاء سے استدلال کرتے ہیں کہ حدیث میں ہے وَإِذَا رَكَعَ فَانْهَضُوا وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا^۲ اور فاء تعقیب کیلئے آئی ہے، ہمارے علماء نے اس کا یہ جواب دیا ہے (کما فی فیض الباری) کہ فاء تعقیب بلا مہلت کیلئے ہے لہذا مقتدی کا شروع فی الركوع امام کے شروع فی الركوع کے بعد ہونا تعقیب کیلئے کافی ہے اور امام صاحبؒ کی مراد بھی مقارنہ سے یہی ہے کہ امام کے شروع کرتے ہی مقتدی فوراً شروع کر دے۔

لیکن یہ احقر کہتا ہے کہ جن روایات میں حرف فاء ہے اس کا جواب تو یہ ہو جائے گا لیکن براءؓ کی حدیث میں تو تصریح ہے اس بات کی کہ جب تک حضور ﷺ سجدہ میں نہیں پہنچ جاتے تھے اس وقت تک ہم رکوع میں جانا شروع ہی نہ کرتے تھے۔

حضرت گنگوہیؒ کی توجیہ: اس کا جواب مجھے حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہ کی تقریر ترمذی الکوکب الدری^۳ میں ملا وہ یہ کہ اصل ضابطہ اتباع امام کا تو وہ ہے جو متعدد روایات قولیہ میں وارد ہے وَإِذَا رَكَعَ فَانْهَضُوا، وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا اور یہ جو براءؓ کی حدیث میں مذکور ہے تاخر عن الامام یہ صورت ایک عارض کیوجہ سے پیش آئی وہ یہ کہ اخیر زمانہ میں جب آپ ﷺ کی حرکت و انتقال میں بطور آگیا وہ سرعت نہ رہی جو پہلے تھی اور بغض شبان صحابہ (نوجوان طبقہ) اپنی تیزی اور پھرتی کیوجہ سے قوم سے سجدہ میں امام سے پہلے پہنچنے لگے (یا پہنچنے کا خطرہ ہوا) تو اس پر آپ نے تنبیہ فرمائی اس تنبیہ کے بعد یہ لوگ ڈر گئے اور زیادہ ہی احتیاط کرنے لگے اور جب تک امام سجدہ میں نہ پہنچ جاتا اس وقت تک قوم ہی میں رہتے، یہ ہے اس معاقبہ کی وجہ، آپ کی طرف سے یہ حکم نہ تھا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب، فتح الملہم میں بھی اجمالاً اسی توجیہ کی طرف اشارہ کیا ہے کہ یہ زمانہ تہدین پر محمول ہے۔

۶۱۹ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ ابْنِ عَجَلَانَ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنُ حَبَّانَ، عَنْ ابْنِ الْحُبَيْرِ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تَبَادُرُوا بِيُرُكُوعٍ، وَلَا بِسُجُودٍ، فَإِنَّهُمَا أَسْبَقُكُم بِهِ إِذَا رَكَعْتَ

۱۔ امانی الاحیاء فی حل شرح معانی الآثار ج ۳ ص ۲۸۵

۲۔ صحیح مسلم - کتاب الصلاة - باب انعم المأموم بالإمام ۴۱۴

۳۔ الکوکب الدری علی جامع الترمذی - ج ۱ ص ۲۸۳

لَدِي كُنِي بِهِ إِذَا رَفَعْتُ، إِي قَدْ بَدَدْتُ»

ترجمہ معاویہ بن ابی سفیان فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم اس رکوع اور سجدہ میں مجھ سے آگے نہ بڑھا کرو اس لئے کہ جتنا وقت میں رکوع، میں تم سے پہلے چلا جاؤنگا تو میرے تم لوگوں کے سر اٹھانے سے قبل سر اٹھانے سے، تم لوگ اس فوت شدہ لمحات کا تدارک کر لو گے کیونکہ میرا جسم بھاری ہو گیا ہے۔

تخریج سنن أبي داود - الصلاة (۶۱۹) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (۹۶۳) مسند أحمد - مسند الشاميين (۹۲/۴) مسند أحمد - مسند الشاميين (۹۸/۴) سنن الدارمي - الصلاة (۱۳۱۵)

شرح الحدیث إِي قَدْ بَدَدْتُ: اس کو تشدید اور تخفیف دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے، تشدید کی صورت میں اس کے معنی کبر سنی کے ہیں کہ میں اب بوڑھا ہو گیا ہوں، اور تخفیف کی صورت میں بدن بدن بدن اڑنصر، اور بدن بدن بدانة لاکرم جس کے معنی سمن اور کثرت لحم کے ہیں۔

هل السمن من اوصافه ﷺ: لیکن اکثر علماء نے تشدید کو ترجیح دی ہے اس لئے کہ سمن (بھاری بدن ہونا) آپ ﷺ کے اوصاف میں سے نہیں ہے، لیکن ایک روایت ابو داؤد میں آگے آرہی ہے، باب الرجل يعتمد في الصلاة على عصا کے ذیل میں جسمیں یہ ہے أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا أَسَنَ وَنَحَلَ اللَّحْمَ^۱، جس سے صاف طور سے معلوم ہوا ہے کہ اخیر میں آپ ﷺ کو سمن عارض ہو گیا تھا، لیکن اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ بڑھاپے میں گوشت میں ڈھیلا پن ہو جاتا ہے جس سے گوشت میں پھیلاؤ ہو جاتا ہے بخلاف جوانی کے کہ اس زمانہ میں جسم اور گوشت متانہک اور ٹھوس ہوتا ہے تو ممکن ہے راوی نے اسی بناء پر ایسا کہا ہو۔

۶۲۰ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ يَزِيدَ الْخَطْمِيَّ، يَخْطُبُ النَّاسَ قَالَ: حَدَّثَنَا الْبَرَاءُ، وَهُوَ عَزِيزٌ كَذُوبٌ «أَتَهُمْ كَانُوا إِذَا رَفَعُوا أَرْؤُسَهُمْ مِنَ الرُّكُوعِ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامُوا قِيَامًا، فَإِذَا رَأَوْهُ قَدْ سَجَدَ سَجَدًا»

ترجمہ ابو اسحق فرماتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن یزید الخطمی سے سنا جب وہ لوگوں کو خطبہ دے رہے تھے کہ ہم سے براء نے حدیث بیان کی اور وہ جھوٹے نہیں ہیں کہ صحابہ کرام جب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رکوع سے اٹھتے تو کھڑے ہو جاتے تھے اور جب دیکھتے کہ آپ ﷺ سجدے میں جا چکے تب وہ سجدے میں جاتے۔

ترجمہ صحيح البخاري - الأذان (۶۵۸) صحيح البخاري - الأذان (۷۱۴) صحيح البخاري - الأذان (۷۷۸) صحيح مسلم - الصلاة (۴۲۴) جامع الترمذي - الصلاة (۲۸۱) سنن النسائي - الإمامة (۸۲۹) سنن أبي داود - الصلاة (۶۲۰) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (۳۰۰/۴) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (۳۰۰/۴)

شرح الحديث کیا صحابی محتاج توثیق ہے ؟ حَدَّثَنَا الزُّبَيْرُ، وَهُوَ غَيْرُ كَذُوبٍ : یہ لفظ شراح حدیث

کے یہاں محل غور اور محتاج توجیہ بنا ہوا ہے اس لئے کہ الصحابة کلہم عدول لا یحتاجون إلی توثیق، اسی لئے تمام علماء رجال کتب اسلام رجال میں کسی صحابی کے ترجمہ میں وہ وثقہ کبھی نہیں لکھتے، اور غیر صحابی چاہئے کتنا بڑا عالم محدث فقیہ ہو اس کو محتاج توثیق سمجھتے ہوئے جو کچھ کلام کرنا ہوتا ہے وہ کرتے ہیں اس لئے امام یحییٰ بن معین کی رائے تو یہ ہے کہ ہر ضعیف کا مرجع براء نہیں ہیں بلکہ ان سے نیچے کے راوی یعنی عبد اللہ بن یزید ہیں، مگر اس پر اشکال یہ ہے کہ عبد اللہ بن یزید تو خود صحابی ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ عبد اللہ بن یزید ایسے مشہور صحابی نہیں و صغار صحابہ میں ہیں بلکہ بعض کو ان کی صحبت تسلیم ہی نہیں، خود یحییٰ بن معین انہیں میں سے ہیں، اور اکثر شراح کی رائے یہ ہے کہ ضعیف براء ہی کی طرف راجع ہے مگر راوی کا مقصود اس سے براء کی توثیق و تعدیل نہیں بلکہ مقصود تقویۃ حدیث ہے کہ دیکھو احادیث بالکل صحیح ہے اور یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ بعض مرتبہ ابو ہریرہؓ فرماتے تھے سَمِعْتُ خَلِیلَیَ الصَّادِقِ الْمُصَدِّقِ ^ع اس لئے ظاہر ہے کہ یہاں بھی راوی کا مقصود حضور ^{صلی اللہ علیہ وسلم} کی تصدیق نہیں بلکہ تقویۃ حدیث ہی ہے، بندہ کے ذہن میں ایک اور بات بھی ہے وہ یہ کہ ہو سکتا ہے کہ اس میں تعریض مقصود ہو بعض مخاطبین پر، یعنی ہو سکتا ہے کہ بعض سامعین کا عمل مضمون حدیث پر نہ ہو وہ اس کے خلاف پہلے سے کرتے ہوں اس لئے کہا جا رہا ہے وَهُوَ غَيْرُ كَذُوبٍ، دیکھو براء جھوٹ تو نہیں کہہ رہے ہیں۔

۶۲۱- حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ جَرْبٍ، وَهَارُونُ بْنُ مَعْرُوفٍ الْمُعَنَّى، قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِيانَ بْنِ تَغْلِبٍ، قَالَ زُهَيْرٌ: حَدَّثَنَا الْكُوفِيُّونَ، أَبِيانَ، وَغَيْرُهُ عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنِ الزُّبَيْرِ، قَالَ: «كُنَّا نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا يَخْتَوِ أَحَدٌ مِنَّا ظَهْرَهُ حَتَّى يَرَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ».

ترجمہ حضرت براءؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم ^{صلی اللہ علیہ وسلم} کے ساتھ نماز پڑھتے تو ہم میں سے کوئی بھی اس وقت تک سجدہ کرنے کیلئے اپنی کمر کونہ موڑتا جب تک وہ آپ ^{صلی اللہ علیہ وسلم} کو دیکھ نہ لیتا کہ آپ ^{صلی اللہ علیہ وسلم} نے اپنی پیشانی زمین پر رکھ دی ہے۔

تحقیق صحیح البخاری - الأذان (۶۵۸) صحیح البخاری - الأذان (۷۱۴) صحیح البخاری - الأذان (۷۷۸) صحیح مسلم - الصلاة (۴۷۴) جامع الترمذی - الصلاة (۲۸۱) سنن النسائی - الإمامة (۸۲۹) سنن ابی داؤد - الصلاة (۶۲۱) مسند احمد - أول مسند الکوفیین (۳۰۰/۴) مسند احمد - أول مسند الکوفیین (۳۰۴/۴)

۶۲۲- حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ، حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ يَعْنِي الْقَزَّازِيَّ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَالٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ يَزِيدَ، يَقُولُ عَلَى الْمِنْبَرِ: حَدَّثَنِي الزُّبَيْرُ، أَنَّهُمْ كَانُوا يُصَلُّونَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا نَ كَعَرُ كَعُوا، وَإِذَا

قَالَ: سَمِعَ اللَّهُ مِنْ حَمْدِهِ، لَمْ تَزَلْ قِيَامًا، حَتَّى يَرَوْهُ قَدْ وَضَعَ جَبْهَتَهُ بِالْأَرْضِ، ثُمَّ يَتَّبِعُونَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ."

ترجمہ محارب بن دثار فرماتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن یزید سے منبر پر فرماتے ہوئے سنا ہم سے برائے یہ حدیث بیان کی کہ وہ حضرات (صحابہ کرام) رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے تو جب آپ ﷺ رکوع فرماتے تو وہ بھی رکوع کرتے اور جب آپ ﷺ سمیع اللہ من حمدہ کہتے تو صحابہ اس وقت تک کھڑے رہتے جب تک کہ آپ ﷺ کو پیشانی زمین پر ٹکاتا ہوا نہ دیکھ لیتے پھر اس کے بعد وہ آپ ﷺ کی اتباع میں پیشانی زمین پر رکھتے۔

ترجمہ صحیح البخاری - الاذان (۶۵۸) صحیح البخاری - الاذان (۷۱۴) صحیح البخاری - الاذان (۷۷۸) صحیح مسلم - الصلاة (۴۷۴) جامع الترمذی - الصلاة (۲۸۱) سنن النسائی - الإمامة (۸۲۹) سنن ابی داؤد - الصلاة (۶۲۲) مسند احمد - اول مسند الکوفیین (۳۰۰/۴) مسند احمد - اول مسند الکوفیین (۳۰۴/۴)

۷۷۔ بَابُ التَّشْدِيدِ فِيمَنْ يَرْفَعُ قَبِيلَ الْإِمَامِ أَوْ يَضَعُ قَبِيلَهُ

باب امام سے پہلے سر اٹھانے اور جھکانے والے کے لئے وعید کے بیان میں

ترجمہ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غُمَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَمَّا يَخْشَى - أَوْ لَا يَخْشَى - أَحَدُكُمْ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ وَالْإِمَامُ سَاجِدٌ أَنْ يُحَوِّلَ اللَّهُ رَأْسَهُ رَأْسَ حِمَارٍ - أَوْ صُورَتَهُ صُورَةَ حِمَارٍ -»
حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص جبکہ وہ امام سے پہلے سجدہ سے اپنا سر اٹھالے اس بات سے نہیں ڈرتا کہ اللہ تعالیٰ اس کے سر کو گدھے کے سر یا اسکی شکل گدھے کی شکل میں بدل دیں۔

ترجمہ صحیح البخاری - الاذان (۶۵۹) صحیح مسلم - الصلاة (۴۲۷) جامع الترمذی - الجمعة (۵۸۲) سنن النسائی - الإمامة (۸۲۸) سنن ابی داؤد - الصلاة (۶۲۲) سنن ابن ماجہ - إمامة الصلاة والسلام (۹۶۱) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۲۶۰/۲) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۲۷۱/۲) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۴۲۵/۲) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۴۵۶/۲) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۴۷۲/۲) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۵۰۴/۲) سنن الدہمی - الصلاة (۱۲۱۶)

شرح الحدیث أَمَّا يَخْشَى - أَوْ لَا يَخْشَى - أَحَدُكُمْ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ وَالْإِمَامُ سَاجِدٌ: اس حدیث میں تقدم علی الامام پر وعید شدید ہے اور یہ کہ ایسے شخص کو اپنی صورت شکل کے مسخ ہو جانے سے ڈرنا چاہئے۔

نولہ: أَنْ يُحَوِّلَ اللَّهُ رَأْسَهُ رَأْسَ حِمَارٍ: شرح نے اس میں دو احتمال لکھے ہیں، یا اس سے مسخ حسی مراد ہے صورت شکل کا تخی صورت میں بدل جانا، یا مسخ معنوی چنانچہ حمار بلاوت میں مشہور ہے، لیکن ظاہر یہ ہے کہ یہ اپنے ظاہر پر محمول ہے اس لئے کہ ابن حبان^۱ کی روایت میں بجائے رَأْسَ حِمَارٍ کے رَأْسَ كَلْبٍ ہے، نیز اگر مقصود تشبیہ ہوتی حمار کے ساتھ تو لفظ مستقبل استعمال نہ

کیا جاتا بلکہ یوں کہا جاتا ہے اسے اس حملہ، اس لئے کہ بلاوت و حماقت کا کام تو وہ فی الحال کر رہا ہے نہ یہ کہ آئندہ کریگا اتنا نہیں سمجھتا کہ اس رکوع سجود میں پیش قدمی سے کیا فائدہ جبکہ سلام امام ہی کے ساتھ پھیرنا ہے تو یہ درمیان کی جلدی فضول ہے۔

قوله المسخ فی هذه الامه: اور اس امت میں مسخ کا وقوع بعض احادیث سے صریحاً ثابت ہے (ذکر الحدیث فی البذل^۱) نیز ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے کہ میری امت میں جو لوگ مکذبین بالقدر ہوں گے (قدریہ) ان میں خسف اور مسخ واقع ہوگا، لیکن بعض شرح مشکوٰۃ کے کلام سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ اس امت میں مسخ نہ ہوگا، سوا اول تو یہ کسی روایت سے ثابت نہیں اور اگر مان بھی لیا جائے تو عموم مسخ کی نفی کر سکتے ہیں کہ بالعموم مسخ نہ ہوگا، خاص خاص جماعتوں کے بارے میں تو مسخ کا ثبوت احادیث میں موجود ہے۔

رفع قبل الامام میں مذاہب ائمہ: جاننا چاہئے کہ رفع قبل الامام حرام ہے لیکن عند الجمہور نماز صحیح ہو جائیگی اور ظاہر یہ کہتے ہیں کہ نماز فاسد ہو جائیگی اور یہی ایک روایت امام احمد سے ہے اور عبد اللہ بن عمر بھی اسی کے قائل ہیں (بذل^۲)۔

۷۸۔ باب فَمَنْ يُتَصَرَّفُ قَبْلَ الْإِمَامِ

باب اس شخص کے بارے میں جو امام سے پہلے نماز کی جگہ سے ہٹ جائے

۶۲۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ يُعْقِيلَ الْمُرْهَبِيُّ، حَدَّثَنَا زَائِدَةُ، عَنِ الْمُخْتَارِ بْنِ قُلْقُلٍ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «خَضَعَهُمْ عَلَى الصَّلَاةِ وَهَاهُمْ أَنْ يُتَصَرَّفُوا قَبْلَ انْتِصَافِهِ مِنَ الصَّلَاةِ».

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ صحابہ کرام کو نماز کی ترغیب فرمایا کرتے تھے اور صحابہ کرام اس بات سے منع فرماتے تھے کہ ہم آپ کے نماز سے نکلنے سے پہلے نماز سے نکلیں (کہ آپ ﷺ سے پہلے سلام نہ پھیرا کریں یا آپ ﷺ کے مسجد سے نکلنے سے پہلے ہم مسجد سے نہ نکلا کریں)۔

صحیح مسلم - الصلاة (۴۲۶) سنن النسائي - السهو (۱۳۶۳) سنن ابی داؤد - الصلاة (۶۲۴) مسند احمد - باقی مسند الکفرین (۱۰۲/۳) مسند احمد - باقی مسند الکفرین (۲۱۷/۳) مسند احمد - باقی مسند الکفرین (۲۴۰/۳) سنن الدارمی - الصلاة (۱۳۱۷)

شرح الحدیث وَهَاهُمْ أَنْ يُتَصَرَّفُوا قَبْلَ انْتِصَافِهِ مِنَ الصَّلَاةِ: اس میں کئی احتمال ہیں، امام کے سلام سے پہلے مقتدی سلام نہ پھیرے، یا انصراف سے مراد انصراف عن المسجد ہے کہ مقتدی امام سے پہلے مسجد سے باہر نہ جائیں، لَعَلَّ يَخْتَلِطُ الرِّجَالُ بِالنِّسَاءِ، اس سلسلہ میں ایک مستقل باب بھی آئے گا ابواب الجمعة سے پہلے باب انْتِصَافِ النِّسَاءِ قَبْلَ الرِّجَالِ مِنْ

① وشمس آخرین قرة وختار یز إلى يوم القيامة (السنن الکبری للبیہقی رقم الحدیث ۲۰۹۸۸ ج ۱ ص ۲۷۳، بذل المجہود فی حل ابی داؤد - ج ۴ ص ۲۸۰)

② بذل المجہود فی حل ابی داؤد - ج ۴ ص ۲۸۰

الصلاة، ويمكن ان يكون المراد النهي عن قيام المسبوق قبل سلام الإمام ①۔

۷۹۔ باب مجماع أبواب ما یصلی فیہ

نمازی کے کپڑوں سے متعلق ابواب کا مجموعہ ۷۹

یہ بڑا سیشن آگیا، یہاں سے دوسری قسم کے ابواب شروع ہو رہے ہیں، لفظ جماع میں دو لغت ہیں: ① سرجم و تخفیف مسم کیا تھ بروزن کتاب، ② اور ضم جمیم و تشدید کیسا تھ بروزن زمان، یہ جامع یا مجموع کے معنی میں ہے یعنی ثوب مصلی سے متعلق ابواب کا مجموعہ، یا ثوب مصلی سے متعلق ایک جامع باب۔

نماز کیلئے ستر عورت کا حکم اور اسمیں اختلاف علماء: جانا چاہئے کہ عند الجمهور والائمة الکلاشہ ستر عورت شرط صحت صلاۃ ہے، قال تعالیٰ لَیْسَ لَیْسَ اِذَا قَامَ خُذُوا زَیْنَتَكُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ ①، زینت سے مراد مایستر العورة ہے اور مسجد سے مراد صلاۃ ہے یعنی ہر نماز کی وقت اپنے لباس کو اختیار کرو بغیر لباس اور ستر عورت کے نماز نہ پڑھو، اسمیں مالکیہ کا اختلاف ہے دو قول ہیں، الاول ستر العورة شرط عند القدرۃ والذکر، اگر قدرت نہ ہو یا خیال نہ رہے تو معاف ہے، قول ثانی ان کا یہ ہے کہ گو ستر عورت فی نفسہ فرض ہے لیکن شرط صحت صلاۃ نہیں، لہذا اس کے ترک سے گنہگار ہو گا اور نماز صحیح ہو جائیگی، لیکن قول مختار متاخرین مالکیہ کے نزدیک ستر عورت کا شرط ہونا ہے مثل مذہب جمهور کے (رحمة الامة)۔

مسئلہ میں جمهور اور مالکیہ کی دلیل: ابن قدامہؒ نے معنی ② میں مالکیہ کی طرف سے دلیل یہ لکھی ہے کہ ستر عورت کا واجب ہونا نماز کیساتھ خاص نہیں ہے بلکہ ہر حال میں ہے، لہذا صحت صلاۃ کیلئے شرط نہ ہو گا، جیسے دار مغصوبہ میں نماز پڑھنا کہ اس سے اجتناب شرط صحت صلاۃ نہیں کیونکہ غصب سے بچنا ہر حال میں ضروری ہے صلاۃ کیساتھ خاص نہیں، اور جمهور کی دلیل انہوں نے لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ صَلَاةَ حَائِضٍ اِلَّا بِخَمَارٍ ③، اور سلمہ بن الاکوع کی حدیث جو کتاب میں آگے آرہی ہے وَازْوَجُهُ وَلَوْ بِشَوْكَةٍ ④ ذکر کی ہے۔

حد العورة میں اختلاف علماء: اس مقام کے مناسب ایک مسئلہ اور بیان کرنا ضروری ہے وہ یہ کہ حد العورة جس کا تر ضروری ہے وہ کیا ہے، چنانچہ امام بخاریؒ نے بھی جہاں ثوب مصلی کے ابواب ذکر کئے ہیں وہاں ایک باب مَا یَسْتَوْنِ

① بدل المجہود فی حل أبي داود - ج ۴ ص ۲۸۲

② اے اولاد آدم کی لے لو اپنی آرائش ہر نماز کے وقت (سورة الاعراف ۳۱)۔

③ النبی دہلیہ الشرح الکبیر - ج ۱ ص ۶۱۵

④ سنن أبي داود - کتاب الصلاة - باب المرأة یصلی بغیر خمار ۶۴۱

⑤ سنن أبي داود - کتاب الصلاة - باب فی الرجل یصلی فی قمیص واحد ۶۳۲

القوة بھی ذکر کیا ہے۔

سو جاننا چاہئے کہ ظاہریہ کے نزدیک عورة کا مصداق صرف سوتین ہے یعنی قبل اور در باقی بدن کا ستر ضروری نہیں، یہی ایک روایت امام احمدؒ کی ہے کما فی المغنی^①، اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مرد کی حد العورة مابین السرة والركبة ہے، اور حنفیہ کے نزدیک من السرة الى الركبة اس طور پر کہ سرہ حد عورت سے خارج اور رکبہ اس میں داخل ہے، بخلاف ائمہ ثلاثہ کے کہ ان کے نزدیک رکبہ بھی حد عورة سے خارج ہے، شیخ المشائخ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے تراجم بخاری میں امام مالکؒ کا مذہب تقریباً مثل ظاہریہ کے لکھا ہے اور یہ کہ فخذین ان کے نزدیک حد عورة میں داخل نہیں، لیکن یہ ان کا ایک قول ہے۔

اب رہا مسئلہ نرأة کا کہ اس کی حد عورة کیا ہے، سو جاننا چاہئے کہ جمہور کے نزدیک امتہ اور حرہ میں فرق ہے عورة امتہ مثل رجل کے ہے اور رجل کا حکم اوپر گذر چکا، الا الظاہریہ وہم لا یفرقون فی ذلك بین الحررة والامتنہ، اور حرہ کی حد عورت پورا بدن ہے البتہ بعض اعضاء کا استثناء ہے جیسے وجہ اور کفین، اول اکا استثناء تو ائمہ اربعہ کے درمیان متفق علیہ ہے اور کفین کا استثناء حنفیہ شافعیہ مالکیہ کے یہاں ہے حنابلہ کی اس میں دورواستیں ہیں ایک میں استثناء ہے ایک میں نہیں، کما فی المغنی۔

عورت کے قدمین اختلاف: اور قدمین کا استثناء ائمہ ثلاثہ کے یہاں نہیں، ان کے نزدیک قدمین حد عورة میں داخل ہیں، حنفیہ کی اس میں دورواستیں ہیں لیکن ہدایہ اور در مختار میں عورت نہ ہونے کو اصح قرار دیا ہے، اور تیسری روایت یہ ہے جیسا کہ شامی میں ہے کہ قدمین عورت ہیں خارج صلاۃ نہ کہ داخل^② صلاۃ۔

منشأ اختلاف: دراصل یہ اختلاف منی ہے آیت کریمہ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا^③ کی تفسیر پر، آیت میں زینت سے مراد مواضع زینت ہے، پھر مواضع زینت ظاہرہ کے مصداق میں اختلاف ہے بعض نے وجہ اور کفین کو قرار دیا ہے، چنانچہ کل زینت وجہ ہے اور خاتم زینت کف، اور بعض نے اس میں قدمین کو بھی داخل کیا ہے اس لئے کہ پاؤں میں بھی انگوٹھی پہنی جاتی ہے جس کو فتخ کہتے ہیں، تو گویا زینت ظاہرہ کا مصداق تین چیزیں ہوئیں کحل، خاتم، فتخ، اور پھر ادا ان کے مواضع ہیں۔

ایک اور اختلافی مسئلہ: یہاں پر ایک مسئلہ اور ہے وہ یہ کہ امام شافعیؒ کے نزدیک انکشاف عورة فی الصلوۃ مطلقاً مفسد صلاۃ ہے اور حنفیہ و حنابلہ کے نزدیک انکشاف بسبب معاف ہے کما فی المغنی، اور یسیر کا مصداق ہمارے فقہاء نے مادون ربع العضو لکھا ہے لہذا چوتھائی عضو کا کحل جانا مفسد صلاۃ ہو گا۔

۶۲۵ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

① المغنی دہلیہ الشرح الکبیر - ج ۱ ص ۶۱۶

② حضرت شیخ حاشیہ بذیل میں لکھتے ہیں قلت و یظهر من ہامش الہدایۃ عکسہ فتأمل۔

③ اور نہ دکھلائیں اپنا سنگار مگر جو کحل چیز ہے اس میں سے (سورۃ النور ۳۱)

وَسَلَّمَ سُبُلَ عَنِ الصَّلَاةِ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَوَّلُكُمْ ثَوْبَانِ».

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کے بارے میں

سوال کیا گیا جس پر آپ نے فرمایا کیا تم میں سے ہر ایک کے پاس دو دو کپڑے موجود ہیں (یعنی ایک میں بھی نماز جائز ہے)۔

صحیح البخاری - الصلاة (۳۵۱) صحیح البخاری - الصلاة (۳۵۸) صحیح مسلم - الصلاة (۵۱۵) سنن النسائي - القبلة (۷۶۲) سنن ابی داود - الصلاة (۶۲۵) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۱۰۴۷) مسند احمد - باقي مسند المكثرين (۲۳۰/۲) مسند احمد - باقي مسند المكثرين (۲۳۹/۲) مسند احمد - باقي مسند المكثرين (۲۴۵/۲) مسند احمد - باقي مسند المكثرين (۴۹۵/۲) مسند احمد - باقي مسند المكثرين (۴۹۸/۲) مسند احمد - باقي مسند المكثرين (۴۹۹/۲) مسند احمد - باقي مسند المكثرين (۵۰۱/۲) موطأ مالك - النداء للصلاة (۳۲۰) سنن الدارمي - الصلاة (۱۳۷۰)

قوله: «أَوَّلُكُمْ ثَوْبَانِ»: آپ ﷺ سے صلاة فی ثوب واحد کے بارے میں سوال کیا گیا جس پر آپ نے

فرمایا، کیا تم میں سے ہر ایک کے پاس دو دو کپڑے موجود ہیں، مطلب یہ ہے کہ ثوب واحد میں نماز جائز ہے۔

صلاة فی ثوب واحد بالاتفاق ائمہ اربعہ جائز ہے، بعض صحابہ جیسے ابن مسعودؓ سے اس کی ممانعت منقول ہے، چنانچہ مصنف عبد الرزاق کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ ابی بن کعبؓ اور ابن مسعودؓ کا اس مسئلہ میں اختلاف ہوا حضرت ابی فرماتے تھے لا بأس یہو اور ابن مسعودؓ فرماتے تھے إنما كان ذلك إذا كان الناس لا يجدون الثياب، وأما إذا وجدوها فالصلاة في ثوبين، حضرت عمرؓ وہاں تشریف فرما تھے انہوں نے فرمایا الصواب ما قال أبي، لا ما قال ابن مسعود (منہل)۔ اسی طرح ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ ثوب واحد میں نماز نہ پڑھنی چاہئے وان كان ادسح من السماء (ہامش کوکب) لیکن اس پر اجماع ہے کہ صلاة فی ثوبین افضل ہے اور حضور ﷺ کا ثوب واحد میں نماز پڑھنا کبھی تو دوسرا کپڑا نہ ہونے کی بنا پر تھا اور کبھی باوجود ہونے کے بیان جواز کیلئے، اصل اس میں یہ ہے کہ نماز لباس معتاد اور مناسب ہیئت میں پڑھنی چاہئے، جس لباس اور ہیئت میں آدمی بڑے لوگوں سے ملتا اور مجامع میں شرکت پسند نہیں کرتا ایسی ہیئت نماز میں بھی اختیار نہ کرنی چاہئے، چنانچہ فقہاء نے ثياب بذلہ (میلے کچیلے اور خراب) میں نماز کو مکروہ لکھا ہے۔

۶۲۶ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَانٌ، عَنْ أَبِي الزُّنَادِ، عَنِ الْأَعْزَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا يُصَلِّي أَحَدُكُمْ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ لَيْسَ عَلَى مَنْكِبَيْهِ مِنْهُ شَيْءٌ».

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی

شخص ایک کپڑے میں اس طرح نماز نہ پڑھے کہ اس کے کندھے پر کپڑے کا کچھ حصہ نہ ہو۔

صحیح البخاری - الصلاة (۳۵۲) صحیح البخاری - الصلاة (۳۵۳) صحیح مسلم - الصلاة (۵۱۶) سنن النسائي - القبلة (۷۶۹) سنن

ابی داؤد - الصلاة (۶۲۶) مسند احمد - باقی مسند الکثرین (۲/۲۴۳) مسند احمد - باقی مسند الکثرین (۲/۲۶۶) مسند احمد - باقی مسند الکثرین (۲/۲۷۷) مسند احمد - باقی مسند الکثرین (۲/۶۶۴) مسند احمد - باقی مسند الکثرین (۲/۵۲۰) سنن الدارمی - الصلاة (۱۳۷۱)

شرح الحدیث قولہ: لَا يُصَلِّي أَحَدُكُمْ فِي الْقُرْبِ الْوَاحِدِ لَيْسَ عَلَى مَنْكِبَيْهِ مِنْهُ شَيْءٌ: اس سے معلوم ہوا کہ اگر آدمی ثوب واحد میں نماز پڑھے تو اس طرح استعمال کرے کہ بدن کا بالائی حصہ بھی مستور رہے لگی کی طرح وسط بدن میں نہ باندھے، یہ وہی مقدار اور مناسب ہیئت والی بات ہے جس کو ہم اوپر بیان کر چکے ہیں لیکن یہ اسی وقت ہے جب اس کپڑے میں اسکی گنجائش ہو، اور اگر وہ زیادہ چھوٹا ہو تو پھر یقیناً وسط بدن میں اس کو باندھنا پڑیگا۔

مذایب ائمہ: جمہور علماء کے نزدیک یہ ٹہنی تنزیہ کیلئے ہے وعند احمد للتحريم، ایک قول ان کا یہ ہے کہ اس صورت میں نماز ہی درست نہ ہوگی، دوسرا قول ان کا یہ ہے کہ نماز تو صحیح ہو جائے گی، لیکن آثم ہوگا۔

۶۲۷ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ الْمُتَعَمِّي، عَنْ هِشَامِ بْنِ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فِي ثَوْبٍ فَلْيُخَالِفْ بَطْرَقَيْهِ عَلَى عَاتِقَيْهِ».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھے تو اپنی گردن کے دونوں کناروں پر کپڑے کے دائیں رخ کے کنارے کو یا بائیں طرف ڈال لے اور بائیں کنارے کو دائیں طرف ڈال لے۔

صحیح البخاری - الصلاة (۳۵۲) صحیح البخاری - الصلاة (۳۵۲) صحیح مسلم - الصلاة (۵۱۶) سنن النسائي - القبلة (۷۶۹) سنن ابی داؤد - الصلاة (۶۲۷) مسند احمد - باقی مسند الکثرین (۲/۲۴۳) مسند احمد - باقی مسند الکثرین (۲/۲۶۶) مسند احمد - باقی مسند الکثرین (۲/۶۶۴) مسند احمد - باقی مسند الکثرین (۲/۵۲۰) سنن الدارمی - الصلاة (۱۳۷۱)

۶۲۸ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «يُصَلِّي فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ مُلْتَجِفًا لِحَا الْفَاقِ بَيْنَ طَرَفَيْهِ عَلَى مَنْكِبَيْهِ».

ترجمہ: حضرت عمر بن ابی سلمہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایک کپڑے میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کپڑے کو اس طرح اوڑھے ہوئے تھے کہ اس کپڑے کے دونوں کنارے مخالف کندھوں پر ڈال رکھے تھے۔

صحیح البخاری - الصلاة (۳۴۷) صحیح البخاری - الصلاة (۳۴۸) صحیح مسلم - الصلاة (۳۴۹) جامع الترمذی - الصلاة (۳۳۹) سنن النسائي - القبلة (۷۶۴) سنن ابی داؤد - الصلاة (۶۲۸) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۱۰۴۹) مسند احمد - أول مسند الدينين رضي الله عنهم أجمعين (۲۶/۴) مسند احمد - أول مسند الدينين رضي الله عنهم أجمعين (۲۷/۴) موطأ مالك - النداء للصلاة (۳۱۹)

۶۲۹- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا مَلَا زَهْرَةُ بْنُ عَمْرِو الْحَفَظِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بَدْرٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ طَلْقٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَدِمْنَا عَلَى نَبِيِّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ مَا تَدْرِي فِي الصَّلَاةِ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ، قَالَ: فَأَطْلُقُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِزَارَتَهُ طَارِئًا بِهِ بَرْدَاءَهُ، فَاشْتَمَلَ بِهِمَا، ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى بِمَا نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا أَنْ قَضَى الصَّلَاةَ، قَالَ: «أَوْكَلَكُمْ بِحَدِّ ثَوْبَيْنِ؟»

قیس بن طلق اپنے والد سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ایک شخص آیا اور عرض کرنے لگا اے اللہ کے نبی آپ ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کے بارے میں کیا حکم فرماتے ہیں تو آپ ﷺ نے اپنی تہبند اور اپنی چادر کو ایک ساتھ لپیٹ لیا (یعنی ایک کپڑے کی طرح بنادیا) اور ان کپڑوں کو لپیٹ کر نماز پڑھائی پھر نماز سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا کہ کیا تم میں سے ہر شخص دو کپڑوں کی استطاعت رکھتا ہے۔

سنن ابی داؤد - الصلاة (۶۲۹) مسند احمد - اول مسند المدینین رضی اللہ عنہم اجمعین (۲۲/۴)

۸۰- بَابُ الرَّجُلِ يَعْقِدُ الثَّوْبَ فِي قَفَاةٍ ثُمَّ يُصَلِّي

باب آدمی کے کپڑے کو اپنی گڈی پر باندھ کر نماز پڑھنے کے متعلق

۶۲۰- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلِيمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، حَدَّثَنَا وَكَيْعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي حَارِثٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: لَقَدْ رَأَيْتُ الرِّجَالَ عَاوِدِي أَرْبَعَهُمْ فِي أَغْنَاهُمْ مِنْ ضَيْقِ الْأَرْبَاءِ خَلَفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّلَاةِ كَأَمْثَالِ الْقَبِيَّانِ، فَقَالَ قَائِلٌ: يَا مَعْشَرَ الرِّسَاءِ لَا تَرْفَعْنَ رُءُوسَكُمْ حَتَّى يَرْفَعَ الرِّجَالُ

سہل بن سعد فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے بعض مردوں کو اس طرح نماز پڑھتے دیکھا کہ وہ کہ اپنی ازار (تہبند) کپڑے کی تنگی کے باعث گردنوں میں باندھے ہوئے تھے جس طرح کہ چھوٹے بچوں کی گردنوں پر ازار باندھ دیا جاتا ہے تو کسی کہنے والے نے کہا اے عورتوں کی جماعت تم اپنے سر اس وقت تک سجدے سے نہ اٹھایا کرو جب تک کہ مرد نہ اپنے سروں کو مسجد سے اٹھالیں۔

صحیح البخاری - الصلاة (۳۵۵) صحیح مسلم - الصلاة (۴۴۱) سنن النسائی - القبلة (۷۶۶) سنن ابی داؤد - الصلاة (۶۳۰) مسند احمد - باقی مسند الانصار (۳۳۱/۵)

شرح الحدیث: ثوب واحد کے اقسام ثلاثہ اور ہر ایک کا طریق استعمال: جانا چاہئے کہ ثوب واحد جس میں آدمی نماز پڑھتا ہے اسکی تین قسمیں ہیں، ضیق، وسیع، اوسع، اگر ضیق ہے تو حدیث میں اس کا طریق استعمال ازار ہے یعنی لگی اور پاجامہ کی طرح اس کو وسط بدن میں باندھ لینا، اور اگر وسیع ہے تو بجائے درمیان میں باندھنے کے گردن کے قریب لاکر گرہ لگانا جیسا کہ اس ترجمہ میں مذکور ہے، اور قسم ثالث یعنی اوسع کا حکم یہ ہے کہ اس کو استعمال کیا جائے مخالفۃً بین الطرفين کیساتھ جیسا

کہ حدیث میں مذکور ہے، یعنی اس کپڑے کا دایاں سر بائیں مونڈھے پر اور بایاں سر دائیں مونڈھے پر ڈال لیا جائے، مخالفت بین الطرفين اسی چادر میں ہو سکتی ہے جو زیادہ وسیع ہو، اور جو کم وسیع ہو گا اس میں گرہ لگانی پڑیگی، گردن پر، اور زیادہ چھوٹا ہونے کی صورت میں وسط بدن میں باندھنا ہوگا، مصنف کے تراجم ابواب اور اس سلسلہ کی احادیث سے یہی تفصیل مستفاد ہو رہی ہے۔

۸۱۔ بَابُ الرَّجُلِ يُصَلِّي فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ بَعْضُهُ عَلَى غَيْرِهِ

باب ایک شخص ایک کپڑے میں اس طرح نماز پڑھے کہ کپڑے کا کچھ حصہ نمازی کے علاوہ شخص کے اوپر ہو۔
 ۶۳۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا زَائِدٌ، عَنْ أَبِي حَصَيْنٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «صَلَّى فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ بَعْضُهُ عَلَى»
 حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک کپڑے میں نماز پڑھ رہے ہوتے اور کپڑے کا کچھ حصہ مجھ پر بھی ہوتا تھا۔

سنن ابی داؤد۔ الصلاۃ (۶۳۱) مسند احمد۔ باقی مسند الانصار (۷۰/۶) مسند احمد۔ باقی مسند الانصار (۱۹۹/۶) مسند احمد۔
 باقی مسند الانصار (۲۵۱/۶)

اس باب میں مصنف نے جو حدیث ذکر کی ہے وہ باب الصلاۃ فی شعیر النساء میں گزر چکی۔

۸۲۔ بَابُ فِي الرَّجُلِ يُصَلِّي فِي قَمِيصٍ وَاحِدٍ

باب اس شخص کے بارے میں حکم جو ایک قمیض میں نماز پڑھے۔
 ثوب واحد میں نماز پڑھنے کی دو صورتیں ہیں، یا تو وہ کپڑا چادر کی قسم سے ہوگا، یا قمیض کی شکل میں، اس دوسری صورت کو یہاں بیان کر رہے ہیں۔

۶۳۲۔ حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي رَجُلٌ أَصِيدُ أَفَأُصَلِّي فِي الْقَمِيصِ الْوَاحِدِ؟ قَالَ: «نَعَمْ وَازْمَرْهُ وَتَوْبُشْوَكَ».

سلمہ بن الاکوع سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول میں اکثر شکار کے لئے جاتا ہوں تو کیا ایک قمیض میں نماز پڑھ لیا کروں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں پڑھ لیا کرو لیکن اس قمیض کے گریبان میں گھنڈی لگا لیا کرو اگرچہ کاٹھنی کیوں نہ ہو۔

سنن النسائي - القبلة (۷۶۵) سنن ابی داؤد۔ الصلاۃ (۶۳۲)

قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي رَجُلٌ أَصِيدُ أَفَأُصَلِّي فِي الْقَمِيصِ الْوَاحِدِ؟ سلمہ بن الاکوع نے حضور ﷺ

سے عرض کیا کہ میں اکثر شکار کیلئے جاتا رہتا ہوں (اور شکاری کیلئے چادر اور لنگی کا سنبھالنا بھاگ دوڑ کی وجہ سے دشوار ہوتا ہے) تو کیا ایک قمیص میں نماز پڑھ لیا کروں (قمیص کو چونکہ سنبھالنا نہیں پڑتا اس لئے اس میں سہولت ہے خصوصاً شکار کر نیوالے کیلئے) اس پر آپ ﷺ نے فرمایا نَعَمْ وَ اِذَا رَمَتْهُ وَ لَوْ بِشَوْكَةٍ کہ ہاں پڑھ لیا کرو لیکن اس قمیص کے گریبان میں گھنڈی لگا لیا کرو اگرچہ کانٹا ہی کیوں نہ ہو اس لئے کہ قمیص کا گریبان اگر کھلا رہا تو رکوع میں یا کسی دوسری حالت میں اپنے ستر پر نظر پڑنے کا امکان ہے وَاِذَا رَمَتْهُ امر کا صیغہ ہے رَمَتْهُ رَمَتْ بَاب نصر سے، زمر کہتے ہیں گھنڈی کو جس کی جمع آذرہا آتی ہے، حدیث میں جو لفظ اَصِيدُ مذکور ہے ظاہر یہ ہے کہ یہ واحد متکلم کا صیغہ ہے بروزن انج، اور کہا گیا ہے کہ یہ لفظ اَصِيدُ ہے بروزن امر، جس کے معنی ہیں وہ شخص جس کی گردن میں کوئی تکلیف ہو جس کی وجہ سے اس کو حرکت دینا اور التفات کرنا مشکل ہو۔

لَوْ وَقَعَ نَظَرُ الْمُصَلِّي عَلَى عَوْرَتِهِ: اس حدیث میں قمیص میں گھنڈی لگانے کا حکم دیا گیا اس کی وجہ بیان کی گئی کہ عورت پر نظر نہ پڑے یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے۔

امام شافعی و احمد کے نزدیک مصلی کی نظر اپنے ستر پر پڑ جانے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے، اور مالکیہ کا اس میں اختلاف ہے، ہمارے یہاں بھی اس میں دو روایت ہیں راجح عدم فساد ہے (من هامش البذل) (۱) اس حدیث سے ابن قدامہ نے صحت صلاۃ کیلئے ستر عورت کے شرط ہونے پر استدلال کیا ہے، کما تقدم۔

۶۳۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ بْنُ بَرِيجٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ إِسْرَاطِيلَ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ الْعَامِرِيِّ - قَالَ أَبُو دَاوُدَ: كَذَا قَالَ: وَالصَّوَابُ أَبُو حَازِمٍ - عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: أَمَّا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ فِي قَمِيصٍ لَيْسَ عَلَيْهِ رِدَاءٌ، فَلَمَّا انْصَرَفَ، قَالَ: «إِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي قَمِيصٍ».

محمد بن عبد الرحمن بن ابو بکر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں کہ جابر بن عبد اللہ نے ہماری امامت کی ایک قمیص پہنے ہوئے آپ ﷺ کے اوپر چادر نہ تھی پھر جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایک قمیص میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

صحیح البخاری - الصلاة (۳۴۵) صحیح البخاری - الصلاة (۳۴۶) سنن ابی داود - الصلاة (۶۳۳) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۳۲۸/۳) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۳۳۵/۳) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۳۸۵/۳)

۸۳ - ثَابِتٌ إِذَا كَانَ الثَّوْبُ ضَيِّقًا يَتَرَدَّدُ بِهِ

باب جب کپڑا تنگ ہو تو اس میں نماز پڑھنے کا حکم

ثوب ضیق کا حکم ہمارے کلام میں پہلے آچکا اور یہ کہ ثواب واحد جن میں نماز پڑھنا چاہتا ہے اس کی تین قسمیں ہیں تفصیل گزر چکی۔

۶۳۴ - حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ ①، وَشَلَيْحَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الدِّمَشْقِيُّ، وَيَحْيَى بْنُ الْقَضَائِ الشَّجِسْتَانِيُّ، قَالُوا: حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ يَحْيَى ابْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ جَاهِدٍ أَبُو حَزْرَةَ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الْوَلِيدِ بْنِ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، قَالَ: أَتَيْنَا جَابِرًا يُعْنَى ابْنَ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: سُرْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةٍ، فَقَامَ يُصَلِّي، وَكَانَتْ عَلَيَّ بُرْدَةٌ ذَهَبَتْ أَخَالِفُ بَيْنَ طَرَفَيْهَا فَلَمْ يَبْلُغْ لِي، وَكَانَتْ لَهَا ذُبَابٌ فَكَغَسْتُهَا، ثُمَّ خَالَفْتُ بَيْنَ طَرَفَيْهَا، ثُمَّ تَوَاقَصْتُ عَلَيْهَا لَا تَسْقُطُ، ثُمَّ جِئْتُ حَتَّى قُمْتُ عَنْ نِسَاءِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَجَذْتُ بِيَدِي فَأَذَانِي، حَتَّى أَقَامَنِي عَنْ يَمِينِهِ فَجَاءَ ابْنُ صَخْرٍ، حَتَّى قَامَ عَنْ نِسَائِهِ فَأَخَذَ نَائِبِينَ بِهِ جَمِيعًا، حَتَّى أَقَامَنَا خَلْفَهُ، قَالَ: وَجَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْمُقُنِي وَأَنَا لَا أَشْعُرُ ثُمَّ قُطِنْتُ بِهِ فَأَشَاءُ إِلَيَّ أَنْ أَتَرِبَ بِهَا فَلَمَّا فَرَغَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «يَا جَابِرُ»، قَالَ: قُلْتُ: لَتَيْتُكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: «إِذَا كَانَ وَاسِعًا خَالَفَ بَيْنَ طَرَفَيْهِ، وَإِذَا كَانَ ضَيِّقًا فَاشْدُدْهُ عَلَى حَقْوِكَ».

سرخسہ

عبادہ بن الولید بن عبادہ بن الصامت سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم جابر یعنی جابر بن عبد اللہ کے پاس حاضر ہوئے وہ فرمانے لگے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک غزوہ میں سفر کیا تو ایک مرتبہ آپ ﷺ نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور اس وقت میرے اوپر ایک چھوٹی چادر تھی اسکو میں نے چاہا کہ اس کے دائیں کنارے کو بائیں کندھے پر اور بائیں کنارے کو دائیں کندھے پر ڈال کر اوڑھ لوں مگر وہ اوڑھ ہی نہ جاسکی اس چادر میں ایک جانب جھال رہے (وہ جانب نیچے تھی) اسی لئے میں نے چاہا کہ اس چادر کو پلٹا کر پھر میں نے چادر کے دائیں کنارے کو بائیں کندھے پر اور اس کے بائیں کنارے کو دائیں کندھے پر رکھ دیا پھر میں اس چادر پر جھک گیا تاکہ میں اسے اپنی تھوڑی سے پکڑ لوں اور وہ چادر نہ گرے (میں نے چادر کو اس انداز سے اوڑھ لیا) اور پھر اسی حالت میں آپ ﷺ کی بائیں جانب آکر نیت باندھ لی آپ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ کر بائیں جانب سے دائیں جانب کر دیا (تھوڑی دیر بعد) جابر بن صخر نے بھی آکر آپ ﷺ کے بائیں طرف نیت باندھ لی تو آپ ﷺ نے ہم دونوں کو اپنے دونوں ہاتھوں سے پیچھے کی طرف دھکیل کر اپنے پیچھے کھڑا کر دیا اور حضرت جابر فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نماز میں مسلسل میری طرف دیکھتے رہے لیکن میں آپ ﷺ کے اشارہ پر متوجہ نہ ہوا پھر تھوڑی دیر میں میں سمجھ گیا کہ آپ ﷺ مجھے اشارہ فرما رہے ہیں (کہ چونکہ یہ چادر چھوٹی ہے اس میں مخالفت بین الطرفين کی گنجائش نہیں ہے اس لئے) اسکو اپنے وسط بدن میں باندھ لوں اور شلوار کی مانند بنالوں پھر جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا اے جابر میں نے عرض کیا البیک یا رسول اللہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب چادر میں گنجائش ہو تو اسے مخالفت بین الطرفين باندھ لیا کر داور جب وہ تنگ ہو تو اس کو تہبید / شلوار کی طرح (ناف کی جگہ پر) باندھ لیا کرو۔

تصحیح

صحیح البخاری - الصلاة (۳۵۴) صحیح مسلم - هلافة المسافرين وقصرها (۷۶۶) سنن ابی داؤد - الصلاة (۶۳۴)

سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۹۷۴) مسند احمد - بابی مسند الکثرین (۳/۳۵۱)

شرح الحدیث

قَالَ: أَتَيْنَا جَابِرًا يُعْنِي ابْنَ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: سَمِعْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةٍ: اس غزوہ سے غزوہ بواط مراد ہے جیسا کہ مسلم کی روایت میں تصریح ہے، حضرت جابرؓ حضور ﷺ کیساتھ اپنے بعض اسفار کا ذکر کر رہے ہیں، حدیث بہت طویل ہے جو مسلم شریف جلد ثانی کے اخیر میں ہے ^① مصنف نے اس کا یہاں ایک ٹکڑا ذکر کیا ہے جس کا مضمون یہ ہے، حضور ﷺ نماز پڑھ رہے تھے میں نے سوچا کہ میں بھی آپ ﷺ کے پیچھے نیت باندھ لوں، میرے پاس صرف ایک چادر تھی جس کو اوڑھ کر مجھے نماز پڑھنی تھی میں نے اس کو مخالفۃ بین الطرفین کیساتھ اوڑھنا چاہا مگر وہ اوڑھ لی نہ جاسکی، اس چادر میں ایک جانب جھار سے تھے وہ جانب نیچے کی طرف تھی اس لئے میں نے اس چادر کو پلٹا تا کہ وہ نیچے کی جانب اوپر کی طرف آجائے اور وہ جھار اوپر کی طرف ہو جائیں اور ان کی وجہ سے مجھے کچھ چادر سنبھالنے میں مدد ملے، چنانچہ میں نے اس چادر کو حسب سابق مخالفۃ بین الطرفین کیساتھ اوڑھا اور وہ جھار جواب اوپر کی طرف آگئے تھے ان کے ذریعہ سے میں نے اس چادر کے سروں کو اپنی ٹھوڑی سے دبایا تا کہ وہ چادر نہ گرے، اور پھر اسی حالت میں حضور ﷺ کی بائیں جانب آکر نیت باندھ لی، آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر بائیں جانب سے دائیں جانب کر دیا، ٹھوڑی دیر بعد میرے ساتھی (جن کا نام جبار بن صخر ہے جیسا کہ مسلم کی روایت - ۳۰۱۰ - میں ہے) انہوں نے بھی آکر حضور ﷺ کی بائیں طرف نیت باندھ لی، آپ ﷺ نے ہم دونوں کو اپنے ہاتھوں سے پیچھے کی طرف دھکیل دیا، اور آپ ﷺ نماز میں میری طرف مسلسل دیکھتے رہے لیکن میں آپ ﷺ کے اشارہ پر متوجہ نہیں ہوا ٹھوڑی دیر بعد میں سمجھ گیا کہ آپ ﷺ مجھے اشارہ سے کچھ فرما رہے ہیں، اور وہ اشارہ یہ تھا کہ چونکہ یہ چادر چھوٹی ہے اس میں مخالفۃ بین الطرفین کی گنجائش نہیں ہے اس لئے اس کو اپنے وسط بدن میں باندھ لے، اور پھر نماز سے فارغ ہونے کے بعد یہی بات آپ ﷺ نے زبان سے ارشاد فرمائی۔

بَابُ مَنْ قَالَ يَتَذَكَّرُ بِهِ إِذَا كَانَ خَلْفًا

جب کپڑا تنگ ہو تو اسے ازار کے طور پر پہننے کا بیان

ایک نوع کے دو باب میں دفع تکرار: یہ باب بظاہر مکرر ہے اسی قسم کا باب قریب میں گذر چکا، حضرت نے بذل میں اس کا جواب یہ لکھا ہے کہ سابق باب والی حدیث میں فَاشَدُّ ذِكْرًا عَلَى حَقْوِكَ لَفْظٌ وَارِدٌ ہے صریح لفظ ازار وہاں نہیں تھا گو معنی دونوں کے ایک ہی ہیں تو گویا مصنف نے الفاظ حدیث کے اتباع اور رعایت میں ایسا کیا ہے ^②، لیکن صاحب منہل نے اس سے کوئی تعرض ہی نہیں کیا، ایک جواب یہ ہو سکتا ہے کہ حدیث الباب میں یہ مذکور ہے کہ اگر آدمی کے پاس ایک ہی کپڑا ہو تو

① صحیح مسلم - کتاب الزہد والرقائق - باب حدیث جابر الطویل وقصة ابی الیسر ۳۰۰۷-۳۰۰۸

② بذل المجہور فی حل ابی داؤد ج ۴ ص ۲۹۸

اس کا اترار کرنا چاہئے حدیث میں ثوب واحد کے حق میں مطلقاً اترار کہا گیا ہے حالانکہ یہ حکم اس صورت میں ہے جب وہ کپڑا چھوٹا اور تنگ ہو، اس لئے مصنف نے حدیث کو مقید کرنے کیلئے اس پر یہ ترجمہ قائم کیا تو گویا یہ ترجمہ شارح ہوا بخاری شریف کے بھی بہت سے تراجم کے بارے میں بعض صورتوں میں یہی توجیہ کی جاتی ہے کہ یہ ترجمہ شارح ① ہے۔

۶۳۵۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ ①، حَدَّثَنَا جَمَادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُتْمَرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا كَانَ لِأَحَدِكُمْ ثَوْبَانِ فَلْيُصَلِّ فِيهِمَا فَإِنَّ لَهُ يَكُنْ إِلَّا ثَوْبٌ وَاحِدٌ فَلْيَتَزَوَّرْ بِهِ، وَلَا يَشْتَمِلِ اشْتِمَالَ الْيَهُودِ».

ابن عمر سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا یا راوی کو شک ہے وہ فرماتے ہیں کہ یا عمرؓ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کے پاس دو کپڑے ہوں تو ان دونوں میں نماز پڑھے اور اگر ایک ہی کپڑا ہو تو اس کا تہ بند باند لے اور اس کو اس طریقے پر باندھے جس طرح یہود باندھتے ہیں۔

سنن ابی داؤد - الصلاة (۶۳۵) - مسند احمد - مسند الکثرین من الصحابة (۲/۴۸۱)

اشتمال الیہود والصماء کی تفسیر: قوله: وَلَا يَشْتَمِلِ اشْتِمَالَ الْيَهُودِ: اور یہود کی طرح چادرنہ لپیٹے، اشتمال یہودیہ ہے کہ چادر کو اس طرح اپنے سارے بدن پر لپیٹ لے اوپر سے نیچے تک کہ ہاتھوں کا باہر نکالنا دشوار ہو، اس میں تشبہ بالیہود کے علاوہ حقوق ضرر کا اندیشہ ہے، اگر گزرنے لگے تو اپنے آپ کو سنبھالے گا کیسے، اسی طرح موزی جانور سے بچنا بھی مشکل ہو گا اس لئے کہ دونوں ہاتھ تو اندر ہیں، اور یہی تفسیر اشتمال الصماء کی بھی کی گئی ہے، بخاری شریف کی ایک روایت میں ہے ھُوَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اشْتِمَالِ الصَّمَاءِ ②، دراصل یہ الصخرة الصماء سے لیا گیا ہے، وہ ٹھوس پتھر جس میں کوئی منفذ اور سوراخ نہ ہو، اور بعض علماء نے اشتمال الصماء کی تفسیر یہ کی ہے کہ ایک کپڑے کو اس طرح پہنے کہ اس کو لپیٹنے کے بعد اس کے ایک سرے کو اٹھا کر کندھے پر ڈال لے، اس صورت میں کشف عورت کا احتمال ہے۔

۶۳۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنُ قَائِمٍ الدُّهْلِيُّ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو هَمَيْلَةَ يَحْيَى بْنُ وَاصِحٍ، حَدَّثَنَا أَبُو الْمُنِيبِ عُثَيْبُ بْنُ الْعَتَكِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: «هُوَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُصَلِّيَ فِي لِحَافٍ لَا يَتَوَشَّعُ

① اس توجیہ پر یہ اشکل ہو سکتا ہے کہ اگر مصنف کا مقصود شرح حدیث ہی ہے تو اس حدیث کو بھی گذشتہ باب کے تحت لے آتے اس سے بھی شرح حدیث کا فائدہ حاصل ہو جاتا، اللهم الا ان يقال کہ مقصود اہتمام اس کے لئے مستقل باب باندھا ہے۔

② بذل المجہود فی حل ابی داؤد میں اس حدیث اور اس کے بعد والی حدیث پر من قال بتزويده إذا كان ضيقاً کا باب قائم کیا گیا ہے، اس کے علاوہ حدیث ۶۳۵ کو بعد میں اور حدیث ۶۳۶ کو پہلے ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے برعکس محیی عبد المجید کے محقق نسخہ میں یہ تینوں احادیث ایک ہی باب ”باب إذا كان الثوب ضيقاً تنزويده“ کے تحت موجود ہیں۔

③ صحيح البخاري - أبواب الصلاة في الثياب - باب ما يستر العورة ۳۶۰

بِه. وَالْآخِرُ أَن تُصَلِّيَ فِي سَرَادِيلَ وَلَيْسَ عَلَيْكَ جُنَاحٌ

عبداللہ بن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا اس ایک کپڑے میں نماز پڑھنے سے کہ جس کو لپیٹا نہ گیا ہو اور دوسرے اس سے منع فرمایا کہ تم اس طرح شلواری پہن کر نماز پڑھو کہ جسکے اوپر تم نے چادر نہ اوڑھی ہو۔

۸۴۔ بَابُ الْإِسْبَالِ فِي الصَّلَاةِ

باب ہے نماز میں پانچوں اور کپڑے کو بٹخنے کے نیچے لٹکانے کا حکم
إِسْبَالُ كَيْفَى مَعْنَى پَر دہ وغیرہ کو ڈھیلا چھوڑنے کے ہیں، اور یہاں پر مراد یہ ہے کہ قمیص یا ازار کو ٹخنوں سے نیچے کرنا جو کہ مرد کیلئے ممنوع ہے۔

انساب ازار کا حکم: علماء نے لکھا ہے کہ اگر یہ خیلاء کیوجہ سے ہو تب تو حرام ہے اور اگر ویسے ہی بے توجہی اور غفلت کیوجہ سے ہو تو مکروہ ہے، اور اگر کسی عذر اور مجبوری کیوجہ سے ہو تو مکروہ بھی نہیں، جیسے صدیق اکبر کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ میرا ازار نیچے کو ہو جاتا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا یہ فعل خیلاء کیوجہ سے نہیں، لامع میں کسی جگہ لکھا ہے کہ صدیق اکبر بہت دسبلے پتلے تھے ان کا پیٹ اندر کو تھا اس لئے ان کا ازار خود بخود سرک کر نیچے ہو جاتا تھا، اور اس کے بالمقابل حضرت علی کا بدن بھاری تھا اور ان کا پیٹ باہر کو نکلا ہوا تھا اس وجہ سے ان کی لنگی نیچے کو ہو جاتی تھی، بہر حال ایسی شکل میں کوئی کراہت نہیں ہے۔

۶۲۷۔ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ أَخْزَمَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، عَنْ أَبِي عَوَّانَةَ، عَنْ غَاصِمٍ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ، عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «مَنْ أَسْبَلَ إِزَارَهُ فِي صَلَاتِهِ خِيَلًا فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ فِي جِلٍّ وَلَا حَرَامٍ»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: نَدَى هَذَا الْجَمَاعَةُ عَنْ غَاصِمٍ مَوْفُوقًا عَلَى ابْنِ مَسْعُودٍ، مِنْهُمْ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، وَحَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، وَأَبُو الْأَخْوَصِ، وَأَبُو مُعَاوِيَةَ.

حضرت ابن مسعود سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص نماز میں تکبر کی وجہ سے اپنا ازار لٹکائے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے نہ تو جنت کو حلال کریں گے نہ جہنم اس کے لئے حرام ہوگی امام ابوداؤد فرماتے ہیں اس حدیث کو ایک جماعت نے عاصم کے واسطے سے ابن مسعود سے موقوف روایت کیا۔ ان میں حماد بن سلمہ، حماد بن زید، ابوالاخوص، اور ابو معاویہ شامل ہیں۔

۶۲۸۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبَانُ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَّارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: يَتَعَارَفُ بَجِلٌ يُصَلِّيُ مُسْبِلًا إِزَارَهُ إِذْ قَالَ لَهُ: «سَلِّمْ» فَقَالَ: «إِذْ هَبْ فَتَوَقَّصًا»، فَذَهَبَ فَتَوَقَّصًا، ثُمَّ جَاءَ، ثُمَّ

قَالَ: «اَذْهَبْ فَتَوَضَّأْ»، فَذَهَبَ فَتَوَضَّأَ، ثُمَّ جَاءَ، فَقَالَ لَهُ تَرْجُلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا لَكَ أَمَرْتَهُ أَنْ يَتَوَضَّأَ، فَقَالَ: «إِنَّهُ كَانَ يُصَلِّي وَهُوَ مُسْبِلٌ إِذَا ارْتَدَّ وَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى لَا يَقْبَلُ صَلَاةَ رَجُلٍ مُسْبِلٍ إِذَا ارْتَدَّ».

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ اس اشائیں کہ ایک شخص پانچے کو ٹخنے سے نیچے لٹا کر نماز پڑھ رہا تھا کہ آپ ﷺ نے اس سے فرمایا جاؤ وضو کرو، وہ وضو کر کے آیا آپ ﷺ نے پھر فرمایا جاؤ اور دوبارہ وضو کرو، وہ دوبارہ وضو کر کے آیا تو ایک شخص نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول آپ نے اسکو وضو کا حکم کس لئے فرمایا؟ آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا کہ وہ اسبال ازار (کپڑا لٹا کر) کی حالت میں نماز پڑھ رہا تھا اور اللہ جل شانہ کے ہاں نماز اسبال ازار (شلوار اور کپڑے کا لٹکے ہوئے ہونے) کی حالت میں قبول نہیں ہوتی۔

شرح الحدیث: یَنْتَمَا تَرْجُلٌ یُصَلِّي مُسْبِلًا إِذَا ارْتَدَّ: ایک شخص اسبال ازار کیساتھ نماز پڑھ رہا تھا آپ ﷺ نے اس سے فرمایا جاؤ وضو کرو، وہ وضو کر کے آیا، آپ ﷺ نے فرمایا پھر جاؤ دوبارہ وضو کرو، وہ دوبارہ وضو کر کے آیا، ایک شخص نے آپ ﷺ سے سوال کیا کہ آپ ﷺ نے اس کو وضو کا حکم کس لئے فرمایا، آپ ﷺ نے اس کی وجہ بیان فرمائی کہ اسبال ازار کی حالت میں آدمی کی نماز اللہ کے یہاں قبول نہیں ہوتی اسبال ازار چونکہ بعض مرتبہ تکبر کی بناء پر ہوتا ہے جو ایک باطنی گندگی ہے اس لئے آپ ﷺ نے اس کو طہارۃ الظاہر کا حکم فرمایا تاکہ اس کے اثر سے طہارۃ باطن حاصل ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ظاہر و باطن کے درمیان ایک خاص قسم کا ربط اور جوڑ رکھا ہے، اور دوبارہ آپ ﷺ نے اس کو وضو کا حکم غالباً اس لئے دیا کہ پہلی مرتبہ سے مقصود اچھی طرح سے حاصل نہ ہوا ہو گا۔

فَلَيْتَ مِنَ اللَّهِ (جَلَّ ذِكْرُهُ) ① (بِی جِلِّ وَلَا حَرَامٍ: یعنی جو شخص نماز میں تکبر کی وجہ سے اسبال ازار کرتا ہے اس کا یہ حال ہے جو حدیث میں مذکور ہے۔

اس جملہ کے مطلب میں شرح کے مختلف قول ہیں: ① یہ ماحوف ہے عرب کے قول فلان لا ینفع للہلالی ولا للحرَام، یعنی فلاں شخص ناکارہ اور بیکار ہے لوگوں کے نزدیک اس کی کوئی وقعت نہیں اور نہ اس کا کوئی فعل قابل اعتبار ہے، اور ② یا یہ مطلب ہے کہ یہ شخص نہ کوئی جائز اور حلال کام کر رہا ہے اور نہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا کوئی احترام ہے، ③ یا یہ مطلب ہے کہ اس شخص کیلئے نہ جنت حلال ہے اور نہ جہنم حرام، ④ اور یا یہ مطلب ہے کہ یہ شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسا ہے کہ اس کو نہ حلال کی خبر اور پردہ اور نہ حرام کی۔

۸۵۔ بَابُ فِي كَيْفِ تَقْصِي الْمَرْأَةِ

باب عورت کتنے کپڑوں میں نماز پڑھے گی

عند الجمهور عورت کیلئے نماز کے لباس میں دو کپڑوں کا ہونا واجب ہے، نماز اور قیص^۱ جیسا کہ حدیث الباب میں ہے، نماز ستر راس کے لئے اور قیص باقی تمام بدن کیلئے، لیکن جمهور یہ کہتے ہیں کہ مقصود تمام بدن کا ستر ہے فلو حصل بثوب واحد وسیع جاز، یہی ائمہ اربعہ کا مذہب ہے، وقیل لابد من ثلاث، وقیل لابد من اربع، خماس، قمیص، ازار، ملحفہ، اخیر کے یہ دو قول عطاء اور ابن سیرین سے مروی ہیں، ابن قدامہ^۲ لکھتے ہیں عورت کیلئے مستحب (عند احمد والشافعی) یہ ہے کہ وہ تین کپڑوں میں نماز پڑھے، خمار، درع، جلباب یعنی چادر قیص کے اوپر اوڑھنے کیلئے۔

۶۳۹۔ حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ بْنِ قُفَيْدٍ، عَنْ أُمِّهِ، أَنَّهَا سَأَلَتْ أُمَّ سَلَمَةَ مَاذَا تُصَلِّي فِيهِ الْمَرْأَةُ مِنَ الْيَابِ فَقَالَتْ: «تُصَلِّي فِي الْخَمَازِ وَالْذِمْرِ عِ الشَّايِخِ الَّذِي يُعْطِي ظُهُورَ قَدَمَيْهَا».

ترجمہ

محمد بن زید بن قنفذ اپنی والدہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ام سلمہ سے سوال کیا کہ عورت کتنے کپڑوں میں نماز پڑھ سکتی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ ایک دوپٹے اور ایسی قیص جو اپنی لمبائی کی وجہ سے اس کے قدموں کے ظاہری حصہ کو چھپالے اس میں نماز پڑھے۔

شرح الحدیث

وَالذِّمْرِ عِ الشَّايِخِ الَّذِي يُعْطِي ظُهُورَ قَدَمَيْهَا: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرآة کے قد میں حد عورة میں داخل ہیں جیسا کہ ائمہ ثلاث کا مذہب ہے۔

لَدَمِينِ كَيْفِ عَوْرَةِ بَوْنِي بِرِ اسْتِدْلَالِ اور حنفیہ کی طرف سے اسکا جواب: لیکن یہ حنفیہ کے قول اصح کے خلاف ہے، جواب یہ ہے کہ حدیث ضعیف ہے اسکی سند میں ام محمد ہیں ان کے بارے میں ذہبی^۳ لکھتے ہیں: لا تعرف، نیز اس حدیث کی سند میں اضطراب ہے جسکو مصنف نے خود آگے چل کر بیان کیا ہے، وہ یہ کہ اکثر رواۃ نے اس حدیث کو ام سلمہ سے موقوف اور بعض نے مرفوعاً روایت کیا ہے لہذا حدیث میں ضعف پیدا ہو گیا۔

۶۴۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُثْمَرَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ، بِهَذَا الْحَدِيثِ - قَالَ: عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، أَنَّهَا سَأَلَتْ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلْصَلِّي الْمَرْأَةُ فِي دِمْرٍ وَخَمَازٍ لَيْسَ عَلَيْهَا إِزَارٌ؟ قَالَ: «إِذَا كَانَ الدِّمْرُ سَابِقًا يُعْطِي ظُهُورَ قَدَمَيْهَا» ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ وَبُشَيْرُ بْنُ هَاشِمٍ، وَخَلْفُ بْنُ غِيَاثٍ وَإِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، وَابْنُ أَبِي ذَلْبٍ، وَابْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أُمِّهِ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ

۱ قیص سے لمبا کرتے مراد ہے اوپر سے نیچے تک (عربی کرت)۔

لَمْ يَنْ كُزْ أَحَدٌ مِنْهُمْ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَرُّوا بِهِ عَلَى أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا.

ترجمہ: حضرت ام سلمہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا کہ کیا عورت دوپٹے اور قمیض میں نماز پڑھ سکتی ہے جبکہ وہ ازار (شلوار) نہ پہنی ہو۔ تو آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا کہ جب قمیض اتنی لمبی ہو کہ وہ اس کے قدموں کے ظاہری حصہ کو چھپالے تو صحیح ہے۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مالک بن انس، بکر بن معمر، حفص بن غیاث، اسماعیل بن جعفر، ابن ابی ذئب اور ابن اسحاق نے محمد بن زید سے بواسطہ ابن کی والدہ سے حضرت ام سلمہ سے موقوف بیان کی ہے اور ان میں سے کسی نے بھی نبی کریم ﷺ سے روایت نہیں کی بلکہ ان تمام راویوں نے اس حدیث کو ام سلمہ کا اثر موقوف ہونا ذکر کیا ہے۔

سنن ابی داؤد - الصلاة (۶۴۰) موطأ مالک - النداء للصلاة (۳۲۶)

۸۶۔ بَابُ الْمَرْأَةِ تَصَلِّي بِغَيْرِ خِطَامٍ

ترجمہ: باب ہے دوپٹے کے بغیر عورت کے نماز پڑھنے کے بارے میں **حرم** عورت کی نماز بغیر خمار یعنی بغیر سر راس کے بالاتفاق فاسد ہے، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ اگر مقدار سیر مکشوف ہو تب کیا حکم ہے، سو یہ پہلے گذر چکا کہ امام شافعیؒ کے نزدیک ایسی صورت میں نماز درست نہ ہوگی، چنانچہ امام ترمذیؒ حدیث الباب کے تحت فرماتے ہیں وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ: أَنَّ الْمَرْأَةَ إِذَا أَدْرَكَتْ فَصَلَّتْ وَشَيْءٌ مِنْ شَعْرِهَا مَكْشُوفٌ لَا تَجُوزُ صَلَاتُهَا وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ^۱ اور حنفیہ حنابلہ کے یہاں مقدار سیر (مادون الربع) معاف ہے۔

۶۴۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ الْحَارِثِ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: «لَا يَقْبَلُ اللَّهُ صَلَاةَ حَائِضٍ إِلَّا بِخِطَامٍ»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَذَا شُعَيْبُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: حضرت عائشہؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بالغ عورت کی نماز بغیر دوپٹے کے قبول نہیں ہوتی۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ سعید یعنی ابن ابی عروبہ نے قاتادہ سے انہوں نے حسن سے انہوں نے نبی کریم ﷺ سے اس روایت کو مرسل ذکر کیا ہے (گویا قاتادہ کے پہلے شاگرد حماد نے اس روایت کو موصولاً ذکر کیا اور قاتادہ کے دوسرے شاگرد سعید بن ابی عروبہ نے اس روایت کو حسن بصری سے مرسل نقل کیا ہے)

ترجمہ: جامع الترمذی - الصلاة (۳۷۷) سنن ابی داؤد - الصلاة (۶۴۱) سنن ابن ماجہ - الطهارة وسترها (۶۵۴) سنن ابن ماجہ - الطهارة وسترها (۶۵۵) مسند احمد - باقی مسند الانصار (۱۵۰/۶) مسند احمد - باقی مسند الانصار (۲۱۸/۶) مسند احمد - باقی مسند الانصار (۲۵۹/۶)

۶۴۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُثَيْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، أَنَّ عَائِشَةَ، نَزَلَتْ عَلَى صَفِيَّةَ أُمِّ طَلْحَةَ

الطَّلَحَاتِ فَرَأَتْ بَنَاتِهَا، فَقَالَتْ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ وَفِي حُجْرَتِي جَارِيَةٌ، فَأُلْقِيَ لِي حَقْوُهُ، وَقَالَ لِي: «شُقِيهِ بِشِقَّتَيْنِ فَأَعْطِي هَذِهِ نِصْفًا وَالثَّانِيَةَ الَّتِي عِنْدَ أُمِّ سَلَمَةَ نِصْفًا، فَإِنِّي لَا أَرَاهَا إِلَّا قَدْ خَاصَتْ، أَوْ لَا أَرَاهُمَا إِلَّا قَدْ خَاصَتَا»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذَلِكَ رَوَاهُ هِشَامٌ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ.

ایوب محمد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ حضرت صفیہ جو طلحہ الطلحات کی والدہ ہیں کے پاس تشریف لے گئیں تو ان کی بیٹیوں کو (نگے سر) دیکھا تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ میرے حجرے میں تشریف لائے اور میرے حجرے میں ایک جاریہ تھی (جس کا سر کھلا تھا) تو آپ ﷺ نے میری طرف ایک لنگی پھینکی اور فرمایا اس کے دو ٹکڑے کر کے ایک اس لونڈی کو دید و اور ایک ٹکڑا اس لونڈی کو بھیج دو جو ام سلمہؓ کے پاس رہتی ہے اسلئے کہ میرا اندازہ یہ ہے کہ وہ لونڈی حد بلوغ کو پہنچ چکی یا فرمایا دونوں حد بلوغ کو پہنچ گئی ہیں (تو انھیں سر ڈھک کر رکھنا چاہیے)۔ امام ابو داود فرماتے ہیں اسی طرح ہشام نے ابن سیرین سے روایت کی ہے۔

سنن ابی داود - الصلاة (۶۴۲) مسند احمد - باقی مسند الانصاف (۹۶/۶) مسند احمد - باقی مسند الانصاف (۲۳۸/۶)

أَنَّ عَائِشَةَ، تَوَلَّتْ عَلَى صَفِيَّةَ أُمِّ طَلْحَةَ الطَّلَحَاتِ. یہ صفیہ کی صفت ہے یعنی وہ صفیہ جو طلحہ الطلحات کی والدہ ہیں، طلحہ الطلحات سے مراد طلحہ بن عبد اللہ بن خلف ہیں، انکو طلحہ الطلحات کیوں کہتے ہیں؟ اس کی وجہ تلبیب میں مختلف قول ہیں ایک قول یہ ہے جو اصمعی سے منقول ہے کہ طلحہ نامی چند رجال ہیں جو جو دو سخا میں معروف ہیں، اور ہر ایک کا ایک لقب ہے وہ یہ ہیں، طلحہ بن عبید اللہ الیمتی ان کا لقب الفیاض ہے، طلحہ بن عمر بن عبید اللہ، یہ طلحہ الجواد سے معروف ہیں، طلحہ بن عبد اللہ بن عوف الزہری یہ طلحہ الندی کیساتھ معروف ہیں، طلحہ بن الحسن بن علی ان کو طلحہ الخیر کہا جاتا ہے اور پانچویں یہ ہیں جو یہاں مذکور ہیں جن کو طلحہ الطلحات کہا جاتا ہے کیونکہ یہ ان میں سب سے زیادہ سخی تھے، اور ایک دوسری وجہ اس کی یہ بیان کی گئی ہے کہ ان کے اجداد میں بہت سوں کا نام طلحہ تھا۔

فَرَأَتْ بَنَاتِهَا، فَقَالَتْ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ وَفِي حُجْرَتِي جَارِيَةٌ. مضمون حدیث یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ صفیہ کے یہاں گئیں (وہاں انکی لڑکیوں کو انہوں نے نگے سر دیکھا ہو گا) تو اس پر حضرت عائشہؓ نے ان کو حضور ﷺ کے زمانہ کا ایک واقعہ سنایا، وہ یہ کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ میرے حجرے میں تشریف لائے وہاں آپ ﷺ نے ایک جاریہ کو دیکھا جس کا سر کھلا تھا تو آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ کی طرف اپنی ایک لنگی پھینکی اور فرمایا کہ اس کے دو ٹکڑے کر کے ایک اس لونڈی کو دید و اور ایک اس لونڈی کے پاس بھیج دو جو ام سلمہؓ کے پاس رہتی ہے اس لئے کہ میرا اندازہ یہ ہے کہ یہ دونوں حد بلوغ کو پہنچ گئی ہیں لہذا ان کو اب اپنا سر ڈھک کر رکھنا چاہیے۔

صلوة الإمام مع كشف الرأس: جاننا چاہئے کہ مسئلہ یہ ہے، باندی کی نماز کشف رأس کیساتھ بھی جائز ہے اس کے

حق میں ستر راس واجب نہیں، معنی میں لکھا ہے لا نعلم أحداً خالف في هذا إلا الحسن^①، جمہور کی دلیل انہوں نے یہ لکھی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے ایک باندی کو متقنعہ دیکھا، قتل یعنی خمار اوڑھے ہوئے تو انہوں نے فرمایا انکشفی رأسک ولا تشبهین بالحرث^②، اور یہاں حضور ﷺ نے جو ستر راس کو فرمایا تو ہو سکتا ہے وہ لڑکی حرہ ہو یا احتیاط اور تعلم ادب کیلئے آپ ﷺ نے ایسا کیا ہو۔

باندی اور حرہ کی حد عورت میں ہمارے یہاں اختلاف تفصیل سے گذر چکا۔

۸۷۔ باب ما جاء في السدل في الصلاة

باب نماز میں سدل (یعنی قمیض یا ازار کو لب الثکانا) کے حکم کا بیان

سدل کی تفسیر میں اقوال: یہاں پر دو چیزیں ہیں: ① سدل کی تفسیر اور ② دوسرے اس کا حکم، اسکی کئی تفسیریں کی گئی ہیں، ار سال الثوب وجرہ خیلاء، یعنی قمیض یا ازار کو زیادہ دراز کرنا جس کو اسبال بھی کہتے ہیں جس کا باب پہلے گذر چکا، اور ایک تفسیر وہ کی گئی ہے جو اشتمال الیہود میں گذر چکی کہ چادر کو اس طرح اوڑھنا کہ دونوں ہاتھ بھی اس کے اندر بندھ جائیں، اور معروف^③ تفسیر اس کی یہ ہے کہ چادر یا رومال کے وسط کو سر یا منکبین پر ڈال لیا جائے اور پھر اس کو ویسے ہی چھوڑ دے بغیر ضم طرفین کے (یعنی اس کو لپیٹے نہیں) علامہ سیوطی نے اسی تفسیر کو رائج قرار دیا ہے، صاحب ہدایہ اور صاحب مغنی اسی طرح امام بیہقی نے بھی اس کو اختیار کیا ہے۔

سدل کے حکم میں اختلاف: یہ جمہور کے نزدیک مکروہ ہے، امام ابو حنیفہ و احمدؒ کے نزدیک تو صرف نماز میں کما فی البذل عن الخطایا والبدائع وکذا فی الشاشی^④ اور امام شافعیؒ کے نزدیک مطلقاً صلاۃ و خارج صلاۃ، اور امام مالکؒ کے نزدیک اس میں مطلقاً کراہت نہیں جیسا کہ ابن العربی نے اس کو نقل کیا ہے، اور یہی مذہب ہے عطاء و حسن اور ابن سیرین وغیرہ کا، ابن رسلان فرماتے ہیں امام احمدؒ کے نزدیک کراہت اس وقت ہے جب نمازی کے بدن پر صرف ایک ہی کپڑا ہو^⑤، اور اگر کوئی شخص

① المغنی ذیلیہ الشرح الكبير - ج ۱ ص ۶۳۹

② مصنف عبد الرزاق - کتاب الصلاة - باب الحمار ۵۰۷۸

③ مظاہر حق ج ۱ ص ۵۱۳ میں لکھا ہے سدل یہ ہے کہ اوڑھے کپڑا سر پر یا مو بندھوں پر اور دونوں طرفین اسکی لٹکی رہیں یعنی بکل نہ مارے، پس یہ منع ہے مطلق اسلئے کہ شان تکبر کی ہے اور نماز میں بہت برا ہے، اور عرب گہری کے کونے سے ڈھانٹا باندھتے تھے کہ دہانہ چھپ جاتا تھا، اس سے بھی منع فرمایا اسلئے کہ قرأت اس سے اچھی طرح سے ادا نہیں ہوتی اور سجدہ پورا نہیں ہوتا، اور جو کوئی بھائی لے یا ڈکار لے اور اس کے منہ سے بدبو آتی ہو اسکو نماز میں ڈھانٹنا منہ کا ہاتھ سے مستحب ہے۔

④ بذل النجود فی حل ابی داؤد - ج ۱ ص ۳۰۹

⑤ یہی بات امام ترمذیؒ نے بھی نقل فرمائی ہے (از مترجم)۔

نہیں پر سدل کرے "فلا یأس بہ" اور دوسرے حضرات یہ کہتے ہیں کہ سدل اگر قمیص وغیرہ پر ہے تب تو کراہت تشبہ بالیہود کی وجہ سے ہے اور اگر بدون قمیص کے ہو تو لا احتمال کشف العورة۔

۶۴۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، وَابْنُ أَبِي هَيْمٍ، عَنْ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، عَنْ الْحَسَنِ بْنِ دَكْوَانَ، عَنْ شَلْبِغَةَ الْأَخْوَطِ، عَنْ عَطَاءٍ - قَالَ ابْنُ أَبِي هَيْمٍ - : عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «هَمَى عَنِ السَّدَلِ فِي الصَّلَاةِ وَأَنْ يُعْطِيَ الرَّجُلُ قَاكًا»، قَالَ ابْنُ أَبِي هَيْمٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «هَمَى عَنِ السَّدَلِ فِي الصَّلَاةِ».

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز میں سدل سے منع فرمایا اور اس بات سے کہ آدمی نماز میں اپنا منہ ڈھانپے۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ غسل نے اپنی سند سے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نماز میں سدل سے منع فرمایا۔

جامع الترمذی - الصلاة (۳۷۸) سنن ابی داؤد - الصلاة (۶۴۲) مسند احمد - باقی مستند الکثیرین (۲/۲۹۵) سنن الدارمی - الصلاة (۱۳۷۹)

شرح الحدیث: قولہ: «هَمَى عَنِ السَّدَلِ فِي الصَّلَاةِ وَأَنْ يُعْطِيَ الرَّجُلُ قَاكًا»: نماز کی حالت میں تغطیہ نہ کر وہ ہے، یعنی نہ پر ڈھانا باندھنا، اس حدیث کی بناء پر اور اس لئے کہ وہ قرأت اور اذکار سے مانع ہے نیز اس میں تشبیہ بالجوس ہے لَآ تَهْمُ يَتَلَقَّوْنَ فِي عِبَادَتِهِمُ النَّارَ^۱ یہود آتش پرستی کی وقت اپنے منہ پر کپڑا پیٹ لیتے ہیں، لہذا سردی کے زمانہ میں کبیل یا چادر اوڑھتے وقت اپنے منہ کو نہ لپیٹے، اسی طرح سر کے رومال یا پگڑی سے بھی نہ کرے، اس کا خیال رکھنا چاہیے۔

قال ابو داؤد: «تروا عَسَلًا، عَنْ عَطَاءٍ»: حدیث سابق یعنی باب کی پہلی حدیث کا یہ دوسرا طریق ہے، مصنفؒ یہی بتلانا چاہتے ہیں کہ اس حدیث کی ایک سند یہ بھی ہے لیکن پہلی سند اس دوسری سے بہتر ہے اس لئے کہ غسل ضعیف راوی ہے۔

۶۴۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيَسَى بْنُ الطَّبَّاعِ، حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ، عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: «أَكْثَرُ مَا رَأَيْتُ عَطَاءً يُصَلِّي سَادِلًا»، قَالَ ابْنُ أَبِي هَيْمٍ: «وَهَذَا أَيْضًا ضَعِيفٌ ذَلِكَ الْحَدِيثُ».

ابن جریر فرماتے ہیں کہ میں نے عطاء کو اکثر دوران نماز سدل کرتے ہوئے دیکھا ہے امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ عطاء کا یہ فعل گزشتہ حدیث کے ضعیف ہونے کی دلیل ہے۔

شرح الحدیث: عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: «أَكْثَرُ مَا رَأَيْتُ عَطَاءً يُصَلِّي سَادِلًا»: یہ پہلے گزر چکا کہ عطاء ان علماء میں سے ہیں جن کے نزدیک سدل مکروہ نہیں۔

۱) لَآ تَهْمُ يَتَلَقَّوْنَ فِي عِبَادَتِهِمُ النَّارَ (بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ج ۱ ص ۲۱۶)

۲) بلال مجہود میں یہ قال ابو داؤد باب کے آخر میں ہے، اسلئے شارح نے یہ طرز (حدیث سابق) استعمال کیا ہے، شارح کا اشارہ حدیث (۶۴۴) کی طرف ہے۔

اشکال وجواب: یہاں پر اشکال یہ ہوتا ہے کہ عطاء حدیث الباب کے راوی ہیں جس میں سدل فی الصلاة کی ممانعت ہے تو اس حدیث کے خلاف کیوں کرتے تھے، اس کا جواب ^۱ یہ ہو سکتا ہے کہ ممکن ہے ان کے نزدیک سدل کی کراہت ثوب واحد کی صورت میں ہو، اور اگر سدل قمیص یا ازار پر ہو تب کراہت نہ ہو جیسا کہ امام احمد کے یہاں ہے، لہذا ہو سکتا ہے کہ وہ سدل قمیص یا ازار پر کرتے ہوں، اور امام بیہقی نے اس کی توجیہ یہ کی ہے وَكَانَتْ تَسِي الْحَدِيثَ أَوْ حَمَلَهُ عَلَى أَنَّ ذَلِكَ إِنَّمَا لَا يَجُوزُ لِلْمَخِيلَاءِ وَكَانَ لَا يَفْتَلُهُ خِيَلَاءٌ ^۲ یعنی یا تو وہ حدیث کو بھول گئے اور یا ان کے نزدیک حدیث کا محمل وہ سدل ہے جو تکبر کے طور پر ہو۔

۸۸۔ بَابُ الصَّلَاةِ فِي شُعْرِ النِّسَاءِ

باب عورتوں کے کپڑوں میں نماز پڑھنے کے متعلق حکم

۶۴۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا الْأَشْعَثُ، عَنْ مُحَمَّدٍ يَعْنِي ابْنَ سِيرِينَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «لَا يُصَلِّي فِي شَعْرًا أَوْ لِحْهًا»، قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: شَكَتْ أَبِي. حضرت عائشہ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے کپڑوں یا چادروں میں نماز نہیں پڑھتے تھے عبید اللہ فرماتے ہیں کہ میرے والد کو شک ہو گیا۔

جامع الترمذی - الجمعة (۶۰۰) سنن النسائی - الریق (۵۳۶) سنن ابی داود - الصلاة (۶۴۵) مسند احمد - باقی مسند الانصار (۱۲۹/۶)

۸۹۔ بَابُ الرَّجُلِ يُصَلِّي عَاقِصًا شَعْرَهُ

باب مرد نماز میں سر کے بالوں کا جوڑا بنائے ہوئے نماز پڑھے اس کا حکم

عقصر کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اپنے بالوں کو بجائے ارسال کے سر کے پیچھے انکا جوڑا باندھ لے جس طرح عورتیں باندھ لیا کرتی ہیں۔

کراہت عقص کی علت مع اختلاف علماء: یہ جمہور علماء ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مطلقاً مکروہ ہے اور امام مالک کے نزدیک کراہت اس صورت میں ہے جبکہ عقص نماز سے پہلے نماز ہی کی نیت سے کرے، اور اگر پہلے سے ہو تب کوئی مضائقہ نہیں، لیکن یہ کراہت فی حق الرجال ہے عورتوں کے حق میں نہیں اس لئے کہ ان کے بال واجب الستریں، اور مردوں کے حق میں کراہت اس لئے ہے کہ اس صورت میں بالوں کو سجود سے محروم رکھنا ہے، اگر آدمی کے سجدہ کے ساتھ اس کے بال بھی زمین پر واقع ہوں تو کیا ہی اچھا ہے، مصنف ابن ابی شیبہ ^۳ میں عبد اللہ بن مسعود کا اثر مروی ہے کہ آدمی جب سجدہ کرتا ہے

① بذل المجہود فی حل ابی داود - ج ۴ ص ۲۱۱

② السنن الکبری للبیہقی - کتاب الصلاة - باب کراہیۃ السیل فی الصلاة وتغطية الفم - ۳۳۱ (ج ۲ ص ۳۴۳ - ۳۴۴)

③ المنصف لابن ابی شیبہ - کتاب الصلاة - باب الرجل یصلی وشعره معقوص - ۸۱۳ (ج ۵ ص ۳۳۵)

تو اس کے بال بھی سجدہ کرتے ہیں، اور ہر بال کے بدلہ میں اجر ملتا ہے (منہل^۱)، نیز کتاب الطہارۃ میں حدیث گزر چکی گئی کہ لا تَوَضَّأُ مِنْ مَوْطِئٍ وَلَا تَكُفُّ شَعْرًا وَلَا تَوْبًا^۲، اور آگے بھی ایک حدیث آئیگی ”امرت ان اسجد علی سبعة ارباب وان لا اکف شعرا ولا توبا“^۳ عند الجمهور عقش میں صرف کرہت ہے اور حسن بصری سے اس میں نماز کا اعادہ منقول ہے۔

۶۶۶ - حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ، حَدَّثَنِي عُمَرَانُ بْنُ مُوسَى، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ التَّمِيمِيِّ، يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ رَأَى أَبَا رَافِعٍ مَوْلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ وَهُوَ يُصَلِّي قَائِمًا وَقَدْ غَرَزَ ضَفْرَهُ فِي قَفَاهُ فَحَلَّهَا أَبُو رَافِعٍ، فَالْتَفَتَ حَسَنٌ إِلَيْهِ مُغَضِّبًا فَقَالَ أَبُو رَافِعٍ: أَقْبِلْ عَلَى صَلَاتِكَ وَلَا تَغْضَبْ فَلَمَّا سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «ذَلِكَ كَقُلِّ الشَّيْطَانِ» يَعْنِي مَقْعَدَ الشَّيْطَانِ، يَعْنِي مَغْرَزَ ضَفْرِهِ.

سعد بن ابوسعید القبری اپنے والد کے واسطے سے حدیث بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ابورافع جو نبی کریم ﷺ کے آزاد کردہ غلام ہیں کو حسن بن علی کے پاس سے گزرتے دیکھا اس حال میں کہ حسن بن علی اپنی گدی پر بالوں کا جوڑا بنائے ہوئے نماز میں کھڑے تھے تو ابورافع نے جوڑا کھول دیا جس پر حسن غضبناک نظروں سے انکی طرف متوجہ ہوئے تو ابورافع نے کہا کہ اپنی نماز کی طرف متوجہ ہوئے اور غصہ نہ کیجئے اس لئے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ (بالوں کا انظر جوڑا بنانا) یہ شیطان کا حصہ ہے یعنی شیطان کے بیٹھنے کی جگہ بالوں کا جوڑا ہے۔

شرح جامع الترمذی - الصلاة (۳۸۴) سنن ابی داؤد - الصلاة (۶۴۶) مسند احمد - من مسند القبائل (۳۹۱/۶) سنن الدارمی - الصلاة (۱۳۸۰) قوله: وَقَدْ غَرَزَ ضَفْرَهُ: صفر مضممتین بالوں کی لیس، صفرہ کی جمع، یا یہ صفر بالفتح مصدر ہے مضمور کے معنی میں گندھے ہوئے بال، یعنی اپنے بالوں کی لٹوں کو گاڑ رکھا تھا اپنی گدی میں۔

قوله: يَقُولُ: «ذَلِكَ كَقُلِّ الشَّيْطَانِ»: ذَلِكَ كَاِشْرَارُهُ غَرَزَ الشَّعْرَ كِي طرف ہے، یعنی یہ بالوں کا جمع کرنا سر کے پیچھے شیطان کا حصہ ہے، یعنی شیطان کے بیٹھنے کی جگہ ”مَقْعَدَ الشَّيْطَانِ“ کقل کی تفسیر ہے اور آگے مغمز صفرہ یہ ذک کے اسم اشارہ کی تفسیر ہے، مغمز گاڑنے کی جگہ یعنی جس جگہ بالوں کو جمع کیا ہے وہ جگہ شیطان کے بیٹھنے کی ہے یہ جوڑا اس کا موڑھا اور کر سی ہے۔

۶۶۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ عَمْرِودِ بْنِ الْحَارِثِ، أَنَّ بُكَيْرًا، حَدَّثَهُ أَنَّ كُرَيْبًا مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ حَدَّثَهُ، أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَأَى عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الْحَارِثِ يُصَلِّي، وَرَأْسُهُ مَغْفُوضٌ مِنْ وَرَائِهِ، فَقَامَ وَرَاءَهُ، فَجَعَلَ يَحُلُّهُ وَأَقَرَّ لَهُ الْآخَرَ فَلَمَّا انْصَرَفَ أَقْبَلَ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، فَقَالَ: مَا لَكَ وَرَأْسِي، قَالَ: إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ:

① المنهل العذب المورود شرح سنن ابی داؤد - ج ۵ ص ۳۶

② سنن ابی داؤد - کتاب الطہارۃ - باب فی الرجل یطأ الأذى برجله ۲۰۴

③ أمیرت أن أسجد علی سبعة أرباب (مسند احمد - ومن مسند بی ہاشم - مسند عبد اللہ بن العباس ۲۵۲۷)

«إِنَّمَا مِثْلُ هَذَا مِثْلُ الَّذِي يُصَلِّي وَهُوَ مَكْتُوفٌ»

ترجمہ کریب جو ابن عباسؓ کے آزاد کردہ غلام ہیں انہوں نے بیان کیا کہ عبد اللہ بن عباسؓ نے عبد اللہ بن الحارث کو اس حال میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ وہ اپنے سر کے پیچھے جوڑا بنائے ہوئے تھے تو ابن عباسؓ انکے پیچھے کھڑے ہو گئے اور بالوں کو کھولنا شروع کر دیا اور وہ خاموش رہے پھر جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو ابن عباسؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور انہوں نے کہا کہ آپکو میرے سر سے کیا عرض؟ تو جواب میں ابن عباسؓ نے فرمایا کہ میں رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص اس طرح (جوڑا باندھے ہوئے) نماز پڑھے وہ اس شخص کی طرح ہے کہ جو اس حال میں نماز پڑھے کہ اسکے ہاتھ پیچھے بندھے ہوئے ہوں۔

تصحیح صحیح مسلم - الصلاة (۴۹۲) سنن النسائی - التطہین (۱۱۱۴) سنن ابی داود - الصلاة (۶۴۷) مسند احمد - من مسند ابی ہاشم (۳۰۴/۱) مسند احمد - من مسند ابی ہاشم (۳۱۶/۱) سنن الدارمی - الصلاة (۱۳۸۱)۔

شرح الحدیث قولہ: «إِنَّمَا مِثْلُ هَذَا مِثْلُ الَّذِي يُصَلِّي وَهُوَ مَكْتُوفٌ» مکتوف وہ شخص جس کے دونوں ہاتھ پیچھے کر کیطرف باندھ دئے گئے ہوں جو شخص اس حالت میں نماز پڑھے گا تو ظاہر ہے کہ اس کے یدین سجدہ نہ کر سکیں گے، ایسے ہی جو شخص بالوں کا جوڑا باندھ کر نماز پڑھے گا اس کے بال بھی سجدہ نہ کر سکیں گے، تشبیہ اسی لحاظ سے ہے۔

۹۰۔ بَابُ الصَّلَاةِ فِي التَّغْلِيلِ

باب ۹۰ ہے جو تے پہن کر نماز پڑھنے کے متعلق حکم ہے

صلوة فی النعل کے بارے میں روایات اور اسمیں فقہاء کی رائے: اس باب میں مصنفؒ نے روایات قولیہ و فعلیہ دونوں طرح کی ذکر کی ہیں، چنانچہ باب کی آخری حدیث میں ہے: «كَانَ يُصَلِّي حَافِيًا وَمُتَّعِلًا» اور باب کی ایک حدیث میں ہے: «تَخَالَفُوا الْيَهُودَ فَإِنَّهُمْ لَا يُصَلُّونَ فِي نَعَالِهِمْ وَلَا حِفَافِهِمْ» اکثر علماء نے اس امر کو رخصت و اباحت پر محمول کیا ہے اور اس کی تائید مرسل عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ سے ہوتی ہے جو کہ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: «قَالَ: مَنْ شَاءَ أَنْ يُصَلِّيَ فِي نَعْلَيْهِ فَلْيُصَلِّ فِيهِمَا وَمَنْ شَاءَ أَنْ يَخْلَعَ فَلْيَخْلَعْ»^۱ اس سے معلوم ہوا کہ صلاۃ فی النعل میں امر اباحت کیلئے ہے، امام نووی اور قاضی عیاض وغیرہ حضرات نے اس کو اباحت ہی پر محمول کیا ہے، لیکن ہو سکتا ہے کہ جو شخص مخالفت اہل کتاب کی نیت سے حدیث کے پیش نظر نعلین میں نماز پڑھے تو اس نیت کی وجہ سے فضیلت ہو جائے چنانچہ درمختار میں ہے (قولہ و ضلالتہ فیہما افضل) علامہ شامیؒ لکھتے ہیں: «أَيُّ فِي النَّعْلِ وَالْخَفِ الطَّاهَرِينَ أَفْضَلُ مُخَالَفَةً لِلْيَهُودِ»^۲ آگے انہوں نے پھر اس میں مزید

① مصنف ابن ابی شیبہ - کتاب الصلاة - باب من رخص في الصلاة في النعلين ۷۹۵۰

② رد المحتار علی الدر المختار - ج ۲ ص ۴۲۹

تفصیل لکھی ہے اور ایک قول صلاة فی النعل کے بارے میں سوء ادب ہو نیک بھی لکھا ہے، اور حضرت سہارنپوریؒ نے بذل^۱ میں تحریر فرمایا ہے کہ صلاة فی النعل کا امر حدیث میں مخالفت یہود کی بناء پر ہے اور ہمارا زمانہ میں یہاں ہندوستان^۲ میں نصاریٰ جوتے پہن کر نماز پڑھتے ہیں، لہذا مخالفت کا تقاضا یہ ہے کہ یہاں جوتے اتار کر نماز پڑھی جائے، منہل میں خالفوا الیہود کے ذیل میں لکھا ہے کہ یہود صلوة فی النعل کو تعظیم صلوة کے منافی سمجھتے تھے، دوسرے یہ کہ وہ ایسا موسیٰ علیہ السلام کے اتباع میں کرتے تھے حیث قیل له اخلع نعلیک إناک بالواد المقدس طوی^۳، لہذا حضور ﷺ نے اپنی امت کو تشبہ بالیہود سے منع فرمایا۔

۶۴۸ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عُبَادٍ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنِ ابْنِ سُلَيْمَانَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الشَّائِبِ، قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «يُصَلِّي يَوْمَ الْفَتْحِ وَوَضَعَ نَعْلَيْهِ عَنْ يَسَارِهِ».

عبد اللہ بن سائب سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فتح مکہ کے دن نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اس حال میں کہ آپ کے جوتے آپ کے بائیں جانب رکھے ہوئے تھے۔

سنن النسائي - القيلة (۷۷۶) سنن أبي داود - الصلاة (۶۴۸) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (۱۴۳۱)

۶۴۹ - حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، وَأَبُو عَاصِمٍ، قَالَا: أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ عُبَادٍ بْنَ جَعْفَرٍ، يَقُولُ: أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ سُلَيْمَانَ، وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُسْتَبِيعِ الثَّعَالِبِيُّ، وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الشَّائِبِ، قَالَ: «صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصُّبْحَ بِمَكَّةَ فَاسْتَفْتَحَ سُورَةَ الْمُؤْمِنِينَ حَتَّى إِذَا جَاءَ ذِكْرُ مُوسَى وَهَارُونَ - أَوْ ذِكْرُ مُوسَى وَعِيسَى ابْنِ عِمْرَانَ - أَوْ خَتْلَوْا - أَخَذْتُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَعْلَةً فَخَدَّتْ قَرْنَهُ».

عبد اللہ بن سائب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں فتح مکہ کے دن فجر کی جماعت کروائی تو آپ ﷺ نے سورۃ المؤمنوں کی تلاوت فرمائی جب آپ موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے ذکر والی آیات پر پہنچے یا موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے ذکر پر محمد بن عباد کو اسمیں شک ہوا ہے یا ان کے اساتذہ میں اس پر اختلاف ہوا تو رسول اللہ ﷺ کو کھانسی ہونے لگی چنانچہ آپ ﷺ نے قرأت روک کر رکوع فرمایا اور اس وقت عید اللہ بن سائب موجود تھے۔

صحيح مسلم - الصلاة (۴۵۵) سنن النسائي - الاقتتاح (۱۰۰۷) سنن أبي داود - الصلاة (۶۴۹) سنن ابن ماجه -

إقامة الصلاة والسنة فيها (۸۲۰) مسند أحمد - مسند المكيين (۳/۴۱۱)

شرح الحديث: مطابقة الحديث للترجمة: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ: اس حدیث میں صلاة فی

۱ بذل المجہود فی حل أبي داود - ج ۴ ص ۳۲۰-۳۲۱

۲ تلیف بذل کے زمانہ میں ہند میں نصاریٰ کی حکومت تھی۔

۳ النہل العذب الموبود شرح سنن أبي داود - ج ۵ ص ۴۲

النعل کا نپایا اشیاء کوئی ذکر نہیں لہذا حدیث کو ترجمۃ الباب سے مطابقت نہ ہوئی، جواب یہ ہے کہ یہ حدیث اور باب کی پہلی حدیث دونوں ایک ہی ہیں راوی نے اختصار کر دیا ہے، لہذا پہلی حدیث میں ذکر آجانا کافی ہے۔

قوله: اِنَّ عِبَادَ رَبِّكَ اَوْ اَخْتَلَفُوا: ابن جریر کہتے ہیں کہ الفاظ روایت میں شک یا تو میرے استاذ محمد بن عباد کو ہو یا ابن عباد کے جو متعدد اساتذہ سند میں مذکور ہیں یہ اختلاف ان کی طرف سے ہے، بعض نے جاء ذکر موسیٰ و ہارون کہا اور بعض نے ذکر موسیٰ و عیسیٰ۔

۶۵۰ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي نَعَامَةَ السَّعْدِيِّ، عَنْ أَبِي نَصْرَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: بَيَّنَّمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِأَصْحَابِهِ إِذْ خَلَعَ نَعْلَيْهِ فَوَضَعَهُمَا عَنْ يَسَارِهِ، فَلَمَّا رَأَى ذَلِكَ الْقَوْمُ الْقَوْمَ الْقَوَامُ نَعْلَاهُمْ، فَلَمَّا قَضَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاتَهُ، قَالَ: «مَا حَمَلَكُمُ عَلَى الْقِيَامِ نَعْلَيْكُمْ؟» قَالُوا: رَأَيْنَاكَ أَلْقَيْتَ نَعْلَيْكَ فَالْقَيْنَا نَعْلَانَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ جَبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَتَانِي فَأَخْبَرَنِي أَنَّ فِيهِمَا قَدَرًا» وَقَالَ: «إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ إِلَى الْمَسْجِدِ فَلْيَنْتَظِرْ: فَإِنْ رَأَى فِي نَعْلَيْهِ قَدَرًا أَوْ أَدَّى فَلْيَنْمَسِّحْهُ وَلْيُصَلِّ فِيهِمَا».

حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ اس اثناء میں رسول اللہ ﷺ صحابی کرام کو نماز پڑھا رہے تھے کہ اپنے اپنے جوتے اتار کر اپنے بائیں جانب رکھ لئے جب لوگوں نے آپ کا یہ عمل دیکھا تو انہوں نے بھی اپنے جوتے اتار دیئے۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہوتے تو آپ نے فرمایا: تم نے کس وجہ سے اپنے جوتے اتارے صحابہ کرام نے عرض کیا ہم نے آپ کو جوتے اتارتے ہوئے دیکھا تو ہم نے بھی اتار دیئے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے تھے اور انہوں نے مجھے خبر دی کہ ان جوتوں میں ناپاکی لگی ہے پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی مسجد میں آئے تو دیکھ لیا کرے کہ اگر اس کے جوتوں میں کوئی گندگی یا ناپاکی لگی ہے تو اس جوتے کو گرڈ دے۔ اور پھر ان جوتوں میں نماز پڑھ لے۔

۶۵۱ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ يَعْنِي إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبَانُ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، حَدَّثَنِي بَكْرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا أَقَالَ: «فِيهِمَا خَبَثٌ»، قَالَ فِي التَّوَضُّعَيْنِ: «خَبَثٌ».

بکر بن عبد اللہ نبی کریم ﷺ سے اسی طرح (گزشتہ حدیث کی طرح) روایت کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ ان دونوں میں (خبث) نجاست ہو دونوں مقامات پر خبث کا لفظ استعمال فرمایا۔

سنن ابی داؤد - الصلاة (۶۵۰) - مسند احمد - باقی مسند المکرمین (۲۰/۳) - سنن الدارمی - الصلاة (۱۳۷۸) شرح الأحادیث: إِنَّ جَبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَتَانِي فَأَخْبَرَنِي أَنَّ فِيهِمَا قَدَرًا: قَدَرًا کی تفسیر میں دوا حمال ہیں، یا تو اس سے نجاست مراد ہے یا شئی مستقدر گھناؤنی چیز تھوک بلغم وغیرہ۔

الکلام علی الحدیث من حیث الفقه: مالکیہ کے ① مسلک کے پیش نظر تو کوئی اشکال نہیں کہ انکے نزدیک طہارۃ عن النجاسة الحسیہ شرط صحت صلاۃ ہی نہیں اور یہی قول قدیم امام شافعی کا ہے اور ان کا قول جدید اور جمہور علماء سلفا و خلفا کے نزدیک طہارت عن النجاسة شرط صحت صلاۃ ہے، ابن ربیع فرماتے ہیں کہ جمہور کی جانب سے اس کے دو جواب ہیں، ایک یہ کہ قدر سے مراد غیر نجاست ہے یعنی شئی مستقذر اور دوسرا جواب یہ کہ نجاست قلیلہ جو معفو عنہ ہے وہ مراد ہے، کتاب الطہارۃ کے اخیر میں بھی یہ مسئلہ گزر چکا ہے اور صاحب منہل نے یہ لکھا ہے کہ حنابلہ کا قول اشہر یہ ہے کہ اگر نمازی کو نماز کے درمیان اپنے کپڑے پر نجاست کا علم ہو پھر وہ اس کو بعد العلم فوراً عمل قلیل کے ذریعہ زائل کر دے تو نماز درست رہے گی، والا بطلت ②۔

۶۵۱ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْقَزَائِرِيُّ، عَنْ هِلَالِ بْنِ مَيْمُونٍ الرَّامِلِيِّ، عَنْ يَعْلَى بْنِ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «خَالِفُوا الْيَهُودَ فَإِنَّهُمْ لَا يُصَلُّونَ فِي بَعْضِهِمْ، وَلَا خِيفَاهُمْ».

یعلیٰ بن شداد بن اوس اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ شداد بن اوس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم یہود کی مخالفت کرو کہ وہ لوگ اپنے جوتوں اور اپنے موزوں میں نماز نہیں پڑھتے۔

۶۵۲ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْبَارِقِ، عَنْ حُسَيْنِ الْمُعَلِّمِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «يُصَلِّي حَائِطًا وَمُدْتَوِلًا».

عمر بن شعیب اپنے والد سے اپنے دادا کے واسطے سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کو تنگے پاؤں اور جوتے پہنے ہوئے دونوں طرح نماز پڑھتے ہوئے میں نے دیکھا۔

سنن ابی داود - الصلاة (۶۵۳) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۱۰۳۸) مسند احمد - مسند المکثرین من الصحابة (۱۷۴/۱) مسند احمد - مسند المکثرین من الصحابة (۲۰۶/۲) مسند احمد - مسند المکثرین من الصحابة (۲۱۵/۲)

۹۱ - بَابُ الْمُصَلِّي إِذَا خَلَعَ نَعْلَيْهِ أَتَيْنَ يَضَعُهُمَا

باب ہے نمازی جب اپنے جوتے اتارے تو انھیں کہاں رکھے؟

۶۵۳ - حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُفَيْرٍ، حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ مَرْثُومٍ أَبُو عَامِرٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ لُؤْسِ بْنِ مَاهَلِكٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فَلَا يَضَعُ نَعْلَيْهِ عَنْ يَمِينِهِ، وَلَا عَنْ يَسَارِهِ، فَتَكُونَ عَنْ يَمِينٍ غَيْرِهِ، إِلَّا أَنْ لَا يَكُونَ عَنْ يَسَارِهِ أَحَدٌ، وَلْيَضَعْهُمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ».

① ولی رحمۃ الامۃ، والاصح عند المالکیہ ان صلی عالمابہا ای بالنجاسة لا تصح وان جاہلاً او ناسیاً صحت، والروایۃ الاخری عندہم الصحۃ مطلقاً واخری عنہ الصحۃ مطلقاً مثل الجمعہ۔

② المنہل العذب المہود شرح سنن ابی داود - ج ۵ ص ۴۱

ترجمہ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھ رہا ہو (اور اپنے جوتے اتار کر رکھنا چاہے) تو نہ تو اپنے جوتے اپنے دائیں جانب رکھے نہ اپنے بائیں جانب رکھے اس لئے کہ وہ بائیں جانب اس شخص کی دائیں جانب ہے جو اس کے بائیں طرف ہے ہاں اگر اس کے بائیں جانب کوئی نہ ہو تو (بائیں جانب رکھ سکتا ہے) ورنہ جوتوں کو اپنے قدموں کے درمیان رکھے۔

سنن ابی داؤد - الصلاة (۶۵۴) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فیہا (۱۴۳۲)

تخریج

شرح الحدیث: وَلِيَضَعَهُمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ: بین الرجلین سے یا تو وہ خاص فرجہ مراد ہے جو قدمین کے درمیان ہوتا ہے یا اس سے آگے گھٹنوں کے سامنے (کذا فی البذل) اور منہل میں ہے والمراد أنه يضعهما أمام القدمین فیكونان بین الساقین حال الجلوس والسجود، ويحتمل أن المراد أن يجعلهما تحت صدره وقبل مكان سجوده^۱، اس سے پہلی حدیث میں گزر چکا کہ دائیں جانب نہ رکھے اس لئے کہ جہت یمن محترم اور قابل تعظیم ہے اور یہ نہیں فرمایا گیا کہ پیچھے رکھے اس لئے کہ اگلی صف والے کا خلف، پیچھلی صف والے کا قدام ہو جائے گا اگر پیچھے کوئی نماز پڑھ رہا ہو، یا احتمال سیرتہ کے خوف سے خشوع فوت ہوگا (کذا فی البذل عن القاری)^۲۔

وضع نعلین قدام المصلی: علی ہذا القیاس سامنے کے جانب رکھنے کا بھی حدیث میں ذکر نہیں اور یہاں پر شرع نے بھی اس سے کچھ تعرض نہیں کیا، البتہ بذل المجہود میں کتاب اللباس کی ایک حدیث کے ذیل میں لکھا ہے:

قوله: «مَنْ السَّيِّئُ إِذَا جَلَسَ الرَّجُلُ أَنْ يَخْلَعَ نَعْلَيْهِ فَيَضَعَهُمَا بَيْنَهُ»

فإن جهة اليمين والقبلة يتزدهان عن النعل لما يطرأ عليه غالباً من النجاسة^۳۔

۶۵۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابُ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا بَقِيَّةٌ، وَشُعَيْبُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيدِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فَخَلَعَ نَعْلَيْهِ فَلَا يُؤْذِيهِمَا أَحَدًا، لِيَجْعَلَهُمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ أَوْ لِيَصِلَ فِيهِمَا»۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھ رہا ہو اور جوتے اتارے تو جوتوں سے کسی کو تکلیف نہ پہنچائے یا تو انھیں اپنے قدموں کے درمیان رکھے یا انھیں پاؤں کر نماز پڑھ لے۔

۱ بذل المجہود فی حل ابی داؤد - ج ۴ ص ۳۲۲

۲ المنہل العذب المورود شرح سنن ابی داؤد - ج ۵ ص ۴۵

۳ مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح - ج ۲ ص ۴۱، بذل المجہود فی حل ابی داؤد - ج ۴ ص ۳۲۳

۴ سنن ابی داؤد - کتاب اللباس - باب فی التمتع ۴۱۳۸

۵ بذل المجہود فی حل ابی داؤد - ج ۱۷ ص ۲۱

سنن ابی داود - الصلاة (۶۵۵) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۱۴۳۲)

۹۲ - بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى الْحُمْرَةِ

باب چھوٹے بورے پر نماز پڑھنے کا حکم

۶۵۶ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَدَّادٍ، حَدَّثَنِي مَيْمُونَةُ بِنْتُ الْحَارِثِ، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «يُصَلِّي وَأَنَا حِذَاءُكَ وَأَنَا حَائِضٌ وَرَبِّمَا أَصَابَنِي ثَوْبُهُ إِذَا سَجَدَ وَكَانَ يُصَلِّي عَلَى الْحُمْرَةِ».

میمونہ بنت الحارث فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نماز پڑھ رہے ہوتے تھے اور میں آپ کے برابر میں ہوتی اس حال میں کہ میں حائضہ ہوتی اور آپ ﷺ کا کپڑا میرے لگ رہا ہوتا جب آپ سجدے میں جاتے تھے اور آپ چھوٹے بورے پر نماز پڑھتے تھے۔

صحیح البخاری - الخیض (۳۲۶) صحیح مسلم - الصلاة (۵۱۳) سنن النسائی - المساجد (۷۲۸) سنن ابی داود - الصلاة (۶۵۶) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۱۰۲۸) مسند احمد - باقی مسند الانصار (۳۳۰/۶) مسند احمد - باقی مسند الانصار (۳۲۱/۶) مسند احمد - باقی مسند الانصار (۳۳۵/۶) مسند احمد - باقی مسند الانصار (۳۳۶/۶) سنن الدارمی - الصلاة (۱۳۷۳)

شرح الحديث
خرمہ اس چھوٹے سے بورے کو کہتے ہیں جس پر آدمی ہاتھ رکھ کر صرف سجدہ کر سکے اور حصیر اس سے ذرا بڑا ہوتا ہے جس پر ایک آدمی نماز پڑھ سکے، جس کا باب آگے آئے گا، آپ ﷺ سے خرمہ اور حصیر پر نماز پڑھنا ثابت ہے اور ایسے ہی چمڑے کے مصلے پر جس کا ذکر حدیث الباب میں بھی ہے، جمہور علماء کا یہی مذہب ہے۔

بلا حائل زمین پر سجود، اور اسمیں اختلاف: اس میں شک نہیں کہ بلا واسطہ زمین پر سجدہ کرنا بغیر حائل کے افضل ہے، چنانچہ منقول ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کے لئے مٹی لائی جاتی تھی وہ اس کو بورے پر رکھ کر تب اس پر سجدہ فرماتے تھے، علماء نے لکھا ہے کہ وہ ایسا بظاہر غایت خشوع اور تواضع کی وجہ سے کرتے تھے نہ یہ کہ وہ اس کو ضروری سمجھتے تھے (بلکہ ہمارے فقہاء تو یہ کہتے ہیں کہ ما ینبت من الارض بھی حکم میں ارض کے ہے) لیکن جمہور علماء کے نزدیک بلا واسطہ زمین پر سجدہ کرنے میں کوئی کراہت نہیں خواہ وہ چیز از قسم نباتات ہو یعنی زمین سے اگنے والی جیسے بوریاء اور خواہ نہ ہو جیسے کپڑا اور چرم وغیرہ، اور بعض علماء کہتے ہیں کہ جوشی از قسم نباتات نہ ہو اس پر سجدہ کرنا مکروہ ہے چنانچہ مالکیہ^۱ سے بھی یہی منقول ہے جیسا کہ مدونہ میں ہے، اور بعض علماء کی رائے یہ ہے جیسے سعید بن المسیبؓ اور ابن سیرینؓ و عروہ بن الزبیرؓ کہ غیر ارض پر سجدہ کرنا مطلقاً مکروہ

۱ ولی الشرح الکبیر (ج ۱ ص ۲۵۲) (وکرہ) (سجود علی ثوب) (ادبساط لم بعد لفرض مسجد (لا) علی (حصیر) لا رفاهية فيها (وکرہ) ای السجود

علی الحصیر (احسن) ۱۲۵، معلوم ہوا کہ مسجد میں اپنے لئے خصوصی مصلی بچا کر نماز پڑھنا مالکیہ کے یہاں مکروہ ہے اور معمولی سے بورے پر نماز میں بھی کچھ مضائقہ نہیں، شائد ارچٹاں نہ ہو، ۱۲۵۔

ہے اور شیعہ تو یہ کہتے ہیں کہ غیر ارض پر سجدہ جائز ہی نہیں۔

۹۳۔ بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى الْحَصِيرِ

باب چٹائی پر نماز پڑھنے کا حکم

خرہ اور حصیر کا فرق پہلے باب میں گذر چکا یہ دونوں جنس الارض اور نباتات کے قبیل سے ہیں لہذا دو مستقل ترجمہ قائم کرنے میں کوئی خاص فائدہ نظر نہیں آتا۔

ترجمة الباب کی غرض: حضرت شیخ^۱ نے ایک بات تحریر فرمائی ہے وہ یہ کہ ہو سکتا ہے اس ترجمہ سے غرض مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت کی طرف اشارہ اور اس پر رد ہو، چنانچہ اس میں ہے کہ حضرت عائشہ سے سوال کیا گیا کہ کیا جناب رسول اللہ ﷺ حصیر پر نماز پڑھتے تھے جبکہ حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے **وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكَافِرِينَ حَصِيرًا**^۲ تو اس پر انہوں نے فرمایا لا ماکان یصلی علیہا^۳، ان دونوں ترجموں کی غرض کے سلسلہ میں یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ بعض روایات میں مٹی پر سجدہ کرنا حکم وارد ہوا ہے چنانچہ مسند احمد کی روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا **أَفْلَحَ تَوْبٌ وَجْهَكَ** کہ تراب کے اوپر سجدہ کر، جس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ غیر تراب پر سجدہ جائز نہیں، لیکن حافظ عراقی فرماتے ہیں کہ اس سے آپ ﷺ کی غرض سجود علی التراب نہیں ہے بل الغرض منہ ممکن الجبهة من الارض یعنی اپنی پیشانی کو زمین پر اچھی طرح ٹیکو، ممکن ہے کہ آپ ﷺ نے یا **أَفْلَحَ** کو دیکھا ہو کہ وہ اپنی پیشانی کو اچھی طرح نہ جھکتے ہوں اس لئے آپ ﷺ نے ان سے یہ فرمایا۔

جامع ترمذی کا ترجمہ الباب: امام ترمذی نے اس سلسلہ کا ایک تیسرا ترجمہ بھی قائم فرمایا ہے **بَابُ مَا جَاءَ فِي الصَّلَاةِ عَلَى الْبُسْطِ، بِسَطِ بَسَاطٍ** کی جمع ہے جو قالین اور چادر کے معنی میں ہے جو جنس الارض یعنی از قسم نباتات نہیں ہے بخلاف خرہ اور حصیر کے، اس ترجمہ میں البتہ خاص فائدہ ہے جیسا کہ گذشتہ مذاہب کو دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ بعض علماء نے جنس الارض اور غیر جنس الارض کا فرق کیا ہے اور شیعہ لوگوں کے نزدیک تو ارض یا جنس الارض کے علاوہ کسی اور چیز پر سجدہ جائز ہی نہیں۔

۶۵۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَنَسِ بْنِ سَدْرٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي رَجُلٌ ضَعْفٌ وَكَانَ ضَعْفًا، لَا أَسْتَطِيعُ أَنْ أَصْلِيَ مَعَكَ، وَصَنَعَ لَكَ طَعَامًا وَدَعَاكَ إِلَى بَيْتِهِ، فَصَلَّى حَتَّى أَمَّاكَ كَيْفَ تُصَلِّي فَأَقْتَدِي بِكَ، «فَنَصَحُوا لَهُ ظَرَفَ حَصِيرٍ كَانَ لَهُمْ فَقَامَ فَصَلَّى رَكَعَتَيْنِ». قَالَ فَلَانُ بْنُ الْجَارُودِ لَأَنْتَ بِنِ مَالِكٍ: أَكُنْ تُصَلِّي الضُّحَى؟ قَالَ: لَمْ أَرَهُ صَلَّى إِلَّا يَوْمَئِذٍ.

① بذل المجہود فی حل أبی داود - ج ۴ ص ۳۲۳-۳۲۴

② اور کیا ہے ہم نے دوزخ کو کافروں کا قید خانہ (سورۃ الإسراء ۸)

③ لَمْ یَكُنْ یُصَلِّی عَلَى الْحَصِيرِ (فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۱ ص ۴۹۱)

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ایک انصاری نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! میں بھاری بدن ہوں..... حضرت انسؓ فرماتے ہیں وہ بھاری بدن کی شخصیت کے مالک تھے..... آپ کے ساتھ نماز پڑھنے کے لئے بار بار میرا مسجد آنا جانا دشوار ہے چنانچہ انہوں نے آپ ﷺ کے لئے کھانا تیار کر لیا اور آپ ﷺ کو اپنے گھر دعوت پر بلایا اور وجہ یہ بیان کی کہ آپ شریف لائیں تاکہ آپ گھر پر مجھے نماز پڑھائیں اور میں آپ کو اچھی طرح دیکھ سکوں کہ کیسے نماز پڑھتے ہیں پھر میں وہیں نماز پڑھ لیا کروں؟ چنانچہ گھر والوں نے آپ کیلئے چٹائی کا کنارہ دھویا اور آپ ﷺ نے اس پر کھڑے ہو کر دو رکعتیں پڑھیں فلاں بن جاؤں حضرت انس بن مالک سے عرض کیا کیا آپ ﷺ چاشت کی نماز پڑھا کرتے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے تو آپ ﷺ کو صرف اسی دن چاشت کی نماز پڑھتے دیکھا تھا۔

صحیح البخاری - الاذان (۶۳۶) سنن ابی داؤد - الصلاة (۶۵۷) مسند احمد - باقی مسند الکفرین (۱۳۱/۳) مسند

احمد - باقی مسند الکفرین (۱۸۴/۳)

قوله: قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي رَجُلٌ ضَعْفٌ: مضمون حدیث یہ ہے کہ ایک انصاری شخص نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ میں بھاری بدن ہوں نماز کے لئے مسجد میں بار بار آنا جانا میرے لئے دشوار ہے میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ ﷺ میرے مکان پر تشریف لائیں اور وہاں پر آپ ﷺ میرے گھر میں کسی جگہ نماز ادا فرمائیں اور میں بھی آپ ﷺ کو اچھی طرح دیکھوں کہ کیسے نماز پڑھتے ہیں، اور بس پھر اس کے بعد میں بجائے مسجد کے وہیں نماز پڑھ لیا کروں اور انہوں نے آپ ﷺ کے لئے کھانا بھی تیار کر لیا چنانچہ آپ ﷺ نے ان کی درخواست کو قبول فرمایا اور ایک دن چاشت کے وقت ان کے مکان پر تشریف لے گئے اور وہاں جا کر آپ ﷺ نے نماز پڑھی۔

اس حدیث میں ان صحابی نے حضور ﷺ سے مسجد کی نماز سے شرکت کا عذر اپنے بدن کی ضخامت کو بیان کیا، اس پر ابن مسلمانؓ لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ترک جماعت کے عذر سے سمن مفرط بھی ہے^① اور ابن حبانؓ نے اس حدیث پر یہی ترجمہ بھی قائم کیا ہے^②۔

رجل ضخم کا مصداق: اس کے بعد جاننا چاہئے کہ مسلم شریف میں اسی قسم کا ایک واقعہ عتبان بن مالک انصاریؓ کا بھی مذکور ہے، حافظؒ فرماتے ہیں کہ ہو سکتا ہے یہ واقعہ انہیں کا ہو اور اس رجل ضخم سے مراد وہی ہوں وہ کہتے ہیں لیکن اس کی تصریح مجھے کہیں نہیں ملی بلکہ ابن ماجہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص حضرت انسؓ کے چچاؤں میں سے تھے اور عتبان، انس کے چچا نہیں ہیں، البتہ مجازاً چچا کہہ سکتے ہیں اتحاد قبیلہ کی وجہ سے^③۔

① ہذل الجہود فی حل ابی داؤد - ج ۴ ص ۳۲۵

② ذکر الکذیب الزابع وهو التسمی المفیظ الذی یتمتع المرء من مخطویر الجماعات (صحیح ابن حبان بہ ترتیب ابن بلبان ج ۵ ص ۴۲۶)

③ فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۱۵۸

قال فلان بن الجهمود:

بذل میں لکھا ہے کہ شاید یہ عبد الحمید بن المنذری بن الجهمود ہیں۔

۶۵۸ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا الْمُثَنَّى بْنُ سَعِيدٍ الدَّارِمِيُّ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «كَانَ يُزَوِّرُ أَمْرَ سَلِيمٍ فَتَذَكُّهُ الصَّلَاةُ أَحْيَانًا فَيَقْصِلُنِي عَلَى بِسَاطٍ لَنَا» وَهُوَ حَصِيدٌ لِنَفْسِهِ بِالْمَاءِ.

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ آپ ﷺ ام سلیم کے گھر جایا کرتے اور کبھی نماز کا وقت ہو جاتا تو آپ ﷺ ہماری چٹائی پر نماز ادا فرمالتے اور اس چٹائی پر ہم پانی چھڑک دیتے تھے۔

صحیح البخاری - الصلاة (۳۷۳) صحیح البخاری - الأذان (۸۲۲) صحیح البخاری - الأدب (۵۸۵۰) صحیح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (۶۵۸) صحیح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (۶۵۹) جامع الترمذی - الصلاة (۲۳۴) جامع الترمذی - الصلاة (۲۳۳) سنن النسائی - الإمامة (۸۰۱) سنن ابی داؤد - الصلاة (۶۵۸) مسند احمد - باقي مسند المكثرين (۱۱۹/۳) مسند احمد - باقي مسند المكثرين (۱۲۱/۳) مسند احمد - باقي مسند المكثرين (۱۰۹/۳) مسند احمد - باقي مسند المكثرين (۱۶۴/۳) موطأ مالك - النداء للصلاة (۳۶۲) سنن الدارمی - الصلاة (۱۲۸۷)

۶۵۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُثْمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ، وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَمَعْقِلُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ، عَنْ يُونُسَ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ أَبِي عَوْنٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ الْوَيْهَقِيِّ بْنِ شُعْبَةَ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «يُقْصِلُنِي عَلَى الْحَصِيدِ وَالْقُرُوءِ الْمَذْبُوعَةِ».

مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ چٹائی اور دباغت دیئے ہوئے چھڑے پر نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔

سنن ابی داؤد - الصلاة (۶۵۹) مسند احمد - أول مسند الكوفيين (۲۵۴/۴) شرح الحديث: دباغت دیا ہو چڑا یعنی چڑی مصلی۔

۹۴ - بَابُ الرَّجُلِ يَسْجُدُ عَلَى ثَوْبِهِ

باب آدمی کے اپنے ہی کپڑے پر سجدہ کرنے کا بیان

۶۶۰ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَشْرُ بْنُ يَغْنِي بْنِ الْمُفَضَّلِ، حَدَّثَنَا غَالِبُ الْقَطَّانِ، عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: «كُنَّا نَصَلِّي مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي شِدَّةِ الْحَرِّ فَإِذَا لَمْ يَمْطَعْ أَحَدُنَا أَنْ يُمْكِنَ وَجْهَهُ مِنَ الْأَرْضِ بِسَاطٍ ثَوْبَهُ فَسَجَدَ عَلَيْهِ».

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم سخت گرمی میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز

ادا کیا کرتے تو جب کوئی ہم میں سے سخت گرمی کی وجہ سے زمین پر سجدہ کے لئے چہرہ نہ رکھ سکتا تو اپنا کپڑا (چادر یا دامن وغیرہ) بچھا کر اس پر سجدہ کر لیتا۔

صحیح البخاری - الصلاة (۳۷۸) صحیح البخاری - مواقيت الصلاة (۵۱۷) صحیح البخاری - الجمعة (۱۱۵۰) صحیح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (۶۲۰) جامع الترمذی - الجمعة (۵۸۴) سنن النسائی - التطبیق (۱۱۱۶) سنن أبي داود - الصلاة (۱۶۰) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۱۰۳۳) مسند أحمد - باقی مسند المکتوبین (۱۰۰/۳) سنن الدارمی - الصلاة (۱۳۳۷) **شرح الحدیث** قولہ: بِسَطِّ ثَوْبِهِ فَسَجَدَ عَلَيْهِ: یہ پہلے بھی گزر چکا ہے کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں مسجد نبوی میں بوریا وغیرہ کسی فرش کے بچھانے کا دستور نہیں تھا بلکہ ساری مسجد میں کنکریاں پھیلی ہوئی تھیں جس کا قصہ بھی ابواب المساجد میں گزر چکا اس حدیث میں صحابی فرما رہے ہیں کہ سخت گرمی کے زمانہ میں جب ہم حضور ﷺ کیساتھ نماز پڑھتے تھے تو جب حرارت کی شدت کی وجہ سے پیشانی کو زمین پر رکھنا دشوار ہوتا تھا تو نمازی سجدہ میں اپنا کپڑا پھیلا کر اس پر سجدہ کرتا تھا۔

حدیث میں ایک اختلافی مسئلہ: شافعیہ کے نزدیک چونکہ مصلی کا اپنے ثوب ملبوس پر سجدہ کرنا ناجائز ہے اس لئے انہوں نے اس حدیث کو ثوب منفصل پر محمول کیا ہے، حنفیہ بلکہ جمہور^۱ کو اس تنقید کی حاجت نہیں ان کے نزدیک یہ ثوب متصل پر بھی جائز ہے، بلکہ ظاہر^۲ یہ ہے کہ حدیث میں ثوب متصل ہی مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ سجدہ میں جاتے وقت اپنی چادر یا قمیص کا دامن پھیلا کر اس پر سجدہ کر لیا کرتے تھے مستقل کپڑا بچھانا مراد نہیں ان لوگوں کے یہاں اتنی وسعت کہاں تھی اَوْلَٰئِکُمْ ثَوْبَانِ اس کے لئے شاہد عدل ہے۔

تَفْرِيعُ أَبْوَابِ الصُّفُوفِ

۹۵۔ بَابُ تَسْوِيَةِ الصُّفُوفِ

باب صفوں کو برابر رکھنے کے متعلق حکم کا بیان

بعض نسخوں میں عبارت اس طرح ہے تَفْرِيعُ أَبْوَابِ الصُّفُوفِ تَسْوِيَةُ الصُّفُوفِ کے بارے میں علامہ عینی لکھتے ہیں ہوا عندال قائمین وسد الخلل یعنی سیدھے اور درست ہو کر کھڑے ہونا بلا تقدم و تاخر کے اور صف کے بیچ میں فرجے نہ چھوڑنا بلکہ مل کر کھڑے ہونا^۳، تسوية الصفوف کا حکم مع اختلاف ائمہ آگے ایک حدیث کے ذیل میں آ رہا ہے۔

① ابو حنیفہ ومالك واحمد فی رواية، ابن رسلان (بذل المجہود فی حل أبي داود - ج ۴ ص ۳۲۷)۔

② لأن المتبادر من الإضافة الثوب المتصل بالمصلی وبؤبدہ ما رواه ابن أبي شیبہ عن عکرمۃ عن ابن عباس أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی فی ثوب یصلی بفضولہ حر الأرض وبردها (المنہل العذب المورود شرح سنن أبي داود - ج ۵ ص ۵۰)۔

③ ما معنی تَسْوِيَةُ الصُّفُوفِ؟ قلت: اغنی ال قائمین بها علی سمت واجد، ویزاد بها أيضا سد الخلل الذی فی الصف (عمدة القاری شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۲۵۳)۔

۶۶۱- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ التَّقِيلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، قَالَ: سَأَلْتُ سَالِمَةَ ابْنَ الْأَعْمَشِ - عَنْ حَدِيثِ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ فِي الصُّفُوفِ الْمَقْدَمَةِ، فَحَدَّثَنَا عَنِ الْمُسَيَّبِ بْنِ رَافِعٍ، عَنْ يَمِينِ بْنِ طَرَفَةَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَلَا تَصُفُّونَ كَمَا تَصُفُّ الْمَلَائِكَةُ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَلَّ وَعَزَّ»، قُلْنَا وَكَيْفَ تَصُفُّ الْمَلَائِكَةُ عِنْدَ رَبِّهِمْ؟ قَالَ: «يُتِمُّونَ الصُّفُوفَ الْمَقْدَمَةَ وَيَتَرَاوَنَ فِي الصَّفِّ».

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم اس طرح صف کیوں نہیں بناتے جس طرح کہ فرشتے اپنے رب کے آگے صفیں بناتے ہیں ہم نے عرض کیا کہ فرشتے کس کیفیت پر اپنے رب کے آگے صفیں بناتے ہیں تو آپ نے فرمایا اگلی صفوں کو مکمل کرتے ہیں اور صف میں جڑ جڑ کر کھڑے ہوتے ہیں (فاصلہ نہیں چھوڑتے)۔

شرح: صحیح مسلم - الصلاة (۴۳۰) سنن النسائی - الإمامة (۸۱۶) سنن ابی داؤد - الصلاة (۶۶۱) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۹۹۲) مسند احمد - اول مسند البصريين (۱۰۶/۵)

شرح الحديث: قوله: «أَلَا تَصُفُّونَ كَمَا تَصُفُّ الْمَلَائِكَةُ عِنْدَ رَبِّهِمْ» یہ عندیہ کیسی ہے اللہ ہی اس کی حقیقت کو جانتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ مکان سے منزہ ہے اور یہ بخلاف مضاف ہے اسی عند عرش ربہم یا عند عبادۃ ربہم، نیز اس سے معلوم ہوا کہ فرشتے بھی صف باندھ کر عبادت کرتے ہیں بلکہ یہ تو قرآن کریم سے بھی ثابت ہے وَالصُّفُوفِ صَفًّا^۱، اس حدیث میں یہ ہے کہ فرشتے اگلی صفوں کو پورا کر کے پھر پیچھے کی صفیں باندھتے ہیں، نیز صف میں مل کر کھڑے ہوتے ہیں کہا جاتا ہے رص البناء إذا الصق بعضہ ببعض یعنی جس طرح چٹائی میں اینٹوں کو ملا ملا کر رکھتے ہیں^۲۔

۶۶۲- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكَيْعٌ، عَنْ زَكَرِيَّا بْنِ أَبِي زَائِدَةَ، عَنْ أَبِي الْقَاسِمِ الْجَدَلِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ الثُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ، يَقُولُ: أَقْبَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى النَّاسِ بِوَجْهِهِ، فَقَالَ: «أَقِيمُوا صُفُوفَكُمْ» ثَلَاثًا، «وَاللَّهُ لَتَقِيمَنَّ صُفُوفَكُمْ أَوْ لَيَخَالَفَنَّ اللَّهُ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ» قَالَ: قَرَأْتُ الرَّجُلَ يَلْزِقُ مَتَكِبَهُ بِمَتَكِبِ صَاحِبِهِ وَرُكْبَتَهُ بِرُكْبَةِ صَاحِبِهِ وَكَفَتَهُ بِكَفَتِهِ.

ترجمہ: ابو القاسم الجدلی سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نعمان بن بشیر سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام کی طرف رخ فرما کر متوجہ ہوئے پھر فرمایا اپنی صفوں کو سیدھا کر لو تین مرتبہ فرمایا اور اللہ کی قسم تم ضرور اپنی صفوں کو سیدھا (برابر) رکھو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں اختلاف ڈال دیں گے۔ نعمان فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ہر شخص اپنا کندھا اپنے ساتھی کے کندھے سے اور اپنا گھٹنا اس کے گھٹنے سے اور اپنا ٹخنہ اپنے ساتھی کے ٹخنہ سے ملا کر کھڑا ہوتا تھا۔

① قسم ہے صف باندھنے والوں کی قطار ہو کر (سورۃ الصافات ۱)

② عون المعبود شرح سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۳۶۲

صحیح البخاری - الاذان (۶۸۵) سنن أبي داود - الصلاة (۶۶۲)

قوله: وَاللَّهُ لَتَقِيمَنَّ صُفُوفَكُمْ أَوْ لَيَخَالِقَنَّ اللَّهُ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ: مخالفت بین القلوب کے معنی تو ظاہر

ہیں آپس کا اختلاف و نزاع۔

اور وجہ اسکی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ظاہر و باطن کے درمیان ایک خاص مناسبت اور ربط رکھا ہے جس سے ایک کا اثر دوسرے پر پڑتا ہے تو جب صفوف کے ظاہر میں کجی ہوگی تو اس کے وجہ سے باطن میں کجی پیدا ہوگی یعنی قلوب میں نفرت و عداوت، علماء نے لکھا ہے، الظاہر عنوان الباطن، کہ ظاہری حالت باطنی حالت کی خبر دیتی ہے، آگے روایت میں بَيْنَ قُلُوبِكُمْ کے بجائے بَيْنَ وُجُوهِكُمْ آ رہا ہے اور یہی صحیحین کی روایت میں ہے، پھر اس میں شرح کے دو قول ہیں، کہ وجہ سے مراد صفات ہیں تب تو یہ دونوں حدیثیں تقریباً ہم معنی ہوں گی اور دوسرا قول یہ ہے کہ وجہ سے ظاہری شکل و صورت مراد ہے، اس صورت میں یہ وعید ہو جائیگی مسح کی جیسے رفع راس قبل الامام کے بارے میں پہلے وعید گذر چکی، اور مطلب یہ ہو گا کہ چہرے کو پیچھے کی جانب پلٹ دینا، کہ بجائے سامنے کے پیچھے کی طرف کر دیا جائے، وَالْعِيَاذُ بِاللَّهِ تَعَالَى مِنْهُ۔

شرح حدیث اور غیر مقلدین کے طریقہ کی تردید: وَمِنْ كُتُبِهِ بَرْكَةُ صَاحِبِهِ وَكَعْبُهُ بِكَعْبِهِ: یہاں کعب میں کعب صاحبہ نہیں فرمایا جیسے اوپر فرمایا بِمَنْكِبِ صَاحِبِهِ وَمِنْ كُتُبِهِ بَرْكَةُ صَاحِبِهِ، لہذا یہ جو غیر مقلدین کا طریقہ ہے کہ ہر ایک نمازی اپنے کعب کو دوسرے کے کعب سے ملاتا ہے، اس حدیث کے خلاف ہے لیکن عام طور سے شرح حدیث کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ کعبہ، بکعبہ سے مراد بھی یہی ہے یعنی کعب صاحبہ اور بخاری کی ایک روایت غیر مرفوعہ میں بھی اسی طرح ہے قَالَ الثَّعْمَانُ بْنُ بَشِيرٍ رَأَيْتُ الرَّجُلَ مِمَّا يُلَوِّقُ كَعْبَهُ بِكَعْبِ صَاحِبِهِ^۱، بہر حال اگر کعب سے کعب صاحب ہی مراد ہے تو پھر اس سے مراد حقیقت الصاق نہ ہو گا اس لئے کہ حقیقی الصاق بغیر تکلف کے نہیں ہو سکتا اور اس سے ایسی ہیئت ہو جائے گی جو ہیئت صلاۃ کے خلاف ہے لہذا اس سے قرب اور مجازات مراد ہے کذا فی لامع الدراہمی۔

قال الحافظ لمراد بذلك المبالغة في تعديل الصف وسد خلله^۲، میں کہتا ہوں اپنے کعب کو کعب صاحب سے ملانے کی صورت میں سد خلل نہیں ہے اس لئے کہ اس صورت میں گوبر ابرو والا فرجہ تو ختم ہو جاتا ہے لیکن مصلیٰ کے اپنے قدمین کے درمیان فرجہ میں اضافہ ہو جاتا ہے تو پھر سد خلل کہاں ہو جو کہ مقصود ہے بلکہ یہ تو ایقاع خلل ہو گا، واللہ الموفق۔

۶۶۲ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ يَمَالِثِ بْنِ حَرْبٍ، قَالَ: سَمِعْتُ الثَّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ، يَقُولُ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَوِّبُنَا فِي الصُّفُوفِ كَمَا يُقَوِّمُ الْقِدْحَ حَتَّى إِذَا ظَنَّ أَنْ قَدْ أَخَذْنَا ذَلِكَ عَنْهُ، وَفَقِهْنَا أَقْبَلَ ذَاتَ يَوْمٍ

۱ صحیح البخاری - کتاب الجماعة والإمامة - باب إلزاق المنكب بالمنكب والقعدة بالقعدة في الصف

۲ فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۲۱۱

يُوجِّهُهُ إِذَا رَجَلَ مُتَّكِئًا بِصَدْرِهِ، فَقَالَ: «لَتَسَوْنَ صُفُوفَكُمْ أَوْ لَيَخَالَفَنَّ اللَّهُ بَيْنَ وَجْهِكُمْ».

ترجمہ سماک بن حرب فرماتے ہیں کہ میں نے نعمان بن بشیر سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ہماری صفوں کو اس طرح برابر فرمایا کرتے تھے جس طرح تیر کی لکڑی کو سیدھا کیا جاتا ہے یہاں تک جب آپ ﷺ نے خیال فرمایا کہ ہم اس کو اچھی طرح سیکھ گئے اور آپ ﷺ سے یہ مسئلہ اچھی طرح سمجھ گئے تو ایک روز ہماری طرف متوجہ ہوئے تو ایک شخص صف سے سینہ نکالے کھڑا ہوا تھا یہ دیکھ کر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم ضرور اپنی صفوں کو برابر رکھو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے چہرے میں اختلاف ڈال دے گا۔

تخریج صحیح البخاری - الإذنان (۶۸۵) صحیح مسلم - الصلاة (۴۳۶) جامع الترمذی - الصلاة (۲۲۷) سنن النسائی - الإمامة (۸۱۰) سنن ابی داؤد - الصلاة (۶۱۳) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۹۹۴) مسند أحمد - أول مسند الکوفیین (۲۷۱/۴) مسند أحمد - أول مسند الکوفیین (۲۷۲/۴) مسند أحمد - أول مسند الکوفیین (۲۷۶/۴) مسند أحمد - أول مسند الکوفیین (۲۷۷/۴)

شرح الحدیث قولہ: یُسَوِّیْنِی الصُّفُوفَ کَمَا یُقَوِّمُ الْقِدْحُ: قدح بفتح حین بمعنی پیالہ مراد نہیں بلکہ یہ کر قاف اور سکون وال کیساتھ ہے تیر کی لکڑی جیسے چاقو میں پیچھے کا دستہ ہوتا ہے، اس کو بہت سیدھا اور ہموار تراش کر بنایا جاتا ہے مطلب ظاہر ہے کہ جس طرح اس کو سیدھا اور درست تراشتے ہیں اسی طرح آپ ﷺ صفوف کو سیدھا کیا کرتے تھے۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ ہمیں صفوف کو درست کرنے کی کافی عرصہ تک تعلیم اور تلقین فرماتے رہے، یہاں تک کہ جب آپ ﷺ نے جان لیا کہ ہم اس چیز کو اچھی طرح سمجھ چکے ہیں اور اس پر عمل پیرا ہو گئے ہیں تب آپ ﷺ نے اس کے بارے میں ہدایت کو ترک فرمادیا یہ سمجھ کر کہ ضرورت نہیں رہی، لیکن اس کے بعد پھر آپ ﷺ نے ایک روز دیکھا کہ ایک شخص کا سینہ صف میں آگے کو نکلا ہوا تھا تب آپ ﷺ نے وہ وعید بیان فرمائی جو آگے حدیث مذکور ہے۔

۶۶۴ - حَدَّثَنَا هَذَا زَيْنُ الشَّرِيفِ، وَأَبُو عَاصِمٍ بْنُ جَوَّاسٍ الْحَقْفِيُّ، عَنْ أَبِي الْأَخْوَصِ، عَنْ مَثُورٍ، عَنْ طَلْحَةَ الْيَاسَمِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْسَجَةَ، عَنِ الْوَرَاءِ بْنِ عَارِبٍ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْلُلُ الصَّفَّ مِنْ نَاحِيَةٍ إِلَى نَاحِيَةٍ يَمْسُحُ صُدُورَهُمَا وَمَتَا كِبَتَا وَيَقُولُ: «لَا تَخْتَلِفُوا فِتْخَتَيْ قُلُوبِكُمْ» وَكَانَ يَقُولُ: «إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى الصُّفُوفِ الْأُولَى».

ترجمہ حضرت براء بن عازب سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ صف میں ایک کنارے سے داخل ہو کر دوسرے کنارے تک ہمارے سینوں اور کندھوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے جاتے اور فرماتے کہ تم صف میں آگے پیچھے مت ہو ورنہ تمہارے دلوں میں پھوٹ پڑ جائیگی اور فرمایا کرتے تھے کہ اللہ عزوجل اور اس کے فرشتے پہلی صفوں پر درود بھیجتے ہیں۔

تخریج سنن النسائی - الإمامة (۸۱۱) سنن ابی داؤد - الصلاة (۶۶۴) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۹۹۷) مسند أحمد - أول مسند الکوفیین (۲۹۶/۴) مسند أحمد - أول مسند الکوفیین (۲۹۷/۴) مسند أحمد - أول مسند الکوفیین (۲۹۸/۴) مسند أحمد - أول مسند الکوفیین (۲۹۹/۴) مسند أحمد - أول مسند الکوفیین (۳۰۴/۴) سنن الدارمی - الصلاة (۱۲۶۴)

شرح الحديث

قوله: يَتَخَلَّلُ الصَّفَّ مِنْ نَاحِيَةٍ إِلَى نَاحِيَةٍ: یعنی آپ ﷺ صفوں کے درست کرنے کیلئے ان کے بیچ میں داخل ہو جاتے تھے اور دائیں سے بائیں صف میں پھر کر لوگوں کے مونڈھوں اور سینوں پر ہاتھ رکھ کر آگے پیچھے کر کے صفیں سیدھی فرماتے تھے اور زبان سے یہ فرماتے جاتے لَا تَخْلِفُوا فِتْنَةً خَلَفَ قُلُوبُكُمْ۔

قوله: يُصَلُّونَ عَلَى الصُّفُوفِ الْأُولِ: أَوَّلُ بضم أول وفتح ثانی أَوَّل کی جمع ہے، یعنی اللہ اور اس کے فرشتے صلاۃ بھیجتے ہیں، اگلی صف والوں پر، لفظ جمع لانے سے اشارہ ہے الأول فالأول کی طرف، گویا صف اول کو فضیلت ہے ثانی پر، اور ثانی کو ثالث پر، وھکذا۔

صف اول کے مصداق میں اقوال: جاننا چاہئے کہ صف اول کے مصداق میں علماء کا اختلاف ہے، امام بخاریؒ نے اس کیلئے مستقل ترجمہ قائم کیا ہے بَابُ الصَّفِّ الْأَوَّلِ، اس کے مصداق میں تین قول ہیں: ① صف اول وہ ہے جو امام سے متصل ہو مطلقاً خواہ وہ صف کامل ہو یا ناقص جیسے مقصورہ کی پہلی صف، ② امام کے قریب والی وہ صف جو کامل ہو، لہذا جو صف امام کے پیچھے مقصورہ میں ہوگی اس قول کی بناء پر وہ صف اول نہ ہوگی ناقص ہونے کی وجہ سے بلکہ مقصورہ سے باہر جو پہلی لمبی صف ہو وہ اس کا مصداق ہوگی، ③ اور تیسرا قول یہ ہے من سبق الى الصلوة ولو صلى آخر الصفوف، یعنی جو شخص اولاً مسجد میں پہنچے خواہ نماز وہ کسی صف میں پڑھے وہی صف اول کا مصداق ہے، امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ قول اول ہی صحیح اور مختار ہے والقولان الاخيران غلط ① اور ثانی میں قول اول کو لکھنے کے بعد قول ثانی لکھ کر فرمایا ہے وبہ أخذ الفقيه أبو الليث توسعه على الأمة كي لا تفوتهم الفضيلة اه ②۔

٦٦٥ - حَدَّثَنَا عُثَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ، حَدَّثَنَا حَاتِمٌ يَعْنِي ابْنَ أَبِي صَغِيرَةَ، عَنْ سَمَاطٍ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ، قَالَ: «كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَوِّي صُفُوفَنَا إِذَا قُمْنَا لِلصَّلَاةِ فَإِذَا اسْتَوَيْنَا كَثُرَ»۔

سماک روایت کرتے ہیں کہ میں نے نعمان بن بشیرؒ سے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہماری صفوں کو درست فرمایا کرتے جبکہ ہم نماز کے لئے کھڑے ہوتے تھے پھر جب ہم صفیں برابر کر لیتے تو حضور ﷺ تکبیر کہتے۔

صحیح البخاری - الأذان (٦٨٥) صحیح مسلم - الصلاة (٤٣٦) جامع الترمذی - الصلاة (٢٢٧) سنن النسائي - الإمامة (٨١٠) سنن أبي داود - الصلاة (٦٦٥) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٩٩٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٢٧١/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٢٧٢/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٢٧٦/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٢٧٧/٤)

شرح الحديث: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَوِّي صُفُوفَنَا إِذَا قُمْنَا لِلصَّلَاةِ: یعنی آپ ﷺ ہماری صفوں کو اس وقت سیدھا کرتے تھے جب ہم نماز کیلئے کھڑے ہوتے۔

① وهذا القولان غلط صريح (المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج ج ٤ ص ١٦٠)

② أخذ الفقيه بالثاني توسعه على العامة كي لا تفوتهم الفضيلة (رد المحتار على الدر المختار - ج ٢ ص ٣١١)

تسویہ صفوف کس وقت ہونا چاہیے؟ اس پر ابن رسلان شافعی لکھتے ہیں کہ قیام الی الصلاة اقامت کے بعد ہوتا ہے لہذا تسویہ صفوف بعد الاقامت بطریق ^۱ اولیٰ ہوا، اور یہی مشہور ہے اور ہمارے بعض اصحاب اس طرف گئے ہیں کہ تسویہ صفوف اواخر اقامت میں ہونا چاہئے تاکہ اقامت پورا ہونے کے ساتھ ساتھ نماز شروع ہو جائے، وهو خلاف النص ^۲، اور یہ مسئلہ کہ مقتدی نماز کیلئے کب کھڑے ہوں ہمارے یہاں مع اختلاف ائمہ بآب فی الصلاة قائم و لَمْ یَأْتِ الْإِمَامُ الخ کے ذیل میں گذر چکا۔

امام ترمذی فرماتے ہیں حضرت عمرؓ کے بارے میں مروی ہے کہ وہ ایک شخص کو تسویہ صفوف کیلئے مقرر فرماتے تھے اور نماز اس وقت تک شروع نہیں فرماتے تھے جب تک وہ شخص آکر یہ اطلاع نہ کر دے کہ صفیں سیدھی ہو گئیں، نیز وہ لکھتے ہیں کہ اسی طرح حضرت علیؓ و عثمانؓ سے مروی ہے کہ یہ دونوں حضرات بھی اس کا اہتمام فرماتے تھے اور زبان سے بھی فرماتے تھے اسْتَوُوا ^۳، تسویہ صفوف کس وقت میں ہونی چاہئے اس پر تفصیلی کلام الحل المفہم ^۴ میں موجود ہے وہاں دیکھ لیا جائے، اسمیں لکھا ہے کہ امام محمدؒ موطا میں فرماتے ہیں کہ جب مؤذن حتیٰ علی القلاح پر پہنچے تو سب لوگ کھڑے ہو جائیں اور صف بندی و تسویہ صفوف کریں وهو قول ابی حنیفہ ^۵۔

حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ إِبرَاهِيمَ الْغَافِقِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، وَحَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَنَّهُ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ أَبِي الزَّاهِرِيَّةِ، عَنْ كَثِيرِ بْنِ مُرَّةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ قُتَيْبَةُ: عَنْ أَبِي الزَّاهِرِيَّةِ، عَنْ أَبِي شَجَرَةَ - لَمْ يَذْكُرِ ابْنَ عُمَرَ - أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «أَقِمُوا الصُّفُوفَ وَخَادُوا ابْنِ الْمُنَاكِبِ وَشَدُّوا الْخَلَلَ وَلْيُؤَا بِأَيْدِي إِخْوَانِكُمْ - لَمْ يَقُلْ عِيسَى بِأَيْدِي إِخْوَانِكُمْ - وَلَا تَذْهَبُوا فُرْجَاتِ الشَّيْطَانِ وَمَنْ وَصَلَ صَفًّا وَصَلَهُ اللَّهُ، وَمَنْ قَطَعَ صَفًّا قَطَعَهُ اللَّهُ»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: أَبُو شَجَرَةَ كَثِيرُ بْنُ مُرَّةَ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "مَعْنَى وَلْيُؤَا بِأَيْدِي إِخْوَانِكُمْ: إِذَا جَاءَ رَجُلٌ إِلَى الصَّفِّ فَذَهَبَ يَدْخُلُ فِيهِ فَيَتَبَخَّرُ أَنْ يُدْلِلَ لَهُ كُلُّ رَجُلٍ مُتَكَبِّرِيهِ حَتَّى يَدْخُلَ فِي الصَّفِّ".

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اپنی صفوں کو سیدھا کرو اور اپنے مونڈھوں کو برابر رکھو اور خالی جگہ کو بھرو اور اپنے بھائیوں کے لئے نرمی کا معاملہ رکھو (جب وہ صف میں آگے پیچھے ہونے کا کہیں تو انکی بات مان لیا کرو) اور عیسیٰ راوی نے بِأَيْدِي إِخْوَانِكُمْ کے الفاظ ذکر نہیں کیئے اور شیطان کے لئے خالی جگہیں مت چھوڑو اور

۱ اور حنیفہ کا مذہب اس میں آگے آ رہا ہے۔

۲ ہذل المجہود فی حل ابی داؤد - ج ۴ ص ۳۳۲

۳ جامع الترمذی - کتاب الصلاة - باب ما جاء فی إقامة الصفوف ۲۲۷

۴ الحل المفہم لصحیح مسلم ص ۱۳۷

۵ التعليق المجدد علی موطا محمد ج ۱ ص ۳۷۲-۳۷۳

جو کوئی صف کو ملائے اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت سے ملاتے ہیں اور جو صف کو قطع کرے اللہ اس کو اپنی رحمت سے دور کرتے ہیں۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ ابو شجرہ کا نام کثیر بن مرثہ ہیں۔

سنن النسائي - الإمامة (۸۱۹) سنن ابی داؤد - الصلاة (۶۶۶)

قوله: وَتَسُدُّوا الْخَلَلَ: خلل بمعنی فرجہ اس کی جمع خلال ہے مثل جبل وجبال۔

قوله: وَمَنْ وَصَلَ صَفًّا وَصَلَهُ اللَّهُ: جو صف کو ملائے اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت سے ملایگا، بنانے کی صورت یہ ہے کہ بیچ میں اگر کہیں فرجہ ہو تو اس کو ختم کر دے یا اگلی صف ناقص ہو اس میں ایک دو آدمی کی گنجائش ہو تو اس کو پورا کر دے۔
قوله: وَمَنْ قَطَعَ صَفًّا قَطَعَهُ اللَّهُ: قطع صف کی ایک صورت یہ ہے کہ کوئی شخص جو نماز میں شریک نہیں وہ صف کے بیچ میں بیٹھا رہے یا کوئی شخص صف کے بیچ میں گنجائش ہونے کے باوجود اسمیں داخل ہونے والے کو روکے (افادہ السندی)۔

۶۶۷ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَبَانُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «هَذَا صُفُوفُكُمْ وَهَذَا بَوَائِبُهَا وَحَاذُوا بِالْأَعْنَاقِ، فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَأُرَى الشَّيْطَانَ يَدْخُلُ مِنْ خَلَلِ الصَّفِّ كَأَنَّهُا الْخَلْفُ»۔

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اپنی صفوں میں مل جل کر کھڑے ہو اور ان صفوں کو قریب قریب بناؤ اور سب نمازی برابر کھڑے ہوں (کہ ہر ایک کی گردن اپنے ساتھی کی گردن کی سیدھ میں ہو) اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے میں شیطان کو صف کی خالی جگہ میں اس طرح داخل ہوتے ہوئے دیکھتا ہوں جس طرح بکری کا بچہ۔

صحیح البخاری - الأذان (۶۸۶) صحیح البخاری - الأذان (۶۹۰) صحیح مسلم - الصلاة (۴۳۳) صحیح مسلم - الصلاة (۴۳۴) سنن النسائي - الإمامة (۸۱۴) سنن النسائي - الإمامة (۸۱۵) سنن النسائي - الإمامة (۸۴۵) سنن ابی داؤد - الصلاة (۶۶۷) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة السنن (۹۹۴) مسند احمد - باقي مسند المكثرين (۱۱۳/۳) مسند احمد - باقي مسند المكثرين (۱۸۲/۳) مسند احمد - باقي مسند المكثرين (۲۵۴/۳) مسند احمد - باقي مسند المكثرين (۲۶۲/۳) مسند احمد - باقي مسند المكثرين (۲۷۹/۳) سنن الدارمي - الصلاة (۱۲۶۲)

قوله: وَحَاذُوا بِالْأَعْنَاقِ: اور اس سے پہلے گذر چکا حاذوا بین السناكب، یعنی نمازیوں کے مونڈھوں اور گردنوں کے درمیان محاذات ہونی چاہئے آگے پیچھے نہ ہوں اور حاذوا بالاعناق کا دوسرا مطلب یہ بھی لکھا ہے کہ سب نمازی ہموار جگہ پر کھڑے ہوں جگہ میں اونچ نیچہ نہ ہونی چاہئے کہ بعض بلند جگہ پر کھڑے ہوں اور بعض پست۔

قوله: كَأَنَّهُا الْخَلْفُ: حذف جمع ہے خَلْفَةٌ کی، حجازی بکری جو سیاہ اور چھوٹی سی ہوتی ہے، مشکوٰۃ کی روایت میں حذف کی تفسیر اس طرح کی ہے یعنی أَوْلَادُ الصَّانِ مِنَ الصِّغَارِ ①۔

۶۶۸ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، وَشُعَيْبَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «سَوُّوا صُفُوفَكُمْ فَإِنَّ تَسْوِيَةَ الصَّفِّ مِنْ تِمَامِ الصَّلَاةِ».

حضرت انسؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنی صفوں کو برابر کرو
اس لیے کہ صفوں کو برابر کرنا نماز کے کمال میں سے ہے۔

صحیح البخاری - الأذان (۶۸۶) صحیح البخاری - الأذان (۶۹۰) صحیح مسلم - الصلوة (۴۳۳) صحیح مسلم - الصلوة (۴۳۴) سنن النسائي - الإمامة (۸۱۴) سنن النسائي - الإمامة (۸۱۵) سنن النسائي - الإمامة (۸۴۵) سنن أبي داود - الصلوة (۶۶۸) سنن ابن ماجه - إقامة الصلوة والسنة فيها (۹۹۳) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۱۱۳/۳) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۱۸۲/۳) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲۵۴/۳) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲۶۳/۳) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲۷۹/۳) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲۹۱/۳) سنن الدارمي - الصلوة (۱۲۶۳)

شرح الحديث قوله: فَإِنَّ تَسْوِيَةَ الصَّفِّ مِنْ تِمَامِ الصَّلَاةِ: أي من كمال الصلوة نماز کا کمال تسویہ صفوف میں ہے۔

تسویہ صفوف کا حکم: اس سے معلوم ہوا کہ تسویہ صفوف مستحبات میں سے ہے اس لئے کہ تمام شیء یعنی کسی چیز کی ترتیب عرفاً اس شیء کی حقیقت سے خارج مانی جاتی ہے اور یہی مذہب ہے جمہور علماء کا اور بخاری کی ایک روایت میں ہے مِنْ إِقَامَةِ الصَّلَاةِ اس سے ابن حزمؒ نے استدلال کیا کہ تسویہ فرض ہے اس لئے کہ اقامت صلاۃ فرض ہے^۱، اس کا جواب دوسری روایات کے پیش نظر یہ ہو سکتا ہے کہ مراد ہے کہ تسویہ الصف اقامۃ الصلاۃ علی وجہ الکمال کے قبیل سے ہے نفس اقامۃ صلاۃ مراد نہیں۔

۶۶۹ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا خَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ ثَابِتٍ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الرَّبِيعِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ، النَّسَائِيِّ، صَاحِبِ الْمُقْصُورَةِ، قَالَ: صَلَّيْتُ إِلَى جَنْبِ أَنَسٍ بْنِ مَالِكٍ، يَوْمَئِذٍ فَقَالَ: هَلْ تَدْرِي لِمَ صُنِعَ هَذَا الْعُودُ، فَقُلْتُ: لَا وَاللَّهِ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ يَدَهُ عَلَيْهِ فَيَقُولُ: «اسْتَوْذُوا وَعَدِلُوا صُفُوفَكُمْ».

مسعب بن ثابت، محمد بن مسلم بن سائب سے روایت کرتے ہیں جو کہ صاحب المقصورہ ہیں کہ وہ فرماتے ہیں میں نے انس بن مالکؓ کے برابر میں کھڑے ہو کر ایک دن نماز پڑھی تو انہوں نے فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ یہ لکڑی کیوں گاڑی گئی؟ میں نے عرض کیا نہیں بخدا میں نہیں جانتا تو انہوں نے فرمایا رسول اللہ ﷺ اس پر (بوقت وعظ) ٹیک لگاتے تھے اور فرماتے کہ سیدھے ہو جاؤ اور اپنی صفوں کو برابر کر لو۔

۶۷۰ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْأَسْوَدِ، حَدَّثَنَا مُصْعَبُ بْنُ ثَابِتٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ أَنَسٍ، بِهَذَا الْحَدِيثِ، قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ أَخَذَهُ بِبُعِينِهِ ثُمَّ التَفَّتْ، فَقَالَ: «اعْتَدِلُوا، سَوُّوا

مُطَوِّفُكُمْ» ثُمَّ أَخَذَ بِيَسَارِهِ، فَقَالَ: «اعْتَدُوا سَوْا وَاصْفَوْكُمْ».

محمد بن مسلم، انسؓ سے اسی حدیث کو روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز میں کھڑے ہوتے تو اس لکڑی کو دائیں ہاتھ میں پکڑتے پھر لوگوں کی طرف توجہ فرماتے اور فرماتے اپنی صفوں کو سیدھا اور برابر کر لو پھر اپنے بائیں ہاتھ میں لکڑی پکڑتے اور فرماتے سیدھے ہو جاؤ اور اپنی صفوں کو برابر کر لو۔

صحیح البخاری - الأذان (۶۸۶) صحیح البخاری - الأذان (۶۹۰) صحیح مسلم - الصلاة (۴۳۳) صحیح مسلم - الصلاة (۴۳۴) سنن النسائي - الإمامة (۸۱۴) سنن النسائي - الإمامة (۸۱۵) سنن النسائي - الإمامة (۸۴۵) سنن أبي داود - الصلاة (۶۶۹) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (۹۹۳) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۱۱۳/۳) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۱۸۲/۳) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲۵۴/۳) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲۶۳/۳) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲۷۹/۳) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲۹۱/۳) سنن الدارمي - الصلاة (۱۲۶۳)

قوله: هَلْ تَذَرِي لِمَ صُنِعَ هَذَا الْوُجُودُ: مسجد نبوی میں مصلی الامام کے قریب ایک لکڑی گڑی ہوئی تھی، جس پر آپ ﷺ ہاتھ رکھتے تھے یا تو وہ دیوار میں ہوگی کھونٹی کی طرح یا زمین میں گڑی ہوگی واللہ تعالیٰ اعلم، اسکی تفصیل الحل المفہم^۱ میں ہے، اس میں لکھا ہے کہ حضرت گنگوہیؒ کی ایک تقریر میں ہے کہ یہ لکڑی حضور ﷺ کے مصلے کے قریب گڑی ہوئی تھی، آپ ﷺ بوقت وعظ اس پر ہاتھ رکھتے اور ٹیک لگاتے تھے۔

۶۷۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو عَظَاءٍ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «أَتَمُّوا الصَّفَّ الْمَقْدَمَ، ثُمَّ الَّذِي يَلِيهِ، فَمَا كَانَ مِنْ نَقْصٍ فَلْيَكُنْ فِي الصَّفِّ الْوُخْرِ».

قنادہ حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اگلی صف کو مکمل کرو پھر جو اس سے لمبی ہو تو اسکو مکمل کرو اور جو کوئی کمی رہے تو وہ آخری صف میں رہے۔

۶۷۲ - حَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ يَحْيَى بْنِ قُوتَبَانَ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُمَارَةُ بْنُ قُوتَبَانَ، عَنْ عَظَاءٍ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «خَيَاتُكُمْ أَلْيَتُكُمْ مَنَازِبَ فِي الصَّلَاةِ»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: جَعْفَرُ بْنُ يَحْيَى مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ.

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو نماز میں اپنے منڈھوں کو سب سے زیادہ نرم رکھے (کہ اگر کوئی شخص اس کے مونڈھے پکڑ کر اسکو آگے یا پیچھے ہونے کو کہے تو یہ اسکی بات مان لے)۔

قوله: خَيَاتُكُمْ أَلْيَتُكُمْ مَنَازِبَ فِي الصَّلَاةِ: تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو نماز میں ازروئے مونڈھوں

کے سب سے زائد نرم ہو، اس سے مراد انقیاد و اطاعت ہے یعنی صفیں درست کر نیوالا شخص کسی کے مونڈھے پکڑ کر آگے یا پیچھے کرے تو اس کے حق میں نرم پڑ جائے اور ضد نہ کرے، یہی معنی اس مقام کے مناسب ہیں، اور دوسرا مطلب یہ لکھا ہے کہ اس سے مراد خشوع اور سکون و طمانیت ہے۔

۹۶۔ باب الصفوف بین السواری

ستونوں کے درمیان صفیں بنانے کا حکم

یہاں پر دو بحثیں ہیں: ① اول صلاۃ بین السار تین کا حکم اور اس میں اختلاف علماء، ② دوسرے حکمت منع۔

صف بین الساریتین میں مذاہب ائمہ کی تحقیق: بحث اول: امام ترمذیؒ نے ائمہ میں سے

صرف امام احمد و اسحقؒ کا مسلک یہ لکھا ہے کہ ان کے نزدیک صف بین السار تین مکروہ ہے لیکن صف کا تعلق تو مقتدیوں سے ہوتا ہے، امام اور منفرد کیلئے تو صف نہیں ہوتی، تو گویا یہ کراہت ان کے نزدیک صرف مقتدی کے حق میں ہوئی، اور باقی ائمہ کے مذاہب کے بارے میں یہ ہے کہ ابن سید الناسؒ فرماتے ہیں: امام اور منفرد کے بارے میں تو کوئی اختلاف نہیں ان دونوں کیلئے قیام بین السار تین باتفاق ہے، اختلاف صرف مقتدی کے بارے میں ہے، وہ لکھتے ہیں امام احمد کے علاوہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مقتدی کے حق میں بھی جائز ہے، اور امام نوویؒ ① نے شرح مسلم میں شافعیہ کا مسلک تو جواز ہی لکھا ہے لیکن امام مالکؒ کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کے اسمیں دونوں قول ہیں کراہت وعدم کراہت، لیکن ابن العربی مالکیؒ نے مقتدی کے حق میں صرف کراہت کا قول نقل کیا ہے میں کہتا ہوں کہ چونکہ مالکیہ کے اس میں دو قول ہیں (کما قال النووی) اس لئے انکا ایک قول ابن العربی نے اور دوسرے قول کو ابن سید الناس نے نقل کر دیا، تو اب حاصل یہ ہوا کہ مقتدی کے حق میں قیام بین السار تین حنبلیہ کے یہاں مکروہ اور حنفیہ ② و شافعیہ کے یہاں غیر مکروہ اور مالکیہ کے یہاں دونوں قول ہیں کراہت وعدم کراہت۔

حکمت منع: بحث ثانی: اس منع کی حکمت میں شرح کے تین قول ہیں: ① اول یہ کہ اسمیں قطع صفوف لازم آتا ہے،

② دوسرا قول یہ کہ مابین السار تین موضع النعال ہے، ③ اور تیسرا قول یہ ہے کہ انہ فیصلی الجن من المؤمنین کہ یہ مسلم جنوں کے نماز پڑھنے کی جگہ ہے لیکن ابن سید الناس نے قول اول کو ترجیح دی ہے اور قول ثانی کے بارے میں لکھا ہے ”انہ محدث“ یعنی

① بظاہر تو صحیح یہی ہے جو امام نوویؒ لکھ رہے ہیں کیونکہ یہ خود شافعی ہیں لیکن صاحب منہلؒ نے شافعیہ کا مسلک کراہت فی حق مقتدی لکھا ہے۔

② عجیب: عموماً شرح کے کلام سے اور ایسے ہی بذل الجہود سے معلوم ہوتا ہے کہ امام اور منفرد کے حق میں جواز پر اتفاق ہے لیکن معارف السنن میں حنفیہ کا مسلک کے بارے میں ابن عابدینؒ اور ابن الہمامؒ سے امام کے حق میں قیام بین السار تین کو مکروہ لکھا ہے اور مقتدی کے حق میں وہ لکھتے ہیں، واما مقتدی فلم یذکر حکمہ فی کتبنا، لیکن بذل الجہود میں بحوالہ مبسوط سرخسی مقتدی کے حق میں عدم کراہت کی تصریح نقل کی ہے (بذل الجہود فی حل ابي داود - ج ۴ ص ۳۴۱)۔

سارہ تین کے درمیان جوتے رکھنے کا رواج حضور ﷺ کے زمانہ میں نہیں تھا یہ بدعت اور بعد کی ایجاد ہے لہذا اس کو علت قرار دینا صحیح نہیں۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ، حَدَّثَنَا شُعْبَانُ، عَنْ يَحْيَى بْنِ هَانِئٍ، عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ مُحَمَّدٍ، قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، يَوْمَ الْجُمُعَةِ «فَدُفِعْنَا إِلَى السَّوَارِي، فَتَقَدَّمْنَا وَتَأَخَّرْنَا»، فَقَالَ أَنَسٌ: «كُنَّا نَتَّقِي هَذَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ».

عبدالحمید بن محمود فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک کے ساتھ جمعہ کے روز نماز پڑھی تو ہمیں (ہجوم) کی وجہ سے ستونوں کی طرف دھکیل دیا گیا تو ہم میں سے بعض اگلی صفوں میں اور بعض پچھلی صفوں میں شامل ہو گئے (تاکہ ستونوں کے درمیان نہ کھڑا ہونا پڑے) تو حضرت انس نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ستونوں کے درمیان صف بنانے سے بچا کرتے تھے (صفوں کے سیدھا نہ ہونے کی وجہ سے)۔

جامع الترمذی - الصلاة (۲۲۹) سنن النسائي - الإمامة (۸۲۱) سنن أبي داود - الصلاة (۶۷۲)

قولہ: صَلَّيْتُ مَعَ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، يَوْمَ الْجُمُعَةِ «فَدُفِعْنَا إِلَى السَّوَارِي، فَتَقَدَّمْنَا وَتَأَخَّرْنَا»: میں نے انس بن مالک کے ساتھ جمعہ کے دن نماز پڑھی، ترمذی اور نسائی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نماز کسی امیر کے پیچھے پڑھی گئی تھی خود حضرت انس امام نہیں تھے، پس ہجوم کی وجہ سے ہمیں ستونوں کی طرف دھکیل دیا گیا لیکن ہم میں سے بعض اگلی صفوں میں اور بعض پچھلی صفوں میں شامل ہو گئے یعنی قیام بین السارہ تین سے بچنے کے لئے۔

روایات کا تعارض: اس روایت سے معلوم ہو رہا ہے کہ ان لوگوں نے سارہ تین کے درمیان نماز نہیں پڑھی حالانکہ ترمذی و نسائی کی روایت میں اس کے خلاف موجود ہے فَصَلَّيْنَا بَيْنَ السَّارِيَيْنِ، اس کا ایک جواب تو یہ ہو سکتا ہے کہ جن بعض کو جگہ مل گئی وہ اگلی اور پچھلی صفوں میں چلے گئے اور جن کو جگہ نہیں ملی ان کو سارہ تین کے درمیان نماز پڑھنی پڑی، لہذا یہ روایت کا انحصار ہے، اور یا اسکو تعدد واقعہ پر محمول کیا جائے، اور کو کب میں اس کا جواب یہ دیا ہے کہ تَقَدَّمْنَا وَتَأَخَّرْنَا سے مراد اگلی اور پچھلی صفوں میں شامل ہونا نہیں ہے بلکہ اس سے ستونوں کے درمیان نماز پڑھنا ہی مراد ہے کیونکہ مسجد نبوی کے اساطین مستوی نہ تھے ان میں کچھ کچی تھی اسی لئے ان کے درمیان نماز پڑھنے والوں کی صف سیدھی نہ رہ سکی، یہی مراد ہے تقدم اور تاخر سے، اس صورت میں روایتین کا مفہوم متحد ہو جائیگا۔

قولہ: فَقَالَ أَنَسٌ: «كُنَّا نَتَّقِي هَذَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ»: اس حدیث سے صلاۃ بین السارہ تین کی مطلقاً کراہت معلوم ہو رہی ہے، جو ائمہ میں سے کسی کا بھی مذہب نہیں ہے، لیکن یہاں ایک دوسری روایت ہے جس کا امام ترمذی نے حوالہ دیا ہے وَفِي الْبَابِ عَنْ قُرَّةَ ثَوْنٍ ابْنِ أَبِي ثَرْيَاحٍ يَوْمَ الْجُمُعَةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ: «كُنَّا نَتَّقِي هَذَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ»:

السَّوَابِي عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنُظِرَ عَنْهَا طَرْدًا ①۔

الكلام علی دلائل الفريقین: اس حدیث میں ممانعت مطلق صلاۃ کی نہیں بلکہ صف قائم کرنے کی ہے اور صف کا تعلق مقتدیوں سے ہوتا ہے لہذا حدیث انس کو جو مطلق ہے اس حدیث کیساتھ مقید کیا جائے گا لہذا اس طور پر مقتدی کے حق میں کراہت ثابت ہو جائے گی، جیسا کہ حنابلہ وغیرہ کا مذہب ہے، اس کا جواب حضرت نے بذل ② میں یہ دیا ہے کہ حدیث انس کو صحیح ہے کما قال الترمذی، لیکن وہ مطلق ③ ہے اور مطلق کراہت کا تو کوئی بھی قائل نہیں اور جس روایت سے انس کی تنبیہ کی جارہی ہے وہ ضعیف ہے اس کے اندر ہارون بن مسلم راوی ضعیف اور مجہول ہیں لہذا کراہت پر استدلال تام نہیں، نیز صحیحین کی روایت سے حضور ﷺ کا صلاۃ بین الساریتین پڑھنا بیت اللہ شریف کے اندر ثابت ہے اور صحیحین کی روایت گو منفرد کے حق میں ہے لیکن غیر منفرد کو منفرد پر قیاس کیا جائیگا، حضرت فرماتے ہیں کہ مبسوط سرخسی میں تصریح ہے اس بات کی کہ اصطفا بین الاسطوانتین مکروہ نہیں لآنه صف فی حق کل طریق وإن لم یکن طویلاً ④۔

۹۷۔ باب مَنْ يُسْتَحَبُّ أَنْ يَلِيَ الْإِمَامَ فِي الصَّفِّ وَكَرَاهِيَةُ التَّأَخُّرِ

باب ہے صف میں امام کے قریب ہونے کے مستحب ہونے اور دور ہونے کے مکروہ ہونے کا بیان

۶۷۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُوَيْلِبٍ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ، عَنْ الْأَعْمَشِ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لِيَلِيَنَّ مِنْكُمْ أُولُو الْأَخْلَامِ وَالنَّحْيُ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ».

حضرت ابو مسعود انصاری فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے جو عاقل دانا ہوں وہ صف میں میرے قریب رہا کریں پھر وہ لوگ جو ان سے قریب ہوں پھر جو ان سے قریب ہوں۔

۶۷۵۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ وَزَادَ: «وَلَا تَحْتَلِطُوا فَتُخْتَلَفَ قُلُوبُكُمْ، وَإِنَّا كُمْ وَهَيْشَاتِ الْأَسْوَاقِ».

حضرت عبد اللہ بن مسعود نبی کریم ﷺ سے اسی کی مثل روایت کرتے ہیں اور اسمیں یہ الفاظ مزید ذکر فرمائے

① سنن ابن ماجہ - کتاب إقامة الصلاة والسنة فيها - باب الصلاة بين السواري في الصف ۱۰۰۲

② بذل المنجود في حل أبي داود - ج ۴ ص ۳۴۰-۳۴۱

③ اس پر بندہ کو یہ کلام ہے کہ یہ حدیث مطلق اس صورت میں ہوگی جبکہ کما تعلق هذا کا اشارہ صلاۃ بین الساریتین کی طرف ملتا جائے، اور اگر اشارہ الیہ الصف بین الساریتین قرار دیا جائے، جیسا کہ سیاق کلام کا تقاضا ہے تو پھر یہ حدیث مطلق نہ ہوگی اور تنبیہ کیلئے ابن ماجہ کی روایت کی طرف بھی رجوع کی حاجت نہ رہے گی، فتاویٰ طائفہ دقین۔

④ المبسوط للسرخسی ج ۲ ص ۳۵

کہ آپس میں (صوفوں میں) آگے پیچھے مت ہو ورنہ تمہارے دلوں میں اختلاف ہو جائے گا اور بازاری شور و غل کرنے سے بچا کرو۔
 صحیح مسلم - الصلاة (۴۳۲) جامع الترمذی - الصلاة (۲۲۸) سنن النسائی - الإمامة (۸۰۷) سنن النسائی - الإمامة (۸۱۲) سنن ابی داؤد - الصلاة (۶۷۴) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۹۷۶) مسند أحمد - مسند الکفرین من الصحابة (۴۵۷/۱) مسند أحمد - مسند الشامیین (۱۲۲/۴) سنن الدارمی - الصلاة (۱۲۶۶) سنن الدارمی - الصلاة (۱۲۶۷)

لیلیٰ کی صرفی تحقیق: قوله: لیلینی مِنْکُمْ أَوَّلُ الْأَخْلَامِ وَالثَّانِي: یہ لفظ ولی سے ہے جبکہ معنی قرب کے ہیں اور شروع میں لام لام امر ہے اور نون مشدود، اور مسلم کی روایت میں بغیر یاء کے ہے لیلیٰ اس صورت میں نون مخفف ہو گا جس کو نون وقایہ کہتے ہیں اور بعض روایات میں باوجود یاء کے لیلیٰ یائے ثانی کے سکون اور تخفیف نون کیا تھا ہے لیکن یہ قواعد کے خلاف ہے اس لئے کہ یہ لام لام امر ہے جو جازم ہے اور حالت جزم میں حرف علت کا سقوط ضروری ہے، ملا علی قاریؒ نے اسکی تاویل کی کہ یہ یاء یہاں پر اِشباع کسرہ کی وجہ سے ہے، یا اصل کلمہ پر تنبیہ کے لئے لائی گئی ہے کما فی قرآن: إِنَّهُ مَنْ يَتَّقِ وَيَصْبِرْ^①

الأَخْلَامِ، یا تو حلم یا کسر کی جمع ہے جس سے مراد عقل اور سمجھ ہے یا حلم بضم الحاء کی جس کے معنی خواب کے ہیں، لیکن یہاں پر مراد بلوغ ہے، پہلی صورت میں احلام سے مراد عقلاء ہو گا اور دوسری صورت میں بلغاؤ النہی غیبہ بمعنی عقل کی جمع ہے یعنی عقلاء پہلی صورت میں أَوَّلُ الْأَخْلَامِ وَالثَّانِي دونوں کا مصداق ایک ہو گا یعنی عقلاء اس صورت میں یہ عبارت:

وَأَلْفَى قَوْلَهَا كَذِبًا وَمَيْتًا

کے قبل سے ہو گی یعنی تغایر فی اللفظ کو تغایر فی المعنی کا حکم دے کر عطف لانا، اور دوسری صورت میں تکرار معنی نہ ہو گا؛ بلکہ اول سے مراد بلغاؤ اور ثانی سے عقلاء۔

لَمْ يَلْبَسُوا ثِيَابَهُمْ: یعنی پھر جو ان کی قریب ہوں، عقل یا بلوغ کے اعتبار سے ان سے کم درجہ ہوں جیسے مراہقین: ثُمَّ الَّذِينَ يَلْبَسُونَ ثِيَابَهُمْ پھر جو ان سے قریب ہوں جیسے صبیان: مِمَّنْ يَلْبَسُونَ ثِيَابَهُمْ عقل کے ان سے کم درجہ ہوں، اور کہا گیا ہے کہ اگر اسے مراد نساء یلبس ثیاباً خائفی، اور ترتیب صفوف کی عند الفقہاء اس طرح ہے، صفوف الرجال ثم الصبیان ثم الخائفون ثم النساء^②۔

وَأَنبَأَكُمْ وَهَيْشَاتِ الْأَسْوَاقِ: ہمیشہ کے معنی رفع الصوت اور اختلاط دونوں آتے ہیں، یعنی مساجد میں شور نہ کر جس طرح بازاروں میں ہوتا ہے، یا ترتیب مذکور کے خلاف گڈ مڈ نہ کرو جس طرح بازاروں اور دکانوں پر لوگوں کے درمیان کوئی ترتیب نہیں ہوتی سب ایک ساتھ چلتے پھرتے ہیں، دوسرے معنی مقام کے زیادہ مناسب ہیں اسلئے کہ حدیث میں ترتیب کو بیان کیا جا رہا ہے۔

① مرقاة المفاتیح ش. ح. مشکاة المصابیح - ج ۳ ص ۱۵۴

② للنحر (الرجال) ظاہرہ بعد العبد (ثم الصبیان) ظاہرہ تعددہم، فلو واحد دخل الصف (ثم الخائفون ثم النساء) (بعد المحتار علی الداء المعتاد - ج ۲ ص ۳۱۳-۳۱۴)

حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا مَعَاذُ بْنُ هُشَامٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ غُرُوقَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى مَيَامِنِ الصُّلُوفِ».

حضرت عائشہ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے صفوں میں دائیں طرف کھڑے ہونے والوں پر درود بھیجتے ہیں۔

سنن ابی داود - الصلاة (۶۷۶) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۱۰۰۵) مسند احمد - باقی مسند الانصاف (۱۶۰/۶)

۹۸ - بَابُ مَقَامِ الْقَبِيَّانِ مِنَ الصَّفِّ

باب ہے صف میں بچوں کے کھڑے ہونے کی جگہ کا بیان

حَدَّثَنَا عُمَيْسُ بْنُ شاذَانَ، حَدَّثَنَا عَيَّاشُ الرَّقَّامِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا قُرَّةُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا بُدَيْلٌ، حَدَّثَنَا شَهْرُ بْنُ حَوْشَبٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ غَنَمٍ، قَالَ: قَالَ أَبُو مَالِكٍ الْأَشْعَرِيُّ: «لَا أُحَدِّثُكُمْ بِصَلَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «فَأَقَامَ الصَّلَاةَ، وَصَفَّ الرِّجَالَ وَصَفَّ خَلْفَهُمُ الْعِلْمَانِ، ثُمَّ صَلَّى بِهِمْ قَدْ كَرَّ صَلَاتُهُ» ثُمَّ قَالَ: «هَكَذَا صَلَاةٌ - قَالَ عَبْدُ الْأَعْلَى: لَا أَحْسِبُهُ إِلَّا قَالَ: صَلَاةُ أُمِّي»

عبدالرحمن بن غنم فرماتے ہیں کہ ابومالک اشعریؓ نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں نبی کریم ﷺ کی نماز کے متعلق نہ بتلاؤں؟ پھر فرمایا کہ آپ ﷺ نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو (پہلے) مردوں نے صف بنائی پھر بچوں نے صف بنائے پیچھے بنائی پھر آپ ﷺ نے نماز پڑھائی اس کے بعد نبی اکرم ﷺ کی نماز کو ذکر کیا پھر فرمایا اس طرح میری امت کی نماز ہوتی ہے۔ عبدالاعلیٰ فرماتے ہیں کہ میرا گمان یہی ہے کہ قرۃ بن خالد نے ہکذا صلاۃ کے بعد لفظ اُمّی فرمایا تھا۔

سنن ابی داود - الصلاة (۶۷۷) مسند احمد - باقی مسند الانصاف (۳۴۳/۵)

مسئله الباب میں اختلاف انہ: جمہور علماء اور اکثر شافعیہ کے نزدیک صبیان کیلئے مستقل

صف ہونی چاہئے خلف الرجال، امام مالکؒ اور بعض شافعیہ کا اس میں اختلاف ہے وہ یوں کہتے ہیں یقف کل صبی بین رجلین لیعلموا منهم الصلوۃ (کذا فی المیزان للشعرانی) حدیث الباب سے جمہور کے مسلک کی تائید ہو رہی ہے اور صاحب منہل مالکؒ نے لکھا ہے کہ اگر صبی ایک ہو تو مردوں کے ساتھ کھڑا ہو پچھلی صف میں تنہا نہ کھڑا ہو۔

۱ اور امام احمدؒ کا مذہب انہوں نے یہ لکھا ہے کہ صبی کو مردوں کیساتھ امام کے پیچھے کھڑا ہی نہ ہونا چاہئے، حضرت عمرؓ سے بھی مروی ہے کہ اگر وہ کسی بچے کو صف میں دیکھتے تھے تو ہٹا دیتے تھے بظاہر یہ مراد ہو گا کہ پچھلی صف میں کر دیتے تھے۔ (المنہل العذب المورود شرح سنن ابی داود - ج ۵ ص ۶۸)

۹۹۔ باب صف النساء وکراهية التأخر عن الصف الأول

باب ہے عورتوں کی صفوں کے بارے میں اور مردوں کیلئے صف اول سے پیچھے کھڑے ہونے کی کراہیت کا بیان (۵۵)
 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ التَّيْمَانِيُّ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، وَاسْمَاعِيلُ بْنُ زَكْرِيَاءَ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «تَحْذَرُ صُفُوفَ الرِّجَالِ أَوَّلَهَا وَشَرْعًا آخِرُهَا، وَتَحْذَرُ صُفُوفَ النِّسَاءِ أَوَّلَهَا وَشَرْعًا آخِرُهَا».

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مردوں کی صفوں میں سب سے بہتر پہلی صف ہے اور ان میں سب سے بُری آخری صف ہے اور عورتوں کی صفوں میں سب سے بہتر انکی آخری صف ہے اور سب سے بُری انکی پہلی صف ہے۔

صحیح مسلم - الصلاة (۴۴۰) جامع الترمذی - الصلاة (۲۲۴) سنن النسائی - الإمامة (۸۲۰) سنن ابی داود - الصلاة (۶۷۸) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۱۰۰۰) مسند احمد - باقي مسند المكثرين (۲/۲۴۷) مسند احمد - باقي مسند المكثرين (۲/۳۴۰) مسند احمد - باقي مسند المكثرين (۲/۳۵۴) مسند احمد - باقي مسند المكثرين (۲/۳۶۷) مسند احمد - باقي مسند المكثرين (۲/۴۸۵) سنن الدارمی - الصلاة (۱۲۶۸)

قوله: تَحْذَرُ صُفُوفَ الرِّجَالِ أَوَّلَهَا وَشَرْعًا آخِرُهَا: ابن العربيؒ فرماتے ہیں یہ اس لئے کہ اس میں بڑی اہمیت ہے، دوسرے اس لئے کہ مقدم مسجد افضل ہے موخر مسجد سے، تیسرے یہ کہ اس میں امام کا قرب ہے۔
 قوله: وَتَحْذَرُ صُفُوفَ النِّسَاءِ آخِرُهَا وَشَرْعًا أَوَّلُهَا: اس لئے کہ پہلی صورت میں رجال کا قرب ہے اور دوسری صورت میں ان سے بعد ہے، نیز رجال تقدم کے مامور ہیں اور نساء تاخر و احتجاب کی۔

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَوِيْنٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ عَمَّارٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ ثَابِتٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا يَزَالُ قَوْمٌ يَتَأَخَّرُونَ عَنِ الصَّفِّ الْأَوَّلِ حَتَّى يُؤَخَّرَهُمُ اللَّهُ فِي النَّارِ».

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کچھ لوگ مسلسل پہلی صف سے پیچھے ہتے رہیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انکو (انجام کار) جہنم میں داخل کرے گا۔

قوله: لَا يَزَالُ قَوْمٌ يَتَأَخَّرُونَ عَنِ الصَّفِّ الْأَوَّلِ حَتَّى يُؤَخَّرَهُمُ اللَّهُ فِي النَّارِ: یعنی بعض لوگ صف اول سے پیچھے رہنے کو جو سے اور اس کے ترک اہتمام کی بنا پر ایسے ہوں گے کہ وہ آخر الامر یعنی انجام کار جہنم میں داخل کر دیئے جائیں گے، یا اخیر میں ان کو جہنم سے نکالا جائیگا مطلب یہ ہے کہ ہمیشہ صف اول کو ترک کرنا اور مسجد میں دیر سے پہنچنا ایسے قباہ

کے ارتکاب کا سبب بن سکتا ہے جو مفقذ الی التدر ہوں، نہ یہ کہ صرف صف اول کے ترک سے آدمی مستحق نار ہو جاتا ہے۔

۶۸۰ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، وَحَمَّادُ بْنُ عَمِّيهِ، وَالْحَزَّاعِيُّ، قَالُوا: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَشْهَبِ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى فِي أَصْحَابِهِ تَأَخُّراً، فَقَالَ لَهُمْ: «تَقْدَّمُوا فَأَتَمُّوا بِي، وَلْيَأْتِمَنَّ بِكُمْ مَنْ بَعْدَكُمْ، وَلَا يَزَالُ قَوْمٌ يَتَأَخَّرُونَ حَتَّى يُؤَخِّرَهُمُ اللَّهُ عَذْرًا جَلًّا».

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کو پہلی صف سے پیچھے ہٹے دیکھا تو ان سے فرمایا آگے بڑھو تاکہ تم (مجھے دیکھ کر) میری اقتداء کرو اور جو تمہاری پیچھلی صفوں والے ہیں وہ تمہاری اقتداء کریں اور کچھ لوگ مسلسل (پہلی صف سے) پیچھے ہٹتے رہیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انکو پیچھے کر دے گا (دخول جنت میں پیچھے رہ جائیں گے یا اللہ کی رحمت اور اس کے عظیم فضل سے پیچھے رہ جائیں گے)۔

صحیح مسلم - الصلاة (۴۳۸) سنن النسائی - الإمامة (۷۹۵) سنن ابی داؤد - الصلاة (۶۸۰) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنن (۹۷۸) مسند احمد - باقی مسند الکثرین (۱۹/۳) مسند احمد - باقی مسند الکثرین (۳۴/۳) مسند احمد - باقی مسند الکثرین (۵۴/۳)

۱ - قوله: رَأَى فِي أَصْحَابِهِ تَأَخُّراً ۱ فَقَالَ لَهُمْ: تَقْدَّمُوا فَأَتَمُّوا بِي، وَلْيَأْتِمَنَّ بِكُمْ مَنْ بَعْدَكُمْ: یعنی آگے بڑھ کر صف اول میں نماز پڑھنے کی کوشش کیا کرو تاکہ میری نماز کو دیکھ کر اس کا اتباع کر سکو اور پھر پیچھلی صف والے تمہیں دیکھ کر تمہارا اتباع کر سکیں یعنی تمہارے واسطے سے وہ میرا اتباع کر سکیں، اور یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ تم اچھی طرح میرا اتباع کرو تاکہ پھر بعد میں آئیوالے (تابعین) تمہارا اتباع کریں (ذکر المعینین القاری فی المرقاة) اور شعبیؒ نے اس حدیث سے ایک دوسرے مسئلہ پر استدلال کیا ہے یعنی اقتداء بالمأموم کا جواز، کہ اگلی صف والے امام کی اقتداء کی نیت کریں اور پیچھلی صف والے اگلی صف والوں کے اقتداء کی نیت کریں، اور علامہ عینیؒ کی رائے یہ ہے کہ اسی کی طرف میلان امام بخاریؒ کا بھی ہے، اس لئے کہ انہوں نے اس پر ترجمہ قائم کیا ہے بَابُ الْبَزْجْلِ يَأْتِمُّ بِالْإِمَامِ وَيَأْتِمُّ النَّاسُ بِالْمَأْمُومِ، لیکن یہ ضروری نہیں کہ امام بخاریؒ کی مراد بھی یہی ہو جو شعبیؒ سمجھ رہے ہیں، بلکہ بخاریؒ کے نزدیک بھی حدیث کا محمل وہی ہو جسکو جمہور نے اختیار کیا، حضرت گنگوہیؒ کی رائے لامع میں یہی ہے ۱۔

۱ - ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ تاخر سے مراد تاخر عن الصف الاول اور تاخر عن العلم دونوں ہو سکتا ہے فعلی الاول معناه: ليقف بالافون والعلماء في الصف الاول، وليقف من دوہم فی الصف الثاني، فإن الصف الثاني يقتدون بالصف الاول ظاهراً لا حكاماً، وعلى الثاني المعنى ليعلم كلکم من أحكام الشريعة، وليتعلم التابعون منکم، وكذلك من بلوہم قرناً بعد قرن. (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاة المصابیح - ج ۳ ص ۱۵۵ - ۱۵۶)

۲ - بدل الجمہود فی حل ابی داؤد - ج ۴ ص ۳۴۸

۱۰۰۔ باب مقام الإمام من الصف

باب ہے صف میں امام کے کھڑے ہونے کی جگہ کا بیان

۶۸۱۔ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُسَافِرٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مُدَيْنَانَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ بُشَيْرٍ، عَنْ خَلَادٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ وَخَلَتْ عَلَى مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ الْقُرْظِيِّ، فَسَمِعَهُ يَقُولُ: حَدَّثَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «وَسِطُوا الْإِمَامَ وَشُدُّوا الْخُلُقَ».

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: امام کو بیچ میں رکھو اور خالی جگہوں کو پر کر دو۔
قوله: وَسِطُوا الْإِمَامَ: یعنی امام کو صف میں کس جگہ کھڑا ہونا چاہئے، بلفظ دیگر امام کے کھڑے ہونے کی جگہ کو مقتدیوں کی صف سے کیا نسبت ہونی چاہئے، چنانچہ حدیث سے معلوم ہوا کہ وہ نسبت تنصیف کی ہونی چاہئے کہ امام اس طرح پر کھڑا ہو کہ پیچھے صف والے مقتدی اس کے دائیں بائیں برابر ہوں، چنانچہ فرماتے ہیں وَسِطُوا الْإِمَامَ۔

یعنی امام کو بیچ میں رکھو، اور یہ جہی ہو سکتا ہے جبکہ مقتدی دونوں جانب برابر ہوں اس صورت میں یہ لفظ وسط سکون سین سے ناخوہ ہو گا، اور بعضوں نے کہا کہ یہ وسط بالفتح سے ہے جسکے معنی افضل کے ہیں وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا^۱، ویقال فلان وسط القوم أي خیرهم، لہذا حدیث کے معنی ہوئے اجعلوا إمامكم خیرکم، جو تم میں افضل ہو اسکو اپنا امام بناؤ اور بعضوں نے کہا کہ یہ حدیث فی حق النساء ہے چنانچہ عورت کی امامت میں ایسا ہی ہوتا ہے کہ وہ وسط میں کھڑی ہوتی ہے، نیز اس حدیث سے امام ابویوسفؒ بھی اپنے مسلک پر استدلال کر سکتے ہیں کہ اگر مقتدی دو ہوں تو دائیں بائیں کھڑے ہوں (من ہامش البذل^۲)۔

۱۰۱۔ باب الرَّجُلُ يُصَلِّي وَخَلْفَهُ خَلْفُ الصَّفِّ

باب ہے صف کے پیچھے تنہا آدمی کے نماز پڑھنے کا حکم

۶۸۲۔ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بْنُ حَرْبٍ، وَخَفْصُ بْنُ غَمَرٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةٍ، عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ تَابِثٍ، عَنْ وَابِصَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "رَأَى رَجُلًا يُصَلِّي خَلْفَ الصَّفِّ وَخَلْفَهُ قَامَرَةٌ أَنْ يُعِيدَ"۔
فَالشَّيْخَانِ ابْنُ حَرْبٍ: الصَّلَاةُ۔

والصبر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو صف کے پیچھے تنہا نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو اسکو اعادے کا حکم فرمایا سلیمان بن حرب فرماتے ہیں یعنی نماز کے اعادے کا۔

جامع الترمذی - الصلاة (۲۳۰) جامع الترمذی - الصلاة (۲۳۱) سنن ابی داود - الصلاة (۶۸۲) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة

۱ اور اسی طرح کیا ہم نے تم کو امت معتدل (سورة البقرة ۱۴۳)

۲ بدل المجہود فی حل ابی داود - ج ۴ ص ۳۴۸

والسنة فيها (۱۰۰۴) مسند احمد - مسند الشاميين (۲۲۸/۴) مسند احمد - مسند الشاميين (۲۲۸/۴) سنن الدارمي - الصلاة (۱۲۸۵)

عَنْ وَابِصَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ: رَأَى رَجُلًا يُصَلِّي خَلْفَ الصَّفِّ وَخَدُّهُ قَامُوكَ أَنْ يُغِيدَ: الْفَرَادِ خَلْفَ الصَّفِّ عِنْدَ الْجُمْهُورِ مَكْرُوهٌ هُوَ، اور امام احمد و اسحاق کے نزدیک مقصد صلاۃ ہے، لہذا جمہور کے نزدیک اعادہ کا حکم بطریق استحباب اور حنا بلہ کے نزدیک بطریق وجوب ہوا، اور جمہور کی مستقل دلیل اگلے باب میں آرہی ہے، یہاں سوال یہ ہے کہ آخر تنہا شخص کرے کیا؟ جواب یہ ہے کہ اگلی صف میں سے کسی ایک کو کھینچ لے، خفیہ اور شافعیہ کا مذہب یہی ہے اس لئے کہ طبرانی کی روایت میں اس حدیث میں ایک زیادتی ہے: هَلَا دَخَلَتْ فِي الصَّفِّ أَوْ جَرَتْ أَحَدًا ۱۰، لکنہا ضعیفہ، مالک و احمد جر کے قائل نہیں اسی طرح مفتی بہ قول ہمارے یہاں بھی یہی ہے کہ جذب نہ کرے کہ اسکی ناگواری اور فتنہ کا اندیشہ ہے لقلة العلم بالمسائل۔

۱۰۲۔ بَابُ الرَّجُلِ يَزِيدُ رُكُوعَ دُونَ الصَّفِّ

باب ہے صفوں سے پیچھے رہ جانے والے شخص کے رکوع کرنے کے متعلق

۶۸۳ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَسْعَدَةَ، أَنَّ يَزِيدَ بْنَ زُرَيْعٍ، حَدَّثَهُمْ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ زِيَادِ الْأَعْلَمِ، حَدَّثَنَا الْحَسَنُ، أَنَّ أَبَا بَكْرَةَ، حَدَّثَ أَنَّهُ دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاكِعٌ، قَالَ: فَرَكْعْتُ دُونَ الصَّفِّ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «رَأَيْتَ اللَّهُ جِرْ صَا وَلَا تَعْدُ».

ابو بکرہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ وہ مسجد میں آئے تو نبی کریم ﷺ رکوع میں تھے وہ فرماتے ہیں کہ میں صف سے پیچھے ہی رکوع کی حالت میں چلا گیا کہ کہیں صف تک پہنچتے پہنچتے رکعت ہی فوت نہ ہو جائے تو سلام پھیرنے کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ نیکی حاصل کرنے کی حرص مبارک ہے لیکن آئندہ ایسا نہ کرنا (کیونکہ یہ عمل خلاف قاعدہ ہے)۔

صحیح البخاری - الاذان (۷۵۰) سنن النسائي - الإمامة (۸۷۱) سنن ابی داؤد - الصلاة (۶۸۳) مسند احمد - اول مسند البصريين (۳۹/۵) مسند احمد - اول مسند البصريين (۴۲/۵) مسند احمد - اول مسند البصريين (۴۵/۵) مسند احمد - اول مسند البصريين (۴۶/۵)

یہ باب ماقبل سے مربوط ہے، مسئلہ اور اختلاف پہلے باب میں گذر چکا، اس باب میں مصنف نے ابو بکرہ کی حدیث ذکر فرمائی ہے جس کا مضمون یہ ہے، کہ یہ ایک روز مسجد میں نماز کیلئے داخل ہوئے جبکہ نماز ہو رہی تھی اور حضور ﷺ رکوع میں تھے تو انہوں نے سوچا کہ اگر میں نے صف تک پہنچنے کے بعد نماز کی نیت باندھی تو یہ رکعت فوت ہو جائے گی اس

۱۔ لیکن اہم نے یہی لکھا ہے اور ہمارے بعض فقہاء نے اعادہ صلوٰۃ کو واجب بھی لکھا ہے، اس لئے کہ انفراد خلف نصف مکروہ تحریمی ہے، و اجاب عنہ صاحب البدائع بوجہ آخر حدیث قال: والامر بالإعادة شاذ، ولو ثبت فيجوز أن كان بينه وبين الإمام ما يمنع الاعتداء، وفي الحديث ما يدل عليه، فإنه قال: في حجرة من الأرض، أي ناحية اه، لئلا كلام سے بھی یہی معلوم ہو رہا ہے کہ امر وجوب کے لئے ہے (بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ج ۱ ص ۱۶۶)۔

۲۔ أَلَيْهَا تُصَلِّي هَلَا دَخَلَتْ فِي الصَّفِّ أَوْ جَرَتْ رَجُلًا مِنْ الصَّفِّ أَوْ جَرَتْ رَجُلًا مِنْ الصَّفِّ أَوْ جَرَتْ رَجُلًا مِنْ الصَّفِّ أَوْ جَرَتْ رَجُلًا مِنْ الصَّفِّ (تلخيص الحبير - ج ۲ ص ۷۸)

لئے انہوں نے قبل الوصول الی الصف نماز کی نیت باندھ لی اور رکوع ہی کی ہیئت میں چل کر صف میں جا کر شامل ہو گئے، حضور ﷺ نے نماز سے فارغ ہونیکے بعد ان سے فرمایا **رَأَيْتُمْ اللَّهَ جُزْءًا وَلَا تَعُدُّ**، گویا آپ ﷺ نے انکے اس عزم اور جذبہ کی تحسین فرمائی کہ نیکی حاصل کر نیکی حرص تو مبارک ہو لیکن چونکہ یہ صورت جو تم نے اختیار کی خلاف قاعدہ ہے اس لئے آئندہ ایسا نہ کرنا یہ حدیث جمہور کی دلیل ہے نہ کورہ بالا مسئلہ میں، کیونکہ یہاں بھی عند التحریم افراد خلف الصف پایا گیا، ابن حبان جو ایک مشہور محدث ہیں وہ اس مسئلہ میں متبادلہ کیساتھ ہیں، لیکن انہوں نے اس خاص صورت کو مسئلہ سے مستثنیٰ کر دیا ہے اسی حدیث کی بنا پر۔

قوله: **وَلَا تَعُدُّ**: اس لفظ کو تین طرح پڑھا گیا ہے: ① **لَا تَعُدُّ صِغَةَ النَّهْيِ مِنَ الْعَوْدِ**، ② **لَا تَعُدُّ ضَرْمَهُ دَالٌ كَيْسَاتِهِ صِغَةُ النَّهْيِ مِنَ الْعَوْدِ** یعنی آئندہ اس طرح دوڑ کر مت آنا، ③ **لَا تَعُدُّ صِغَةَ النَّهْيِ مِنَ الْإِعَادَةِ أَيْ لَا تَعُدُّ تِلْكَ الصَّلَاةَ**۔
فائدہ: حدیث الباب کے راوی ابو بکرؓ ہیں جن کا نام نفع بن الحارث ہے یہ طائفتی ہیں صحابہ کرامؓ نے جب حصن طائفت کا محاصرہ کر رکھا تھا تو یہ اس قلعہ کی چھت پر سے رسالہ لکھ کر اس کے ذریعہ نیچے اتر آئے تھے اور مسلمانوں میں شامل ہو گئے تھے، بکرہؓ کو کہتے ہیں یہ ان کی وجہ الشکلیہ ہے۔

حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا زَيْدٌ الْأَعْلَمُ، عَنِ الْحَسَنِ، أَنَّ أَبَا بَكْرَةَ جَاءَ وَرَسُولُ اللَّهِ رَاكِعٌ، فَرَكِعَ دُونَ الصَّفِّ ثُمَّ مَشَى إِلَى الصَّفِّ فَلَمَّا قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاتَهُ، قَالَ: «أَيُّكُمْ الَّذِي رَكِعَ دُونَ الصَّفِّ ثُمَّ مَشَى إِلَى الصَّفِّ؟» فَقَالَ أَبُو بَكْرَةَ: أَنَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «رَأَيْتُمْ اللَّهَ جُزْءًا وَلَا تَعُدُّ». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: زَيْدٌ الْأَعْلَمُ زَيْدٌ بْنُ فُلَانٍ بَنِي قُرَّةَ وَهُوَ أَثَرٌ بِحَالَتِهِ يُدْعَى بَنِي عَبْدِ اللَّهِ.

حسن کہتے ہیں کہ ابو بکرؓ اس حال میں آئے کہ رسول اللہ ﷺ اس وقت رکوع میں تھے تو انہوں نے صف سے پہلے ہی رکوع کیا پھر اسی حالت میں چل کر صف میں داخل ہو گئے پھر جب حضور ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے پوچھا کون ہے جس نے صف سے پہلے رکوع کیا تھا پھر وہ چل کر صف میں شامل ہو گیا تھا تو ابو بکرؓ نے عرض کیا کہ میں تھا تو حضور ﷺ نے فرمایا اللہ پاک تمہاری حرص میں اضافہ فرمائے آئندہ ایسا مت کرنا۔

صحیح البخاری - الأذان (۷۵۰) سنن النسائي - الإمامة (۸۷۱) سنن أبي داود - الصلاة (۶۸۴) مسند أحمد - أول مسند البصريين (۳۹/۵) مسند أحمد - أول مسند البصريين (۴۲/۵) مسند أحمد - أول مسند البصريين (۴۵/۵) مسند أحمد - أول مسند البصريين (۴۶/۵) مسند أحمد - أول مسند البصريين (۵۰/۵)

تَفْرِیعُ أَجْوَابِ السُّتْرَةِ

۱۰۳۔ بَابُ مَا يَسْتُرُ الْمُصَلِّيَّ

باب ہے نماز کس چیز کو سترہ بنا سکتا ہے

یہاں سے اُجواب السُّتْرَةِ شروع ہو رہے ہیں، سترہ سے متعلق مصنفؒ نے متعدد ابواب قائم کئے ہیں، سترہ کے بارے میں متعدد ابحاث و مسائل ہیں جن کو شروع میں جان لینا بہتر ہے، حضرت شیخؒ کی تقریر ابو داؤد السعی المحمود میں ہے کہ صاحب البحر الرائقؒ نے سترہ سے متعلق تقریباً سترہ ابحاث و مسائل ذکر کئے ہیں امام ابو داؤد نے ان میں سے چند بیان کئے ہیں اور یہی بات حضرت شیخؒ نے أوجز المسالك میں لکھی ہے ①۔

سترہ سے متعلق ابحاث عشرہ: ① معنی السترہ لغةً وشرعاً، ② حکم السترہ، ③ قدرها طولاً، ④ نفعها لمن، ⑤ حریم المصلی، ⑥ قدر الفاصلة بین المصلی والسترہ، ⑦ الحكمة فیها، ⑧ السترہ بالراحلة، ⑨ السترہ بالخط، ⑩ درأ المأرب۔

البحث الاول (معنی السترہ لغةً وشرعاً): السترہ فی الاصل "ما یستر بہ مطلقاً ثم غلب علی ما ینصب قدام المصلی (طحطاوی)" یعنی مطلق وہ شی جس کے ذریعہ سے دو چیزوں کے درمیان آکر قائم کی جائے، اور عرف فقہاء میں اس چیز کو کہتے ہیں جو نمازی کے سامنے قائم کی جائے گزرنے والوں سے حیولت کیلئے۔

البحث الثاني (حکم السترہ): سترہ قائم کرنا ائمہ اربعہ کے نزدیک سنت ہے ابن العربیؒ نے امام احمدؒ کا مذہب وجوب سترہ نقل کیا ہے، حضرت شیخؒ اوجز ⑤ میں لکھتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں بلکہ وہ اسمیں جمہور کیساتھ ہیں۔

البحث الثالث (قدرها طولاً): سترہ کی مقدار طولاً کم از کم ایک ذراع ہے، حدیث میں آتا ہے مثل مؤخرۃ الرجل واما عرضاً فقیل ینبغی ان یکون فی غلط اصبع۔

البحث الرابع (نفعها لمن): سترہ کا فائدہ اور نفع، کہا گیا ہے کہ مصلی کی طرف عائد ہے تاکہ اس کی نماز کا خشوع زائل نہ ہو، اگر سترہ قائم نہیں کیا تو لوگوں کے گزرنے کی وجہ سے خشوع ضائع ہو گا و سلا یحتاج الی الدرء یعنی گزرنے والے کو ہٹانے کی ضرورت پیش نہ آئے، دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا نفع مار (گزرنے والا) کی طرف عائد ہے اس لئے کہ اب وہ گزرنے سے گنہگار نہ ہو گا، لیکن ان دونوں فائدوں میں منافات ہی کیا ہے، لہذا یہ کہا جائے کہ سترہ میں یہ دونوں فائدے ہیں۔

① أوجز المسالك إلى موطأ مالك - ج ۳ ص ۲۸۷

② أوجز المسالك إلى موطأ مالك - ج ۳ ص ۲۹۰

البحث الخامس (حریم المصلی): حریم مصلی کا مطلب یہ ہے کہ مصلی کے سامنے کا وہ حصہ جہاں کو گذرنا سترہ نہ ہونگی صورت میں ممنوع ہے، جمہور علماء کے نزدیک یہ تین ذراع کے بقدر ہے جو تقریباً مصلی کے محل قیام سے موضع سجود تک ہے، لہذا اس کے وراء سے گذرنا جائز ہو گا، اور حنفیہ کے یہاں ایک روایت میں بقدر صفین ہے اور ایک روایت بقدر ثلاثہ صفوف کی ہے، یہ تو ہے باعتبار صحراء کے یعنی کھلے میدان میں، اور مسجد کے اندر مصلی کے سامنے کو گذرنا مطلقاً جائز نہیں، گویا ساری ہی مسجد حریم مصلی ہے خواہ وہ مسجد صغیر ہو یا کبیر، اور کہا گیا ہے کہ دونوں میں فرق ہے، مسجد صغیر میں تو مرد مطلقاً ممنوع ہے اور مسجد کبیر صحراء کے حکم میں ہے، ایک قول حریم مصلی میں اور ہے جس کو شیخ ابن الہمام اور صاحب بدائع نے اختیار کیا ہے یعنی ”منتہی بصر المصلی لوصلی صلوۃ الخاشعین“ یعنی خشوع و خضوع کے ساتھ نماز پڑھنے کی صورت میں بدون قصد کے زمین کے جس حصہ تک نظر پڑتی ہے وہ حصہ حریم مصلی ہے^①، لہذا اتنے حصہ میں سے نہیں گذر سکتے۔

البحث السادس (قدر الفاصله بین المصلی والسترہ): اس سلسلہ میں آگے ایک باب آرہا ہے باب الذنوب من السترۃ، مصلی اور سترہ کے درمیان فاصلہ کم سے کم ہونا بہتر ہے تاکہ راستہ تنگ اور گذرنے والوں کو وقت لاحق نہ ہو، بہر حال اس سلسلہ میں دو حدیثیں وارد ہیں ایک وہ جواب مذکور میں آرہی ہے وہ کان یبین مقام النبی صلی اللہ علیہ وسلم و بین القبلة ثمز عتق^② یعنی بکری کے گزرنے کے بقدر فاصلہ، جتنی جگہ میں کو بکری گذر سکے، اور دوسری حدیث یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ میں نماز ادا فرمائی ”وبینہ و بین القبلة ثلاثة اذرع“ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور جدار قبلہ کے درمیان تین ذراع کا فاصلہ تھا اور عمر الغز بقدر ایک ذراع کے ہوتا ہے بظاہر ان دونوں میں تخالف ہے جس کے دو جواب ہیں، اول یہ کہ پہلی روایت حالت سجود پر محمول ہے یعنی موضع سجود اور سترہ کے درمیان بقدر ایک ذراع فاصلہ ہوتا تھا، اور دوسری روایت میں محل قیام اور سترہ کے درمیان کا فاصلہ مراد ہے دوسرا جواب اس کا وہ ہے جو داؤدی نے دیا کہ کم سے کم فاصلہ بقدر ممر شاة ہے اور زیادہ سے زیادہ تین ذراع۔

البحث السابع (الحکمة فیہا): سترہ قائم کرنے میں حکمت، ”قیل فی کف البصر عما وراءہ او جمع الخاطر بربط الخيال بها“ یعنی کسی چیز کو سامنے کئے بغیر کھلی جگہ میں نماز پڑھنے سے نگاہ کسی ایک جگہ پر نہیں ٹھہرتی، اور جب کوئی خاص اجنبی کی چیز سامنے ہو تو اس پر جم جاتی ہے تو اسی لئے سترہ قائم کیا جاتا ہے کہ نگاہ اور خیال مجتمع رہیں، نیز دوسری حکمت اس میں ”اعلام موضع السجود“ ہے یعنی حریم مصلی جو کہ موضع سجود ہے اس کی نشاندہی تاکہ اسمیں کو کوئی نہ گذرے۔

البحث الثامن (السترۃ بالراحلة): ابن رسلان لکھتے ہیں کہ امام شافعیؒ کے نزدیک صلاۃ الی الدابہ مکروہ ہے اور

① بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ج ۱ ص ۲۱۷

② سنن أبي داود - کتاب الصلاة - باب الذنوب من السترۃ ۶۹۶

حدیث کو انہوں نے ضرورت پر محمول کیا ہے اور عند الضرورة جائز ہے اسی طرح مالکیہ کے یہاں دابہ کو سترہ بنانا خلاف مستحب ہے (مرحبہ الد سوتی) اور حنفیہ و حنابلہ کے نزدیک اسمیں کچھ حرج نہیں کما فی الاوجد اس سلسلہ کے مزید فوائد باب الصلاة الی الراحۃ میں آئیے۔

البحث التاسع (السترۃ بالخط): اس کا باب اس کے بعد متصلاً ہی آرہا ہے وہ یہ کہ اگر سترہ کیلئے کوئی چیز نہ ملے تو کیا کرے؟ ایک حدیث میں ہے جو آگے آرہی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا **لَا يَخْطُطُ خَطًّا** • کہ اپنے سامنے زمین پر لکیر اور خط ہی کھینچ لے، اس حدیث کی بناء پر امام احمد سترہ بالخط کے قائل ہیں، گو حدیث ضعیف ہے اور خود امام احمد سے منقول ہے "حدیث الخط ضعیف" لیکن اس کے باوجود وہ اس کے قائل ہیں، امام مالک سترہ بالخط کے قائل نہیں، امام شافعی کے اسمیں دو قول ہیں، اور مشہور عند الحنفیہ تو یہی ہے، کہ خط کا اعتبار نہیں اس لئے کہ وہ دور سے نظر نہیں آتا اور سترہ کا جو فائدہ ہے اعلام موضع السجود اس سے حاصل نہیں ہوتا (کذا فی الدائع) • اور روایت ثانیہ ہمارے یہاں یہ ہے کہ معتبر ہے چنانچہ شامی میں امام محمد سے نقل کیا ہے **سُنَّ الخط سترہ بالخط** سے اعلام موضع سجود کا فائدہ کو حاصل نہیں ہوتا لیکن دوسرے فوائد حاصل ہو سکتے ہیں، کف البصر عما وراءہ وغیرہ، پھر اس میں اختلاف ہو رہا ہے کہ اگر خط کھینچا جائے تو کیسے، اس میں دو قول ہیں، عرضاً مثل الملل والمحاب وقیل طولا۔

البحث العاشر درأ المان: نمازی کا اس کے سامنے سے گزرنے والے کو روکنا بإشارة الید أو بالتسبیح مجہور علماء ائمہ ثلاث کے نزدیک مستحب ہے اور حنفیہ کا مسلک بھی بظاہر یہی ہے جیسا کہ ہدایہ شرح وقایہ وغیرہ کتب سے معلوم ہوتا ہے، مؤطا محمد میں بھی یہی لکھا ہے وید ما المان، لیکن در مختار میں لکھا ہے کہ درء المان رخصت کا درجہ ہے افضل اور عزیمت ترک درء ہے اور بدائع میں لکھا ہے کہ بعض مشائخ نے درء کو رخصت قرار دیا ہے اور عدم درء کو افضل۔ اس سے معلوم ہوا کہ در مختار والا قول بعض مشائخ سے منقول ہے۔

"تلك عشرة كاملة"

البحث الحادی عشر (مسجد حرام میں سترہ کی حاجت): ایک مسئلہ اور یاد آیا وہ یہ کہ مسجد حرام میں سترہ کی حاجت ہے یا نہیں چنانچہ امام بخاری نے بھی اس سے متعلق باب قائم فرمایا ہے **بَابُ السُّتْرِ فِي مَسْجِدِ بَيْتِ الْمَسْكِينَةِ وَغَيْرِهَا**، اور امام ابو داؤد نے اس سے متعلق باب کتاب الحج میں قائم کیا ہے جس کے لفظ یہ ہیں **بَابُ فِي مَسْجِدِ بَيْتِ الْمَسْكِينَةِ**، اور اس باب کے ذیل میں مصنف "مطلب بن ابی وداود کی حدیث ذکر فرمائی ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ مسجد حرام میں نماز پڑھ رہے تھے والناس

يَتَزَوَّنُ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَيْسَ بَيْنَهُمَا سِتْرَةٌ. قَالَ سُفْيَانُ: لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْكُتْبَةِ سِتْرَةٌ. ۱ امام ابو داؤد چونکہ مصلیٰ ہیں اس لئے انہوں نے ثابت فرمایا کہ مکہ میں سترہ کی حاجت نہیں حنابلہ کا رائج قول یہی ہے، اور جمہور علماء کے نزدیک اس مسئلہ میں مکہ وغیرہ مکہ برابر ہے، ایک قول حنفیہ کے یہاں بھی یہ ہے کہ مسجد حرام میں مصلیٰ کے سامنے سے گزرنے والے کو روکا نہ جائے، اور یہ بھی لکھا ہے کہ چونکہ مسجد کبیر صحراء کے حکم میں ہے لہذا مسجد حرام میں موضع سجود کے دروازے سے گزر سکتے ہیں، یہ گیارہ بخشیں ہوئیں احد عشر کو کہا۔

البحث الثانی عشر (سترۃ الامام سترۃ لمن خلفه): مسائل سترہ میں سے ایک اور مسئلہ یاد آیا جس کے لئے مصنف نے بہت آگے چل کر باب قائم کیا ہے **باب سترۃ الإمام سترۃ لمن خلفه**، جمہور علماء ائمہ ثلاث تو اسی کے قائل ہیں کہ جو سترہ امام کے لئے ہے وہی قوم کیلئے ہے مالکیہ کا اس میں اختلاف ہے جس کو ہم اسی باب میں بیان کریں گے، اب یہ بارہ مسائل ہو گئے، وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيبًا۔

۶۸۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ الْعَبْدِيُّ، حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ مُوسَى بْنِ طَلْحَةَ، عَنْ أَبِيهِ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا جَعَلْتَ بَيْنَ يَدَيْكَ وَمَوْخِرَةِ الرَّحْلِ فَلَا تَصْرُكُ مَنْ مَرَّ بَيْنَ يَدَيْكَ». ۲
طلحہ بن عبید اللہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم (نماز میں) اپنے آگے کجاوہ کی پچھلی لکڑی کے مثل کوئی چیز رکھ لو تو پھر جو بھی تمہارے آگے سے گزرے تمہیں کچھ حرج نہ ہو گا۔

صحیح مسلم - الصلاة (۴۹۹) جامع الترمذی - الصلاة (۳۳۵) سنن ابی داؤد - الصلاة (۶۸۵) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۹۴۰) مسند احمد - مسند العشرة البشرين بالجنة (۱/۱۶۱) مسند احمد - مسند العشرة البشرين بالجنة (۱/۱۶۲)
قوله: إِذَا جَعَلْتَ بَيْنَ يَدَيْكَ وَمَوْخِرَةِ الرَّحْلِ: مَوْخِرُهُ میں تین لغت اور ہیں مَوْخِرُهُ، مَوْخِرُهُ، آخِرُهُ، کجاوہ کے پچھلے حصہ میں ایک لکڑی ابھری ہوئی ہوتی ہے، بستند الیہ الراكب جس پر سوار ٹیک لگاتا ہے یہ ایک ذراع کے بقدر ہوتی ہے، اور کہا گیا ہے کہ ایک ثلث کم ایک ذراع۔

۶۸۶ - حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ، قَالَ: «آخِرَةُ الرَّحْلِ ذِرَاعٌ قَمَاقُوقُهُ». ۳
ابن جریج روایت کرتے ہیں کہ عطاء فرماتے ہیں کجاوہ کے پچھلی طرف جو لکڑی ہوتی ہے وہ ایک ہاتھ اور اس سے کچھ اوپر ہوتی ہے۔

۶۸۷ - حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا ابْنُ مُثَنَّى، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

۱ سنن ابی داؤد - کتاب الناسک - باب فی مکة ۲۰۱۶

۲ اور مقررہ کئے ہم نے ان میں بارہ سردار (سورة النافذة ۱۲)

وَسَلَّمَ «كَانَ إِذَا خَرَجَ يَوْمَ الْعِيدِ أَمَرَ بِالْحَرْبَةِ فَتَوَضَّعَ بَيْنَ يَدَيْهِ فَيُصَلِّي إِلَيْهَا، وَالنَّاسُ وَرَاءَهُ، وَكَانَ يَفْعَلُ ذَلِكَ فِي السَّفَرِ فَمَنْ ثَمَّ اتَّخَذَهَا الْأُمَرَاءُ».

ترجمہ حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب عید کے دن نکلتے تھے تو (سترہ کیلے) برچھا (چھوٹا نیزہ) لانے کا حکم فرماتے چنانچہ وہ آگے رکھا جاتا پھر آپ ﷺ اسکی طرف رخ فرما کر نماز پڑھتے اور لوگ آپ ﷺ کے پیچھے ہوتے اور ایسا آپ ﷺ سفر کے موقع پر بھی کیا کرتے تھے اسی وجہ سے امراء نے بھی یہ طریقہ اختیار کر لیا (یعنی برچھا ساتھ رکھنے کا)۔

تخریج صحیح البخاری - الصلاة (۴۷۲) صحیح البخاری - الصلاة (۴۷۶) صحیح البخاری - الجمعة (۹۲۹) صحیح البخاری - الجمعة (۹۳۰) صحیح مسلم - الصلاة (۵۰۱) سنن النسائي - القبلة (۷۴۷) سنن النسائي - صلاة العیدین (۲۵۶۵) سنن أبي داود - الصلاة (۶۸۷) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (۱۳۰۴) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (۱۳۰۵) مسند أحمد - مسند المکثرین من الصحابة (۹۸/۲) مسند أحمد - مسند المکثرین من الصحابة (۱۴۲/۲) مسند أحمد - مسند المکثرین من الصحابة (۱۴۵/۲) مسند أحمد - مسند المکثرین من الصحابة (۱۵۱/۲) سنن الدارمی - الصلاة (۱۴۱۰)

شرح الحدیث قولہ: فَمَنْ ثَمَّ اتَّخَذَهَا الْأُمَرَاءُ: مضمون حدیث یہ ہے کہ آپ ﷺ جب کہیں سفر میں تشریف لے جاتے تو اپنے ساتھ حربہ اور آگے روایت میں لفظ عَزَّةً آ رہا ہے یعنی چھوٹا نیزہ جس کو برچھی کہتے ہیں وہ اپنے ساتھ رکھتے تاکہ نماز کے وقت سترہ کا کام دے اس کے علاوہ اور بھی کام آسکتی ہے پھر آگے راوی کہتا ہے کہ چونکہ حضور ﷺ کا معمول حربہ ساتھ رکھنے کا تھا اسی لئے اس کو آپ ﷺ کے بعد آئیوالے امراء نے بھی اختیار کیا وہ بھی اپنے ساتھ سفر میں حربہ رکھتے تھے۔

۶۸۸ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غُمَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جَحِيظَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «صَلَّى بِهِمْ بِالْبَطْحَاءِ وَبَيْنَ يَدَيْهِ عَزَّةُ الظُّهْرِ، كَعَتَيْنِ، وَالْعَصْرِ، كَعَتَيْنِ، يَمُوزُ خَلْفَ الْعَزَّةِ الْمَرْأَةُ وَالْحِمَارُ».

ترجمہ عون بن ابی جحیفہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام کو مقام بطحاء (وادی محصب) میں نماز پڑھائی اور آپ ﷺ کے سامنے برچھا (ڈنڈا جس کے نیچے پھل لگا ہوا ہو اسکو عترہ کہتے ہیں) تھا ظہر اور عصر دونوں کی دو رکعت نماز پڑھائی اور اس وقت برچھے کے دوسری طرف عوتیں اور گدھے گزرتے رہے۔

تخریج صحیح البخاری - الوضوء (۱۸۵) صحیح البخاری - الصلاة (۳۶۹) صحیح البخاری - الصلاة (۴۷۳) صحیح البخاری - الصلاة (۴۷۷) صحیح البخاری - الصلاة (۴۷۹) صحیح البخاری - الأذان (۶۰۷) صحیح البخاری - المناقب (۳۳۷۲) صحیح البخاری - اللباس (۵۴۴۹) صحیح مسلم - الصلاة (۵۰۳) جامع الترمذی - الصلاة (۱۹۷) سنن النسائي - الظهارة (۱۳۷) سنن النسائي - الصلاة (۴۷۰) سنن النسائي - القبلة (۷۷۲) سنن أبي داود - الصلاة (۶۸۸) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (۳۰۷/۴) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (۳۰۸/۴) سنن الدارمی - الصلاة (۱۴۰۹)

۱۰۴۔ بَابُ الْحِطِّ إِذَا لَمْ يَجِدْ عَصًا

باب ہے جب آدمی کوئی لکڑی نہ پائے تو سترہ کے لئے اپنے آگے لکیر کھینچ لے

اس سے متعلق کلام شروع میں آچکا۔

۶۵۹۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أُمَيَّةَ، حَدَّثَنِي أَبُو عَمْرٍو بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ حَرْثٍ، أَنَّهُ سَمِعَ جَدَّهُ حَرْثًا يَحَدِّثُ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فَلْيَجْعَلْ تِلْقَاءَ وَجْهِهِ شَيْئًا، فَإِنْ لَمْ يَجِدْ فَلْيَنْصِبْ عَصًا، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ عَصًا فَلْيَخْطُطْ خَطًّا، ثُمَّ لَا يَنْصُرُهُ مَا مَرَّ أَمَامَهُ».

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھ رہا ہو تو اپنے آگے کوئی چیز (بطور سترہ کے) رکھ لے اور اگر کچھ نہ پائے تو لکڑی گاڑ لے اور اگر اس کے پاس لکڑی بھی نہ ہو تو خط (لکیر) ہی کھینچ دے پھر جو بھی چیز اس کے آگے سے گزرے گی وہ اسکی نماز میں کچھ نقصان نہ کرے گی۔

۶۶۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنُ قَائِمٍ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ يَحْيَى بْنِ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أُمَيَّةَ، عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ بْنُ حَرْثٍ، عَنْ جَدِّهِ حَرْثٍ، رَجُلٍ مِنْ بَنِي عُذْرَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ أَبِي الْقَاسِمِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: قَدْ كَرَّ حَدِيثُ الْحِطِّ، قَالَ سُفْيَانُ: لَمْ يَجِدْ شَيْئًا نَشُدُّ بِهِ هَذَا الْحَدِيثَ، وَلَمْ يَحْنِ إِلَّا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ، قَالَ: قُلْتُ لِسُفْيَانَ: إِنَّهُمْ يَخْتَلِفُونَ فِيهِ تَفَكَّرَ سَاعَةً، ثُمَّ قَالَ: مَا أَحْظُ إِلَّا أَبَا مُحَمَّدٍ بْنُ عَمْرٍو، قَالَ سُفْيَانُ: قَدِيمٌ هَاهُنَا رَجُلٌ بَعْدَ مَا مَاتَ إِسْمَاعِيلُ بْنُ أُمَيَّةَ تَطَلَّبَ هَذَا الشَّيْخَ أَبَا مُحَمَّدٍ حَتَّى وَجَدَهُ فَسَأَلَهُ عَنْهُ فَخَطَّ عَلَيْهِ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "وَسَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ سَمِعَ عَنْ وَصْفِ الْحِطِّ غَيْرَ مَرَّةٍ، فَقَالَ: هَكَذَا عَرَضًا مِثْلَ الْهَلَالِ"، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "وَسَمِعْتُ مُسَدَّدًا، قَالَ: قَالَ أَبُو دَاوُدَ: الْحِطُّ بِالطُّوْلِ"، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "وَسَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ وَصَفَ الْحِطَّ غَيْرَ مَرَّةٍ فَقَالَ: هَكَذَا يَعْنِي بِالْعَرْضِ حَوْزًا دَوْرًا مِثْلَ الْهَلَالِ يَعْنِي مُنْعَطِفًا".

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ابو القاسمؓ نے ارشاد فرمایا پھر آگے خط والی حدیث ذکر کی سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ ہم نے اس حدیث کی کوئی دوسری سند نہیں پائی جس سے اس حدیث کی تقویت ہو جائے اور یہ صرف اسی سند سے ملی ہے علی بن مدینی فرماتے ہیں کہ میں نے سفیان بن عیینہ سے کہا کہ راویوں کا اس (ابو محمد) کے بارے میں اختلاف ہے تو انہوں نے کچھ دیر غور کیا پھر فرمایا مجھے تو ابو محمد بن عمرو ہی یاد پڑتا ہے چنانچہ سفیان نے کہا کہ اسمعیل بن امیہ کے انتقال کے بعد یہاں ایک شخص آئے مذکورہ بالا راوی ابو محمد کی تحقیق اور چھان بین کے لئے چنانچہ اس شخص کی ان سے ملاقات ہو گئی تو اس شخص نے ابو محمد سے اس حدیث کے بارے میں سوال کیا تو ابو محمد اس حدیث کو بیان نہ کر سکے گویا ان کو کچھ اشتباہ ہو گیا امام ابو داود فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبلؓ سے کئی مرتبہ لکیر (خط) کی وضاحت پوچھی گئی تو میں نے انکو فرماتے ہوئے سنا انہوں نے فرمایا

چاند کی طرح لکیر کھینچے اور امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ میں نے مسد سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ ابن داؤد نے فرمایا کہ لکیر جانب قبلہ کی طرف لمبائی میں کھینچے۔

سنن أبي داود - الصلاة (٦٨٩) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٤٩/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين

(٢٥٥/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٦٦/٢)

شرح حدیث: حَدَّثَنَا أَبُو عَمْرِو بْنُ مُحَمَّدٍ بْنِ حَرْثٍ: اس حدیث کی سند میں یہ راوی مجہول ہے، اور آگے سند میں بجائے اس کے ابو محمد بن عمرو بن حرث آرہا ہے گویا نام بھی اس کا متعین نہیں۔

قوله: لَمْ يَجِدْ شَيْئًا تُشَدُّ بِهِ هَذِهِ الْحَدِيثُ: یعنی اس حدیث کی کوئی دوسری سند بھی نہیں ہے جس سے اس کی تقویت ہو جاتی۔
قوله: قَدِمَهُ هَاهُنَا رَجُلٌ بَعْدَ مَا مَاتَ إِسْمَاعِيلُ بْنُ أُمَيَّةَ: سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ اسمعیل بن امیہ کے انتقال کے بعد یہاں ایک شخص آئے تھے مذکورہ بالا راوی ابو عمرو بن محمد کی تحقیق اور چھان بین کیلئے، چنانچہ اس شخص کی ان سے ملاقات ہو گئی تو اس شخص نے ان سے اس حدیث کے بارے میں سوال کیا تو وہ اس حدیث کو بیان نہیں کر سکے معلوم ہوتا تھا کہ ان کو کچھ اشتباہ ہو گیا، سفیان کے بیان کردہ قصہ سے معلوم ہو رہا ہے کہ ابو عمرو کے شاگرد یعنی اسماعیل بن امیہ کا انتقال استاذ کی حیات میں ہو گیا تھا۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الزُّهْرِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، قَالَ: رَأَيْتُ شَرِيكًَا «حَلَّى بِنَائِي جَنَازَةَ الْعَصْرِ فَوَضَعَ قَلْبُوسُوتَهُ بَيْنَ يَدَيْهِ» يَعْنِي فِي قَرِيبَةٍ حَضَرَتْ

سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں میں نے شریک کو دیکھا جب انہوں نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی وہ ایک جنازہ میں شرکت کیلئے آئے تھے تو آپ نے اپنے سامنے ٹوپی رکھ لی یعنی فرض نماز کے وقت جنازہ آگیا تھا۔

قوله: رَأَيْتُ شَرِيكًَا «حَلَّى بِنَائِي جَنَازَةَ الْعَصْرِ فَوَضَعَ قَلْبُوسُوتَهُ بَيْنَ يَدَيْهِ»: سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ میں نے شریک کو دیکھا کہ ایک مرتبہ وہ یہاں کسی جنازہ میں شرکت کیلئے تشریف لائے تو انہوں نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی اور اس میں انہوں نے ہماری امامت کی تو انہوں نے نماز سے پہلے ایسا کیا کہ سترہ کیلئے کوئی چیز نہ تھی اپنے آگے اپنی ٹوپی رکھ لی اور اس سے سترہ کا کام لیا، غالباً اونچی سی ٹوپی ہو گی، جیسے ہمارے بچپن میں ترکی ٹوپی کے نام سے بازاروں میں اونچی اور گول ٹوپیاں ملتی تھیں اسپر ابن رسلان شارح ابو داؤد لکھتے ہیں کہا گیا ہے کہ اسی لئے بعض صوفیاء لمبی ٹوپی (اونچی) اوڑھتے تھے تاکہ بوقت ضرورت ان پر سترہ کا بھی کام لیا جاسکے۔

۱۰۵۔ بَابُ الصَّلَاةِ إِلَى الرَّاحِلَةِ

باب اونٹ کی طرف نماز پڑھنے کا بیان

۶۹۲۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَوَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، وَابْنُ أَبِي خَلْفٍ، وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ عُثْمَانُ: حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ، حَدَّثَنَا عُثَيْدُ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «كَانَ يُصَلِّي إِلَى بَعِيرِهِ».

ابن عمر سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے اونٹ کی طرف رخ فرما کر نماز ادا کر لیتے تھے۔

صحیح البخاری - الصلاة (۲۰: ۴) صحیح البخاری - الصلاة (۸۵: ۴) صحیح مسلم - الصلاة (۵۰۲: ۵) جامع الترمذی -

الصلاة (۳۵۲: ۲) سنن ابی داؤد - الصلاة (۶۹۲: ۲) سنن الدارمی - الصلاة (۱۴۱: ۲)

اس میں اختلاف و مذہب احمد ابتدائی مباحث میں گذر گئے، کچھ باتیں رہ گئیں وہ یہاں سن لیجئے، حضرت ابن عمر کے بارے میں مروی ہے مصنف عبد الرزاق میں کہ وہ صلوٰۃ الی البعیر کو مکروہ سمجھتے تھے مگر یہ کہ اس پر رحل (کجاوہ) ہو^۱، علماء نے لکھا ہے کہ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ اونٹ کی پشت پر کجاوہ ہونے کی صورت میں وہ اقرب الی السکون ہو گا نسبت برہنہ پشت ہونے کے، امام شافعی کا مسلک پہلے گزر چکا کہ وہ صلوٰۃ الی الذابہ کی کراہت کے قائل تھے، نیز ان سے منقول ہے کہ عورت کو بھی سترہ نہ بنایا جائے، اس پر امام نووی فرماتے ہیں: أما قوله في المرأة فظاهر لاظهارها بما شغلت ذهنه، لیکن صلوٰۃ الی الذابہ تو صحیحین کی حدیث سے ثابت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ شاید امام شافعی کو یہ حدیث نہ پہنچی ہو اور انکی وصیت ہے إذا صح الحديث فهو مذهبه^۲، نیز صاحب منہل نے استتار بالحيوان میں مالکیہ کے مسلک میں تفصیل لکھی ہے وہ یہ کہ حیوان اگر غیر ماکول اللحم ہو تو اسکا سترہ بنانا مطلقاً مکروہ ہے اور اگر ماکول اللحم ہو سو اگر وہ مربوط ہے تب تو اسکی طرف نماز بلا کراہت جائز ہے ورنہ مکروہ ہے^۳۔

قوله: كَانَ يُصَلِّي إِلَى بَعِيرِهِ: اور ترجمہ الباب میں لفظ راحلہ ہے، راحلہ اس اونٹنی کو کہتے ہیں جو سواری کے قابل ہو کیونکہ ہر اونٹ یا اونٹنی سواری کے قابل نہیں ہوتی، راحلہ اسی کو کہتے ہیں جو سواری کے قابل ہو بخلاف بعیر کے کہ وہ عام ہے سفر میں سواری کے قابل ہو یا نہ ہو، نیز بعیر ذکر اونٹنی دونوں کو شامل ہے اور راحلہ میں دونوں قول ہیں بعض کے نزدیک وہ اونٹنی کیساتھ خاص ہے، بعض نے اس کو بھی عام قرار دیا ہے (کذا فی العینی وجمع البحار)۔

دو حدیثوں میں رفع تعارض: یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ حدیث میں معاطن اہل میں نماز سے منع وارد ہے اور صلوٰۃ الی

۱ فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۱ ص ۸۰

۲ النجم شرح المہذب ج ۳ ص ۲۴۸

۳ المنہل الغلب المورود شرح سنن ابی داؤد - ج ۵ ص ۸۳-۸۴

الراحلة بظاہر اس کے خلاف ہے، جواب یہ ہے کہ معاطن خاص اسی جگہ کو کہتے ہیں جہاں پر اونٹ بندھتے اور رہتے ہیں اور اس جگہ میں متن اور عفونت پائی جاتی ہیں اور بعض نے کہا کہ اصحاب اہل کی عادت ہوتی ہے کہ وہ معاطن اہل میں اونٹوں کو اڑ بنا کر قضاء حاجت کرتے ہیں، غرضیکہ وہ علت یہاں مفقود ہے، صاف ستھری جگہ اونٹ بیٹھتا ہے آپ اسکی طرف کو نماز پڑھ لیں کیا مضائقہ ہے؟

۱۰۶۔ بَابُ إِذَا صَلَّيْتَ إِلَى سَارِيَةٍ أَوْ نَحْوِهَا أَتَيْنَ بِجَعَلِهَا مِنْهُ

۶۹۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ الدِّمَشْقِيُّ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَيَّاشٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عُبَيْدَةَ الْوَلِيدُ بْنُ كَامِلٍ، عَنْ الْمُهَلَّبِ بْنِ حُجْرٍ الْبَهْرَانِيِّ، عَنْ صُبَيْعَةَ بْنِ الْمِقْدَادِ بْنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ أَبِيهَا، قَالَ: «مَرَّ أَيْتُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي إِلَى عُودٍ وَلَا عُودٍ وَلَا شَجَرَةٍ إِلَّا جَعَلَهُ عَلَى حَاجِيهِ الْأَيْمَنِ أَوْ الْأَيْسَرِ وَلَا يَضُمُّدُ لَهُ ضَمْدًا».

ترجمہ: جب کسی ستون یا لکڑی کو نمازی اپنے سامنے (سترہ کے طور پر رکھے تو اس کو وہ اپنے کس رخ پر رکھے) جب بھی کسی لکڑی یا ستون یا درخت کی طرف نماز پڑھتے دیکھا تو آپ ﷺ اس کو اپنے دائیں ابرو یا بائیں ابرو کی جانب ہی رکھتے اور اسکی طرف پوزی طرح متوجہ نہیں ہوتے تھے۔ (یہی اس کو اپنے بالکل سامنے نہ رکھتے)۔

سنن ابی داؤد - الصلاة (۶۹۳) - مسند احمد - باقی مسند الانصاف (۴/۶)

شرح الحدیث: حدیث الباب میں ہے کہ آپ ﷺ جب کسی لکڑی یا ستون یا درخت کو سترہ بنا کر نماز پڑھتے تو اس کو بالکل اپنے سامنے نہ کرتے بلکہ اپنی ذرا دائیں جانب یا بائیں جانب کرتے۔

قولہ: وَلَا يَضُمُّدُ لَهُ ضَمْدًا: اور نہیں قصد کرتے تھے اس کا، قصد کرنا یعنی اس کو اپنے بالکل سامنے نہیں رکھتے تھے تاکہ یہ نہ سمجھا جائے کہ عبادت میں اسی کا قصد کیا جا رہا ہے اور تشبیہ بعبادة الأضنام لازم نہ آئے۔

۱۰۷۔ بَابُ الصَّلَاةِ إِلَى الْمُتَحَدِّثِينَ وَالذِّيَّانِ

۶۹۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ أُمِّمَنْ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَحْيَى بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ كَعْبٍ الْقُرْظِيِّ، قَالَ: قُلْتُ لَهُ: يَعْني لِعَمْرٍو بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُبَيْسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا تُصَلُّوا خَلْفَ النَّائِمِ وَلَا الْمُتَحَدِّثِ».

ترجمہ: محمد بن کعب نے عمر بن عبد العزیز سے بیان کیا کہ مجھ سے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے روایت نقل کی

ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سونے والوں اور بات چیت میں مشغول لوگوں کے پیچھے اپنی نماز مت پڑھو۔

سنن ابی داؤد - الصلاة (۶۹۴) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۹۵۹)

تحریر

شرح الحدیث

نیام نائم کی جمع، صلوة الی النائم، ائمہ میں سے امام مالکؒ کے نزدیک مکروہ ہے مجاہد اور طاؤس کا مذہب بھی یہی ہے اس لئے کہ ہو سکتا ہے سونے والے کی طرف سے نوم کی حالت میں کسی ایسی چیز کا صدور ہو جس سے مصلی کا خیال منتشر ہو، نیز حدیث الباب سے انہوں نے استدلال کیا، لیکن یہ حدیث بالاتفاق ضعیف ہے اس کی سند میں ایک مجہول راوی ہیں جن کا نام ہشام بن زیاد ہے جو متروک ہے، جمہور کی دلیل وہ حدیث صحیح ہے جس میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ رات میں نماز پڑھتے تھے وَأَنَا مُعْتَرِضَةٌ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقَبِيلَةِ، إِنْ تَرَأَى الْجَمَاعَةَ ۱۔

دوسرا جزء ترجمہ کا صلوة الی المتحدث ہے، متہل میں لکھا ہے کہ یہ امام شافعی واحدؒ کے نزدیک مکروہ ہے ۲، اور دوسرے علماء کے نزدیک جائز ہے، اور یہ اختلاف اس وقت ہے جب خشوع زائل نہ ہوتا ہو ورنہ بالاتفاق مکروہ ہے، مغنی میں بھی صلوة الی المتحدث کو مکروہ لکھا ہے یعنی عند احمد اور صلوة الی النائم میں انہوں نے اختلاف روایت ذکر کیا ہے۔

۱۰۸۔ بَابُ الدُّلُومِ مِنَ الشُّرْطَةِ

باب سترہ کے مترب ہونے کا بیان

اس پر تفصیلی کام شروع میں گذر چکا۔

۶۹۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ بْنِ سَفْيَانَ، أَخْبَرَنَا سَفْيَانُ، ح وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَحَامِدُ بْنُ يَحْيَى، وَابْنُ السَّرْحِ، قَالُوا: حَدَّثَنَا سَفْيَانُ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ، عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَفْصَةَ، يَتْلُو بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ إِلَى شُرْطَةٍ فَلْيَدْنُ مِنْهَا لَا يَقْطَعْ الشَّيْطَانُ عَلَيْهِ صَلَاتَهُ»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ وَابْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ صَفْوَانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَهْلٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَوْ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَهْلٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: بَعْضُهُمْ، عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ وَاحْتِلَفَ فِي إِسْنَادِهِ.

نافع بن جبیر سے روایت ہے وہ سہل بن ابی حمزہ سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے واسطے سے یہ حدیث مرفوع ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص سترہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھ رہا ہو تو اس کے قریب ہو جایا کرے تو شیطان اس کی نماز میں رکاوٹ نہ ڈال سکے گا۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ اس کو واقد بن محمد نے صفوان سے انہوں نے محمد بن سہل سے ان کے والد کے واسطے سے یا محمد بن سہل سے بغیر والد کے واسطے سے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا

۱ صحیح مسلم - کتاب الصلاة - باب الاعتراض بین یدی المصلی ۵۱۲

۲ النہل العذب الیورود شرح سنن ابی داؤد - ج ۵ ص ۸۶

ہے اور بعض محدثین فرماتے ہیں کہ نافع بن جبر نے سہل بن سعد سے روایت کیا ہے اور ان کی سند میں راویوں کا اختلاف ہے۔

سنن النسائي - القبله (۷۴۸) سنن ابی داؤد - الصلاة (۶۹۵)

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَهْلٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَوْ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَهْلٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بِكُلِّ صُورَةٍ

میں روایت متصل ہوگی اس لئے کہ یہ سہل بن ابی جثمہ ہیں جو صحابی ہیں، اور دوسری صورت میں (عن ابیہ نہ ہوئی صورت) میں روایت مرسل ہوگی کیونکہ محمد بن سہل تابعی ہیں۔

۶۹۶ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، وَالثَّقَفِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي، عَنْ سَهْلٍ، قَالَ: «وَكَانَ بَيْنَ

مَقَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ الْقَبِيلَةِ مَسْرَعَةٌ»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: الْحَبْرُ لِلثَّقَفِيِّ.

سہل بن سعد فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی کھڑے ہونے کی جگہ اور قبلے کی دیوار کے درمیان بکری

کے چھوٹے بچے کے گزرنے کے برابر جگہ ہوتی۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں حدیث کے مذکورہ بالا الفاظ نقلی استاد کے ہیں۔

صحيح البخاري - الصلاة (۴۷۴) صحيح مسلم - الصلاة (۵۰۸) سنن ابی داؤد - الصلاة (۶۹۶)

۱۰۹ - بَابُ مَا يُؤْمَرُ الْمُصَلِّي أَنْ يَدْرَأَ عَنِ الْمَسْرِعِ يَدَيْهِ

نمازی کو حکم ہے کہ اپنے آگے سے گزرنے والے کو روکے

اس کے بارے میں مذاہب ائمہ شروع میں گزر چکے ظاہر یہ کے نزدیک ذرا واجب ہے۔

۶۹۷ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ يُصَلِّي فَلَا يَدْرَأُ أَحَدًا يَمُرُّ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَيْدُهُ أَوْ مَا اسْتَطَاعَ، فَإِنْ أُنِيَ فَلْيَقَاتِلْهُ فَإِنَّهُ هُوَ شَيْطَانٌ».

حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص

نماز پڑھ رہا ہو تو کسی کو اپنے آگے سے گزرنے نہ دے اور جس قدر ممکن ہو اسے سامنے سے گزرنے سے روکنے کی کوشش کرے اور اگر وہ گزرنے پر اصرار کرے تو اس سے لڑائی کرے اسلئے کہ وہ شیطان ہے۔

۶۹۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ، عَنِ ابْنِ عَجَلَانَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ

الْخُدْرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فَلْيَصِلْ إِلَى سُتْرَتِهِ وَلْيَدْنُ مِنْهَا» ثُمَّ سَأَلَ عَنْهَا.

حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کوئی نماز

پڑھے تو سترے کی طرف رخ کرے اور اس کے قریب ہو جائے پھر اسی گزشتہ حدیث کے ہم معنی روایت کی۔

صحيح البخاري - الصلاة (۴۸۷) صحيح البخاري - بدء الخلق (۳۱۰۱) صحيح مسلم - الصلاة (۵۰۵) سنن النسائي - القبله (۷۵۷) سنن

نسائی - القسامة (۴۸۶۲) سنن ابی داود - الصلاة (۶۹۷) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فیہا (۹۵۴) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۳/۴) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۴/۳) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۶/۳) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۹۳/۳) موطأ مالک - الذی اول للصلاة (۳۶۴) سنن الدارمی - الصلاة (۱۴۱۱)

تولہ: وَلَيْدُهُ اَنْهَ مَا اسْتَطَاعَ، فَإِنْ اَبَى فَلْيَقَاتِلْهُ فَاِنَّهُ هُوَ شَيْطَانٌ: امام نووی کی رائے: امام

نووی لکھتے ہیں کہ ہمارے یہاں دفع المار مندوب ہے واجب نہیں وہ آگے چل کر فرماتے ہیں کہ ابتداء دفع کرے یا سہل الوجہ پس اگر نہ مانے تو پھر باشد الوجہ دفع کرنے اگرچہ اس میں قتل ہی کی نوبت کیوں نہ آجائے اس لئے کہ یہ تو گویا دفع الصائل کے قبیل سے ہے اور چونکہ اس مقاتلہ کی شریعت نے اجازت دی ہے اس لئے بصورت ہلاکت ضمان بھی نہ ہوگا۔^①

جاننا چاہئے کہ اس حدیث میں دو چیزیں مذکور ہیں: ① اول درء المار، ② دوسری مقاتلہ۔ درء المار کا حکم ابتدائی مباحث میں گزر چکا۔

شرح حدیث میں شراح حدیث اور فقہاء کرام کی اقوال: اور امر ثانی یعنی مقاتلہ سو بعض شافعیہ جیسے امام نووی انہوں نے اس مقاتلہ کو اس کی حقیقت پر محمول کرتے ہوئے اس کو جائز قرار دیا ہے کما سبق، لیکن قاضی عیاض وغیرہ شرح حدیث نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ درء المار کیلئے مشی اور عمل کثیر جائز نہیں اس لئے کہ یہ تو گزرنے والے کے مزد سے بھی زیادہ نماز کے حق میں سخت اور مضر ہے اور اقبال علی الصلاة کے قاعدہ کے خلاف ہے اور ظاہر ہے کہ قتال بغیر عمل کثیر کے ہو نہیں سکتا اس لئے یہ حدیث محتاج تاویل ہے، چنانچہ علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ حدیث میں قتال سے مراد مبالغہ فی الدفع ہے کہ اگر اشارہ وغیرہ سے وہ باز نہ آئے تو اور سختی کرے (مثلاً دھکا دیدے) اور ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کا یہ ارشاد بطور تخیل ہے فی الواقع قتال کی اجازت مقصود نہیں، اور علامہ باجی فرماتے ہیں کہ قتال سے مراد لعن ہے، قتال لغتاً اور شرعاً بھی لعن کے معنی میں آتا ہے قتال تعالیٰ قتلہم اللہ اُتٰی یُؤَفِّکُون^②، علامہ زبیلی بھی یہی فرماتے ہیں کہ قتال سے مراد یہاں بددعا^③ ہے، اور علامہ شامی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث منسوخ ہے یہ اس وقت کی بات ہے جب عمل کثیر نماز میں جائز تھا، اور ایک قول یہ ہے مراد یہ ہے کہ نماز کے بعد اس کی خبر لے۔^④

پھر دوسرے اختلاف یہاں پر یہ ہے کہ اگر کسی نے اس سے قتال کیا اور وہ ہلاک ہو گیا تو اس صورت میں ضمان ہو گا یا نہیں، حضرت عائشہؓ میں لکھتے ہیں کہ اس کا حکم حنابلہ کی کتب میں مجھے نہیں ملا، لا ضمان علیہ عند الشافعیہ وعلیہ الدیۃ عند المالکیۃ اور

① المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج ج ۴ ص ۲۲۳

② ہلاک کرے ان کو اللہ کہیں سے پھرے جاتے ہیں (سورۃ العنکبوت ۳۰)

③ اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جو یک روایت کے بعد آری ہے اللہم اقطع انکرا (مقدم الحدیث ۷۰۵/۱۲)۔

④ ارجع السالك إلى موطأ مالک - ج ۳ ص ۲۶۱

حقیقہ کے نزدیک حسب قاعدہ قصاص یا ریت واجب ہوگی۔^۱

قولہ: فَإِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ: یعنی سرکش اور شریر۔ عارف باللہ ابن ابی جرہ اس پر فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ حدیث میں قتال سے مراد مدافعتہ لطیفہ ہے نہ کہ حقیقت قتال اس لئے کہ شیطان کے ساتھ جو مقابلہ ہوتا ہے وہ ہاتھ پاؤں اور ہتھیار کے ذریعہ سے نہیں بلکہ استعاذہ اور تسبیہ وغیرہ کے ذریعہ ہوتا ہے (منہل)۔^۲

۶۹۹ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي مَرْوَجٍ الرَّازِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ، أَخْبَرَنَا مَسْرُؤُ بْنُ مَعْبُدٍ اللَّحْمِيُّ، لَقِيَهُ بِالْكُوفَةِ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو عُبَيْدٍ، خَاجِبُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: رَأَيْتُ عَطَاءَ بْنَ زَيْدٍ اللَّيْثِيَّ، قَائِمًا يَصَلِّي، فَذَهَبَتْ أُمُرُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَرَدَّنِي، ثُمَّ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ لَا يَحُولَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ قِتْلَتِهِ أَخَذَ فَلْيَفْعَلْ».

ابو احمد کہتے ہیں کہ مسرہ بن معبد سے کہ میری ملاقات کوفی میں ہوئی انہوں نے کہا ابو عبید سلیمان بن عبد الملک کے دربان نے بیان کیا کہ میں نے عطاء بن یزید اللیثی کو نماز میں کھڑے ہوئے دیکھا تو قریب تھا کہ میں انکے سامنے سے گزر جاؤں مگر انہوں نے مجھے پیچھے دھکیل دیا پھر فرمایا کہ مجھ سے حضرت ابو سعید خدریؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو کوئی تم میں سے اس بات پر قدرت رکھتا ہو کہ اس کے اور قبلے کے درمیان سے کوئی نہ گزرے تو چاہے کہ اُسے نہ گزرنے دے۔
صحیح البخاری - الصلاة (۴۸۷) صحیح البخاری - ہذا المطلق (۱: ۳۱) صحیح مسلم - الصلاة (۵۰۵) سنن النسائی - القبلة (۷۵۷) سنن النسائی - القسامة (۴۸۶۲) سنن ابی داؤد - الصلاة (۶۹۹) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۹۵۴) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۳/ ۳۴) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۳/ ۴۴) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۳/ ۴۹) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۳/ ۵۷) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۳/ ۶۲) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۳/ ۹۳) موطأ مالک - الداء للصلاة (۳۶۴) سنن الدارمی - الصلاة (۱۴۱۱)

۷۰۰ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ أَبِي عَمْرٍو، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَعْنِي ابْنَ هِلَالٍ، قَالَ: قَالَ أَبُو صَالِحٍ: أَخْبَرْتُكَ عَمَّا رَأَيْتُ مِنْ أَبِي سَعِيدٍ، وَاسْمِعْتُهُ مِنْهُ دَخَلَ أَبُو سَعِيدٍ عَلَى مَرْوَانَ، فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ إِلَى شَيْءٍ يَسْتَرْكُهُ مِنَ النَّاسِ فَأَرَادَ أَحَدٌ أَنْ يَحْتَازَ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلْيَدْفَعْ فِي نَحْوِ فَإِنْ أَبَى فَلْيَقَاتِلْهُ فَإِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ: يَمُرُّ الرَّجُلُ بَيْنَ يَدَيْ وَأَنَا أَصَلِّي فَأَمْتَعُهُ وَيَمُرُّ الضَّعِيفُ فَلَا أَمْتَعُهُ.

حمید یعنی ابن ہلال سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ابو صالح نے فرمایا کہ میں تم سے وہ بات بیان کرتا ہوں جو میں نے ابو سعید خدریؓ کو کرتے ہوئے دیکھا اور ان سے اسکو سنا وہ یہ کہ ایک مرتبہ ابو سعید خدریؓ مردان بن حکم کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے ارشاد فرماتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی شخص لوگوں سے کسی چیز کو آڑ (سترہ) بنا کر نماز پڑھے پھر کوئی چاہے کہ اس کے آگے سے اس نمازی اور اس کے سترہ کے درمیان سے گزرے تو اس

۱ ارجع المسالك إلى موطأ مالك - ج ۳ ص ۲۶۲ - ۲۶۳

۲ المنهل العذب المورود شرح سنن ابی داؤد - ج ۵ ص ۹۱

أُرْسِلَهُ إِلَى أَبِي جُهَيْمٍ يَسْأَلُهُ مَاذَا أَسْمِعُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَثَارِ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي؟ فَقَالَ أَبُو جُهَيْمٍ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَوْ يَعْلَمُ الْمَثَارُ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي مَاذَا عَلَيْهِ لَكَانَ أَنْ يَقِفَ اثْنَتَيْنِ خَيْرًا لَهُ مِنْ أَنْ يَمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ» قَالَ أَبُو النَّضْرِ: لَا أَذْهَبِي قَالَ: اثْنَتَيْنِ يَوْمًا أَوْ شَهْرًا أَوْ سَنَةً.

بہر بن سعید سے روایت ہے کہ زید بن خالد بن جہنی نے انھیں ابو جہیم کے پاس یہ دریافت کرنے کے لئے بھیجا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے نمازی کے آگے سے گزرنے کے بارے میں کیا وعید سنی ہوئی ہے تو ابو جہیم نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والا جان جائے کہ اس پر کیا سخت وعید (وبال) ہے تو اسکو (۴۰) چالیس برس تک ٹھہرے رہنا بہتر معلوم ہو اس بات سے کہ وہ نمازی کے آگے سے گزرے ابو النضر فرماتے ہیں کہ مجھے نہیں معلوم کہ انہوں نے چالیس دن فرمایا چالیس مہینے یا چالیس سال۔

صحیح البخاری - الصلاة (۴۸۸) صحیح مسلم - الصلاة (۹۰۷) جامع الترمذی - الصلاة (۳۳۶) سنن النسائی - الصلاة (۷۹۶) سنن ابی داؤد - الصلاة (۷۰۱) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۹۴۵) مسند أحمد - مسند الشاميين (۱۶۹/۴) موطأ مالك - النداء للصلاة (۳۶۵) سنن الدارمی - الصلاة (۱۴۱۷)

شرح الحديث: قوله: أُرْسِلَهُ إِلَى أَبِي جُهَيْمٍ: یہ وہی ابو الجہیم ہیں جن کی روایت ابواب التیمم میں گزر چکی اور ایک راوی ابو الجہیم ہیں اس پر کلام وہیں گزر چکا۔

قوله: لَوْ يَعْلَمُ الْمَثَارُ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي مَاذَا عَلَيْهِ: اگر نمازی کے سامنے سے گزرنے والے کو یہ معلوم ہو جائے کہ اس گزرنے میں کتاباً اگتاہ اور اخروی نقصان ہے تو وہ چالیس سال تک کھڑے رہنے کو آگے سے گزرنے پر ترجیح دے گا، مسند بزار میں اثنین خریفاً^۱ ہے اور ابن ماجہ کی روایت (۹۴۶) میں مائة عام مذکور ہے اس کو تعارض نہ سمجھا جائے کیونکہ مشہور ہے کہ مفہوم عدد معتبر نہیں۔

مصلی کو درہ المار کا حق کب ہے اور گزرنے والا اثم کس صورت میں ہے: اس حدیث میں منع عن المرور مطلقاً مذکور ہے اور گذشتہ باب میں ابو سعید خدریؓ کی حدیث میں مصلی الی سترۃ کی قید ہے کہ جو شخص سترہ قائم کر کے اس کی طرف نماز پڑھا رہا ہو، ابن رسلان نے اس مطلق کو بھی مقید پر محمول کیا ہے اور حضرتؓ نے بھی بذل الجہود میں ایسا ہی کیا ہے اور لکھا ہے کہ سترہ قائم نہ کرنے کی صورت میں حق دفع نہیں ہے^۲، لیکن شامی میں بحر وغیرہ سے اطلاق نقل کیا ہے کہ مصلی گزرنے والے کو دفع کر سکتا ہے اگرچہ سترہ نہ ہو یا ہو لیکن گزرنے والا مصلی اور سترہ کے درمیان میں کو گزر رہا ہو^۳۔

① البحر الزخار المعروف مسند البزار رقم الحديث ۳۷۸۲ (ج ۹ ص ۲۳۹)

② بذل الجہود فی حل ابی داؤد - ج ۴ ص ۳۷۱-۳۷۲

③ رد المحتار علی الدر المختار - ج ۲ ص ۴۰۳

بانا چاہئے کہ یہاں دو چیزیں ہیں: ① مصلیٰ کو دفع کرنے کا حق، ② دوسرے گزرنیوالے کا آٹھ ہونا، اول کے بارے میں توشامی سے نقل ہو چکا کہ اسکے اطلاق ہے اور ثانی کے بارے میں بھی شامی میں عموم لکھا ہے ومفادہ اثم الماروان لم تکن مسترة ①، لیکن اس دوسرے مسئلہ میں تفصیل ہے جیسا کہ شرح حدیث اور کتب فقہ میں مذکور ہے، خود علامہ شامی نے اس میں چار صورتیں ذکر کی ہیں، جن کا خلاصہ یہ ہے کہ ستر نہ ہونے کی صورت میں گناہ کا مدار تعدی پر ہے اگر تعدی جانیں سے ہوگی تو دونوں گناہ ہوں گے اور اگر ایک جانب سے ہوگی تو صرف وہی گناہ ہوگا اور کسی جانب سے نہیں تو کوئی بھی گناہ نہ ہوگا، مثلاً آدمی بغیر سترہ کے ایسی جگہ میں نماز پڑھنے کھڑا ہو گیا جو لوگوں کے گزرنے کی جگہ ہے اور گزرنے والے کیلئے دوسرا راستہ بھی ہے تو اس صورت میں دونوں آٹھ ہوں گے اور اگر مصلیٰ محل مرور میں نہیں کھڑا ہوا لیکن گزرنے والے کیلئے اتفاق سے اور کوئی راستہ نہیں ہے سوائے اس کے تو اس صورت میں کوئی بھی آٹھ نہ ہوگا۔

۱۱۱۔ باب مَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ

باب ہے نماز کو توڑنے والی چیز کے بیان میں (رحمہ اللہ)

ظاہر ابواب السترہ کا سلسلہ ختم ہو گیا حالانکہ ابھی ایک باب آگے آ رہا ہے وہ بھی سترہ سے متعلق ہے لہذا مصنف کے لئے مناسب یہ تھا کہ سترہ کا جو ایک باب ابھی باقی رہ گیا ہے اس کو پہلے ذکر کرتے، لیکن اس کی توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ موجودہ باب بھی سترہ ہی سے متعلق ہے اس لئے کہ اس باب کی حدیث کا مضمون یہ ہے کہ مصلیٰ کے سامنے اگر سترہ قائم نہ ہو تو ایسی صورت میں مراۃ اور حمار اور کلب اسود کا گزرنا قاطع صلاۃ ہے، لہذا معلوم ہوا کہ نمازی کو اپنے سامنے سترہ قائم کرنا چاہئے تاکہ اس کی نماز ان چیزوں کے گزرنے سے خراب نہ ہو۔

مسئله الباب میں مذاہب علماء: اس کے بعد سمجھئے کہ حسن بصریؒ اور ابوالاحوصؒ (ابن مسعودؓ کے شاگرد) اور امام احمد بن حنبلؒ اور ظاہریہ کے نزدیک ان تینوں چیزوں کا مرد و مفسد صلاۃ ہے، اور دوسری روایت امام احمدؒ کی یہ ہے کہ یہ حکم صرف کلب اسود کا ہے اور مراۃ و حمار میں انہوں نے توقف کیا ہے، اسحاق بن راہویہؒ کے نزدیک بھی صرف کلب اسود قاطع صلاۃ ہے، امام احمدؒ کے مراۃ اور حمار میں توقف کا منشاء یہ لکھا ہے کہ حمار کے سلسلہ میں ابن عباسؓ کی حدیث اس کے خلاف آرہی ہے جس پر مصنفؒ نے آگے مستقل باب قائم کیا ہے، اسی طرح مراۃ کے بارے میں بھی حضرت عائشہؓ کی حدیث اس کے خلاف آرہی ہے اس پر بھی مصنفؒ نے آگے مستقل ترجمہ قائم کیا ہے، جمہوریہ فرماتے ہیں کہ ان احادیث میں قطع سے مراد قطع فروع ہے، اور امام طحاویؒ ② نے اس کے بجائے مسلک نسخ کو اختیار کیا ہے کہ قطع صلاۃ والی روایات منسوخ ہیں اور ناسخ ابو سعید

① مد المحتار علی الدہ المختار - ج ۲ ص ۴۰۳

② شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۴۵۹ - ۴۶۰

خدری کی حدیث ہے جو آگے کتاب میں آ رہی ہے: لَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ شَيْءٌ ①۔

حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غَمَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ مُطَهَّرٍ، وَابْنُ كَثِيرٍ، الْمُتَعَنَّى أَنَّ سَلِيمَانَ بْنَ الْهَيْوَةَ، أَخْبَرَهُمْ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ هِلَالٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الصَّامِتِ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ حَفْصٌ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «يَقْطَعُ صَلَاةَ الرَّجُلِ» ، وَقَالَ: عَنْ سَلِيمَانَ، قَالَ أَبُو ذَرٍّ: «يَقْطَعُ صَلَاةَ الرَّجُلِ إِذَا لَمْ يَكُنْ يَدِينُ يَدَيْهِ قَبْلَ آخِرَةِ الرَّجْلِ: الْحَمَامُ وَالْكَلْبُ الْأَسْوَدُ وَالْمَرْأَةُ» ، قُلْتُ: مَا بَالُ الْأَسْوَدِ مِنَ الْأَحْمَرِ مِنَ الْأَصْفَرِ مِنَ الْأَبْيَضِ، فَقَالَ: يَا ابْنَ أَخِي سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا سَأَلْتَنِي فَقَالَ: «الْكَلْبُ الْأَسْوَدُ شَيْطَانٌ».

حضرت ابو ذرؓ سے روایت ہے حفص بن عمر استاد فرماتے ہیں کہ ابو ذرؓ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اور مصنف کے آخری دو استاد عبد السلام اور ابن کثیر نے روایت معنعن نقل کی عن سلیمان قال عبد اللہ بن صامت ان دونوں اساتذہ نے آگے حدیث کو موقوفاً نقل کیا ہے حضرت ابو ذرؓ فرماتے ہیں کہ اگر نمازی آدمی کے آگے کجاوے کی پچھلی ککڑی کے مثل کوئی چیز نہ ہو اور گدھا اور سیاہ رنگ کا کتا اور عورت گزر جائے تو اسکی نماز ٹوٹ جاتی ہے تو عبد اللہ بن صامت کہتے ہیں میں نے عرض کیا سیاہ رنگ کے کتے کی سرخ زرد اور سفید کتے سے حکم میں خصوصیت کیوں ہے؟ تو ابو ذرؓ غفاری نے فرمایا اے بھتیجے میں نے رسول اللہ ﷺ سے اسی طرح سوال کیا جس طرح تم نے مجھ سے سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کالا کتا شیطان ہوتا ہے۔

صحیح مسلم - الصلاة (۵۱۰) جامع الترمذی - الصلاة (۳۳۸) سنن النسائی - القبلة (۷۵۰) سنن ابی داؤد - الصلاة (۲۰۲)
سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۹۵۲) سنن ابن ماجہ - العید (۳۲۱۰) مسند احمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (۱۴۹/۵) مسند احمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (۱۵۱/۵) مسند احمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (۱۵۶/۵) مسند احمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (۱۶۰/۵)
مسند احمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (۱۶۱/۵) سنن الدارمی - الصلاة (۱۴۱۴)

شرح الحديث قوله: الْكَلْبُ الْأَسْوَدُ شَيْطَانٌ: بعض نے اس کو اس کے ظاہر پر محمول کیا ہے کہ شیطان بسا اوقات کلب اسود کی شکل میں متشکل ہوتا ہے، اور بعض کہتے ہیں کہ شیطان کا استعمال شریر و سرکش کے معنی میں بھی اکثر ہوتا ہے اور چونکہ کلب اسود زیادہ شریر اور ضرر رساں ہوتا ہے اس لئے اس کو شیطان سے تعبیر کیا گیا۔

۷۰۳ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ شُعْبَةَ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ زَيْدٍ، يُحَدِّثُ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ - رَفَعَهُ شُعْبَةُ - قَالَ: «يَقْطَعُ الصَّلَاةَ الْمَرْأَةُ الْخَائِضُ وَالْكَلْبُ» ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَقَفَّهُ سَعِيدٌ، وَهَشَامٌ، وَهَمَامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ، عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ.

حضرت ابن عباسؓ سے شعبہ نے مرفوعاً بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ نماز کو خائضہ عورت اور کتے کا گزرنہ توڑ دیتا ہے امام ابو داؤد فرماتے ہیں سعید اور ہشام اور ہمام نے قتادہ سے انہوں نے جابر بن زید سے اس روایت کو ان

عباس پر موقوف نقل کیا ہے۔

سنن النسائي - القبلة (۷۵۱) سنن ابی داؤد - الصلاة (۷۰۳) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۹۴۹) مسند احمد - من مسند بنی ہاشم (۳۴۷/۱)

۷۰۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، مَوْلَى بَنِي هَاشِمٍ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا مُعَاذٌ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: أَحْسَبُهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ إِلَى غَيْرِ شِئْءٍ فَإِنَّهُ يَقْطَعُ صَلَاتَهُ الْكَلْبُ وَالْحِمَارُ وَالْخَنَزِيرُ وَالْيَهُودِيُّ وَالْمَجُوسِيُّ وَالْمَرْأَةُ، وَيُخْرِجُنِي عَنْهُ إِذَا مَرُّوا بَيْنَ يَدَيْهِ عَلَى قَذْفَةٍ يَحْجَرُ»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «فِي نَفْسِي مِنْ هَذَا الْحَدِيثِ شَيْءٌ كُنْتُ أَذْكَرُ بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَغَيْرَهُ فَلَمْ أَرَأِ أَحَدًا جَاءَ بِهِ عَنْ هِشَامٍ وَلَا يَعْرِفُهُ، وَلَمْ أَرَأِ أَحَدًا يُحَدِّثُ بِهِ عَنْ هِشَامٍ وَأَحْسَبُ الْوَهْمَ مِنْ ابْنِ أَبِي سَمِينَةَ يُعْنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْبَصْرِيُّ مَوْلَى بَنِي هَاشِمٍ، وَالثَّنْكَ فِيهِ ذِكْرُ الْمَجُوسِيِّ، وَفِيهِ عَلَى قَذْفَةٍ يَحْجَرُ، وَذِكْرُ الْخَنَزِيرِ، وَفِيهِ نَكَارَةٌ»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَلَمْ أَسْمَعْ هَذَا الْحَدِيثَ إِلَّا مِنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ بْنِ سَمِينَةَ وَأَحْسَبُهُ وَهْمًا لِأَنَّهُ كَانَ يُحَدِّثُنَا مِنْ حِفْظِهِ».

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میرا یہ گمان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی سترہ کے بغیر نماز پڑھے تو اسکی نماز کٹے، گدھے، خنزیر، یہودی، مجوسی اور عورت کے گزرنے سے ٹوٹ جاتی ہے اور اگر یہ لوگ اس کے آگے سے پتھر کے پھینکنے کے فاصلے کی مقدار سے گزریں تو نماز ہو جائے گی۔

سنن النسائي - القبلة (۷۵۱) سنن ابی داؤد - الصلاة (۷۰۴) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۹۴۹) مسند احمد - من مسند بنی ہاشم (۳۴۷/۱)

شرح الحديث قوله: وَالْخَنَزِيرُ وَالْيَهُودِيُّ وَالْمَجُوسِيُّ: ابوداؤد کے بعض نسخوں میں یہاں پر ایک زیادتی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں اس حدیث میں اشیاء ثلاثہ کے علاوہ اور جو زائد چیزیں مذکور ہیں، ذکر خنزیر اور یہودی و مجوسی یہ کسی راوی کا وہم ہے اور مصنفؒ کا خیال یہ ہے کہ وہ ابْنِ سَمِينَةَ ہیں جن کا نام مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ ہے یعنی مصنفؒ کے استاد۔
قوله: عَلَى قَذْفَةٍ يَحْجَرُ: پتھر پھینکنے کے فاصلہ کے بقدر، اسکی مقدار بعض شرح نے تین ذراع لکھی ہے حریم مصلی کے بارے میں اختلاف اور تفصیل ہمارے یہاں ابتدائی مباحث میں گزر چکی۔

۷۰۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلِيمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ مَوْلَى يَزِيدَ بْنِ عُمَرَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: رَأَيْتُ رَجُلًا يَتَكَبَّرُ مُقْعَدًا، فَقَالَ: مَرُّتُ بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا عَلَى حِمَارٍ وَهُوَ يُصَلِّي، فَقَالَ: «اللَّهُمَّ اقْطَعْ أَثَرَهُ» فَمَا مَشَيْتُ عَلَيْهَا بَعْدُ.

یزید بن نمران سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے تبوک میں ایک ایسے شخص کو دیکھا جو معذور (پانچ) تھا اس شخص نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نماز پڑھ رہے تھے تو میں گدھے پر سوار ہو کر آپ ﷺ کے

سامنے سے گزرا تو آپ ﷺ نے فرمایا اے اللہ اس شخص کے پاؤں کاٹ دے تو میں اس کے بعد چل نہ سکا۔
 ۷۰۶ - حَدَّثَنَا كَثِيرٌ وَبْنُ عُثَيْمٍ بِغَيْبٍ الْمَذْهُبِ، حَدَّثَنَا أَبُو حَيَّوَةَ، عَنْ سَعِيدٍ، بِإِسْنَادٍ وَهَّاشٍ وَمَعْنَاهُ إِذْ قَالَ: «قَطَعَ صَلَاتَنَا قَطَعَ اللَّهُ أَكْرَهُهُ». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَّاشٌ أَبُو مُسْهِرٍ، عَنْ سَعِيدٍ، قَالَ فِيهِ: «قَطَعَ صَلَاتَنَا».

ابو حیوہ نے سعید بن عبد العزیز اسی گزشتہ حدیث کی سند اور اس کے ہم معنی حدیث بیان کی اور ابو حیوہ نے اس میں یہ اضافہ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس نے ہماری نماز کو توڑا اللہ اس کے قدموں کے نشانات کو ختم فرمائے۔ امام ابو داود فرماتے ہیں ابو مسہر نے سعید سے روایت کی اسمیں بھی فرمایا کہ اس نے ہماری نماز کو توڑا۔

سنن ابی داود - الصلاة (۷۰۵) مسند احمد - اول مسند المدفونين، رضي الله عنهم اجمعين (۶۴/۴) مسند احمد - باقي مسند الانصار (۳۷۷/۵)
 قولہ: فَقَالَ: «اللَّهُمَّ اقْطَعْ أَكْرَهُهُ»: یزید بن نمران کہتے ہیں کہ میں نے حبوک میں ایک ایسے شخص کو دیکھا جو اپنا حج یعنی چلنے سے معذور تھا، میں نے اس سے اس کا سبب دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے، اور میں گدھے پر سوار تھا اسی حال میں آپ ﷺ کے آگے کو گزر گیا تو اس وقت مجھ کو حضور ﷺ نے (بظاہر نماز ہی میں) یہ فرمایا: اللَّهُمَّ اقْطَعْ أَكْرَهُهُ يَا لَللَّهِ اس کے نشانات قدم کو مٹا دے، اس کے بعد میں زمین پر چلنے کے قابل نہیں رہا، اسی طرح کی ایک روایت اس کے بعد آرہی ہے مگر دونوں حدیثوں کی سند میں ضعیف اور مجہول راوی ہیں، پہلی حدیث میں یزید بن نمران کے مولیٰ مجہول ہیں، اور دوسری سند میں سعید اور ان کے والد غزو ان۔

کیا حضور ﷺ کا اپنے لئے انتقام لینا ثابت ہے؟ اس حدیث میں ایک شخص کی جسارت پر اس کے خلاف حضور ﷺ کا بددعاء دینا ثابت ہے لیکن حدیث ضعیف ہے، نیز یہ عین ممکن ہے کہ اسمیں خود اسی شخص ہی کی بھلائی اور خیریت ملحوظ ہو، ایسے ہی آگے ابو داود کی کتاب الدیات میں ایک حدیث آرہی ہے جس میں یہ ہے کہ ایک شخص جن کا نام علم بن جثامہ لیشی ہے انہوں نے ابتداء اسلام میں ایک ناحق خون کر دیا تھا، آپ ﷺ کی خدمت میں جب یہ مقدمہ پہنچا تو اس وقت آپ ﷺ نے بھری مجلس میں فرمایا تھا، اللَّهُمَّ لَا تَغْفِرْ لَهُمْ ۱۔

بعض مرتبہ صلحاء و اولیاء جب کسی سے اپنا انتقام لیتے ہیں یا کوئی سخت کلمہ کہہ دیتے ہیں تو اس میں بھی مصلحت ہوتی ہے، حضرت شیخ نے اس پر ایک واقعہ سنایا ۲ تھا کہ ایک بزرگ راستہ پر چلے جا رہے تھے پیچھے خدام بھی تھے، راستہ میں سامنے سے ایک بھٹکن آرہی تھی جس کے ساتھ نجاست کی ایک ٹوکری بھی تھی جب وہ ان بزرگ کے برابر میں کو گزری تو اس بد بخت نے چلتے چلتے کچھ نجاست ان بزرگ پر بھی گرا دی، اور تیزی سے آگے بڑھ گئی، ان بزرگ نے اپنے ایک خادم سے فرمایا ارے اس کے جلدی سے

۱ سنن ابی داود - کتاب الدیات - باب الإمام یأمر بالعفو فی الدماء ۴۵۰۳

۲ یہ واقعہ حضرت شیخ کے مطبوعہ ملفوظات میں بھی ص ۲۸ پر مذکور ہے۔

ایک تھپڑ مار دے وہ سوچتے ہی رہے اتنے میں وہ بھنگن فوراً زمین پر گری اور ختم ہو گئی، ان بزرگ نے اپنے اس خادم پر عتاب اور غمہ کا اظہار فرمایا کہ تم نے ہی اس کو مارا ہے، پھر فرمایا کہ بات یہ ہے کہ جب اس نے میرے ساتھ شرارت کی تھی میں نے دیکھا کہ غضب الہی جوش میں آ گیا تو میں نے سوچا کہ جلدی سے میں ہی انتقام لے لوں تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے انتقام سے بچ جائے مگر تم نے تھپڑ مارنے میں دیر کر دی اس لئے اوپر سے انتقام آ گیا۔

۷۰۷ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ، ح وَحَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي مُعَاوِيَةُ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ غَزْوَانَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ نَزَلَ بِكَبُوكَ، وَهُوَ حَاجٌّ فَإِذَا رَجُلٌ مُقْعَدٌ فَسَأَلَهُ عَنْ أَمْرِهِ فَقَالَ لَهُ: سَأَلْتُكَ حَدِيثًا فَلَا تُحَدِّثُ بِهِ مَا سَمِعْتَ أَبِي حَتَّى مَرَرْتُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا فَقَالَ: «قَطَعَ صَلَاتُنَا قَطَعَ اللَّهُ أَثَرَهُ» فَمَا تُثَمِّتُ عَلَيْهَا إِلَى يَوْمٍ هَذَا. ثُمَّ صَلَّى إِلَيْهَا فَأَقْبَلَكَ وَأَنَا غَلَامٌ أَسْعَى حَتَّى مَرَرْتُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا فَقَالَ: «قَطَعَ صَلَاتُنَا قَطَعَ اللَّهُ أَثَرَهُ» فَمَا تُثَمِّتُ عَلَيْهَا إِلَى يَوْمٍ هَذَا.

سعيد بن غزوان اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ جو کہ حج کے لئے آئے تو ایک ایاج شخص کو دیکھ کر اس سے اسکی (ایاج ہونے کی) وجہ دریافت کی تو اس نے کہا کہ میں تم کو ایک واقعہ سنا ہوں اور تم وہ کسی کو نہ بتایا جب تک کہ تم کو معلوم ہو کہ میں زندہ ہوں وہ یہ کہ ایک مرتبہ میں نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ مقام جو کہ میں کھجور کے ایک درخت کے سایہ میں ٹھہرے ہوئے ہیں اور آپ نے فرمایا کہ یہ ہمارا قبلہ ہے پھر آپ ﷺ نے اسکی طرف رخ کر کے نماز پڑھی وہ فرماتے ہیں کہ میں دوڑتا ہوا آیا اور آپ ﷺ اور اس درخت کے درمیان سے گزر گیا اس وقت میں کم عمر لڑکا تھا تو حضور ﷺ نے فرمایا اس شخص نے ہماری نماز خراب کی اللہ تعالیٰ اس کے نشان قدم کو مٹا دے چنانچہ اس دن سے آج تک میں اپنے قدموں پر کھڑا نہ ہو سکا۔

۱۱۲ - بَابُ مَسَارَةِ الْإِمَامِ مَسْرُكًا مِّنْ خَلْفِهِ

باب ہے امام کا سترہ مقتدیوں کے لئے بھی سترہ ہے

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ جماعت کی نماز میں امام کے لئے سترہ قائم کر لینا کافی ہے قوم کے لئے مستقل سترہ قائم کرنے کی حاجت نہیں، لیکن اختلاف اس میں ہو رہا ہے کہ کیوں؟ ائمہ ثلاث تو کہتے ہیں کہ جو امام کا سترہ ہے وہی مقتدیوں کا ہے، جیسا کہ ترجمہ الباب میں مذکور ہے، اور مالکیہ کے اس میں دو قول ہیں ایک مثل جمہور کے، اور دوسرا قول جو ان کے یہاں زیادہ معتمد ہے یہ ہے کہ امام کا سترہ تو امام ہی کے لئے ہے اور قوم کا سترہ خود امام ہے۔

۷۰۸ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ الْغَارِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: هَبَطْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ثَنِيَّةٍ أَدَاخِرَ «فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ - يَعْنِي فَصَلَّى إِلَى جَدَارٍ» - فَأَتَخَذَ وَبِلَةً وَنَحْنُ

۱ یہاں اختلاف نسخ ہے، یحییٰ عبد الجبید کے نسخہ میں جدار ہے، اور شیخ عوامہ کے نسخہ میں جدار ہے، جس کی طرف شیخ عوامہ نے حاشیہ میں اشارہ کیا ہے۔

خَلْفَهُ، فَجَاءَتْ بِهِمْ ثُمَّ بَيْنَ يَدَيْهِ فَمَارَ اِلَيْهَا حَتَّى لَصِقَ بَطْنُهُ بِالْجِدَارِ، وَمَوَتْ مِنْ ذَرَاهِهِ، اَوْ كَمَا قَالَ مُسَدَّدٌ.

عمر بن شعیب اپنے والد کے واسطے سے اپنے والد کے ادا عبد اللہ بن عمرو سے روایت کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن عمرو فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ثنیۃ اذا خر کے راستے سے گزرتے ہوئے جا رہے تھے کہ نماز کا وقت آگیا تو حضور ﷺ نے ایک کھیت کی منڈیر کے سامنے کھڑے ہو کر نماز پڑھائی یعنی (اس منڈیر کو سترہ بنایا) اور ہم آپ ﷺ کے پیچھے کھڑے ہو گئے تو ایک بکری کا بچہ آیا جو آپ کے سامنے سے گزرنا چاہتا تھا تو آپ ﷺ اس کو ہٹاتے رہے اور آگے بڑھے رہے یہاں تک کہ آپ ﷺ کا پیٹ اس منڈیر سے لگ گیا عر ضیکہ آپ ﷺ نے اس بکری کو اپنے آگے سے گزرنے نہ دیا تو وہ بکری آپ ﷺ کے یا منڈیر کے پیچھے سے گزری، اسی طرح یا اس جیسے الفاظ مسدّد نے فرمائے۔

سنن ابی داؤد - الصلاة (۷۰۸) مسند احمد - مسند الکثیرین من الصحابة (۱۹۶/۲)

مسئلة الباب میں اختلاف علماء مع ثمره اختلاف:

پہلے ایک بات سمجھئے، وہ یہ کہ شروع حدیث سے میں یہ سمجھا ہوں کہ مرد وہ ممنوع ہے جو براہ راست مصلی اور اس کے سترہ کے درمیان ہو، اور اگر مصلی اور اس کے سترہ کے درمیان کوئی چیز حائل ہو تو پھر مصلی کے سامنے سے گزرنا ممنوع نہیں ہے، لہذا امام کے آگے کو گزرنا تو بالاتفاق ممنوع ہو گا اس لئے کہ امام اور اس کے سترہ کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں ہے، اور صف اول کے آگے کو گزرنا عند الجمہور جائز ہو گا، اس لئے مصلی اور سترہ کے درمیان یہاں پر امام حائل ہے، لیکن مالکیہ کے نزدیک جائز نہ ہو گا ان کے نزدیک مصلی اور سترہ کے درمیان گزرنا لازم آئے گا کیوں کہ صف اول کا سترہ خود امام ہے یہ ثمرہ اختلاف علامہ درویر مالکی اور صاحب منہل^۱ نے بھی لکھا ہے۔

اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری^۲ میں اور علامہ سندی نے حاشیہ بخاری میں ثمرہ اختلاف کے ذیل میں لکھا ہے کہ مرد علی الامام جس طرح امام کے حق میں مضر ہے اسی طرح عند الجمہور مقتدی کے حق میں بھی مضر ہو گا، کیونکہ دونوں کا سترہ ایک ہے، لہذا یہ مرد ہر دو کے حق میں مضر ہو گا، بخلاف مالکیہ کے کہ ان کے نزدیک مرد علی الامام صرف امام کے حق میں مضر ہو گا۔

تنبیہ: عینی شرح بخاری میں بیان تفریع^۳ میں قلب واقع ہو گیا، انہوں نے یہ لکھ دیا کہ مرد علی الامام علی مسلک الجمہور صرف امام کے حق میں مضر ہو گا اور مالکیہ کے نزدیک دونوں کے حق میں مضر ہو گا۔

قوله: هَبَطْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ثَنِيَّةٍ اِذَا خَرَّ: ثَنِيَّةٌ اِذَا خَرَّ مَدِينَهُ اور مکہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے بنسبت مدینہ کے مکہ سے زائد قریب ہے۔

① النهل العذب المودع شرح سنن ابی داؤد - ج ۵ ص ۱۰۴

② فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۱ ص ۵۷۲-۵۷۳

③ اس تفریع پر یہ ماننا پڑے گا کہ مرد بین المصلی و سترہ مطلقاً ممنوع ہے اگرچہ ان دونوں کے درمیان کوئی چیز حائل ہو، ۱۲ ص۔

فَصَلَّى إِلَى جَدَارٍ ①: جدر کہتے ہیں کھیت کے ارد گرد مختصر سی دیوار چاروں طرف اٹھا دیے ہیں جس کو ڈول کہتے ہیں۔

مضمون حدیث یہ ہے کہ ہم حضور ﷺ کیساتھ ذبیحۃ اذاحز کے راستے سے گزرتے ہوئے جا رہے تھے کہ نماز کا وقت آگیا تو حضور ﷺ نے ایک کھیت کی ڈول کے سامنے کھڑے ہو کر نماز پڑھائی یعنی اس ڈول کو سترہ بنایا، آپ ﷺ کے پیچھے ہم کھڑے ہو گئے تو ایک بکری کا بچہ آیا جو آپ ﷺ کے سامنے سے گزنا چاہتا تھا، تو آپ ﷺ اس کو ہٹاتے رہے اور آگے بڑھتے رہے یہاں تک کہ آپ ﷺ کا بطن اس ڈول سے مل گیا، غرضیکہ آپ ﷺ نے اس بکری کو اپنے آگے سے گزرنے نہ دیا تو وہ آپ ﷺ کے یا ڈول کے پیچھے سے گزری۔

مطابقة الحديث للترجمة: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام کا سترہ ہی قوم کا سترہ ہے قوم کو الگ سترہ کی حاجت نہیں، اس لئے کہ اس حدیث میں امام کے سترہ کا تو ذکر کرتے اور قوم کے سترہ کا کوئی ذکر اور ثبوت نہیں ہے، اور دوسری بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ خود امام قوم کا سترہ نہیں جیسا کہ مالکیہ کہتے ہیں کیونکہ حضور ﷺ نے اس بکری کو اپنے سامنے سے تو گزرنے نہیں دیا اور اس کی پرادہ نہ فرمائی کہ قوم کے سامنے سے گزر جائے، حالانکہ اگر خود امام قوم کا سترہ ہوتا تو پھر صف اول سے اس بکری کا گزرنا قوم کے لئے مضر ہوتا۔

٧٠٩- حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بْنُ حَرْبٍ، وَحَفْصُ بْنُ غُمَرٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ الْحَزَّارِ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «كَانَ يُصَلِّي فَذَهَبَ جَدْيٌ يَمْشِي بَيْنَ يَدَيْهِ فَجَعَلَ يَتَّقِيهِ».

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نماز پڑھ رہے تھے اور بکری کا بچہ سامنے سے گزرنے لگا تو آپ ﷺ اس کو گزرنے سے روکتے رہے۔

سنن أبي داود - الصلاة (٧٠٩) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٩٥٣) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٤٧/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٣٤١/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٣٤٣/١)

١١٣ - بَابُ مَنْ قَالَ الْمَرْأَةُ لَا تَقْطَعُ الصَّلَاةَ

باب ہے عورت کے گزرنے سے نماز کے فساد نہ ہونے کے بیان میں

٧١٠- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ ابِرَاهِيمَ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: "كُنْتُ بَيْنَ يَدَيْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ الْقَبِيلَةِ - قَالَ شُعْبَةُ: أَحْسِبُهَا قَالَتْ: وَأَنَا خَائِضٌ - " قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَذَا الزُّهْرِيُّ، وَعَطَاءٌ، وَأَبُو بَكْرِ بْنُ حَفْصٍ، وَهَشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، وَغَيْرُكَ بْنُ مَالِكٍ، وَأَبُو الْأَسْوَدِ، وَتَمِيمُ بْنُ سَلَمَةَ، كُلُّهُمْ عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، وَابِرَاهِيمَ، عَنْ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ، وَأَبُو الصَّبْحِيِّ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ، وَالْقَاسِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ وَأَبُو سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ لَمْ

① میل اختلاف نسخ ہے، یحییٰ عبد الحمید کے نسخہ میں جدار ہے، اور شیخ عوامہ کے نسخہ میں جدر ہے، جس کی طرف شیخ عوامہ نے حاشیہ میں اشارہ کیا ہے۔

يَنْكُرُوا: «وَأَنَا حَائِضٌ».

ترجمہ

حضرت عائشہ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ اور قبلہ کے درمیان ہو گئی (لیٹی ہوئی) شعبہ فرماتے ہیں اور میرا خیال ہے انہوں نے فرمایا کہ اور میں حالت حیض میں ہوتی۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں اس حدیث کو زہری، عطاء، ابو بکر بن حفص، ہشام بن عروہ، عراق بن مالک، ابو الاسود اور تمیم بن سلمہ سب نے عروہ سے انہوں نے عائشہ سے نقل کیا ہے اور ابراہیم نے اسود سے اور انہوں نے عائشہ سے روایت کی ہے اور ابو النخعی راوی نے مسروق سے وہ عائشہ سے نقل کرتے ہیں اور قاسم بن محمد اور ابو سلمہ عائشہ سے روایت کرتے ہیں اور ان سب راویوں نے وَأَنَا حَائِضٌ کے الفاظ ذکر نہیں کیے۔

شرح

صحیح البخاری - الصلاة (۳۷۵) صحیح البخاری - الصلاة (۴۹۰) صحیح البخاری - الصلاة (۴۹۱) صحیح البخاری - الصلاة (۴۹۲) صحیح البخاری - الصلاة (۴۹۳) صحیح البخاری - الصلاة (۴۹۷) صحیح مسلم - الصلاة (۵۱۲) سنن النسائي - الطهارة (۱۶۷) سنن النسائي - القبلة (۷۵۵) سنن النسائي - القبلة (۷۵۹) سنن ابی داؤد - الصلاة (۷۱۰) موطأ مالک - النداء للصلاة (۲۵۸) سنن الدارمی - الصلاة (۱۴۱۳)

شرح الحديث

اس باب میں مصنف نے حضرت عائشہ کی وہ مشہور حدیث ذکر فرمائی ہے جو صحیحین میں بھی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ میں حجرہ شریفہ میں آپ ﷺ کے سامنے لیٹی رہتی تھی جب کہ آپ ﷺ رات میں تہجد کی نماز ادا فرماتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ عورت کا مصلی کے سامنے جب لیٹنا بھی قاطع صلاۃ نہیں حالانکہ اس میں فتنہ کا اندیشہ زائد ہے تو اس کا مرد بطریق اولیٰ قاطع صلاۃ نہ ہوگا، جو لوگ قطع کے قائل ہیں وہ اس کے مختلف جوابات دیتے ہیں، ایک یہ کہ واقعہ حال اعموم لہا کے قبل سے ہے گویا حضور ﷺ کی خصوصیت ہے، یا یہ کہ قطع کی روایت مطلق ہے اور حضرت عائشہ کی یہ حدیث مقید ہے زوجہ کے ساتھ اور بعض نے اعتراض اور مرد کا فرق کیا ہے کہ سامنے ہونا قاطع نہیں مرد قاطع ہے ①۔

۷۱۱

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «كَانَ يُصَلِّي صَلَاتَهُ مِنَ اللَّيْلِ وَهِيَ مُعْتَزَّةٌ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ رَاكِدَةً عَلَى الْفَرَّاشِ الَّذِي يَرْتَدُّ عَلَيْهِ، حَتَّى إِذَا أَرَادَ أَنْ يُؤْتِرَ أَنْقَضَهَا فَأَوْتَرَتْ».

ترجمہ

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رات کے وقت تہجد پڑھ رہے ہوتے اور خود حضرت عائشہ نے کہا آپ ﷺ اور قبلہ کے درمیان لیٹی ہوتی تھیں اسی بستر پر جس پر آپ ﷺ لیٹے ہوتے تھے پھر جب آپ وتر ادا کرنا چاہتے تو حضرت عائشہ کو بھی بیدار کرتے وہ بھی اٹھ کر وتر ادا فرماتیں۔

شرح

صحیح البخاری - الصلاة (۳۷۵) صحیح البخاری - الصلاة (۴۹۰) صحیح البخاری - الصلاة (۴۹۱) صحیح البخاری - الصلاة (۴۹۲) صحیح البخاری - الصلاة (۴۹۳) صحیح البخاری - الصلاة (۴۹۷) صحیح مسلم - الصلاة (۵۱۲) سنن النسائي - الطهارة (۱۶۶) سنن النسائي - القبلة (۷۵۵) سنن النسائي - القبلة (۷۵۹) سنن ابی داؤد - الصلاة (۷۱۱) موطأ مالک - النداء للصلاة (۲۵۸) سنن الدارمی - الصلاة (۱۴۱۳)

۷۱۲- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، قَالَ: سَمِعْتُ الْقَاسِمَ، يُحَدِّثُ عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: بَشَعْنَا عَدْلُكُمُونَا بِالْحِمَارِ وَالْكَلْبِ لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ «يُصَلِّي وَأَنَا مُعْتَرِضَةٌ بَيْنَ يَدَيْهِ فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَسْجُدَ غَمَزَ بِرِجْلَيْهِ فَصَمَّعْتُهَا إِلَيَّ، ثُمَّ يَسْجُدُ».

عبداللہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے قاسم سے حضرت عائشہ کی حدیث سنی کہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ بہت ہی بُرا کیا کہ تم لوگوں نے ہمیں یعنی عورتوں کو گدھوں، کتوں کے برابر قرار دیدیا حالانکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور میں آپ ﷺ کے سامنے لیٹی ہوئی اور جب آپ ﷺ سجدہ میں پہنچتے تو میرے پاؤں کو دباتے پھر میں اپنے پاؤں اپنی طرف سکیڑ لیتی تھی پھر آپ ﷺ سجدہ کرتے۔

صحیح البخاری - الصلاة (۳۷۵) صحیح البخاری - الصلاة (۴۹۰) صحیح البخاری - الصلاة (۴۹۱) صحیح البخاری - الصلاة (۴۹۲) صحیح البخاری - الصلاة (۴۹۳) صحیح البخاری - الصلاة (۴۹۷) صحیح مسلم - الصلاة (۵۱۲) سنن النسائي - الطهارة (۱۶۷) سنن النسائي - الطهارة (۱۶۸) سنن النسائي - القبلة (۷۵۵) سنن النسائي - القبلة (۷۵۹) سنن ابی داؤد - الصلاة (۷۱۲) موطأ مالک - النداء للصلاة (۲۵۸) سنن الدارمی - الصلاة (۱۴۱۳)

قوله: عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: بَشَعْنَا عَدْلُكُمُونَا بِالْحِمَارِ وَالْكَلْبِ. جو لوگ مرد مرآة کو قاطع صلاۃ

مانتے ہیں حضرت عائشہ ان کا شکوہ کر رہی ہیں کہ تم لوگوں نے ہمیں یعنی عورتوں کو گدھوں کتوں کے برابر قرار دیدیا۔

۷۱۲- حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ النَّضْرِ، حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَمَّا قَالَتْ: «كُنْتُ أَكُونُ نَائِمَةً وَرَجُلَايَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ، فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَسْجُدَ غَمَزَ بِرِجْلَيْهِ فَصَمَّعْتُهَا فَسَجَدَ».

حضرت عائشہ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں سوزی تھی اور میرے دونوں پاؤں حضور ﷺ کے سجدہ کی جگہ ہوتے جس وقت کہ آپ ﷺ تہجد کی نماز پڑھتے جب آپ سجدہ میں پہنچتے تو میرے پاؤں پر مارتے میں اپنے دونوں پاؤں سمیٹ لیتی پھر آپ ﷺ سجدہ فرما لیتے۔

صحیح البخاری - الصلاة (۳۷۵) صحیح البخاری - الصلاة (۴۹۰) صحیح البخاری - الصلاة (۴۹۱) صحیح البخاری - الصلاة (۴۹۲) صحیح البخاری - الصلاة (۴۹۳) صحیح البخاری - الصلاة (۴۹۷) صحیح مسلم - الصلاة (۵۱۲) سنن النسائي - الطهارة (۱۶۷) سنن النسائي - الطهارة (۱۶۸) سنن النسائي - القبلة (۷۵۵) سنن النسائي - القبلة (۷۵۹) سنن ابی داؤد - الصلاة (۷۱۲) موطأ مالک - النداء للصلاة (۲۵۸) سنن الدارمی - الصلاة (۱۴۱۳)

قوله: وَرَجُلَايَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: حضور ﷺ حجرہ شریف میں رات میں جس وقت تہجد کی نماز پڑھتے تھے تو حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ اس وقت میرے پاؤں حضور ﷺ کے سامنے سجدہ کی جگہ ہوتے۔ تھے، جب آپ ﷺ سجدہ میں پہنچتے تھے تو میرے پاؤں کو دباتے پھر میں اپنے پاؤں سکیڑ لیتی تھی، یہاں پر بظاہر بے ادبی کا شبہ ہوتا ہے،

جواب یہ ہے کہ اول تو حجرہ شریفہ میں تنگی تھی، دوسرے یہ عائشہؓ آپ کی زوجہ محترمہ ہیں زوجین میں کمال الفت و محبت اور بے تکلفی ہوتی ہی چاہئے یہ خلاف ادب نہیں، نیز اس زمانہ میں رات میں چراغ روشن نہیں ہوتے تھے، حجرہ میں اندھیر ہوتا تھا، چنانچہ بعض روایات میں خود حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: الْبُيُوتُ يَوْمَئِذٍ لَيْسَ فِيهَا مَصَابِيحٌ^۱ لہذا بے ادبی کی ہیئت نہ ہوتی۔

۷۱۴ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشِيرٍ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَحَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ - وَهَذَا الْقُطْلُ - عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهَا قَالَتْ: «كُنْتُ أَبَاوَأَنَا مُعْتَرِضَةً فِي قُبْلَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيُصَلِّي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أَمَامَهُ إِذَا أَرَادَ أَنْ يُوتِرَ» رَأَى عُثْمَانُ: «عَمَرَنِي» ثُمَّ اتَّفَقَا فَقَالَ: «تَكْخِي».

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں سورہی ہوتی اور رسول اللہ ﷺ کے قبلہ کی جگہ میں عرضا لیں ہوتی (جنازہ کی طرح) اس طرح آپ ﷺ نماز ادا فرماتے کہ میں آپ کے آگے لیٹی ہوتی جب آپ وتر پڑھنے کا ارادہ فرماتے عثمان راوی نے یہ اضافہ کیا تو مجھے اشارہ فرماتے پھر آگے دونوں راویوں کا اتفاق ہے کہ پھر آپ فرماتے ایک طرف کو ہو جاؤ۔

صحیح البخاری - الصلاة (۳۷۵) صحیح البخاری - الصلاة (۴۹۰) صحیح البخاری - الصلاة (۴۹۱) صحیح البخاری - الصلاة (۴۹۲) صحیح البخاری - الصلاة (۴۹۳) صحیح البخاری - الصلاة (۴۹۷) صحیح مسلم - الصلاة (۵۱۲) سنن النسائي - الطهارة (۱۶۶) سنن النسائي - الطهارة (۱۶۷) سنن النسائي - الطهارة (۱۶۸) سنن النسائي - القبلة (۷۵۵) سنن النسائي - القبلة (۷۵۹) سنن ابی داؤد - الصلاة (۷۱۴) موطأ مالک - النداء للصلاة (۲۵۸) سنن الدارمی - الصلاة (۱۴۱۳)

قولہ: فَقَالَ: «تَكْخِي» یہ وہاں مومنٹ حاضر امر کا صیغہ ہے یعنی ایک طرف کو ہو جاؤ، اور مطلب یہ ہے کہ ایک طرف ہو کر وتر کی نماز پڑھ لو، جیسا کہ بعض دوسری روایات میں ہے کہ آپ ﷺ تہجد کی نماز سے سلام پھیرنے کے بعد جب وتر کا ارادہ فرماتے تو ان کو بھی بیدار فرماتے تاکہ وہ بھی وتر پڑھ لیں، پہلی روایات میں جو غمزہ جل کا ذکر ہے وہ تو نماز کی حالت میں تھا، اور یہ نماز سے فارغ کے بعد کا، ورنہ نماز میں کلام کہاں جائز ہے۔

۱۱۴ - بَابُ مَنْ قَالَ: الْجَمَاعَةُ لَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ

باب ہے گدھے کے گزرنے سے نماز کے فاسد نہ ہونے کے بیان میں

۷۱۵ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُثَيْبِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: جِئْتُ عَلَى حَمَّارٍ، ح وَحَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ ابْنِ شَهَابٍ، عَنْ عُثَيْبِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: أَقْبَلْتُ بِرَاكِبًا عَلَى آتَانٍ وَأَنَا يَوْمَئِذٍ قَدْ نَاهَزْتُ الْإِخْلَامَ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِالنَّاسِ يَمِينِي «فَمَرَرْتُ

بَيْنَ يَدَيَّ بَعْضِ الصَّفِّ فَذَلِكُمْ فَأَرْسَلْتُ الْكَافَّكَ تَزَوَّجَ وَدَخَلَ فِي الصَّفِّ» فَلَمْ يَكُ ذَلِكَ أَحَدًا، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَذَا الْقَوْلُ الْقَعْنَبِيُّ، وَهُوَ أَثَمُّ، قَالَ مَالِكٌ: وَأَنَا أَرَى ذَلِكَ وَاسِعًا إِذَا قَامَتِ الصَّلَاةُ.

عبد اللہ بن عبد اللہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک گدھے پر سوار ہو کر آیا اور عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہؓ کی دوسری سہ کے ساتھ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ گدھی پر سوار ہو کر آیا اور اس وقت قریب البلوغ تھا اور رسول اللہ ﷺ منیٰ میں لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے تو میں ایک صف کے آگے سے گزرا اور پھر گدھی سے اتر کر اسے چرنے کے لئے وہیں چھوڑ دیا اور خود صف میں آکر شامل ہو گیا مگر کسی نے مجھے نہ ٹوکا، امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ یہ الفاظ قعنبی استاد کے ہیں اور یہ حدیث زیادہ مکمل ہے اور امام مالک فرماتے ہیں کہ میں اس (گدھے) کے گزرنے کو حالت نماز میں مفید صلاۃ نہیں سمجھتا۔

صحیح البخاری - العلم (۷۶) صحیح البخاری - الصلاة (۴۷۱) صحیح البخاری - الاذان (۸۲۳) صحیح البخاری - الحج (۱۷۵۸) صحیح البخاری - المغازی (۴۱۵۰) صحیح مسلم - الصلاة (۵۰۴) جامع الترمذی - الصلاة (۳۳۷) سنن النسائی - القبلة (۷۵۲) سنن النسائی - القبلة (۷۵۴) سنن ابی داؤد - الصلاة (۷۱۵) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۹۴۷) مسند أحمد - من مسند بنی ہاشم (۲۱۹/۱) مسند أحمد - من مسند بنی ہاشم (۲۶۴/۱) مسند أحمد - من مسند بنی ہاشم (۳۲۷/۱) مسند أحمد - من مسند بنی ہاشم (۳۴۲/۱) مسند أحمد - من مسند بنی ہاشم (۳۶۵/۱) موطأ مالک - البداء للصلاة (۳۶۹) سنن الدارمی - الصلاة (۱۴۱۵)

قوله: يُصَلِّي بِالنَّاسِ بِمَعْنَى: بخاری کی روایت میں بھی اسی طرح ہے، اور مسلم کی ایک روایت میں بعض کے بجائے يَعْرِفُ ہے، امام نوویؒ کی رائے تعدد واقعہ کی ہے^①، اور حافظ کہتے ہیں کہ مخرج حدیث کے اتحاد کیساتھ تعدد خلاف اصل ہے، بلکہ یہ کہا جائے کہ دوسری روایت شاذ ہے^②۔

شرح حدیث میں امام بخاری اور بیہقی کی رائے کا اختلاف: بخاری کی ایک روایت میں یہاں پر ایک زیادتی ہے اِلَى غَيْرِ جَدِّهِ^③ یعنی آپ ﷺ منیٰ میں نماز پڑھا رہے تھے بغیر کسی دیوار اور سترہ کے، اس جملہ کا امام بیہقی نے یہی مطلب لیا ہے، چنانچہ انہوں نے اس پر ترجمہ قائم کیا ہے بَابُ مَنْ صَلَّى إِلَى غَيْرِ مَسْتَوَّةٍ، اور امام بخاری کا ترجمہ اس کے خلاف ہے بَابُ مَسْتَوَّةٍ الْإِمَامِ مَسْتَوَّةٍ لِمَنْ خَلْفَهُ، لہذا اس ترجمہ کے پیش نظر حدیث کا مطلب ہو گا کہ جدار کے علاوہ کسی اور چیز کا سترہ بنا کر اس کی طرف نماز پڑھ رہے تھے۔

قوله: فَمَرَّ بَيْنَ يَدَيَّ بَعْضِ الصَّفِّ: اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں اول یہ کہ مقتدی کے سامنے سے گزرنے میں کوئی

① دھو یصلی بمنیٰ ولی رواۃ بعرفة وهو محمول علی اھما قضیتان (المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج ج ۴ ص ۲۲۲)

② فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۱ ص ۵۷۲

③ صحیح البخاری - ابواب سترۃ الصلی - باب سترۃ الإمام مسترۃ من خلفه ۴۷۶

مضانقہ نہیں، امام اور اس کے سترہ کے درمیان میں کو گزرتا مضطر ہے، دوسرے یہ کہ مرد و حمار قاطع صلاۃ نہیں۔

قوله: قَالَ خَالِثٌ: وَأَنَا أَمَرْتُ ذَلِكَ وَأَسْعَا إِذَا قَامَتِ الصَّلَاةُ: اس جملہ کی جو شرح بذل میں لکھی ہے یعنی مرد و حمار کا

قاطع صلاۃ نہ ہونا^۱، اس میں تسامح ہے، اس مطلب میں إِذَا قَامَتِ الصَّلَاةُ ظاہر ہے جوڑ ہے، اور صحیح مطلب اس کا یہ ہے کہ نماز شروع ہونے کے بعد صف میں شامل ہونے کے لئے صفوف کے پیچھے کو اگر کوئی راستہ نہ ہو تو صف کے آگے سے گزر سکتے ہیں، اس مطلب کی تعیین خود موطا مالک سے ہوتی ہے، ابن رسلان اور صاحب منہل نے بھی یہی مطلب لکھا ہے^۲۔

۷۱۶ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ مَنصُورٍ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ الْجَزَّارِ، عَنْ أَبِي الصَّهْبَاءِ، قَالَ: تَذَاكُرْنَا مَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ، فَقَالَ: «جِئْتُ أَنَا وَعَلَامٌ مِنْ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ عَلَى حَبَابٍ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي، فَذُلَّ وَتَوَلَّى وَتَوَلَّى كُنَّا الْحَبَابَ أَمَامَ الصَّفِّ، فَمَا بَالَاكَ وَجَاءَتْ جَارِيَتَانِ مِنْ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، فَذَخَلْنَا بَيْنَ الصَّفِّ وَمَا بَالِي ذَلِكَ».

ابو صہباء فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت ابن عباس کے سامنے نماز کو فاسد کرنے والی چیزوں کا تذکرہ کیا تو ابن عباس فرماتے گئے کہ ایک مرتبہ میں اور ایک لڑکا بنو عبد المطلب کا (یہ فضل بن عباس ہیں) ایک گدھے پر سوار ہو کر آئے اس وقت آپ ﷺ نماز ادا فرما رہے تھے وہ لڑکا اور میں گدھے سے اتر گئے اور اس کو صف کے آگے ہی چھوڑ دیا اور اس کے صف کے آگے گزرنے کی آپ ﷺ نے کوئی پرواہ نہ کی پھر بنو عبد المطلب کی دو لڑکیاں آئیں اور صف کے درمیان گھس گھس گئیں آپ ﷺ نے ان کی بھی پرواہ نہ کی۔

۷۱۷ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَدَاوُدُ بْنُ كَثِيرٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنصُورٍ، بِهَذَا الْحَدِيثِ بِإِسْنَادِهِ قَالَ: فَجَاءَتْ جَارِيَتَانِ مِنْ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اقْتَمَلَتَا فَأَخَذَ هُمَا قَالِ عُثْمَانُ: فَفَرَّغَ بَيْنَهُمَا، وَقَالَ دَاوُدُ: فَذَرَعَ إِحْدَاهُمَا عَنِ الْأُخْرَى فَمَا بَالِي ذَلِكَ.

جریر منصور کے واسطے سے اس حدیث کو اسی گزشتہ حدیث کی سند سے روایت کرتے ہیں جریر نے کہا کہ بنی عبد المطلب کی دو لڑکیاں لڑتی ہوئیں آپ ﷺ نے ان کو پکڑ لیا عثمان کہتے ہیں کہ پھر ان کو جدا کیا اور استاد داؤد فرماتے ہیں ایک کو دوسری سے الگ کیا اور ان لڑکیوں کے نماز کے سامنے سے گزری کی کوئی پرواہ نہ فرمائی۔

صحیح البخاری - العلم (۷۶) صحیح البخاری - الصلاة (۴۷۱) صحیح البخاری - الأذان (۸۲۳) صحیح البخاری - الحج (۱۷۵۸) صحیح البخاری - المغازی (۴۱۵۰) صحیح مسلم - الصلاة (۵۰۴) جامع الترمذی - الصلاة (۳۳۷) سنن النسائی - القبلة

۱ بدل المجہود فی حل أبي داود - ج ۴ ص ۳۹۰

۲ بدل المجہود فی حل أبي داود - ج ۴ ص ۳۹۰ و المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود - ج ۵ ص ۱۱۲

(۷۵۲) سنن النسائي - القبلة (۷۵۴) سنن ابی داؤد - الصلاة (۷۱۶) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۹۴۷) مسند أحمد - من مسند
 بی ہاشم (۲۱۹/۱) مسند أحمد - من مسند بی ہاشم (۲۶۴/۱) مسند أحمد - من مسند بی ہاشم (۳۲۷/۱) مسند أحمد - من مسند بی
 ہاشم (۳۴۲/۱) مسند أحمد - من مسند بی ہاشم (۳۶۵/۱) موطأ مالک - انداء للصلاة (۳۶۹) سنن الدارمی - الصلاة (۱۴۱۵)

۱۱۵۔ باب مَنْ قَالَ: الْكَلْبُ لَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ

باب کتے کے گزرنے سے نماز کے فاسد نہ ہونے کے بیان میں

۷۱۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبٍ بْنُ اللَّيْثِ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ جَدِّي، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ
 عَلِيٍّ، عَنْ عَبَّاسِ بْنِ عُثَيْدٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: أَتَانَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَحْنُ فِي بَادِيَةِ لَنَا
 وَمَعَهُ عَبَّاسٌ، «فَصَلَّى فِي صَحْرَاءَ لَيْسَ بَيْنَ يَدَيْهِ شَجَرَةٌ وَحِجَابٌ لَنَا، وَكَلْبَةٌ تَعْبَثَانِ بَيْنَ يَدَيْهِ فَمَا بَالِي ذَلِكَ».

حضرت فضل بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت عباسؓ کے ساتھ ہمارے پاس
 تشریف لائے اور ہم اس وقت اپنی کھلی جگہ (دیکھی ماحول) میں تھے پھر آپ ﷺ نے صحراء میں نماز پڑھی کہ آپ ﷺ کے
 آگے کوئی ستر نہ تھا اور ہماری گدھی اور کتیا حضور ﷺ کے آگے کھیلتی پھر رہی تھیں مگر آپ ﷺ نے ان کی پرواہ نہ کی۔

سنن النسائي - القبلة (۷۵۳) سنن ابی داؤد - الصلاة (۷۱۸)

شرح الحدیث
 شروع میں مصنف نے ایک حدیث ذکر کی تھی جس میں تین چیزوں کا قاطع صلاۃ ہونا مذکور تھا، مرآۃ حمار،
 کلب، مصنف نے ان تینوں پر الگ باب باندھ کر ان کا قاطع نہ ہونا ثابت کر دیا۔

۱۱۶۔ باب مَنْ قَالَ: لَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ شَيْءٌ

باب کسی بھی چیز کے گزرنے سے نماز کے فاسد نہ ہونے کے بارے میں

آخر میں اس سلسلہ کا یہ ایک ایسا باب لائے جو سب قسموں کو عام اور جامع ہے۔

۷۱۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَبِي الْوَدَّاءِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ شَيْءٌ وَادْعُوا مَا اسْتَطَعْتُمْ فَإِنَّهُ هُوَ شَيْطَانٌ».

ابو سعیدؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نماز کسی بھی چیز کے گزرنے سے فاسد نہیں
 ہوتی البتہ جتنا ممکن ہو تم اپنے آگے آنے والی چیز کو ہٹاتے رہو اس لیے کہ وہ شیطان ہے۔

صحیح البخاری - الصلاة (۴۸۷) صحیح البخاری - بدو الخلق (۳۱۰۶) صحیح مسلم - الصلاة (۵۰۵) سنن النسائي - القبلة (۷۵۷)
 سنن النسائي - القسامة (۴۸۶۲) سنن ابی داؤد - الصلاة (۷۱۹) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۹۵۴) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين
 (۳۴/۳) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۴۴/۳) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۴۹/۳) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۵۷/۳)

احمد - باقی مسند الکثرین (۶۳/۳) مسند احمد - باقی مسند الکثرین (۹۳/۳) موطأ مالک - الذیاء للصلاة (۳۶۴) سنن الدارمی - الصلاة (۱۴۱۱)
 ۷۲۰ - حَدَّثَنَا مُسَدُّو، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدُ بْنُ زِيَادٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ، حَدَّثَنَا أَبُو الْوَدَّاءِ، قَالَ: مَرَّ شَابٌّ مِنْ قُرَيْشٍ بَيْنَ يَدَيِ
 أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، وَهُوَ يُصَلِّي فَنَدَعَهُ ثُمَّ عَادَ فَنَدَعَهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ: إِنَّ الصَّلَاةَ لَا يَقْطَعُهَا شَيْءٌ وَلَكِنْ، قَالَ
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «ادْعُوا مَا اسْتَطَعْتُمْ فَإِنَّهُ شَيْطَانٌ»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «إِذَا تَنَازَعَ الْخَبْرَانِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُظِرَ إِلَى مَا عَمِلَ بِهِ أَصْحَابُهُ مِنْ بَعْدِهِ».

ابو الوداء کہ فرماتے ہیں کہ ایک قریشی نوجوان ابو سعید خدریؓ کے آگے سے گزرا اس وقت جبکہ وہ نماز میں
 تھے تو انہوں نے اس کو ہٹایا وہ پھر آگیا انہوں نے پھر ہٹایا تین مرتبہ اسی طرح ہوا پھر جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمانے لگے
 کہ نماز کو کوئی (آگے سے گزرے والی) چیز فاسد نہیں کرتی لیکن رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم سے جتنا ممکن ہے اسے
 ہٹانے کی کوشش کرو اس لیے کہ وہ گزرنے والا شیطان ہے۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ جب احادیث مرفوعہ میں اختلاف
 ہو جائے تو آثار صحابہ اور ان کے بعد والے علماء کے طرز عمل کو دیکھنا چاہئے۔

صحیح البخاری - الصلاة (۴۸۷) صحیح البخاری - بدء الخلق (۳۱۰۱) صحیح مسلم - الصلاة (۵۰۵) سنن
 النسائی - القبلة (۷۵۷) سنن النسائی - القسامة (۴۸۶۲) سنن ابی داؤد - الصلاة (۷۲۰) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۹۵۴)
 مسند احمد - باقی مسند الکثرین (۳۴/۳) مسند احمد - باقی مسند الکثرین (۴۴/۳) مسند احمد - باقی مسند الکثرین (۴۹/۳) مسند احمد
 - باقی مسند الکثرین (۵۷/۳) مسند احمد - باقی مسند الکثرین (۶۳/۳) مسند احمد - باقی مسند الکثرین (۹۳/۳) موطأ مالک - الذیاء
 للصلاة (۳۶۴) سنن الدارمی - الصلاة (۱۴۱۱)

شرح الحدیث قولہ: مَرَّ شَابٌّ مِنْ قُرَيْشٍ بَيْنَ يَدَيِ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ: یہ وہی حدیث ہے جس کا کچھ حصہ
 پہلے باب مَا يُؤْتِي مَرَّ الْمُصَلِّي أَنْ يَدْرَأَ عَنِ التَّمَرِّ بَيْنَ يَدَيْهِ کے ذیل میں گزر چکا، مصنفؒ نے اس کا کچھ حصہ وہاں ذکر کر دیا اور کچھ
 یہاں، پوری روایت بخاری^۱ اور مسلم^۲ میں موجود ہے۔

قولہ: قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «إِذَا تَنَازَعَ الْخَبْرَانِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُظِرَ إِلَى مَا عَمِلَ بِهِ أَصْحَابُهُ مِنْ بَعْدِهِ»:
 مصنفؒ یہ ایک اصولی بات بیان فرما رہے ہیں کہ جس مسئلہ میں احادیث مرفوعہ متعارض ہوں تو وہاں آثار صحابہ اور ان کے طرز
 عمل کو دیکھنا چاہئے، حضرت بڈل میں تحریر فرماتے ہیں کہ عمل صحابہ میں نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بغض وہ صحابہ جو قطع
 صلاۃ کے راوی ہیں جیسے ابن عباسؓ، ابن عمرؓ، عائشہؓ، یہ حضرات خود ان اشیاء کے مرور سے قطع صلاۃ کے قائل نہیں، چنانچہ یہی اور

۱ صحیح البخاری - أبواب سترة المصلي - باب يرد المصلي من مربيين يديه ۴۸۷

۲ صحیح مسلم - کتاب الصلاة - باب منع الماربين يدي المصلي ۵۰۵

۳ بیعت اسی طرح کی عبارت مصنفؒ اس کتاب میں ایک دو جگہ اور لائے ہیں مثلاً کتاب الحج میں صید محرم کی روایات مختلفہ کے ذیل میں باب لحم الصيد
 للخبير (مقدم الحدیث ۱۸۵۱) میں فرماتے ہیں قَالَ أَبُو دَاوُدَ: إِذَا تَنَازَعَ الْخَبْرَانِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُظِرَ إِلَى مَا أَخَذَ بِهِ أَصْحَابُهُ، ۱۲۔

طحاوی^① کی ایک روایت میں ہے ابن عباسؓ سے مسئلہ پوچھا گیا کہ مرآۃ وحار و کلب قاطع صلاۃ ہیں تو انہوں نے جواب دیا **لَیْسَ بِیْہِ یَضَعُ الدُّلْمَ الطَّیْبَ وَالْعَمَلَ الصَّالِحَ یُزْفَعُ**^② یعنی نماز ایک عمل صالح ہے جس کو فرشتے آسمان پر فوراً اٹھا کر لجاتے ہیں بجا یہ اشیاء کہیں نماز کے رفع سے مانع ہو سکتی ہیں، اسی طرح حضرت ابن عمرؓ سے بھی عدم قطع صلاۃ کا فتویٰ منقول ہے، ایسے ہی حضرت عائشہؓ سے عورت کے غیر قاطع ہو نیکی روایت موجود ہے، آگے حضرت تحریر فرماتے ہیں کہ اس کے علاوہ اور جن بہت سے صحابہ سے قطع صلاۃ کی روایات مروی ہیں اس سے یہ لازم نہیں آتا ان کا مذہب قطع صلاۃ ہی ہو بلکہ قطع صلاۃ سے مراد ان کے نزدیک قطع خشوع ہو جیسا کہ جمہور علماء فرماتے ہیں^③، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

یہاں تک پہنچ کر بذیل المجہود کی جلد اول پوری ہو گئی۔

أَبْوَابُ تَقْرِیْعِ اسْتِفْتَا حِ الصَّلَاةِ

استفتاح صلاۃ کے متعلق کا بیان

مصنف کی عادت: میں پہلے بھی بیان کر چکا ہوں کہ مصنف "تقریع" کا لفظ بکثرت استعمال فرماتے ہیں، ہر مصنف کی ایک خاص اداء اور طرز تعبیر ہوتا ہے۔

جس طرح تحریر میں مضامین مرتب ہوتے ہیں اسی طرح ہر مصنف کے ذہن میں ابواب اور مضامین کی ایک خاص ترتیب پہلے سے ہوتی ہے جس کے مطابق وہ تصنیف لکھتا ہے، تو تقریع کا مطلب یہ ہوا کہ مصنف کی ذہنی ترتیب کے اعتبار سے (بلکہ خارجی بھی) آیوالے ابواب گزشتہ ابواب پر متفرع ہو رہے ہیں، اور یا یہ کہے کہ تقریع ماخوذ ہے فرع سے جس کی جمع فروغ آتی ہے فروغ کہتے ہیں مسائل جزئیہ کو، کہا جاتا ہے فروغ من هذا الأصل مسائل فتفرعت ہی استخرجت^④، تو مطلب یہ ہوا افتتاح صلاۃ سے لیکر اختتام صلاۃ تک کے مسائل کا استخراج یعنی احادیث نبویہ سے، اسی کی تخصیص نہیں بلکہ مصنف کا مقصد تمام ہی ابواب اور کتب سے استخراج فروغ و مسائل ہے۔

استفلاح صلاۃ یعنی نماز کو شروع کرنا، یہاں سے نماز کی داخلی چیزوں کا بیان شروع ہو رہا ہے اور اب تک نماز سے متعلق ان احکام کا بیان تھا جو خارجی ہیں۔

اب یہاں سے مصنف "نماز کا مکمل طریقہ از ابتداء تا انتہاء" تکبیر تحریمہ سے لیکر سلام تک آیوالے ابواب میں بیان کرنا چاہ رہے

① شرح مسانی الآثار، رقم الحدیث ۲۶۴۱ (ج ۱ ص ۴۵۹)، السنن البکری للبیہقی، رقم الحدیث ۳۵۱۴ (ج ۲ ص ۳۹۵-۳۹۶)۔

② اس کی طرف چڑھتا ہے کلام سحر اور کام نیک اس کو اٹھالیتا ہے (سورۃ قلادہ ۱۰)۔

③ بذیل المجہود فی حل ابی داؤد - ج ۴ ص ۳۹۴-۳۹۵۔

④ عون المعبود شرح سنن ابی داؤد - ج ۴ ص ۲۴۔

ہیں، نماز کی اس مکمل کیفیت کے بیان کو فقہاء کرام بلکہ اکثر محدثین مصنفین بھی کتاب صفة الصلاة سے تعبیر کیا کرتے ہیں۔

۱۱۷۔ باب رفع الیدین فی الصلاة

رفع الیدین کرنے کا حکم

اوپر والا عنوان یعنی تفویع استفتاح الصلاة یہ عنوان کلی کے درجہ میں ہے، اور یہ باب اور آئندہ آئیوالے ابواب اس کلی کی جزئیات ہیں خوب سمجھ لیجئے۔

ترجمة الباب کی غرض: جانتا چاہئے کہ ترجمۃ الباب میں رفع الیدین مطلقاً ذکر فرمایا ہے یہ نہیں ظاہر فرمایا کہ نماز میں رفع الیدین، ترتیب کا تقاضا تو یہ ہے کہ مقصود بالبیان صرف رفع الیدین عند التحریم ہو کیونکہ رفع الیدین سے فارغ ہو کر مصنف نے آگے دعا استفتح کا باب قائم کیا ہے، مگر چونکہ اس باب کی احادیث میں رفع عند الركوع وغیرہ بھی مذکور تھا، اس لئے مصنف نے جملہ مواضع رفع الیدین کو ایک ساتھ ہی بیان کر دیا ہے، اسی لئے دعا استفتح کے باب سے پہلے عدم رفع عند الركوع کا باب قائم کیا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ مصنف کی مراد یہاں پر رفع سے رفع عند التحریم والركوع وغیرہ سبھی ہے۔

رفع الیدین سے متعلق مباحث خمسہ: اب آپ رفع الیدین سے متعلق احکام و مسائل سنئے جو پانچ ہیں: ① مواضع الرفع، نماز میں رفع الیدین کتنی جگہ ہے، ② کیفیت الرفع، یعنی رفع الیدین کا طریقہ، ③ وقت الرفع، رفع الیدین تحریم سے پہلے ہونا چاہئے یا اس کے ساتھ، ④ منتهی الرفع، ہاتھ کہاں تک اٹھائے جائیں، ⑤ حکم الرفع، رفع الیدین کی حکم و مصالح۔

البحث الاول (مواضع الرفع): نماز میں رفع الیدین کہاں کہاں ہوتا ہے، ① المواضع الاول عند التحریم اس کی سنیت کے جمہور علماء قائل ہیں، شرح مہذب میں اس کے استحباب پر امت کا اجماع نقل کیا ہے ^(۱)، لیکن ابن حزم کے نزدیک یہ رفع فرض ہے بغیر اس کے نماز ہی صحیح نہ ہوگی دھو ہوا یہ عن الاوزاعی، لیکن امام مالک سے ایک روایت اس کے عدم استحباب کی ہے اور علامہ باغی نے بہت سے مالکیہ سے بھی عدم استحباب نقل کیا ہے، لیکن کتب مالکیہ میں استحباب کی تصریح ہے لہذا صحیح یہی ہے، اور بعض علماء نے فرقہ زیدیہ سے اس رفع کا عدم جواز نقل کیا ہے، کہا گیا ہے کہ یہ نقل صحیح نہیں ہے، الحاصل ائمہ ثلاثہ کے نزدیک یہ رفع سنت ہے اور یہی قول اصح امام مالک کا بھی ہے اور ابن حزم واوزاعی کے نزدیک فرض ہے، ② المواضع الثانی، رفع الیدین عند الركوع یعنی رکوع میں جاتے وقت اور اس سے اٹھتے وقت، اس کی سنیت کی صحابہ کرام کی ایک جماعت قائل ہے، جیسے ابن عمر، وجابر بن عبد اللہ، وأبو ہریرۃ، وأنس، وابن عباس، وعبد اللہ بن الزبیر، وغیرہم قالہ الترمذی فی جامعہ، نیز وہ فرماتے ہیں ومن التابعین: الحسن البصری، وعطاء، وطائس، ولجأہد، وکافع، وسالم بن عبد اللہ، وسعید بن جبیر،

وَعَزَّوَجَلَّ، اور ائمہ میں سے وہو یقولُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، وَالشَّافِعِيُّ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ قائل ہیں۔^①

اس کے بالقابل امام اعظم ابو حنیفہ، سفیان ثوری، ابراہیم نخعی، ابن ابی لیلیٰ اور صحابہ کرام و تابعین کی ایک جماعت اس رفع کے عدم استحباب کی قائل ہے، جیسے عبد اللہ بن مسعود، جابر بن سمرہ، براہ بن عازب، عبد اللہ بن عمر (بذل عن العینی^②)، اسی طرح امام طحاوی نے حضرت عمر کا عمل بھی ترک رفع ثابت کیا ہے، ابن بطلال مالکی نے بھی حضرت عمر کا عمل ترک رفع ثابت کیا ہے^③، ایسے ہی امام طحاوی نے حضرت علی کا عمل بھی عدم رفع ثابت کیا ہے، مولانا بدر عالم صاحب اس پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر ان دونوں (عمر و علی) سے رفع ثابت ہو تا تو امام ترمذی ان کا نام قائلین رفع میں ضرور ذکر کرتے^④۔

قائلین عدم رفع کے ذیل میں امام ترمذی فرماتے ہیں وہو یقولُ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالتَّابِعِينَ، وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، وَأَهْلِ الْكُوفَةِ^⑤، اور صاحب بدائع^⑥ نے ابن عباس سے عشرہ مبشرہ کا عمل بھی نقل کیا ہے، (لیکن انہوں نے اس کی سند نہیں بیان کی)^⑦۔

رفع یدین میں امام مالک کے مذهب کی تحقیق: اور امام مالک سے اس میں دو روایتیں ہیں، ابن القاسم کی روایت ان سے عدم رفع ہے اور ابن وہب و شہب وغیرہ کی روایت استحباب رفع کی ہے لیکن الشرح الکبیر میں علامہ درود نے صرف رفع عند التحریمہ کا استحباب ذکر کیا ہے اور رفع عند الرکوع کا عدم استحباب، یہ الشرح الکبیر مختصر خلیل کی شرح ہے اور مختصر خلیل فقہ مالکیہ کا ایک مشہور معتبر متن ہے، اسی طرح امام نووی نے شرح مسلم میں حنفیہ کا مذہب ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے و هو اشتهر الروایات عن مالک^⑧، ایسے ہی علامہ ابن رشد مالکی نے بدایۃ المجتہد میں لکھا ہے کہ امام مالک نے عمل اہل مدینہ کی بناء

① جامع الترمذی - کتاب الصلاة - باب رفع یدین عند الرکوع ۲۵۶

② عمدة القاری شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۲۷۲-۲۷۳، بذل المجہود فی حل ابی داود - ج ۴ ص ۴۰۰

③ فیض الباری علی صحیح البخاری - ج ۲ ص ۳۲۳

④ فیض الباری علی صحیح البخاری - ج ۲ ص ۳۲۴

⑤ جامع الترمذی - کتاب الصلاة - باب رفع یدین عند الرکوع ۲۵۷

⑥ بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ج ۱ ص ۲۰۷

امام اس کے برخلاف امام بیہقی نے حاکم سے نقل کیا ہے کہ اس سنت یعنی رفع یدین کی روایت پر عشرہ مبشرہ متفق ہیں اس پر بیہقی فرماتے ہیں وہو کما قال، یعنی حاکم جو کہہ رہے ہیں ایسا ہی ہے، علامہ زلمی تصب ابراہیم ج ۱ ص ۱۸۴ میں ابن دقیق العید سے نقل کرتے ہیں کہ حاکم کا عشرہ مبشرہ کی روایت پر جزم کو ناکچھ عہدہ بات نہیں ہے اور وہ فرماتے ہیں ولعلہ لا یصح عن جملة العشرة یعنی تمام عشرہ مبشرہ سے اسکا ثبوت مشکل ہے، اور علامہ فیروز آبادی نے توحید ہی کردی وہ سفر احوال میں رفع یدین فی المواضع الثلثة سے متعلق فرماتے ہیں کہ عشرہ مبشرہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ اسی کیفیت پر آخر عمر شریف تک نماز ادا فرماتے رہے، علامہ یہ فرماتے ہیں کہ اس قسم کی ایک حدیث بھی ثابت نہیں ہے جانیکہ عشرہ مبشرہ کی روایت ہو۔

⑦ أمالی الأحبار فی شرح معانی الآثار ج ۳ ص ۱۹۰

⑧ النہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج ج ۴ ص ۹۵

کی بنا پر عدم رفع کو ترجیح دی ہے^①، اور مدونہ میں خود امام مالکؒ سے منقول ہے^②، رفع الیدین ضعیف الاثنی الافتتاح، لیکن الافتتاح، لیکن شرح حدیث کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فریق مقابل کی سعی یہ ہے کہ ثابت کرے کہ امام مالکؒ کے نزدیک رفع یدین عند الکرع میں قول رائج استحباب ہی ہے، چنانچہ علامہ زر قالیؒ فرماتے ہیں ابن عبدالحکم کہتے ہیں کہ امام مالکؒ سے عدم رفع کسی نے نقل نہیں کیا سوائے ابن القاسم کے، علامہ انور شاہ کشمیریؒ نیل الفرقین میں فرماتے ہیں کہ علامہ عینی مہلبی الاحیاء میں لکھتے ہیں کہ وہوی الشافعی عن مالک انه كان لا يرفع يديه، لہذا ابن القاسم اپنی روایت میں متفرد نہیں بلکہ امام شافعیؒ بھی اس کے راوی ہیں۔

رفع یدین عند الحنفیہ خلاف اولیٰ سے یا مکروہ ؟ اس کے بعد جاننا چاہئے کہ اسمیں اختلاف ہو رہا ہے کہ یہ رفع یدین عند الکرع عند الحنفیہ خلاف اولیٰ ہے یا مکروہ ہے، طحاوی علی المراتی میں اسکو مکروہ لکھا ہے اور ایک دوسری جگہ مراتی الفلاح میں بھی، اور فیض الباری میں شاہ صاحب نے کبیری شرح منیہ اور صاحب بدائع سے بھی کراہت نقل کی ہے^③، اور دوسرا دوسرا قول حنفیہ کا اس میں یہ ہے کہ یہ صرف خلاف اولیٰ ہے، امام ابو بکر جصاص رازیؒ نے اسی کو اختیار کیا ہے جیسا کہ فیض الباری^④ میں ہے، اور اسی کو شاہ صاحب اور حضرت اقدس گنگوہیؒ نے اختیار کیا ہے، کما فی الکوکب الدرہی،^⑤ الموضع الثالث، رفع یدین عند السجود، ائمہ اربعہ میں سے کوئی بھی اس کے استحباب کا قائل نہیں، البتہ امام احمدؒ کی ایک روایت جسکو ان سے میسونی نے نقل کیا ہے استحباب کی ہے، اسی طرح شافعیہ میں سے ابن المنذر اور ابو علی طبری اور بعض اہل حدیث بھی استحباب کے قائل ہیں اسی طرح ابن حزم بھی اس کے قائل ہیں بلکہ فی کل رفع وخفض،^⑥ الموضع الرابع، رفع عند القيام من الرکعتین، یعنی تشہد اول سے لٹھے وقت، امام مالک اور شافعی کے ایک قول میں یہ رفع مستحب ہے، امام نوویؒ فرماتے ہیں اور یہی قول صواب ہے، لیکن حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ اکثر متون شافعیہ اس کے ذکر سے خالی ہیں اسی طرح متون مالکیہ و حنبلیہ میں بھی اسکا ذکر نہیں، لہذا امام نوویؒ گایہ فرمانا کہ یہاں پر رفع یدین والا قول ہی صحیح ہے، محل نظر ہے، حضرت شیخ اوجز المسالک میں فرماتے ہیں کہ بظاہر امام نوویؒ نے ایسا مجبوراً کیا اشکال^⑦ سے بچنے کیلئے اسی طرح ابن دقین البعید فرماتے ہیں کہ امام شافعی کی نظر کا تقاضا یہ ہے کہ یہاں بھی رفع یدین مستحب ہونا چاہئے جس طرح وہ رفع عند الکرع و بعد الکرع کے قائل ہیں اس لئے کہ دلیل سب کی ایک

① بداية الجتهود و هاية المقصد - ج ۱ ص ۱۳۳-۱۳۴

② کما فی الفیض السماوی ص ۲۸۴

③ فیض الباری علی صحیح البخاری - ج ۲ ص ۳۲۴

④ احکام القرآن للحصان ج ۱ ص ۲۵۳

⑤ فیض الباری علی صحیح البخاری - ج ۲ ص ۳۲۸-۳۲۹

⑥ کہ جب صحیح بخاری میں ابن عمرؓ کی ایک روایت میں یہ رفع مذکور ہے تو پھر آپ اس کے قائل کیوں نہیں؟ ۱۲۹۔

ی ہے یعنی حدیث ابن عمرؓ کہ اس کے بعد طرق میں صحیح بخاری وغیرہ میں یہ رفع مذکور ہے، نیز وہ فرماتے ہیں اور اسکو امام شافعی کا مذہب اس لئے قرار دینا کہ ان سے منقول ہے "اذا صح الحدیث فهو مذہبی" اس میں نظر ہے، حافظؒ فرماتے ہیں بظاہر نظر کی وجہ یہ ہے کہ امام شافعی کی اس وصیت کا محل عمل وہ صورت ہے جب یہ معلوم ہوا کہ امام شافعی کو وہ حدیث نہیں پہنچی تھی اور جب یہ معلوم ہو کہ ان تک وہ حدیث پہنچ چکی تھی لیکن کسی وجہ سے انہوں نے اسکو قبول نہیں کیا تو پھر یہ صورت اس وصیت کا محل نہیں ہے اور یہاں پر معاملہ محتمل ہے (ہم نہیں کہہ سکتے کہ امام شافعیؒ اس زیادتی پر مطلع ہوئے یا نہیں) نیز اختیار کیا ہے اس رفع کو امام بیہقیؒ، ابن خزیمہؒ اور امام بخاریؒ وغیرہ نے، چنانچہ امام بخاریؒ نے اس پر صحیح بخاری میں مستقل باب باندھا ہے باب **رَفْعُ الْيَدَيْنِ إِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ**۔

البحث الثانی (کیفۃ الرفع): رفع یدین کی کیفیت میں چند قول ہیں منہل^① میں چار صورتیں لکھی ہیں: ① یدفعہما ناشراً أصابعہ مستقبلاً بیاطن کفہ القبلة یعنی ہاتھوں کو اٹھائے اوپر کی جانب اس حالت میں کہ باطن کفین قبلہ کی طرف ہوں، اور مہوؤں اصابع الی السماء، ② دوسرا طریقہ بھی یہی ہے بس اتنا فرق ہے کہ اطراف اصابع مائل الی القبلة ہوں، ③ اور تیسرا طریقہ یہ ہے کہ ہاتھ ایسے اٹھائے کہ بطون کفین الی السماء اور ظہور کفین الی الارض، ④ اور چوتھا طریقہ تیسرے کے برعکس ہے یعنی بطون کفین الی الارض اور ظہور کفین الی السماء اور ان کیفیات کو علامہ عینیؒ نے بھی شرح بخاری^⑤ میں ذکر کیا ہے کیفیت اولیٰ کو انہوں نے امام طحاویؒ کی طرف منسوب کیا ہے۔

رفع یدین کے وقت تفریق اصابع اولیٰ بے یاضم: اب یہ کہ رفع یدین کے وقت تفریق اصابع مستحب ہے یا نم، معنی میں لکھا ہے کہ يستحب ضم الاصابع (عند احمد) وقال الشافعی السنة التفریق، اور حنفیہ کے نزدیک الاولیٰ نہ رکھا علی حالہانہ بالقصد ضم کرے نہ تفریق، البتہ رکوع میں تفریق اولیٰ ہے اور سجود میں ضم، امام ترمذیؒ نے اس مسئلہ پر مستقل باب باندھا ہے **بَابُ فِي نَشْرِ الْأَصَابِعِ عِنْدَ التَّكْبِيرِ**۔

البحث الثالث (وقت الرفع): رفع یدین کب ہونا چاہئے تکبیر سے قبل یا اس کے ساتھ ساتھ، شافعیہ و مالکیہ کے یہاں قول رائج مقارنت ہے کما قال الرزمکانی اور حنابلہ کے یہاں بھی یہی ہے زوایۃ واحدہ، اور فقہاء احناف کا اس میں اختلاف ہے صاحب بدائع و صاحب محیط نے مقارنت کو اختیار کیا ہے کہ تکبیر کیساتھ ساتھ رفع یدین کرے، اور ہدایہ میں تقدیم رفع مذکور ہے، اول

① فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۲۲۳

② المنہل العذب المہرود شرح سنن ابی داؤد - ج ۵ ص ۱۱۸-۱۱۹

③ عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۲۷۱

④ الفہم السمانی ص ۲۸۵

رفع یدین کرے پھر تکبیر، صاحب بحر اور در مختار نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔

البحث الرابع (منتهی الرفع): رفع یدین کہاں تک ہونا چاہئے، مشہور یہ ہے کہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک حذاء المنکبین اور حنفیہ کے یہاں حذاء الاذنین، لیکن کتب مالکیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے یہاں بھی حذاء الاذنین ہی اولیٰ ہے، اور حنابلہ کا مذہب منہجی میں تھوید الی المنکبین اور الاذنین لکھا ہے، شیخ ابن الہمام فرماتے ہیں کہ یہ اختلاف صرف لفظی ہے اس لئے کہ حذاء المنکبین کا مطلب یہ ہے کہ کفین منکبین کے مقابل ہوں اور اطراف اصابع اذنین کے مقابل، اسی طرح ملا علی قاریؒ نے امام شافعیؒ سے نقل کیا ہے کہ جب وہ مصر میں داخل ہوئے تو ان سے اس کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے یہی مذکورہ بالا تفصیل بیان فرمائی کہ کفین حذاء لامنکبین اور ابھامین الی شحمة الاذنین اور اطراف اصابع الی فروع الاذنین اس لئے کہ ایک حدیث میں الی المنکبین آیا ہے اور ایک میں الی الاذنین اور بعض میں الی فروع الاذنین، یعنی کانوں کا بالائی حصہ، لہذا تینوں روایات میں تطبیق ہو گئی^①، اور عورت کے بارے میں مشہور یہ ہے کہ اس مسئلہ میں فرق بین الرجل والمرأة کے قائل صرف حنفیہ ہیں ”انما ترفع الی القدین“، لیکن حنفیہ ائمیں متفرد نہیں، اوجز میں لکھا ہے کہ امام احمدؒ سے ائمیں دو روایتیں ہیں، ترفع قليلاً اور دوسری روایت یہ ہے کہ عورت کے حق میں رفع یدین مشروع ہی نہیں۔

البحث الخامس (حكم الرفع): رفع یدین میں حکمت کیا ہے حضرت شیخ نے اوجز^② میں دس حکمتیں ذکر کی ہیں:

- ① نفی الکبرياء عن غیر الله تعالیٰ یعنی اللہ اکبر کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے لئے قولاً بڑائی ثابت کی جاتی ہے اور فعلاً یعنی ہاتھ کے اشارہ سے غیر اللہ سے بڑائی کی نفی کی جاتی ہے،^② وقیل اعلام الاصلہ بہر آدمی امام کی تکبیر تو سن نہیں سکے گا ہاں رفع یدین کو دیکھ کر سمجھ جائے گا کہ نماز شروع ہو رہی ہے یہ دو صاحب ہدایہ نے بیان کی ہیں،^③ قیل اشارة الى طرح الدنيا والوراء والاقبال بکلیۃ الی اللہ تعالیٰ یعنی اس سے دنیا کو پس پشت ڈالنے کی طرف اشارہ ہے اور یہ کہ میں پوری طور پر اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں،^④ الاستلام یعنی انقیاد و تسلیم کی طرف اشارہ ہے کہ ہم تیری بات کو مانتے ہیں،^⑤ استعظام ما دخل فیہ یعنی رفع یدین فعل تعظیمی ہے اور اس سے مقصود و عظمت نماز کا اظہار ہے،^⑥ استعظاماً للہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ کی عظمت کا اظہار،^⑦ رفع الحجاب بین العبد والمعبود والناسجود والمسجود یعنی رفع حجاب کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حجابات کو ہٹا کر اپنی بارگاہ میں قرب اور حضور نصیب فرمائے،^⑧ الاستقبال بجمع البدن ار سال یدین کی صورت میں ہاتھوں کا استقبال قبلہ نہیں ہوتا تو رفع یدین اس لئے کرتے ہیں تاکہ باقی بدن کے ساتھ ہاتھوں سے بھی استقبال ہو جائے،^⑨ اشارة الى ہمام القیام یعنی اللہ تعالیٰ کے سامنے پورے بدن سے قیام کرنا،^⑩ اور ایک حکمت یہ بیان کی جاتی ہے کہ مکہ میں بعض کفار قریش بھی بغل میں بت دبا کر مسلمانوں کے ساتھ

① مرآة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح ج ۲ ص ۶۵

② أوجز المسالك إلى موطأ مالك - ج ۲ ص ۸۰

نماز میں کھڑے ہو جاتے تھے، واصلنا ہم تحت آباہم، تو رفع یدین کا حکم دیا گیا اسقاط اصنام کے لئے۔

اب رہ گیا مسئلہ دلائل کا، اس معرکہ الآراء مسئلہ میں، دلائل ہر دو فریق کے پاس موجود ہیں اور ہر ایک کے مستدلانہ پر فرداً فرداً بحث اور کلام بھی ہے، صحاح ستہ میں مجموعی حیثیت سے دونوں طرح کی روایات ہیں، چنانچہ سنن اربعہ میں دونوں قسم کی اور صحیحین میں صرف عدم رفع کی موجود ہیں، آخری عمل حضور ﷺ کا اسمیں کیا ہے ہر رفع یا عدم رفع؟ صریحاً اس کا ثبوت مشکل ہے، البتہ سنن بیہقی میں ابن عمرؓ کی حدیث کے بعض طرق میں یہ زیادتی ہے فما زالت تلك صلواته حتى لقي الله، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آخری فعل آپ ﷺ کا رفع یدین ہے، لیکن بعض محققین نے اس زیادتی کو غیر ثابت قرار دیا ہے کہ یہ ضعیف بلکہ موضوع^① ہے۔

حنفیہ کے نزدیک رفع یدین کا نسخ اور اسمیں مولانا انور شاہؒ کی رائے: لیکن رفع یدین کے نفس ثبوت میں کسی حنفی عالم کو تردد نہیں، بلکہ یہ حضرات بقاء رفع اور اس کے دوام کا انکار کرتے ہیں، یعنی اس کو منسوخ مانتے ہیں یہی رائے امام طحاویؒ، شیخ ابن الہمامؒ، اور ہمارے مشائخ میں سے حضرت گنگوہیؒ، حضرت شیخ الہندؒ، حضرت سہارنپوریؒ صاحب بذل الجہود وغیرہم کی ہے۔

البتہ حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ نسخ کے قائل نہیں وہ فرماتے ہیں کہ رفع اور ترک رفع دونوں حضور ﷺ اور صحابہ کرام سے بالتواتر ثابت ہے، ہر رفع یدین کا تواتر عملاً و اسناداً دونوں طرح ہے اور عدم رفع کا تواتر عملاً و طبقۃ^② ہے، لہذا ان میں سے کسی ایک کو منسوخ نہیں کہہ سکتے، نیز وہ فرماتے ہیں یہ اختلاف صرف اخصیائیت و اولویہ کا ہے، حنفیہ کے یہاں عدم رفع اولیٰ ہے اور شافعیہ کے یہاں رفع، جواز و عدم جواز یا کراہت و عدم کراہت کا اختلاف نہیں، وہ فرماتے ہیں یہ بات مجھے امام ابو بکر جصاصؒ کے کلام میں ملی ہے، امام کرہؒ جیسے ائمہ ان کے تلامذہ میں سے ہیں، لہذا ان کا مرتبہ شارح منیہ اور صاحب بدائع سے بھی اونچا ہے جنہوں نے رفع یدین کو عند الاحناف مکروہ لکھا ہے، شاہ صاحبؒ نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس کے بعد میزری طبعیت پر سے احادیث ثابتہ فی الرفع کا بوجہ ترک کیا فاسترحت حیث تخلصت رقبتي من الأحادیث الثابتة فی الرفع^③۔

رفع یدین کے سلسلہ میں حضرت سہارنپوریؒ کی رائے: حضرت سہارنپوریؒ بذل الجہود میں فریقین کے

① اس حدیث کی سند میں عصمة بن محمد الانصاری ہیں، قال ابو خاتم ليس بالقوي، وقال يحيى كذاب يضح الحديث، وقال العقيلي يحدث بالباطل عن الثقات وقال الدارقطني متروك، اور اس حدیث کے دوسرے طریق میں عبد الرحمن بن قريش الهروي ہیں، حافظ ذہبیؒ نے میدان الاعتدال میں ان کو منہر بوضع الحديث قرار دیا ہے ۱۲۔ (بذل الجہود ج ۴ ص ۴۰۱)

② تواتر طبقۃ کا مطلب یہ ہے کہ ہر زمانہ میں آنوالے لوگ اپنے زمانہ کے حضرات کے عمل کو دیکھ کر اس کو اختیار کرتے رہے، اسی کو تواتر سے بھی تعبیر کرتے ہیں اس کا مدبر مشاہدہ اور تعالٰیٰ پر ہوتا ہے سند اور روایت پر نہیں، ۱۲۔

③ لیض الباہری علی صحیح البخاری ج ۲ ص ۳۲۹

دلائل پر بحث و تحقیق کے بعد فرماتے ہیں، ان سب تفصیلات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ سے رفع یدین ثابت ہے لیکن کسی حدیث سے اس کا دوام اور یہ کہ حضور ﷺ نے آخر عمر شریف میں بھی رفع یدین کیا ہے ثابت نہیں ہوتا، اسی طرح آپ ﷺ سے ترک رفع بھی ثابت ہے، اب قائلین رفع تو یہ کہتے ہیں چونکہ رفع یدین سنت مؤکدہ نہیں تھا، اس لئے آپ ﷺ کبھی کرتے تھے اور کبھی نہیں کرتے تھے، خوف وجوب سے، لہذا یہ رفع سنت غیر مؤکدہ ہے^①۔

اور مانعین رفع یہ کہتے ہیں کہ حضور سے رفع اور ترک رفع دونوں ثابت ہیں اسی طرح صحابہ کرام سے بھی دونوں ثابت ہیں، اب دیکھنا یہ ہے کہ جن صحابہ سے ترک رفع ثابت ہے اسکی وجہ کیا ہے؟ یہ تو ہو نہیں سکتی کہ رفع یدین ان حضرات کے علم ہی میں نہیں آیا کیونکہ رفع یدین بہت کھلی ہوئی چیز ہے امر مشاہد ہے اس کے مخفی رہ جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور یہ بھی نہیں کہہ سکتے ہیں کہ سہو اونیسانا انہوں نے اسکو ترک کیا ہو کیونکہ بعض صحابہ خصوصاً ابن عمرؓ تو اتباع رسول کے معاملہ میں اتنے حریص اور کوشاں تھے کہ وہ حضور ﷺ کا اتباع نہ صرف عبادات بلکہ عادات میں بھی اہتمام سے کرتے تھے پھر آخر ابن عمرؓ کیوں اسکو ترک کرتے تھے، اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے بارے میں تو یہ بھی مانتے ہیں کہ رفع نہیں کرتے تھے سوا اسکی وجہ سوائے اس کے کیا ہو سکتی ہے کہ یہ حضرات اسکو منسوخ سمجھتے تھے^②۔

حضرت گنگوہیؒ کی رائے: اور الکوکب الدری میں حضرت گنگوہیؒ ارشاد فرماتے ہیں جو حضرات صحابہ کرام حضور کے بعد تک رفع کرتے رہے بظاہر انہوں نے استصحاب حال سے کام لیا اور جو حضرات ترک رفع کرتے تھے ان کے عمل کی بنیاد استصحاب حال تو نہیں ہو سکتی کیونکہ آپ ﷺ سے رفع یدین کا ثبوت بہت مشہور و معروف تھا بلکہ ان کے علم کی بناء زیادتی علم ہے کہ ان کو ایک اور مزید بات کا علم تھا یعنی یہ کہ حضور ﷺ نے رفع یدین کرنے کے بعد آخر میں اسکو ترک کر دیا تھا لہذا مانعین رفع مثبت ہوئے وہ ایک امر زائد کو ثابت کر رہے ہیں یعنی ترک رفع اور رفع الرفع، اور قائلین رفع اس کے منکر ہیں لہذا وہ نافی ہوئے والمثبت ادلی من النافی^③، لہذا یہ جو مشہور ہے کہ قائلین رفع مثبت اور تارکین رفع نافی ہیں صحیح نہیں۔

صاحب أمانی الأخبار کا تبصرہ: حضرت مولانا محمد یوسف صاحب أمانی الأخبار میں تحریر فرماتے ہیں، امام طحاویؒ نے شرح معانی الآثار، میں عمر بن الخطاب، علی بن ابی طالب، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا عمل ترک رفع ثابت کیا ہے، نیز بیہقی میں بسند جید ابو بکر صدیقؓ سے عدم رفع مروی ہے (گویا خلفاء ثلاثہ ابو بکرؓ، عمرؓ، علیؓ کا عمل بھی ترک رفع ہوا) اور امام ترمذیؒ باب رفع الیدین میں حدیث ابن عمرؓ کے تحت فرماتے ہیں وبهذا يقول بعض أهل العلم من أصحاب النبی

① بذل المنصور فی حل أبي داود - ج ۴ ص ۴۲۶

② بذل المنصور فی حل أبي داود - ج ۴ ص ۴۲۶-۴۲۷

③ الکوکب الدری علی جامع الترمذی - ج ۱ ص ۲۷۱

صلی اللہ علیہ وسلم منهم: ابن عمر، وجابر بن عبد اللہ، وأبو ہریرۃ، وأنس، وابن عباس، وعبد اللہ بن الزبیر، وغیرہم، ومن التابعین: الحسن البصری، وعطاء، وطاوس، وجہاد، ونافع، وسالم بن عبد اللہ، وسعید بن جبیر، وغیرہم^①، اور پھر عدم رفع کے سلسلہ میں عبد اللہ بن مسعود کی حدیث کو ذکر کرنے بعد لکھتے ہیں وہ بقول غیر واحد من اہل العلم من أصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، والتابعین، وهو قول سفیان الثوری، وأهل الکوفۃ^②، دیکھتے ہام ترمذی نے رفع یدین کے بارے میں بعض الصحابہ^③ والتابعین کا لفظ استعمال کیا ہے، اور عدم رفع میں غیر واحد کا لفظ استعمال کیا جو سراسر کثرت پر دلالت کرتا ہے، اور اہل کوفہ کی طرف بھی عدم رفع کو منسوب کیا ہے جس سے بظاہر جمیع اہل کوفہ مراد ہیں، چنانچہ ابن عبد البر نے کتاب الاستذکار (الجامع لمذاہب فقہاء الأمصار) میں محمد بن نصر مروزی سے نقل کیا ہے کہ ہمارے علم میں کوئی ایسا شہر نہیں جس کے تمام باشندے ترک رفع کرتے ہوں سوائے کوفہ کے^④۔

اس سے جہاں اہل کوفہ کا عدم رفع پر متفق ہونا معلوم ہو رہا ہے، یہ بھی معلوم ہو رہا ہے کہ دوسرے شہروں میں بھی ترک رفع ہوتا تھا لیکن وہ سب لوگ اس پر متفق نہ تھے، اور یہ بھی واضح رہے کہ یہ محمد بن نصر زبردست عالم تھے اور مذاہب صحابہ و علماء سے بہت زائد واقف۔

خطیب بغدادی اور ابن حبان نے ان کے بارے میں لکھا ہے وکان من أعلم الناس باختلاف الصحابة ومن بعدهم فی الأحکام^⑤، غرضیکہ محمد بن نصر کی شہادت ہے کہ تمام اہل کوفہ عدم رفع پر متفق تھے اور دوسرے شہروں میں رفع اور ترک رفع دونوں پایا جاتا رہا۔

فائدہ: مولانا بدر عالم میرٹھی حاشیہ فیض الباری میں رقمطراز ہیں، امام ترمذی نے قائلین رفع میں جن صحابہ کے اسماء ذکر کئے ہیں

① جامع الترمذی - کتاب الصلاة - باب رفع الیدین عند الرکوع ۲۵۶

② جامع الترمذی - کتاب الصلاة - باب رفع الیدین عند الرکوع ۲۵۷

③ صاحب المانی الاحمد تحریر فرماتے ہیں اور اس کے بالمقابل امام بخاری نے جزء رفع الیدین میں یہ کیا کہ لینی تصنیف جزء رفع الیدین میں ان صحابہ کی فہرست جو تاکن بار رفع تھے اس قدر طویل کر دی کہ ساری کتاب کو اسی سے پر کر دیا اور عدم رفع کے ذیل میں صرف ایک نام عبد اللہ بن مسعود کا ذکر فرمایا ہے گویا عدم رفع کیساتھ متفق ہیں، نیز انہوں نے جن صحابہ کے نام قائلین رفع میں سند کیساتھ ذکر فرمائے ہیں ان کے اقوال مواضع رفع میں مختلف ہیں، چنانچہ بعض سے صرف دو مکرر رفع منقول ہے، عند الافتتاح وعند الرکوع، اور بعض سے عند الافتتاح وعند الرکوع، اور بعض سے عند الیقیم من الرکعتین اور بعض سے فی کل رفع وخفض علی ہذا الیقیم، جن غیر صحابہ و تابعین کے انہوں نے اسماء ذکر کئے ہیں ان کا حال بھی یہی ہے، المانی الاحمد شرح معانی الامتار میں حضرت مولانا محمد یوسف نے ان سب ہدایات کو ذکر فرمایا ہے۔

④ لا أعلم مصراً من الأمصار ترکوا أباً جمعہم رفع الیدین عند الخفض والرفع فی الصلاة إلا أهل الکوفة (الاستذکار - ج ۴ ص ۹۹-۱۰۰)

⑤ تاریخ بغداد مدینة السلام للخطیب - ج ۴ ص ۵۰۸

ان میں ابن عمر کو تو ذکر فرمایا لیکن ان کے والد عمر بن الخطابؓ کو ذکر نہیں کیا، ایسے ہی علیؓ کو بھی نہیں کیا، امام ترمذیؒ کے نزدیک اگر ان دونوں سے رفع یدین ثابت ہوتا تو پھر یہ دونوں زیادہ مستحق تھے اس کے ان کا نام ذکر کیا جاتا، امام طحاویؒ کی تحقیق یہ ہے کہ یہ دونوں حضرات رفع یدین نہیں کرتے تھے جبکہ بیہقیؒ وغیرہ اس پر مصر ہیں کہ رفع کرتے تھے، البتہ ابو بکر صدیقؓ کے بارے میں اچھی طرح تحقیق نہ ہو سکا وہ رفع کرتے تھے یا ترک رفع ان سے دونوں طرح منقول ہے۔

کوفہ کا علمی مقام اور اہل کوفہ کا عدم رفع یدین پر اتفاق: اس کے ساتھ ساتھ آپ کوفہ کا علمی مرتبہ و منزلت بھی ذہن میں رکھئے جو کہ حضرت علیؓ کا دار الخلافۃ تھا اور امام نوویؒ نے اس کو دار الفضل والفضلاء^① سے موصوف کیا ہے، اور صاحب قاموس اس کو قبة الإسلام ودار هجرة المسلمين^② لکھتے ہیں، حضرت علیؓ کے اکثر فیصلے بھی کوفہ ہی میں صادر ہوئے ہیں، حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ حجة البالغة میں تحریر فرماتے ہیں: کان أغلب قضایاہ بالكوفة^③۔

کوفہ میں صحابہؓ کی آمد اور قیام بھی بکثرت منقول ہے، ابو ہشرد ولای کتاب الاسماء والکنی میں رقمطراز ہیں نزل الکوفة ألف وخمسون رجلا من أصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم وأربعة وعشرون من أهل بدی^④، اور فن رجال کے امام ابو الحسن علیؒ نے تو اپنی تاریخ میں اس سے بھی زائد ڈیڑھ ہزار لکھے ہیں نزل الکوفة ألف وخمسمائة من أصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم^⑤، فیض الباری کے محشی بحوالہ فتح القدير لکھتے ہیں کہ ترقیہ جو کہ کوفہ کا ایک قریہ ہے اس میں چھ سو صحابہ کرام کرام کی آمد اور ان کا نزول ثابت ہے، جب کوفہ کی ایک مختصر بستی کا یہ حال ہے تو اسی سے پورے شہر کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے^⑥، صاحب المانی الاحبار لکھتے ہیں خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو تو خاص طور سے کوفہ میں معلم اور وزیر بنا کر بھیجا تھا اسی طرح عمار بن یاسرؓ کو امیر بنا کر، اور طبقات ابن سعد سے معلوم ہوتا ہے کہ کوفہ میں خلفاء اربعہ کے اصحاب بکثرت موجود تھے، ویسے ہی کوفہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں معسر (اسلامی عساکر کا مرکز) تھا کثرت سے وہاں صحابہؓ پہنچتے رہتے اور غزوات میں نکلتے رہتے تھے۔

غرضیکہ اہل کوفہ نے عدم رفع کا طریقہ حاصل کیا تھا حضرت عمرؓ کے زمانہ سے عہد علیؓ تک ان صحابہ کے توسط سے جو کوفہ میں مقیم تھے (جن کے سربراہ عبداللہ بن مسعودؓ تھے) اور ان صحابہ کے جو وہاں پہنچتے رہتے اور غزوات میں نکلتے رہتے تھے جن کی

① الکوفة: البلدة المعروفة ودار الفضل وأهله (تہذیب الاسماء واللغات ج ۴ ص ۱۲۵)۔

② القاموس المحيط ص ۸۵۱

③ حجة الله البالغة - ج ۱ ص ۲۲۹

④ الکنی والاسماء للذولای ج ۲ ص ۵۴۰

⑤ معرفة اللغات من رجال أهل العلم والحديث ج ۲ ص ۴۴۸

⑥ فیض الباری علی صحیح البخاری - ج ۲ ص ۳۲۲

تعداد و تکراروں ہے۔

اسی طرح اہل مدینہ کا طرز عمل بھی ترک رفع تھا جس پر امام مالکؒ نے اپنے مسلک کی بنیاد ڈالی، جیسا کہ مشہور معروف ہے، ابن رشد وغیرہ شراح حدیث نے اس کی تصریح کی ہے اور اسی کو ہمارے امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب نے اختیار فرمایا۔

اہل مکہ کا طرز عمل: مولانا انور شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ صحابہ میں عبد اللہ بن الزبیرؓ رفع یدین کرتے تھے، جنکا مستقل قیام مکہ مکرمہ میں تھا اسی لئے اہل مکہ بھی رفع یدین کرتے تھے اور چونکہ حضرت امام شافعیؒ کا قیام مکہ ہی میں تھا اس لئے انہوں نے اپنے مسلک کی بنیاد عمل اہل مکہ پر ڈالی۔

احقر کہتا ہے کہ یہ بھی واضح رہے کہ حضرت عبد اللہ بن الزبیرؓ صرف مواضع ثلاثہ میں رفع یدین پر اکتفا نہیں کرتے تھے بلکہ رفع عند السجود اور رفع عند القيام من الركعتین بھی کرتے تھے، چنانچہ آگے ابو داؤد میں ایک روایت آرہی ہے جسکا مضمون یہ ہے، میمونؓ کی کہتے ہیں کہ ایک روز میں نے حضرت عبد اللہ بن الزبیرؓ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو وہ بار بار رفع یدین کرتے تھے، عند التحریم عند الركوع، عند السجود، اور عند القيام من الركعتین، وہ کہتے ہیں کہ میں یہ منظر دیکھ کر عبد اللہ بن عباسؓ کی خدمت میں پہنچا اور ان سے عرض کیا کہ آج میں نے عبد اللہ بن الزبیرؓ کو ایسا کام کرتے ہوئے دیکھا جو اس سے پہلے کسی کو کرتے ہوئے نہیں دیکھا، یعنی یہی بار بار رفع یدین، اس پر ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اگر تم حضور ﷺ کا اتباع کرنا چاہتے ہو تو تم بھی اسی طرح نماز پڑھا کرو، اس سے معلوم ہوا کہ عبد اللہ بن الزبیرؓ اور حضرت ابن عباسؓ رفع عند السجود کے بھی قائل تھے، جس کے جہور قائل نہیں ہیں، مزید برآں میمونؓ کی کہلام سے معلوم ہو رہا ہے کہ اہل مکہ بھی رفع یدین نہیں کرتے تھے، گو یہ بھی محتمل ہے کہ ان کی مراد مواضع ثلاثہ سے زائد میں نفی کرتا ہو لیکن ابن عباسؓ تو اس کو بھی سنت فرما رہے ہیں، یہ بھی واضح رہے کہ عبد اللہ بن الزبیرؓ اور عبد اللہ بن عباسؓ رفع کے مواضع رفع کے سلسلہ میں روایات میں مزید اختلاف ہے، بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ رفع صرف دو جگہ کرتے تھے عند الافتتاح، وعند رفع الركوع، اور بعض سے مواضع ثلاثہ میں۔

رواۃ رفع کے تعدد و تکرار کی بحث: حضرت بہار پوریؒ بذیل الحجود میں تحریر فرماتے ہیں، امام بیہقیؒ نے امام

① سنن أبي داود - كتاب الصلاة - باب افتتاح الصلاة ۷۳۹

② یہ بات بظاہر بدیہی سی ہے کہ رفع یدین کے رواۃ نسبت ترک رفع کے ناکند ہیں، چنانچہ امام ترمذیؒ نے باب رفع الیدین میں حدیث ابن عمرؓ کی تخریج کے بعد فرمایا ہے، وفي الباب عن عمر، وعلي، ودائل بن حجر، ومالك بن الحويرث، وأنس، وأبي هريرة، وأبي حميد، وأبي أسيد، وسهل بن سعد، ومحمد بن مسلمة، وأبي قتادة، وأبي موسى الأشعري، وجابر، وعمير اللبي، یہ کل چودہ راوی ہوئے اور پندرہویں ابن عمرؓ اور عدم رفع کے سلسلہ میں امام ترمذیؒ نے عبد اللہ بن مسعودؓ کی حدیث کی تخریج کے بعد فرمایا ہے وفي الباب عن الدرداء بن عازب یہاں صرف ایک نام ذکر کیا ہے۔

مختصر طور پر اس کے دو حل ہیں، ایک وہ جو مولانا انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں کہ رفع یدین کا تو اترا عملاً و اسناداً دونوں طرح ہے اور عدم رفع کا تو اترا عملاً و طبعاً ہے جس کو تواتر کہتے ہیں یعنی تعالٰی امت، حضرت عمرؓ کے زمانہ سے لیکر آج تک کا تعالٰی وہ ہے جو ہمارے استاد محترم استاذ الاساتذہ حضرت مولانا سعد اللہ صاحبؒ نے ابو داؤد کے سبق میں رفع یدین والی حدیث کے شروع میں بیان فرمایا تھا وہ یہ کہ اگر کسی بات کے دو سو حضرات مدعی ہوں اور ایک شخص اگر دو شاہدوں

بخاری سے نقل کیا ہے کہ وہ ”جزء رفع الیدین“ میں فرماتے ہیں سترہ ۱۷ صحابہ سے مروی ہے کہ وہ رفع یدین کرتے تھے اور پھر بالتفصیل انہوں نے ان روایات کو ذکر کیا، اور علامہ شوکانی (اہل حدیث) نے نیل الاوطار میں رفع یدین کی روایات پچیس شمار کرائی ہیں مگر اس طور پر کہ تنہا ابو حمید ساعدی کی حدیث کو انہوں نے گیارہ حدیثوں کے قائم مقام قرار دیا ہے، کیونکہ انہوں نے اس حدیث کو اپنی مجلس میں دس صحابہ کے سامنے پیش کیا تھا جس پر ان سب صحابہ نے سکوت فرمایا تھا یا تصدیق کی تھی (علی اختلاف الرواہین) ①، تو گویا ابو حمید ساعدی کی حدیث کے علاوہ صرف چودہ روایات ہیں چودہ اور گیارہ پچیس ہو گئیں۔

ہمارے حضرت سہارنپوریؒ نے بذل الجہود میں ان تمام روایات پر فردا فردا کلام فرمایا ہے جو بذل کے تقریباً دو صفحات پر آیا ہے، ان روایات میں سے پانچ روایات: ① حدیث ابن عمر، ② حدیث وائل بن حجر، ③ حدیث ابو ہریرہؓ، ④ حدیث علیؓ، ⑤ حدیث مالک بن الحوریتؓ، اور ⑥ چھٹی حدیث ابو حمید ساعدی کی جو بقول شوکانی کے گیارہ حدیثیں شمار ہوں گی، یہ سب آگے ابو داؤد شریف میں آ رہی ہیں، لہذا ہم ان سب پر کلام اپنی اپنی جگہ کریں گے لیکن حضرت سہارنپوریؒ نے ان تمام روایات کو یکجا ذکر فرما کر سب کا جواب لکھا ہے اور پھر آخر میں حضرت تحریر فرماتے ہیں شوکانی کی بیان کردہ روایات کا جواب تو یہ ہے، باقی اس کے علاوہ جو شافعیہ لیے چوڑے دعوے کرتے ہیں کہ ہمارے پاس اتنی روایات ہیں، مثلاً حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ ہمارے شیخ حافظ عراقی فرماتے ہیں کہ رواۃ رفع کی تعداد ہمارے تتبع میں خمسین تک پہنچی ہوئی ہے ②، اور ایسے ہی صاحب سفر السعادہ نے جو لکھا ہے کہ رفع یدین کے ثبوت میں روایات و آثار چار سو تک پہنچ گئے ہیں، سو ہم ان صحابہ کے اسماء اور روایات اور ان کی اسنادیں ہے واقف نہیں تاکہ اس کے بارے میں کچھ کہہ سکیں۔

اور مولانا انور شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں چار ۴۰۰ سوروايات والى بات تو باطل اور بے اصل ہے، اور عراقی والے پچاس صحابہ کا تتبع ہم نے کیا تو بہت سے ان میں ایسے بھی ہیں جن سے رفع یدین صرف عند الافتتاح بھی منقول ہے، یعنی مواضع رفع میں ان کی

کے شہادت سے انکے خلاف شہادت پیش کر دے تو وہ دو سو کا دعویٰ رکھارہ جائیگا، استاذ موصوف نہایت ذکی ظریف الطبع ایک جید عالم اور اپنے زمانہ کے رئیس تھے، المناظرین تھے، رفع اللہ مراتبہ، اس جواب کا حاصل وہی ہے جو امام طحاویؒ اور ہمارے مشائخ فرماتے ہیں کہ رفع یدین منسوخ ہے، فرض کیجئے کہ دو سو احادیث سے رفع یدین کا ثبوت ہے تو اس کے نسخ کے لئے یہ ضروری نہیں کہ دو سو ہی روایات ہوں بلکہ ایک صحیح حدیث بھی آکر سب کو منسوخ کر سکتی ہے، جیسا کہ حضور ﷺ کی کسی زندگی میں آپ کو مشرکین کی زیادتیوں پر تقریباً ستر سے زائد آیات میں عفو و صبر کی تلقین کی گئی تھی اور پھر بعد ہجرت ایک آیت کے نزول سے قتال کی اجازت دی گئی جس سے تمام گزشتہ آیات منسوخ ہو گئیں، اور یہاں اس مسئلہ میں اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ کوئی صاف اور صریح حدیث نسخ کی موجود نہیں ہے تو کم از کم اتنی بات ضرور ہے کہ مجموعہ روایات کو سامنے رکھنے سے قرائن دالہ علی النسخ پائے جارہے ہیں، مثلاً رفع عند السجود کا ائمہ اربعہ میں سے کوئی بھی قائل نہیں جب کہ کتب صحاح کی روایات میں اس کا ثبوت ہے ایسے ہی وہ صحابہ جن سے رفع یدین کی روایات مرفوعہ مروی ہیں لیکن ان کا بعد کا عمل اس کے خلاف ترک رفع ثابت ہے اور اس کا انکار جو لوگ کرتے ہیں وہ مکارہ ہے۔

① بذل الجہود فی حل أبي داود - ج ۴ ص ۴۰۵

② فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۲۲۰

روایات مختلف و مضطرب ہیں۔

اور امام بیہقی نے روافع کی تعداد ثلاثین لکھی ہے، اور ساتھ میں اس کا بھی اعتراف کیا کہ اسانید صحیحہ سے پندرہ ہی روایات ثابت ہیں، اور ابن عبد البر نے الاستذکار میں تیس روایات کا حوالہ دیا ہے، شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں اگر صرف مواضع ثلاثہ میں رفع یدین کے قائل صحابہ کو دیکھا جائے تو وہ تقریباً بارہ ہیں، اور اگر فی کل رفع و خفض کو بھی لیں تو بیشک تعداد اس سے زائد ہو جائیگی۔ رہا مسئلہ احادیث مرفوعہ کا، سو وہ چھان بین کے بعد صرف پانچ چھ رہ جاتی ہیں: ① حدیث ابن عمرؓ، ② حدیث علیؓ، ③ حدیث مالک بن الحویرثؓ، ④ حدیث واکل بن حجرؓ، ⑤ حدیث ابو حمید ساعدیؓ، ⑥ حدیث جابرؓ، وہ فرماتے ہیں تقریباً اتنی ہی تعداد احادیث کی دوسری جانب (ترک رفع) میں بھی موجود ہے، پھر آگے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں میرے نزدیک ترک رفع خواہ وہ عملاً ہو یا تصدیقاً ان حضرات صحابہ سے ثابت ہے، عمرؓ، علیؓ، ابن مسعودؓ، ابو ہریرہؓ، ابن عمرؓ، براء بن عازبؓ، کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہم، یہ حضرات تو نام کی تصریح و تعیین کے ساتھ ہیں اور ان کے علاوہ دوسرے صحابہ وہ ہیں جن کا پتہ روایت سے چلتا ہے لیکن ان کے اہل معلوم اور متعین نہیں ہیں، میں کہتا ہوں کہ وہ تمام صحابہ جو کوفہ میں مقیم تھے جن کی تعداد سینکڑوں سے بھی متجاوز ہے ان سب کو بھی اسی فہرست میں لینا ہوگا، اس لئے کہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ تمام اہل کوفہ عدم رفع پر متفق تھے ①۔

حضرت شاہ صاحب کا بیان کردہ ایک نکتہ: حضرت شاہ صاحبؒ نے ایک بات اور لکھی ہے کہ دراصل روایات تین طرح کی ہیں، ناطق بالرفع، ناطق بعدم الرفع اور ساکت، اول بیشک زائد ہیں ثانی سے لیکن قسم ثالث کو اگر قسم ثانی میں شامل کیا جائے تو پھر معاملہ برعکس ہو جائیگا اور ہونا بھی ایسا ہی چاہئے اس لئے کہ السکوت فی محل البیان یفید الجزم، جو راوی آپ ﷺ کی نماز کی پوری کیفیت بیان کر رہا ہے اور صرف افتتاح صلاۃ کے وقت رفع یدین کو ذکر کرتا ہے تو ظاہر ہے کہ اس کا مقتضی باقی مواضع میں عدم رفع ماننا پڑے گا، ان ابتدائی مباحث و تمہید کے بعد اب ہم احادیث الباب پر کلام کرتے ہیں، باب کی سب سے پہلی حدیث ابن عمرؓ کی ہے۔

۷۲۱ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَفْتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى يُجَارِيَ مَسْكَبَيْهِ، وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ وَبَعْدَ مَا يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ - وَقَالَ سُفْيَانٌ مَرَّةً: وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ وَأَكْثَرُ مَا كَانَ يَقُولُ: وَبَعْدَ مَا يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ وَلَا يَرْفَعُ بَيْنَ السُّجْدَتَيْنِ.

عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو دیکھا جب آپ ﷺ نماز شروع فرماتے تو دونوں ہاتھ بلند فرماتے یہاں تک کہ ان دونوں ہاتھوں کو اپنے کندھوں کی سیدھ میں لے آتے اور جب آپ ﷺ رکوع کا ارادہ فرماتے تو اسی طرح دونوں ہاتھ اٹھاتے اور رکوع سے سر اٹھانے کے بعد (اسی طرح دونوں ہاتھ اٹھاتے یعنی قومہ میں) سفیانؒ نے ایک

① لیض الباری علی صحیح البخاری - ج ۲ ص ۳۲۵

② واضح رہے کہ یہ امام احمد بن حنبلؒ کا قول ہے اور وہ کہنا یہ چاہ رہے ہیں کہ سفیانؒ نے اکثر تو اس روایت کو بیان کرتے وقت وإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ کے بعد بعد ما

وفعه یوں فرمایا کہ **وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ** لیکن اکثر وہ **بَعْدَ مَا يَرْفَعُ رَأْسَهُ** مِنَ الرَّكْعَةِ کے الفاظ کہا کرتے تھے..... اور دو سجدوں کے درمیان نبی ﷺ اپنے ہاتھوں کو نہیں اٹھاتے تھے۔

تخریج صحیح البخاری - الأذان (۷۰۲) صحیح البخاری - الأذان (۷۰۳) صحیح البخاری - الأذان (۷۰۵) صحیح البخاری - الأذان (۷۰۶) صحیح مسلم - الصلاة (۳۹۰) جامع الترمذی - الصلاة (۲۵۵) سنن النسائی - الافتتاح (۸۷۶) سنن النسائی - الافتتاح (۸۷۷) سنن النسائی - الافتتاح (۸۷۸) سنن النسائی - الافتتاح (۱۰۲۵) سنن النسائی - التطبيق (۱۰۵۹) سنن النسائی - التطبيق (۱۰۸۸) سنن النسائی - التطبيق (۱۱۴۴) سنن أبي داود - الصلاة (۷۲۱) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (۸۵۸) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۸/۲) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۱۸/۲) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۴۷/۲) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۶۲/۲) موطأ مالك - التداين للصلاة (۱۶۵) سنن الدارمی - الصلاة (۱۲۵۰) سنن الدارمی - الصلاة (۱۳۰۸)

شرح الحدیث سب سے پہلے مصنفؒ نے رفع یدین کے سلسلہ میں ابن عمرؓ کی حدیث ذکر فرمائی ہے اس کے بعد چار پانچ اور دوسرے صحابہ کی روایات بھی اس سلسلہ میں ذکر فرمائی ہیں۔

رفع یدین کے بارے میں صحیحین کی روایات: لیکن امام ترمذیؒ نے رفع یدین کے باب میں صرف یہی ابن عمرؓ کی ایک حدیث ذکر فرمائی ہے، اور حضرت امام بخاریؒ نے رفع یدین کے سلسلہ میں حدیث ابن عمرؓ و حدیث مالک بن الحویرثؓ صرف دو حدیثیں بیان کی ہیں، اور امام مسلمؒ نے رفع الیدین کے باب میں تو صرف یہی دو حدیثیں ذکر کی ہیں جن کو امام بخاریؒ نے ذکر فرمایا ہے، البتہ انہوں نے **بَابُ وَضْعِ يَدَيْهِ الْيَمْنَى عَلَى الْيُسْرَى** کے تحت میں **داكن بن حجر** کی حدیث ذکر فرمائی ہے جس میں رفع یدین فی المواضع الثلاثہ مذکور ہے^①، صحیحین میں کوئی روایت ایسی نہیں ہے جس میں رفع عند السجود مذکور ہو بلکہ اس کی نفی موجود ہے، البتہ بخاری میں حدیث ابن عمرؓ کے ایک **سند** میں رفع عند القيام من الركعتین بھی مذکور ہے۔

الكلام على حديث ابن عمر: ان حضرات مصنفین کے طرز عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ رفع یدین کے سلسلہ میں زیادہ اہم روایت ان کے نزدیک حدیث ابن عمرؓ ہے اور دوسرے درجہ میں مالک بن الحویرثؓ کی حدیث، اسی لئے شیخ بخاری علی بن مدینیؒ حدیث ابن عمرؓ کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں (کما فی البذل) کہ میرے نزدیک یہ حدیث تمام دنیا پر حجت ہے جو بھی اس کو سننے اس کے لئے ضروری ہے کہ اس پر عمل پیرا ہو اس لئے کہ اس کی سند میں کوئی کلام اور تردد نہیں ہے^②، حنفیہ کہتے ہیں کہ اس حدیث کے ایک طریق میں چوتھی جگہ بھی رفع یدین مذکور ہے صحیح بخاری میں یعنی عند القيام من الركعتین، حقیقت یہ

برفع رأسه من الركوع ہی کے الفاظ بیان کیے ہیں لیکن ایک مرتبہ انہوں نے ان الفاظ کے بجائے **وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ** کے الفاظ نقل کئے تھے۔ (از مرحب جدید)

① صحیح مسلم - کتاب الصلاة - باب وضع يده اليمنى على اليسرى الخ ۴۰۱

② لیکن موجودہ دور کے اہل حدیث اسی حدیث کو زیادہ اہمیت دیتے نظر آتے ہیں، غالباً وجہ اس کی یہ ہے کہ حدیث ابن عمرؓ پر اشکالات زیادہ کئے جاتے ہیں، تو وہ اپنی عاقبت اسی میں سمجھتے ہیں۔

③ بذل المجهود فی حل أبي داود - ج ۴ ص ۴۰۱

ہے کہ ائمہ اربعہ میں سے کوئی بھی اسکا قائل نہیں جیسا کہ ان ائمہ کی کتب فقہیہ سے معلوم ہوتا ہے؛ یوں کہنے کو شرح حدیث اعتراض سے بچنے کے لئے کہہ ہی دیتے ہیں، کہ امام شافعیؒ بھی اس کے قائل ہیں کما فعل الإمام النووی جیسا کہ مباحث ابتدائہ میں تفصیل سے گزر چکا یہاں اس کے اعادہ کی حاجت نہیں۔

حدیث ابن عمر مبنی الاضطراب فی مواضع الرفع: صحیحین کے علاوہ سنن کی کتابوں میں حدیث ابن عمرؓ میں مواضع رفع کے اعتبار سے سخت ترین اختلاف واضطراب ہے، چنانچہ ابو داؤد کی اس پہلی روایت میں جو بطریق سفیان عن الزہری ہے رفع یدین تین جگہ ہے، اور اس کے بعد یہ حدیث بطریق زبیدی عن الزہری آرہی ہے اس میں رکعت اولیٰ میں تو رفع یدین تین ہی جگہ ہے۔

عند الافتتاح، قبل الركوع، بعد الركوع، لیکن رکعت ثانیہ میں رفع یدین صرف بعد الركوع مذکور ہے، قبل الركوع نہیں، اسی طرح چند حدیثوں کے بعد پھر حدیث ابن عمرؓ آرہی ہے، بطریق نافع عن ابن عمرؓ، اسی میں رفع یدین صرف دو جگہ ہے، عند الافتتاح اور بعد الركوع اور نافع ہی کے ایک دوسرے طریق میں جو آگے آرہا ہے رفع یدین چار جگہ مذکور ہے اسی میں رفع عند القيام من الرکعتین بھی ہے، اور یہ رفع تو صحیح بخاری کے بھی ایک طریق میں موجود ہے، کما تقدم، نیز اس حدیث کے بعض طرق میں عند الطبرانی رفع عند السجود بھی مذکور ہے، جبکہ بخاری کی روایت میں اس کی نفعی ہے، لہذا یہ حدیث من حیث المتن مضطرب ہے۔

الاضطراب من حیث السند: نیز یہ حدیث سنداً بھی مضطرب ہے اس لئے کہ اس حدیث کے دو طریق ہیں ایک طریق سالم عن ابن عمرؓ، دوسرا طریق نافع عن ابن عمرؓ، سالم اس کو مرفوعاً نقل کرتے ہیں باب کی پہلی حدیث بھی اسی طریق سے ہے، اور نافع اس حدیث کو موقوفاً نقل کرتے ہیں، پھر نافع کے شاگردوں میں بھی اختلاف ہو رہا ہے بعض اس کو نافع سے موقوفاً اور بعض مرفوعاً ذکر کرتے ہیں، یہ حدیث ابن عمرؓ بطریق نافع آگے چل کر اسی باب کے اخیر میں آرہی ہے، پھر محدثین کا اسی اختلاف ہو رہا ہے کہ طریق نافع میں رفع کو ترجیح ہے یا وقف کو، امام ابو داؤد وقف کو ترجیح دے رہے ہیں (کما یأتی فی المتن) جبکہ حضرت امام بخاریؒ رفع کو اصح کہہ رہے ہیں، الحاصل اس حدیث کا ایک جواب تو یہ ہوا کہ یہ سنداً و متناً مضطرب ہے۔

حدیث ابن عمرؓ کا نسخ اور اس پر شافعیہ کا نقد: دوسرا جواب اس کا وہ ہے جو امام طحاویؒ و من تبعہ نے اختیار کیا کہ ابن عمرؓ نے اگرچہ آپ ﷺ کا عمل رفع یدین نقل کیا ہے، لیکن خود ان کا عمل حضور ﷺ کے بعد عدم رفع ہے راوی کا عمل مروی (اپنی بیان کردہ روایت) کے خلاف دلیل نسخ ہے، ابن عمرؓ کے اس عمل کو ان سے نقل کرنے والے ان کے شاگرد مجاہد ہیں، اس اثر مجاہد کو امام طحاویؒ نے بسندہ ذکر فرمایا ہے^①، علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی اسناد علی شرط الشیخین ہے، نیز اس اثر مجاہد کی تخریج ابن ابی شیبہ نے بھی کی ہے اسی سند سے، بعض مصنفین کے کلام میں قول مجاہد اس طرح منقول ہے، صحیح بن ابی

عُمَرُ عَشْرَ سِنِينَ مجاہد فرماتے ہیں کہ میں ابن عمرؓ کے ساتھ دس سال رہا میں نے ان کو سوائے موضع اول کے رفع یدین کرتے ہوئے نہیں دیکھا، حقیقت یہ ہے کہ اس اثر مجاہد کے بعد ابن عمرؓ کی حدیث مرفوعہ جو رفع یدین میں ہے اس کا بالکل ہی صفایا ہو جاتا ہے اور یہ اثر مجاہد یعنی ابن عمرؓ کی حدیث موقوف اب حنفیہ کی ایک مستقل دلیل ہو گئی مثل حدیث ابن مسعودؓ کے۔

ان حضرات کا نقد اس روایت پر یہ ہے کہ اسکی سند میں ابو بکر بن عیاش صحیحین بلکہ صحاح ستہ کے راوی ہیں امام مسلمؒ نے ان کی روایت کو مقدمہ میں لیا ہے اور امام بخاریؒ نے ان کی حدیث کئی جگہ لی ہے، اختلاط والی بات کا جواب یہ ہے کہ من اختلط فی آخرہ کے لئے اہل اصول نے ضابطہ یہ لکھا ہے کہ اس کی روایت قبل الاختلاط معتبر ہے بعد الاختلاط کی معتبر نہیں اور یہاں پر ظاہر یہ کہتے ہیں کہ یہ روایت قبل الاختلاط کی ہے کیونکہ اس کو ان سے نقل کرنے والے احمد بن یونس ہیں جو ان کے قدماء اصحاب میں سے ہیں، ابو بکر بن عیاش کی روایت کو احمد بن یونس کے طریق سے امام بخاریؒ نے بھی کتاب التفسیر میں لیا ہے، پھر کیا اشکال باقی رہ گیا؟ نیز مجاہد کی متابعت کی ہے عبدالعزیز بن حکیم نے جیسا کہ موطا امام محمدؒ میں ہے۔

اثر مجاہد کا معارضہ اثر طاؤس سے: ان حضرات نے بہت غور و خوض کے بعد اثر مجاہد کا یہ جواب دیا کہ مجاہد کے دوسرے شاگرد طاؤس فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عمرؓ کو رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہے، امام طحاویؒ نے اس پر فرمایا کہ اس روایت سے میں بھی واقف ہوں اسکی توجیہ بہت آسان ہے وہ یہ کہ ممکن ہے ابن عمرؓ شروع میں رفع یدین کرتے ہوں قبل تحقق النسخ عندہ، اور پھر بعد میں رفع یدین ترک کر دیا، امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ یہ توجیہ ضروری ہے اس لئے کہ صحت نقل کے باوجود اگر اس قسم کے تعارض کی توجیہ حضرات محدثین نہ کرتے تو نہ معلوم کتنی روایات واحادیث ساقط الاعتبار ہو جائیں، اور اس اثر طاؤس کا ہماری طرف سے ایک جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ طاؤس سے اسکو نقل کرنیوالے ابن جریج ہیں اور وہ اگرچہ ثقہ ہیں لیکن ندلس ہیں قبیح التدلیس کما قال الدارقطنی۔

اور وہ اس کو طاؤس سے بصیغہ عن روایت کرتے ہیں اور عن عبد لس معتبر نہیں، ایک منصف کیلئے حدیث ابن عمرؓ کے یہ جوابات بہت کافی ہیں، لیجئے جو حدیث تمام دنیا پر حجت تھی وہ صاف ہو گئی۔

۷۲۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَفَّى الْجَمْعِيُّ، حَدَّثَنَا بَقِيَّةٌ، حَدَّثَنَا الزُّبَيْدِيُّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِحٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: "كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى تَكُونَ حَذْوُ مَكْبَتِهِ، ثُمَّ كَبَّرَ وَهُمَا كَذَلِكَ فَيَرْكَعُ، ثُمَّ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْفَعَ صُلْبَهُ رَفَعَهُمَا حَتَّى تَكُونَ حَذْوُ مَكْبَتِهِ، ثُمَّ قَالَ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ وَلَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي الشُّجُودِ

وَيَرْفَعُهَا فِي كُلِّ تَكْبِيرَةٍ وَيَكْبِتُهَا قَبْلَ الرُّكُوعِ حَتَّى تَنْقَضِيَ صَلَاتُهُ

عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے یہاں تک کہ دونوں ہاتھ آپ کے دونوں کاندھوں کی سیدھ میں آجاتے پھر آپ رکوع کی تکبیر کہتے اور دونوں ہاتھ اسی حالت میں اٹھے ہوئے ہوتے پھر آپ رکوع فرماتے پھر جب آپ چاہتے کہ رکوع سے اپنی پیٹھ اٹھالیں تو دونوں ہاتھ کاندھوں کی سیدھ تک بلند فرماتے اور یہ دعا پڑھتے سَمِعَ اللَّهُ لَكُمْ حُجَّتَكُمْ اور آپ سجدوں میں اپنے ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے اور رکوع سے پہلے ہر تکبیر میں آپ ﷺ اپنے ہاتھ اٹھایا کرتے تھے نماز کی آخری رکعات تک۔

صحیح البخاری - الأذان (۷۰۲) صحیح البخاری - الأذان (۷۰۳) صحیح البخاری - الأذان (۷۰۵) صحیح البخاری - الأذان (۷۰۶) صحیح مسلم - الصلاة (۳۹۰) جامع الترمذی - الصلاة (۲۵۵) سنن النسائي - الافتتاح (۸۷۶) سنن النسائي - الافتتاح (۸۷۷) سنن النسائي - الافتتاح (۸۷۸) سنن النسائي - الافتتاح (۱۰۲۵) سنن النسائي - الطریق (۱۰۵۹) سنن النسائي - الطریق (۱۰۸۸) سنن النسائي - الطریق (۱۱۴۴) سنن ابی داؤد - الصلاة (۷۲۲) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۸۵۸) مسند أحمد - مسند الکثرین من الصحابة (۸/۲) مسند أحمد - مسند الکثرین من الصحابة (۱۸/۲) مسند أحمد - مسند الکثرین من الصحابة (۴۷/۲) مسند أحمد - مسند الکثرین من الصحابة (۶۲/۲) موطأ مالک - النداء للصلاة (۱۶۵) سنن الدارمی - الصلاة (۱۲۵۰) سنن الدارمی - الصلاة (۱۳۰۸)

۷۲۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ مَيْسَرَةَ الْجَشْعِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَحَادَةَ، حَدَّثَنِي عَبْدُ الْجَبَّارِ بْنُ وَائِلٍ بْنُ حَجْرٍ، قَالَ: كُنْتُ عَلَامًا لَا أَغْقِلُ صَلَاةَ أَبِي قَالَ: فَحَدَّثَنِي وَائِلُ بْنُ عُلْقَمَةَ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ بْنِ حَجْرٍ، قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ "إِذَا كَبَّرَ رَفَعَ يَدَيْهِ، قَالَ: ثُمَّ التَّحَفُّ، ثُمَّ أَخَذَ شِمَالَهُ بِيَمِينِهِ وَأَدْخَلَ يَدَيْهِ فِي ثَوْبِهِ قَالَ: فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ أَخْرَجَ يَدَيْهِ ثُمَّ رَفَعَهُمَا، وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ رَفَعَ يَدَيْهِ ثُمَّ سَجَدَ وَوَضَعَ وَجْهَهُ بَيْنَ كَتِفَيْهِ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ أَيْضًا رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى قَرَعَ مِنْ صَلَاتِهِ"، قَالَ: لِحَمْدٍ، فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِلْحَسَنِ بْنِ أَبِي الْحُسَيْنِ، فَقَالَ: هِيَ صَلَاةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَهُ مِنْ فَعَلَهُ وَتَرَكَهُ مَنْ تَرَكَهُ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: نَوَى هَذَا الْحَدِيثَ هَمَامٌ، عَنْ ابْنِ جَحَادَةَ لَمْ يَذْكُرْ الرَّفْعَ مَعَ الرَّفْعِ مِنَ السُّجُودِ.

عبد الجبار بن وائل بن حمر کہتے ہیں کہ میں بچہ تھا میں اپنے والد کی نماز کا طریقہ نہیں سمجھ سکا تھا تو وائل بن ہاتمہ نے میرے والد وائل بن حمر سے مجھے حدیث نقل کی کہ میں نے حضور ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی پس جب آپ نے تکبیر تحریمہ کہی تو اپنے دونوں ہاتھوں کو بلند کیا پھر آپ نے چادر سے اپنے آپ کو ڈھانپ لیا پھر اپنے اٹے ہاتھ کو سیدھے ہاتھ سے پکڑ کر نیت باندھی اور دونوں ہاتھ اپنی چادر میں داخل کر لئے (شاید سردی کا زمانہ ہو) وائل کہتے ہیں پھر جب آپ نے رکوع کا ارادہ فرمایا تو اپنے ہاتھوں کو اپنی چادر سے نکالا پھر ان دونوں ہاتھوں کو بلند کیا اور جب آپ نے رکوع سے سر اٹھانے کا ارادہ کیا تو اپنے دونوں ہاتھوں کو بلند کیا پھر سجدہ فرمایا اور اپنے چہرے کو اپنی دونوں ہتھیلیوں کے درمیان رکھا اور جب سجدہ سے اپنا سر اٹھایا تب بھی آپ

نے رفع الیدین فرمایا یہاں تک کہ جناب رسول اللہ ﷺ اپنی نماز سے فارغ ہوئے۔ محمد مجاہد کہتے ہیں میں نے حسن بصری سے اس حدیث کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا یہ نبی اکرم کی نماز کا طریقہ ہے اس طریقہ پر نماز کو پڑھنے والے آج بھی اُس طریقہ کو اختیار کیئے ہوئے ہیں اور جنہوں نے اس طریقہ کو چھوڑ دیا انہوں نے یہ طریقہ بھلا دیا۔ امام ابو داود فرماتے ہیں اس حدیث کو حمام نے محمد بن مجاہد سے جب نقل کیا تو اس میں سجدہ سے سرائٹاتے وقت رفع الیدین کو ذکر نہیں فرمایا۔

صحیح مسلم - الصلاة (۴۰۱) سنن النسائي - الافتتاح (۸۷۹) سنن النسائي - الافتتاح (۸۸۲) سنن النسائي - الافتتاح (۸۸۷) سنن النسائي - الافتتاح (۸۸۹) سنن النسائي - التطبيق (۱۱۵۹) سنن ابی داود - الصلاة (۷۲۳) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۸۱۰) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۸۶۷) مسند احمد - أول مسند الكوفيين (۳۱۶/۴) مسند احمد - أول مسند الكوفيين (۳۱۸/۴) مسند احمد - أول مسند الكوفيين (۳۱۹/۴) سنن الدارمي - الصلاة (۱۲۴۱) سنن الدارمي - الصلاة (۱۲۵۲) سنن الدارمي - الصلاة (۱۲۵۷)

حَدَّثَنِي عَبْدُ الْجَبَّارِ بْنُ دَاوُدَ بْنِ حُجْرٍ، قَالَ: كُنْتُ غُلَامًا لَا أَعْقِلُ صَلَاةَ أَبِي الْح: عبد الجبار فرماتے ہیں کہ میں تو بچہ اور کس نے کہا اپنے والد صاحب کی نماز کو اچھی طرح سے نہیں سمجھ سکتا تھا، میرے بڑے بھائی علقمہ بن وائل نے مجھ سے بیان کیا، آگے مضمون حدیث واضح ہے عن ابی وائل میں وائل بدل واقع ہو رہا ہے ابی سے، لفظ ابی مبدل منہ ہے، یعنی میرے بھائی نے بیان کیا میرے باپ وائل بن حجر سے اور سند میں جو وائل بن علقمہ مذکور ہے یہ غلط ہے، اس نام میں کسی راوی سے قلب واقع ہو گیا، صحیح علقمہ بن وائل ہے، عبد الجبار اور علقمہ دونوں آپس میں بھائی ہیں عبد الجبار چھوٹے اور علقمہ بڑے، اسی لئے وہ کہہ رہے ہیں کہ گو میں نے اپنے والد کو نماز پڑھتے دیکھا تو ہے مگر میں اس وقت بہت چھوٹا تھا اس قابل نہ تھا کہ ان کی نماز کی کیفیت کو بیان کر سکوں، اسی لئے اس کو اپنے بڑے بھائی علقمہ سے واسطے سے نقل کر رہے ہیں۔

تفسیر: ابو داود کی اس روایت سے معلوم ہو رہا ہے کہ عبد الجبار اپنے والد وائل کی حیات میں موجود تھے اگرچہ کس تھے، اسی لئے حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اسی سے محدثین کی ایک جماعت کی رائے کا غلط ہونا ثابت ہو رہا ہے، جیسے یحییٰ بن معین، ابن حبان، علی بن مدینی، امام بخاری وغیرہ، ان حضرات سے یہ منقول ہے کہ عبد الجبار کی پیدائش وائل بن حجر کی وفات کے بعد ہوئی تھی اور عبد الجبار اپنے باپ کے انتقال کی وقت شکم مادر میں حمل کی صورت میں تھے^۱، لیکن اس روایت^۲ نے آکر اس رائے کا غلط ہونا ثابت کر دیا۔

لیکن میں کہتا ہوں کہ لا أعقل کو لا أحفظ کے معنی میں لینے سے کام نہیں چلے گا اس لئے کہ کنت غلاماً کہاں جائے گا، اس سے تو

① تلمذ التہذیب ج ۶ ص ۱۰۵

② حضرت نے بذل (ج ۴ ص ۴۳۰) میں ان حضرات محدثین کی جانب سے نکالت کرتے ہوئے فرمایا کہ ممکن ہے یہ کہا جائے کہ لا أعقل کے معنی لا أحفظ ہیں، اسی لا أحفظ صلوة ابی لائی ولدت بعد موت ابی فکیف یسکن أن أعقل وأحفظ صلوة ابی فلا استدلال بهذا الکلام علی أنه ولد فی حیات أبیه

صاف معلوم ہو رہا ہے کہ یہ پیدا ہو چکے تھے۔

بخلاف حدیث ابن عمرؓ کے کہ اس میں شدید اضطراب ہے لہذا حدیث واکل کا جواب ہماری طرف سے ایک تو یہ ہوا کہ اس کے بعض طرق میں رفع عند السجود مذکور ہے، اور دوسرا جواب یہ ہے کہ ہمارے نزدیک یہ حدیث عبد اللہ بن مسعودؓ کی حدیث کے مقابلہ میں مرجوح ہے اس لئے کہ حضرت واکلؓ کی آمد حضر موت سے مدینہ منورہ میں صرف ایک دو مرتبہ ثابت ہے، امام بخاریؒ نے کوشش دو مرتبہ ثابت کی ہے، پر دیسی تھے، باہر کے رہنے والے طویل صحبت کے ساتھ مشرف نہیں ہوئے، بخلاف عبد اللہ بن مسعودؓ کے جو کہ سابقین اولین اور کبار بدرین میں سے ہیں، حفاظ صحابہ میں ان کا شمار ہے، ابن سعدؒ نے طبقات میں من کان یقی بالمدینۃ میں ان کا شمار کیا ہے اور بیس سال تک حضور ﷺ کی خدمت میں سفر او حضر اُسا تھ رہے، محدثین میں سے ایک بڑی جماعت کی رائے یہ جس کو قاضی ابو بکر اور ابن عبد البر وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ صحابی ہوتے کے لئے طویل صحبت ضروری ہے اور ظاہر ہے کہ یہ چیز حضرت واکل بن حجرؓ کو حاصل نہ تھی۔

طحاوی شریف میں ہے کہ ایک شخص نے ابراہیم نخعی کے سامنے واکل بن حجرؓ کی حدیث پیش کی تو انہوں نے فرمایا کہ اگر واکل نے حضور ﷺ کو ایک مرتبہ رفع کرتے ہوئے دیکھا ہے تو عبد اللہ بن مسعودؓ نے آپ ﷺ کو پچاس مرتبہ ترک رفع کرتے دیکھا ہے: **إِنْ كَانَ وَائِلٌ أَوْ مَرْثَدٌ يَفْعَلُ ذَلِكَ، فَقَدْ رَأَى عَبْدُ اللَّهِ عُمُسَيْنَ مَرَّةً، لَا يَفْعَلُ ذَلِكَ**^۱، اس پر امام بخاریؒ وغیرہ علماء ثانیہ نے ایک ایسا اشکال کیا جو موجب تعجب ہے وہ یہ کہ ابراہیم نخعی کی کیا حیثیت ہے واکل بن حجرؓ صحابی کے مقابلہ میں جو ان کے قول سے واکل کی حدیث مرفوع کا معارضہ کیا جائے، جواب ظاہر ہے کہ ابراہیم نخعی کے قول سے حدیث مرفوع کا معارضہ نہیں کیا جا رہا ہے بلکہ واکل بن حجرؓ کی روایت کے مقابلہ میں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی روایت کو پیش کیا جا رہا ہے، اور اس میں درائے نہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ علم و فضل میں واکل بن حجرؓ پر فائق ہیں، اور دوسرا جواب وہ کلی جواب ہے جو تمام احادیث رفع کا ہماری طرف سے دیا جاتا ہے کہ رفع یدین کے ثبوت سے ہمیں انکار نہیں اور نہ ہو سکتا ہے، گفتگو اور بحث رفع کے نام اور بقا میں ہے، ابن عمرؓ سے رفع کیساتھ ساتھ جو عدم رفع کی روایت منقول اور ثابت ہے اسکا انکار دینا ناممکن نہیں، اور دوسری طرف عبد اللہ بن مسعودؓ سے عدم رفع کی روایت کیساتھ ساتھ عملاً ان سے ترک رفع کے ثبوت پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔

۷۲۴ - حَدَّثَنَا عُفْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ التَّخَفِيِّ، عَنْ عَبْدِ الْجُبَّارِ بْنِ دَاوُدَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ أَبْصَرَ «النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى كَانَتْ بِيضًا مَسْكَبِيَّةً وَكَأَنَّهُ بِالْهَيْمَةِ أَدْنَاهُ، ثُمَّ كَبَّرَ».

عبد المجید بن واکل کہتے ہیں میرے اہل خانہ نے مجھے میرے ابا جان سے یہ روایت نقل کی کہ ابا جان نے

ان اہل خانہ کو یہ حدیث سنائی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو تکبیر تحریمہ کے وقت رفع الیدین کرتے دیکھا ہے۔

صحیح مسلم - الصلاة (۴۰۱) سنن النسائي - الافتتاح (۸۷۹) سنن النسائي - الافتتاح (۸۸۲) سنن النسائي - الافتتاح (۸۸۹) سنن النسائي - الافتتاح (۹۳۲) سنن النسائي - الطریق (۱۱۵۹) سنن ابی داود - الصلاة (۷۲۴) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۸۶۷) مسند أحمد - أول مسند الکوفیین (۳۱۸/۴) مسند أحمد - أول مسند الکوفیین (۳۱۹/۴) سنن الدارمی - الصلاة (۱۲۵۲) سنن الدارمی - الصلاة (۱۳۵۷)

۷۲۵ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ يَعْنِي ابْنَ زُرَّعٍ، حَدَّثَنَا الْمُسْعُودِيُّ، حَدَّثَنِي عَبْدُ الْجَبَّارِ بْنُ وَائِلٍ، حَدَّثَنِي أَهْلُ بَيْتِي عَنْ أَبِي أَنَسٍ حَدَّثَهُمْ، أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «يَرْفَعُ يَدَيْهِ مَعَ التَّكْبِيرِ».

عبدالجبار بن وائل اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ نماز کیلئے کھڑے ہوئے تو آپ ﷺ نے دونوں ہاتھ اتنے بلند کیے کہ یہ دونوں ہاتھ کندھوں کی سیدھ میں آگئے اور دونوں انگوٹھے کانوں کے مقابل آگئے پھر آپ نے تکبیر تحریمہ کہی۔

صحیح مسلم - الصلاة (۴۰۱) سنن النسائي - الافتتاح (۸۷۹) سنن النسائي - الافتتاح (۸۸۲) سنن النسائي - الافتتاح (۸۸۹) سنن النسائي - الافتتاح (۹۳۲) سنن النسائي - الطریق (۱۱۵۹) سنن ابی داود - الصلاة (۷۲۵) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۸۶۷) مسند أحمد - أول مسند الکوفیین (۳۱۹/۴) سنن الدارمی - الصلاة (۱۲۵۲) سنن الدارمی - الصلاة (۱۳۵۷)

۷۲۶ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ، قَالَ: قُلْتُ: لَا تَنْظُرَنَّ إِلَى صَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ يُصَلِّي، قَالَ: فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَكَبَّرَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى حَادَا أَلْتِيَهُ، ثُمَّ أَخَذَ شِمَالَهُ بِيَمِينِهِ فَلَمَّا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ رَفَعَهُمَا مِثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ وَضَعَ يَدَيْهِ عَلَى رُكْبَتَيْهِ، فَلَمَّا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ رَفَعَهُمَا، مِثْلَ ذَلِكَ فَلَمَّا سَجَدَ وَضَعَ رَأْسَهُ بِذَلِكَ التَّنْزِيلِ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ، ثُمَّ جَلَسَ فَأَقْدَرَتْ رِجْلُهُ الْيُسْرَى وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُسْرَى عَلَى فَخْذِهِ الْيُسْرَى وَخَدَّ مِرْفَقَهُ الْيُسْرَى عَلَى فَخْذِهِ الْيُمْنَى وَقَبَضَ بِيَمِينِهِ وَحَلَّقَ حَلَقَةً» وَرَأَيْتُهُ يَقُولُ: هَكَذَا وَحَلَّقَ بِشْرُ الْإِبْهَامِ وَالْوُسْطَى وَأَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ.

وائِل بن حجر کہتے ہیں میں نے کہا کہ دیکھتا ہوں کہ نبی کریم ﷺ کی نماز کو کہ آپ کیسے نماز ادا فرماتے ہیں وائل کہتے ہیں نبی کریم ﷺ نماز کیلئے کھڑے ہوئے۔ سو قبلہ رخ ہوئے چنانچہ آپ ﷺ نے تکبیر تحریمہ کہی اپنے دونوں ہاتھوں کو بلند کیا یہاں تک کہ کانوں کے بالمقابل آگئے پھر آپ ﷺ نے اپنا بائیں ہاتھ اپنے دائیں ہاتھ سے پکڑا پھر جب آپ ﷺ نے رکوع کا ارادہ فرمایا تو اسی طرح رفع یدین کیا (یعنی کانوں کے برابر ہاتھ اٹھائے) پھر آپ ﷺ نے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھے پھر جب آپ ﷺ نے رکوع سے اپنا سر اٹھایا تو ہاتھوں کو اسی طرح کانوں تک بلند کیا پھر جب آپ ﷺ نے سجدہ فرمایا تو اپنے مبارک کو اسی جگہ پر رکھا (یعنی دونوں ہاتھوں کے درمیان اس طور پر کہ دونوں ہاتھ کانوں کے بالمقابل تھے) پھر آپ ﷺ نے

جلہ فرمایا چنانچہ اپنے بائیں پاؤں کو بچھایا (بائیں پاؤں پر بیٹھ گئے اور دائیں پاؤں کو کھڑا کیا) اور اپنے بائیں ہاتھ کو بائیں ران پر رکھا اور اپنی دائیں کہنی کو دائیں ران سے فاصلہ پر رکھا اور اپنی چھنگلیاں اور اس کے ساتھ والی انگلی کو بند کیا اور (درمیانی دہلی انگلی اور انگوٹھے) سے ایک حلقہ بنایا (واکل بن حجر کہتے ہیں) میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ اس طرح کر رہے تھے (مسند استاد کہتے ہیں میرے شیخ) بشر نے انگوٹھے اور درمیانی انگلی کو ملا کر حلقہ بنایا اور شہادت کی انگلی کا اشارہ کیا۔

۷۲۷- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا زَائِدَةُ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ كَلْبٍ، بِإِسْنَادٍ وَثْقَاءُ، قَالَ فِيهِ: ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى ظَهْرِ كَفِّهِ الْيُسْرَى وَالرُّسُغِ وَالسَّاعِدِ، وَقَالَ فِيهِ: ثُمَّ جُمِعَتْ بَعْدَ ذَلِكَ فِي زَمَانٍ فِيهِ بَرُودٌ شَدِيدٌ قَرَأْتُ النَّاسَ عَلَيْهِمْ جُلُ الثِّيَابِ تَحْتَ أَثَدِهِمْ تَحْتَ الثِّيَابِ.

زائدہ عن عاصم سے بھی یہ حدیث (بشر عن عاصم) والی سند سے اسی کے ہم معنی مروی ہے (لیکن الفاظ میں تھوڑا فرق ہے اور وہ یہ کہ) بشر بن زائدہ نے اپنی حدیث میں یہ ذکر کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے دائیں ہاتھ کو اپنے بائیں ہاتھ کے پشت، گٹے اور کلائی پر رکھا (جبکہ بشر نے اخلا شمال یا یمن کے الفاظ نقل کیے تھے) اور زائدہ نے اپنی حدیث میں یہ اضافہ نقل کیا کہ واکل کہتے ہیں میں اس پہلے واقعہ کے بعد دوبارہ سخت سردی کے زمانہ میں آیا تو میں نے دیکھا کہ لوگوں نے بہت سے کپڑے پہن رکھے ہیں ان کے ہاتھ کپڑوں کے نیچے حرکت کر رہے ہیں (بشر نے یہ اضافہ نقل نہیں کیا تھا)۔

صحیح مسلم - الصلاة (۴۰۱) سنن النسائي - الافتتاح (۸۷۹) سنن النسائي - الافتتاح (۸۸۲) سنن النسائي - الافتتاح (۸۸۷) سنن النسائي - الافتتاح (۸۸۹) سنن النسائي - الافتتاح (۹۳۲) سنن النسائي - التطبيق (۱۰۸۹) سنن النسائي - التطبيق (۱۱۵۴) سنن النسائي - التطبيق (۱۱۵۹) سنن ابی داؤد - الصلاة (۷۲۶) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۸۱۰) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۸۶۷) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (۳۱۶/۴) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (۳۱۸/۴) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (۳۱۹/۴) سنن الدارمی - الصلاة (۱۲۴۱) سنن الدارمی - الصلاة (۱۲۵۲) سنن الدارمی - الصلاة (۱۳۵۷)

قوله: فَلَمَّا سَجَدَ وَضَعَ رَأْسَهُ بِذَلِكَ الْمَنْزِلِ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ: سجدہ کی کیفیت بیان کر رہے ہیں اور یہ کہ حالت سجدہ میں ہاتھ کس جگہ تھے؟ سو بتلادیا کہ سجدہ میں سر دونوں ہاتھوں کے درمیان میں تھا جس سے معلوم ہوا کہ سجدہ کی حالت میں یدین اذنین کی محاذات میں ہونے چاہئیں، جس جگہ رفع یدین کی وقت ہوتے ہیں، بِذَلِكَ الْمَنْزِلِ کا یہی مطلب ہے۔
قوله: وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُسْرَى عَلَى فَخِذِهِ الْيُسْرَى وَحَدَّ مِرْفَقَهُ الْيَمِينِ عَلَى فَخِذِهِ الْيُمْنَى: تشہد میں کیفیت جلوس کو بیان کر رہے ہیں کہ دوزانو ہو کر بیٹھے بائیں ہاتھ کو بائیں ران پر رکھا، اب آگے کہنا تو یہ چاہئے تھا، اور دائیں ہاتھ کو دائیں ران پر رکھا مگر راوی اس کو اس طرح بیان کر رہا ہے جو آگے عبارت میں مذکور ہے وَحَدَّ مِرْفَقَهُ الْيَمِينِ۔

شرح الاحادیث: ظاہر یہ ہے کہ یہ واو عاطفہ ہے اور حد تشدید ال کیساتھ فعل ماضی ہے، حد کے معنی منع اور فصل کے ہیں، ترجمہ یہ ہوگا کہ داہنے ہاتھ کی کہنی کو ران سے جدا رکھا اس حال میں کہ وہ ہاتھ دائیں ران پر تھا، احقر کہتا ہے کبھی یہ بات میرے

سمجھ میں نہیں آئی کہ کہنی کو ران سے جدا رکھنے کے بیان میں دائیں ہاتھ کی کیوں تخصیص کی گئی، جبکہ بائیں ہاتھ کی کہنی بھی ران سے جدا رہتی ہے، اور ایک احتمال اس لفظ کی شرح میں یہ بھی لکھا ہے کہ لفظ وَحَدَّ میں واؤ اصلی ہے، اور یہ فعل ماضی ہے توحید سے، مطلب اس صورت میں بھی وہی ہو گا علیحدہ رکھنا، اور تیسرا احتمال یہ لکھا ہے وحد میں واؤ عاطفہ ہے اور حد فعل ماضی نہیں ہے بلکہ اسم ہے کنارہ کے معنی میں اور اس کا عطف یدہ الیسری پر ہے، تقدیر عبارت یہ ہوگی ”ووضع حد مرفقہ الایمن علی فخذہ الیمنی“، لفظ حد منصوب ہو گا بناء پر مفعولیت کے جو کہ مضاف ہو رہا ہے مابعد کی جانب، ترجمہ یہ ہو گا رکھا آپ نے بائیں ہاتھ کو فخذ یسری پر اور رکھا مرفق الایمن کی حد کو فخذ یمنی پر، لیکن یہ احتمال ثالث بظاہر صحیح نہیں اس لئے کہ وضع المرفق علی الفخذ کی اور روایت سے ثابت نہیں اور نہ وہ کسی فقیہ کا مذہب ہے۔

۷۲۸ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ عَلَاضِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ ذَائِلِ بْنِ حُجْرٍ، قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «حِينَ افْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حِينَ أَدْنَيْهِ». قَالَ: لَمَّا أَتَيْتُهُمْ فَرَأَيْتُهُمْ يَزْفَعُونَ أَيْدِيَهُمْ إِلَى صُدُورِهِمْ فِي افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ وَعَلَيْهِمْ بَرَانِسٌ وَأَكْسِيَّةٌ.

واکل بن حجر کہتے ہیں میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا جب آپ نے نماز شروع فرمائی تو اپنے دونوں ہاتھوں کو کانوں تک بلند کیا واکل بن حجر کہتے ہیں پھر میں (دوبارہ کچھ عرصہ بعد مدینہ میں) صحابہ کے پاس آیا تو میں نے انہیں دیکھا کہ وہ نماز شروع کرتے وقت اپنے سینوں تک اپنے ہاتھوں کو بلند کر رہے ہیں اور ان پر سر سے چمٹی ہوئی ٹوپیاں اور چادریں تھیں۔

صحیح مسلم - الصلاة (۴۰۱) سنن النسائي - الافتتاح (۸۷۹) سنن النسائي - الافتتاح (۸۸۲) سنن النسائي - الافتتاح (۸۸۹)
سنن النسائي - الافتتاح (۹۳۲) سنن أبي داود - الصلاة (۷۲۸) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (۸۶۷) سنن الدارمي - الصلاة (۱۳۵۷)

قولہ: لَمَّا أَتَيْتُهُمْ فَرَأَيْتُهُمْ يَزْفَعُونَ أَيْدِيَهُمْ إِلَى صُدُورِهِمْ: اس سے معلوم ہوا کہ انکی پہلی آمد گرمی کے زمانہ میں ہوئی تھی، اس وقت میں صحابہ کرام رفع یدین کا توں تک کرتے تھے، دوبارہ جو آمد ہوئی وہ سردی کے زمانہ میں تھی اس وقت میں حضرات صحابہ نماز میں رفع یدین چادروں ہی کے اندر اندر سے صرف سینہ تک کرتے تھے، مگر یہ بعض صحابہ کا طرز عمل تھا، اس سے واکل ہی کی روایت میں آچکا کہ حضور ﷺ چادر کے اندر سے ہاتھ نکال کر تب اٹھاتے تھے، لہذا مسنون طریقہ وہی ہے۔ اس حدیث سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ واکل بن حجر باہر کے رہنے والے تھے، مدینہ منورہ^۱ میں ان کی یہ آمد دوسری بار تھی۔

۱۱۸ - بَابُ افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ

یہ باب ہے نماز شروع کرنے کے بیان میں

① یہ بات بہت محسوس ہوتی ہے کہ صحیحین میں رفع یدین کے ثبوت میں دو یا تین حدیثیں کل ہیں، جن میں سے دو کے راوی باہر کے رہنے والے اور پر دہی

ترجمة الباب کی غرض: بعض نسخوں میں یہ ترجمہ الباب نہیں ہے، اگر نہ ہو تب کچھ بیان کی حاجت ہی نہیں، اور اگر ہو جیسا کہ ہمارے نسخہ میں ہے تو پھر یہ کہا جائیگا کہ اس سے پہلا باب رفع الیدین تھا، اور بعض علماء کے نزدیک رفع یدین قبل التحریم ہوتا ہے اور نماز کی ابتداء اور اسکا افتتاح فی الواقع تکبیر تحریمہ سے ہونا ہے نہ کہ رفع یدین سے، اس لئے یہ ترجمہ لانا درست ہو گیا، گو یا رفع یدین عند التحریم کو ثابت کرنے کے بعد مصنف اس کے مابعد کے عمل کو بیان کر رہے ہیں جس سے نماز کا افتتاح ہوتا ہے اور وہ تکبیر تحریمہ ہے، لیکن اس باب کی جو پہلی حدیث ہے وہ گذشتہ حدیث ہی کا ایک طریق ہے واکل بن حجر کی حدیث، لہذا بہتر یہ تھا کہ آنے والی حدیث باب سابق کے تحت ہوتی اور اس باب کی ابتداء حدیث ابو حمید ساعدی سے ہوتی جو ہمارے نسخہ میں پہلی حدیث کے بعد ہے۔

۷۲۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلِيمَانَ الْكِنْدِيُّ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ شَرِيكٍ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ، عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الشِّتَاءِ فَرَأَيْتُ أَصْحَابَهُ «يَرْفَعُونَ أَيْدِيَهُمْ فِي نِيَابِهِمْ فِي الصَّلَاةِ».

واکل بن حجر کہتے ہیں میں سردی کے موسم میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا چنانچہ میں نے دیکھا آپ کے صحابہ نماز میں کپڑوں کے اندر اپنے ہاتھوں کو بلند کر رہے ہیں۔

سنن النسائي - الطبراني (۱۱۵۹) سنن ابی داؤد - الصلاة (۷۲۹) سنن الدارمی - الصلاة (۱۳۵۷)

۷۳۰- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ الضَّخَالِيُّ بْنُ مَخْلَدٍ، ح وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى - وَهَذَا حَدِيثُ أَحْمَدَ - قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ يَحْيَى بْنُ جَعْفَرٍ، أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو بْنُ عَطَاءٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا مُحَمَّدٍ السَّاعِدِيَّ، فِي عَشْرَةِ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ أَبُو قَتَادَةَ، قَالَ أَبُو مُحَمَّدٍ: أَنَا أَعْلَمُكُمْ بِصَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالُوا: فَلِمَ؟ قَالُوا: مَا كُنْتُ بِأَكْثَرِنَا لَهُ تَبَعًا وَزَأْدًا مِنَّا لَهُ صُحْبَةً، قَالَ: بَلَى، قَالُوا: فَأَعْرِضْ، قَالَ: "كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَتَّى يُحَازِي بِهِمَا مَنْكَبَيْهِ، ثُمَّ يَكْبِرُ حَتَّى يَقُوَّ كُلُّ عَظْمٍ فِي مَوْضِعِهِ مُعْتَدِلًا، ثُمَّ يَقْرَأُ، ثُمَّ يَكْبِرُ فَيَرْفَعُ يَدَيْهِ حَتَّى يُحَازِي بِهِمَا مَنْكَبَيْهِ، ثُمَّ يَرْكَعُ وَيَضَعُ رَأْسَهُ عَلَى رُكْبَتَيْهِ، ثُمَّ يَعْتَدِلُ فَلَا يَضَعُ رَأْسَهُ وَلَا يَقْنِعُ، ثُمَّ يَرْفَعُ رَأْسَهُ، فَيَقُولُ: سَمِعَ اللَّهُ مِنْ حَمِيدِهِ، ثُمَّ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَتَّى يُحَازِي بِهِمَا مَنْكَبَيْهِ مُعْتَدِلًا، ثُمَّ يَقُولُ: اللَّهُ أَكْبَرُ، ثُمَّ يَهْوِي إِلَى الْأَرْضِ فَيَجَانِي يَدَيْهِ عَنْ جَنْبَيْهِ، ثُمَّ يَرْفَعُ رَأْسَهُ وَيُثْنِي بِرِجْلِهِ الْيُسْرَى فَيَضَعُهَا عَلَى رِجْلِهِ الْيُمْنَى، وَيَضَعُ أَصَابِعَ رِجْلَيْهِ إِذَا سَجَدَ، وَيَسْجُدُ ثُمَّ يَقُولُ: اللَّهُ أَكْبَرُ، وَيَرْفَعُ رَأْسَهُ وَيُثْنِي بِرِجْلِهِ الْيُسْرَى فَيَضَعُهَا عَلَى رِجْلِهِ الْيُمْنَى، ثُمَّ يَرْجِعُ كُلَّ عَظْمٍ إِلَى مَوْضِعِهِ، ثُمَّ يَضَعُ فِي الْأُخْرَى وَمِثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ إِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى يُحَازِي بِهِمَا مَنْكَبَيْهِ كَمَا كَبَّرَ عِنْدَ افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ، ثُمَّ يَضَعُ يَدَيْهِ فِي بَقِيَّةِ صَلَاتِهِ حَتَّى إِذَا كَانَتِ السَّجْدَةُ الَّتِي فِيهَا التَّسْلِيمُ أَخَّرَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى وَقَعَدَ مُتَوَرِّكًا عَلَى شِقْوِ الْأَيْسَرِ". قَالُوا: صَدَقْتَ هَكَذَا كَانَ يُصَلِّي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

محمد بن عمرو بن عطاء کہتے ہیں میں نے ابو حمید الساعدی کو دس صحابہ کی موجودگی میں سنا جن دس میں ابو قتادہ بھی تھے ابو حمید نے کہا میں تم لوگوں میں رسول اللہ ﷺ کی نماز کا طریقہ سب سے زیادہ جانتا ہوں دس صحابہ جو (اس مجلس میں) موجود تھے انہوں نے کہا کیوں تم یہ دعویٰ کر رہے ہو؟ اللہ کی قسم تم نہ تو ہم سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرنے والے ہو اور نہ ہی ہم سے پہلے تمہیں صحابی بننے کا شرف حاصل ہوا ہے (تو تم یہ دعویٰ کیوں کر رہے ہو؟) ابو حمید نے کہا تم نے بالکل ٹھیک کہا (لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ کی نماز کو جتنا غور سے دیکھا ہے تم نے نہیں دیکھا) صحابہ نے کہا (اگر تم زیادہ جانتے ہو تو) ہمارے سامنے وہ طریقہ پیش کرو۔ ابو حمید کہتے ہیں نبی اکرم ﷺ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو اپنے دونوں ہاتھ بلند فرماتے یہاں تک کہ اپنے کندھوں کے بالمقابل کر دیتے پھر تکبیر کہتے یہاں تک کہ (ہاتھ واپس نیچے آنے کے بعد) ہر ہڈی اپنی جگہ پر ٹھیک طرح سے آجاتی پھر قرأت فرماتے پھر (رکوع کیلئے) تکبیر کہتے تو اپنے ہاتھوں کو اپنے کندھوں تک بلند فرماتے پھر رکوع فرماتے اور اپنی دونوں ہتھیلیوں (کا اندرونی حصہ) اپنے گھٹنوں پر رکھتے پھر اعتدال سے رکوع فرماتے چنانچہ نہ اپنا سر (کمر سے) جھکا کر رکھتے اور نہ اپنا سر (کمر سے) بلند کرتے پھر اپنا سر اٹھاتے اور سیدھا کھڑے ہو جاتے تو سَمِعَ اللہُ لَمَنَ حَمِدَهُ پڑھتے پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو بلند فرماتے یہاں تک کہ وہ کندھوں کے برابر ہو جاتے پھر آپ اللہ اکبر کہہ کر زمین کی طرف جھکتے چنانچہ اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے پہلوؤں سے (سجدہ میں) دور رکھتے پھر (سجدہ سے) اپنا سر بلند فرماتے اور بایاں پاؤں موڑ کر اس پر بیٹھ جاتے اور اپنے دونوں پاؤں کی انگلیوں کو سجدہ میں موڑ دیتے (اور قبلہ کی طرف ان کا رخ کرتے) پھر (تکبیر کے بعد دوسرا) سجدہ کرتے پھر اللہ اکبر کہہ کر (دوسرے سجدہ سے) سر بلند فرماتے اور اپنے بائیں پاؤں کو موڑ کر اس پر بیٹھ جاتے یہاں تک کہ ہر ہڈی اپنی جگہ پر آجاتی پھر دوسری رکعت میں بھی پہلی رکعت کی طرح افعال کرتے پھر جب دو رکعت مکمل کر کے (تیسری رکعت کیلئے) کھڑے ہوتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو بلند کرتے یہاں تک کہ وہ آپ کے دونوں کندھوں کے بالمقابل ہو جاتے جیسا کہ تکبیر شروع کرتے وقت آپ نے تکبیر کہی تھی پھر اپنی باقی نماز میں بھی یہی افعال ادا کرتے یہاں تک کہ جب وہ سجدہ آجاتا جس کے بعد سلام پھیرتا ہوتا تھا تو اپنے بائیں پاؤں کو نکالتے اور حالت تورک میں بائیں پہلو پر (یعنی بائیں کونے کو زمین پر رکھ کر بیٹھتے، پاؤں پر نہ بیٹھتے) تو صحابہ نے فرمایا نبی اکرم ﷺ اسی طریقہ سے نماز ادا فرماتے تھے۔

۷۳۱ - حَدَّثَنَا كُثَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ هُبَيْرَةَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ حُلَيْلَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو النَّعَمِيِّ، قَالَ: كُنْتُ فِي الْجُلَيْسِ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَذَلِكَ أَكْرَدَا صَلَاةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ أَبُو حَمِيدٍ: فَذَكَرَ بَعْضُ هَذَا الْحَدِيثِ، وَقَالَ: «فَإِذَا رَكَعَ أَمُكَنَّ كَفَّيْهِ مِنْ رُكْبَتَيْهِ وَفَرَّجَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ ثُمَّ هَضَرَ ظَهْرَهُ غَيْرَ مُقْنِعٍ رَأْسَهُ، وَلَا صَافِحٍ بَعْضَهُ». وَقَالَ: «فَإِذَا قَعَدَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ قَعَدَ عَلَى بَطْنِ قَدَمِهِ الْيُسْرَى وَنَصَبَ الْيُمْنَى، فَإِذَا كَانَ فِي الرَّابِعَةِ أَقْضَى يَدَيْهِ إِلَى الْأَرْضِ وَأَخْرَجَ قَدَمَيْهِ مِنْ تَحْتِهِ وَاحِدَةً».

محمد بن عمرو العامری کہتے ہیں کہ میں ایسی مجلس میں شریک تھا جس میں حضرات صحابہ موجود تھے تو ان صحابہ نے نبی پاک کی نماز کا مذاکرہ کیا۔ ابو حمید ساعدی نے فرمایا..... مصنف کہتے ہیں محمد بن عمرو بن حنبلہ نے گزشتہ حدیث کا کچھ حصہ اس کے بعد نقل کیا (تو محمد بن عمرو بن حنبلہ کی روایت محمد بن عمرو بن عطاء کی روایت کے مقابلہ میں مختصر ہے اور ان دونوں روایتوں میں مزید اختلاف بھی ہے جس کو مصنف آگے بیان کر رہے ہیں) محمد بن عمرو بن حنبلہ نے کہا رسول اللہ ﷺ جب رکوع میں تشریف لے گئے تو آپ نے اپنی دونوں ہتھیلیوں سے اپنے دونوں گھٹنوں کو مضبوطی سے پکڑا اور رکوع میں اپنی انگلیوں کے درمیان کشادگی فرمائی پھر آپ نے اپنی کمر کو جھکایا نہ تو آپ کا سر آپ کی کمر سے اٹھا ہوا تھا اور نہ ہی آپ کا گال (گلا) ظاہر ہو رہا تھا راوی محمد بن عمرو بن حنبلہ کہتے ہیں کہ حضور جب دو رکعتوں کے ختم ہونے کے بعد بیٹھتے تو اپنے بائیں پاؤں کے اندرون پر بیٹھتے اور سیدھا پاؤں اٹھا لیتے اور جب چوتھی رکعت کے اختتام پر بیٹھے تو اپنے بائیں کو لمبے زمین پر رکھ دیتے اور اپنے دونوں پاؤں ایک جانب (دائیں طرف) سے نکال دیتے۔

۷۳۰ - حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ إِبرَاهِيمَ الْمِصْرِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ مُحَمَّدٍ الْقُرَشِيِّ، وَيَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ حَلْحَلَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ عَطَاءٍ، نَحْوُ هَذَا قَالَ: «فَإِذَا سَجَدَ وَضَعَ يَدَيْهِ غَيْرَ مُفَرِّشٍ وَلَا قَابِضِهِمَا وَاسْتَقْبَلَ بِأَطْرَافِ أَصَابِعِهِ الْقِبْلَةَ».

محمد بن عمرو بن عطاء سے گزشتہ حدیث کی مانند روایت ہے اس میں یہ الفاظ کہ جب سجدہ میں تشریف لے جاتے تو دونوں ہاتھ اس طرح رکھتے کہ نہ تو دونوں ہاتھوں کو زمین پر بچھاتے اور نہ ہی دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بناتے..... اور پاؤں کی انگلیاں قبلہ رخ کر دیتے۔

۷۳۱ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ إِبرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَبُو بَدْرٍ، حَدَّثَنِي زُهَيْرُ أَبُو حَيْثَمَةَ، حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الْحَرِ، حَدَّثَنِي عِيسَى بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ عَطَاءٍ، أَحَدِ بَنِي مَالِكٍ، عَنْ عَتَّاشِ بْنِ سَهْلٍ السَّاعِدِيِّ أَنَّهُ كَانَ فِي مَجْلِسٍ فِيهِ أَبُوهُ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي الْمَجْلِسِ أَبُو هُرَيْرَةَ، وَأَبُو مُحَمَّدٍ السَّاعِدِيُّ، وَأَبُو أُسَيْدٍ بِهَذَا الْحَمْرِ يَزِيدُ أَوْ يُقْصِرُ قَالَ فِيهِ: "ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ بَعْضُ مِنَ الرُّكُوعِ فَقَالَ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ وَرَفَعَ يَدَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: اللَّهُ أَكْبَرُ فَسَجَدَ فَانْتَضَبَ عَلَى كَفِّهِ وَرُكْبَتَيْهِ وَصَدُوهُ قَدَمَيْهِ وَهُوَ سَاجِدٌ، ثُمَّ كَبَّرَ فَجَلَسَ فَتَوَرَّكَ وَنَضَبَ قَدَمَهُ الْأُخْرَى، ثُمَّ كَبَّرَ فَسَجَدَ، ثُمَّ كَبَّرَ فَقَامَ وَلَمْ يَتَوَرَّكَ، ثُمَّ سَأَلَ الْحَدِيثَ، قَالَ: ثُمَّ جَلَسَ بَعْدَ الرَّكْعَتَيْنِ حَتَّى إِذَا هُوَ أَرَادَ أَنْ يَنْهَضَ لِلْقِيَامِ قَامَ بِتَكْبِيرَةٍ، ثُمَّ رَفَعَ الرَّكْعَتَيْنِ الْأُخْرَيَيْنِ وَلَمْ يَنْكُرِ التَّوَرُّكَ فِي الْقَشْدِ".

محمد بن عمرو بن عطاء عباس یا عیاش بن سہل الساعدی سے نقل کرتے ہیں کہ عباس بن سہل اسی مجلس میں تھے جس مجلس میں عباس کے والد سہل موجود تھے اور سہل نبی اکرم ﷺ کے صحابہ میں سے ہیں اور اس مجلس میں حضرت

ابو ہریرہ، ابو حمید ساعدی اور ابواسید موجود تھے۔ اس کے بعد راوی عیسیٰ بن عبد اللہ نے گزشتہ حدیث نقل کی جس میں کچھ اضافہ اور کمی ہے عیسیٰ بن عبد اللہ نے اس حدیث میں یہ فرمایا کہ پھر رکوع است سر اٹھا کر آپ نے سَمِعَ اللّٰهُ لِحَنِ حَمْدِكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ پڑھا اور قومہ کی حالت میں رفع الیدین کیا پھر اللہ اکبر کہہ رکعہ میں سجدہ اور سجدہ کی حالت میں اپنی دونوں پتھیلیوں اور دونوں گھٹنوں اور پنجوں پر سیدھے بیٹھ گئے پھر آپ نے تکبیر کہی (سجدے سے اٹھنے کے لئے) چنانچہ آپ بیٹھ گئے (دونوں سجدوں کے درمیان) آپ نے تورک فرمایا اور اپنے سیدھے پاؤں کو کھرا کیا پھر آپ ﷺ نے (دوسرے سجدے میں جانے کے لئے) تکبیر کہی، سجدہ کیا پھر آپ ﷺ نے تکبیر کہی (دوسرے سجدے سے اوپر اٹھنے کے لئے) پھر سیدھا کھڑے ہو گئے اور تورک نہیں فرمایا پھر راوی نے آگے مکمل حدیث نقل کی۔ عیسیٰ بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ پھر آپ ﷺ دو رکعات پڑھنے کے بعد بیٹھ گئے یہاں تک کہ جب آپ ﷺ نے قیام کا ارادہ فرمایا تو تکبیر کہہ کر کھڑے ہو گئے پھر باقی دو رکعتیں ادا کیں اور عیسیٰ بن عبد اللہ نے تشہد میں تورک کو ذکر نہیں کیا۔

۷۳۴

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرِو بْنِ لُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ سَهْلٍ، قَالَ: اجْتَمَعَ أَبُو حَمْدٍ، وَأَبُو أُسَيْدٍ، وَسَهْلُ بْنُ سَعْدٍ، وَنَحْنُ بِنُ مَسْلَمَةَ، فَذَكَرُوا صَلَاةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَبُو حَمْدٍ: أَنَا أَعْلَمُكُمْ بِصَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ بَعْضُ هَذَا، قَالَ: "لَمَّا رَجَعَ قَوْضَعُ يَدَيْهِ عَلَى رُكْبَتَيْهِ كَأَنَّهُ قَابِلُ عَالِيهِمَا، وَوَضَعَ يَدَيْهِ فَتَجَاوَى عَنْ جَنْبَيْهِ، قَالَ: لَمَّا سَجَدَ فَأَمَّكَ أَنْفَهُ وَجْهَهُ وَتَوَضَّعَ عَنْ جَنْبَيْهِ وَوَضَعَ كَفَّيْهِ خَلْفَهُ مَشْكِبِيهِ، لَمَّا رَفَعَ رَأْسَهُ حَتَّى رَجَعَ كُلَّ عَظْمٍ فِي مَوْضِعِهِ حَتَّى فَرَغَ، ثُمَّ جَلَسَ فَافْتَرَشَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى وَأَقْبَلَ بِصَدْرِ الْيُمْنَى عَلَى قَبْلَتِهِ وَوَضَعَ كَفَّهُ الْيُمْنَى عَلَى رُكْبَتَيْهِ الْيُمْنَى وَكَفَّهُ الْيُسْرَى عَلَى رُكْبَتَيْهِ الْيُسْرَى" وَأَشَارَ بِأَصْبُعِهِ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَذِهِ هَذِهِ الْحَدِيثُ عُثْبَةُ بْنُ أَبِي حَكِيمٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عِيسَى، عَنْ الْعَبَّاسِ بْنِ سَهْلٍ، لَمَّا يَذْكُرُ التَّوَارِثَ وَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ لُبَيْدٍ وَذَكَرَ الْحَسَنُ بْنُ الْحَرِّثِ نَحْوَ جُلُوسَةِ حَدِيثِ لُبَيْدٍ، وَعُثْبَةُ.

سجده

عباس بن سہل کہتے ہیں ابو حمید، ابواسید، سہل بن سعد اور محمد بن مسلمہ ایک مجلس میں جمع ہوئے انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی نماز کا مذاکرہ کیا تو ابو حمید نے کہا کہ میں تم سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی نماز کا طریقہ جانتا ہوں پھر قلع راوی نے ماقبل حدیث کا بعض حصہ ذکر کیا قلع راوی کہتے ہیں پھر آپ ﷺ نے رکوع فرمایا چنانچہ اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے دونوں گھٹنوں پر اس طور پر رکھا کہ گویا کہ دونوں گھٹنوں کو پکڑے ہوئے ہیں اور اپنے دونوں ہاتھوں کو کمان کی مانند بنایا اور ان دونوں ہاتھوں کو اپنے پہلوؤں سے الگ کر دیا اور راوی کہتا ہے پھر آپ سجدہ میں گئے تو آپ نے اپنی ناک اور پیشانی کو زمین پر اچھی طرح رکھا اور اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے دونوں پہلوؤں سے جدا کیا اور اپنی دونوں پتھیلیوں کو اپنے دونوں کندھوں کے مد مقابل رکھا پھر اپنے سر کو اٹھایا یہاں تک کہ ہر ہڈی اسکی جگہ لوٹ آئی (بعض پہلے سجدہ سے سر اٹھانے کے بعد اطمینان سے بیٹھ گئے) یہاں تک کہ

حدیث میں ہیں۔

صحیح البخاری - الأذان (۷۹۴) جامع الترمذی - الصلاة (۲۶۰) جامع الترمذی - الصلاة (۳۰۴) سنن النسائی - السهو (۱۱۸۱) سنن ابی داؤد - الصلاة (۷۳۰) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۸۶۲) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۸۶۲) مسند احمد - باقی مسند الانصار (۴۲۴/۵) سنن الدارمی - الصلاة (۱۲۰۷) سنن الدارمی - الصلاة (۱۳۵۶)

شرح الأحادیث **حدیث ابو حمید ساعدی کی تخریج:** قوله: سَمِعْتُ أَبَا مُحَمَّدٍ السَّاعِدِيَّ، فِي عَشْرَةِ مِنْ

أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: یہ رفع یدین کے سلسلہ کے تیسرے صحابی کی حدیث ہے، یہ سنن اربعہ اور مسند احمد کی روایت ہے امام بخاریؒ نے اسکا صرف شروع کا حصہ ذکر کیا اور عام طور سے شراح نے اس کی نسبت نسائی کی طرف نہیں کی، حالانکہ یہ حدیث اسمیں بھی ہے امام نسائیؒ نے بھی اس کی ابواب السهو میں مختصراً تخریج کی ہے، اور اس میں صرف رفع عند القيام من الركعتین مذکور ہے، یہی وہ حدیث ہے جس کو علامہ شوکانیؒ نے دس بلکہ گیارہ حدیثیں شمار کیا ہے، جیسا کہ ابتدائی مباحث میں گزر چکا، میں سبق میں کہا کرتا ہوں کہ دیکھو بھائی! ہم بھی جب اس حدیث کے جوابات دیں گے اور اس پر کلام کریں گے تو وہ صرف ایک حدیث کا جواب نہیں ہو گا بلکہ گیارہ حدیثوں کا جواب ہو گا۔

حنفیہ کی طرف سے اس حدیث کے جوابات: اس حدیث پر ہماری طرف سے متعدد نقد کئے گئے ہیں جنکو حضرت سہارنپوریؒ نے بذل میں مختصر اور مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے آمالی الأحبار میں تفصیل سے ذکر فرمایا ہے بذل میں اس پر کلام دو جگہ ہے ایک تو یہاں حدیث کے تحت اور ایک باب رفع الیدین کے تحت میں جہاں حضرت فریقین کے دلائل پر کلام فرمایا ہے وہ نقد یہ ہیں:

① اس حدیث کی سند میں عبد الحمید بن جعفر ہیں جو ضعیف ہیں، یحییٰ بن سعید نے ان کی تضعیف کی ہے۔

② اس حدیث میں رفع عند القيام من الركعتین مذکور ہیں جس کے جمہور قائل نہیں۔

③ اس حدیث میں اس حیثیت سے اختلاف واضطراب ہے کہ بعض رواۃ نے اسمیں قعدہ اخیرہ میں تورک ذکر کیا ہے، اور بعض نے نہیں، اور اس کے بعض طرق میں بجائے تورک فی الجلوس الاخیرہ کے تورک فی الجلوس بین السجدتین مذکور ہے۔

④ اس حدیث کو ابو حمید ساعدیؒ نے دس صحابہ کی موجودگی میں بیان فرمایا تھا، اور اسی لئے یہ حضرات کہتے ہیں کہ یہ حدیث دس حدیثوں کے قائم مقام ہے، لیکن دس حدیثوں کے قائم مقام توجب ہوگی، جب یہ سب حضرات اسکی تصدیق کریں، حالانکہ امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے اخیر میں قالوا: صدقت، صرف ابو عاصم کی روایت میں ہے ان کے علاوہ کسی نے یہ جملہ نقل نہیں کیا، غرضیکہ ان صحابہ کی تصدیق بھی کھٹائی میں پڑ گئی، پھر یہ حدیث دس حدیثوں کے قائم مقام کیسے ہوئی؟

احقر عرض کرتا ہے اس حدیث کے سیاق کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ان صحابہ کی طرف سے تصدیق نہ ہونی چاہئے، اس لئے کہ ابو حمید

ساعدی نے اپنی مجلس میں ان دس صحابہ کے سامنے شروع میں یہ بات فرمائی تھی بلکہ دعویٰ کیا تھا کہ میں حضور ﷺ کی نماز کی کیفیت اور تفصیل سے جتنا واقف ہوں تم میں سے کوئی بھی اتنا واقف نہیں، سامعین نے اس پر اشکال بھی کیا کہ یہ کیسے؟ نہ آپ ہم سے حضور ﷺ کی صحبت میں بڑھے ہوئے ہونے آپ ﷺ کے اتباع میں، انہوں نے کہا کہ اس کے باوجود وہی ہے جو میں کہہ رہا ہوں، انہوں نے فرمایا کہ اچھا وہ تفصیل بیان کیجئے، چنانچہ انہوں نے آپ ﷺ کی نماز کی تفصیل من اولہ الی آخرہ بیان کی، اس پر ہمیں کہنا یہ ہے کہ ابو حمید ساعدی کا دعویٰ اعلیٰ است اسی وقت صحیح ہو گا جب ساری تفصیل سامعین کو معلوم نہ ہو اور معلوم نہ ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ ساری تفصیل سننے کے بعد حاضرین کی طرف سے تصدیق نہ ہو، اس لئے کہ تصدیق بدون علم سابق کے نہیں ہو سکتی اسی لئے حدیث جبریل میں آتا ہے **فَعَجَبْنَا لَهُ بِسَأَلِهِ**، **وَيُصَدِّقُهُ**، نتیجہ یہ نکلا کہ اس حدیث میں **قَالُوا** صدقت نہیں ہے، اور فی الواقع اکثر روایات میں ہے بھی نہیں، **كما قاله الطحاوی**، تو پھر اس حدیث سے استدلال کی اب کیا نوعیت رہی جس کو سن کر وہ **رب ذل** شہرہ گئے، پس اس کا تو ایک حدیث ہونا بھی مشکل ہو گیا چہ جائیکہ دس۔

⑤ **حدیث ابو حمید کا انقطاع**: ایک بڑا قوی اشکال اس حدیث کی سہ پر یہ ہے جس کو امام طحاویؒ اور ان کے تبعین نے بیان کیا ہے کہ اس میں **انتظار** ہے محمد بن عمرو بن عطاءؒ اور ابو حمیدؒ کے درمیان، جس کے تین قرینہ ہیں: **اول قرینہ**: یہ کہ اس حدیث کو محمد بن عمروؒ سے جس طرح عبد الحمید ابن جعفر روایت کر رہے ہیں، جو یہاں ابو داؤد کی سند میں موجود ہے، اسی طرح اس کا عطف بن خالد بھی محمد بن عمروؒ سے روایت کرتے ہیں لیکن عطف نے محمد بن عمروؒ اور ابو حمید کے درمیان رجحان مبہم کا واسطہ ذکر کیا ہے **عن محمد بن عمرو بن عطاء عن رجل عن ابی حمید الساعدی**۔ **دوسرا قرینہ**: یہ ہے کہ آگے خود اس کتاب میں عیسیٰ بن عبد اللہ کی روایت میں ان دونوں کے درمیان عباس بن سہل کا واسطہ موجود ہے **عن محمد بن عطاء عن عباس بن سہل عن ابی حمید**۔

تیسرا قرینہ: یہ ہے کہ ان دس صحابہ میں ایک ابو قتادہؓ بھی ہیں حالانکہ محمد بن عمرو بن عطاءؒ نے ان کا زمانہ نہیں پایا، ان کی وفات محمد بن عمروؒ کی ولادت سے پہلے ہو چکی تھی، ابو قتادہؓ کی وفات حضرت علیؓ کے زمانہ میں ۳۸ھ میں ہوئی، حضرت علیؓ نے ہی نماز جنازہ پڑھائی، حافظ ابن حجرؒ التلخیص الحبیرہؒ میں اس کو تسلیم کیا ہے، اور محمد بن عمرو بن عطاءؒ کی پیدائش ۴۰ھ میں ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ شاگرد کی پیدائش اس تاؤ کی وفات سے دو سال بعد ہوئی پھر وہ ان سے کیسے روایت کر سکتے ہیں لامحالہ روایت منقطع ہوگی۔

① صحیح مسلم - کتاب الإیمان - باب معرفة الإیمان، والإسلام، والقدر، وعلامة الساعة ۸

② اور اگر کوئی کہے کہ سکوت دلیل تسلیم کی ہے اور ان کو یہ تفصیل معلوم تھی تو پھر ہم تو چھیں گے کہ وہ اعلیٰ است کا دعویٰ کہاں کیا اور ان لوگوں نے ابو حمید پر یہ

اعتراض کیوں نہیں کیا کہ آپ تو یہ فرما رہے تھے کہ میں اعلم ہوں یہ سب کچھ تو ہمیں بھی معلوم ہے، ۱۲۔

③ التلخیص الحبیرہ فی تخریج احادیث الرافعی الکبیر ج ۱ ص ۴۰۳

یہ جو ہم نے کہا کہ محمد بن عمرو کی پیدائش ۱۴۰ھ میں ہے وہ اس لئے کہ مشہور عند علماء الرجال یہ ہے کہ ان کی وفات ۱۲۰ھ میں بعمرا اسی سال، ایک سو بیس میں سے اسی وضع کر نیچے بعد چالیس باقی رہتے ہیں اس حساب سے ۱۴۰ھ میں ان کی پیدائش ہوئی یعنی ابو قتادہ کے انتقال سے دو سال بعد، یہ ساری جرح نام المحدثین ابو جعفر طحاوی نے شرح معانی الآثار میں بیان فرمائی ہے۔

حافظ ابن حجر کی طرف سے جواب انقطاع اور ہماری طرف سے اسکا رد: اس انقطاع کے اشکال سے خلاصی کی شکل حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں یہ اختیار کی کہ ہو سکتا ہے ابو قتادہ کی عمر کے بارے میں ۵۴ھ کا قول زیادہ صحیح ہو جیسا کہ وہ واقدی کی رائے ہے، حالانکہ حافظ ابن حجر تلخیص الحبیروں میں فرما چکے ہیں کہ قول رائج ابو قتادہ کی وفات میں ۳۸ھ ہی ہے جیسا کہ ابن سعد کی رائے ہے، اور پھر آگے فتح الباری میں حافظ لکھتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ محمد بن عمرو کی مدۃ العمر جو بتائی جاتی ہے یعنی اسی سال وہ صحیح نہ ہو بلکہ ان کی عمر اس سے زائد ہو، مثلاً پچاسی سال ہو تو اب ایک سو بیس میں سے پچاسی وضع کرنے کے بعد پینتیس باقی رہ جائیں گے تو اس لحاظ سے شاگرد کا سنہ ولادت ۳۵ھ ہو گا نہ کہ چالیس، نیز آگے لکھتے ہیں کہ یہ بھی ممکن ہے کہ ان دس صحابہ میں ابو قتادہ شامل نہ ہوں، اور جس روایت میں ان کا تسمیہ آیا ہے وہ غلط ہو، دیکھئے حافظ صاحب کیا کہے جارہے ہیں حمایت کی کوئی حد بھی ہو، ابن عبد البر اور ابن القطان اور ابن سعد تلمیذ واقدی اور خود حافظ ابن حجر کی رائے تلخیص الحبیروں میں ابو قتادہ کی وفات کے بارے میں ۳۸ھ ہی ہے، دوسرا قول ۵۴ھ کا ہے جس کو یہ بقی نے ترجیح دی ہے، رہ گئے باقی دو قرینے سو ان میں سے عطاء بن خالد والی روایت کا جواب حافظ نے تلخیص الحبیروں میں یہ دیا ہے کہ محمد بن عمرو دو ہیں، محمد بن عمرو بن عطاء اور محمد بن عمرو بن علقمہ، عطاء بن خالد، جس محمد بن عمرو سے روایت کر رہے ہیں وہ محمد بن عمرو بن علقمہ ہیں ان کی روایت میں واسطہ واقعی موجود ہے اور جو روایت بلا واسطہ ہے اس میں محمد بن عمرو سے مراد محمد بن عمرو بن عطاء ہیں، یہ روایت بلا واسطہ ہے، لہذا یہ دو سندیں الگ الگ ہیں کسی ایک میں انقطاع نہیں^۱، اس کا جواب ہماری طرف سے یہ دیا گیا کہ یہ تفریق صحیح نہیں، عطاء بن خالد کی روایت میں بھی محمد بن عمرو بن عطاء ہی ہے جیسا طحاوی کی روایت میں مصرح ہے، اور عیسیٰ بن عبد اللہ والی روایت کا جواب حافظ نے فتح الباری میں یہ دیا ہے کہ وہ مزید فی متصل^۲ الاسانید کے قبیل سے ہے، اس پر علامہ عیسیٰ فرماتے ہیں کہ مزید فی متصل الاسانید کیلئے شرط یہ ہے کہ اصل راوی کا سماع ثابت ہو اپنے مروی عنہ سے، اور یہاں ایسا نہیں اس لئے کہ شعبی جو اس فن کے امام ہیں جن کی نفی نفی ہے اور اثبات اثبات، وہ فرماتے ہیں کہ محمد بن عمرو کا سماع ابو قتادہ سے ثابت نہیں، تو جب اصل راوی (محمد بن عمرو) کا سماع مروی عنہ (ابو قتادہ) سے ثابت نہیں تو پھر واسطہ والی روایت مزید فی متصل الاسانید کیسے ہو سکتی ہے، واللہ

① تلخیص الحبیروں میں تصحیح احادیث المرافعی الکبیر ج ۱ ص ۴۰۳

② بعض مرتبہ ایک سند بدون واسطہ کے متصل ہوتی ہے پھر کسی لفظ کی زیادتی کی وجہ سے جو اصل روایت میں نہیں تھی، دوسری روایت میں ہے اور وہ زیادتی اسی راوی کو کسی واسطہ سے پہنچی ہے تو وہاں واسطہ کا اضافہ ہو جاتا ہے حالانکہ وہ سندی نفسہ بدون واسطہ کے بھی متصل ہوتی ہے۔

الوقوف وهو الهادی الى سواء السبيل۔

یہاں تک حدیث ابو حمید ساعدی پر اشکال و جواب کی بحث پوری ہوئی بقول علامہ شوکانی کے یہ حدیث دس حدیثوں کے قائم مقام تھی، لہذا یہ اعتراضات و جوابات بھی ایک حدیث پر نہیں بلکہ آپ کی دس حدیثوں پر ہیں۔

شرح الحدیث: قوله: فَلَا يَضُطُّ رَأْسَهُ وَلَا يُقْنِعُ: حالت رکوع میں نہ اپنے سر کو جھکاتے تھے اور نہ اوپر کو اٹھاتے تھے، فقہاء نے لکھا ہے کہ رکوع میں سرین پشت اور سر تینوں ہموں ہونے چاہئیں کمر یا سر کو نہ زیادہ جھکائے اور نہ اوپر کو اٹھائے۔ قوله: وَيُقْنِعُ^① أَصَابِعَ رِجْلَيْهِ: یہ فتح سے ہے خاتم منقوطہ کیساتھ جس کے معنی نرم اور نائل کرنے کے ہیں، یعنی سجدہ کی حالت میں پاؤں کی انگلیوں کے رخ کو موڑ کر قبلہ کی طرف کرتے تھے۔

قوله: وَيَنْتَنِي رِجْلُهُ الْيُسْرَى فَيَقْعُدُ عَلَيْهَا: یعنی رکعت اولیٰ میں سجدہ ثانیہ کے بعد بیٹھتے تھے اسی کو جلسہ استراحت کہتے ہیں، جلسہ استراحت پر مصنف نے آئندہ مستقل ترجمہ قائم کیا ہے بَابُ التَّهْوِضِ فِي الْقُرْآنِ اس پر کلام وہیں آئیگا۔

قوله: حَتَّىٰ إِذَا كَانَتِ السَّجْدَةُ الَّتِي فِيهَا التَّسْلِيمُ أَخَذَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى وَقَعَدَ مُتَوَكِّفًا عَلَى شِقْوَةِ الْيُسْرَى: اسی کا نام تورک ہے، افتراش تو یہ ہے کہ بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھے، اور تورک میں یہ ہوتا ہے کہ بائیں پیر پر بجائے بیٹھنے کے اسکو دائیں طرف کو نکال لیا جائے اور سرین کو زمین پر رکھا جائے۔

هيئة الجلوس في التشهد بين اختلاف علماء: جلوس فی التشہد میں افتراش اولیٰ ہے یا تورک، مسئلہ مختلف فیہ ہے، امام ابو حنیفہؒ کے یہاں مطلقاً افتراش ہے اور امام مالکؒ کے یہاں مطلقاً تورک، اور امام شافعیؒ و احمدؒ کے یہاں قعدہ اولیٰ اور آخری کافرق^② ہے، قعدہ اولیٰ میں افتراش اولیٰ ہے اور قعدہ آخری میں تورک، جو نمازیں ذات تشہدین ہیں ان میں تو اس طرح ہو گا، اور جس نماز میں صرف ایک ہی تشہد ہو جیسے صلاۃ جمعہ و صلاۃ فجر، ان میں امام شافعیؒ کے یہاں تورک ہو گا اور امام احمدؒ کے یہاں نہیں، لہذا امام شافعیؒ کے یہاں تورک مطلقاً قعدہ اخیرہ میں ہو گا خواہ وہ قعدہ ثانیہ نہ ہو، اور امام احمدؒ کے یہاں دوسرے کی قید ہے، اگر کسی نماز میں ایک ہی قعدہ ہو تو اس میں نہ ہو گا۔

دلائل الفريقین: شافعیہ کی دلیل اس مسئلہ میں ابو حمید ساعدی کی حدیث ہے، اور حنفیہ کیلئے متعدد اجادیت ہیں، اول حضرت عائشہؓ کی جو کہ مسلم ابو داؤد اور مسند احمد کی روایت ہے، دوسری وائل بن حجرؒ کی حدیث جو ابو داؤد، نسائی و مسند احمد میں ہے، اور تیسری رفاعہ بن رافع کی حدیث یعنی حدیث السی فی الصلاۃ ان سب احادیث میں مطلقاً افتراش مذکور ہے، اسی کو حنفیہ نے اختیار کیا

① یہاں اختلاف نسخ ہے، بحی عبد الجید کے نسخہ میں بفتح ہے، جبکہ شیخ عوامہ کے نسخہ میں و بفتح ہے،

② بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ شافعیہ کے یہاں تورک کا سبب طول جلوس ہے، تو گویا اصل افتراش ہی ہوا لیکن چونکہ افتراش میں ذرا شفت سی ہوتی ہے اسلئے مختصر قعدہ میں اس کو اور طویل قعدہ میں تورک کو اختیار کیا گیا، اور امام احمدؒ کے نزدیک مثلاً تورک تمیز بین القعدۃ الاولیٰ والاخیرہ ہے تاکہ مسجد میں بعد میں آئیوالے شخص کو خود ہی پتہ چل جائے کہ امام قعدہ اولیٰ میں ہے یا اخیرہ میں اور جن نمازوں میں ایک ہی قعدہ ہے وہاں تمیز کی ضرورت ہی نہیں، ۱۲۔

ہے، لکن هذا عند نالی حق الرجال واما المرأة فتعقد متوركة، اس لئے کہ اسکیں تتر زیادہ ہے جو عورت کے حال کے مناسب ہے۔

تورک کی مختلف شکلیں: قوله: وَأَخْرَجَ قَدَمَيْهِ مِنْ تَاجِيَةٍ وَاحِدَةٍ: روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ تورک کے دو طریقے ہیں: ① ایک یہ کہ بائیں پاؤں کو بچھا کر اس کو دائیں طرف نکال لیا جائے اور دائیں پاؤں کو کھڑا رکھا جائے، بخاری کی ابو حمید ساعدی کی حدیث میں اسی طرح مذکور ہے، ② اور دوسرا طریقہ وہ ہے جو یہاں حدیث میں مذکور ہے کہ دائیں پاؤں کو بھی پڑا لیا جائے، اور ایک تیسرا طریقہ تورک کا اور ہے جو مسلم کی روایت میں مذکور ہے وہ یہ کہ بائیں پاؤں کو دائیں جانب نکالنے کے بجائے اس کو دائیں ران اور پنڈلی کے بیچ میں دبایا جائے، تورک کے بارے میں مختلف روایات اور اس کی متعدد شکلیں بڑی تفصیل کے ساتھ الحل المفہم میں بیان کی گئی ہیں۔

قوله: وَهُوَ سَاجِدٌ، ثُمَّ كَبَّرَ فَجَلَسَ فَتَوَرَّكَ وَنَصَبَ قَدَمَهُ الْأُخْرَى: یہ تورک بین السجدتین ہے۔
قوله: فَوَضَعَ يَدَيْهِ عَلَى رُكْبَتَيْهِ: رکوع کی ہیئت بیان ہو رہی ہے کہ رکوع کی حالت میں یدین کو رکبتین پر بہت مضبوطی سے رکھے جیسے ہاتھوں سے گھٹنوں کو پکڑ رکھا ہو، وَتَوَرَّكَ يَدَيْهِ یہ وتر سے ماخوذ ہے، تانت کو کہتے ہیں یعنی رکوع کی حالت میں دونوں ہاتھ تے ہوئے رہنے چاہئیں جس طرح کمان میں تانت ستی رہتی ہے، تاکہ دونوں ہاتھ پہلو سے جدا رہیں، اور اگر ان کو ڈھیلا کر کے موڑ لیا جائے گا تو ہاتھ پہلو سے مل جائیں گے۔

حدثنا عمرو بن عثمان قوله: وَإِذَا سَجَدَ فَزَجَّ بَيْنَ فَخْذَيْهِ: باب صفة السجود میں اس کے خلاف آرہا ہے اس میں اس طرح ہے وَلِيَضْمَ فَخْذَيْهِ ①، چونکہ اس مسئلہ کا تعلق صفة سجود سے ہے اس لئے اس پر کلام وہیں آئیگا۔

قوله: فَلَمَّا سَجَدَ وَقَعْنَا رُكْبَتَاكَ إِلَى الْأَرْضِ قَبْلَ أَنْ تَقَعَ كَفَاكَ: رکوع سے سجود میں جانے اور پھر سجود سے اٹھ کر کھڑے ہونے کی کیفیت میں اختلاف علماء: رکوع سے اٹھنے کے بعد سجود میں جانے کا مسنون طریقہ عند الجمهور والاثر التلاشہ یہی ہے جو یہاں مذکور ہے یعنی سجود میں جاتے وقت پہلے دونوں گھٹنے زمین پر ٹیکے بعد میں دونوں ہاتھ، اسکیں امام مالک اور اوزاعی کا اختلاف ہے ان کے نزدیک اس کے برعکس ہے کہ سجود میں جاتے وقت پہلے زمین پر دونوں ہاتھ رکھے بعد میں گھٹنے، جس طرح یہ اختلاف سجود میں جانے میں ہے اسی طرح سجود سے اٹھ کر کھڑے ہونے میں ہے، جمهور کہتے ہیں کہ سجود سے اٹھتے وقت پہلے زمین سے دونوں ہاتھ اٹھیں گے اور بعد میں رکبتین، مالکیہ کے یہاں اس وقت بھی برعکس ہے کہ پہلے گھٹنے اٹھائے بعد میں یدین، سجود میں جانے اور اس سے اٹھنے کی یہ کیفیت آگے ایک حدیث میں آرہی ہے جس پر مصنف نے ترجمہ قائم کیا ہے بَابُ كَيْفَ يَضَعُ رُكْبَتَيْهِ وَاسْلُ بْنُ حَجْرٍ كِي حَدِيثٍ هُوَ جَسَ لَفْظِيهِ هِيَ: الرَّأْيُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَجَدَ وَضَعَ رُكْبَتَيْهِ قَبْلَ يَدَيْهِ، وَإِذَا تَهَضَّنَ رَفَعَ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ^۱، یہ وہی کیفیت ہے جس کو جمہور علماء اور ائمہ ثلاث نے اختیار کیا، امام مالکؒ کی دلیل اسی آئندہ آنے والے باب میں آرہی ہے اس کا انتظار کیجئے۔

یہاں ایک تیسرا اختلاف اور ہے، وہ یہ کہ سجدہ سے سر اٹھانے کے بعد کھڑے ہوتے وقت ہاتھوں کا اعتماد رکبتین پر ہو یا زمین پر، حنفیہ حنابلہ کے نزدیک گھٹنوں کے سہارے سے کھڑا ہونا سنت ہے، اور امام شافعیؒ کے نزدیک زمین پر اعتماد کر کے اٹھنا سنت ہے، اس مسئلہ کا ذکر آگے حدیث الباب میں اس طرح آرہا ہے: وَإِذَا تَهَضَّنَ تَهَضَّنَ عَلَى رُكْبَتَيْهِ وَاعْتَمَدَ عَلَى قَعْدَتِهِ^۲، یہ حنفیہ و حنابلہ کی دلیل ہے، اور مالکیہ کے نزدیک تو چونکہ سجدہ سے سر اٹھانے کی وقت ہی زمین سے ہاتھ نہیں اٹھائے جاتے ان کے یہاں تو شروع سے اخیر تک ہی ہاتھ زمین پر رہتے ہیں، لہذا ان کے مسلک میں یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ کھڑے ہوتے وقت اعتماد الیدین علی الارض ہو گا یا علی الرکبتین، ان کے یہاں تو ہاتھ از اول تا آخر زمین پر ہی رہتے ہیں، اسی لئے حضرت شیخؒ نے حاشیہ لامع میں مذاہب ائمہ پر بحث کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ مالکیہ کے یہاں سجدہ سے اٹھتے وقت اعتماد علی الارض سنت مستقلہ نہیں ہے، بعض بڑا رح نے چونکہ اس تیسرے مسئلہ میں امام شافعیؒ کیساتھ امام مالکؒ کو بھی ذکر کیا ہے اس لئے ہم نے اس کی وضاحت کر دی، اس مسئلہ کے اختلاف کو تجزیہ کیساتھ ہی بیان کرنا اور سمجھنا زیادہ آسان ہے درجہ جن شرح حدیث نے ان دو مسئلوں کو علیحدہ علیحدہ نہیں بیان کیا ان کے مضمون میں خلط^۳ ہو گیا، اور اس اختلاف کو سمجھنا دشوار ہو گیا، کما یظہر بالرجوع الی الشروع، واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم بالصواب، اس مسئلہ کی کسی قدر وضاحت حضرت شیخؒ نے حاشیہ لامع (۳۲۹) میں فرمائی ہے۔

قوله: وَفِي حَدِيثٍ أَحَدُهُمَا وَكَتَبُوا عَلَيَّ أَنَّهُ حَدِيثُ مُحَمَّدِ بْنِ جَحَادَةَ: یہ ہام کا مقولہ ہے، ہام کے اس حدیث میں دو اساتذ ہیں، محمد بن حجادہ اور شقیق، تو ہام یہ کہہ رہے ہیں کہ وہ زیادتی جو میں آگے ذکر کر رہا ہوں ان دونوں میں سے کسی ایک کی حدیث میں ہے اور ظن غالب یہ ہے کہ محمد بن حجادہ کی حدیث میں ہے۔

۷۲۷ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دَاوُدَ، عَنْ قُطَيْبٍ، عَنْ عَبْدِ الْجُبَّارِ بْنِ دَاوُدَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى

۱ سنن ابی داؤد - کتاب الصلاة - باب کیف یضع رکبتہ قبل یدہ ۸۳۸

۲ سنن ابی داؤد - کتاب الصلاة - باب کیف یضع رکبتہ قبل یدہ ۸۳۹

۳ تنبیہ: چنانچہ آئندہ آنے والے باب میں حدیث ذاکل جس کے الفاظ ہم نے اوپر لکھے ہیں اور اس کو جمہور کے مسلک کے مطابق قرار دیا ہے اس کے بارے میں حضرت نے بذل الجہود میں تحریر فرمایا ہے وہ یہ قال ابو حنیفۃ وخالفہ الشافعی، حالانکہ دوسرے شرح کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث جمہور کے مسلک کے مطابق ہے، شافعیہ کے خلاف نہیں، اور ہمدانی بھی یہی رائے ہے اس لئے کہ اس حدیث میں پہلا مسئلہ یعنی سجدہ سے سر اٹھانے کے وقت میں جو کیفیت ہونی چاہئے اس کو بیان کیا ہے، اور اس میں عند الجمہور والائمر الثقات یہی ہے کہ رفع الیدین قبل الرکبتین ہونا چاہئے جس کو دسیوں شرح نے لکھا ہے، یہی پھر بعد میں شافعیہ، حنفیہ و حنابلہ سے جدا ہو گئے ہیں یعنی سجدہ سے اٹھنے کے بعد کھڑے ہوتے وقت اس میں چونکہ امام شافعیؒ کے نزدیک زمین پر اعتماد سنت ہے، اس لئے وہیں گھٹنے ہاتھوں سے پہلے انھیں گے اور امام مالک کے یہاں تو ہاتھ شروع سے اخیر تک ہی زمین پر رہتے ہیں، عندہم و تشکر ۱۲۔

اللہ علیہ وسلم «يَرْفَعُ إِنْهَا مَتْنِي فِي الصَّلَاةِ إِلَى شَحْمَةِ أُذُنَيْهِ».

عبد الجبار بن داؤد اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ نماز میں اپنے انگوٹھوں کو اپنے دونوں کانوں کی لوت تک بلند فرماتے تھے۔

صحیح مسلم - الصلاة (۴۰۱) سنن النسائي - الافتتاح (۸۷۹) سنن النسائي - الافتتاح (۸۸۲) سنن النسائي - الافتتاح (۸۸۹) سنن النسائي - الافتتاح (۹۳۲) سنن أبي داود - الصلاة (۷۳۷) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة السنة فيها (۸۶۷) سنن الدارمي - الصلاة (۱۳۵۷)

۷۳۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبٍ بْنُ اللَّيْثِ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ جَدِّي، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَيُّوبَ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ جَرْنَجٍ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي بَكْرٍ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «إِذَا كَثُرَ لِلصَّلَاةِ جَعَلَ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ، وَإِذَا رَفَعَ فَعَلَّ مِثْلَ ذَلِكَ، وَإِذَا أَمَامَهُ مِنَ الرَّكَعَتَيْنِ فَعَلَّ مِثْلَ ذَلِكَ».

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں نبی اکرم ﷺ جب نماز کیلئے تکبیر کہتے تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے کندھوں کی سیدھ میں لے جاتے اور جب رکوع فرماتے تو اسی طرح کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو سجدہ میں جاتے ہوئے اسی طرح رفع الیدین فرماتے اور جب دو رکعتوں کو مکمل کر کے کھڑے ہوتے تو اسی طرح رفع الیدین فرماتے۔

جامع الترمذی - الصلاة (۲۳۹) سنن أبي داود - الصلاة (۷۳۸)

رفع یدین کی جوتھی حدیث: یہ رفع یدین کے سلسلہ میں چوتھے صحابی ابو ہریرہؓ کی حدیث ہے اس کے اندر رفع یدین فی المواضع الأربعة مذکور ہے رفع عند القيام من الركعتين ہے، اس کی سند میں یحییٰ بن ایوب راوی ہیں جو متکلم فیہ ہے، نیز اس کے اندر ابن جریج ہیں جو مدلس ہیں وہ اس کو عن کے ساتھ روایت کر رہے ہیں۔

۷۳۹ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ لُحَيْعَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ مَيْمُونِ الْمُكَنِيِّ، أَنَّهُ رَأَى عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الزُّبَيْرِ، «وَصَلَّى بِهِمْ يُشِيرُ بِكَفَيْهِ حِينَ يَقُومُ وَحِينَ يَرْكَعُ وَحِينَ يَسْجُدُ وَحِينَ يَنْهَضُ لِلْقِيَامِ، فَيَقُومُ فَيُشِيرُ بِيَدَيْهِ» فَأَنْطَلَقْتُ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، فَقُلْتُ لِي رَأَيْتُ ابْنَ الزُّبَيْرِ صَلَّى صَلَاةً لَمْ أَرَأَ أَحَدًا يُصَلِّيُهَا قَوْصَفْتُ لَهُ هَذِهِ الْإِشَارَةَ، فَقَالَ: إِنَّ أَحَبِّتَ أَنْ تَنْظُرَ إِلَى صَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَيْتُ بِصَلَاةِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ.

میمون کی کہتے ہیں کہ انہوں نے عبد اللہ بن زبیرؓ کو دیکھا اور عبد اللہ بن زبیرؓ ان کو نماز پڑھا رہے تھے اور دوران نماز رفع الیدین فرما رہے تھے تو میں عبد اللہ بن عباسؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے کہا کہ میں نے عبد اللہ بن زبیرؓ کو دیکھا کہ وہ ایسے نماز پڑھ رہے ہیں میں نے صحابہ و تابعین میں اسی طرح (رکوع سجدہ میں جاتے ہوئے رفع الیدین کرنا) کسی کو نہیں دیکھا تو میں نے عبد اللہ بن عباسؓ کو رفع الیدین والی نماز اشارہ کر کے بتلائی تو عبد اللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ اگر تم پسند کرتے

ہو کہ رسول اللہ ﷺ کی نماز کو دیکھو تو عبد اللہ بن زبیر کی نماز کی پیروی کرو۔

سنن ابی داود - الصلاة (۷۳۹) مسند احمد - من مستندہی ہاشم (۲۵۵/۱) مسند احمد - من مستندہی ہاشم (۲۸۹/۱)

یہ وہی میمون کی والی حدیث ہے جس پر کلام ہمارے یہاں مباحث ابتدائیہ میں آچکا۔

۷۴۰ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَحُمَيدُ بْنُ أَبَانَ الْمُعَنَّى، قَالَا: حَدَّثَنَا الْقُصْرِيُّ بْنُ كَثِيرٍ بَعْنِي السَّعْدِيُّ، قَالَ: صَلَّى إِلَى جُنَيْبِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ طَاوُسٍ فِي مَسْجِدِ الْحَيْفِ «فَكَانَ إِذَا سَجَدَ السُّجْدَةَ الْأُولَى فَرَفَعَ رَأْسَهُ وَهِيَ رَافِعَةٌ يَدَيْهِ وَلِقَاءَ وَجْهِهِ» فَأَنْكَرْتُ ذَلِكَ، فَقَالَ لَوْ هَيْبُ بْنُ خَالِدٍ، وَهَيْبُ بْنُ خَالِدٍ تَصَنَّعَ شَيْئًا لَمْ أَرَهُ أَحَدًا يَصْنَعُهُ فَقَالَ ابْنُ طَاوُسٍ: رَأَيْتُ أَبِي يَصْنَعُهُ، وَقَالَ أَبِي: رَأَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَصْنَعُهُ وَلَا أَعْلَمُ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ: «كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُهُ».

نفس کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن طاووس نے مسجد حیف میں میرے پہلو میں نماز ادا کی پس جب انہوں نے پہلا سجدہ کیا تو اپنا سر سجدے سے اٹھایا تو اپنے ہاتھوں کو چہرے تک اٹھایا تو میں نے اس بات کو اُپر اُجانا تو میں نے وہیب بن خالد سے کہا کہ میں نے عبد اللہ بن طاووس کو سجدے سے اٹھتے ہوئے رفع الیدین کرتے ہوئے دیکھا ہے تو وہیب بن خالد نے ابن طاووس سے کہا تم نے ایک ایسا کام کیا کہ میں نے یہ کام کرتے ہوئے کسی کو نہیں دیکھا ابن طاووس نے کہا میں نے اپنے والد (طاووس) کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہے اور میرے والد کا کہنا ہے کہ انہوں نے ابن عباس کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا تھا اور میرے خیال میں ابن عباس نے یہ فرمایا تھا کہ حضور ﷺ اس طرح کیا کرتے تھے۔

سنن النسائي - الطَّبِيق (۱۱۴۶) سنن ابی داود - الصلاة (۷۴۰)

۷۴۱ - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا عُثَيْدُ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ "كَانَ إِذَا دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ لَكَوَزَ رَفَعَ يَدَيْهِ وَإِذَا رَكَعَ وَإِذَا قَالَ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، وَإِذَا قَامَ مِنَ الرَّكَعَتَيْنِ رَفَعَ يَدَيْهِ"، وَيَزِيدُ ذَلِكَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: الصَّحِيحُ قَوْلُ ابْنِ عُمَرَ، لَيْسَ بِمَرْفُوعٍ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَذَا يَرْفَعُهُ أَوَّلُهُ عَنْ عُثَيْدِ اللَّهِ وَأَسْنَدُهُ وَهَذَا الثَّقَفِيُّ، عَنْ عُثَيْدِ اللَّهِ، وَأَوْفَقَهُ عَلَى ابْنِ عُمَرَ، قَالَ فِيهِ: «وَإِذَا قَامَ مِنَ الرَّكَعَتَيْنِ يَرْفَعُهُمَا إِلَى تَدْيِيهِ» وَهَذَا هُوَ الصَّحِيحُ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَذَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، وَمَالِكٌ، وَأَبُو بَكْرِ بْنُ جَرِيحٍ مَوْفُوقًا وَأَسْنَدُهُ حَسَنًا بَنٍ سَلَمَةَ، وَخَدَّ عَنْ أَبِي بَكْرٍ، وَلَمْ يَذْكُرْ أَبِي بَكْرٍ، وَمَالِكٌ الرَّفْعُ إِذَا قَامَ مِنَ السُّجْدَتَيْنِ وَذَكَرَهُ اللَّيْثُ فِي حَدِيثِهِ، قَالَ ابْنُ جَرِيحٍ فِيهِ: قُلْتُ لِنَافِعٍ أَلَا كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَجْعَلُ الْأُولَى أَرْفَعَهُنَّ؟ قَالَ: لَا، سِوَاءُ قُلْتُ أَشْرِي فَاشَارَ إِلَى التَّيْدِيْنِ أَوْ أَسْفَلَ مِنْ ذَلِكَ.

عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے کہ جب وہ نماز شروع کرتے تو تکبیر تحریمہ کہتے ہوئے رفع الیدین کرتے اور رکوع میں جاتے ہوئے رفع الیدین کرتے اور جب سمیع اللہ لمن حمدہ کہتے تو رفع الیدین کرتے اور جب دو رکعتوں سے (تشہد پڑھنے کے بعد) کھڑے ہوتے تو رفع الیدین کرتے اور عبد اللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اسی طرح ان چار مواقع

میں رفع الیدین کیا کرتے تھے۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں رائج بات یہ ہے کہ یہ عبد اللہ بن عمر کا اپنا قول ہے حدیث مرفوع نہیں ہے۔ بقیہ راوی نے اس حدیث کے پہلے حصہ کو عبید اللہ سے نقل کیا ہے اور اس کو مرفوعاً ذکر کیا ہے (اس حدیث میں پہلے تین مواقع پر رفع الیدین کا ذکر ہے تشہد سے اٹھتے ہوئے رفع الیدین مذکور نہیں) اور اس حدیث کو عبد الوہاب ثقفی نے عبید اللہ سے نقل کیا تو اس حدیث کو عبد اللہ بن عمر سے موقوفاً ذکر کیا اور اس میں عبد الوہاب ثقفی نے کہا کہ دور کعات سے اٹھتے ہوئے عبد اللہ بن عمر اپنے دونوں ہاتھ اپنی چھاتیوں تک اٹھاتے تھے۔ مصنف کہتے ہیں کہ اس طرح حدیث کو موقوفاً نقل کرنا صحیح ہے امام ابو داؤد فرماتے ہیں لیث بن سعد، امام مالک، ایوب اور ابن جریج نے اس حدیث کو موقوفاً نقل کیا صرف حماد بن سلمہ نے ایوب سے اس حدیث کو مرفوعاً نقل کیا۔ ایوب اور مالک راوی نے دو سجدوں کے بعض اٹھتے ہوئے رفع الیدین کو ذکر نہیں کیا لیث راوی نے اپنی حدیث میں دو سجدے سے اٹھتے ہوئے رفع الیدین ذکر کیا ہے۔ ابن جریج نے اپنی حدیث میں یہ اضافہ کیا کہ میں نے نافع سے کہا کیا ابن عمر پہلی مرتبہ رفع الیدین (تکبیر تحریمہ کے وقت والا) باقی رفع الیدین کے مقابلہ میں زیادہ بلند کرتے تھے تو نافع نے کہا نہیں تمام رفع الیدین ایک ہی طرح کیا کرتے تھے۔ ابن جریج کہتے ہیں میں نے پوچھا کہ مجھے اشارہ سے رفع الیدین کر کے دکھلایے۔ تو نافع نے اپنی چھاتیوں تک یا اس کے نیچے تک دونوں ہاتھ اٹھا کر رفع الیدین کر کے دکھلایا۔

صحیح البخاری - الأذان (۷۰۲) صحیح مسلم - الصلاة (۳۹۰) جامع الترمذی - الصلاة (۲۵۵) سنن النسائی - الافتتاح (۸۷۶) سنن النسائی - الافتتاح (۸۷۷) سنن النسائی - الافتتاح (۸۷۸) سنن النسائی - الافتتاح (۱۰۲۵) سنن النسائی - الطریق (۱۰۵۹) سنن النسائی - الطریق (۱۰۸۸) سنن النسائی - الطریق (۱۱۴۴) سنن ابی داؤد - الصلاة (۷۴۱) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۸۵۸) مسند أحمد - مسند المکثرین من الصحابة (۸/۲) مسند أحمد - مسند المکثرین من الصحابة (۱۸/۲) مسند أحمد - مسند المکثرین من الصحابة (۴۷/۲) مسند أحمد - مسند المکثرین من الصحابة (۶۲/۲) موطأ مالک - النداء للصلاة (۱۶۵) سنن الدارمی - الصلاة (۱۲۵۰) سنن الدارمی - الصلاة (۱۳۰۸)

شرح الحدیث **حدیث ابن عمر بطریق نافع:** یہ ابن عمر کی وہ دوسری حدیث ہے جو بطریق نافع ہے، بالکل شروع میں جو مرفوعاً آئی تھی وہ بطریق سالم تھی اور یہ موقوف ہے، پھر نافع کے شاگردوں میں بھی اختلاف ہے، بعض اس حدیث کو نافع سے مرفوعاً اور بعض موقوفاً روایت کرتے ہیں، چنانچہ مصنف کے بیان کے مطابق لیث بن سعد، مالک بن انس، ایوب سختیانی، ابن جریج، یہ سب اس کو نافع سے موقوفاً روایت کرتے ہیں، نافع کے ایک شاگرد اور ہیں عبید اللہ ان کی روایت مختلف ہے، عبید اللہ کے شاگردوں کا اختلاف ہے، چنانچہ عبد الاعلیٰ نے اس حدیث کو عبید اللہ سے مرفوعاً اور عبد الوہاب ثقفی نے موقوفاً نقل کیا ہے حضرت امام بخاری نے صحیح بخاری میں عبد الاعلیٰ ہی کی روایت کو لیا ہے، اور اسکی تائید میں حماد بن سلمہ عن ایوب عن نافع کی روایت کو پیش کیا ہے کیونکہ حماد نے بھی اسکو ایوب سے مرفوعاً روایت کیا ہے، امام ابو داؤد کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ ایوب سختیانی کے تمام تلاذہ اس حدیث کو ان سے موقوفاً روایت کرتے ہیں، بجز حماد بن سلمہ کے کہ انہوں نے اسکو ایوب سے مرفوعاً

قل کیا ہے۔

غریبکہ امام ابوداؤد کے نزدیک نافع کی روایت کا موقوف ہونا صبح ہے، بہ نسبت مرفوع ہونے کے، اور امام بخاری کی رائے اس کے برعکس ہے، لیکن امام ابوداؤد کی رائے کثرت متابعات کی وجہ سے زیادہ قوی معلوم ہوتی ہے۔

۷۶۱۔ حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ، «كَانَ إِذَا ابْتَدَأَ الصَّلَاةَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ رَفَعَهُمَا دُونَ ذَلِكَ»، قَالَ ابُو دَاوُدَ: لَمْ يَذْكُرْ «رَفَعَهُمَا دُونَ ذَلِكَ» أَحَدٌ غَيْرَ مَالِكٍ فِيَمَا أَعْلَمُ.

عبداللہ بن عمر جب نماز شروع فرماتے تو اپنے دونوں ہاتھ کندھوں کی سیدھ تک اٹھاتے اور جب اپنا سر رکوع سے اٹھاتے تو دونوں ہاتھ پہلے کے مقابلہ میں ذرا کم اٹھاتے تھے۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں میرے خیال میں امام مالک کے علاوہ کسی نے یہ الفاظ ذکر نہیں کیے کہ رکوع میں ہاتھ کہاں اٹھایا کرتے تھے۔

۱۱۹۔ يَاب مَنْ ذَكَرَ أَنَّهُ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ

تشریح اول سے اٹھتے وقت رفع یدین کرنے کا بیان

بعض نسخوں میں ترجمہ الباب مذکور ہے بَاب مَنْ ذَكَرَ أَنَّهُ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ، یعنی رفع عند القيام من الركعتين، تشریح اول سے اٹھتے وقت رفع یدین کرنا، مصنف نے اس باب میں اولاً ابن عمر کی حدیث ذکر کی جس پر کلام ہماری طرف سے شروع میں آچکا، اور ثانیاً حضرت علی کی حدیث ذکر فرمائی۔

۷۶۲۔ حَدَّثَنَا عُفْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عُثَيْبٍ الْحَارِثِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، عَنْ الْحَارِثِ بْنِ دِقَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «إِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ». عَمْرُو بْنُ دِقَارٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «إِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ».

عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دو رکعتوں سے تیسری رکعت کیلئے کھڑے ہوتے تو کبیر کہتے اور رفع الیدین فرماتے۔

۷۶۳۔ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْهَاشِمِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْفَضْلِ بْنِ رِبْعَةَ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ «كَانَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ الْكُتُوبَةِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ، وَبَضَعَهُ إِذَا رَفَعَ مِنَ الرُّكُوعِ وَلَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي شَيْءٍ مِنْ صَلَاتِهِ وَهُوَ تَائِبٌ، وَإِذَا قَامَ مِنَ السَّجْدَتَيْنِ رَفَعَ يَدَيْهِ كَذَلِكَ وَكَبَّرَ»، قَالَ ابُو دَاوُدَ فِي حَدِيثِ أَبِي مُحَمَّدٍ السَّاعِدِيِّ حِينَ وَصَفَ صَلَاةَ النَّبِيِّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى يُجَاذِيَ بِهِمَا مَثَاقِبَهُمَا كَمَا تَكُونُ عِنْدَ افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ.

ترجمہ: حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب فرض نماز کیلئے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے اور اپنے کندھوں کی سیدھ تک دونوں ہاتھ اٹھاتے اور جب آپ قرأت ختم فرمالیتے اور رکوع میں جانے کا ارادہ فرماتے تو پھر اسی طرح ہاتھ اٹھاتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے (قومہ میں) اسی طرح رفع الیدین فرماتے اور اپنی نماز میں حالت قعود میں کسی رکن میں رفع الیدین نہیں فرماتے اور جب دو سجدوں سے کھڑے ہوتے تو اسی طرح رفع الیدین نہیں فرماتے تھے اور امام ابو داؤد فرماتے ہیں حضرت ابو حمید ساعدی کی حدیث جس میں نبی اکرم ﷺ کی نماز کا طریقہ مروی ہے اس میں یہ الفاظ ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ دو رکعتوں سے تیسری رکعت کیلئے کھڑے ہوتے تو تکبیر تحریمہ کہتے اور اپنے ہاتھوں کو اتنا بلند کرتے کہ دونوں ہاتھ کندھوں کے مقابل میں لے جاتے جیسا کہ نماز کے شروع کے وقت تکبیر تحریمہ کہتے ہوئے کیا کرتے تھے۔

سنن ابی داؤد - الصلاة (۷۴۴) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۸۶۴)

شرح الحدیث: رفع یدین کی پانچویں حدیث حدیث علیؓ: اس حدیث میں مواضع ثلاثہ کے

علاوہ رفع عند القيام من السجدة میں مذکور ہے جس کا ائمہ اربعہ میں سے کوئی بھی قائل نہیں، یہ بڑا قوی اشکال ہے اسی لئے اکثر حضرات محدثین اس کی تاویل کرتے ہیں کہ سجدتین سے مراد رکعتین ہے، البتہ خطائی نے یہ تاویل نہیں کی انہوں نے سجدتین کو اپنے ہی معنی میں رکھتے ہوئے اشکال کیا لا أعلم أحد من الفقهاء قال به، ابن رسلان نے کہا کہ سجدتین سے مراد رکعتین ہے، اور خطابی طرق حدیث پر مطلع نہیں ہوئے ورنہ وہ اس کو رکعتین پر محمول کرتے۔

حدیث علیؓ کے جوابات: بہر حال قائلین رفع کے نزدیک یہ لفظ موجب خلجان و تشویش ہے، جس کی تاویل پر وہ مجبور ہیں ورنہ یہ حدیث ان کے خلاف ہو جاتی ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی سند میں عبد الرحمن بن ابی الزناد ہیں جو ضعیف ہیں قال ابو حاتم الایحیج بہ، تقریب التہذیب میں لکھا ہے صدوق تغیر حفظہ لما قدم بغداد^۱، تیسرا جواب وہ ہے جس کو علامہ ابن الترمذی نے سنن بیہقی کے حاشیہ الجوہر النقی فی الرد علی البیہقی میں دیا ہے کہ اس حدیث کو موسیٰ بن عقبہ سے ابن جریج نے ابن ابی الزناد کے خلاف روایت کیا ہے۔

چنانچہ انکی روایت میں رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین مذکور نہیں، حالانکہ ابن جریج، ابن ابی الزناد سے بہت اونچے ہیں۔

امام طحاویؒ کی رائے: اور چوتھا جواب اس حدیث کا وہ ہے جس کو امام طحاویؒ نے اختیار کیا وہ یہ کہ امام طحاویؒ نے اس حدیث علیؓ کا معارضہ کیا ہے، حضرت علیؓ کا اس روایت فعلی سے جس کو عاصم بن کلیب روایت کرتے ہیں اپنے باپ سے اُن علیؓ

رَفَعِي اللَّهُ عَنْهُ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ تَكْبِيرِهِ مِنَ الصَّلَاةِ ثُمَّ لَا يَرْفَعُ بَعْدَ ①، امام طحاوی فرماتے ہیں کہ جب حضرت علیؑ خود رفع یدین والی حدیث مرفوع کے راوی ہیں اور پھر اس کے خلاف عمل کر رہے ہیں تو یہ سراسر نسخ کی دلیل ہے، اس لئے کہ یہ ممکن نہیں کہ علیؑ حضور ﷺ کو رفع یدین کرتے ہوئے دیکھیں اور پھر وہ اس کو بدوین علم بالنسخ کے ترک کر دیں ②۔

قوله: قَالَ أَبُو دَاوُدَ فِي حَدِيثِ أَبِي مُحمَّدٍ السَّاعِدِيِّ حِينَ وَصَفَ صَلَاةَ الْخ: مصنف فرماتے ہیں کہ حدیث علیؑ میں حد تین سے رکعتیں مراد ہے جیسا کہ ابو حمید ساعدی کی روایت میں اس کی تصریح ہے، لیکن ہم کہتے ہیں کیا متعدد احادیث میں رفع عند السجود مذکور نہیں ہے کیا سب جگہ آپ ایسا ہی کریں گے اور جن روایات میں دونوں مذکور ہیں وہاں کیا ہوگا؟

④: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غُمَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ نَصْرٍ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ، قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَرْفَعُ يَدَيْهِ وَسَلَّمَ «يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِذَا كَثُرَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ حَتَّى يَبْلُغَ بِهِمَا فُتُوحَ الْأَذْنَيْنِ».

مَالِكُ بْنُ حُوَيْرِثٍ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ تکبیر تحریر کہتے وقت رفع الیدین فرماتے اور رکوع میں جاتے ہوئے رفع الیدین فرماتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو اپنے ہاتھوں کو اتنا بلند فرماتے کہ دونوں ہاتھ ان کے بالائی کنارے تک پہنچ جاتے۔

⑤: صحيح البخاري - الأذان (٧٠٤) صحيح مسلم - الصلاة (٣٩١) سنن النسائي - الافتتاح (٨٨٠) سنن النسائي - الافتتاح (٨٨١) سنن النسائي - الافتتاح (١٠٢٤) سنن النسائي - التطبيق (١٠٥٦) سنن النسائي - التطبيق (١٠٨٥) سنن أبي داود - الصلاة (٧٤٥) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٨٥٩) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٥٣/٥) سنن الدارمي - الصلاة (١٢٥١).

رفع یدین کی حدیث سادس: یہ رفع یدین کے سلسلہ کی حدیث سادس ہے اس کی تخریج امام بخاری و مسلم نے بھی کی ہے، حضرت امام بخاری نے تصحیح بخاری کے اندر رفع یدین کے بارے میں صرف دو ہی حدیثیں بیان فرمائی ہیں حدیث ابن عمرؓ اور یہ حدیث مالک بن الحویرثؓ، اور امام مسلمؒ نے ان دو کے علاوہ ایک تیسری روایت بھی ذکر کی ہے، حدیث وائل بن حجرؓ انہوں نے کل تین روایتیں ذکر کی ہیں۔

صحیح بخاری و مسلم میں رفع یدین کی روایات کی تعداد: اسی سے اتم زاہد لکھتے ہیں کہ حضرت امام بخاریؒ کے نزدیک رفع یدین کے سلسلہ میں صحیح اور قابل اعتماد صرف دو حدیثیں ہیں اور امام مسلمؒ کے نزدیک تین، حدیث ابن عمرؓ کا حال تو پلے معلوم ہو چکا کہ اسمیں شدید اختلاف و اضطراب ہے سنداً بھی و متناً بھی، اور دوسری حدیث یہ مالک بن الحویرثؓ کی ہے اس میں گو شدید اختلاف تو نہیں ہے، لیکن ہے اس میں بھی، اس لئے کہ اس حدیث کے بعض طرق میں عند النسائي رفع عند السجود موجود ہے جس کا کوئی قائل نہیں۔

مالک بن الحویرث وفد بنولیت میں ۹۰ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے جبکہ حضور ﷺ غزوہ تبوک کی تیاری فرما رہے تھے، بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ انہوں نے مدینہ منورہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں بیس روز قیام فرمایا اس کے بعد بصرہ تشریف لے گئے اور وہیں قیام رہا تا آنکہ وہیں وفات پائی۔

عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث کی وجہ ترجیح: اب آپ دیکھ لیجئے کہ ان کا قیام تو مدینہ منورہ میں بیس روز رہا، آخر پر دیکھی تھے اپنے دیس چلے گئے اور یہی حال تیسرے صحابی حضرت واکل بن حجرؓ کا ہے جیسا کہ انکی روایت کے ذیل ہم کہ چکے ہیں، اور دوسری جانب آپ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو دیکھ لیجئے جو قدیم الاسلام اور کبار منہاجرین والہ بدرین میں سے ہیں، جنگ بدر اور تمام مشاہد میں آپ ﷺ کیساتھ شریک رہے صاحب سفر رسول اللہ وصاحب السواک والنعلین والظہرہ^۱، آپ کے القاب ہیں، بیس سال تک سفر اور حضر آؤ حضرت ﷺ کیساتھ رہے حتیٰ کہ آپ ﷺ نے انکے بارے میں فرمایا مَرَحِیْتُ لَأُمِّی مَآ رَضِیَ لَهَا ابْنُ أُمِّ عَبْدٍ، وَسَخَطْتُ لَهَا مَا سَخَطَ لَهَا ابْنُ أُمِّ عَبْدٍ^۲، حضرت عمرؓ نے انکو کوفہ کا قاضی اور معلم بنایا تھا اور وہاں کے بیت المال کا خزانچی، خلفاء راشدین ان سے احادیث روایت کرتے ہیں، اب آپکو آگے اختیار ہے چاہے تو آپ ایسے صحابی کی روایت کو لے لیجئے جو آپ ﷺ کی خدمت میں صرف بیس روز رہے ہوں اور چاہے ایسے صحابی کو جو بیس سال مسلسل حاضر خدمت رہا ہو:

ط نَحْنُ جَمَاعَةٌ نَدَاوْا نَبِيَّنا *** عِنْدَكَ تَرَاضٍ وَالرَّأْيُ مُخْتَلَفٌ^۳

دیکھئے امام بخاریؒ نے جزع رفع الیدین میں خواہ کتنی ہی روایات جمع فرمادی ہوں لیکن وہ صحیح بخاری میں اپنے نزدیک اس کی صحت کا حق ادا کرتے ہوئے صرف دو ہی حدیثوں کو اس میں جگہ دے سکے ہیں، اور امام مسلمؒ اس پر ایک حدیث کا اضافہ فرماتے ہیں۔

۷۹۶ - حَدَّثَنَا ابْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا ابْنُ مَرْوَانَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: «لَوْ كُنْتُ قَدْ آمَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَرَأَيْتُ إِطْلَافَهُ»، زَادَ ابْنُ مُعَاذٍ، قَالَ: يَقُولُ لَاحِقٌ: أَلَا تَرَى أَنَّهُ فِي الصَّلَاةِ وَلَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَكُونَ قَدْ آمَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ وَزَادَ مُوسَى، يَعْنِي «إِذَا اكْتُمِرَ رَفَعَ يَدَيْهِ».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ اگر میں نبی اکرم ﷺ کے سامنے ہوتا (جب آپ رفع الیدین کیا کرتے تھے) تو میں آپکی بغلوں کو دیکھ لیتا۔ مصنفؒ کہتے ہیں ابن معاذ نے یہ اضافہ کیا کہ لاحق راوی کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ نماز میں

① مرقاة المفاتیح شرح مشکاة الصابح - ج ۱ ص ۲۰۴

② جامع الأصول فی احادیث الرسول ج ۱۲ ص ۵۸۴

③ فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۴ ص ۴۲۵

منن النسائي - الإفتتاح (٨٨٣) سنن أبي داود - الصلاة (٧٤٦)

شرح الحدیث **حدیث ابن مسعود بطریق عبداللہ بن ادریس:** یہ باب رفع الیدین کی آخری حدیث ہے، لیکن اسمیں رفع یدین عند الرکوع نہیں ہے اس لئے کہ یہ عبداللہ بن مسعود کی حدیث ہے، اور ان کی کسی روایت میں بھی تکبیر تحریر کے علاوہ رفع یدین نہیں ہے، پھر مصنفؒ اس کو یہاں اس باب میں کیوں لائے؟ شرح نے اس سے کوئی تعرض نہیں کیا، بندہ کا خیال یہ ہے کہ اس کا منشاء بظاہر یہ ہے کہ اب اس کے بعد متصلاً عدم رفع الیدین کا باب آ رہا ہے جس میں مصنفؒ عبداللہ بن مسعود کی حدیث لائے ہیں، اس حدیث میں فریق مخالف کی جانب سے جو اعتراضات ہیں ان میں ایک اعتراض یہ ہے کہ اس

حدیث میں سفیان ثوری کو وہم ہوا ہے، اصل حدیث اس طرح نہیں جس طرح انہوں نے بیان کی، بلکہ صحیح وہ ہے جس کو ابن ادریس، عاصم بن کلیب سے بیان کرتے ہیں، چنانچہ یہ حدیث جس کو مصنفؒ یہاں اس باب میں لائے وہ ابن ادریس ہی کے طریق سے ہے، اور اس میں بجائے عدم رفع یدین کے صرف تین فی الرکوع مذکور ہے، لہذا عبد اللہ بن مسعودؓ کی جس حدیث کو حنفیہ پیش کرتے ہیں وہ سرے^۱ سے ہی غلط ہے، اب یہ کہ مصنفؒ کی رائے اسی سے کیا ہے سو ممکن ہے کہ مصنف بھی اسی طرف اشارہ کر رہے ہوں کہ اصل روایت تو ابن ادریس کی ہے لیکن ظاہر یہ ہے کہ مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں یہ دو حدیثیں مستقل اور الگ الگ ہیں، سفیان کی روایت کو وہم کہنا غلط ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۱۲

تطبیق فی الرکوع کا نسخ: اس کے بعد آپ سمجھئے کہ تطبیق عند الجمهور منسوخ ہے، لیکن ابن مسعودؓ کرتے تھے، اسی طرح حضرت علیؓ سے مصنف ابن ابی شیبہ^۲ میں تنخیر منقول ہے، وہ فرماتے ہیں کہ مصلی کو اختیار ہے، رکوع میں خواہ وضع الایدی علی الرکب کرے یا تطبیق، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی جواز تطبیق کے قائل تھے (کذا فی البذل عن العینی^۳) لہذا یہ جواہل حدیث کہتے ہیں کہ ممکن ہے ابن مسعودؓ رفع بھول گئے ہوں جس طرح رفع تطبیق کو بھول گئے تھے سراسر غلط ہے، دیکھئے حضرت علیؓ سے بھی تنخیر منقول ہے۔

۱۲۰۔ بَابُ مَنْ لَمْ يَذْكُرِ الرَّفْعَ عِنْدَ الرَّكْعَةِ

رکوع میں جاتے ہوئے اور اس سے اٹھتے ہوئے رفع الیدین نہ کرنے کا بیان

۷۴۸۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ شُعْبَانَ، عَنْ عَاصِمٍ يُعْنِي ابْنَ كَلَيْبٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَلْقَمَةَ، قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ: "أَلَا أَصْلِي بِكُمْ صَلَاةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فَصَلِّ فَلَمْ يَزِفْ يَدَيْهِ إِلَّا مَرَّةً"، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَذَا أَحَدُ حَدِيثَيْنِ لِيُخْتَصَرُ مِنْ حَدِيثٍ طَوِيلٍ وَلَيْسَ هُوَ بِصَحِيحٍ عَلَى هَذَا اللَّفْظِ.

عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کیا میں تم لوگوں کو نبی اکرم ﷺ کی نماز والی نماز نہ پڑھاؤں؟ علقمہ کہتے ہیں پھر عبد اللہ بن مسعودؓ نے ہمیں نماز پڑھائی اور اس میں صرف ایک مرتبہ رفع الیدین کیا۔

جامع الترمذی - الصلاة (۲۵۷) سنن النسائی - الافتتاح (۱۰۲۶) سنن ابی داؤد - الصلاة (۷۴۸)

اس حدیث کی تخریج مصنفؒ کے علاوہ امام ترمذیؒ اور امام نسائیؒ دونوں نے کی ہے، اسی طرح یہ روایت مسند احمد، طحاوی شریف، سنن بیہقی اور مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے، امام نسائیؒ نے تو اس کی تخریج کمرزدو بابوں میں کی ہے اور دونوں پر

① اس اعتراض کا جواب اور اس کی تحقیق آئندہ باب میں تفصیل سے آرہی ہے۔ ۱۲ منہ

② المصنف لابن ابی شیبہ - کتاب الصلاة - باب من کان یقول: إذا رکعت نفع یدیک علی رکبتیک ۲۵۵۳ (ج ۲ ص ۴۳۹)

③ عمدة القاری شرح صحیح البغاری ج ۶ ص ۶۴

ترک دفع کا باب قائم کیا ہے۔

عبد اللہ بن مسعود کی حدیث پر اعتراضات اور ان کے جوابات: اس حدیث پر دوسرے فریق کی جانب سے متعدد اعتراضات کئے گئے ہیں، جن کو ترتیب وار مع جواب کے ہم بیان کرتے ہیں، واللہ التوفیق۔

النقد الاول: امام ترمذی جامع ترمذی میں فرماتے ہیں قال عبد اللہ بن المبارک: قد ثبت حدیث من یرفع، و ذکر حدیث

الذہری، عن سالم، عن أبیه، ولم یثبت حدیث ابن مسعود أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یرفع إلا فی أول مرة^①،

ہماری طرف سے اس کے تین جواب دیئے گئے ہیں: ① حضرت گنگوہیؒ نے کوکب میں جواب دیا کہ یہ جرح مبہم ہے، فلا یعتبر،

اسی لئے امام ترمذیؒ نے بھی اسکی طرف التفات نہیں فرمایا، اور حدیث کی انہوں نے تحسین فرمائی^②، ② دوسرا جواب وہ ہے جو

علامہ شوق نیویؒ وغیرہ علماء احناف کے کلام سے معلوم ہوتا ہے، وہ یہ کہ عبد اللہ بن مسعود سے دو طرح کی روایتیں مروی ایک

حدیث ان کی روایت الفعل کے قبیل سے ہے جو کہ مرفوع صریح ہے أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یرفع یدیه إلا مرة، اور

دوسری روایت ان سے بطور حکایۃ الفعل ہے جس کے الفاظ یہ ہیں ألا أصلي بكم صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم فصلی

فلما يرفع يديه إلا في أول مرة، یہ مرفوع حکمی ہے، امام ابو داؤد اور ترمذی و نسائی نے اس حدیث کو اسی طرح روایت کیا ہے تو

عبد اللہ ابن مبارک کا نقد مرفوع صریح پر ہے اس دوسری روایت پر نہیں اس لئے کہ اس دوسری روایت کو تو عبد اللہ ابن

المبارکؒ خود روایت کرتے ہیں سفیان سے جیسا کہ نسائی کی روایت میں ہے، پھر جس حدیث کہ وہ خود روایت کر رہے ہیں اس کو وہ

کچے غیر ثابت کہہ سکتے ہیں، اس بات کی طرف اشارہ امام ترمذیؒ کے کلام سے بھی مستفاد ہو رہا ہے، اس لئے کہ امام ترمذیؒ نے

عبد اللہ بن المبارکؒ کا نقد جس حدیث پر نقل کیا ہے اس کے الفاظ انہوں نے وہ نقل کئے ہیں جس کے اعتبار سے وہ مرفوع صریح

ہے اور پھر آگے چل کر امام ترمذیؒ نے عبد اللہ بن مسعود کی وہ حدیث ذکر فرمائی جو مرفوع حکمی ہے، اور اس کے بارے میں فرمایا

حدیث ابن مسعود حدیث حسن، اس صورت میں امام ترمذیؒ اور عبد اللہ بن المبارکؒ کے قول میں تخالف بھی نہ ہوگا، ③ اور تیسرا

جواب اسکا وہ ہے جو ابن دقیق العید الماکی ثم الشافعی نے اپنی کتاب الإمام فی معرفة أحادیث الأحکام میں دیا ہے کہ اس حدیث کا

عبد اللہ بن المبارکؒ کے نزدیک ثابت نہ ہونا ہمارے لئے اس کی سند میں نظر کرنے سے مانع نہیں ہے، ہم دیکھتے ہیں کہ اس

حدیث کا مدار عاصم بن کلیب پر ہے اور ان کی یحییٰ بن معین نے توثیق کی ہے، میں کہتا ہوں کہ عاصم بن کلیب سنن اربعہ اور مسلم

کے روادع میں سے ہیں جیسا کہ الکاشف میں ہے، اور تقریب التہذیب اور خلاصہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی روایت کو امام بخاریؒ

نے تعلیق فرمایا ہے، نیز علی بن المدینی کی رائے ان کے بارے میں یہ ہے کہ اگر عاصم مفرد نہ ہوں تو حجت ہیں، اور یہاں وہ مفرد

① جامع الترمذی - کتاب الصلاة - باب رفع الیدین عند الركوع ۲۵۶

② الکوکب الذہبی علی جامع الترمذی - ج ۱ ص ۲۷۲

نہیں بلکہ ان کی متابعت دار قطنی و بیہقی وغیرہ میں موجود ہے۔

النقد الثانی: حافظ منذریؒ فرماتے ہیں کہا گیا ہے ”لم یسمع عبد الرحمن عن علقمة“ کہذا حدیث کی سند میں انقطاع ہے اسکا جواب ابن دقین العید یہ دیتے ہیں ”هذا النقد عن رجل مجهول وقد تتبع هذا القائل فلم أجده“ کہ یہ اشکال کسی مجہول شخص کی جانب سے ہے ہمیں اس کے قائل کا پتہ نہیں لگ سکا کہ کون ہے، نیز اس سند کو ابن ابی حاتم نے مراسیل میں ذکر نہیں کیا، اگر سماع ثابت نہ ہوتا تو وہ اسکو ضرور مراسیل میں ذکر کرتے، ہاں البتہ کتاب الجرح والعدل میں ذکر کیا ہے، اور وہاں لکھا ہے کہ عبد الرحمن بن الاسود نے حضرت عائشہؓ کو بچپن میں دیکھا تھا، اور ان سے کچھ سنا نہیں، پھر آگے لکھتے ہیں دہوی عن أبیه وعلقمة، اور یہ نہیں کہا مرسلہ، ابن دقین العید فرماتے ہیں کہ سماع میں کیا تردد ہے جبکہ عبد الرحمن، ابراہیم نخعی کے ہم عمر ہیں اور ابراہیم نخعی کا سماع علقمہ سے بالاتفاق ثابت ہے اور اس سب کے باوجود یہ ہے کہ خطیب بغدادی نے کتاب المتفق والمفترق میں عبد الرحمن کے ترجمہ میں تصریح کی ہے أنه سمع أباه وعلقمة^①۔

النقد الثالث: بیکی القطان نے کتاب الوہم والایہام میں لکھا ہے کہ امام ترمذیؒ نے ابن مبارکؒ سے اگرچہ نقل کیا ہے کہ یہ حدیث و کسب صحیح نہیں، لیکن میرے نزدیک صحیح ہے ہاں اس میں قابل اشکال چیز و کسب پر وہ ٹھہ لایعود کی زیادتی ہے، اور دار قطنیؒ نے بھی اسی قسم کی بات لکھی ہے اور امام احمدؒ نے بھی، ہماری طرف سے اسکا یہ جواب دیا گیا ہے کہ و کسب اس میں متفرد نہیں بلکہ انکی متابعت کی ہے اس میں ابن المبارکؒ نے عند النسائی اور معاویہ و خالد بن عمرو و ابو حذیفہ ان تینوں نے سنن ابوداؤد کی روایت میں^②۔

النقد الرابع: امام بخاریؒ اور ابوحاتم رازیؒ نے اس حدیث پر یہ اعتراض کیا کہ اس حدیث میں سفیان ثوریؒ کو وہم ہوا اصل حدیث وہ ہے جس کو عبد اللہ بن ادریس نے نقل کیا ہے عاصم بن کلیب سے، یہ دونوں ابن ادریس اور ثوری عاصم کے شاگرد ہیں، سفیان ثوریؒ اس حدیث کو ان سے اور طرح روایت کر رہے ہیں اور عبد اللہ بن ادریس اور طرح، ابن ادریس والی روایت وہی ہے جو ہمارے یہاں باب سابق کے بالکل اخیر میں گزری جس کے بارے میں ہم نے کہا تھا کہ مصنفؒ اس حدیث کو یہاں سفیان ثوریؒ کی روایت کے تقابل کیلئے لائے ہیں، اور اس حدیث میں عدم رفع الیدین کا کوئی ذکر نہیں ہے بلکہ تطبیق فی الرکوع مذکور ہے جس کے عبد اللہ بن مسعود قائل تھے۔

حفظ راوی کو اسکی کتاب پر ترجیح ہے یا برعکس: اور حدیث ابن ادریس کی وجہ ترجیح امام بخاریؒ نے

① نصب الراية لأحاديث الهداية ج ۱ ص ۳۹۵

② عبد الرحمن بن الاسود ابن یزید ابو حفص النعمی کوئی دخل علی عائشہ وہو صغیر وسمع أباه وعلقمة (المتفق والمفترق للخطیب البغدادی ج ۳ ص ۴۶)

③ نصب الراية لأحاديث الهداية ج ۱ ص ۳۹۵

یہ بیان فرمائی کہ عن کتاب والکتاب احفظ کہ ابن اور یس والی حدیث کتاب ابن اور یس کے مطابق ^۱ ہے، اور سفیان ثوری اپنے حفظ سے بیان کر رہے ہیں، لہذا مافی الکتاب کو مافی الحفظ پر ترجیح ہوگی، اس کا جواب ہماری طرف سے یہ دیا گیا کہ اول تو یہی صحیح نہیں کہ الکتاب احفظ بلکہ جمہور اہل اصول کا مسلک یہ ہے کہ ”حفظ الرجل مقدم علی کتابہ اذا سمع من فم الشیخ“ یعنی اگر کسی راوی کے حفظ اور کتاب میں تخالف ہو تو اس صورت میں مافی الحفظ مقدم ہو گا مافی الکتاب پر بشرطیکہ اس نے اپنے شیخ سے اس کو بالمشافہ سنا ہو اور حفظ کی بنا کتاب پر نہ ہو، اور اگر مان بھی لیا جائے کہ کتاب کو حفظ پر ترجیح ہوتی ہے، تو اپنی کتاب کو اپنے ہی حفظ پر ترجیح ہوگی نہ کہ کسی دوسرے راوی کے حفظ پر، پھر ابن اور یس کی کتاب کو حفظ ثوری پر ترجیح کیسے دی جا رہی ہے، لہذا للعجب اور پھر یہ دیکھنا چاہئے کہ سفیان ثوری کا مقام کیا ہے اوہ ابن اور یس سے اونچے ہیں، نیز یہ بھی سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر ابن اور یس کی روایت کا سفیان ثوری کی روایت سے تقابل کیوں کیا جا رہا ہے جبکہ دونوں کا مضمون ہی مختلف ہے، کیا یہ دونوں مستقل الگ الگ حدیثیں نہیں ہو سکتیں تاکہ ترجیح کا سوال ہی پیدا نہ ہو، اور اگر دونوں حدیثوں کو متحد ہی رکھنا ہے تو پھر سفیان ثوری کی حدیث کو ترجیح ہونی چاہئے ابن اور یس کی حدیث پر کیا، مسئلہ آئین بالجہر میں شعبہ اور سفیان ثوری کے اختلاف میں آپ نے سفیان ثوری کی روایت کو شعبہ کی روایت پر ترجیح نہیں دی ہے؟ حالانکہ شعبہ خود سفیان کے ہم پلہ ہیں وہاں پر تو بیہقی وغیرہ نے یہ کہا تھا کہ تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ جب سفیان اور شعبہ میں اختلاف ہو قال قول قول سفیان، تو جب شعبہ کے مقابلہ میں سفیان کی روایت کو ترجیح دینا چاہیے ہے تو ابن اور یس کے مقابلہ میں تو بطریق اولیٰ ہونی چاہئے۔

اور اس کا ایک جواب وہ ہے جس کو علامہ زلیعیؒ نے اختیار کیا ہے وہ یہ کہ امام بخاریؒ اور ابو حاتمؒ یہ فرما رہے ہیں کہ اس میں سفیان کو وہم ہوا، دوسری جانب ابن القطان کہہ رہے ہیں کہ حدیث تو صحیح ہے لیکن وکیع کو اس میں وہم ہوا، اب کس کی بات مانی جائے ناقدین کے قول میں خود تخارض ہو رہا ہے، جو موجب تساقت ہے، لہذا اصل حدیث کی طرف رجوع کیا جائے گا، اور وہ صحیح ہے لورودہ عن الثقات ^۲، اس لئے کہ اس حدیث کے تمام رواۃ بجز عاصم بن کلیب کے صحیحین کے راوی ہیں اور عاصم احداً صحیحین یعنی مسلم کے راوی ہیں۔

قصۃ الإمام الأوزاعی مع الإمام ابی حنیفہ: نیز اس حدیث کی ایک سند اور ہے جس سے اس کی مزید تقویت ہوتی ہے اور وہ اس قصہ میں ملتی ہے جو امام اوزاعیؒ کا امام ابو حنیفہؒ کے ساتھ پیش آیا، قصہ مشہور ہے جس کو علامہ ابن الہمام نے فتح القدیر میں بھی ذکر کیا ہے اور امائی الأخبار میں مولانا یوسف صاحبؒ نے جامع مسانید الامام کے حوالہ سے نقل فرمایا ہے، وہ یہ کہ ایک مرتبہ امام صاحب امام اوزاعیؒ کے ساتھ مکہ مکرمہ میں دہر الحناطین میں جمع ہوئے، امام اوزاعیؒ نے امام

۱ یحییٰ بن آدم کہتے ہیں میں نے ابن اور یس کی کتاب کو دیکھا تو اس میں یہ حدیث اسی طرح پائی، ۱۲۰۔

۲ نصب الرأۃ لأحادیث الہدایۃ ج ۱ ص ۳۹۶۔

صاحب سے سوال کیا کہ آپ لوگ رفع یدین کیوں نہیں کرتے، امام صاحبؒ نے فرمایا، اس لئے کہ یہ حضور ﷺ سے ثابت نہیں، اس پر امام اوزاعیؒ نے فرمایا کَیْفَ لَمْ یَصِحَّ وَقَدْ حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ وَعِنْدَ الزُّكُوعِ وَعِنْدَ الرَّفْعِ مِنْهُ»، اس پر امام صاحبؒ نے فرمایا حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ وَالْأَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ «أَنَّ النَّبِيَّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - كَانَ لَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِلَّا عِنْدَ افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ لَمْ لَا يَغُودُ لِشَيْءٍ مِنْ ذَلِكَ»، اس پر امام اوزاعیؒ نے فرمایا أَحَدُ ثَلَاثَ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ وَتَقُولُ حَدَّثَنِي حَمَّادٌ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، امام اوزاعیؒ کا لفظ کا حاصل یہ ہے کہ میں جس حدیث کو پیش کر رہا ہوں یعنی حدیث ابن عمرؓ اس کی سند عالی ہے، اس میں میرے اور صحابی کے درمیان صرف دو واسطے ہیں اور آپ جو حدیث پیش فرما رہے ہیں اس کی سند سافل ہے اس میں تین واسطے ہیں اس پر امام صاحبؒ نے فرمایا کہ میری سند کے رواتہ آئقہ ہیں آپ کی سند کے رواتہ سے چنانچہ حماد آئقہ ہیں زہری سے اور ابراہیم نخعی آئقہ ہیں سالم سے اور علقمہ ابن عمر سے کچھ کم نہیں من حیث الفقه گو ابن عمر صحبت کے اعتبار سے بڑھے ہوئے ہیں عبد اللہ عبد اللہ اور عبد اللہ بن مسعود کا تو کہنا ہی کیا وہ محتاج تفضیل نہیں ❶۔

النقد الخامس: علامہ شوکانی وغیرہ بعض متاخرین اہل حدیث کی طرف سے یہ اشکال کیا جاتا ہے کہ اس حدیث کو امام ابو داؤد نے بھی غیر صحیح قرار دیا ہے، چنانچہ بعض نسخوں میں ہے قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَذَا حَدِيثٌ لِحَقِّصَدُو مِنْ حَدِيثِ طَوِيلٍ وَلَيْسَ هُوَ بِصَحِيحٍ عَلَى هَذَا اللَّفْظِ، اس کے بارے میں عرض یہ ہے کہ حضرت سہارنپوریؒ بذل میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ عبارت نہ کسی نسخہ ہندیہ مطبوعہ میں ہے اور نہ نسخہ مصریہ میں صرف نسخہ مجتہبائیہ کے حاشیہ پر درج ہے، لہذا اس عبارت کے مصنف کی طرف سے ہونے میں قوی شک ہے، ظاہر یہ ہے کہ یہ عبارت مدسوس ہے اس میں دسیہ کاری کی گئی ہے، اور اگر اس کو ثابت بھی مان لیں تو یہ کہا جائے گا کہ مصنف کی غرض صحت اصطلاحیہ کی نفی ہے جو حدیث کے حسن ہونے کے منافی نہیں ہے، حدیث صحیح و حسن دو متقابل قسمیں ہیں، چنانچہ امام ترمذیؒ نے بھی اس کی تحسین کی ہے ❷، حضرت نے تو بذل میں یہی تحریر فرمایا ہے، میں کہتا ہوں کہ امام ابو داؤد کی اس تضعیف کا ذکر مجھے متقدمین جیسے امام بیہقیؒ، حافظ ابن حجرؒ وغیرہ کے کلام میں کہیں نہیں ملا، اگر ان حضرات کے نسخوں میں عبارت ہوتی تو ظاہر ہے کہ وہ بھی اس کو نقل کرتے، حضرت نے جو یہ تحریر فرمایا ہے کہ صحت اصطلاحیہ کی نفی ہے، اس کی بہت سے علماء نے تصریح کی ہے کہ احادیث احکام و سنن میں جب لیس بھیج کہتے ہیں تو اس سے صحت اصطلاحیہ کی نفی ہوتی ہے، البتہ کتب موضوعات میں جب یہ لفظ بولا جاتا ہے تو اس سے بے اصل اور باطل ہونا مراد ہوتا ہے، لیکن بندہ کا خیال یہ ہے کہ امام ابو داؤد کی اس عبارت کا حاصل وہی نقد ہے جو امام بخاریؒ اور ابو حاتم نے کیا، کہ اصل حدیث وہ ہے

جس کو ابن ابی شیبہ روایت کر رہے ہیں، اور غالباً مصنف نے ابن ابی شیبہ کی حدیث کو سفیان ثوری کی روایت سے قبل باب گذشتہ کے اخیر میں اسی لئے ذکر کیا جیسا کہ ہم پہلے بھی کہہ چکے ہیں، لہذا اس صورت میں صحت اصطلاحی کی نفی مراد لینا مشکل ہے، اور اس نقد کا مدلل و مفصل جواب نقد نمبر ۴ میں ہم دے چکے ہیں، لیکن اصل جواب یہی ہے کہ عبارت الجاتی ہے، مصنف کی طرف سے معلوم نہیں ہوتی، اس کا ایک قرینہ یہ بھی ہے کہ آگے چل کر مصنف اس حدیث کو دوسرے طریق سے ذکر کر رہے ہیں جس میں اس حدیث کو سفیان سے روایت کر نیوالے و کسب کے علاوہ دوسرے رواۃ ہیں، معاویہ، خالد بن عمرو ابو حذیفہ، اگر یہ دعویٰ عدم صحت مصنف کی جانب سے ہوتا تو حدیث کو طریق آخر سے لا کر اس کی تقویت کے کیا معنی؟ بس صحیح انشاء اللہ یہ ہے کہ یہ حدیث امام ابو داؤد اور امام ترمذی اور امام نسائی ان تینوں کے نزدیک صحیح اور ثابت ہے، امام نسائی نے اس حدیث پر کوئی کلام نہیں کیا جبکہ ان کی عادت مستمرہ ہے کہ جو حدیث ان کے نزدیک خطا ہوتی ہے اس پر تنبیہ کرتے ہیں۔

النقد السادس: امام بیہقی، حاکم صاحب مستدرک سے نقل کرتے ہیں کہ اس حدیث کی سند میں عاصم بن کلیب ضعیف ہیں صحیحین میں سے کسی میں ان کی روایت نہیں ہے، علامہ زیلعی نے نصب الرایہ میں اس کا جواب ابن دقین العید سے یہ نقل کیا کہ حاکم کی یہ بات درست نہیں، امام مسلم نے ان کی حدیث کی تخریج کی ہے، چنانچہ حضرت علی کی حدیث جو حدی کے بارے میں ہے، اور بھی اس کے علاوہ دوسری روایات کی سند میں عاصم بن کلیب ہیں، دوسرے یہ کہاں ضروری ہے کہ ہر ثقہ راوی کی روایت صحیح بخاری یا صحیح مسلم کے اندر موجود ہو، وہ خود اپنی مستدرک میں دسیوں ایسے راویوں کی روایت کو لائے ہیں جن کی کوئی بھی روایت صحیحین میں سے کسی ایک میں نہیں، اور اس کے باوجود اس سند کو علی شرط الشیخین قرار دے رہے ہیں۔

بس صحیح صورتحال یہ ہے کہ اس حدیث کی سند کے تمام رواۃ بلاشبہ ثقہ اور صحیحین کے راوی ہیں اور عاصم بن کلیب کی روایت کو امام بخاری نے تعلیقات میں لیا ہے۔

أمانی الأحبار میں عاصم کی توثیق متحدہ ائمہ حدیث سے نقل کیا ہے اور اخیر میں علی بن مدینی کی یہ رائے کہ عاصم اگر کسی روایت میں متفرد ہوں تو حجت نہیں، اور یہاں وہ اس حدیث میں متفرد نہیں ہیں بلکہ ان کی متابعت وار قطنی و بیہقی اور ابن عدی کی روایات میں موجود ہے اور ان متابعت پر جو ان کے جانب سے کلام ہے، ان سب کا جواب أمانی الأحبار میں تفصیل سے مذکور ہے، یہاں ان سب کو ذکر کرنے کی گنجائش نہیں ہے، یہ نصف درجن اشکالات اور ان کے جوابات ہم نے پوری احتیاط و تحقیق کیساتھ ذکر کر دیئے ہیں، ایک اعتراض اور باقی رہ گیا ہے جو اس قابل تو نہیں ہے کہ اس سے تعرض کیا جائے تاہم کتابوں میں مذکور ہے اس لئے ذکر کئے دیتے ہیں۔

① ابوبکر ابن منجور (السنن: ۴۸۸ھ) رجال صحيح مسلم (ج ۲ ص ۹۷) میں لکھتے ہیں کہ عاصم بن کلیب بن شہاب الجزین موفی ہدی عن ابی ہریرۃ بن ابی موسیٰ بن المہاجر و الثناء و تشعب بن الفاطس و روى عنه ابن ابی شیبہ و سفیان بن عیینة و شعبۃ و أبو الخضر سلام و القاسم بن مالک.

النقد السابع: امام بیہقی نے بعض علماء سے نقل کیا ہے لعل ابن مسعود نسی رفع الیدین کما نسی نسخ التطبیق وغیرہ، جواب ظاہر ہے کہ جو کام روز مرہ بلکہ ہر وقت کا ہو اس میں نسیان کیسے ہو سکتا ہے، وہاں تو جو کچھ بھی ہوگا، عمدہ ہی ہوگا، حضرت امام بخاریؒ نے تو وہ معروف اثر مجاہد جو ابن عمرؓ کے عدم رفع یدین کے بارے میں مروی ہے اسکا بھی انہوں نے ایک جواب یہی دیا ہے کہ ممکن ہے ابن عمرؓ کا ہے رفع یدین کرنا بھول گئے ہوں گے، دونوں باتیں ایسی ہیں، حضرت ابن عمرؓ کا تو خال یہ تھا کہ حضور ﷺ نے اگر کسی جگہ دوران سفر راستہ میں اتر کر پیشاب کیا ہو اسکو بھی نہ بھولتے تھے پھر ایک سنت کو کیسے بھلا سکتے ہیں، حضرت سہارنپوریؒ نے لکھا ہے کہ نسیان ابن عمرؓ والی بات تو ایسی ہی ہے جیسے کوئی ہماری طرف سے رفع یدین کے سلسلہ میں یہ کہنے لگے کہ آپ کبھی کبھی اڑانے کیلئے ہاتھ اٹھاتے تھے۔

۷۴۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنِ الْبَرَاءِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «كَانَ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ إِلَى قَرِيبٍ مِنْ أذُنَيْهِ، ثُمَّ لَا يَتَوَدُّ».

ترجمہ: براء بن عازبؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے دونوں کانوں کے قریب لے جاتے پھر نماز میں رفع الیدین نہیں فرماتے تھے۔

۷۵۰- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الرَّهْرِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ يَزِيدَ، لَحْوَ حَدِيثِ شَرِيكٍ، لَمْ يَقُلْ: «ثُمَّ لَا يَتَوَدُّ»، قَالَ سُفْيَانُ: قَالَ لَنَا بِالْكُوفَةِ بَعْدُ «ثُمَّ لَا يَتَوَدُّ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَى هَذَا الْحَدِيثَ هُشَيْمٌ، وَخَالِدٌ، وَابْنُ إِدْرِيسَ، عَنْ يَزِيدَ، لَمْ يَذْكُرُوا «ثُمَّ لَا يَتَوَدُّ».

ترجمہ: سفیان نے یزید سے شریک کی حدیث کی طرح نقل کیا۔ اس میں وَلَا يَتَوَدُّ کے الفاظ نہیں ہیں سفیان کہتے ہیں کہ اس کے بعد کوفہ میں ہم سے یزید نے ثُمَّ لَا يَتَوَدُّ کا جملہ کہا تھا۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں ہشیم، خالد اور ابن ادریس نے اس حدیث کو یزید بن ابی زیاد سے نقل کیا ہے تو انہوں نے ثُمَّ لَا يَتَوَدُّ کا جملہ ذکر نہیں کیا۔

۷۵۱- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ، وَخَالِدُ بْنُ عَمْرٍو، وَأَبُو حَذِيفَةَ، قَالُوا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، بِإِسْنَادِهِ بِهَذَا قَالَ: «رَفَعَ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ مَرَّةٍ»، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: «مَرَّةً وَاحِدَةً».

ترجمہ: سفیان راوی نے گزشتہ حدیث کو نقل کیا اس میں یہ الفاظ ہیں علقمہ نے کہا کہ عبد اللہ بن مسعودؓ نے پہلی مرتبہ میں رفع الیدین کیا اور بعض راویوں نے یہ الفاظ کہے کہ عبد اللہ بن مسعودؓ نے صرف ایک مرتبہ رفع الیدین کیا۔

تخریج: سنن أبي داود - الصلاة (۷۴۹) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (۲۸۲/۴) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (۳۰۱/۴) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (۳۰۲/۴) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (۳۰۳/۴)

شرح الأحادیث: عدم رفع کی ثانی حدیث حدیث البراء: یہ اس باب کی دوسری حدیث ہے جس کے

راوی بر آئین عازب ہیں، اس میں صرف ایک جگہ رفع یدین مذکور ہے، ابو داؤد کے علاوہ یہ حدیث طحاوی، دار قطنی، بیہقی، مصنف ابن ابی شیبہ میں موجود ہے، مصنف نے حدیث البراء کو تین طریق سے ذکر کیا ہے: ① عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زَيْدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ ابْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ ابْنِهِ عَنْ الْبَرَاءِ ② حکم بن عتیبة عن عبد الرحمن بن ابی لیلی عن البراء، طریق اول میں یزید سے روایت کرنے والے متعدد ہیں بعض نے یزید سے ثمة لا یغور روایت کیا اور بعض نے نہیں کیا۔

حدیث البراء پر محدثین کا کلام اور اس کا جواب: چنانچہ شریک نے یزید سے اس زیادتی کو روایت کیا اور ابن عیینہ نے ان سے یہ زیادتی نقل نہیں کی بلکہ یہ کہا کہ یزید شروع میں تو ثمة لا یغور نہیں کہتے تھے پھر جب کوفہ میں جا کر ان کا قیام ہوا اور وہاں اس حدیث کو روایت کیا تو اہل کوفہ کی تلقین پر ثمة لا یغور کہنے لگے تھے، امام ابو داؤد فرماتے ہیں اسی طرح، شیم اور خالد اور ابن اور یس نے بھی یزید سے اس زیادتی کو نقل نہیں کیا، خلاصہ یہ کہ یہاں دو اشکال ہیں: ① اول تفر و شریک اور ② ثانی یہ کہ یزید، ہماری طرف سے اول کا یہ جواب دیا گیا ہے (كما فی البذل عن الجوهري النقي) کہ شریک متفر و نہیں ہیں، چنانچہ ابن عدی الکامل میں لکھتے ہیں رواہ هشيم و شريك و جماعة معهما عن يزيد بإسنادة وقالوا فيه ثم لم يعد ③، نیز اسماعیل بن زکریا اور ابواحق نے متابعت کی ہے شریک کی جیسا کہ بیہقی اور دار قطنی کی روایت میں ہے، اور دوسرے اشکال یعنی تلقین یزید کا جواب حضرت نے بذل میں یہ دیا ہے کہ اس حدیث کو عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ سے یزید کے علاوہ دور روایت کر نیوالے اور ہیں خود اسی کتاب (ابو داؤد) میں اول عیسیٰ بن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ، اور دوسرے الحکم بن عتیبة اور یہ دونوں ثقہ راوی ہیں حکم کے ترجمہ میں تقریب میں ہے ثقة ثبت فقیه من الخامسة ④، اور عیسیٰ کے ترجمہ میں لکھا ہے ثقة من السادسة ⑤ لہذا تلقین یزید کا اشکال بھی صحیح نہیں ایک اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ یزید راوی ضعیف ہے جواب یہ ہے کہ یزید گو ضعیف ہیں لیکن بہر حال مردک نہیں ہیں فقی التہذیب قال أبو داؤد لا أعلم أحداً ترك حديثه ⑥۔

البتہ طریق ثانی و ثالث میں محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ ہیں جن کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ سنی الحفظ ہیں لیکن ان کی صداقت و فقاہت اور دیانت میں کسی کو کلام نہیں صرف ضبط و حفظ میں نقص ہے، ان کے بارے میں حافظ نے تقریب میں لکھا ہے

① بدل المجہوز فی حل ابی داؤد - ج ۴ ص ۴۷۳

② الکامل فی الصغائر لابن عدی - ج ۸ ص ۲۸۳

③ تقریب التہذیب - ص ۲۶۳

④ تقریب التہذیب - ص ۷۶۸

⑤ تہذیب التہذیب - ج ۱۱ ص ۳۳۰

صدوق سیء الحفظ جدا^۱، اور حافظ ذہبی میزبان الاعتدال میں لکھتے ہیں صدوق امام، سخی الحفظ۔ وقد وثق^۲، اور امام ابو حاتم رازی نے ان کے بارے میں بعض ائمہ سے نقل کیا ہے انہ افقہ اہل الدنیا^۳، سنن اربعہ کے راوی ہیں حافظ ذہبی نے ان کی روایت کردہ ایک حدیث ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے حسنہ الترمذی وضعفہ عبد الحق وابن القطان: من جهة ابن أبي ليلى، ثم قال وقول الترمذی اولی^۴، دیکھئے حافظ ذہبی اور ترمذی کے نزدیک ان کی حدیث حسن کا درجہ رکھتی ہے^۵، لہذا ہماری یہ حدیث البراء بھی حسن ہے۔

۷۵۲- حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ أُخَيْيَةِ عَيْسَى، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنِ ابْنِ عَزَابٍ، قَالَ: «رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَفَعَ يَدَيْهِ حِينَ افْتَتَحَ الصَّلَاةَ، ثُمَّ لَمْ يَرْفَعْهُمَا حَتَّى انْصَرَفَ». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَذَا الْحَدِيثُ لَيْسَ بِصَحِيحٍ.

براء بن عازبؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ نماز شروع فرماتے ہوئے رفع الیدین فرمایا پھر نماز کے ختم تک رفع الیدین نہیں فرمایا۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

سنن ابی داؤد - الصلاة (۷۵۲) مسند احمد - اول مسند الکوفیین (۲۸۲/۴) مسند احمد - اول مسند الکوفیین (۳۰۱/۴) مسند احمد - اول مسند الکوفیین (۳۰۲/۴) مسند احمد - اول مسند الکوفیین (۳۰۳/۴)

شرح الحدیث: قوله: عَنْ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ أُخَيْيَةِ عَيْسَى، عَنِ الْحَكَمِ: سند میں ایک غلطی اور اسکی اصلاح: یہاں پر ایک ضروری اور قابل تنبیہ امر یہ ہے جس کو حضرت نے بذیل میں تحریر فرمایا ہے کہ ابوداؤد کے موجودہ نسخوں میں اسی طرح ہے عَنْ أُخَيْيَةِ عَيْسَى، عَنِ الْحَكَمِ، لیکن یہ غلط ہے صحیح وَعَنِ الْحَكَمِ ہے حرف عطف کیساتھ جیسا کہ طحاوی اور مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے، اور الجوهر النقی میں جو ابوداؤد کی روایت کا حوالہ دیا ہے اسکا تقاضا بھی یہی ہے کہ یہاں واؤ ہونا چاہئے، واؤ نہ ہونے سے تو یہ لازم آئے گا کہ عیسیٰ حکم سے روایت کرتے ہیں اور حکم عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ سے، حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ ابن ابی لیلیٰ روایت کرتے ہیں عیسیٰ اور حکم دونوں سے، لہذا عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ سے روایت کرنے والے دو شخص ہوئے عیسیٰ اور حکم^۱۔

۱. تقریب التہذیب - ص ۸۷۱

۲. میزبان الاعتدال فی نقد الرجال - ج ۳ ص ۶۱۳

۳. الجرح والتعديل لابن ابی حاتم - ج ۷ ص ۳۲۲

۴. میزبان الاعتدال فی نقد الرجال - ج ۳ ص ۶۱۵

۵. أمالی الأخبار فی شرح معانی الآثار - ج ۳ ص ۱۹۶

۶. بذل المجہود فی حل ابی داؤد - ج ۴ ص ۴۷۳-۴۷۴

قوله: قال ابو داؤد: هَذَا الْحَدِيثُ لَيْسَ بِصَحِيحٍ: مصنف کے دعویٰ عدم صحت کی بناءً بظاہر سوائے اس کے کچھ نہیں ہے کہ اس کی سند میں ابن ابی لیلیٰ ہیں، اور اس کا جواب ہم اوپر دے چکے ہیں، نیز ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ احادیث الاحکام اور سنن کی کتابوں میں لیس بصحیح سے صحت اصطلاحیہ کی نفی مراد ہوتی ہے، صحیح اس کو ہم بھی نہیں کہتے، ہاں حسن ضرور مانتے ہیں۔

حدیث البراء پر حاکم کا ایک نقد اور اس کا جواب: اس حدیث پر ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ حاکم صاحب مستدرک نے براء کی اس حدیث کا معارضہ کیا ہے ان کی ایک دوسری حدیث سے جسمیں رفع یدین فی الموضع الثلاثہ مذکور ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کو اس طرح صفیان بن عیینہ سے روایت کر نیوالے ابراہیم بن بشار مادی کے علاوہ کوئی اور نہیں ہے، جیسا کہ حاکم نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے، اور ابراہیم بن بشار راوی ضعیف ہے قال ابن معین لیس بشیء لہ یکن یکتب عنہ، صفیان و ما رایت فی یدہ قلماً قط، اسی طرح امام احمد و نسائی نے بھی ان کی تضعیف کی ہے۔

عدم رفع کے سلسلہ کی مزید دوسری روایات: عدم رفع کے سلسلہ میں حضرت نے بذل الجہود میں ان دو حدیثوں کے علاوہ جو اوپر متن میں آئی اور بھی متعدد احادیث مرفوعہ و آثار ذکر فرمائے ہیں، اسی طرح علامہ شوق نیوی نے حضرت عمر کا عمل ترک رفع بسند صحیح ثابت کیا ہے، جس کو امام طحاوی اور امام ابو بکر بن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اور ابن الترمذی نے الجوہر النقی میں کہا کہ یہ سند علی شرط مسلم ہے، حافظ ابن حجر نے بھی درایہ میں لکھا ہے رجالہ ثقات، اور حاکم نے جو اس کا معارضہ کیا ہے طاؤس کی روایت سے جس میں یہ ہے کہ حضرت عمر موضح ثلاثہ میں رفع یدین کرتے تھے، اس کا جواب علامہ شوق نیوی نے آثار السنن میں بڑی تحقیق کے ساتھ دیا ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ طاؤس کی یہ روایت عمر کے بارے میں نہیں بلکہ ابن عمر کے بارے میں ہے۔

اسی طرح علامہ نیوی نے حضرت علی کا عمل عدم رفع طحاوی، بیہقی اور ابو بکر بن ابی شیبہ کی روایت سے نقل کیا ہے، اور کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے، حافظ ابن حجر درایہ میں لکھتے ہیں رجالہ ثقات، علامہ زیلعی لکھتے ہیں ہواثر صحیح، اور علامہ عینی نے شرح بخاری میں لکھا ہے صحیح علی شرط مسلم، اور دارمی نے جو اس پر اشکال کیا کہ اس کی سند میں ابوبکر بن عبد اللہ التہشلی ہیں وہو من لا یحتاج بہ، اس کا جواب علامہ نیوی نے ابن الترمذی سے یہ نقل کیا ہے کہ تہشلی کی روایت کو امام مسلم اور نسائی وغیرہ ائمہ نے لیا ہے، اور امام احمد بن حنبل اور یحییٰ ابن معین نے ان کی توثیق کی ہے۔

نیز دارمی نے یہ بات بھی کہی کہ ہمیں حضرت علی کیساتھ حسن ظن یہ ہے کہ وہ اپنے فعل کو حضور ﷺ کے فعل پر ترجیح نہیں دیں گے اس کا جواب ابن دقیق العید مالکی نے یہ دیا ہے کہ ہمیں حضرت علی کیساتھ حسن ظن یہ ہے کہ وہ عدم رفع کا ارتکاب بدوین علم بالفسخ کے نہیں کریں گے۔

عدم رفع کے بارے میں احادیث قولیہ: ان روایات فعلیہ کے علاوہ حنفیہ کے پاس دو حدیثیں قولی بھی ہیں، جبکہ

فریق مخالف کے پاس اس سلسلہ کی کوئی قوی حدیث نہیں ہے، اول حدیث ابن عباس جس کو طبرانی نے مرفوعاً روایت کیا ہے ثنا ابن ابی لیلیٰ، عن الحكم، عن مقسم، عن ابن عباس رضی اللہ عنہ، عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: «لا تُزْفَعُ الْيَدِي إِلَّا فِي سَبْعِ مَوَاطِنَ حِينَ يَفْتَتِحُ الصَّلَاةَ وَحِينَ يَدْخُلُ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ فَيَنْظُرُ إِلَى الْبَيْتِ، وَحِينَ يَقُومُ عَلَى الصُّفَا، وَحِينَ يَقُومُ عَلَى الْمَرْوَةِ، وَحِينَ يَقِفُ مَعَ النَّاسِ عَشِيَّةَ عَرَفَةَ وَيَجْمَعُ، وَالْمَقَامَيْنِ حِينَ يَرْمِي الْجُمُرَةَ»^①، اور امام طحاوی نے اسکو ابن عباس سے مرفوعاً بالسند المذكور اور ابن عمر سے موقوفاً مرفوعاً بطریق عن ابن ابی لیلیٰ، عن نافع، عن ابن عمر روایت کیا ہے، لیکن طحاوی کی روایت میں بجائے لا تُزْفَعُ الْيَدِي کے، تُزْفَعُ الْيَدِي^② ہے۔

حدیث لا تُزْفَعُ الْيَدِي سَبْعَ مَوَاطِنَ پر بحث: ہماری جانب سے اس حدیث کو استدلال میں صاحب ہدایہ نے بھی پیش کیا ہے، اس لئے میرے نزدیک یہ حدیث بہت اہم ہے اس حدیث پر فریق ثانی کی جانب سے کچھ اعتراضات بھی ہیں، یہ اعتراضات وجوہات تفصیل طلب ہیں، مجملہً ہم اشکالات اور ان کے جوابات کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

پہلا اشکال یہ ہے کہ اس کے ساتھ ابن ابی لیلیٰ متفرد ہیں جو کہ ضعیف ہیں، اسکا جواب یہ ہے کہ ابن ابی لیلیٰ متروک راوی نہیں ہیں بعض اہل رجال نے ان کے بارے میں بہت بلند کلمات کہے ہیں جیسا کہ حدیث البراء پر کلام کے ذیل میں گزر چکا، سیزان کا متابع بھی موجود ہے ورنہ ان کی متابعت کی ہے عند الطبرانی ورفقاء عن عطاء بن السائب عن سعید بن جبیر عن ابن عباس، اور یہ ورفقاء راوی صدوق ہیں امام احمد و یحییٰ بن معین نے ان کی توثیق کی ہے، البتہ ان کی حدیث جو منصور سے ہو، اس میں لین ہے، کما فی التقریب۔

دوسرا اشکال اس پر یہ کیا گیا ہے کہ و کعب اس کو ابن ابی لیلیٰ سے موقوفاً روایت کرتے ہیں، جواب یہ ہے کہ و کعب اس کو ابن ابی لیلیٰ سے مرفوعاً بھی روایت کرتے ہیں، کما رواہ البخاری فی جزء رفع الیدین، لہذا ہو سکتا ہے کہ حدیث دونوں طرح مروی ہو جیسا کہ خود ابن عمر کی روایت کا بھی یہی حال ہے سالم اسکو مرفوعاً روایت کرتے ہیں اور نافع موقوفاً، اور اس حدیث کا توقف بھی حکم میں رفع کے ہے اسلئے کہ یہ بات کہ نماز میں رفع یدین اتنی جگہ ہے کوئی راوی اپنے اجتہاد سے نہیں کہہ سکتا، یہ چیز غیر مدرک بالرائے ہے۔ ایک اشکال اس میں یہ کیا گیا ہے کہ شعبہ بے منقول ہے کہ حکم نے مقسم سے صرف چار حدیثیں سنی ہیں اور یہ حدیث ان چار میں سے نہیں ہے، لہذا حدیث منقطع ہے، جواب یہ ہے کہ شعبہ کے کلام میں حصر استقرائی ہے، شعبہ کبھی یہ کہتے ہیں لہ بسمع الحكم عن مقسم إلا خمسة أحادیث^③، جیسا کہ ترمذی میں ایک جگہ ہے، اور اس کے باوجود بہت سی حدیثیں ہیں جن کو امام

① المعجم الكبير للطبرانی، فتح الحديث ۱۲۰۷۲ ج ۱۱ ص ۳۸۵

② شرح معانی الآثار، رقم الأحادیث ۳۸۲۱-۳۸۲۲، (ج ۲ ص ۱۴۶)

③ جامع الترمذی - کتاب الجمعة - باب ماجاء فی السفر يوم الجمعة ۵۲۷

ترمذی نے عن الحكم عن قسم روایت کیا ہے اور ان میں سے اکثر میں لفظ سماع اور تحدیث کا لفظ موجود ہے، اور پھر اس کے علاوہ یہ ہے کہ مرسل ثقات مقبول ہے۔

ایک اشکال یہ کیا گیا ہے کہ اس حدیث میں مواضع سبعہ میں انحصار مراد نہیں ہے، اور مراد ہو بھی نہیں سکتا، اس لئے کہ مواضع سبعہ کے علاوہ بھی اور بعض مواضع میں رفع یدین ہوتا ہے، جیسے قنوت اور عیدین میں، نیز بعض روایات میں بجائے لافرفع کے نرفع الایدی وارد ہے بغیر حصر کے، اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اگر اس حدیث کو ہم موقوف مانتے ہیں تب تو ہو سکتا ہے کہ صحابی کو قنوت اور عیدین میں رفع یدین کا علم نہ ہو، عام نمازیں جو ہر دن اور بار بار پڑھی جاتی ہیں اسی کے اعتبار سے حصر مراد ہو، اور اگر اس حدیث کو مرفوع مانتے ہیں تو یہ کہا جائے گا کہ جو بعض مواضع اس حدیث میں بیان سے رہ گئے ان کا ثبوت دوسرے دلائل سے ہو گا۔

ایک اشکال یہ کیا گیا ہے کہ ابن عباس کا عمل اس کے خلاف منقول ہے کہ وہ رفع یدین کرتے تھے، اور راوی کا عمل اپنی مروی کے خلاف مضرب ہے، جواب یہ ہے کہ مضرب ہے جب یہ معلوم ہو کہ وہ عمل اس کا بعد الروایت ہے، اور اگر اس کا وہ عمل قبل الروایت ہو یا تقدم و تاخر کا علم نہ ہو تب مضرب نہیں، اور یہاں پر ایسا ہی ہے۔

مالی اراکم رافعی ایدیکم الحدیث پر بحث: اور دوسری قولی حدیث مسلم والیوداد کی وہ روایت مرفوعہ ہے جس کو وہ جابر بن سمرہ سے روایت کرتے ہیں عن قمیم الطائیف، عن جابر بن سمرہ، قال: دخل علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم، والناس رافعو أيديهم - قال ربه: أراة قال - في الصلاة، فقال: «مالی اراکم رافعی ایدیکم کأما أذناب خیل شمیں؟ اُسکوا فی الصلاۃ»^①، اس حدیث میں بار بار رفع یدین سے صراحۃً منع کیا گیا ہے اور یہ کہ نماز میں سکون کی حالت اختیار کرو، اس استدلال پر امام بخاری وغیرہ محدثین کی طرف سے یہ اشکال ہے کہ یہ حدیث رفع عند السلام کے سلسلہ میں ہے مجاہد کرام السلام کے وقت ہاتھ سے اشارہ کرتے تھے آپ ﷺ اس کو منع فرما رہے ہیں، رفع یدین عند الركوع سے اس کا تعلق نہیں، ہماری طرف سے اس کا جواب دیا گیا کہ اس سلسلہ میں دو حدیثیں مختلف الفاظ و سیاق سے مروی ہیں، ایک وہ ہے جس کو آپ

① عن قمیم بن طرقة، عن جابر بن سمره، قال: خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: «مالی اراکم رافعی ایدیکم کأما أذناب خیل شمیں؟ اُسکوا فی الصلاۃ» قال: ثم خرج علينا لَرَأَا خَلْقًا فقال: «مالی اراکم عزیزین» قال: ثم خرج علينا فقال: «ألا تَصُفُّونَ کَمَا تَصُفُّ الْإِبِلَ عِندَ رَبِّهَا؟» فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَكَيْفَ تَصُفُّ الْإِبِلَ عِندَ رَبِّهَا؟ قَالَ: «يُصِفُّونَ الصُّفْرَةَ الْأُولَى وَيَتْرَاضُونَ فِي الصُّفْرِ». { صحيح مسلم - الصلاة (٤٣٠) سنن النسائي - الإمامة (٨١٦) سنن النسائي - السهو (١١٨٤) سنن النسائي - السهو (١١٨٥) سنن أبي داود - الصلاة (٦٦١) سنن أبي داود - الصلاة (١٠٠) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٩٩٢) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٩٣/٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (١٠١/٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (١٠٢/٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (١٠٦/٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (١٠٧/٥) }

فرما رہے ہیں، اس کے راوی عبید اللہ بن القطیبہ ہیں اس کے الفاظ یہ ہیں عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُورَةَ، قَالَ: كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَا: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ، وَأَشَارَ بِيَدِهِ إِلَى الْجَانِبَيْنِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَلَامَةُ مُؤْمِنٍ بِأَيْدِيكُمْ كَأَهْمَا أَذْنَابِ خَيْلٍ شُمُوسٍ؟^① اس حدیث کا تعلق بیشک رفع عند السلام سے ہے، اور پہلی حدیث اس سے بالکل مختلف ہے، اس میں سلام کا کوئی ذکر نہیں ہے بلکہ یہ ہے کہ لوگ نماز میں رفع یدین کرتے تھے جس پر آپ ﷺ نے فرمایا اِسْكُوا فِي الصَّلَاةِ، ظاہر ہے کہ یہ رفع یدین درمیان صلاۃ کا ہے اسی لئے آپ ﷺ نے اِسْكُوا فِي الصَّلَاةِ فرمایا، اور دوسری روایت کا تعلق چونکہ سلام سے ہے اسی لئے آپ ﷺ نے وہاں اِسْكُوا فِي الصَّلَاةِ نہیں فرمایا کیونکہ سلام کی حالت نماز سے باہر آنے کی ہے عین نماز کی حالت نہیں ہے۔

یہ بات قابل غور ہے کہ بار بار نماز کے درمیان کھڑے ہوتے اور جھکتے ہوئے رفع یدین کرنا یہ تو خیل شمس کے فعل کے مشابہ ہو، اور سلام کے وقت میں بیٹھے بیٹھے صرف ہاتھ کا اشارہ وہ خیل شمس کے فعل کے مشابہ ہو جائے، حالانکہ خیل تو ہمیشہ کھڑے کھڑے ہی دم ہلاتا ہے، بلکہ مشہور تو یہ ہے کہ گھوڑا بیٹھتا ہی نہیں، دوسری بات یہ ہے کہ قاعدہ یہ ہے العبرة لعموم اللفظ لا بخصوص السبب، پس اگر مان لیا جائے کہ اس حدیث کا تعلق رفع عند السلام سے ہے تب بھی سکون کا حکم تو عام ہے اور اس پر یہ نہ کہا جائے پھر تو رفع یدین عند التحريم بھی نہ ہونا چاہیے اور یہ اس لئے کہ صرف ایک مرتبہ کی حرکت پر تشبیہ مذکور صادق نہیں آتی مطلق حرکت سے منع مقصود نہیں صرف ایک بار رفع یدین جو کہ فعل تعظیمی ہے اسکے نظام موجود ہیں عند روایۃ البیہ وغیرہ وہاں بھی بار بار رفع یدین نہیں ہوتا، رہا مسئلہ صلاۃ العید کا سودہ حکم و مصالح پر مبنی ہے اور نہ وہاں اختلافات روایات ہے۔

ختم مسک:

اخیر میں بطور خیر ختام کے ہم دو روایتیں اور ذکر کرتے ہیں جن کی تخریج امام بیہقی نے خلائیات میں کی ہے اور علامہ زیلعی نے ان کو نصب الرایہ میں اسی حوالہ سے نقل فرمایا ہے: ① جس کے لفظ یہ ہیں پوری سند نصب الرایہ میں موجود ہے: عَنْ عَبَادِ بْنِ الرَّبِيعِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ الصَّلَاةِ، ثُمَّ لَمْ يَرْفَعْهُمَا شَيْءٌ يَوْحَىٰ بَقَوْلِهِ، ابْنِ دَقِيقِ الْعِيدِ فَرَمَاتِهِ هُنَّ مَرْسَلُ الثَّقَاتِ مَقْبُولٌ مُنْجِبٌ بِهِ، ② عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَوْنٍ الْجَرَّازِيِّ أَنَّ مَالِكًا عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ، إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ، ثُمَّ لَا يَعُودُ^③۔

① صحیح مسلم - الصلاة (۴۳۱) سنن النسائی - السہو (۱۱۸۴) سنن النسائی - السہو (۱۱۸۵) سنن النسائی - السہو (۱۳۱۸) خز النسائی - السہو (۱۳۲۶) سنن ابی داؤد - الصلاة (۹۹۸) سنن ابی داؤد - الصلاة (۱۰۰۰) مسند احمد - اول مسند البصریین (۸۶/۵) مسند احمد - اول مسند البصریین (۸۸/۵) مسند احمد - اول مسند البصریین (۱۰۱/۵) مسند احمد - اول مسند البصریین (۱۰۷/۵)

② نفس الراية لاحادیث الهداية - ج ۱ ص ۴۰۴

اللہ تعالیٰ حضرت امام بیہقیؒ کو جزاء خیر عطا فرمائے، واقعی یہ حضرات جہاں تک نقل روایت کا تعلق ہے اس میں ان حضرات نے بات کا حق ادا کر دیا ہے اب آگے جو اس پر وہ نقد کر رہے ہیں اور جو کچھ بھی کر رہے ہیں وہ الگ بات ہے، وہ دوسری لائن کی چیز ہے جس میں عام طور سے لوگ مجبور ہوتے ہیں یعنی نصرت مذہب، اس میں ضروری نہیں کہ وہ عدالت و انصاف سے خارج نہ ہوں، چنانچہ وہ اس حدیث کے بارے میں کہہ گزرے: قال الحاکم: هذا باطل موضوع، ولا يجوز أن يذكر إلا على سبيل القدح^①، اور پھر آگے فرماتے ہیں کہ ہم کو امام مالکؒ سے جو روایات اور جو مضمون بالا سانیۃ الصیحة پہنچا ہے وہ اس کے خلاف ہے، اور اگر یہ روایت امام مالکؒ سے مروی ہوتی تو دار قطنی اس کو ضرور غرائب مالک میں ذکر کرتے، اس پر غلامہ عینیؒ طحاوی کی شرح نخب الأفكار میں فرماتے ہیں: هذا أيضًا مجرد دعوى من الحاکم؛ لأنه لم يبين وجه البطلان ما هو؛ ولا يلزم من عدم ذكر الدار قطني هذا في غرائب مالك أن يكون هذا باطلاً، فافهم^②۔

میں کہتا ہوں کہ حضرت امام طحاویؒ نے حضرت ابن حجرؒ کا جو عمل عدم رفع یدین مجاہد سے نقل کیا ہے، ابن حجرؒ کی یہ حدیث رنوع اس عمل کا منشاء ہو سکتی ہے اور اس اثر مجاہد کا انکار کوئی آسان کام نہیں ہے کما تقدم فی محله، نیز امام مالکؒ سے جو مشہور ہے کہ وہ رفع یدین کے قائل نہیں اس کا منشاء بھی یہ روایت ہو سکتی ہے، وقد تقدم فی بیان المذاهب ما قال مالك في المدونة الكبرى رفع الیدین فی غیر التحزیمۃ ضعیف واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب، وهذا آخر ما اردت ایزادہ فی هذا المبحث۔

۷۵۲ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ ابْنِ أَبِي ذَيْبٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ سَمْعَانَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ رَفَعَ يَدَيْهِ مَدًّا»۔

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز شروع کرنے کا ارادہ فرماتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو بلند فرماتے اس حال میں کہ دونوں ہاتھ سر کی طرف بلند ہوتے تھے۔

جامع الترمذی - الصلاة (۲۳۹) جامع الترمذی - الصلاة (۲۴۰) سنن النسائي - الافتتاح (۸۸۳) سنن أبي داود - الصلاة (۷۵۳) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۳۷۵/۲) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۴۳۴/۲) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۵۰۰/۱) سنن الدارمي - الصلاة (۱۲۳۷)

۱۲۱ - بَابُ وَضْعِ الْيَمْنَى عَلَى الْيُسْرَى فِي الصَّلَاةِ

نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر نیت بلند ہونے کا بیان

منف نماز کی پوری کیفیت من اولہ الی آخرہ بالترتیب بیان کر رہے ہیں، ابتداء صلاة میں رفع یدین اور تکبیر تحریمہ کا بیان تو ہو گیا

① نصب الزاہدۃ لاحادیث المداہبہ - ج ۱ ص ۴۰۴

② نخب الأفكار فی تنقیح مبانی الأخبار فی شرح معانی الآثار - ج ۴ ص ۱۶۳

اب یہاں سے یہ بتا رہے ہیں کہ رفع یدین کرنے کے بعد ان ہاتھوں کا کیا کرنا ہے ویسے ہی چھوڑ دیئے جائیں گے، یا ان کو باندھا جائیگا۔

مسائل الباب: یہاں پر تین بحثیں ہیں اول یہ کہ نماز میں حالت القیام میں وضع الیدین ہو گا یا ارسال، اور دوسری بحث یہ ہے کہ اگر وضع ہو گا تو محل وضع کیا ہے، اور تیسری بحث یہ ہے کہ حکمت وضع کیا ہے۔

البحث الاول (حالت قیام میں وضع یا ارسال): جمہور صحابہ و تابعین اور ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ تعالیٰ حالت قیام میں وضع الیمنی علی الیسری کی سنیت کے قائل ہیں، اور امام مالکؒ سے اسمیں تین روایتیں ہیں: ① الاولی وضع الیدین کا مستحسن ہونا فی الفرض و النفل رواہ ابن الماجشون عنہ، ② الثانیۃ انه لا بأس فی الوضع مطلقاً فی الفرض و النفل رواہ اشہب عن مالک، ③ اور تیسری روایت کراهۃ الوضع فی الفرض دون النفل رواہ ابن القاسم عن مالک، ابن عبد البرؒ فرماتے ہیں لیس فیہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم خلاف وهو الذی ذکرہ مالک فی الموطا یعنی اس سلسلہ میں روایت حدیثیہ میں کوئی اختلاف نہیں، یعنی اس کے مسنون ہونے میں اور اسی کو ذکر کیا ہے امام مالکؒ نے موطا میں، اور حسن بصری و ابراہیم نخعی و لیث بن سعد سے ارسال منقول ہے اور امام اوزاعیؒ سے التخییر فی الوضع و الارسال، اور فرقہ ہادیہ کے نزدیک وضع غیر مشروع بلکہ مفسد صلاۃ ہے لکونہ عملاً کثیراً۔

البحث الثانی (محل وضع): فعند الحنفیۃ تحت السرۃ وعند الشافعیۃ فوق السرۃ و تحت الصدر، وعن المالکیۃ روایتان وعن المالکیۃ اما الارسال و اما مثل الشافعیۃ یعنی فوق السرۃ۔

البحث الثالث (حکمت وضع): قالوا هو هیئۃ السائل الذلیل یعنی سائلانہ اور فقیرانہ ہیئت ہے، نیز اصنع من العبث و اقرب الی الخشوع ہے، اور اسی کی طرف اشارہ کیا ہے امام بخاریؒ نے، اس لئے کہ انہوں نے اس کے بعد متصلاً صحیح بخاری میں باب الخشوع فی الصلاۃ قائم کیا ہے۔

وضع تحت السرۃ أو الصدر میں دلائل فریقین: مسئلہ ثانیہ یعنی محل وضع مشہور اختلافی مسئلہ ہے اس سلسلہ میں ہم مختصر افریقین کے دلائل ذکر کرتے ہیں، اس مسئلہ میں شافعیہ نے وائل بن حجرؒ کی حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں ثم وضعہما علی صدرہ کا لفظ وارد ہے، یہ روایت صحیح ابن خزیمہؒ کی ہے، حافظ ابن حجرؒ نے بلوغ المرام میں اور امام نوویؒ نے خلاصہ میں اور علامہ شوکانی اہل حدیث نے ذیل الاوطار میں اور ابن دقین العید نے الإمامہ میں اسی حدیث سے استدلال کیا ہے، لیکن اس کی سند میں مؤمل بن اسماعیل ہیں جو مکمل ضعیف ہیں اور وہی لفظ علی صدرہ کے ساتھ مفرد ہیں، بجز ان کے کسی اور

① حَدَّثَنَا أَبُو مُوسَى، حَدَّثَنَا مَوْمِلٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانٌ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ: صَلَّى مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى يَدِ الْيُسْرَى عَلَى صَدْرِهِ. (صحیح ابن خزیمہ - کتاب الصلاة - باب وضع الیمین علی الشمال فی الصلاۃ قبل افتتاح القراءة ۴۷۹)

نے اس کو نقل نہیں کیا جیسا کہ اعتراف کیا ہے اس کا حافظ ابن القیمؒ نے اور اعلام الموقعین میں، امام بخاریؒ ان کے بارے میں فرماتے ہیں منکر الحدیث، اور ابن سعد کہتے ہیں ثقة کثیر الغلط، وذر قطنی کہتے ہیں ثقة کثیر الخطأ، حافظ تقریب میں لکھتے ہیں صدوق سنی الحفظ^①، منقول ہے کہ انہوں نے اپنی کتابوں کو دفن کر دیا تھا اپنے حفظ سے بیان کرتے تھے اسی لئے ان سے خطا کا صدور بہت ہوا^②۔

اصل استدلال ان حضرات کا اسی حدیث سے ہے جس کا حال آپکو معلوم ہو چکا، ان حضرات کے پاس ایک اور حدیث مرفوع ہے جس کے راوی والد قبیصہ حلب طائی ہیں، یہ حدیث مسند احمد میں ہے، ہذا السند یحییٰ بن سعید، عن شقیان، عن سمالک، عن قبیصہ بن حُلَیْب، عن أبيه، اس روایت میں بھی علی صدیقہ کا لفظ موجود ہے^③، علامہ شوق نیویؒ فرماتے ہیں کہ یہ زیادتی محفوظ نہیں ہے، یحییٰ بن سعید اسکے ساتھ متفرد ہیں ان کے علاوہ سفیان کے تلامذہ میں سے کسی نے اس زیادتی کو نقل نہیں کیا، چنانچہ عبد الرحمن بن مہدی اور وکیع اسکے سفیان سے روایت کرتے ہیں بدون اس زیادتی کے، اسی طرح امام ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ نے اس حدیث کو بطریق ابوالاحوص عن سماک روایت کیا اس میں بھی علی صدیقہ کا لفظ نہیں ہے، نیز امام احمدؒ نے اس بطریق شریک عن سماک روایت کیا اس میں بھی علی صدیقہ کا لفظ نہیں ہے، نیز سماک راوی ضعیف ہیں، صاحب تحفۃ الاحوذی (مشہور اہل حدیث عالم) پر تعجب ہے کہ انہوں نے اپنے مستدلات میں اس حدیث کو پیش کر کے اس حدیث کے ہر راوی کی ثقاہت و عدالت کتب رجال سے ثابت کر کے اپنی شرح کا چوتھائی صفحہ سیاہ کیا اور اس تمام اختلاف و اضطراب سے جو اوپر بیان ہوا اس کا کوئی معقول جواب نہیں دیا۔ یہ حضرات اس سلسلہ میں مرسل طاؤس کو بھی پیش کرتے ہیں جو ابو داؤد کے بعض نسخوں میں ہے جس میں علی صدیقہ کا لفظ موجود ہے لیکن وہ مرسل ہونے کے علاوہ ضعیف ہے اسکی سند میں ابیہثمہ بن حمید بن جو ضعیف ہیں نیز سلمان بن موسیٰ وہ بھی متکلم فیہ ہیں۔

حنفیہ کے دلائل: اور حنفیہ کی جانب سے سب سے اہم جو حدیث مرفوع پیش کی جاتی ہے وہ وائل بن حجرؒ کی حدیث ہے جسکو ابن ابی شیبہؒ نے بسندہ روایت کیا، اَبُو النَّبِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضَعَ يَمِينَهُ عَلَى شِمَالِهِ فِي الصَّلَاةِ تَحْتَ الشُّرَّةِ، اس پر یہ اشکال کیا جاتا ہے کہ مصنف ابن ابی شیبہ کے صحیح نسخوں میں تحت الشُّرَّةِ کی زیادتی موجود نہیں اور صحیح صورت

① تقریب التہذیب - ص ۹۸۷

② الکاشف فی معرفة من له رواية في الكتب الستة - ج ۲ ص ۳۰۹

③ یحییٰ بن سعید، عن شقیان، عن سمالک، عن قبیصہ بن حُلَیْب، عن أبيه، قال: "رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ يَمِينَهُ عَلَى شِمَالِهِ فِي الصَّلَاةِ تَحْتَ الشُّرَّةِ، وَرَأَيْتُهُ، قَالَ، يَضَعُ هَذِهِ عَلَى هَذِهِ" (مسند احمد - نعمة مسند الانصار - حديث حلب الطائي ۲۱۹۶۷)

④ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَاثِلٍ بْنِ حُجْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضَعَ يَمِينَهُ عَلَى شِمَالِهِ فِي الصَّلَاةِ تَحْتَ الشُّرَّةِ. (المصنف لابن أبي شيبه - كتاب الصلاة - باب وضع اليمين على الشمال رقم الحديث ۳۹۵۹ ج ۳ ص ۳۲۰-۳۲۲)

حال یہ ہے کہ مصنف ابن ابی شیبہ میں اس حدیث واکل کے بعد اثر نخعی مذکور ہے جس کے آخر میں فی الصلاة کا لفظ ہے، تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کاتب کی نظر چوک گئی، اس نے اثر نخعی کے لفظ تحت السُّرَّة کو اس کے برابر میں جو حدیث واکل مذکور تھی اس میں اس لفظ کو درج کر دیا، اس کے علاوہ اور بھی اس کے قرائن پیش کرتے ہیں، مثلاً یہ کہ یہ حدیث اسی سند سے مسند احمد میں بھی ہے، وہاں پر بھی یہ لفظ مذکور نہیں، ہماری جانب سے علامہ شوق نیوی نے آثار السنن میں بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے خود بعض صحیح نسخوں میں اس زیادتی کو اپنی آنکھ سے دیکھا ہے، نیز قاسم ابن قطلوبغا نے بھی اس حدیث کا اس زیادتی کیساتھ حوالہ دیا ہے، ویسے اس حدیث کی سند کی صحت کو فریق مخالف بھی تسلیم کرتا ہے، بخلاف علی الصدر والی روایت کے کہ اس پر سخت ترین کلام ہے، اس کے علاوہ اور بعض آثار صحیحہ ہیں اثر ابراہیم الذہبی^۱ مصنف ابن ابی شیبہ میں بسند حسن، اور ایسے ہی اثر ابی یحییٰ^۲ بسند صحیح جس کو ابن ابی شیبہ نے موصولاً اور امام ابو داؤد نے تعلیقاً ذکر کیا ہے، اور ایسے ہی حدیث علی جو ابو داؤد کے بعض نسخوں میں ہے: **مِنْ السُّنَّةِ وَضَعَ الْكَفَّ عَلَى الْكَفِّ فِي الصَّلَاةِ تَحْتَ السُّرَّةِ**^۳ وسندہ ضعیف۔

صحیح بات یہ ہے کہ اس سلسلہ میں ہر دو فریق کے دلائل پر کلام ہے کسی ایک کے پاس کوئی حدیث مرفوع صحیح جس کو واجب العمل کہا جاسکے موجود نہیں کما قال ابن الہمام، البتہ فقہاء کرام کا ترجیح میں اختلاف ہو رہا ہے، حنفیہ تحت السرة اور شافعیہ تحت الصدر کو ترجیح دیتے ہیں، ہماری طرف سے کہا گیا ہے کہ نماز مظہر تعظیم ہے اور قیام تعظیمی میں معبود وضع تحت السرة ہے، ہاں اظہار عشق کی صورت میں وضع علی الصدر ہی ہوتا ہے، قال المتنبي حاد لن تفديتي وخفن مراقبا، فوضعن ايديهن فوق ترائب، حضرت مولانا اعزاز علی صاحب مرحوم کے درس میں وضع علی الصدر کی تائید میں کسی طالب علم نے اس شعر کو پیش کیا اس پر مولانا موصوف نے برجستہ فرمایا کہ نبی کے مقابلہ میں متنبی کا قول پیش کرتے ہو؟ لا حول ولا قوة الا بالله۔

۷۵۴ - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، أَخْبَرَنَا أَبُو أَحْمَدَ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ ذُرْعَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ الزُّبَيْرِ، يَقُولُ: «صَفَّ الْقَدَمَيْنِ وَوَضَعَ الْيَدَ عَلَى الْيَدِ مِنَ السُّنَّةِ»۔

ترجمہ: زرعة بن عبد الرحمن کہتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن زبیر سے سنا کہ وہ فرما رہے تھے دونوں پاؤں کو ایک سیدھ میں رکھنا اور اپنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر نماز میں نیت باندھنا نبی پاک کی سنت ہے۔

۷۵۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكَّارٍ، عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ الرَّيَّانِ، عَنْ هُشَيْمِ بْنِ سَافِيَةَ، عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ أَبِي زَيْتَب، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ التَّهْدِي، عَنْ ابْنِ

① المصنف لابن أبي شيبه - كتاب الصلاة - باب وضع اليمين على الشمال رقم الحديث ۳۹۶۰ ج ۳ ص ۳۲۲

② حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا الْحَجَّاجُ بْنُ حُسَيْنٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا يَحْيَى، أَوْ سَأَلْتُهُ، قَالَ: قُلْتُ: كَيْفَ أَصْنَعُ؟ قَالَ: تَضَعُ يَاطْنُ كَفَّ يَمِينِهِ عَلَى ظَاهِرِ كَفِّ شِمَالِهِ، وَيَجْعَلُهَا أَسْفَلَ مِنَ السُّرَّةِ. (المصنف لابن أبي شيبه - كتاب الصلاة - باب وضع اليمين على الشمال رقم الحديث ۳۹۶۲ ج ۳ ص ۳۲۳)

③ سنن أبي داؤد - كتاب الصلاة - باب وضع اليمين على اليسرى في الصلاة ۷۵۶

مشعور، اَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي فَوْضِعَ يَدَيْهِ الْيَمْنَى عَلَى الْيَمْنَى، فَذَكَرَ أَنَّهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «فَوْضِعَ يَدَيْهِ الْيَمْنَى عَلَى الْيَمْنَى».

رحمہ اللہ عبد اللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے اور انہوں نے اپنا بایاں ہاتھ دابنے ہاتھ کے اوپر رکھا۔ نبی اکرم ﷺ نے ان کو دیکھ لیا اور ان کے دابنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے اوپر رکھا۔

۷۵۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ لُجَبِ، حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ زِيَادِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أَبِي جَحْفَةَ، أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: «السُّنَّةُ وَضْعُ الْكَفِّ عَلَى الْكَفِّ فِي الصَّلَاةِ تَحْتَ السُّرَّةِ».

ابو جحیفہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے فرمایا نماز میں ایک ہتھیلی پر دوسری ہتھیلی کو ناف کے نیچے رکھنا سنت ہے۔

سنن ابی داؤد - الصلاة (۷۵۶) - مسند احمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (۱۱۰/۱)

۷۵۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كُدَامَةَ يَعْنِي ابْنَ أَعْيَنَ، عَنْ أَبِي بَدْرٍ، عَنْ أَبِي طَالُوتَ عَبْدِ السَّلَامِ، عَنْ ابْنِ جَرِيرٍ الضَّبِّيِّ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: «رَأَيْتُ عَلِيًّا، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يُمَسِّكُ شِمَالَهُ يَمِينِهِ عَلَى الرَّاسِ فَوْقَ السُّرَّةِ».

رحمہ اللہ ابن جریر رضبی کہتے ہیں کہ میرے والد نے بیان کیا کہ میں نے حضرت علیؑ کو دیکھا کہ وہ اپنے بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ کے ذریعہ اس کے گئے پر رکھ کر پکڑتے تھے اور یہ ہاتھ ناف کے اوپر ہوتے تھے۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ ناف کے اوپر نیت باندھنی چاہیے۔ اور ابو جابر سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا ناف کے نیچے نیت باندھنی چاہیے اور حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی نیت باندھنے سے متعلق روایت مروی ہے جو ضعیف ہے۔

۷۵۸ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدُ بْنُ زِيَادٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ إِسْحَاقَ الْكُوفِيِّ، عَنْ سَيَّارِ أَبِي الْحَكَمِ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: «أَخَذُ الْكَفَّ عَلَى الْكَفِّ فِي الصَّلَاةِ تَحْتَ السُّرَّةِ».

رحمہ اللہ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نماز میں ناف کے نیچے ہتھیلیوں کو ہتھیلیوں سے پکڑنا چاہیے۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبلؒ سے سنا کہ وہ عبد الرحمن بن اسحاق کوفی کی حدیث کو ضعیف قرار دیتے ہیں۔

۷۵۹ - حَدَّثَنَا أَبُو تَوْبَةَ، حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ أَبِي مَرْثُومٍ، عَنْ ثَوْبَانَ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوسَى، عَنْ طَاوُسٍ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «يَضَعُ يَدَيْهِ الْيَمْنَى عَلَى يَدَيْهِ الْيَمْنَى، ثُمَّ يَشُدُّ بَيْنَهُمَا عَلَى صَدْرِهِ وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ».

رحمہ اللہ طاؤس کہتے ہیں کہ حضور ﷺ اپنے سیدھے ہاتھ کو اپنے لٹے ہاتھ پر رکھتے اور نماز میں ان دونوں ہاتھوں کو ملا کر سینے پر نیت باندھتے تھے۔

۱۲۲۔ باب ما یستفتح به الصلوة من الدعاء

کس دعا کے ذریعہ نماز شروع کرنی چاہیے؟

دعا افتتاح میں اختلاف علماء: تکبیر تحریمہ کے بعد قرأت سے پہلے درمیان میں کوئی دعا ہے یا نہیں، مسئلہ مختلف ہے، جمہور علماء ائمہ ثلاث دعا افتتاح کے قائل ہیں اور امام مالکؒ مشہور قول میں اس کے قائل نہیں، شروح بخاری، فتح الباری، معنی وغیرہ میں یہی لکھا ہے، اور صاحب متہل نے ایک روایت امام مالکؒ سے استحباب کی بھی نقل کی ہے بحوالہ علامہ زرقاتی فی شرح علی مختصر الخلیل، دوسرا اختلاف یہ ہے کہ کون سی دعا اولیٰ اور مختار ہے، اس لئے کہ کتب حدیث میں اس سلسلہ کی مختلف دعائیں منقول ہیں، مصنفؒ نے بھی اس باب میں متعدد ادعیہ ذکر کی ہیں جن میں سے بعض کا محل متعین ہے، یعنی تکبیر تحریمہ کے بعد، اور بعض روایات مصنفؒ نے ایسی ذکر فرمائی ہیں جن میں محل دعا کی تعیین صریحہ روایت^۱ میں نہیں ہے، جیسے جبر بن مطعم کی حدیث جس میں تکبیرات مذکور ہیں، اللہ اکبر کبیراً (تین مرتبہ) الحمد للہ کثیراً (تین مرتبہ) سبحان اللہ بکرة واصیلاً الی آخرہ، اس روایت میں راوی نے دعا کا محل ذکر نہیں کیا، اس باب میں سب سے پہلے مصنفؒ نے جو روایت ذکر کی ہے وہ دعا التوجہ سے جس کو دعا التوجہ بھی کہتے ہیں وَجْهْتُ وَجْهِي لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ خَضِيعًا مُسْلِمًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ الی آخرہ، اس باب کے بعد مصنفؒ نے ایک دوسرا باب قائم کیا جس میں سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ الی آخرہ کو ذکر کیا، گویا خاص اسی دعا کیلئے مستقل ترجمہ قائم کیا، اس دعا کو بعض شرح نے دعا تسبیح سے تعبیر کیا ہے، ان دو کے علاوہ ایک اور دعا افتتاح وہ ہے جو بخاری و مسلم کی متفق علیہ روایت ہے اللَّهُمَّ بَاعِدْ^۲ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ، اللَّهُمَّ تَقْنِي مِنْ خَطَايَايَ كَمَا تَقْنِي الْقُوْبَ الْأَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ، اللَّهُمَّ اغْسِلْني مِنَ خَطَايَايَ بِالْقَلْجِ وَالْمَاءِ وَالْبَرَدِ^۳، یہ حدیث ہمارے یہاں ابوداؤد میں باب السکنة عند الافتتاح^۴ میں بھی آرہی ہے۔

کس امام کے نزدیک کونسی دعا افتتاح مختار ہے: ان ادعیہ میں سے حنفیہ اور حنبلیہ کے نزدیک

مختار واولیٰ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ اُنْ^۵ ہے، حافظ ابن القیمؒ زاد المعاد میں لکھتے ہیں: اختار الإمام أحمد هذا العشرة أوجه کہ امام احمدؒ نے

① بلکہ احتمال ہے کہ افتتاح صلوٰۃ کے بعد قبل قرأت پڑھنا شروع ہو یا قبل التحریمہ یا درمیان صلوٰۃ قومہ کی حالت میں۔

② یہ حدیث ابوہریرہؓ سے مروی ہے حافظ ابن حجرؒ (فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۲۳۰) لکھتے ہیں وحدثت أبی ہریرۃ أصح ما وحدثني ذلك لیکن بذل الجہود میں لکھا ہے باوجودیکہ یہ روایت متفق علیہ ہے خصوصیت سے کسی امام نے اس کو اختیار نہیں کیا (بذل الجہود فی حل أبی داود - ج ۴ ص ۴۸۸)۔

③ صحیح البخاری - کتاب صفة الصلاة - باب ما یقول بعد التکبیر ۷۱۱، صحیح مسلم - کتاب المساجد ومواضع الصلاة - باب ما یقال بین

التکبیرة الإحرام والقراءة رقم ۵۹۸

④ سنن أبی داود - کتاب الصلاة - باب السکنة عند الافتتاح ۷۸۱

اس دعا کو دس وجوہ ترجیح کی بنا پر اختیار فرمایا ہے^۱، اور امام شافعیؒ کے نزدیک مختار و اولیٰ دعا التوجہ ہے جیسا کہ متن ابی شجاع وغیرہ کتب شافعیہ میں مذکور ہے، امام شافعیؒ نے کتاب الام میں بھی اسی کو ذکر فرمایا ہے، بذل میں لکھا ہے کہ مزی نے امام شافعیؒ سے اسی کو نقل کیا ہے، اور دوسری روایت امام شافعیؒ سے یہ ہے: ان المصلیٰ یأتی بالاذکار کلھا فی الفریضة والنافلة، اس دعا توجہ کے حنفیہ میں سے امام ابو یوسفؒ بھی قائل ہیں کہ یشکاک انک اللہ تمھ اس کو بھی شامل کر لے، اور یہی ایک روایت امام شافعیؒ کی ہے، چنانچہ فتح الباری میں ہے: ونقل الساجی عن الشافعی استحباب الجمع بین التوجیہ والتسبیح^۲۔

۷۶۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ النَّاجِشُونَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ كَبَّرَ، ثُمَّ قَالَ: وَجْهْتُ وَجْهِي لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا [مُسْلِمًا] وَمَا أَنَا مِنَ الشِّرْكِينَ، إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ، اللَّهُمَّ أَنْتَ الْمَلِكُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ، أَنْتَ رَبِّي وَأَنَا عَبْدُكَ، ظَلَمْتُ نَفْسِي وَاعْتَرَفْتُ بِذُنُوبِي فَاعْفُ عَنِّي يَا غَفُورًا رَحِيمًا إِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ، وَأَهْدِي لِي أَحْسَنَ الْأَخْلَاقِ لَا يَهْدِي لِي أَحْسَنَهَا إِلَّا أَنْتَ، وَأَصْرِفْ عَنِّي سَيِّئَهَا لَا يَصْرِفُ سَيِّئَهَا إِلَّا أَنْتَ، لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ كُلُّهُ فِي يَدَيْكَ، وَالشَّرُّ لَيْسَ إِلَيْكَ أَنَا بِكَ وَالْإِلَهَ، تَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ، أَسْتَغْفِرُكَ وَأُكَلِّبُكَ، وَإِذَا رَفَعَ: قَالَ: اللَّهُمَّ لَكَ رَكَعٌ وَبِكَ أَمْتُكَ وَلَكَ أَسْلَمْتُ خَشَعْتُ لَكَ سَمْعِي وَبَصَرِي وَخَلْجِي وَعِظَامِي وَعَصْبِي، وَإِذَا رَفَعَ، قَالَ: سَمِعَ اللَّهُ لَكُمْ مُحَمَّدٌ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ مِلَّةَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمِلَّةَ مَا بَيْنَهُمَا وَمِلَّةَ مَا شِئْتَ، مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ، وَإِذَا سَجَدَ قَالَ: اللَّهُمَّ لَكَ سَجْدَةٌ وَبِكَ أَمْتُكَ وَلَكَ أَسْلَمْتُ، سَجَدَ وَجْهِي لِلَّذِي خَلَقَهُ وَصَوَّرَهُ فَأَحْسَنَ صُورَتَهُ وَشَقَّ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ، وَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ، وَإِذَا سَلَّمَ مِنَ الصَّلَاةِ، قَالَ: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي أَنْتَ الْمَقْدِمُ وَالْمُؤَخِّرُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ.

ترجمہ حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ جب نماز کیلئے کھڑے ہوتے تو تکبیر تحریمہ کہتے پھر یہ دعا پڑھتے۔ اے اللہ میں نے اپنا چہرہ اس ذات کی طرف موڑ لیا جو آسمان وزمین کا خالق ہے اور میں سارے باطل مذہب سے منہ موڑ کر صرف اکیلا اس ایک کا ہو رہا ہوں۔ میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔ میری نماز، میری عبادت، میری زندگی اور میری موت ایک اللہ رب العالمین کیلئے ہے جس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ مجھے اسی توحید کامل کا حکم دیا گیا اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔ لے اللہ آپ بادشاہ ہے آپ کے علاوہ کوئی معبود نہیں آپ میرے رب ہیں اور میں آپ کا بندہ ہوں میں نے اپنی جان پر ظلم کیا

۱ زاد المعاد فی ہدیٰ خیر العباد - ج ۱ ص ۱۹۸

۲ فتح الباری شرح صحیح البخاری - ج ۲ ص ۲۳۰

اور میں اپنے گناہ کا اعتراف کرتا ہوں چنانچہ تمام گناہوں کی بخشش فرمادیجئے۔ بے شک آپ ہی گناہوں کی مغفرت فرماتے ہیں اور مجھے بہترین اخلاق کی توفیق عطا فرمائیں۔ بہترین اخلاق کی توفیق آپ ہی عطا کر سکتے ہیں اور برے اخلاق سے مجھے دور فرمائیں آپ ہی مجھے برے اخلاق سے دور فرما سکتے ہیں۔ میں ہمیشہ آپ کی اطاعت کروں گا اور آپ کی اطاعت پر جلدی کروں گا اور تمام کے تمام خیریں آپ ہی کی قدرت میں ہے اور شر کی نسبت آپ کی طرف نہیں ہو سکتی اور میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں اور آپ عظمت و بزرگی والے ہیں اور برتر ہیں وہم کرنے والوں کے وہم سے میں آپ سے مغفرت مانگتا ہوں اور میں آپ ہی کی طرف لوٹتا ہوں اور جب آپ ﷺ رکوع فرماتے تو یہ دعا پڑھتے اے اللہ میں آپ ہی کیلئے رکوع کرتا ہوں اور آپ ہی پر ایمان لاتا ہوں اور آپ ہی کے تابع ہوتا ہوں اور میرے کان، آنکھ، دماغ، ہڈیاں، پٹھے اور آپ ہی کے سامنے تواضع کرتے ہیں اور جب رکوع سے اپنا سر اٹھاتے تو یہ پڑھتے: بِسْمِ اللّٰهِ مِنْ حَمْدِكَ رَبَّنَا وَتِلْكَ الْحَمْدُ مِلَّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمِلَّ مَا بَيْنَهُمَا وَمِلَّ مَا شِئْتَ، مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ۔ اور جب آپ سجدہ کرتے تو یہ دعا پڑھتے اے اللہ آپ ہی کیلئے میں نے سجدہ کیا اور آپ ہی پر ایمان لایا اور آپ ہی کا میں تابع ہوا میرے چہرے نے سجدہ کیا اس ذات کیلئے جس نے اس کو پیدا کیا اور بہترین صورت عطا فرمائی اور اس چہرے میں کانوں اور آنکھوں کا راستہ بنایا اللہ تعالیٰ بہترین خالق ہے اور جب آپ سلام پھیرنے کا ارادہ فرماتے تو یہ دعا پڑھتے اے اللہ جو میں نے گناہ کیئے اور جن اعمال خیر میں میں نے کوتاہی اور تاخیر کی ان سب گناہوں کو معاف فرمادیجئے اور وہ گناہ جو میں نے چپکے چپکے کیئے اور جو گناہ میں نے کھلم کھلم کھلا کیئے اور وہ تمام کام جن میں میں نے حد شرعی سے تجاوز کیا اور وہ تمام گناہ جن کو آپ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں ان تمام گناہوں کو معاف فرما آپ ہی (بعض بندوں کو اعمال خیر کی توفیق دے کر) آگے بڑھا دیتے ہیں اور بعض بندوں کو آپ (محرور کر کے) ان کا درجہ ہٹا دیتے ہیں آپ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

۷۶۱ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْهَاشِمِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْقُضَيْلِ بْنِ رَبِيعَةَ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ حَذْوَ مَشْكَبِيهِ، وَيَضْمَعُ مَغْلًا ذَلِكَ إِذَا قَضَى قِرَاءَتَهُ وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ، وَيَضْمَعُهُ إِذَا رَفَعَ مِنَ الرُّكُوعِ وَلَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي شَيْءٍ مِنْ صَلَاتِهِ وَهُوَ قَاعِدٌ، وَإِذَا قَامَ مِنَ السَّجْدَتَيْنِ رَفَعَ يَدَيْهِ كَذَلِكَ وَكَبَّرَ وَدَعَا، نَحْوَ حَدِيثِ عَبْدِ الْعَزِيزِ فِي الدَّعَايِزِ وَيُتْقَصُّ الشَّيْءُ وَلَمْ يَذْكُرْ وَالْحَمْدُ كُلُّهُ فِي يَدَيْكَ وَالشُّرُّ لَيْسَ إِلَيْكَ " وَرَأَى فِيهِ، وَيَقُولُ: عِنْدَ انْصِرَافِهِ مِنَ الصَّلَاةِ: «اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ وَمَا أَسْرَرْتُ وَأَعْلَنْتُ أَنْتَ إِلَهِي لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ».

حضرت علی نبی اکرم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ جب فرض نماز کیلئے کھڑے ہوتے تو تکبیر تحریمہ کہہ کے اپنے دونوں ہاتھ اپنے دونوں کاندھوں کے برابر تک بلند فرماتے اور جب آپ قرأت ختم کر چکے ہوتے اور رکوع

میں جانے کا ارادہ کرتے تو اسی طرح اپنے دونوں ہاتھ اپنے دونوں کاندھوں کے برابر تک اٹھاتے اور جب رکوع سے قومہ کے لئے سر اٹھاتے تو بھی اسی طرح رفع الیدین فرماتے اور نماز میں بیٹھنے کی حالت میں کسی بھی رکن میں رفع الیدین نہ فرماتے اور جب دو سجدوں سے کھڑے ہوتے تو اسی طرح رفع الیدین فرماتے اور تکبیر کہہ کر دعائے مانگتے جیسا کہ عبد العزیز راوی نے گزشتہ روایت میں دعا ذکر کی ہے لیکن عبد اللہ بن الفضل نے دعائیں کچھ کی پیشی ذکر کی ہے اور عبد اللہ بن فضل نے الْحَمْدُ كُلُّهُنَّ فِي يَدَيْكَ وَالشُّكْرُ لَيْسَ إِلَيْكَ کے الفاظ ذکر نہیں کیے بلکہ عبد اللہ بن فضل نے یہ الفاظ زائد ذکر کیے کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد حضور ﷺ یہ دعا پڑھتے تھے: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ وَمَا أَسْرَرْتُ وَأَعْلَنْتُ أَنْتَ إِلَهِي لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ۔

۷۶۲۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ، حَدَّثَنَا شَرِيحُ بْنُ يَزِيدَ، حَدَّثَنِي شُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ، قَالَ: قَالَ لِي: مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، وَأَبْنُ أَبِي قُرَّةَ، وَعَبْدُ رَهْمَانَ بْنُ فُقَهَاءَ أَهْلِ الْمَدِينَةِ فَإِذَا خَلْتَ أَنْتَ ذَلِكَ، فَقُلْ: «وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ»، يَغْنِي قَوْلُهُ: «وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ»۔

شعیب بن ابی حمزہ کہتے ہیں کہ محمد بن السکندر اور اسحاق بن عبد اللہ ابی فروہ وغیرہ فقہاء مدینہ نے مجھ سے کہا کہ تم جب اس دعا کو پڑھو تو «أَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ» کی جگہ یوں پڑھو «وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ»۔

صحیح مسلم - صلاة المسافرين وقصرها (۷۷۱) جامع الترمذی - الصلاة (۲۶۶) جامع الترمذی - الدعوات (۳۴۲۱) جامع الترمذی - الدعوات (۳۴۲۲) جامع الترمذی - الدعوات (۳۴۲۳) سنن النسائي - الافتتاح (۸۹۷) سنن ابی داؤد - الصلاة (۷۶۰) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۱۰۵۴) مسند أحمد - مسند العشرة البشرين بالجنة (۹۵/۱) مسند أحمد - مسند العشرة البشرين بالجنة (۱۰۳/۱) سنن الدارمی - الصلاة (۱۲۳۸) سنن الدارمی - الصلاة (۱۲۱۴)

شرح الأحادیث قولہ: وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ۔ بعض روایات میں بجائے اس کے وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ بھی آتا ہے آپ ﷺ اس طرح پڑھتے تھے اور کبھی اس طرح، آپ ﷺ کے حق میں تو کوئی اشکال نہیں آپ پر تو یہ دونوں باتیں صادق آتی ہیں لیکن آپ ﷺ کے علاوہ دوسروں کو کیا کہنا چاہئے؟

جمہور یہ کہتے ہیں کہ دوسروں کو وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ کہنا چاہئے، ہمارے بعض مشائخ کے نزدیک اول المسلمین کہنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ فاسد نہیں ہوتی، لیکن اس صورت میں ضروری یہ ہے کہ مقصود تلاوت یا حکایت ہو اخبار عن نفسہ مقصود نہ ہو ورنہ نماز یقیناً فاسد ہو جائیگی، اور بعض علماء کہتے ہیں وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ کہنے سے نماز فاسد نہیں ہوگی اس لئے کہ اسکا مطلب یہ نہیں کہ میں سب سے پہلا مسلمان ہوں، بلکہ یہ عبارت کنایہ ہے مبادرت اور مسارعہ سے یعنی میں بوجلت، بشوق و رغبت اسلام میں داخل ہونے والا ہوں جیسا کہ اس آیت کریمہ میں ہے قُلْ إِنْ كَانَ لِلرَّحْمَنِ وَلَدٌ فَأَنَا أَوَّلُ الْعَبِيدِ ۝۱۔

ایک اشکال و جواب:

وَالشَّرُّ لَيْسَ إِلَهِكَ: اس پر بڑا اشکال ہے اس لئے کہ تمام اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ خیر و شر سب اللہ کی طرف سے ہے، اور یہ بات کہ خیر اللہ کی طرف سے اور شر غیر اللہ کی طرف سے ہے اہل اعتزال کا مسلک ہے، اس کی مختلف توجیہات کی گئی ہیں: ① مراد یہ ہے الشر لیس شرّاً بالنسبة اليك کہ اللہ تعالیٰ کے اعتبار سے کوئی شر شر نہیں یہ خیر و شر کی تقسیم مخلوق کے اعتبار سے ہے خالق کے اعتبار سے نہیں، خالق کے اعتبار سے تو جس طرح تخلیق خیر میں مصلحت ہے اسی طرح شر میں بھی ہے دونوں چیزیں حکمت سے خالی نہیں، ② الشر لیس مما يقترب به اليك یعنی اے خدا شر کے ذریعہ تیرا قرب حاصل نہیں کیا جاسکتا، ③ مراد یہ ہے الشر المحض لیس یعنی ان ينسب اليك یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف خالص شر کی نسبت کرنا، جیسے کوئی کہنے لگے یا خالق التزير یا خالق الشر، یہ مناسب نہیں خلاف ادب ہے بلکہ خیر و شر سب کو مجموعی طور پر اس کی طرف منسوب کیا جائے، مثلاً خالق الخير والشر ④۔

۷۶۳ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا حَمَّادٌ، عَنْ قَتَادَةَ، وَثَابِتٍ، وَحُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَجُلًا جَاءَ إِلَى الصَّلَاةِ وَقَدْ حَفَرَهُ النَّفْسُ، فَقَالَ: اللَّهُ أَكْبَرُ الْحَمْدُ لِلَّهِ مُحَمَّدًا كَثِيرًا صَلَوَاتُهَا عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَلَمَّا قَضَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاتَهُ، قَالَ: «أَيُّكُمْ يَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَاتِ، فَإِنَّهُ لَمْ يَقُلْ بَأْسًا» فَقَالَ الرَّجُلُ: أَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ، حُتُّتْ وَقَدْ حَفَرَنِي النَّفْسُ فَقُلْتُهَا، فَقَالَ: «لَقَدْ رَأَيْتُ اثْنَيْ عَشَرَ مَلَكًا يَتَنَبَّأُونَ بِهَا أَنَّهُمْ يَرَفَعُهَا» وَزَادَ حُمَيْدٌ فِيهِ: «وَإِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ فَلْيَمْسُخْهُنَّ مَا كَانَ يَمْشِي فَلْيَصِلْ مَا أَدْرَكَهُ وَلْيَقْضِ مَا سَبَقَهُ».

انس بن مالک فرماتے ہیں کہ ایک شخص نماز کیلئے آیا اس کا سانس پھول چکا تھا اور اس نے تکبیر تحریمہ کہتے ہوئے اللہ اکبر کے الفاظ کہے پھر اس نے کہا اے اللہ ساری تعریفیں اور تمام پاکیزہ تعریفیں اور بابرکت تعریفیں آپ ہی کے لئے ہیں جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کس نے یہ کلمات کہے تھے کیوں کہ اس شخص نے کوئی غلط بات نہیں کی تو ان صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نماز کیلئے آیا اور میرا سانس پھول چکا تھا تو میں نے یہ کلمات کہے تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا میں نے بارہ ⑤ فرشتوں کو دیکھا کہ وہ ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کر رہے تھے کہ کون ان کلمات کو لے کر اللہ پاک کے دربار میں چڑھتا ہے حمید راوی نے اس حدیث میں یہ اضافہ کیا کہ تم میں سے کوئی شخص جب مسجد آئے (نماز پڑھنے) تو وہ اپنے معمول کے مطابق والی چال چلے پس اس کو نماز میں جتنی رکعتیں مل جائیں تو وہ امام کے ساتھ پڑھ لے اور جو رکعتیں اس کی نکل جائیں تو انکی قضا کرے۔

صحیح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (۶۰۰) سنن النسائي - الامتاع (۹۰۱) سنن أبي داود - الصلاة (۷۶۳) مسند احمد - باقی مسند الکثرین (۱۰۶/۳) مسند احمد - باقی مسند الکثرین (۱۶۸/۳) مسند احمد - باقی مسند الکثرین (۱۸۹/۳) مسند احمد - باقی مسند الکثرین (۲۵۲/۳)

۷۶۵- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَرْزُوقٍ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَرْزُوقٍ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ جَبْرِ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي صَلَاةً - قَالَ عَمْرُو: لَا أَدْرِي أَيْ صَلَاةٍ هِيَ - فَقَالَ: «اللَّهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا، اللَّهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا، اللَّهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ كَبِيرًا، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ كَبِيرًا، وَسُبْحَانَ اللَّهِ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ثَلَاثًا، أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ مِنْ نَفْسِهِ وَنَفْسِهِ وَهَمَزِهِ»، قَالَ: نَفَثَهُ الشَّعْرُ، وَنَفَثَهُ الْكَبِيرُ، وَهَمَزُهُ الْوَلْتَةُ.

جسیر بن مطعم فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضور ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا عمرو بن مرزوق کہتے ہیں کہ مجھے نہیں معلوم کہ یہ کونسی نماز تھی (فرض یا نفل) تو حضور ﷺ نے تین دفعہ فرمایا اللہ اکبر کبیرا اور تین دفعہ فرمایا الحمد للہ کبیرا اور تین دفعہ فرمایا وسبحان اللہ بکرة واصیلا، اے اللہ میں آپ کی پناہ پکڑتا ہوں شیطان کے کبر میں مبتلا کرنے سے، اور سحر (جادو ٹوٹا) اور شیطان کے وساوس سے، عمرو بن مرزوق نے کہا کہ حدیث میں نفس سے مراد بڑے اشعار پڑھنا ہے اور نفث سے مراد کبر ہے اور ہمزہ سے مراد مرگی اور ویوانہ پن ہے۔

۷۶۶- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَسْعُورٍ، عَنْ مَسْعُورٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَرْزُوقٍ، عَنْ رَجُلٍ، عَنْ نَافِعِ بْنِ جَبْرِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: فِي التَّطَوُّعِ: ذَكَرَ نَحْوَهُ.

جسیر بن مطعم کہتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ سے نفل نماز میں ان دعاؤں کو پڑھتے ہوئے سنا اس کے بعد گزشتہ حدیث کے مثل نقل کیا۔

مسند احمد - اول مسند المدنیین رضی اللہ عنہم اجمعین (۸۰/۴) مسند احمد - اول مسند المدنیین رضی اللہ عنہم اجمعین (۸۲/۴) مسند احمد - اول مسند المدنیین رضی اللہ عنہم اجمعین (۸۵/۴)

۷۶۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ، أَخْبَرَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، أَخْبَرَنِي أَزْهَرُ بْنُ سَعِيدٍ الْحَرَاذِيُّ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ حُمَيْدٍ، قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ: بِأَيِّ شَيْءٍ كَانَ يَفْتَتِحُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِيَامَ اللَّيْلِ فَقَالَتْ: لَقَدْ سَأَلْتُ عَنْ شَيْءٍ مِمَّا سَأَلْتَنِي عَنْهُ أَحَدٌ قَبْلَكَ كَانَ إِذَا قَامَ كَذَرَ عَشْرًا، وَحَمْدَ اللَّهِ عَشْرًا، وَسَبَّحَ عَشْرًا، وَهَلَّلَ عَشْرًا، وَاسْتَغْفَرَ عَشْرًا، وَقَالَ: «اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَاهْدِنِي وَارْزُقْنِي وَعَافِنِي» وَيَتَعَوَّذُ مِنْ خُسْفَانِ الْمَقَامِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ خَالِدُ بْنُ مَعْدَانَ، عَنْ رَبِيعَةَ الْجُرَشِيِّ، عَنْ عَائِشَةَ نَحْوَهُ.

عاصم بن حمید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ سے سوال کیا کہ حضور ﷺ تہجد کی نماز کس ذکر اور دعا سے شروع فرماتے تھے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ تم نے مجھ سے ایسا سوال کیا ہے کہ تم سے پہلے مجھ سے کسی نے یہ سوال نہ پوچھا حضور ﷺ جب رات کو تہجد کے لئے کھڑے ہوتے تو دس دفعہ اللہ اکبر کہتے اور دس دفعہ الحمد للہ اور دس دفعہ سبحان اللہ اور دس دفعہ لا الہ الا اللہ اور دس دفعہ استغفر اللہ پڑھتے اور پھر یہ دعا مانگتے اے اللہ میری مغفرت فرما مجھے ہدایت

نصیب فرمایا مجھے روزی عطا فرما اور مجھے عافیت عطا فرما اور حضور ﷺ روز قیامت جگہ کی تنگی سے پناہ مانگتے تھے امام ابو داؤد فرماتے ہیں خالد بن معدان نے ربیعہ جرش سے حضرت عائشہ سے اسی حدیث کی طرح نقل کیا ہے۔

۷۶۷- حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ لُؤْلُسَ، حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ، قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ بِأَيِّ شَيْءٍ كَانَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْتَتِحُ صَلَاتَهُ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ؟ قَالَتْ: كَانَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَفْتَتِحُ صَلَاتَهُ «اللَّهُمَّ رَبِّ جَبْرِيلَ وَمِيكَائِيلَ وَإِسْرَافِيلَ فَاطْمِرِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ أَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ، اهْدِنِي لِمَا اخْتَلَفَ فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِكَ إِنَّكَ أَنْتَ تَهْدِي مَنْ تَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ»

ترجمہ مسلمہ بن عبد الرحمن بن عوف کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ سے پوچھا کہ نبی اکرم ﷺ رات کو جب تہجد کیلئے کھڑے ہوتے تو تہجد کی نماز کس دعا سے شروع فرماتے حضرت عائشہ نے فرمایا حضور ﷺ تہجد کی نماز کیلئے جب کھڑے ہوتے تو اپنی نماز ان الفاظ سے شروع فرماتے اے اللہ جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل کے رب آسمان اور زمین کے پیدا کرنے والے چھپی ہوئی اور ظاہری چیزوں کے جاننے والے آپ اپنے بندوں میں (روز قیامت) فیصلہ فرمائیں گے جن امور میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے ان معاملات میں جن میں لوگ اختلاف کرتے ہیں میری صحیح راستے کی طرف رہنمائی فرمائی تو حق سے بے شک آپ جس کو چاہتے ہیں سیدھے راستے کی طرف رہنمائی فرماتے ہیں۔

۷۶۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا أَبُو جُوَيْهِرٍ، حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ، قَالَ: «كَانَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَفْتَتِحُ صَلَاتَهُ بِهَذِهِ الدُّعَاءِ»

ترجمہ عکرمہ نے پچھلی حدیث کی سند کی طرح روایت نقل کی ہے لیکن اس حدیث میں یہ روایت معنعن ہے اس میں اخبار کی تصریح نہیں ہے اور یہ حدیث گزشتہ حدیث کے ہم معنی ہے عکرمہ نے اس حدیث میں یہ الفاظ کہے کہ حضور ﷺ جب رات کو تہجد کیلئے کھڑے ہوتے تھے تو تکبیر تحریمہ کہنے کے بعد یہ دعائیں پڑھا کرتے۔

۷۶۹- حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، قَالَ: لَا بَأْسَ بِالدُّعَاءِ فِي الصَّلَاةِ فِي أَوَّلِهِ وَأَوْسَطِهِ وَفِي آخِرِهِ فِي الْقَرِيبَةِ وَغَيْرِهَا. إِمَامُ مَالِكٌ نے فرمایا نماز کے ابتدائی حصہ میں اور درمیانی حصہ میں آخری حصہ میں دعائیں کہنے میں کوئی حرج نہیں چاہے فرض نماز ہو یا فرض کے علاوہ (نفل، وتر وغیرہ)۔

ترجمہ صحیح مسلم - صلاة المسافرین وقصرہا (۷۷۰) جامع الترمذی - الدعوات (۳۴۲۰) سنن النسائی - قیام اللیل وقطوع النهار (۱۶۲۵) سنن ابی داؤد - الصلاة (۷۶۷) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۱۳۵۷) مسند احمد - باقی مسند الانصار (۱۵۶/۶)

شرح الأحادیث قولہ: عَنْ مَالِكٍ، قَالَ: لَا بَأْسَ بِالدُّعَاءِ فِي الصَّلَاةِ فِي أَوَّلِهِ وَأَوْسَطِهِ وَفِي آخِرِهِ فِي الْقَرِيبَةِ وَغَيْرِهَا: دُعَاءُ

الصلاة میں امام مالک کا مسلک: امام مالکؒ کے نزدیک نماز کی ہر حالت میں اور اس کے ہر رکن میں خواہ وہ

نماز فرض ہو یا نفل دعا مانگنے کی اجازت ہے سواء تعلق بحوائج الدنیا والآخرہ ولوبا لتعین، امام مالکؒ کا یہ مذہب مدونہ میں بھی مذکور ہے، لیکن اس میں رکوع کا استثناء کیا ہے کہ رکوع کے علاوہ باقی سب جگہ دعا مانگ سکتے ہیں، ان کے نزدیک کسی کا نام لے کر بھی نماز کے اندر دعا مانگنا جائز ہے، منہل میں ان کے مذہب کی بڑی تفصیل لکھی ہے، میں کہتا ہوں کہ رکوع کا استثناء انہوں نے غالباً اس حدیث کی بناء پر فرمایا ہے جو آگے ہمارے یہاں بھی آئیگی جس میں یہ ہے: **فَأَمَّا الرُّكُوعُ، فَعَظِمُوا الرَّبَّ فِيهِ، وَأَمَّا السُّجُودُ، فَاجْتَهِدُوا فِي الدُّعَاءِ، فَقَمِنْ أَنْ يُسْتَجَابَ لَكُمْ** ۱، اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ رکوع محل دعا نہیں ہے، بخلاف سجود کے، واللہ تعالیٰ اعلم، یہ قول ہوا امام مالکؒ کا، اور آگے اسی کتاب میں چند اوراق بعد باب الدعاء فی الصلاة کے اخیر میں یہ آ رہا ہے قال احمد: **يعجبني في الفريضة أن يدعو بما في القرآن** ۲ یعنی فرض نماز میں وہی دعائیں مانگی جائیں جو ماثور ہیں، اس میں مزید اختلاف بیان مذہب باب التشهد ثم ليختار أحدكم من الدعاء أعجبه إليه ۳ کے ذیل میں آئیگا۔

۷۷۰ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَعِيمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْمُجَوِرِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ يَحْيَى الزُّرِّي، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعِ الزُّرِّي، قَالَ: كُنَّا يَوْمًا نَصَلِّي وَرَاءَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: رَأَسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ، قَالَ: «سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ»، قَالَ رَجُلٌ وَرَاءَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «مَنْ اسْتَكْبَرُ بِهَا آيَةً»، فَقَالَ الرَّجُلُ: أَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَقَدْ رَأَيْتُ بِضْعَةَ وَثَلَاثِينَ مَلَكًا يَتَدَبَّرُونَهَا أَيُّهُمْ يَكْتُمُهَا أَوَّلُ»

رفاعہ بن رافع زرقی کہتے ہیں کہ ایک دن ہم حضور ﷺ کے پیچھے نماز ادا کر رہے تھے (بعض روایات کے مطابق یہ نماز نماز مغرب تھی) جب نبی اکرم ﷺ نے رکوع سے سر اٹھایا تو سميع اللہ لمن حمدہ فرمایا تو حضور ﷺ کے پیچھے نماز پڑھنے والوں میں سے ایک صاحب نے (یہ صاحب خود رفاعہ ہیں) کہا اللہم ربنا ولك الحمد حمدا كثيرا طيبا مباركا فيه جب نبی اکرم ﷺ نماز سے فارغ ہوئے اور ہماری طرف متوجہ ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا ابھی کس نے یہ دعائیہ کلمات پڑھے تھے؟ تو ان صاحب نے کہا کہ یا رسول اللہ میں نے یہ کلمات پڑھے تھے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے تیس سے زیادہ فرشتوں کو دیکھا کہ وہ ایک دوسرے سے سبقت لے جا رہے تھے کہ کون ان کلمات کو پہلے لکھتا ہے۔

صحیح البخاری - الأذان (۷۶۶) جامع الترمذی - الصلاة (۴۰۴) سنن النسائي - الالتحاق (۹۳۱) سنن النسائي - الطباق (۱۰۶۲) سنن ابی داود - الصلاة (۷۷۰) مسند احمد - أول مسند الكوفيين (۳۴۰/۴) موطأ مالک - البداء للصلاة (۴۹۱)

۱ سنن ابی داود - کتاب الصلاة - باب فی الدعاء فی الركوع والسجود ۸۷۶

۲ سنن ابی داود - کتاب الصلاة - باب الدعاء فی الصلاة ۸۸۴

۳ سنن ابی داود - کتاب الصلاة - باب التشهد ۹۶۸

قوله: لَقَدْ أَيْتُ بِضَعَةِ وَثَلَاثِينَ مَلَكًا يَتَّبِعُونِي: جس شخص نے آپ کے پیچھے نماز میں رکوع

شرح الحديث

سے لٹھنے کے بعد کلمات مذکورہ فی الحدیث پڑھے تھے ان کے بارے میں آپ ﷺ فرما رہے ہیں کہ میں نے اس وقت تیس سے کچھ زائد فرشتوں کو دیکھا کہ وہ ان کلمات کی طرف ان کے لٹھنے کے لئے دوڑ رہے تھے، بِضَعَةِ وَثَلَاثِينَ سے بظاہر تینتیس ملا کہ مراد ہیں جس کی مصلحت یہ ہو سکتی ہے کہ ان کلمات کے اعداد حروف بھی اتنے ہی ہیں، اس سے پہلے ایک روایت (معدہ الحدیث ۷۶۲) میں بجائے تینتیس کے اثنی عشر ملکا آیا ہے، اور اس کی حکمت علامہ عینی نے یہ بیان کی ہے کہ کلمات مذکورہ فی الحدیث چھ ہیں تو گویا ہر کلمہ کو لینے کیلئے دو فرشتہ دوڑے، لیکن ان دونوں حدیثوں میں عدد کے اعتبار سے تعارض ہے، حضرت شیخ حاشیہ بذل میں لکھتے ہیں کہ حافظ ابن حجر اور علامہ عینی دونوں اگرچہ اتحاد واقعہ کے قائل ہیں لیکن انہوں نے اس اختلاف عدد کی کوئی توجیہ نہیں فرمائی، البتہ صاحب فیض الباری نے اس کے جواب میں تعدد واقعہ کو اختیار کیا ہے، اور احقر کی سمجھ میں یہ آتا ہے کہ اگر یہ دو واقعہ الگ الگ ہیں تب تو کوئی اشکال ہی نہیں، اور اگر ایک ہی واقعہ ہے تو یہ کہا جائے گا کہ احدى الروایتین وہم ہے یہ معلوم نہیں کونسی، واللہ اعلم، اس لئے کہ سند کے اعتبار سے دونوں ہی حدیثیں صحیح ہیں۔

۷۷۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ، يَقُولُ: «اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ، أَنْتَ كَوْنُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ، وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ قَيَّامُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ، وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ أَنْتَ الْحَقُّ وَقَوْلُكَ الْحَقُّ وَوَعْدُكَ الْحَقُّ وَلِقَاؤُكَ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ حَقٌّ، اللَّهُمَّ لَكَ أَسْلَمْتُ وَبِكَ آمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْكَ أُنِيتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ وَإِلَيْكَ حَاكَمْتُ، فَاغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَآخَرْتُ وَأَسْرَرْتُ وَأَعْلَنْتُ: أَنْتَ إِلَهِي لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ».

ابن عباس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب رات کے درمیانہ حصہ میں تہجد کی نماز کے لئے کھڑے

ہوتے تو یہ کلمات ادا فرماتے اے اللہ ساری تعریفیں آپ کے لئے ہیں آپ آسمان اور زمین کو روشن کرنے والے ہیں۔ ساری تعریفیں آپ کیلئے ہیں آپ آسمانوں اور زمین کے تھامنے والے ہیں اور ان کے محافظ ہیں..... اور ساری تعریفیں آپ کیلئے ہیں آپ آسمانوں اور زمین اور جو مخلوق ان میں ہیں ان کے رب اور مالک ہیں اے اللہ آپ کا وجود وجود حقیقی اور دائمی ہے اور آپ کا فرمان برحق ہے اور آپ کا وعدہ سچا ہے اور آپ کی ملاقات کا عقیدہ برحق ہے اور جنت کی نعمتیں برحق ہیں اور جہنم اور اس کے عذابات برحق ہیں اور قیامت کا آنا برحق ہے اے اللہ آپ ہی کا میں فرمانبردار اور مطیع ہوا اور آپ پر میں ایمان لایا اور آپ پر میں نے بھروسہ کیا اور آپ کی طرف میں اپنے تمام معاملات میں رجوع کرتا ہوں اور جو عقل و سمجھ اور دلائل آپ نے دیئے ان کے ذریعہ میں اپنے دشمنوں سے مقابلہ کرتا ہوں اور تمام معاملات میں آپ ہی کو میں حکم اور فیصلہ کرنے والا بناتا ہوں پس میرے ان

نام کتابوں کو معاف فرما جو میں نے آگے بھیج دیئے اور جو گناہ میں بعد میں کرونگا اور جو گناہ کھلم کھلا کیئے یا چھپ کر اے اللہ آپ میرے معبود ہیں آپ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ، حَدَّثَنَا خَالِدُ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُسْلِمٍ، أَنَّ قَيْسَ بْنَ سَعْدٍ حَدَّثَهُ، قَالَ: حَدَّثَنَا طَاوُسٌ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي التَّهَجُّدِ يَقُولُ بَعْدَ مَا يَقُولُ اللَّهُ أَكْبَرُ، ثُمَّ ذَكَرَ مَعْنَاهُ.

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ تکبیر تحریمہ کیلئے اللہ اکبر کہنے کے بعد نماز تہجد میں یہ کلمات فرمایا کرتے تھے اس کے بعد گزشتہ حدیث کے مثل الفاظ ہیں۔

صحیح البخاری - الجمعة (۱۰۶۹) صحیح البخاری - الدعوات (۵۹۵۸) صحیح البخاری - التوحيد (۶۹۵۰) صحیح البخاری - التوحيد (۷۰۰۴) صحیح البخاری - التوحيد (۷۰۶۰) صحیح مسلم - صلاة المسافرين وقصرها (۷۶۹) جامع الترمذي - الدعوات (۳۴۱۸) سن النسائي - قيام الليل وتطوع النهار (۱۶۱۹) سنن ابی داود - الصلاة (۷۷۱) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (۱۳۵۵) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (۲۹۸/۱) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (۳۰۲/۱) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (۳۵۸/۱) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (۳۶۶/۱) موطأ مالك - النداء للصلاة (۵۰۰) سنن الدارمي - الصلاة (۱۴۸۶)

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَسَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الْجَبَّارِ، نَحْوَهُ - قَالَ قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا رِفَاعَةُ بْنُ رِفَاعَةَ بْنِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ، عَنْ عَمْرِو أَبِيهِ مُعَاذِ بْنِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: صَلَّيْتُ خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَطَسَ رِفَاعَةُ - لَمْ يَقُلْ قُتَيْبَةُ: رِفَاعَةُ - فَقُلْتُ: الْحَمْدُ لِلَّهِ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ مُبَارَكًا عَلَيْهِ، كَمَا يُحِبُّ رَبُّنَا وَيَرْضَى، فَلَمَّا صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ، فَقَالَ: «مَنْ التَّكَلَّمَ فِي الصَّلَاةِ» ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ مَالِكٍ وَأَنَّهُ مِنْهُ.

رفاعہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کے پیچھے نماز ادا کی تو مجھے چھینک آئی قتیبہ استاذ نے یہ کہا تھا کہ مجھے چھینک آئی یہ نہیں کہا کہ رفاعہ کو چھینک آئی عطس رفاعہ کے الفاظ سعید بن عبد الجبار کے ہیں..... تو میں نے یہ الفاظ کہے: الْحَمْدُ لِلَّهِ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ مُبَارَكًا عَلَيْهِ، كَمَا يُحِبُّ رَبُّنَا وَيَرْضَى جب حضور ﷺ نماز سے فارغ ہوئے اور صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نماز میں کلام کرنے والا کون شخص تھا؟ اس کے بعد قتیبہ استاذ نے امام مالکؒ کی گزشتہ حدیث کی طرح روایت نقل کی بلکہ امام مالکؒ کی حدیث سے زیادہ مکمل حدیث نقل کی۔

صحیح البخاری - الأذان (۷۶۶) جامع الترمذي - الصلاة (۴۰۴) سنن النسائي - الافتتاح (۹۳۱) سنن النسائي - التطبير (۱۰۱۲) سنن ابی داود - الصلاة (۷۷۳) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (۳۴۰/۴) موطأ مالك - النداء للصلاة (۴۹۱)

قوله: فَعَطَسَ رِفَاعَةُ - فَقُلْتُ: الْحَمْدُ لِلَّهِ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ مُبَارَكًا عَلَيْهِ: اس حدیث کے راوی رفاعہ بن رافع ہیں وہ اپنے آپ کو غائب سے تعبیر کر رہے ہیں، مُبَارَكًا فِيهِ مُبَارَكًا عَلَيْهِ دونوں کے مفہوم میں فرق یہ لکھا ہے کہ اول سے مراد زیادتی ہے اور ثانی سے مراد بقاء ہے یعنی لہی حمد جس میں زیادتی ہو رہی ہو اور ہمیشہ وہی رہنے والی ہو۔

نماز کی حالت میں حمد عاظم: اس حدیث میں یہ ہے کہ ان صحابی کو نماز میں چھینک آئی جس پر انہوں نے اپنی زبان سے حمد ادا کی، سوال یہ ہے کہ مسئلہ کیا ہے؟ عاظم کو نماز میں الحمد للہ کہنا چاہئے یا نہیں، سو اختلاف کا ایک قول یہ ہے کہ الحمد للہ کہنے سے نماز فاسد ہو جائے گی لیکن قول اصح عدم فساد ہے، پھر کہا گیا ہے اس کیلئے مناسب یہ ہے کہ خاموش رہے، اور کہا گیا ہے کہ دل میں حمد کرے قیل بسکت وقیل یحمد فی نفسه، اور امام ترمذی نے اس حدیث پر یہ لکھا ہے کہ اکثر علماء کے نزدیک یہ حدیث تطوع پر محمول ہے اسلئے کہ انکے نزدیک فرض نماز میں حمد فی نفسہ سے زائد کی گنجائش نہیں ہے، یعنی زبان سے ادا کرنے کی اجازت نہیں ہے لیکن آگے روایت میں آرہا ہے کہ اپنے فرمایا من القائل الکلمة، فَإِنَّهُ لَمْ يَقُلْ بِأُشَا اس سے تو بظاہر معلوم ہو رہا ہے کہ فرض میں بھی کوئی حرج نہیں، صاحب منہل کی بھی رائے یہی ہے، اور انہوں نے حافظ کے حوالہ سے یہ نقل کیا ہے کہ ایک روایت میں تصریح ہے اس بات کی کہ یہ مغرب کی نماز کا واقعہ ہے، لیکن حنفیہ اور جمہور کا مذہب وہی ہے جو امام ترمذی فرما رہے ہیں لہذا لَمْ يَقُلْ بِأُشَا محتاج تاویل ہے، مثلاً یہ کہ معصیت کی نفی ہے یا یہ کہ عدم علم کی وجہ سے انکو معذور سمجھا گیا۔

۷۷: حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا شَرِيكٌ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُثْبَانَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَامِرٍ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: عَطَسَ شَابٌّ مِنَ الْأَنْصَارِ خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ، فَقَالَ: الْحَمْدُ لِلَّهِ مُحَمَّدًا كَثِيرًا طَلَبًا مُبَارَكًا فِيهِ، حَتَّى يَرْضَى رَبُّنَا، وَبَعْدَ مَا يَرْضَى مِنْ أَمْرِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «مَنْ الْقَائِلُ الْكَلِمَةَ»، قَالَ: فَسَكَتَ الشَّابُّ، ثُمَّ قَالَ: «مَنْ الْقَائِلُ الْكَلِمَةَ، فَإِنَّهُ لَمْ يَقُلْ بِأُشَا»، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَنَا قُلْتُهَا لَمْ أُرِدْ بِهَا إِلَّا الْخَيْرَ، قَالَ: «مَا تَنَاهَيْتُ دُونَ عَرْشِ الرَّحْمَنِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى».

حضرت عامر بن ربیعہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھتے ہوئے ایک انصاری نوجوان کو چھینک آئی تو انہوں نے یہ دعا پڑھی: الحمد للہ محمدًا کثیرًا طَلَبًا مُبَارَكًا فِيهِ، حَتَّى يَرْضَى رَبُّنَا، وَبَعْدَ مَا يَرْضَى مِنْ أَمْرِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ تو حضور ﷺ نماز سے جب فارغ ہو کر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے تو آپ نے ارشاد فرمایا: اس جملہ کا پڑھنے والا کون ہے؟ تو وہ انصاری نوجوان خاموش رہا پھر حضور ﷺ نے دوبارہ ارشاد فرمایا کہ اس جملہ کا کہنے والا کون ہے؟ اس نے کوئی نقصان نہ بات نہیں کہی تو اس نوجوان نے عرض کیا: یا رسول اللہ میں نے یہ کلمات کہے تھے اور میرا ارادہ ان کلمات کے کہنے سے بھلائی کے سوا کچھ اور نہیں تھا جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ الفاظ رحمن جل ذکرہ کے عرش سے پہلے نہیں رکے (بلکہ یہ الفاظ سیدھے عرش الہی پر جا پہنچیں)۔

۱۲۳ - بَابُ مَنْ رَأَى الْإِسْتِفْتَاحَ بِسُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ

نماز کو سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ سے شروع کرنا چاہیے

خریج حدیث اور اس پر کلام: اس باب میں مصنف نے اس دعا کو جس کو بعض علماء نے دعا تسبیح کے نام سے موسوم کیا ہے، ابو سعید خدریؓ اور حضرت عائشہؓ کی روایت سے مرفوعاً نقل کیا ہے، ان دو میں سے پہلی حدیث تو سنن اربعہ میں موجود ہے، اور حدیث عائشہؓ سنن ثلاثہ کی روایت ہے، امام نسائی نے اسکی تخریج نہیں کی البتہ حاکم نے اسکو مرفوعاً روایت کیا ہے، وقال صحیح الاسناد، امام ترمذیؒ نے دعا استفتاح میں صرف یہی ایک دعا ذکر فرمائی ہے ابو سعید خدریؓ اور عائشہؓ دونوں کی روایت سے، ان دونوں روایتوں کے الفاظ میں جو فرق ہے اسکو بھی انہوں نے بیان کیا، وہ فرق یہ ہے کہ ابو سعید خدریؓ کی روایت میں وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے بعد اور بھی زیادتی ہے جیسے کہ سنن ابو داود میں بھی ہے، اور وہ زیادتی یہ ہے ثُمَّ يَقُولُ: «لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ» ثَلَاثًا، ثُمَّ يَقُولُ: «اللَّهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا» ثَلَاثًا، «أَعُوذُ بِاللَّهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ مِنَ هَمْزِهِ، وَنَفْخِهِ، وَنَفْثِهِ»، امام ترمذیؒ فرماتے ہیں بعض اہل علم نے اس پوری دعا کو اختیار کیا ہے، لیکن اکثر اہل علم نے صرف اتنے حصہ کو اختیار کیا ہے جو حدیث عائشہؓ میں ہے، یعنی وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ غَيْرُكَ، لیکن بعض محدثین نے جن میں امام ابو داودؒ اور امام ترمذیؒ بھی ہیں ان دونوں ہی روایتوں پر کام کیا ہے، صاحب منہیل فرماتے ہیں حق یہ ہے کہ یہ حدیث متعدد طرق سے مرفوعاً مروی ہے گو بعض طرق میں اسکے کلام بھی ہے لیکن کثرت طرق سے ضعف کا انجبار ہو جاتا ہے اسی طرح حضرت بادل میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ دعا متعدد صحابہ سے مروی ہے جن کی روایات دارقطنی، بیہقی، سنن سعید بن منصور میں مروی ہیں بعض موقوفاً اور بعض مرفوعاً، ایسے ہی یہ دعا صحیح مسلم میں بھی موجود ہے جس کے لفظ یہ ہیں أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، كَانَ يَجْهَرُ بِهَذِهِ الْكَلِمَاتِ يَقُولُ: سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ ۝ الخ اور پہلے آچکا کہ ابن قیمؒ نے اس کی دس وجوہ ترجیح بیان کی ہیں ان سب وجوہ کو صاحب امانی الاحبار نے تفصیلاً ذکر کیا ہے۔

۷۷۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ مُطَهَّرٍ، حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَلِيٍّ الرِّفَاعِيُّ، عَنْ أَبِي الْمُنْذِرِ الْتَّاجِي، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ كَبَّرَ، ثُمَّ يَقُولُ: «سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ إِلَهُكَ، وَتَعَالَى جَدُّكَ، وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ» ثَلَاثًا، ثُمَّ يَقُولُ: «اللَّهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا» ثَلَاثًا، «أَعُوذُ بِاللَّهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ مِنَ هَمْزِهِ، وَنَفْخِهِ، وَنَفْثِهِ»، ثُمَّ يَقْرَأُ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَذَا الْحَدِيثُ، يَقُولُونَ هُوَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَلِيٍّ، عَنِ الْحَسَنِ مُرْسَلًا الْوَهْمُ مِنْ جَعْفَرٍ.

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ جب رات کو تہجد کی نماز کیلئے کھڑے ہوتے تو تکبیر

تحریر کہتے اور یہ دعا پڑھتے **سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ** اے اللہ آپ کی ذات پاک ہے اور آپ کی تعریف اور آپ کا نام بابرکت ہے اور آپ کی عظمت اور بزرگی بلند و بالا ہے آپ کے سوا کوئی معبود نہیں پھر تین مرتبہ **لا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ** پڑھتے اور تین مرتبہ **اللَّهُ أَكْبَرُ** کہہ دیتے اور فرماتے میں اللہ سبح علیہ کی پناہ پکڑتا ہوں شیطان مردود سے اس شیطان کے وساوس سے اور تکبر میں مبتلا کرنے سے اور اس شیطان کے سحر میں مبتلا کرنے سے ان کلمات کے بعد قرآن کی تلاوت شروع فرماتے۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ ابو سعید خدریؓ کی اس حدیث کو محدثین کرام علی بن علی سے حسن بصری کے واسطے سے مرسل روایت کرنے کو صحیح قرار دیتے ہیں۔ جعفر بن سلیمان راوی کو وہم ہوا ہے جس نے اس روایت کو مر فوعا موصولا نقل کر دیا۔

جامع الترمذی - الصلاة (۲۴۲) سنن النسائی - الافتتاح (۸۹۹) سنن النسائی - الافتتاح (۹۰۰) سنن أبي داود - الصلاة (۷۷۵)

سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (۸۰۴) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۵۰/۳) سنن الدارمی - الصلاة (۱۲۳۹)

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخَدْرِيِّ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَذَا الْحَدِيثُ، يَقُولُونَ هُوَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ

الْحَسَنِ مُرْسَلًا وَهُمْ مِنْ جَعْفَرٍ. **باب کی حدیث اول پر مصنف کا نقد:** یعنی اوپر والی سند درست نہیں عن علی بن علی عن ابی المتوکل الناجی عن ابی سعید الخدری، بلکہ صحیح یہ ہے کہ علی بن علی اس کو حسن بصری سے مرسل روایت کرتے ہیں بغیر ذکر صحابی کے، لیکن حضرت نے بذل^۱ میں جعفر بن سلیمان جن کی جانب مصنف نے وہم منسوب کیا ہے کتب رجال سے ان کی ثقاہت ثابت کی ہے۔

حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا طَلْحُ بْنُ عَنَامٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ حَرْبٍ الْمَدَلَنِيُّ، عَنْ بُدَيْلِ بْنِ مَيْسَرَةَ، عَنْ أَبِي الْجَوْزَاءِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَفْتَحَ الصَّلَاةَ، قَالَ: «سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ، وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَهَذَا الْحَدِيثُ لَيْسَ بِالشَّهْوَرِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَرْبٍ، لَمْ يَرَوْهُ إِلَّا طَلْحُ بْنُ عَنَامٍ وَقَدْ رَوَى وَصَّةَ الصَّلَاةِ عَنْ بُدَيْلِ بْنِ جَمَاعَةَ لَمْ يَذْكُرُوا فِيهِ شَيْئًا مِنْ هَذَا».

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز کو شروع فرماتے تو یہ دعا پڑھتے **سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ، وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ**۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں عبد السلام بن حرب سے یہ روایت مشہور مسندوں سے مروی نہیں طلق بن غنام عبد السلام بن حرب سے اس روایت کو نقل کرنے میں متغدد ہیں بدیل راوی سے کئی راوی نماز پڑھنے والے اس واقعہ کو روایت کرتے ہیں لیکن ان راویوں میں کوئی راوی بھی اس طرح کی بات ذکر نہیں کرتے۔

جامع الترمذی - الصلاة (۲۴۲) سنن أبي داود - الصلاة (۷۷۶) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (۸۰۶)

حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عِيسَى، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَذَا الْحَدِيثُ لَيْسَ بِالشَّهْوَرِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَرْبٍ

حزب: حدیث ثانی پر مصنف کا نقد اور اس کا جواب: امام ابو داؤد اس حدیث پر کلام فرماتے ہوئے فرما رہے ہیں کہ یہ حدیث شاذ اور غریب ہے، اس حدیث کو اس طرح بذیل بن میسرہ سے روایت کرنے میں عبد السلام متفرد ہیں، اور خود عبد السلام سے اسکو روایت کرنے میں طلق بن غنم متفرد ہیں، لیکن شرح حدیث جیسا کہ بذیل الجہود^① میں ہے یہ فرما رہے ہیں کہ یہ دونوں راوی ثقہ ہیں عبد الرحمن بن حرب رجال صحیحین میں سے ہیں اور طلق بن غنم بخاری اور سنن اربعہ کے رواۃ میں سے ہیں، اور زیادتی ثقہ کی معتبر ہوتی ہے، حافظ فرماتے ہیں رجال إسناده ثقات، لکن فیہ انقطاع، اور ذیل انقطاع یہ ہے کہ جعفر فریبی نے اس حدیث کو کتاب الصلاة میں روایت کیا ہے جس میں اس طرح ہے عن ابی الجوزاء قال امسلت رسولاً الی عائشة یسألہا الخ، اس سے معلوم ہو رہا ہے ابوالجوزاء اور عائشہ کے درمیان واسطہ ہے لیکن اس حدیث میں انقطاع علی مذہب البخاری تو کہہ سکتے ہیں علی مذہب مسلم والجمہور^② نہیں اس لئے کہ ممکن ہے ابوالجوزاء نے عائشہ کے پاس جا کر بالمشافہہ یہ حدیث سنی ہو، لاجل امکان اللقاء بسبب وجود المعاصرة بینہما۔

۱۲۴۔ باب السکۃ عند الافتتاح

نماز کے شروع میں تکبیر تحریمہ کہنے کے بعد چند لمحے خاموش رہنے کا بیان دیتے ہوئے روایات میں روایات اور فقہاء کرام کا اختلاف: روایات میں چند سکات کا ذکر آتا ہے جن میں سے سکتہ عند الافتتاح صحیحین کی روایات سے ثابت ہے، اور سنن کی روایت سے جن کو مصنف نے بھی ذکر کیا ہے سکتہین کا ثبوت ہو رہا ہے، یعنی ایک سکتہ عند الافتتاح اور ایک بعد الفراغ من القراءة، اور پھر اس دوسرے سکتہ میں روایات میں اضطراب ہے، بعض سے معلوم ہوتا ہے بعد الفراغ من الفاتحۃ، اور بعض سے معلوم ہوتا ہے بعد الفراغ من القراءة، یعنی مطلق قرأت جس کا مطلب یہ ہے بعد الفراغ من السورۃ، اور ایک احتمال یہ بھی ہے کہ یہ دو سکتے مستقل ہوں یعنی بعد الفراغ من الفاتحۃ وبعد الفراغ من السورۃ، اس صورت میں کل سکات تین ہو جائیں گے، دو یہ اور ایک عند الافتتاح۔ یہ تو ہوا اختلاف من حیث الروایات واما الفقہاء الکرام فہم أيضاً مختلفون فی ذلك، چنانچہ امام مالک تو مطلقاً سکتہ کا انکار فرماتے ہیں ان کے یہاں سکتہ عند الافتتاح بھی نہیں اسی لئے وہ دعا استفلاح کے بھی قائل نہیں ہیں، کما تقدم فی الباب السابق، اور امام شافعی و احمد سکتہین کے قائل ہیں جن میں سکتہ اولی دعا افتتاح کے لئے ہے اور سکتہ ثانیہ بعد الفاتحۃ، لیکن سکتہ ثانیہ کے جس نوع سے شافعیہ قائل ہیں اس سے ان کا مقصد حل نہیں ہوتا اس لئے کہ وہ تو یہ کہتے ہیں کہ یہ دوسرا سکتہ امام اس لئے ہے تاکہ

① بذیل الجہود فی حل ابی داود - ج ۴ ص ۵۱۵

② بذیل الجہود فی حل ابی داود - ج ۴ ص ۵۱۶

مقتدی فاتحہ کی قرأت کر سکے لیکن اس کیلئے سکتہ طویلہ درکار ہے، جس کا ثبوت روایات سے نہیں، روایات سے ثبوت صرف سکتہ لطیفہ کا ہے، اور حنفیہ کے یہاں یہ سکتہ امام آمین کے لئے ہے کیونکہ ہمارے یہاں آمین بالسر ہے، اور حنابلہ کے یہاں یہ سکتہ قرأت فاتحہ کے لئے تو ہو نہیں سکتا کیونکہ وہ قرأت فاتحہ خلف الإمام فی الجہریہ کے قائل ہی نہیں ہیں صرف سریہ میں قائل ہیں، اور سکتہ کا تعلق ہے جہری نمازوں سے، اور نہ یہ سکتہ ان کے یہاں آمین کیلئے ہے اسلئے کہ ان کے نزدیک آمین بالجہر ہے، فیمكن ان تكون للفصل بين الفاتحة والسورة، سکات پر کلام فتح الملہم شرح مسلم میں بھی تفصیلاً موجود ہے۔

جاننا چاہئے کہ اس بحث کی ضرورت قرأت فاتحہ خلف الإمام میں پیش آتی ہے، لہذا اس کو محفوظ رکھا جائے۔

۷۷۷ - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ الْحَسَنِ، قَالَ: قَالَ سَمُرَةُ «حَفِظْتُ سَكْتَيْنِ فِي الصَّلَاةِ، سَكْتَةً إِذَا كَبَّرَ الْإِمَامُ حَتَّى يَقْرَأَ، وَسَكْتَةً إِذَا فَرَغَ مِنْ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ، وَسُورَةٍ عِنْدَ الرُّكُوعِ». قَالَ: فَأَنْتَ تَذَكَّرُ ذَلِكَ عَلَيْهِ عُمَرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ، قَالَ: فَكَتَبُوا فِي ذَلِكَ إِلَى الْمَدِينَةِ إِلَى أَبِي قَصْدَقٍ سَمُرَةَ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: كَذَّابٌ أَقَالَ مُحَمَّدٌ، فِي هَذَا الْحَدِيثِ «وَسَكْتَةً إِذَا فَرَغَ مِنَ الْقِرَاءَةِ».

حسن بصری سے مروی ہے کہ سمرہ بن جندب نے فرمایا کہ نماز میں میں نے دو سکتے یاد کیے ہیں: ① جب امام تکبیر کہے تو قرآن شروع کرنے سے پہلے سکتہ کرے گا، ② جب امام سورۃ فاتحہ اور سورۃ سے فارغ ہو جائے تو رکوع میں جانے سے پہلے سکتہ کرے گا۔ حسن بصری کہتے ہیں کہ عمران بن حصینؓ نے حضرت سمرہؓ پر ان دو سکتوں کے متعلق نکیر کی تولوگوں نے مدینہ طیبہ میں ابی بن کعبؓ کو اس اختلاف کے بارے میں لکھا تو ابی بن کعبؓ نے سمرہ بن جندبؓ کی بات کو درست قرار دیا۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں حمید نے اس حدیث میں اسی طرح کہا کہ دوسرا سکتہ قرآن سے فارغ ہونے کے بعد کرے گا۔

۷۷۸ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ خَلَّادٍ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَرْثِ، عَنْ أَشْعَثَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ "كَانَ يَسْكُتُ سَكْتَيْنِ: إِذَا اسْتَفْتَحَ وَإِذَا فَرَغَ مِنَ الْقِرَاءَةِ كُلِّهَا"، فَقَدْ كَرَّمَعْنِي خَلْدِيثُ يُونُسَ.

سمرہ بن جندبؓ نبی اکرمؐ سے نقل کرتے ہیں کہ حضور ﷺ دو سکتے فرمایا کرتے تھے: ① جب نماز کو شروع فرماتے (تکبیر تحریمہ کہنے کے بعد) سکتہ فرماتے، ② جب پوری قرأت سے فارغ ہو جاتے (رکوع سے پہلے) تب سکتہ فرماتے۔ اشعث نے یونس کی حدیث کی مانند حدیث کا باقی حصہ ذکر کیا۔

جامع الترمذی - الصلاة (۲۵۱) سنن أبي داود - الصلاة (۷۷۷) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (۸۴۴) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (۸۴۵) مسند أحمد - أول مسند البصريين (۷/۵) مسند أحمد - أول مسند البصريين (۱۲/۵) مسند أحمد - أول مسند البصريين (۱۵/۵) مسند أحمد - أول مسند البصريين (۲۰/۵) مسند أحمد - أول مسند البصريين (۲۱/۵) مسند أحمد - أول مسند البصريين (۲۳/۵) سنن الدارمي - الصلاة (۱۲۴۳)

۷۷۹ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَزِيدٌ، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنِ الْحُسَيْنِ، أَنَّ سَمُرَةَ بْنَ جَنْدَبٍ، وَعُمَرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ، إِذَا كَرَأَ فَحَدَّثَتْ سَمُرَةُ بْنُ جَنْدَبٍ، أَنَّهُ حَفِظَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "سَكْتَتَيْنِ: سَكْتَةً إِذَا كَبَّرَ، وَسَكْتَةً إِذَا فَرَغَ مِنَ قِرَاءَةِ {غَيْرِ الْمُغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ} ۱" ، فَحَفِظَ ذَلِكَ سَمُرَةُ وَأَكْبَرُ عَلَيْهِ عُمَرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ فَكَتَبَا فِي ذَلِكَ إِلَى أَبِي بِنِ كَعْبٍ فَكَانَ فِي كِتَابِهِمَا أَوْ فِي رِوَايَةٍ عَلَيْهِمَا: أَنَّ سَمُرَةَ قَدْ حَفِظَ.

حسن بصری کہتے ہیں سرہ بن جندب اور عمران بن حصین میں مذاکرہ ہوا تو سرہ بن جندب نے بیان کیا کہ میں نے حضور ﷺ سے دو سکتوں کو یاد کیا ہے: ① جب حضور ﷺ تکبیر تحریرہ کہتے تو سکتہ فرماتے، ② جب آپ ﷺ غَیْرِ الْمُغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ پڑھ کر فارغ ہوتے تو دوسرا سکتہ فرماتے، تو سرہ نے ان دونوں سکتوں کو محفوظ کیا تھا اور عمران بن حصین نے ان پر تکبیر فرمائی تو ان دونوں نے اس بحث کے متعلق ابی بن کعب کو خط لکھا تو ابی بن کعب ان کے خط کے جواب میں لکھا کہ سرہ بن جندب نے صحیح بات کو محفوظ کیا ہے۔

جامع الترمذی - الصلاة (۲۵۱) سنن أبي داود - الصلاة (۷۷۹) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (۸۴۴) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (۸۴۵) مسند أحمد - أول مسند البصريين (۷/۵) مسند أحمد - أول مسند البصريين (۱۲/۵) مسند أحمد - أول مسند البصريين (۱۵/۵) مسند أحمد - أول مسند البصريين (۲۰/۵) مسند أحمد - أول مسند البصريين (۲۱/۵) مسند أحمد - أول مسند البصريين (۲۳/۵) سنن الدارمي - الصلاة (۱۲۴۳)

۷۸۰ - حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، بِهَذَا أَقَالَ عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحُسَيْنِ، عَنْ سَمُرَةَ، قَالَ: سَكْتَتَانِ حَفِظْتُهُمَا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ فِيهِ: قَالَ سَعِيدٌ: قُلْنَا لِقَتَادَةَ: مَا هَاتَانِ السَّكْتَتَانِ؟ قَالَ: "إِذَا دَخَلَ فِي صَلَاتِهِ، وَإِذَا فَرَغَ مِنَ الْقِرَاءَةِ، ثُمَّ قَالَ: بَعْدَ، وَإِذَا قَالَ: {غَيْرِ الْمُغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ} ۱"

سرہ بن جندب فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ سے دو سکتوں کو یاد اور محفوظ کیا ہے۔ اس روایت میں یہ ہے کہ سعید نے کہا ہم نے قتادہ سے پوچھا یہ دو سکتے کون سے ہیں تو قتادہ نے جواب دیا، ① جب آدمی نماز شروع کرے تو سکتہ کرے، ② جب آدمی قرأت سے فارغ ہو تو سکتہ کرے اس کے بعد قتادہ نے فرمایا: جب غَیْرِ الْمُغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ کہے تو سکتہ کرے۔

جامع الترمذی - الصلاة (۲۵۱) سنن أبي داود - الصلاة (۷۸۰) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (۸۴۴) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (۸۴۵) مسند أحمد - أول مسند البصريين (۷/۵) مسند أحمد - أول مسند البصريين (۱۲/۵) مسند أحمد - أول مسند البصريين (۱۵/۵) مسند أحمد - أول مسند البصريين (۲۰/۵) مسند أحمد - أول مسند البصريين (۲۱/۵) مسند أحمد - أول مسند البصريين (۲۳/۵) سنن الدارمي - الصلاة (۱۲۴۳)

٧٨١ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي شُعَيْبٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فَصِيلٍ، عَنْ عُمَارَةَ، ج وَحَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، عَنْ عُمَارَةَ الْمُعَنَّى، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «إِذَا كَبَّرَ فِي الصَّلَاةِ سَكَتَ بَيْنَ التَّكْبِيرِ وَالْقِرَاءَةِ»، فَقُلْتُ لَهُ: يَا أَبَا أُتَيْ، أَرَأَيْتَ سَكُوتَكَ بَيْنَ التَّكْبِيرِ وَالْقِرَاءَةِ أَخْبَرَنِي مَا تَقُولُ؟ قَالَ: «اللَّهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الشَّرِّقِ وَالْمَغْرِبِ، اللَّهُمَّ أَنْقِني مِنْ خَطَايَايَ كَالْقُوبِ الْأَبْيَضِ مِنَ الدَّنَسِ، اللَّهُمَّ اغْسِلْني بِالْقَلْجِ وَالْمَاءِ وَالْبَرَدِ».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز میں تکبیر تحریمہ کہتے تو تکبیر کہنے کے بعد قرأت سے پہلے چند لمحوں کیلئے خاموشی اختیار فرماتے تو میں نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قدا ہوں مجھے بتلائے کہ آپ ﷺ تکبیر تحریمہ کے بعد قرأت سے پہلے خاموشی کے ان لمحات میں کیا دعا مانگتے ہیں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں یہ دعا مانگتا ہوں اے اللہ میرے اور میرے گناہوں کے درمیان اس قدر دوری کر دیجیے جتنی کہ آپ نے مشرق اور مغرب کے درمیان دوری فرما رکھی ہے اے اللہ میرے گناہوں سے مجھے اس طرح پاک و صاف فرما دیجئے جس طرح سفید کپڑے کو میل کچیل سے صاف کیا جاتا ہے اے اللہ مجھے برف، پانی اور اولوں کے ذریعہ دھو ڈالیئے۔

صحیح البخاری - الأذان (٧١١) صحیح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (٥٩٨) سنن النسائي - الافتتاح (٨٩٤) سنن النسائي - الافتتاح (٨٩٥) سنن أبي داود - الصلاة (٧٨١) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٨٠٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٣١/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٩٤/٢) سنن الدارمي - الصلاة (١٢٤٤)

شرح الحديث: «إِذَا كَبَّرَ فِي الصَّلَاةِ سَكَتَ بَيْنَ التَّكْبِيرِ وَالْقِرَاءَةِ»، فَقُلْتُ لَهُ: يَا أَبَا أُتَيْ، أَرَأَيْتَ سَكُوتَكَ بَيْنَ التَّكْبِيرِ وَالْقِرَاءَةِ أَخْبَرَنِي مَا تَقُولُ؟ قَالَ: اللَّهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الشَّرِّقِ وَالْمَغْرِبِ، اللَّهُمَّ أَنْقِني مِنْ خَطَايَايَ كَالْقُوبِ الْأَبْيَضِ مِنَ الدَّنَسِ، اللَّهُمَّ اغْسِلْني بِالْقَلْجِ وَالْمَاءِ وَالْبَرَدِ. گزشتہ باب میں دیا گیا تھا۔

قوله: اللَّهُمَّ اغْسِلْني بِالْقَلْجِ وَالْمَاءِ وَالْبَرَدِ: برداء کے فتح کے ساتھ ہے بمعنی اولہ۔

شرح حدیث: یہاں پر ایک طالب علمانہ سوال ہے وہ یہ کہ کپڑا یا بدن صاف کرنے میں جتنا گرم پانی و مفید و معین ہو سکتا ہے اتنا ٹھنڈا نہیں ہوتا، جیسا کہ ظاہر ہے تو پھر یہاں برف اور اولہ کو کیوں خاص طور سے اختیار کیا گیا ہے؟ جواب یہ ہے کہ یہاں حدیث میں بدن کی ظاہری صفائی میل کچیل سے تو مراد ہے نہیں یہاں پر تو مقصود معاصی و خطایا کا ازالہ ہے جو کہ موجب نار ہیں، تو معاصی کو عین نار کا درجہ دیتے ہوئے اس کے ازالہ کیلئے ان مبردات کو ذکر کیا گیا ہے، جو ازالہ نار کیلئے عین مناسب ہیں، کذا قالوا۔

۱۲۵۔ بَابُ مَنْ لَمْ يَزَلْ يَجْهَرُ بِ«بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ»

باب نماز میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ آہستہ آواز میں پڑھنے کا بیان (۵۷)

یہاں پر دو مسئلے ہیں: ① نماز میں سورۃ فاتحہ کے شروع میں بِسْمِ اللّٰهِ پڑھی جائیگی یا نہیں، ② اور اگر پڑھی جائیگی تو سر آیا جہراً۔
المسئلۃ الاولی: فاتحہ کے شروع میں بِسْمِ اللّٰهِ امام شافعیؒ کے نزدیک واجب ہے بلکہ کہئے کہ فرض ہے، اس لئے کہ بِسْمِ اللّٰهِ ان کے نزدیک فاتحہ کا جزء ہے، اور قرأت فاتحہ ان کے نزدیک فرض ہے، لہذا بِسْمِ اللّٰهِ پڑھنا بھی فرض ہو گا۔ اور حنفیہ و حنابلہ کے نزدیک اس کا پڑھنا مستحب ہے، اور امام مالکؒ کے نزدیک اس کا پڑھنا مکروہ ہے یعنی فی الفریضۃ و رخص فی النافلۃ۔
 واصل اس میں اختلاف ہو رہا ہے کہ بِسْمِ اللّٰهِ قرآن کریم یا کسی سورت کا جزء ہے یا نہیں؟ حضرت امام شافعیؒ کے اس میں دو قول ہیں ایک یہ کہ ہر سورت کا جزء ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ صرف سورۃ فاتحہ کا جزء ہے، اور حنفیہ و حنابلہ کے نزدیک یہ مستقل ایک آیت ہے کسی سورت کا جزء نہیں، تیسرا و برکت اور فصل بین السور کے لئے نازل ہوئی ہے، البتہ جزء قرآن ہے، اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ جزء قرآن بھی نہیں، اور یہ اختلاف اس بِسْمِ اللّٰهِ کے علاوہ میں ہے جو سورۃ النمل میں ہے اس کے بارے میں سب کا اتفاق ہے کہ وہ اس سورۃ کا جزء ہے۔

مسئلہ ثانیہ: یعنی جہر بالبسملة جمہور صحابہ و خلفاء راشدین (کما قال الترمذی) اسی طرح جمہور علماء حنفیہ و حنابلہ و اسحاق بن راہویہ یہ عدم الجہر بالبسملة کے قائل ہیں، اور اسی کی طرف میلان ہے امام بخاریؒ کا، اور ایک مختصر سی جماعت جیسے عطاء، طاووس، مجاہد جہر بالبسملة کے استحباب کے قائل ہیں اور انہیں میں سے امام شافعیؒ بھی ہیں، علامہ زیلعیؒ نے نصب الراية ① میں تیسرا مذهب بتخییر بین الجہر و السر لکھا ہے، اور یہ کہ وہ اسحاق بن راہویہ اور ابن حزم کا قول ہے اور یہ بات تو ظاہر ہے کہ اس اختلاف کا تعلق صلوة جہریہ سے ہے سری نمازوں میں بسملة بالاتفاق سرا ہے۔

اس موضوع پر بعض محدثین نے مستقل تصنیفات بھی لکھی ہیں جیسے امام بیہقی اور دارقطنی وغیرہ کما فی نصب الراية ②، وقد بسط هو الکلام علیہ اشد البسط بما لا مزید علیہ۔

الکلام علی دلائل الباب: اب رہ گیا مسئلہ دلائل کا سو وہ کتاب میں آرہے ہیں چنانچہ باب کی پہلی حدیث جو آرہی ہے وہ جمہور کا مستدل ہے۔

۷۸۲۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَا بَكْرٍ، وَعُمَرُ،

① نصب الراية لأحاديث الهداية ج ۱ ص ۳۲۸

② نصب الراية لأحاديث الهداية ج ۱ ص ۳۳۵

وَعُثْمَانُ، "كَانُوا يَفْتَتِحُونَ الْقِرَاءَةَ بِ { الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ }"

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر، عمر و عثمان نماز میں اپنی قرأت کو الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ

الْعَالَمِينَ سے شروع فرماتے تھے۔

صحیح البخاری - الاذان (۷۱۰) صحیح مسلم - الصلاة (۳۹۹) جامع الترمذی - الصلاة (۲۴۶) سنن النسائی - الافتتاح (۹۰۲) سنن النسائی - الافتتاح (۹۰۳) سنن النسائی - الافتتاح (۹۰۶) سنن النسائی - الافتتاح (۹۰۷) سنن أبي داود - الصلاة (۷۸۲) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (۸۱۳) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۱۰۱/۳) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۱۱۱/۳) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۱۱۴/۳) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۱۶۸/۳) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۱۸۳/۳) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲۰۳/۳) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲۰۵/۳) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲۲۴/۳) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲۵۵/۳) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲۶۴/۳) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲۷۳/۳) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲۷۸/۳) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲۸۶/۳) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲۸۹/۳) سنن الدارمی - الصلاة (۱۲۴۰)

یہ حدیث صحیحین میں بھی اسی طرح وارد ہے، اور مسلم کی روایت میں زیادتی ہے فَلَمْ أَسْمَعْ أَحَدًا مِنْهُمْ

يَقْرَأُ بِبِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، مسلم کی یہ روایت عدم الجہر بالبسملة میں صریح ہے، اور حدیث بخاری میں چونکہ یہ زیادتی نہیں ہے اس لئے اس سے عدم الجہر کا ثبوت بطریق استنباط ہے کہ جب راوی یہ کہہ رہا ہے کہ حضور ﷺ قرأت کی ابتداء الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ سے کرتے تھے تو اس سے خود ہی معلوم ہو گیا کہ بسم اللہ بالجہر نہیں پڑھتے تھے، آگے کتاب میں دوسری حدیث حضرت عائشہؓ کی آ رہی ہے جس کے لفظ یہ ہیں كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْتَتِحُ الصَّلَاةَ بِالتَّكْوِيْمِ وَالْقِرَاءَةِ بِ { الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ }، اس کے علاوہ جمہور کے پاس عبد اللہ بن مغفل کی حدیث ہے جو شن ثلاثہ کی روایت ہے عَنْ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُغْفَلٍ، قَالَ: سَمِعَنِي أَبِي وَأَنَا فِي الصَّلَاةِ، أَقُولُ: بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، فَقَالَ لِي: أَيُّ بُنْيَ مُحَمَّدٍ؟، ابن عبد اللہ کا نام یہاں روایت میں مذکور نہیں ان کا نام یزید ہے، کما فی الطبرانی و مسند ابی حنیفہ۔

اور امام ابو داؤد نے جہر بالبسملة کے بارے میں کوئی صریح حدیث ذکر نہیں فرمائی، البتہ امام ترمذیؒ نے جہر اور عدم جہر دونوں کیلئے الک باب قائم کئے ہیں، جہر کے سلسلہ میں انہوں نے ابن عباسؓ کی حدیث ذکر کی ہے قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْتَتِحُ صَلَاتَهُ بِ { بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ }، یہ حدیث اول تو صریح جہر پر دلالت کرتی نہیں، دوسرے یہ کہ حدیث

۱ سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو پالنے والا سارے جہان کا (سورۃ الفاتحہ ۱)

۲ جامع الترمذی - الصلاة (۲۴۴) سنن النسائی - الافتتاح (۹۰۸) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (۸۱۵)

۳ شرح مسند ابی حنیفہ للقراری ص ۸۴-۸۵

۴ جامع الترمذی - كتاب الصلاة - باب من رأى الجهر ب { بسم الله الرحمن الرحيم } ۲۴۵

ضعیف ہے اسکی سند میں اسماعیل بن حماد راوی ضعیف ہیں، اور ابو خالد مجہول ہیں، ہاں ایک اور حدیث ہے شافعیہ کے پاس، نعیم ابن عبد اللہ المجہور کی جسکی تخریج امام نسائی اور ابن خزیمہ وابن حبان نے کی ہے صَلَّيْتُ وَرَاءَ أَبِي هُرَيْرَةَ فَقَرَأَ: {بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ} ^۱ یہ حدیث بھی اول تو صریحہ جہر پر دلالت نہیں کرتی چنانچہ علامہ سندھی لکھتے ہیں لا یدل علی الجہر بل علی نفس القراءة، اور علامہ زبیلی فرماتے ہیں الحدیث معلل بثلاثة علل ^۲، علل ثلاثہ کی تفصیل امامی الاحبار میں دیکھی جاسکتی ہے۔ اور امام درقطنی نے تو ایک موقع پر اس بات کا اعتراف کیا ہے، چنانچہ بذل الجہود میں ہے علامہ عینی فرماتے ہیں کہ بعض حضرات نے دارقطنی سے اس بات پر استخلاف کیا کہ اس بارے میں کوئی صحیح حدیث ہے یا نہیں تو اس پر انہوں نے فرمایا ایس فیہ حدیث صحیح۔

۷۸۳ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ حُسَيْنِ الْمُعَلِّمِ، عَنْ بُدَيْلِ بْنِ مَيْسَرَةَ، عَنْ أَبِي الْجَوْزَاءِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: "كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْتَتِحُ الصَّلَاةَ بِالتَّكْبِيرِ وَالْقِرَاءَةِ {الْحَمْدُ لِلَّهِ الْعَلِيِّنَ}، وَكَانَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنْ السُّجُودِ لَمْ يَصْبُوهُ وَلَكِنْ يَنْزِلُ ذَلِكَ، وَكَانَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ لَمْ يَسْجُدْ حَتَّى يَسْتَوِيَ قَائِمًا، وَكَانَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ لَمْ يَسْجُدْ حَتَّى يَسْتَوِيَ قَائِمًا، وَكَانَ يَقُولُ فِي كُلِّ رَكْعَتَيْنِ: التَّحِيَّاتُ، وَكَانَ إِذَا جَلَسَ يَقْرَأُ بِرَجُلَةٍ الْيُسْرَى وَيَنْصِبُ بِرَجُلَةٍ الْيُمْنَى، وَكَانَ يَنْهَى عَنْ عَقِبِ الشَّيْطَانِ، وَعَنْ فَرْشَةِ الشَّيْطَانِ وَكَانَ يَخْتِمُ الصَّلَاةَ بِالتَّسْلِيمِ"

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اکبر کے لفظ سے نماز شروع فرماتے اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْعَلِیِّیْنَ پڑھ کر قرأت شروع فرماتے اور آپ جب رکوع میں جاتے تو نہ تو اپنے سر کو اوپر اٹھاتے اور نہ ہی سر کو نیچے جھکاتے لیکن ان کے درمیانی والی حالت ہوتی تھی (کہ سر اور کمر ایک سیدھ میں ہوتے تھے) اور حضور ﷺ جب رکوع سے سر اٹھاتے تو جب تک قومہ میں سیدھا کھڑے نہ ہو جاتے اس وقت تک سجدہ نہ فرماتے تھے اور حضور ﷺ جب پہلے سجدہ سے سر اٹھاتے تو دوسرا سجدہ اس وقت تک نہ فرماتے جب تک کہ اطمینان سے مکمل بیٹھ نہ جاتے اور حضور ﷺ ہر دور رکعت پر التَّحِيَّاتُ لِلّٰہِ الخ پڑھا کرتے اور حضور ﷺ جب نماز میں بیٹھتے تو اپنے پاؤں کو بچھاتے اور سیدھے پاؤں کو کھڑا کر لیتے اور حضور ﷺ شیطان کی بیٹھک سے منع فرماتے تھے۔ اور درندے کی طرح سجدے میں اپنی کلائیوں کو پھیلانے سے منع فرماتے تھے اور حضور ﷺ نماز کو ختم فرمایا کرتے۔

صحیح مسلم - الصلاة (۴۹۸) سنن ابی داود - الصلاة (۷۸۳) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فیہا (۸۱۲) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فیہا (۸۶۹) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فیہا (۸۹۳) مسند احمد - باقي مسند الانصاء (۳۱/۶) مسند احمد - باقي مسند الانصاء

۱ سنن النسائي كتاب الافتتاح قراءة {بسم الله الرحمن الرحيم} ۹۰۵، صحيح ابن حبان بترتيب ابن بلبان ۱۷۹۷ (ج ۵ ص ۱۰۰)

۲ نصب الرأية لأحاديث الهداية ج ۱ ص ۳۳۶

(۱۷۱/۶) مسند احمد - ہاکی مسند الانصار (۱۹۴/۶) مسند احمد - ہاکی مسند الانصار (۲۸۱/۶) سنن الداہمی - الصلاة (۱۲۳۶)

شرح الحديث قوله: وَكَانَ يُثْقَى عَنْ عَقِبِ الشَّيْطَانِ، وَعَنْ قُرْشَةِ الشَّبِيعِ: عَقِبُ الشَّيْطَانِ سَعِ مَرَادِ اقْعَاءِ هِ

جس کا باب چند ابواب سے بعد مستقل آ رہا ہے بابُ الإقْعَاءِ بَيْنَ الشَّجَدَتَيْنِ، اس پر کلام وہیں آئے گا۔

۷۸۴ - حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ السَّرِيِّ، حَدَّثَنَا ابْنُ قُصَيْبٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، يَقُولُ: قَالَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أُنْزِلَتْ عَلَيَّ آيَاتُ سُورَةٍ فَقَرَأَ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ حَتَّى

خَتَمَهَا». قَالَ: «هَلْ تَذَمُّونَ مَا الْكَوْثَرُ؟» قَالُوا: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: «فَإِنَّهُ هُوَ وَعَدَنِيهِ رَبِّي فِي الْجَنَّةِ».

ترجمہ انس بن مالک کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھ پر ابھی ابھی ایک سورت نازل ہوئی ہے چنانچہ

آپ نے بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ پڑھ کر اِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ - زرت کے ختم ہونے تک تلاوت کی رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا کیا تم جانتے ہو کونسا ہے صحابی نے عرض کیا اللہ اور رسول بہتر جانتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ ایک نہر ہے جس کا

اللہ تعالیٰ مجھ سے جنت میں وعدہ فرمایا ہے۔

تخریج صحيح مسلم - الصلاة (۴۰۰) جامع الترمذی - تفسير القرآن (۳۳۵۹) جامع الترمذی - تفسير القرآن (۳۳۶۰) سنن

التسائي - الافتتاح (۹۰۴) سنن ابی داؤد - الصلاة (۷۸۴) مسند احمد - ہاکی مسند المکثرین (۱۰۲/۳) مسند احمد - ہاکی مسند المکثرین (۱۵۲/۳)

مسند احمد - ہاکی مسند المکثرین (۱۶۴/۳) مسند احمد - ہاکی مسند المکثرین (۱۹۱/۳) مسند احمد - ہاکی مسند المکثرین (۲۰۷/۱) مسند احمد -

ہاکی مسند المکثرین (۲۲۱/۳) مسند احمد - ہاکی مسند المکثرین (۲۳۶/۳) مسند احمد - ہاکی مسند المکثرین (۲۳۷/۳) مسند احمد - ہاکی مسند

المکثرین (۲۴۷/۳) مسند احمد - ہاکی مسند المکثرین (۲۶۳/۳) مسند احمد - ہاکی مسند المکثرین (۲۸۹/۳)

شرح الحديث قوله: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أُنْزِلَتْ عَلَيَّ آيَاتُ سُورَةٍ فَقَرَأَ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ حَتَّى خَتَمَهَا»:

حديث کی ترجمہ الباب سے مناسبت: اس حدیث کو بظاہر ترجمہ

الباب سے مناسبت نہیں اس میں جہر یا عدم جہر پر کوئی دلالت نہیں پائی جا رہی ہے البتہ تکلف اس میں دلالت نکل سکتی ہے وہ یہ

کہ آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ مجھ پر ابھی ایک سورت نازل ہوئی اور پھر اس کی تشریح میں آپ ﷺ نے بِسْمِ اللَّهِ کیا ساتھ سورۃ

إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ پڑھی، تو گویا کہہ سکتے ہیں کہ جب سورۃ کے مصداق میں بِسْمِ اللَّهِ کو شامل کیا تو بِسْمِ اللَّهِ جزء سورۃ ہوئی

اور یہ مسئلہ جہر و عدم جہر کا اسی پر متفرع ہے، لیکن اس صورت میں اس کا مقتضی یہ ہوگا کہ بِسْمِ اللَّهِ جہر آہونی چاہئے جو ترجمہ

الباب کے خلاف ہے، تو اس کی توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ ترجمہ الباب سے قصود دونوں ہی طرح کی روایات کو ذکر کرنا ہے اور ترجمہ

الباب سے مراد یہ ہے بابُ مَنْ لَمْ يَزَلْ يَرْجُو الْجَهْرَ بِ «بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ» ومن رأى الجمهورها، اس لئے کہ بعض مرتبہ احد

الضدين کے ذکر پر اکتفاء کر لیا کرتے ہیں۔

۷۸۵ - حَدَّثَنَا قُطَيْبُ بْنُ لُسَيْبٍ، حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْأَعْرَجِيُّ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، وَذَكَرَ

الإفك، قالت: جلس رسول الله صلى الله عليه وسلم وكشف عن وجهه، وقال: "أعوذ بالشَّيْخِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ، {إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ} ۝" الآية، قال أبو داود: وَهَذَا أَحَدِيْثٌ مُُّتَّفَقٌ رَّوَاهُ هَذَا الْحَدِيْثُ جَمَاعَةٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، لَمْ يَذْكُرُوا هَذَا الْكَلَامَ عَلَى هَذَا الشَّرْحِ وَأَخْبَثُ أَنْ يَكُونَ أَمْرُ الْأَشْيَعَاءِ مِمَّنْ كَلَامُ مُحَمَّدٍ.

حضرت عروہ نے حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہوئے واقعہ افک کا ذکر کیا حضرت عائشہ فرماتی ہیں نبی ﷺ پیٹھے اور اپنے چہرے کو کھولا اور أعوذ بالشَّيْخِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ پڑھ کر یہ آیت تلاوت فرمائی إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں نہیہ حدیث منکر ہے ایک جماعت نے زہری سے یہ حدیث روایت کی ہے انہوں نے یہ کلام اس شرح کے ساتھ ذکر نہیں کیا اور مجھے خوف ہے کہ حدیث میں استعاذہ کا معاملہ حمید کا اپنا کلام ہے۔

یہ حدیث الافک کا ایک ٹکڑا ہے جس کی تفصیل دوسری کتب حدیث صحیحین و ترمذی وغیرہ میں ہے قصہ بہت مشہور ہے واقعہ پیش آنے کے بعد جو حضور ﷺ کے گھرانہ کے لئے ایک زبردست امتحان تھا، تہمت کی صفائی اور حضرت عائشہ کی برأت کے بارے میں جو آیات نازل ہوئیں اس حدیث میں اس کا ذکر ہے، وہ یہ کہ برأت کے سلسلہ میں جب آپ ﷺ پر وحی نازل ہو چکی اور آپ ﷺ نے اپنے چہرہ سے نقاب ہٹایا جو نزل وحی کی وقت آپ ﷺ چہرہ انور پر ڈال لیتے تھے، تو آپ ﷺ نے ان آیات کو تعوذ کے بعد تلاوت فرمایا، بس مصنف نے صرف اتنا ہی ذکر فرمایا ہے۔

حدیث کی ترجمہ سے مناسبت: اس حدیث کی ترجمہ الباب سے مطابقت بظاہر کچھ نہیں، ایک مطابقت دقیق استنباط کے طور پر ہو سکتی ہے، وہ یہ کہ اس موقع پر آپ ﷺ نے آیات کے شروع میں بسم اللہ نہیں پڑھی، اگر بسم اللہ کا پڑھنا سورتوں کی ابتداء میں محض تبرک کیلئے ہوتا تو آپ ﷺ یہاں بھی اس کو پڑھتے، معلوم ہوا کہ سورتوں کے شروع میں بسم اللہ جزء ہونکی حیثیت سے پڑھی جاتی ہے اور جہر بالبسملة والا اختلاف اسی پر متفرع ہے (کنزانی البذل) یہ مناسبت کھینچ جان کر ہے ورنہ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ سورتوں کے شروع میں بسم اللہ فصل کے لئے ہے اور یہاں فصل کی حاجت نہ تھی، بہر حال ایک لحاظ سے حدیث کو ترجمہ سے مناسبت ہو گئی۔

مصنف کے کلام کی شرح: قولہ: قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَذَا أَحَدِيْثٌ مُُّتَّفَقٌ رَّوَاهُ هَذَا الْحَدِيْثُ جَمَاعَةٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، لَمْ يَذْكُرُوا هَذَا الْكَلَامَ عَلَى هَذَا الشَّرْحِ: مصنف کی غرض تمام حدیث الافک پر نقد کرنا نہیں ہے وہ تو مشہور اور متفق علیہ حدیث ہے، صرف وہ ٹکڑا جو یہاں مذکور ہے اس پر اشکال کر رہے ہیں اس لئے کہ روایت مشہورہ میں اس طرح نہیں ہے کہ آپ ﷺ نے اولاً تعوذ پڑھا اس کے بعد آیات تلاوت فرمائیں بلکہ صرف اتنا ہے وَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى {إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا

① جو لوگ لائے ہیں یہ طوفان تمہیں میں ایک جماعت ہیں (سورۃ النور ۱۱)

② ہذل المجہود فی حل ابی داؤد - ج ۴ ص ۵۳۲

بِإِلَافِكَ عُصْبَةُ مِثْلِكَ ۱

۱۲۶ - بَابُ مَنْ جَهَرَ بِهَا

یہ باب ہے بسم اللہ کے جہر کے بیان میں

یہ جہر بالہجاء کا باب ہے، اس میں مصنف نے کوئی صریح حدیث ذکر نہیں فرمائی، مثلاً ابن عباسؓ کی وہ حدیث جس کو امام ترمذیؒ نے تخریج کی ہے جس کا حوالہ ہمارے یہاں گذشتہ باب میں آچکا ہے، چونکہ وہ حدیث کافی ضعیف ہے، مصنف کے شرط کے مطابق بظاہر نہیں تھی اسی لئے اسکو نہیں لائے۔

۷۸۶ - أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ عَوْفٍ، عَنْ يَزِيدَ الْقَارِسِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، قَالَ: قُلْتُ لِعُثْمَانَ بْنِ عُمَانَ: مَا حَمَلَكُمْ أَنْ عَمَدْتُمْ إِلَى بَرَاءَةَ وَهِيَ مِنَ الْمَيْدِنِ، وَإِلَى الْأَنْفَالِ وَهِيَ مِنَ الْمُثَنَّى لَتَجْعَلَنَّ مَوْهُمَا فِي السَّبْعِ الطَّوَالِ وَلَمْ تَكْتُبُوا بَيْنَهُمَا سَطْرَ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، قَالَ عُثْمَانُ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَأَنَّى فِي الْأَيَّاتِ فَيَدْعُو بَعْضُ مَنْ كَانَ يَكْتُبُ لَهُ، وَيَقُولُ لَهُ: «صَحَّ هَذِهِ الْآيَةُ فِي السُّورَةِ الَّتِي يُذَكِّرُ فِيهَا، كَذَا وَكَذَا»، وَتَنُذِلُ عَلَيْهِ الْآيَةَ وَالْآيَاتِ فَيَقُولُ: وَمِثْلَ ذَلِكَ، وَكَانَتْ الْأَنْفَالُ مِنْ أَوَّلِ مَا أَنْزَلَ عَلَيْهِ بِالْمَدِينَةِ وَكَانَتْ بَرَاءَةُ مِنْ آخِرِ مَا أَنْزَلَ مِنَ الْقُرْآنِ وَكَانَتْ قَصُّهَا شَبِيهَةً بِقَصِّهَا فَظَنَنْتُ أَنَّهَا مِنْهَا فَمِنْ هُنَاكَ وَضَعْتُهَا فِي السَّبْعِ الطَّوَالِ وَلَمْ أَكْتُبْ بَيْنَهُمَا سَطْرَ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ.

ابن عباسؓ کہتے ہیں میں نے عثمان بن عفانؓ سے کہا اس بات پر آپ کو کس نے آمادہ کیا کہ آپ نے سورۃ براءۃ جو سورتوں میں سب سے زیادہ آیات والی ہے اور سورۃ انفال جو مثانی میں سے ہیں (مثالی ان سورتوں کو کہتے ہیں جنکی آیتیں سو سے کم ہوں) ان دونوں سورتوں کا آپ نے قصہ کیا سو آپ نے ان دونوں کو ملا کر سات بڑی سورتوں میں رکھ دیا (مطلب یہ ہے کہ سورۃ انفال کی سو سے کم آیتیں ہیں اس وجہ سے اسکو سات بڑی سورتوں میں نہیں رکھنا چاہیے) اور آپ نے ان دونوں سورتوں کے درمیان بسم اللہ الخ کی سطر نہیں لکھی، حضرت عثمانؓ نے کہانی صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وہ زمانہ آتا جس میں آپ پر آیات نازل ہوتی تو آپ کسی کاتب وحی کو بلا تے اور اسے کہتے اس آیت کو اس سورۃ میں جس میں فلاں فلاں قصہ ذکر کیا گیا ہے اس میں رکھ دو اور جب آپ پر ایک دو آیاتیں نازل ہوتی تو آپ ایسے ہی فرماتے اور سورۃ انفال مدینہ میں نازل ہونے والی پہلی سورت تھی اور سورۃ براءۃ قرآن کی نازل ہونے والی آخری سورت تھی اور سورۃ انفال کا قصہ سورۃ براءۃ کے قصے کے مشابہ تھا تو مجھے گمان ہوا کہ سورۃ براءۃ سورۃ انفال ہی میں سے ہے (سورۃ انفال کا جزو حدیث ہے) تو اس لئے میں نے ان دونوں کو سات بڑی سورتوں میں رکھ دیا اور ان دونوں کے درمیان بسم اللہ الخ کی سطر نہیں لکھی۔

۷۸۷- حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ أَبِي دَاوُدَ، حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ، أَخْبَرَنَا عَوْفُ الْأَعْرَابِيِّ، عَنْ يَزِيدَ الْقَارِسِيِّ، حَدَّثَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ، بِمَعْنَاهُ قَالَ فِيهِ: فَقُبِضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَبَيِّنْ لَنَا أَنَّهَا مِنْهَا، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ الشَّعْبِيُّ، وَأَبُو مَالِكٍ، وَثَابِتُ بْنُ عَمْرٍاءَ: إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكْتُبْ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ حَتَّى نَزَلَتْ سُورَةُ الْقَمَلِ هَذَا مَعْنَاهُ.

یزید قاری نے کہا مجھے ابن عباسؓ نے حدیث بیان کی ماقبل حدیث کے ہم معنی حدیث ذکر کی اور اس حدیث میں یہ بھی ذکر کیا کہ نبی ﷺ کی وفات ہو گئی اور آنحالیہ اپنے ہمیں یہ نہیں بتایا تھا کہ سورۃ براءۃ سورۃ انفال میں سے ہے (اور نہ ہی یہ بتایا کہ یہ اس میں سے نہیں ہے)۔ امام ابو داؤد کہتے ہیں کہ شعبی، ابو مالک، قتادہ اور ثابت بن عمارہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ سورۃ نمل کے نزول سے پہلے بِسْمِ اللّٰهِ الخ نہیں لکھتے تھے۔ اور یہ روایت جو ان سے مروی ہے اس حدیث کے ہم معنی ہے جو انہوں نے ذکر کی۔

جامع الترمذی - تفسیر القرآن (۸۶: ۳) سنن ابی داؤد - الصلاة (۷۸۶) مسند احمد - مسند العشرة البشرين بالجنة (۵۷/۱)

حدیث میں مذکور سوال و جواب بر دو کی تشریح: آپ جانتے ہیں کہ سورۃ براءۃ کے شروع میں بِسْمِ اللّٰهِ الخ لکھی ہوئی نہیں ہے جبکہ ہر سورت کے شروع میں بِسْمِ اللّٰهِ الخ لکھی ہوئی ہے، لہذا ایک اشکال تو یہ ہوا، اور یہ بات بھی معلوم ہے کہ سورتوں کی ترتیب اس طرح ہے (خصوصاً اوائل قرآن میں کہ) بڑی سورتیں مقدم اور چھوٹی موخر ہیں، چنانچہ سب سے بڑی سورت سورۃ بقرہ ہے وہ ترتیب میں سب سے پہلے ہے اس کے بعد آل عمران و ہکذا، سورۃ براءۃ اور انفال میں یہ اشکال ہے کہ ان میں سے پہلی سورت یا وجود چھوٹی ہونے کے مقدم ہے اور دوسری یعنی سورۃ براءۃ یا وجود بڑی ہونے کے موخر ہے، پہلے اور اس دوسرے دونوں اشکال کو ترجمان القرآن سیدنا ابن عباسؓ نے جامع القرآن سیدنا عثمان بن عفانؓ کے سامنے رکھا کہ اس کی کیا وجہ ہے۔

سوال اور پھر اس کے جواب دونوں کو بخوبی سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے یہ جان لیا جائے کہ علماء و قرآن نے قرآن پاک کی سورتوں کے چھوٹے بڑے ہونے کے اعتبار سے تین حصہ کئے ہیں، چنانچہ شروع کا حصہ جس میں آٹھ سورتیں ہیں، سورۃ بقرہ سے لے کر براءۃ تک ان کو سبع^۱ طول کہا جاتا ہے، اس کے بعد گیارہ سورتیں ایسی ہیں جو سو آیات یا اس سے زائد پر مشتمل ہیں ان کو ذوات السنین کہا جاتا ہے اس کے بعد بیس سورتیں ایسی ہیں جن کی آیات سو سے کم ہیں ان کو مثالی کہا جاتا ہے، اور اس کے بعد پھر اخیر کی چھتر سورتوں کو مفصل^۲ کہا جاتا ہے۔

① باوجود آٹھ ہونے کے سبع طول اس لئے کہا جاتا ہے کہ اخیر کی دو سورتیں یعنی انفال اور براءۃ کا در ہونا متیقن نہیں، ۱۲۔

② پھر مفصل کی تین قسمیں کی جاتی ہیں طوال، اوساط، قصار، ۱۲۔

اس تمہید کے بعد اب اشکال سمجھئے، وہ یہ کہ اس ترتیب کا تقاضا یہ تھا کہ سبع طول میں بجائے انفال کے صرف سورۃ براءۃ کو رکھا جاتا اور انفال کو نہ صرف یہ کہ براءۃ کے بعد بلکہ آگے چل کر مسین کا سلسلہ ختم ہونے کے بعد جہاں سے ثانی شروع ہوتی ہیں وہاں رکھا جاتا اس لئے کہ سورۃ براءۃ کی آیات ایک سو تیس اور سورۃ انفال کی آیات صرف ستتر ہیں اس کا شمار تو مسین میں بھی نہ ہونا چاہئے چہ جائیکہ سبع طول میں، حاصل جواب یہ ہے کہ آپ کا اشکال بنی ہے اس پر کہ آپ یہ سمجھ رہے ہیں کہ انفال و براءۃ دو مستقل سورتیں ہیں، حالانکہ یہ یقینی نہیں اس لئے کہ نہ تو حضور ﷺ نے ہم سے براءۃ کے شروع میں بسم اللہ لکھنے کا حکم فرمایا تھا جس سے ہم یہ سمجھتے کہ یہ مستقل سورۃ ہے، اور نہ یہ ارشاد فرمایا کہ براءۃ انفال ہی کا جزء ہے، اور چونکہ مضمون دونوں سورتوں کا ملتا جلتا تھا اس لئے ہم نے ان دونوں کو متصلاً ایک جگہ بغیر بسم اللہ کے لکھا، اب یہ کہ اس کا عکس کیوں نہ کر دیا انفال کو چھوٹی ہوئی کی وجہ سے مؤخر کر دیتے اور براءۃ کو بڑی ہونے کی وجہ سے مقدم سو یہ اس لئے کہ انفال نزول میں براءۃ پر مقدم تھی اس لئے وضع میں بھی اس کو مقدم کیا گیا، اس تقریر سے دونوں اشکال کا جواب نکل آیا، بسم اللہ نہ لکھنے کا جواب یہ کہ ہم کو اس بات کا یقین ہی نہ تھا کہ براءۃ سے مستقل سورت شروع ہو رہی ہے، اور دوسرے اشکال کا جواب یہ کہ جب ان دونوں سورتوں کے ایک ہونے کا بھی احتمال تھا تو پھر یقین کیساتھ انفال کو چھوٹی کیسے کہہ سکتے ہیں، اور احتمال ثانی یعنی دو سورتیں مستقل ہونے کا تقاضا گو یہ تھا کہ براءۃ کو مقدم کیا جاتا انفال پر، لیکن ترتیب نزول کی رعایت مانع ہوئی ایسا کرنے سے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

شرح حدیث اور مفسرین نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق اشکال و جواب کی تقریریں لکھی ہیں، حضرت اقدس تھانوی نور اللہ مرقدہ نے بھی بیان القرآن میں اس کو تحریر فرمایا ہے، ہم نے اس میں مختصر سے مختصر تقریر کو اختیار کیا ہے۔

قوله: وَيَقُولُ لَهُ: «صَحَّ هَذِهِ الْآيَةُ فِي السُّورَةِ الَّتِي يُذَكِّرُ فِيهَا، كَذَا وَكَذَا»، وَتَنَزَّلُ عَلَيْهِ الْآيَةُ وَالْآيَاتُ فَيَقُولُ: وَمِثْلَ ذَلِكَ: یعنی جو جو آیات آپ ﷺ پر نازل ہوتی جاتی تھیں آپ ﷺ اپنے کا تبین وحی سے فرماتے کہ اس آیت کو اس سورت میں لکھو جس میں یہ مضمون ہے، اور اس آیت کو اس سورت میں لکھو جس میں یہ مضمون ہے، اس سے علماء نے یہ ثابت کیا کہ آیت کی ترتیب توقیفی ہے یعنی شارع ﷺ کی جانب سے متعین ہے بخلاف ترتیب سور کے کہ وہ صحابہ کرام کی اجتہادی ہے۔

شرح حدیث مع اشکال و جواب: إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكْتُبْ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ حَتَّى نَزَلَتْ سُورَةُ النَّمْلِ: یعنی آپ ﷺ سورتوں کے شروع میں بسم اللہ نہیں لکھواتے تھے، یہاں تک کہ آپ ﷺ پر سورۃ النمل نازل ہوئی اس کے بعد آپ ﷺ نے سورتوں کے شروع میں بسم اللہ لکھوانا شروع کیا، سورۃ نمل میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس خط کا ذکر ہے جو انہوں نے بلقیس کے نام لکھا تھا جس کے شروع میں بسم اللہ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ تھا۔

یہ تو اس حدیث کے معنی ہوئے، لیکن اس پر اشکال یہ ہے کہ اس کے بعد آیہ الی حدیث ابن عباس میں یہ ہے كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «لَا يَعْرِفُ فَصَلَ السُّورَةِ حَتَّى تَنَزَّلَ عَلَيْهِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ»، اس لئے کہ اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ

آپ ﷺ پر ہر سورت کے شروع میں بسم اللہ نازل ہوتی تھی، اور آپ ﷺ کو کسی سورت کے شروع ہونے کا علم ہی نزول بسم اللہ سے ہوتا تھا کہ اب یہاں سے سورت شروع ہو رہی ہے۔

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ اس پہلی حدیث میں کتابت بسم اللہ کی نفی ہے، نزول کی نفی نہیں، ہو سکتا ہے کہ بسم اللہ نازل تو ہوتی ہو لیکن سورت کے شروع میں آپ ﷺ اس کے لکھنے کا حکم نہ فرماتے ہوں، اور سورہ نمل کے نزول کے بعد کتابت کا حکم فرمانے لگے تھے، اور ایک دوسرا جواب یہ ہے کہ لحد یکتب سے مراد فی اوائل السورہ نہیں ہے، بل فی الکتب والرسائل یعنی خطوط اور تحریروں کے شروع میں آپ ﷺ سورہ نمل کے نزول سے پہلے بسم اللہ نہیں لکھواتے تھے، اور اس سورت کے نازل ہونے کے بعد آپ خطوط کے شروع میں بسم اللہ لکھوانے لگے تھے۔

۷۸۸ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَأَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمُرْزُوقِيُّ، وَابْنُ الشَّرْحِ، قَالُوا: حَدَّثَنَا شُعْبَانُ، عَنْ عَمْرِو، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، قَالَ: قُتَيْبَةُ فِيهِ: عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «لَا يَعْرِفُ فَضْلَ السُّورَةِ حَتَّى تَنَزَّلَ عَلَيْهِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ»، وَهَذَا الْقَطُّ ابْنُ الشَّرْحِ.

عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ ایک سورت کو دوسری سورت سے علیحدہ اور ممتاز ہونے کو اپنی طرح پہچانتے تھے کہ آپ ﷺ پر بسم اللہ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ نازل ہوتی (تو آپ ﷺ اس بسم اللہ کے نازل ہونے سے سمجھ لیتے کہ آگے سورہ شروع ہو رہی ہے پچھلی سورہ ختم ہو چکی۔

۱۲۷ - بَابُ تَخْفِيفِ الصَّلَاةِ لِلْأَمْرِ بِحَدَّثِ

کسی واقعہ کے پیش آنے کی وجہ سے نماز کو مختصر پڑھنے کا بیان

۷۸۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ، وَبِشْرُ بْنُ بَكْرٍ، عَنْ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنِّي لَأَكُونُ إِلَى الصَّلَاةِ وَأَنَا أُرِيدُ أَنْ أَطُولَ فِيهَا، فَأَسْمَعُ بَنَاءَ الصَّبِيِّ فَاتَجَوَّزُ كَرَاهِيَةٍ أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمِّهِ»

صحیح البخاری - الأذان (۶۷۵) صحیح البخاری - الأذان (۸۳۰) سنن النسائي - الإمامة (۸۲۵) سنن ابی داود -

الصلاة (۷۸۹) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة السنة فيها (۹۹۱) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۳۰۵/۵)

شرح الحدیث: یعنی کسی عارض کے پیش آنے کی وجہ سے نماز کو مختصر کر دینا: آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ بعض مرتبہ میں نماز کیلئے کھڑا ہوتا ہوں اور پہلے سے ارادہ نماز کو دراز کرنے کا ہوتا ہے لیکن کسی بچے کے رونے کی آواز سنا ہوں (جسکی ماں نماز میں شریک ہوتی ہے) تو اس لئے نماز مختصر کر دیتا ہوں کہ بچے کی ماں پر شاق گزرے گا۔

حدیث کی ترجمہ الباب سے مطابقت ظاہر ہے، اس حدیث سے بعض علماء نے ایک اور مسئلہ پر استدلال کیا ہے یعنی اطالۃ الركوع للجائی، چنانچہ خطاب فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ امام کو رکوع کی حالت میں اگر یہ محسوس ہو کہ کوئی شخص نماز میں شرکت کیلئے آرہا ہے تو امام اور اک رکعت کیلئے مقدار رکوع کو ذرا بڑھا سکتا ہے، اس لئے کہ جب ایک دنیوی مصلحت کی خاطر نماز کو خفیف کر سکتے ہیں تو دینی مصلحت کیلئے اسکو کیوں نہیں بڑھا سکتے؟ مسئلہ مختلف فیہ ہے، علامہ عینی فرماتے ہیں کہ بعض علماء جیسے شعبی اور حسن بصری، عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ انہوں نے اسکو جائز رکھا ہے اور یہی رائے امام احمد و اسحاق بن راہویہ اور ابو ثور کی ہے، لیکن ایک قید کے ساتھ عالم یثرب علی اصحابہ اور جمہور علماء ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ایسا کرنا جائز نہیں، شافعیہ کے اس میں دو قول ہیں قال الحافظ عند الشافعیہ فیہ اختلاف و تفصیل، جمہور کی جانب سے خطابی کے استدلال کا جواب یہ ہے کہ یہ استدلال بے محل اور قیاس مع الفارق ہے یعنی تطویل کو تخفیف پر قیاس کرنا، تخفیف کے ائمہ پہلے سے مأمور و مکلف ہیں پھر تطویل کو اس پر کیسے قیاس کیا جاسکتا ہے۔

۱۲۸۔ باب فی تخفیف الصلاة

۵۵ نہ کو سنت فترۃ کے مطابق مختصر پڑھنے کا بیان

اس باب میں مصنف نے معاذ بن جبلؓ کی نماز کا واقعہ ذکر کیا ہے یہ حدیث ابواب الائمة میں باب امامۃ من یصلی یقوم و قال: صَلَّى تِلْكَ الصَّلَاةَ (تم الحدیث ۵۹۹-۶۰۰) کے تحت میں گزر چکی ہے اس پر کلام وہیں دیکھا جائے۔

۷۹۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَانُ، عَنْ عَمْرِو، وَ سَمِعَهُ مِنْ جَابِرٍ، قَالَ: كَانَ مُعَاذٌ يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ يَرْجِعُ فَيُؤْمِنُ - قَالَ مَرَّةً: ثُمَّ يَرْجِعُ فَيُصَلِّي بِقَوْمِهِ - فَأَخَّرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الصَّلَاةِ - وَقَالَ مَرَّةً: الْعِشَاءُ - فَصَلَّى مُعَاذٌ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ جَاءَ يَوْمُهُ قَوْمُهُ فَقَرَأَ الْبَقْرَةَ فَأَعْتَزَلَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ فَصَلَّى، فَقِيلَ: نَأْتَيْتَ يَا فُلَانُ، فَقَالَ: مَا نَأْتَيْتُ، فَأَنَّى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنَّ مُعَاذًا يُصَلِّي مَعَكَ، ثُمَّ يَرْجِعُ فَيُؤْمِنُ يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَإِنَّمَا نَحْنُ أَصْحَابُ نَوَاحِصٍ وَنَعْمَلُ بِأَيْدِينَا، وَإِنَّهُ جَاءَ يَوْمُنَا فَقَرَأَ بِسُورَةِ الْبَقْرَةِ، فَقَالَ: "يَا مُعَاذُ أَفَتَنَا أَنْتَ أَفَتَانِ أَنْتَ؟ اقْرَأْ بِكَذَا، اقْرَأْ بِكَذَا" - قَالَ أَبُو الزُّبَيْرِ: بِسْمِ اللَّهِ اسْمُ رَبِّكَ الْأَعْلَى، وَاللَّيْلُ إِذَا يَعْشَى - "فَدَنَّا لِعَمْرٍو

① معالم السنن ج ۱ ص ۲۰۱

بذل میں لکھا ہے کہ ہمارے نزدیک امام کا اطالہ رکوع کرنا اگر صرف اور اک رکعت کیلئے ہو نہ کہ تقریباً اللہ تعالیٰ تو یہ مکروہ تحریمی ہے اور بہت خطر کی چیز ہے لیکن اس کی وجہ سے کافر نہ ہوگا، کیونکہ اس اطالہ سے اس کی غرض عبادت غیر اللہ نہیں ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ اگر آئیو اے سے امام کی جان پہچان نہیں تو پھر کچھ حرج نہیں لیکن اصح یہ ہے کہ اس صورت میں بھی اسکا ترک اولیٰ ہے، اور جوہر آگے تیسرے باب کے اخیر میں عبد اللہ بن ابی اوفیٰ کی روایت (۸۰۲) میں آ رہا ہے اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «كَانَ يَقُومُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى مِنْ صَلَاةِ الظُّهْرِ حَتَّى لَا يَسْمَعَ وَقَعَ قَدَمِهِ» اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی سند میں ایک راوی مجہول ہے یا پھر مؤول ہے کہ تطویل صلوٰۃ مراد نہیں بلکہ نماز شروع کرنے میں انتظار مراد ہے، ۱۲ منہ۔

نَقَالَ: أَرَأَيْتُمْ قَدْ ذَكَرَهُ.

حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ حضرت معاذؓ حضور ﷺ کے ساتھ (مقتدی بن کر نماز ادا کرتے پھر ہماری مسجد کی طرف لوٹے اور یہی ہمیں نماز پڑھاتے) عمرو بن دینار نے کبھی یہ الفاظ کہے پھر حضرت معاذؓ لوٹے اور اپنی قوم کو نماز پڑھاتے پس ایک رات حضور ﷺ نے نماز کو مؤخر کر کے پڑھا..... عمرو راوی نے کبھی یوں کہا کہ نماز عشاء کو ایک رات حضور ﷺ نے مؤخر کر کے پڑھا تو حضرت معاذؓ نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ یہ نماز ادا کی پھر اپنے قبیلے کے لوگوں کو جا کر یہ نماز پڑھائی اور اس نماز میں سورۃ بقرہ کی تلاوت کی تو اس قبیلے کے لوگوں میں سے ایک شخص نے جماعت سے الگ ہو کر منفرد نماز پڑھ لی (اس شخص کا نام حرام بن ملان ہے جو کہ حضرت انسؓ کے ماموں تھے) تو اس شخص سے کہا گیا کہ تم منافق ہو گئے ہو ابے فلا نے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ میں منافق نہیں ہوا پس یہ صاحب حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کیا کہ حضرت معاذؓ آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں پھر وہاں سے لوٹ کر ہمیں نماز پڑھاتے ہیں اور ہم لوگ اونٹ والے لوگ ہیں (کھیتی باڑی کرتے ہیں) ہم اپنے ہاتھوں سے محنت اور مشقت والا کام کرتے ہیں اور حضرت معاذؓ ہمیں امامت کرانے آئے تو انہوں نے سورۃ بقرہ کی تلاوت شروع کر دی تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اے معاذؓ کیا تم لوگوں کو فتنے میں ڈالو گے، کیا تم لوگوں کو فتنے میں ڈالو گے، تم فلاں سورۃ پڑھو اور فلاں سورۃ پڑھو ابو الزبیر نے ان سورتوں کی تعیین کرتے ہوئے کہا کہ سورۃ اعلیٰ اور سورۃ الیل پڑھو پس ہم نے عمرو سے ان سورتوں کے نام کا تذکرہ کیا تو عمرو راوی نے کہا کہ میرے خیال میں حضرت جابرؓ نے ان سورتوں کو ذکر کیا تھا۔

۷۹۱- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا طَالِبُ بْنُ حَبِيبٍ، سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ جَابِرٍ، يُحَدِّثُ عَنْ حُذْرَمِ بْنِ أَبِي نُبَيْنٍ، كَقَبٍ، أَنَّهُ أَتَى مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ وَهُوَ يُصَلِّي بِقَوْمِهِ صَلَاةَ الْمَغْرِبِ فِي هَذَا الْحَبَرِ، قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَا مُعَاذُ لَا تَكُنْ فِتْنًا فَإِنَّهُ يُصَلِّي وَرَاءَكَ الْكَبِيرُ وَالضَّعِيفُ وَذُو الْحَاجَةِ وَالْمَسَافِرُ».

حزرم بن ابی بن کعبؓ سے مروی ہے کہ وہ معاذ بن جبلؓ کے پاس آئے اور وہ اپنے قبیلے والوں کو مغرب کی نماز پڑھا رہے تھے اس کے بعد مذکورہ بالا واقعہ ذکر کیا راوی کہتا ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے معاذؓ لوگوں کو تم فتنہ میں مت ڈالو کیونکہ تمہارے پیچھے عمر رسیدہ، کمزور، مختلف ضرورتوں کو لئے ہوئے لوگ اور مسافر لوگ نماز پڑھتے ہیں۔

صحیح البخاری - الأذان (۶۶۸) صحیح البخاری - الأذان (۶۶۹) صحیح البخاری - الأذان (۶۷۹) صحیح البخاری - الأذان (۵۷۵۵) صحیح مسلم - الصلاة (۴۶۵) جامع الترمذی - الجمعة (۵۸۳) سنن النسائی - الإمامة (۸۳۵) سنن ابی داؤد - الصلاة (۷۹۰) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۳۰۸/۳) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۳۶۹/۳) سنن الدارمی - الصلاة (۱۲۹۶)

شرح الأحادیث اس حدیث میں سفیان کے استاذ عمرو بن دینار ہیں اور عمرو بن دینار کی روایت میں سورتوں کی تعیین نہیں ہے، لیکن سفیان کو یہ روایت ابو الزبیر سے بھی پہونچی تھی اور ان کی روایت میں سورتوں کی تعیین تھی، اس لئے سفیان نے عمرو بن دینار سے عرض کیا کہ ہمارے دوسرے استاذ یعنی ابو الزبیر نے سورتوں کی تعیین کی ہے اور آپ نے نہیں کی تو اس پر

انہوں نے فرمایا کہ ہاں مجھے بھی یاد پڑتا ہے کہ حضرت جابر نے (عمر و بن دینار کے استاذ ہیں) ان سورتوں کے نام لئے تھے۔

۷۹۲- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ، عَنْ زَائِدَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِرَجُلٍ: «كَيْفَ تَقُولُ فِي الصَّلَاةِ؟» قَالَ: أَتَشْهَدُ وَأَقُولُ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْجَنَّةَ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ النَّارِ أَمَا إِنِّي لَا أَحْسِنُ دُنْدَنَكَ وَلَا دُنْدَنَةَ مُعَاذٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «حَوْهًا تُدْنِينُ».

ایک صحابی رسول کہتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص سے دریافت فرمایا تم نماز (تعدہ اخیرہ) میں کس طرح دعا کرتے ہو اس نے جواب میں عرض کیا میں تشہد پڑھتا ہوں پھر یہ دعا پڑھتا ہوں اے اللہ میں آپ سے جنت کا سوال کرتا ہوں اور جہنم سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں، میں اچھی طرح نہیں سن پاتا کہ آپ نماز میں کیا دعا مانگتے ہیں اور نہ ہی حضرت معاذ کی آواز کو سمجھ سکا (کہ وہ نماز میں کیا دعا مانگتے ہیں حضرت معاذ ان کے محلے کے امام تھے) جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جنت ہی کے متعلق دعائیں مانگا کرتے ہیں۔

۷۹۳- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَجْلَانَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مِقْسَمٍ، عَنْ جَابِرٍ - ذَكَرَ وَصْفَةَ مُعَاذٍ - قَالَ: وَقَالَ يَعْني النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْفَقِي: «كَيْفَ تَصْنَعُ يَا ابْنَ أَخِي إِذَا صَلَّيْتَ؟» قَالَ: أَقْرَأُ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَأَسْأَلُ اللَّهَ الْجَنَّةَ، وَأَعُوذُ بِهِ مِنَ النَّارِ وَإِنِّي لَا أَدْرِي مَا دُنْدَنَكَ وَلَا دُنْدَنَةَ مُعَاذٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنِّي وَمُعَاذٌ أَحْوَلُ هَاتَيْنِ» أَوْ نَحْوَ هَذَا.

عبید اللہ بن مقسم روایت کرتے ہیں حضرت جابر سے کہ جابر نے حضرت معاذ کا قصہ ذکر کیا اور جابر نے یہ الفاظ نقل کیے کہ نبی اکرم ﷺ نے (نوجوان سے) دریافت فرمایا اے بھتیجے جب تو نماز ادا کرتا ہے تو کس طرح ادا کیگا کرتا ہے تو اس نوجوان نے کہا میں سورۃ فاتحہ پڑھتا ہوں اور اللہ سے جنت کا سوال کرتا ہوں اور جہنم سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اور مجھے آپ کی دعا مانگنے کی آواز نہیں سمجھ آ سکی اور نہ ہی حضرت معاذ کی دعا مانگنے کی آواز کو میں سمجھ سکا تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا میں اور جہنم ہی کے متعلق دعائیں مانگتے ہیں یا اس جیسا جملہ ارشاد فرمایا۔

سنن ابی داؤد - الصلوة (۷۹۲) مسند احمد - مسند المکیین (۴۷۴/۳)

شرح الأحادیث حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ الخ... قوله: أَمَا إِنِّي لَا أَحْسِنُ دُنْدَنَكَ وَلَا دُنْدَنَةَ مُعَاذٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «حَوْهًا تُدْنِينُ» مضمون حدیث یہ ہے کہ ایک شخص سے حضور ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تم نماز میں

① اور اس سے اگلی روایت میں حَوْلَ هَاتَيْنِ مذکور ہے، هَاتَيْنِ سے مراد یا تو کلمتین ہیں جو اوپر دعاء میں مذکور ہیں ایک میں جنت کی طلب اور دوسرے میں جہنم سے پناہ ہے اور یا هَاتَيْنِ سے مراد خود جنت و جہنم ہے یعنی ہم بھی انہیں دو کلموں کے یا جنت و دوزخ کے ارد گرد گھومتے رہتے ہیں اور گنگناہے رہتے ہیں ایک کی طلب اور دوسرے سے پناہ چاہتے ہیں، ۱۲۔

کیا پڑھتے ہو اس نے کہا کہ تشهد پڑھتا ہوں اور پھر یہ دعا پڑھتا ہوں اللھم اِنِّیْ اَسْأَلُكَ الْجَنَّةَ، وَ اُخُوْدُ بِكَ مِنَ النَّارِ، اور پھر اس نے بطور معذرت کے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے صحیح معلوم نہیں کہ آپ ﷺ کیا پڑھتے ہیں بس میں تو یہ مختصری دعا پڑھ لیتا ہوں، مطلب یہ تھا کہ اصل تو وہ ہے جو آپ ﷺ پڑھتے ہوں گے مگر میں یہ پڑھ لیتا ہوں، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا بس ٹھیک ہے ہم بھی یہی پڑھتے ہیں اور یہی دعا مانگتے ہیں، دندنہ اس کلام کو کہتے ہیں کہ سنائی تو دے لیکن سمجھ میں نہ آئے جسے گنگنا کہتے ہیں (لیکن جب ہمارے یہاں اردو میں بولتے ہیں فلاں دندنہا ہے تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ بڑی زور دار تقریر کر رہا ہے) اس حدیث کی ترجمہ الباب سے مناسبت یعنی تخفیف صلاة واضح ہے کیونکہ اس میں بہت مختصری دعا مذکور ہے۔

۷۹۴- حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْزَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ لِلنَّاسِ فَلْيَتَخَفْ فَإِنَّ فِيهِمُ الضَّعِيفَ وَالسَّقِيمَ وَالْكَبِيرَ، وَإِذَا صَلَّى لِنَفْسِهِ فَلْيَطْوِلْ مَا شَاءَ».

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی لوگوں کو نماز پڑھائے تو (قرآن) میں تخفیف کرے (نہ زیادہ لمبی ہو اور نہ ہی قرأت مسنونہ کا ترک ہو) اس لئے کہ ان میں کمزور، بیمار اور عمر رسیدہ لوگ ہوتے ہیں اور جب اکیلا (بغیر جماعت) کے نماز پڑھے تو جتنی چاہے قرأت طویل کرے۔

صحیح البخاری - الأذان (۶۷۱) صحیح مسلم - الصلاة (۶۶۷) جامع الترمذی - الصلاة (۲۳۶) سنن النسائی - الإمامة (۸۲۳) سنن أبي داود - الصلاة (۷۹۴) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲۵۶/۲) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲۷۱/۲) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۳۱۷/۲) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۳۹۳/۲) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۴۸۶/۲) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۵۰۲/۲) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۵۳۷/۲) موطأ مالك - الدعاء للصلاة (۳۰۳)

۷۹۵- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ، وَأَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ لِلنَّاسِ فَلْيَتَخَفْ فَإِنَّ فِيهِمُ الضَّعِيفَ وَالسَّقِيمَ وَالْكَبِيرَ وَذَا الْحَاجَةِ».

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھائے تو (قرأت) میں تخفیف کرے اس لئے کہ ان (لوگوں) میں بیمار، بوڑھے عمر رسیدہ اور ضرورت مند بھی ہوتے ہیں۔

صحیح البخاری - الأذان (۶۷۱) صحیح مسلم - الصلاة (۶۶۷) جامع الترمذی - الصلاة (۲۳۶) سنن النسائی - الإمامة (۸۲۳) سنن أبي داود - الصلاة (۷۹۵) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲۵۶/۲) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲۷۱/۲) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۳۱۷/۲) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۳۹۳/۲) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۴۸۶/۲) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۵۰۲/۲) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۵۳۷/۲) موطأ مالك - الدعاء للصلاة (۳۰۳)

۱۲۹۔ باب ما جاء في نقصان الصلاة

خشوع کی کمی کی وجہ سے ثواب میں کمی کا بیان

۷۹۶۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ بَكْرِ بْنِ يَعْنَى ابْنِ مُصَدَّرٍ، عَنْ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُقْبَرِيِّ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْحَكَمِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمَّةٍ الْكُرَظِيِّ، عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِنَّ الرَّجُلَ لَيُنْصَرِفُ وَمَا كُتِبَ لَهُ إِلَّا عَشْرُ صَلَواتٍ تُسَبِّحُهَا سُبْحًا مِثْلَ شَهْرٍ خَمْسُهَا رُبُعُهَا ثَلَاثُهَا نِصْفُهَا».

عمر بن یاسر فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ایک شخص اپنی نماز پوری کر کے پھرتا ہے اور اس کیلئے اس کی نماز کے ثواب میں سے دسواں حصہ یا نوواں حصہ یا آٹھواں حصہ یا ساتواں حصہ یا چھٹا حصہ یا پانچواں حصہ لکھا جاتا ہے اور کسی کے لئے اس کی نماز کے ثواب کا ایک چوتھائی ثواب اور کسی کے لئے اس کی نماز کے ثواب کا ایک تہائی حصہ اور کسی کے لئے اس کی نماز کے مقررہ ثواب کا آدھا حصہ لکھا جاتا ہے۔

سنن ابی داؤد - الصلاة (۷۹۶) مسند احمد - اول مسند الکوفیین (۳۱۹/۴) مسند احمد - اول مسند الکوفیین (۳۲۱/۴) شرح الحديث مطلب حدیث واضح ہے کہ خشوع و خضوع کی کمی دزیادتی کے اعتبار سے نماز کے ثواب میں کمی و زیادتی ہوتی رہتی ہے، خشوع و خضوع میں جتنا کمال ہوگا ثواب میں اتنا ہی اضافہ ہوگا، اور اس میں جتنا نقصان ہوگا اتنا ہی ثواب میں کمی آئے گی، چنانچہ بعضوں کیلئے عشر ثواب لکھا جاتا ہے اور بعض کیلئے ثواب کا نوواں حصہ اور کسی کیلئے آٹھواں حصہ اور کسی کیلئے ساتواں حصہ دھکڑا۔

خشوع فی الصلوة کے حکم میں اختلاف علماء: میں کہتا ہوں کہ اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ نماز کے اندر خشوع فرض نہیں ہاں موجب کمال ضرور ہے، اور اگر فرض ہوتا تو نماز صحیح ہی نہ ہونی چاہئے تھی، امام بخاریؒ نے بھی باب الخشوع فی الصلوة ترجمہ قائم کیا ہے، حافظؒ کہتے ہیں امام نوویؒ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے، کہ خشوع فی الصلوة واجب نہیں، لیکن بعض علماء نے قاضی حسین اور ابو زید مروزی سے خشوع کا شرط صحت صلاۃ ہونا نقل کیا ہے اور محب طبری نے اسکی توجیہ یہ کی ہے ان کی مراد یہ ہے کہ فی الجملہ نماز میں خشوع کا ہونا ضروری ہے لافی جمیع الصلوة، اور ابن بطلانؒ نے کہا کہ خشوع فی الصلوة فرض ہے لیکن انہوں نے ساتھ میں یہ بھی کہا کہ خشوع سے مراد یہ ہے کہ نماز کو صرف اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے پڑھے یعنی خواطر کا نہ آنا اور حضور قلب کا حاصل ہونا خشوع سے مراد نہیں ہے کیونکہ یہ چیز غیر اختیاری ہے (ملخصاً من الفتح^①)، خلاصہ یہ کہ خشوع سے مراد اگر نیت کی درستگی ہے یعنی صرف اللہ کے لئے نماز پڑھنا تب تو یہ بالاجملہ

فرض ہے اور اگر اس سے مراد سکون و حضور قلب و انتقاء خواطر ہے تو وہ عند الجمهور صرف موجب فضل و کمال ہے نہ کہ واجب، البتہ بعض علماء جیسے قاضی حسین اور ابو زید مروزی سے اس کا وجوب منقول ہے۔

۱۳۰۔ باب مَا جَاءَ فِي الْقِرَاءَةِ فِي الظُّهْرِ

ظہر کی نماز میں قرأت مسنونہ کا بیان

یہاں سے ابواب القراءۃ فی الصلاۃ شروع ہو رہے ہیں۔

قرأت فی الصلوۃ کے حکم میں علماء کا اختلاف: جانا چاہئے کہ قرأت فی الصلوۃ عند الجمهور والائمة الاربعۃ رکن اور فرض ہے پھر آگے تفصیل ہے، فعند الشافعی وأحمد فی جميع الركعات وعند مالك فی الأكثر، اور عند الحنفیۃ فی رکعتین وعند زفر و الحسن البصری فی رکعة واحدة، اور ابو بکر بن الاصم وسفیان بن عیینہ اور ابن علیہ کے نزدیک قرأت فی الصلوۃ فرض نہیں بلکہ سنت ہے، اور ایک قول اس میں یہ ہے جو حضرت ابن عباسؓ اور حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ سری نمازوں میں قرأت نہیں ہے، لیکن ابن عباسؓ سے رجوع ثابت ہے اس کی تفصیل تیسرے باب میں آرہی ہے۔

محل قرأت کون سی رکعتیں ہیں: ہمارے یہاں فقہاء کے مابین اس میں اختلاف ہے کہ محل قرأت کون

سی دور رکعتیں ہیں، قول راجح یہ ہے کہ رکعتیں اولیں دوسرا قول یہ ہے مطلقاً رکعتیں خواہ اولیں ہوں یا آخرین، اس پر بحث اور دلائل بذل الجمهور میں حدیث المسبی فی الصلوۃ کے تحت میں مذکور ہیں۔

۷۹۷۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ قَيْسِ بْنِ سَعْدٍ، وَعُمَارَةُ بْنُ مَيْمُونٍ، وَحَبِيبٌ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: «فِي كُلِّ صَلَاةٍ يُقْرَأُ أَمَّا أَسْمَعُنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْمَعُنَاكُمْ وَمَا أَخْفَى عَلَيْنَا أَسْمَعُنَا عَلَيْكُمْ».

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ہر نماز میں قرأت ہوتی ہے پس جو قرأت نبی اکرم ﷺ نے ہمیں با آواز پڑھ کر سنائی تو ہم نے بھی تمہیں آواز بلند کر کے ان نمازوں میں قرأت سنائی اور جن نمازوں میں نبی اکرم ﷺ نے سری قرأت فرمائی تو ان نمازوں میں ہم نے بھی سری قرأت کی۔

صحیح البخاری - الأذان (۷۳۸) صحیح مسلم - الصلاة (۳۹۶) سنن النسائي - الافتتاح (۹۶۹) سنن النسائي - الافتتاح (۹۷۰) سنن ابی داؤد - الصلاة (۷۹۷) مسند احمد - باقي مسند المكثرين (۲۵۸/۲) مسند احمد - باقي مسند المكثرين (۲۷۳/۲) مسند احمد - باقي مسند المكثرين (۳۴۳/۲) مسند احمد - باقي مسند المكثرين (۳۴۸/۲) مسند احمد - باقي مسند المكثرين (۴۱۱/۲) مسند احمد - باقي مسند المكثرين (۴۱۶/۲) مسند احمد - باقي مسند المكثرين (۴۳۵/۲) مسند احمد - باقي مسند المكثرين (۴۴۶/۲)

قوله: فِي كُلِّ صَلَاةٍ يُقْرَأُ أَمَّا أَسْمَعُنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْمَعُنَاكُمْ: حضرت ابو ہریرہؓ فرما رہے ہیں کہ ہر نماز میں قرأت ہوتی ہے (بعض میں سر آواز اور بعض میں جہراً) پس جن نمازوں میں آپ ﷺ نے ہم کو سنا کر پڑھایا

ہے ہم بھی ان نمازوں میں تم کو سنا کر پڑھیں گے اور جن نمازوں میں آپ ﷺ نے ہم سے اخفاء کیا یعنی سر اٹھا اس میں ہم بھی اخفاء کریں گے، فی کلِّ صَلَاةٍ يُقْرَأُ کے دو مطلب ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ ہر نماز میں خواہ وہ دن کی ہو یا رات کی، یا یہ کہے سری ہو یا جہری، قرأت فرض ہے، اور دوسرا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ پوری نماز میں قرأت ہے یعنی ہر رکعت میں، متبادر پہلے ہی معنی ہیں، مسئلہ اختلافی ہے، اختلاف پہلے گزر چکا۔

۷۹۸ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ هِشَامِ بْنِ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ، ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنِ الْحَجَّاجِ - وَهَذَا الْقِطْعَةُ - عَنْ يَحْيَى، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى، وَأَبِي سَلَمَةَ: ثُمَّ اتَّفَقَا، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ، قَالَ: «كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِنَا فَيَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُورَتَيْنِ، وَيُسَمِعُنَا آيَةً أَوْ بَيِّنَةً وَكَانَ يُطَوِّلُ الرَّكْعَةَ الْأُولَى مِنَ الظُّهْرِ وَيُقْصِرُ الثَّانِيَةَ وَكَذَلِكَ فِي الصُّبْحِ». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: لَمْ يَذْكُرْ مُسَدَّدٌ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ وَسُورَةً.

ابو قتادہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں نماز پڑھاتے ہیں ظہر اور عصر کی پہلی دور رکعتوں میں سورۃ فاتحہ اور دو سورتیں پڑھتے اور ہمیں کبھی کبھار ایک آیت یا آذان بلند سنا دیا کرتے تھے اور حضور ﷺ ظہر کی پہلی رکعت لمبی کیا کرتے اور دوسری رکعت اس کے مقابلہ میں مختصر ہوتی تھی اسی طرح فجر کی نماز میں بھی کیا کرتے تھے۔ امام ابو داؤد کہتے ہیں مسدد استاد نے فاتحۃ الكتاب وسورۃ کے الفاظ ذکر نہیں کیے۔

۷۹۹ - حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا هَمَّامٌ، وَأَبَانُ بْنُ يَزِيدَ الْعَطَّارُ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيهِ، بِمَنْحُصٍ هَذَا وَزَادَنِي الْاُخْرَيْنِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ، وَزَادَ عَنْ هَمَّامٍ، قَالَ: وَكَانَ يُطَوِّلُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى مَا لَا يُطَوِّلُ فِي الثَّانِيَةِ وَهَكَذَا فِي صَلَاةِ الْعَصْرِ، وَهَكَذَا فِي صَلَاةِ الْعَدَاةِ.

ابو قتادہ نے گزشتہ حدیث کی طرح نقل کیا ہے اس میں حسن بن علی راوی نے یہ اضافہ کیا کہ آخری دور رکعتوں میں سورۃ فاتحہ پڑھا کرتے اور ہمام راوی سے یہ الفاظ مروی ہیں کہ حضور ﷺ پہلی رکعت میں اتنی طوالت فرماتے جتنی کہ دوسری رکعت میں طوالت نہ ہوتی تھی۔ اسی طرح عصر کی نماز میں فرمایا کرتے تھے۔ اسی طرح فجر کی نماز میں فرمایا کرتے تھے۔

۸۰۰ - حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: فَظَنَنَّا أَنَّهُ يُرِيدُ بِذَلِكَ أَنْ يُذَكِّرَ النَّاسَ الرَّكْعَةَ الْأُولَى.

ابو قتادہ فرماتے ہیں (پہلی رکعت لمبا کرنے سے) ہمارا خیال یہ تھا کہ حضور ﷺ یہ چاہتے تھے کہ لوگوں کو پہلی رکعت باجماعت مل جائے۔

- الاذان (۷۴۶) صحيح مسلم - الصلاة (۴۵۱) سنن النسائي - الافتتاح (۹۷۴) سنن النسائي - الافتتاح (۹۷۵) سنن النسائي - الافتتاح (۹۷۷) سنن النسائي - الافتتاح (۹۷۸) سنن أبي داود - الصلاة (۷۹۸) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (۸۲۹) سنن الدارمي - الصلاة (۱۲۹۱) سنن الدارمي - الصلاة (۱۲۹۲)

شرح الاحادیث

قوله: وَيُسْمِعُنَا الْآيَةَ أَحْيَانًا: یعنی سری نمازوں میں بعض مرتبہ آپ ﷺ ایک آیت جہراً بھی پڑھ دیتے تھے، اس پر شیخ ابن حجر مکی شافعی لکھتے ہیں کہ یا تو غلبہ استغراق فی التذکر کی وجہ سے ایسا ہو جاتا ہو گا یا قصد البیان الجواز، اور پایہ بتلانے کیلئے کہ سری نمازوں میں بھی قرأت ہے، اور پایہ بتلانے کیلئے کوئی سورت تلاوت کر رہے ہیں^①، اس پر ملا علی قاری حنفی فرماتے ہیں کہ حنفیہ کے نزدیک بیان جواز کی توجیہ درست نہ ہوگی اس لئے کہ لکے نزدیک جہری میں جہراً اور سری میں سر اُڑھنا واجب ہے الا یہ کہ یہ کہا جائے مراد یہ ہے کہ قرأت سریہ میں ایک دو آیت کا جہراً ہو جانا وہ سر کے منافی نہیں لا یخرجہا عن السر^②، اور امام نوویؒ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے جیسا کہ منہل میں ہے کہ شافعیہ کے یہاں سری نمازوں میں سر اُڑھنا اور جہری میں جہراً پڑھنا سنت کے قبیل سے ہے واجب نہیں^③۔

قوله: وَكَانَ يُطَوِّلُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى مَا لَا يُطَوِّلُ فِي الْثَانِيَةِ: تطويل القراءة في الركعة الأولى میں اختلاف علمہ: امام محمدؒ اور ایسے ہی مالکیہ اور شافعیہ کے ایک قول میں اطالۃ الاولی تمام نمازوں میں مستحب ہے، امام نوویؒ فرماتے ہیں تطویل اولی والا قول ہی صحیح اور مختار ہے^④، اور بعض علماء جن میں امام ابو حنیفہؒ والیو یوسف بھی ہیں فرماتے ہیں کہ اولی اور مستحب قرأت میں تسویہ بین الاولیین ہے جیسا کہ بہت سی روایات سے معلوم ہوتا ہے، مثلاً اگلے باب میں آیہ الی حدیث ابو سعید خدریؓ جس میں یہ ہے کہ آپ ﷺ کی قرأت ظہر کی رکعتین اولیین میں بقدر ثلاثین آیت ہوتی تھی، البتہ شیعین صرف صلاۃ فجر میں اطالۃ الاولی کے قائل ہیں اس لئے کہ وہ نوم وغفلت کا وقت ہے۔

اور فریق ثانی کے نزدیک حدیث الباب کا جواب یہ ہے کہ یہ اطالۃ قرأت کی وجہ سے نہیں تھی بلکہ دعا استغفار اور تعوذ کی وجہ سے، اور امام بیہقیؒ نے احادیث تطویل والتسویہ کے درمیان جمع اس طور پر کیا ہے کہ تطویل اس صورت میں ہے جبکہ امام کو کسی کا انتظار ہو ورنہ تسویہ اولی ہے، بعض نے توجیہ یہ کی ہے کہ اطالۃ اولی ترتیل فی القراءة کی وجہ سے معلوم ہوتی تھی نہ کہ مقدار مقررہ کی زیادتی کی وجہ سے^⑤۔

① بذل الجہود فی حل أبي داود - ج ۵ ص ۱۴

② مرآۃ المفاتیح شرح مشکاة المصابیح - ج ۲ ص ۵۱۵

③ النہاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج ج ۴ ص ۱۴۵، النہل العذب الورد شرح سنن أبي داود - ج ۵ ص ۲۲۱

④ النہاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج ج ۴ ص ۱۴۵

⑤ النہل العذب الورد شرح سنن أبي داود - ج ۵ ص ۲۲۲

قوله: فَقُلْنَا أَنَّهُ يُرِيدُ بِذَلِكَ أَنْ يُذْكَرَ النَّاسُ الرَّكْعَةُ الْأُولَى: **تطويل الأولى میں حکمت:** اس سے تہنیتی والی توجیہ کی فی الجملہ تائید ہوتی ہے جو ابھی قریب میں گزری، نیز اطالہ اولی کی حکمت ایک تویہ ہوئی جو صحابی فرما رہے ہیں کہ آئیوا لا مسبق نہ ہو اور ایک حکمت بعض علماء نے بیان کی ہے کہ اسکی وجہ یہ ہے کہ نماز کے شروع میں نشاط زیادہ ہوتا ہے تو اس میں خشوع و خضوع بھی زیادہ ہوتا ہے اور وہی مقصود بھی ہے، بخلاف بعد کی رکعات کے، غرضیکہ بخوف ملل بعد کی رکعات میں ترک اطالہ شروع ہے، مصنف ابن ابی شیبہ (کما فی الفتح) کی ایک روایت ہے: **كَانُوا أَيْ الصَّخَابَةُ يُسْمُونَ وَيُحْزِنُونَ وَيُبَادُونَ الْوُسُوسَةَ** یعنی صحابہ کرام نماز کامل پڑھتے تھے اور ساتھ ہی میں ایجاز و اختصار کو ملحوظ رکھتے تھے تاکہ نماز میں وسوسہ کی نوبت نہ آئے^۱، میں نے اپنے والد مرحوم سے سنا کہ حضرت مولانا الیاس صاحب خور اللہ مرقدہ فرماتے تھے کہ مختصر نماز میں زیادہ جی لگتا ہے۔

۸۰۱ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدُ بْنُ زِيَادٍ، عَنْ الْأَعْمَشِ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُثْمِينَ، عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ، قَالَ: قُلْنَا لِحَبَابٍ: هَلْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ؟ قَالَ: نَعَمْ، قُلْنَا بِمَ كُنْتُمْ تَعْرِفُونَ ذَلِكَ؟ قَالَ: «بِاضْطِرَابٍ لِحَبِيبِهِ».

ابو معمر کہتے ہیں ہم نے حباب سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ ظہر اور عصر کی نماز میں قرأت فرمایا کرتے تھے تو انہوں نے فرمایا ہاں ہم نے پوچھا آپ لوگ حضور ﷺ کی قرأت کو کس طرح پہچانتے تھے تو حضرت حباب نے ارشاد فرمایا: ہم حضور ﷺ کی داڑھی مبارک کے حرکت کرنے سے پہچان لیتے تھے کہ آپ ﷺ تلاوت فرما رہے ہیں۔

صحیح البخاری - الأذان (۷۱۳) سنن ابی داؤد - الصلاة (۸۰۱) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۸۲۶) مسند احمد - أول مسند البصريين (۱۰۹/۵) مسند احمد - أول مسند البصريين (۱۱۲/۵) مسند احمد - من مسند القبائل (۳۹۵/۶)

حضرت حبابؓ فرما رہے ہیں کہ حضور ﷺ کی لمحیہ مبارکہ حالت قیام میں متحرک ہوتی ہے، استدلال کیلئے اضطراب لمحیہ کیساتھ ایک اور مقدمہ بھی شامل کرنا ہو گا وہ یہ کہ قیام محل قرأت ہے جس طرح رکوع و سجود محل اذکار، ورنہ نفس اضطراب سے مطلق پڑھنے کا ثبوت ہوتا ہے خواہ وہ تسبیح ہو یا تلاوت قرآن۔

۸۰۲ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَفَّانُ، حَدَّثَنَا هَبَّامٌ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَحَادَةَ، عَنْ رَجُلٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي أَدَى، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «كَانَ يَقُومُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى مِنْ صَلَاةِ الظُّهْرِ حَتَّى لَا يُسْمَعَ وَقْعُ قَدَمِهِ».

عبد اللہ بن ابی ادوی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ظہر کی نماز کی پہلی رکعت میں اتنا طویل قیام فرماتے

یہاں تک کہ آپ کو نماز میں شریک ہونے والے صحابہ کے پاؤں رکھنے کی آواز سنائی نہ دیتی۔

سنن ابی داؤد - الصلاة (۸۰۲) مسند احمد - أول مسند الكوفيين (۳۵۶/۴)

قوله: حَتَّى لَا تُسْمَعَ وَفَعَّ قَدَمًا: اس پر کلام ہمارے یہاں ابی لاکوڑہ إِلَى الصَّلَاةِ وَأَنَا أُرِيدُ أَنْ أَطْوِلَ

یہاں، فَأَسْمَعُ بِنَاءُ الْقَصَبِ کے ذیل میں آچکا

باب تخفيف الاخرين: آخرین میں تخفیف اس لئے ہوتی ہے کہ ان میں ضم سورت نہیں ہے چنانچہ جمہور علماء اور ائمہ

فاری کا یہی مذہب ہے امام شافعی کا قول قدیم بھی یہی ہے ان کے قول جدید میں ضم سورت فی الاخرین بھی مستحب ہے۔

نماز میں فاتحہ کیساتھ ضم سورت میں اختلاف: اب رہا یہ مسئلہ کہ اولین میں ضم سورت واجب ہے یا سنت
یواس میں اختلاف ہے، خفیہ اور بعض مالکیہ جیسے ابن کمنانہ کے نزدیک ضم سورت فی الاولین واجب ہے، اور باقی ائمہ خلافت کے
زریک مستحب ہے۔

۱۳۱۔ باب تخفيف الاخرين

معرض نماز کی آخری دو رکعتوں کو ہلکا پڑھنے کا بیان

۸۰۲۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غُمَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَبِي عَمْرٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: قَالَ عُمرُ لِسَعْدِ بْنِ
فَدَشَكَالَ النَّاسُ فِي كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى فِي الصَّلَاةِ قَالَ: أَمَّا أَنَا «فَأَمْدُ فِي الْأُولَيَيْنِ، وَأُخِرَتُ فِي الْآخِرَتَيْنِ، وَلَا أَلَوْ مَا اقْتَدَيْتُ بِهِ مِنْ
صَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ» قَالَ: ذَلِكَ الظَّنُّ بِكَ.

حضرت عمرؓ نے سعد بن ابی وقاصؓ سے فرمایا کہ لوگوں نے (اہل کوفہ مراد ہیں) تمہاری ہر چیز میں شکایت
کہا ہے یہاں تک کہ نماز کے متعلق بھی شکایت کی ہے (کہ آپ صحیح طریقہ سے نماز نہیں پڑھاتے) حضرت سعدؓ نے فرمایا کہ میں
پہلی دو رکعتوں میں قرأت لمبی کرتا ہوں اور آخری دو رکعتوں میں قرأت میں تخفیف کرتا ہوں (کہ اس میں صرف سورۃ فاتحہ
پڑھتا ہوں) اور میں نے نبی اکرم ﷺ کی اقتداء میں جو نماز ادا کی اس نماز کے طریقہ سے کمی نہیں کرتا حضرت عمرؓ نے ارشاد
فرمایا: آپ کے متعلق میرا یہی گمان ہے۔

صحیح البخاری - الاذان (۷۲۲) صحیح مسلم - الصلاة (۵۳) سنن النسائي - الافتتاح (۱۰۰۲) سنن النسائي - الافتتاح
(۱۰۰۲) سنن ابی داؤد - الصلاة (۸۰۳)

قوله: قَالَ عُمرُ لِسَعْدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ النَّاسُ فِي كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى فِي الصَّلَاةِ: حضرت عمرؓ کے زمانہ میں

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو کوفہ تھے وہاں کے کچھ لوگوں کو ان سے شکایات ہو گئی تھیں، جو حضرت عمرؓ کے پاس پہنچتی
رہتی تھیں، اس پر حضرت عمرؓ ان سے فرماتے ہیں یہ بیابان ہے کہ لوگ یعنی اہل کوفہ تمہاری ہر چیز میں شکایت کرتے ہیں یہاں
تک کہ نماز کے بارے میں بھی (کہ اچھی طرح نہیں پڑھتے) تو سن پر انہوں نے عرض کیا کہ میں نماز اس طرح پڑھتا ہوں

کہ اولین میں قرأت کو دراز کرتا ہوں اور آخرین میں مختصر۔

قوله: وَلَا أَلُو مَا اقْتَدَيْتَ بِهِ الخ: یہ مضارع منفی واحد متکلم کا صیغہ ہے الا یا لو الو اسے جس کے معنی تقصیر اور کوتاہی کے ہیں، کہا فی قوله تعالیٰ لَا يَأْلُو نَكْهَ حَتَّىٰ آتَا^۱ یعنی نہیں کوتاہی کرتا ہوں میں اس طرح نماز پڑھانے میں جس طرح میں نے حضور ﷺ کی اقتداء میں پڑھی ہے، بلکہ جس طرح آپ ﷺ پڑھاتے تھے اسی نہج پر میں بھی پڑھاتا ہوں، اور وہ نہج وہی ہے جو اوپر آچکا، تطویل الاولیین، و تخفیف الاخریین وغیرہ، بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ معتبر ضمین تسویہ بین الاولیین کے قائل ہوں گے، حضرت عمرؓ نے ان کا جواب سن کر فرمایا کہ ہمیں تمہارے ساتھ یہی حسن ظن تھا، یہ حدیث یہاں مختصر ہے۔ صحیحین میں تفصیل کے ساتھ ہے، بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے شکایات کی تحقیق حل کیلئے حضرت سعدؓ کیساتھ چند آدمیوں کو کوفہ بھیجا، چنانچہ ان لوگوں نے وہاں جا کر ہر مسجد میں پہنچ کر اس کے بارے میں تحقیق و تفتیش کی پوچھنے پر سب نے ان کی تعریف ہی کی اور یہ کہ سب شکایات غلط ہیں، یہاں تک وہ قبیلہ بنو عیس کی مسجد میں پہنچے، ان میں سے ایک شخص جس کا نام اسامہ بن قراہہ لکھا ہے وہ کھڑا ہوا اور اس نے ان کی شکایات کیں اور کہا لَا يَسِيرُ بِالسَّيْرِ بَلَّ وَلَا يَقْسِمُ بِالسَّوِيَّةِ وَلَا يَغْدُلُ فِي الْقَضِيَّةِ کہ کسی سر یہ میں خود کبھی نہیں نکتے اور مال غنیمت وغیرہ کی تقسیم میں برابری نہیں کرتے، اور ایسے ہی فیصلوں میں انصاف نہیں کرتے، یہ سن کر حضرت سعدؓ نے اس کو چند بد دعائیں دیں کہ اے خدا اگر یہ شکایات غلط ہوں تَا طُلَّ عُمُرُكَ وَ أَطْلَ فَقَرُّكَ وَ عَزَّضَهُ بِالْفَتَنِ، شکایات چونکہ غلط تھیں اس لئے سعدؓ کی یہ بد دعائیں قبول ہوئیں، چنانچہ راوی کہتا ہے کہ میں نے خود دیکھا ہے اس شخص کو کہ اس کی عمر بہت زیادہ دراز ہوئی ابر و تنک سفید ہو گئے، فقر میں مبتلا ہوا راستوں اور گلیوں میں مانگتا ہوا اور لڑکیوں کو چھیڑتا ہوا اور ذلیل و رسوا ہوتا ہوا پھرتا تھا^۲، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اہل اللہ کی بد دعا سے بچائے۔

۸۰۴

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ يَحْيَى النَّفِيلِيُّ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا مَنْصُورٌ، عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ مُسْلِمٍ الْهَجَرِيُّ، عَنْ أَبِي الصَّدِيقِ النَّجَاشِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخَدْرِيِّ، قَالَ: «حَزَرْنَا قِيَامَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فَحَزَرْنَا قِيَامَهُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ قَدْرَ ثَلَاثِينَ آيَةً قَدْرَ الْمِ تَنْزِيلِ السَّجْدَةِ، وَحَزَرْنَا قِيَامَهُ فِي الْأُخْرَيَيْنِ عَلَى النِّصْفِ مِنْ ذَلِكَ، وَحَزَرْنَا قِيَامَهُ فِي الْأُولَيَيْنِ مِنَ الْعَصْرِ عَلَى قَدْرِ الْأُخْرَيَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ وَحَزَرْنَا قِيَامَهُ فِي الْأُخْرَيَيْنِ مِنَ الْعَصْرِ عَلَى النِّصْفِ مِنْ ذَلِكَ».

سُحُور

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے ظہر اور عصر کی نماز میں رسول اللہ ﷺ کے قیام کا اندازہ لگایا تو ہم نے ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں جناب رسول اللہ ﷺ کا قیام تیس آیات کے برابر پایا (اللہ ۱) تَنْزِيلُ السَّجْدَةِ کے بقدر ہر

① وہ کی نہیں کرتے تمہاری خرابی میں (سورۃ آل عمران ۱۱۸)

② صحیح البخاری - کتاب الأذان - باب وجوب القراءة للإمام والمأموم في الصلوات كلها في الحضر والسفر وما يجهر فيها وما يخافت ۷۳۲

رکعت میں اتنی دیر قیام ہوتا تھا اور ہم نے فرض نماز کی آخری دور کعتوں میں آپ کے قیام کا اندازہ لگایا تو وہ پہلی دور کعتوں کے قیام کی مقدار کے آدھے کے بقدر تھی..... اور ہم نے یہ اندازہ لگایا کہ حضور ﷺ نماز عصر کی پہلی دور کعتوں میں اتنا قیام کرتے تھے جتنا کہ نماز ظہر کی آخری دور کعتوں میں قیام فرمایا کرتے تھے اور ہم نے اندازہ لگایا کہ نماز عصر کی آخری دور کعتوں کا قیام نماز عصر کی پہلی دور کعتوں کے قیام کا آدھا تھا۔

صحیح مسلم - الصلاة (۴۵۲) سنن النسائي الصلاة (۴۷۵) سنن النسائي - الصلاة (۴۷۶) سنن ابی داود - الصلاة (۸۰۴) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۸۲۸) مسند احمد - باقي مسند المكثرين (۸۵/۳) سنن الدارمي - الصلاة (۱۲۸۸)

اس حدیث سے تین باتیں معلوم ہوئیں: ① عدم اطالة الأولى، أي لتسوية بين الركعتين في القراءة كما هو مسلك الشيخين واحد قولی الشافعی کما تقدم، ② ظہر کی پہلی دور کعتوں میں سے ہر ایک میں تیس آیات کے بقدر پڑھنا جیسا کہ مسلم کی روایت میں اس کی تصریح ہے۔

③ ضم سورت فی الاخرین: اس لئے کہ تیس کا نصف پندرہ ہوتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ ظہر کی اخیر کی ہر دور کعت میں پندرہ آیات تلاوت فرماتے تھے جبکہ سورۃ فاتحہ میں صرف سات آیات ہیں، لیکن یہ مسلک جمہور کے خلاف ہے اس لئے کہ عند الجمہور والاکثمة الثلاثة ضم سورت فی الاخرین غیر مستحب ہے اور قول قدیم امام شافعی کا بھی یہی ہے، البتہ ان کے قول جدید میں مستحب ہے، بذل میں اس کے دو جواب ① لکھے ہیں: ① اول یہ احتمال ہے کہ آپ ﷺ اخیرین میں سورۃ فاتحہ کو ترسیل سے پڑھتے ہوں لہذا یہ ظن راوی ہے، ② اور دوسرا جواب یہ لکھا ہے کہ ممکن ہے آپ گاہے بیان جواز کے لئے ایسا کرتے ہوں، ③ اس لئے کہ عند الاحتاف یہ صرف مکروہ تنزیہی ہے۔

قوله: فی الاخرین من العَصْرِ عَلَى التَّصْفِ مِنْ ذَلِكَ: اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ عصر کی اخیرین میں آپ نے ضم سورت نہیں کیا۔

۱۳۲ - بَابُ قَدْرِ الْقِرَاءَةِ فِي صَلَاةِ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ

نماز ظہر اور نماز عصر میں کی جانے والی قرأت کی مقدار کا بیان
یہاں سے مصنف صلوات خمسہ میں قرأت مستحبہ کی مقدار بیان فرمانا چاہتے ہیں، اس سلسلہ میں روایات مرفوعہ بھی ہیں اور

① اور حاشیہ بذل (ج ۵ ص ۱۹) میں حافظ ابن القیم کی کتاب الصلوۃ سے اس کا جواب یہ نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ اگرچہ یہ حدیث ضم سورت فی الاخرین پر مرتبہ اللہ ہے لیکن حدیث ابو قتادہ جو حسن ملیہ ہے وہ اس کے معارض ہے، اُنہ التَّصْفِ لَکَانَ يَقْرَأُ فِي الْاَوَّلِينَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُورَتَيْنِ مِنَ الْاٰخِرِينَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ لَمْ يَذْكُرِ السُّورَتَيْنِ فِي الْاَوَّلِينَ وَالْاَقْصَا عَلَى الْفَاتِحَةِ فِي الْاٰخِرِينَ قَدْ دَلَّ عَلَى الْاِخْتِصَاصِ وَحَدِيثُ الْبَابِ لَيْسَ صَرِيحًا بِخَرَزٍ وَتَحْمِينٍ، ۱۲۔

② بذل المجہود فی حل ابی داود - ج ۵ ص ۱۹

موقوفہ بھی، روایات مرفوعہ میں اوپر ابو سعید خدریؓ کی روایت گزر چکی کہ ظہر اور عصر میں آپ ﷺ تَنْزِيلُ السَّجْدَةِ کے برابر قرأت کرتے تھے یہ روایت مسلم شریف میں بھی ہے، اور دوسری روایت جابر بن سمرہؓ کی ہے جو سنن ثلاثہ کی روایت ہے، امام ابوداؤد، ترمذی و نسائی نے اس کو روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ ظہر اور عصر میں سورہ بروج اور سورہ طارق کے برابر سورتیں پڑھتے تھے۔

قرأت مستحبہ کے بارے میں اثر عمر: اور احادیث موقوفہ میں مشہور اس سلسلہ میں وہ اثر عمرؓ ہے جو مصنف عبد الرزاق میں ہے، اور امام ترمذیؒ نے بھی ہر باب میں الگ الگ اس کے ٹکڑے تعلیقا ذکر کئے ہیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں وَهُوَ يَنْصِبُ عُمَرَ، أَنَّهُ كَتَبَ إِلَى أَبِي مُوسَى: «أَنْ اقْرَأَ فِي الظُّهْرِ بِأَوْسَاطِ الْمُفْصَلِ»^①، اس اثر عمرؓ کو صاحب ہدایہ نے بھی ذکر فرمایا ہے، نصب الرایۃ^② میں اس کی تفصیل ہے۔

اب یہاں دو چیزیں قابل تحقیق ہیں: ① اول طوال مفصل و اوساط و قصار کا مصداق اور ان کی تعیین، ② اور ثانی صلوات خمسہ میں قرأت مستحبہ الاربعة الاربعة۔

صلوات خمسہ میں قرأت مستحبہ عند الانعماء الاربعة: حنفیہ کے نزدیک طوال مفصل کی ابتداء سورہ حجرات سے آخر سورہ بروج تک ہے، اور اوساط مفصل کی سورہ طارق سے لم یکن کے آخر تک اور قصار اذا زلزلت سے الی آخر القرآن، اور مالکیہ و شافعیہ دونوں کے نزدیک بھی طوال کی ابتداء حجرات سے ہے اور حنابلہ کے نزدیک سورہ ق سے، پھر شافعیہ و حنابلہ کے نزدیک عَمَّ مَتَّاءُ لَوْنٍ تک، اور مالکیہ کے نزدیک والنَّازِعَاتُ تک، پھر اس سے آگے واللیل تک تینوں ائمہ کے نزدیک اوساط مفصل ہیں اور داعیؒ سے اخیر تک قصار، اور مسئلہ ثانیہ میں اختلاف^③ اس طرح ہے اس پر تو سب کا اتفاق ہے کہ نمازوں میں سے کسی نماز میں بھی کسی سورت کی تخصیص واجب نہیں، البتہ استنباطاً تخصیص کے اکثر علماء قائل ہیں، اس پر تو اتفاق ہے کہ صبح میں طوال مفصل اور مغرب میں قصار کا پڑھنا مستحب ہے اور ظہر میں دو قول ہیں، طوال مفصل، یا اوساط، اور عصر و عشاء میں عند الجمهور اوساط مفصل اور مالکیہ کے نزدیک عصر میں بھی مثل مغرب کے قصار کا پڑھنا اولیٰ ہے۔

۸۰۵ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ يَمَالِثِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «كَانَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ بِالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ، وَالسَّمَاءُ ذَاتُ الْبُرُوجِ وَتَحْوِهَا مِنَ السُّورِ».

① جامع الترمذی - کتاب الصلاة - باب ماجاء فی القراءة فی الظہر والعصر ۳۰۷

② نصب الرایۃ لأحادیث الهدایۃ - ج ۲ ص ۵

③ ائمہ ثلاثہ کے مذہب کی تفصیل اس طرح ہے مالکیہ کے نزدیک یہ ہے کہ ظہر میں صبح کی نماز سے ذرا کم، اور عشاء میں اوساط مفصل اور عصر و مغرب میں قصار مفصل، اور حنابلہ کے نزدیک (کما فی الردض الرابع) صبح کی نماز میں طوال مفصل اور مغرب میں قصار اور باقی تین نمازیں، ظہر عصر، عشاء میں اوساط مفصل اور شافعیہ کے نزدیک یہ ہے کہ ظہر میں قرأت صبح کے قریب قریب اور عصر و عشاء میں اوساط اور مغرب میں قصار، ۱۲۔

جابر بن سمرہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نماز ظہر اور نماز عصر میں وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ اور

وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوجِ اور ان دونوں سورتوں جیسی سورتیں پڑھا کرتے۔

صحیح مسلم - الصلاة (۴۵۹) سنن النسائي - الافتتاح (۹۸۰) سنن أبي داود - الصلاة (۸۰۵) مسند أحمد - أول مسند البصريين

(۸۶/۵) مسند أحمد - أول مسند البصريين (۸۸/۵) مسند أحمد - أول مسند البصريين (۱۰۱/۵) مسند أحمد - أول مسند البصريين (۱۰۸/۵)

۸۰۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَمَاتٍ، سَمِعَ جَابِرَ بْنَ سَمُرَةَ، قَالَ: «كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وَخَّصَتِ الشَّمْسُ صَلَّى الظُّهْرَ وَقَرَأَ بِتَحْوِ مِنْ وَاللَّيْلِ إِذَا بَغَى وَالْعَصْرَ كَذَلِكَ وَالصَّلَاةَ كَذَلِكَ إِلَّا الصُّبْحَ فَإِنَّهُ كَانَ يُطِيلُهَا».

جابر بن سمرہ کہتے ہیں کہ جب زوال شمس ہو جاتا رسول اللہ ﷺ نماز ظہر ادا فرماتے اور اس نماز ظہر میں وَاللَّيْلِ إِذَا بَغَى جیسی سورت کی قرآن فرماتے اور عصر کی نماز میں بھی وَاللَّيْلِ إِذَا بَغَى جیسی سورت کی تلاوت فرماتے اور تمام نمازوں میں ایسے ہیں قرأت فرمایا کرتے سوائے نماز فجر کے کہ اس میں حضور ﷺ طویل قرأت فرمایا کرتے۔

صحیح مسلم - الصلاة (۴۵۹) صحیح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (۶۱۸) سنن النسائي - الافتتاح (۹۸۰)

سنن أبي داود - الصلاة (۸۰۶) سنن ابن ماجه - الصلاة (۶۷۲) مسند أحمد - أول مسند البصريين (۸۶/۵) مسند أحمد - أول مسند البصريين

(۸۸/۵) مسند أحمد - أول مسند البصريين (۱۰۱/۵) مسند أحمد - أول مسند البصريين (۱۰۸/۵)

۸۰۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيْسَى، حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، وَتَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، وَهُشَيْمٌ، عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ، عَنْ أُمِّةٍ، عَنْ أَبِي جَحْلَزٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «سَجَدَ فِي صَلَاةِ الظُّهْرِ، ثُمَّ قَامَ فَزَكَرَ قَرَأْنَا أَنَّهُ قَرَأَ تَزْوِيلَ السَّجْدَةِ». قَالَ ابْنُ عِيْسَى: لَمْ يَذْكُرْ أُمِّيَّةٌ أَحَدًا إِلَّا مُعْتَمِرًا.

ابن عمر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی نماز میں سجدہ تلاوت والی آیت پڑھ کر سجدہ تلاوت فرمایا پھر آپ ﷺ سجدے سے کھڑے ہو گئے پھر آپ ﷺ نے رکوع فرمایا تو ہم نے یہ خیال کیا کہ حضور ﷺ نے سورۃ تَزْوِيلَ السَّجْدَةِ کی تلاوت فرمائی ہے۔ مصنف کے استاد محمد بن عیسیٰ کہتے ہیں معمر بن سلیمان راوی سلیمان التیمی کے بعد ابو جحلز سے پہلے امیہ راوی کا واسطہ ذکر کرتے ہیں اس میں معمر راوی منفرد ہیں (سلیمان تیمی کے باقی شاگرد اس روایت کو سلیمان تیمی سے بلا واسطہ ابو جحلز سے نقل کرتے ہیں)۔

سنن أبي داود - الصلاة (۸۰۷) مسند أحمد - مسند الكثرين من الصحابة (۸۲/۲)

۸۰۸ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ هُوسَى بْنِ سَالِمٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، فِي شَبَابٍ مِنْ بَنِي هَاشِمٍ فَقُلْنَا لِمَ شَابَ مِنَّا: سَلِ ابْنَ عَبَّاسٍ أَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ؟ فَقَالَ: لَا، لَا، فَقِيلَ لَهُ: فَلَعَلَّهُ كَانَ يَقْرَأُ فِي نَفْسِهِ، فَقَالَ: مُحَمَّشًا هَذِهِ شَرْ مِنْ الْأُولَى، كَانَ عَبْدًا مَأْمُورًا ابْلَغَ مَا أُرْسِلَ بِهِ وَمَا اخْتَصَّصْنَا دُونَ

النَّاسِ بِشَيْءٍ إِلَّا بِثَلَاثٍ خِصَالٍ «أَمَرْنَا أَنْ تُسَبَّحَ الوُضُوءُ، وَأَنْ لَا تُأْكَلَ الصَّدَقَةُ، وَأَنْ لَا تُذَيَّ الحِمَاءُ عَلَى الْقَدَسِ»

ترجمہ عبد اللہ بن عبید اللہ کہتے ہیں کہ میں ابن عباسؓ کی خدمت میں حاضر ہوا بنو ہاشم کے چند جوان افراد کے ساتھ تو ہم نے اپنے ایک نوجوان شخص سے کہا کہ آپ ابن عباسؓ سے پوچھیے کیا رسول اللہ ﷺ ظہر اور عصر میں قرأت فرمایا کرتے تھے تو ابن عباسؓ نے ان کے سوال کرنے پر دو مرتبہ فرمایا نہیں تو ابن عباسؓ سے عرض کیا گیا شاید رسول اللہ ﷺ نماز ظہر اور عصر میں سرائے قرأت فرماتے ہوں تو ابن عباسؓ نے فرمایا تمہارا چہرہ زخمی ہو جائے سری قرأت کرنا تو قرأت نہ کرنے سے زیادہ برا ہے حضور ﷺ تو اللہ پاک کی طرف سے مامور بندے تھے آپ کو جو پیغام دیا گیا آپ نے پہنچایا اور عام لوگوں سے بطور خصوصیت کے ہمیں کسی حکم کو خاص طور پر آپ نے حکم نہیں دیا مگر تین باتوں کا ① ہمیں حضور ﷺ نے حکم دیا کہ ہم وضو کامل طریقہ پر ساری شرائط اور آداب کی رعایت سے کیا کریں ② ہم صدقہ کا مال نہ کھائیں ③ اور ہم گھوڑی پر گدھے کو جفتی کرا کر اس سے خچر کی نسل پیدا ہونے کا سبب نہ بنیں۔

شرح جامع الترمذی - الجہاد (۱۷۰۱) سنن النسائی - الطہارۃ (۱۴۱) سنن النسائی - الخلیل (۳۵۸۱) سنن ابی داؤد - الصلاة (۸۰۸) سنن ابن ماجہ - الطہارۃ و سننھا (۴۲۶) مسند احمد - من مسند بی ہاشم (۲۲۵/۱) مسند احمد - من مسند بی ہاشم (۲۴۹/۱)

شرح الحدیث قولہ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُثَيْبٍ اللَّهُ، قَالَ: وَخَلْتُ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، فِي شَبَابٍ مِنْ بَنِي هَاشِمٍ: حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کے پوتے جن کا نام عبد اللہ ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں بنو ہاشم کے چند نوجوانوں کے ساتھ حضرت ابن عباسؓ کی خدمت میں پہنچا اور ان سے سوال کیا کہ کیا آپ ﷺ ظہر اور عصر میں سری نمازوں میں قرأت فرماتے تھے؟ انہوں نے فرمایا نہیں، ان سے کہا گیا کہ شاید سر اڑھتے ہوں تو اس پر ناراض ہوئے، فَقَالَ: تَحْمِشًا هَذِهِ شَرْعٌ مِنَ الْأُولَى تِيرَامَنَةُ نَوْجٍ لِيَا جَائِئِ، اصل میں تھا عَمَشْ خَمِشًا ①، اور فرمایا کہ یہ بات یعنی قرأت سر پہلی بات یعنی عدم قرأت سے بُری ہے، اس لئے کہ آپ ﷺ اللہ کے بندے تھے جو خلیفہ احکام کے مامور و مکلف تھے، بظاہر مطلب یہ ہے کہ اگر ان دو نمازوں میں قرأت ہوتی تو آپ ﷺ ہمیں یہ بات ضرور بتاتے اور ہمیں بھی کیا بتاتے بلکہ سب کو بتاتے، کیونکہ احکام شرع عام ہیں کسی کے ساتھ خاص نہیں ہاں البتہ بعض احکام ہیں جو بنو ہاشم کے ساتھ خاص ہیں، اور پھر آگے انہوں نے تین حکم بیان کئے۔

قولہ: أَمَرْنَا أَنْ تُسَبَّحَ الوُضُوءُ، وَأَنْ لَا تُأْكَلَ الصَّدَقَةُ، وَأَنْ لَا تُذَيَّ الحِمَاءُ عَلَى الْقَدَسِ: ان تین چیزوں میں سے درمیانی چیز تو واقعی بنو ہاشم کے ساتھ خاص ہے، اور پہلی و تیسری یعنی اسباغ وضوء اور انزاء الحمار علی الخلیل کسی کے ساتھ خاص نہیں، اب یا تو یہ کہا جائے کہ وہ ان دو کو اپنے علم کے اعتبار سے خاص قرار دے رہے ہیں، یا ممکن ہے ان دو چیزوں کے ساتھ آپ ﷺ نے بنو ہاشم کو تاکید کے ساتھ مخاطب فرمایا ہو۔

اس کے بعد جانا چاہئے کہ آنحضرت ﷺ کے حق میں تو صدقہ نافلہ اور فرض دونوں حرام تھے، اور آپ ﷺ کی آل اور بنو ہاشم کے حق میں صدقہ مفروضہ کے بارے میں تو اتفاق ہے کہ وہ ان کیلئے جائز نہ تھا، البتہ صدقہ نافلہ کے جواز و عدم جواز میں اختلاف ہے۔ یہی مذہب ہمارا ہے اور یہی شافعیہ کا۔

انباء الجہاد علی الخیل جس سے بغل یعنی شجر وجود میں آتا ہے، سب علماء کے نزدیک جائز ہے، سوائے عمر بن عبدالعزیز کے، کہ ان سے کراہت منقول ہے، لہذا اس حدیث کو صرف خلاف اولیٰ پر محمول کیا جائیگا، اس لئے کہ یہ استبدال الادنیٰ بالخیر کے قبیل سے ہے، عمدہ چیز کو گھٹیا سے بدلتا، کیونکہ ظاہر ہے کہ بغل خیل سے ادنیٰ ہے، دیکھئے گھوڑا جہاد میں جتنا کام آسکتا ہے اتنا شجر نہیں آسکتا اسی لئے اس کا مال غنیمت میں مستقل حصہ بھی ہوتا ہے، نیز بعض روایات سے مترشح ہوتا ہے کہ جنت میں فرس کا وجود ہوگا، امام ترمذی نے مستقل باب باندھا ہے باب مَا جَاءَ فِي صِفَةِ خَيْلِ الْجَنَّةِ۔

۸۰۹۔ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ أَبِي نُبَيْسٍ، عَنْ ثَنَا هُشَيْمٍ، أَخْبَرَنَا حُصَيْنٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: «لَا أَدْرِي أَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ أَمْ لَا»۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ کیا رسول اللہ ﷺ ظہر اور عصر کی نماز میں قرأت فرماتے تھے یا نہیں؟ سنن ابی داود - الصلاة (۸۰۹) - مسند احمد - من مسند ابی ہاشم (۲۴۹/۱)

سری نمازوں میں قرأت کا ثبوت: اس روایت سے معلوم ہوا کہ اولاً ابن عباسؓ

ظہر میں قرأت کا انکار کرتے تھے اور کچھ روز بعد ان کو اس میں تردد ہو گیا تھا جب دوسرے صحابہؓ سے اس کے خلاف سننے میں آیا ہو گا اور پھر کچھ روز بعد ان دو نمازوں میں قرأت کے قائل ہو گئے تھے، کما حقہ الطحاوی فی شرح معانی الآثار^۱۔

۱۳۳۔ باب قَدْ رَأَى النَّبِيَّ اعْتَمِدَ فِي الْمَغْرِبِ

معرب کی نماز میں کی جانے والی قرأت کا بیان

۸۱۰۔ حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُثْمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ أُمَّ الْقُصْلِ بِنْتَ الْحَارِثِ، سَمِعَتْهُ وَهِيَ «يَقْرَأُ الْمُرْسَلَاتِ عَرَفًا»، فَقَالَتْ: يَا بَنِي لَقَدْ دَكَّرْتَنِي بِقِرَاءَتِكَ هَذِهِ السُّورَةُ إِنَّمَا «لَا خَيْرَ مَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ بِهَا فِي الْمَغْرِبِ»۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ ام الفضل نے انہیں (نماز میں) سورۃ المرسلات کی قرأت کرتے ہوئے سنا تو کہنے لگیں تیری اس سورۃ کی قرأت نے مجھے یاد کروادیا کہ یہ آخری سورت ہے جو مغرب کی نماز میں رسول اللہ ﷺ کو قرأت کرتے

ہوئے ساتھ۔

صحیح مسلم - الصلاة (۴۶۲) جامع الترمذی - الصلاة (۳۰۸) سنن النسائي - الافتتاح (۹۸۵) سنن النسائي - الافتتاح (۹۸۶) سنن ابی داؤد - الصلاة (۸۱۰) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۸۳۱) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۳۳۸/۶) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۳۴۰/۶) موطأ مالك - النداء للصلاة (۱۷۳)

شرح الحديث

ام الفضل حضرت ابن عباسؓ کی والدہ اور حضرت میمونہؓ کی بہن ہیں، انہوں نے ایک روز ابن عباسؓ کی قرأت سنی جب کہ وہ سورہ والمرسلات تلاوت کر رہے تھے یہ سن کر وہ فرمانے لگیں کہ اے بیٹے تو نے اس سورت کو پڑھ کر مجھے ایک خاص واقعہ کو یاد دلایا، وہ یہ کہ میں نے حضور ﷺ کی سب سے آخری قرأت جو سنی ہے وہ آپ ﷺ کا اسی سورت کو پڑھنا ہے جس کو آپ ﷺ نے مغرب کی نماز میں پڑھا تھا، بخاری کی ایک روایت میں تصریح ہے وہ فرماتی تھیں کہ یہ حضور ﷺ کی آخری نماز تھی اس کے بعد آپ ﷺ کو نماز پڑھنے کی نوبت نہیں آئی۔

آخر ما صلی رسول اللہ ﷺ کے بارے میں اختلاف روایات: جانتا چاہئے کہ یہ روایت اسی طرح بخاری میں بھی موجود ہے اور بخاری ہی کی ایک دوسری روایت میں جو حضرت عائشہؓ سے مروی ہے یہ ہے کہ آپ ﷺ کی آخری نماز ظہر کی ہے، اب ان دونوں روایتوں میں بظاہر تعارض ہو رہا ہے، جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ کی مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کی آخری وہ نماز جو جماعت کے کیسا تھ مسجد میں ادا فرمائی وہ ظہر ہے، اور ام الفضل کی مراد صلاۃ مغرب فی البیت ہے تو گویا ہر ایک کا آخر ہونا دو مختلف اعتبار سے ہے، اور آپ ﷺ کی وہ آخری نماز جو ہر اعتبار سے آخری تھی وہ ظاہر ہے کہ دو شنبہ کے دن صبح کی نماز ہے جس کو آپ ﷺ نے گھر میں منفرد ادا فرمایا جیسا کہ ثابت کیا ہے، اس کو حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں بخاری و مسلم کی روایات کو سامنے رکھتے ہوئے، اس میں امام بیہقی کی رائے ایک جدا گانہ ہے بعض روایات کے ظاہر کو دیکھتے ہوئے وہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کی آخری نماز دو شنبہ کی صبح والی حضرت ابو بکرؓ کے پیچھے جماعت کے ساتھ تھی، حافظ ابن کثیر نے اس رائے کی قوت کے ساتھ تردید کی ہے، یہ ساری بحث الفیض السمانی میں کسی قدر تفصیل سے مذکور ہے۔

۸۱۱ - حَدَّثَنَا الْقُعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرٍ بْنِ مُطْعِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «يَقْرَأُ الطُّورَ فِي الْمَغْرِبِ».

مصحف

جیر بن مطعم کہتے ہیں میں نے مغرب کی نماز میں رسول اللہ ﷺ کو سورہ طور کی قرأت کرتے ہوئے سنا۔

صحیح البخاری - الأذان (۷۳۱) صحیح البخاری - الجہاد والسیر (۲۸۸۵) صحیح البخاری - المغازی (۳۷۹۸)

تخریج

① صحیح البخاری - کتاب صفة الصلاة - باب القراءة في المغرب ۷۲۹

② اور یہ واقعہ یوم النہس کا ہے یعنی رفات سے چار دن پہلے کا، کما اثبتہ حافظ ابن کثیر بروایۃ البخاری، ۱۲۔

③ البدایہ والنہایہ - ج ۸ ص ۴۹ - ۵۳

صحیح البخاری - تفسیر القرآن (۵۷۳) صحیح مسلم - الصلاة (۴۶۳) سنن النسائی - الافتتاح (۹۸۷) سنن ابی داود - الصلاة (۸۱۱)
سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۸۳۲) مسند أحمد - أول مسند المذنبین رضي الله عنهم أجمعین (۸۰/۴) مسند أحمد - أول مسند
المذنبین رضي الله عنهم أجمعین (۸۳/۴) مسند أحمد - أول مسند المذنبین رضي الله عنهم أجمعین (۸۴/۴) مسند أحمد - أول مسند المذنبین
رضي الله عنهم أجمعین (۸۵/۴) موطأ مالك - النداء للصلاة (۱۷۲) سنن الدارمی - الصلاة (۱۲۹۵)

شرح الحديث قوله: يَقْرَأُ الطَّوِيلَ فِي الْمَغْرِبِ: اس حدیث کے بارے میں امام دارقطنیؒ کی رائے یہ ہے جیسا کہ ابن
رسلان نے لکھا ہے وہم فيه بعض الروايات في الركعتين بعد المغرب، وقال الترمذی كراه مالك الطوال في المغرب
(حاشية البذل^①)، جن روایات سے مغرب کی نماز میں تطویل قرأت ثابت ہوتی ہے، علماء نے اس کے مختلف جواب دیئے ہیں:
① لبيان الجواز، ② لعدم المشقة على القوم، ③ منسوخ، ④ لعله كان يقرأ بعض السورة الطويلة، قاله الطحاوی وابن
الجوزی، اور خاص طور سے جبیر بن مطعم کی حدیث کا جواب دارقطنی کے طرف سے گزر چکا۔

کیا مغرب کی نماز میں تطویل قرأت کا ثبوت ہے؟ یہ بات پہلے آپکی ہے کہ صبح کی نماز میں تطویل
اور مغرب کی نماز میں تقصیر فی القرات تقریباً متفق علیہ ہے، لیکن مغرب میں بعض علماء کا اختلاف منقول ہے، علامہ عینیؒ نے
سلف کی ایک جماعت سے اس میں تطویل نقل کی ہے، اور امام ترمذیؒ نے امام شافعیؒ سے نقل فرمایا کہ حضرت امام مالکؒ تطویل فی
المغرب کو مکروہ سمجھتے تھے، امام شافعیؒ فرماتے ہیں لیکن میں اس کو مکروہ نہیں سمجھتا ہوں بلکہ مستحب سمجھتا ہوں کہ ان سورتوں کو
بھی مغرب میں پڑھا جائے، اس پر حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ علامہ بغوی نے بھی شرح السنہ میں امام شافعیؒ سے اسی طرح استحباب
نقل کیا ہے، لیکن معروف عند الشافعیہ یہ ہے کہ ان لمی سورتوں کے پڑھنے میں نہ کراہت ہے نہ استحباب، حافظ فرماتے ہیں کہ
مغرب میں قصار مفصل کی تنصیص مجھے کسی حدیث مرفوعہ میں نہیں ملی سوائے ابن ماجہ کی ایک حدیث بروایت ابن عمرؓ مرفوعاً
جس میں یہ ہے کہ آپ ﷺ مغرب میں قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ^① اور قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ^② پڑھتے تھے، اور ایک وہ حدیث
ابو ہریرہؓ جس کی تخریج نسائی اور ابن خزیمہ وغیرہ نے کی ہے مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَشْبَهَ صَلَاةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ
فُلَانٍ قَالَ سَلِيمَانُ فَكَانَ يَقْرَأُ فِي الصُّبْحِ بِطَوَالِ الْمُفْصَلِ وَفِي الْمَغْرِبِ بِقِصَارِ الْمُفْصَلِ، اور ایسے ہی حدیث رافعؓ کاٹوا
يَنْتَصِلُونَ بَعْدَ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ^③، یہ بھی مغرب میں تخفیف قرأت پر دال ہے۔

۸۱۲ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عُذُوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ

① بذل السجود فی حل ابی داود - ج ۵ ص ۲۶

② تو کہہ اے مکروہ (سورة الكافرون ۱)

③ تو کہہ وہ اللہ ایک ہے (سورة الإخلاص ۱)

④ فتح الباری شرح صحیح البخاری - ج ۲ ص ۲۴۸

مَرْوَانُ بْنُ الْحَكَمِ، قَالَ: قَالَ لِي زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ: مَا لَكَ تَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِقِصَارِ الْفَقْطِ، وَقَدْ رَأَيْتَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «يَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِطَوْلِ الطَّوِيلَيْنِ»، قَالَ: فُلْكَ، مَا طَوَّلِي الطَّوِيلَيْنِ؟ قَالَ: الْأَعْرَافُ وَالْأُخْرَى الْأَنْعَامُ، قَالَ: وَسَأَلْتُ أَنَا ابْنَ أَبِي مُلَيْكَةَ، فَقَالَ لِي: مَنْ قِيلَ نَفْسِهِ الْمَائِدَةُ وَالْأَعْرَافُ.

مروان بن حکم کہتے ہیں مجھ سے زید بن ثابت نے کہا تمہیں کیا ہو گیا کہ تم مغرب کی نماز میں قصار مفصل پڑھتے ہو (سورۃ الضحیٰ سے لیکر سورۃ ناس تک کی سورتوں کو قصار مفصل کہتے ہیں) حالانکہ میں نے مغرب کی نماز میں رسول اللہ ﷺ کو دو طویل میں سے ایک زیادہ طویل سورۃ کو پڑھتے ہوئے سنا ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ میں نے عروہ سے پوچھا دو لمبی سورتوں میں سے ایک زیادہ لمبی سورت کا کیا مطلب ہے تو عروہ نے کہا پہلی سورۃ اعراف اور دوسری سورۃ انعام ابن جریج کہتے ہیں میں نے بھی ابن ابی ملیکہ سے (طول الطویلین کے بارے میں) سوال کیا تو ابن ابی ملیکہ نے اپنی طرف سے (اپنے شیخ عروہ سے پوچھے بغیر) کہا سورۃ المائدۃ اور سورۃ الاعراف۔

صحیح البخاری - الاذان (۷۳۰) سنن النسائی - الافتتاح (۹۹۰) سنن ابی داود - الصلاة (۸۱۲) مسند احمد - مسند الانصار، رضی اللہ عنہم (۱۸۷/۵) مسند احمد - مسند الانصار، رضی اللہ عنہم (۱۸۸/۵) مسند احمد - مسند الانصار، رضی اللہ عنہم (۱۸۹/۵)

زید بن ثابتؓ نے مروان سے فرمایا کہ کیا بات ہے آپ ہمیشہ مغرب میں قصار مفصل پڑھتے ہیں حالانکہ میں نے حضور ﷺ کو دیکھا ہے کہ مغرب میں آپ ﷺ دو لمبی سورتوں میں جو زیادہ لمبی ہے وہ پڑھتے تھے، اس پر عروہ سے پوچھا گیا کہ ان دو سورتوں سے کیا مراد ہے؟ تو انہوں نے کہا سورۃ اعراف اور سورۃ انعام، اور ان میں زیادہ طویل اعراف ہے، اعراف میں جو میں رکوع ہیں اور انعام میں میں رکوع، اور اس کے بارے میں ابن ابی ملیکہ سے سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ مراد سورۃ المائدۃ والا اعراف ہے، مائدہ میں صرف سولہ رکوع ہیں تو گویا زیادہ لمبی کا مصداق دونوں قول پر اعراف ہی ہوئی، اور ثانی کے مصداق میں اختلاف ہو گیا کہ وہ مائدہ ہے یا انعام۔

مقدار قرأت فی الصلوۃ میں صاحب بدائع کی رائے: جاننا چاہئے کہ قرأت مستحبہ کے بارے میں جو تفصیل شروع میں لکھی گئی ہے وہ جمہور فقہاء کی رائے ہے، اور فقہاء احناف میں سے صاحب بدائع کی رائے اس سے مختلف ہے وہ قرأت میں عدم تقدیر کے قائل ہیں، اور فرماتے ہیں کہ اس کا مدار وقت کی گنجائش اور قوم کی رعایت پر ہے^۱، یعنی نمازیوں کی رعایت زیادہ اہم اور مقدم ہے اس لئے کہ حدیث شریف میں مَنْ أَمَّ قَوْمًا فَلْيَحْقِفْ^۲ وارد ہوا ہے لہذا امام کیلئے مناسب یہ ہے کہ اتنی قرأت کرے کہ قوم پر گراں نہ ہو، حضرت شیخ فرماتے تھے کہ میرے والد مولانا محمد یحییٰؒ بھی اسی رائے کو پسند کرتے تھے،

۱ بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع - ج ۱ ص ۲۰۶

۲ مسند احمد - مسند الشامیین - حدیث عثمان بن ابی العاص عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۱۷۸۹۹

ایسے ہی در مختار وغیرہ میں تصریح ہے کہ مفصل کی سورتوں کو جو تقسیم نمازوں کے حق کی گئی ہے فلاں نماز میں فلاں سورت اور فلاں میں فلاں یہ حالت حضر میں ہے سفر میں نہیں اس میں اختیار ہے جیسا وقت کا تقاضا ہو۔

۱۳۴۔ باب من رأى التخييف فيها

باب ان فقہاء کی رائے کے موافق جو مغرب کی نماز میں ہلکی مشرآت کے متاثر ہیں ۸۱۲۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، أَنَّ أَبَاهُ، «كَانَ يَقْرَأُ فِي صَلَاةِ الْمَغْرِبِ بِنَحْوِ مَا تَقْرَأُونَ وَالْعَادِيَاتِ وَنَحْوِهَا مِنَ السُّورِ». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَذَا يُدَلُّ عَلَى أَنَّ ذَلِكَ مَنْسُوخٌ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَذَا أَصَحُّ. هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ کہتے ہیں اٹکے والد مغرب کی نماز میں سورۃ عادیات پڑھتے تھے (یعنی قصار مفصل)۔ امام ابو داؤد کہتے ہیں عروہ کا یہ فعل اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مغرب کی نماز میں طوال مفصل کی قرأت منسوخ ہو گئی ہے۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں یہ زیادہ صحیح ہے۔

شرح الحدیث قولہ: قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَذَا يُدَلُّ عَلَى أَنَّ ذَلِكَ مَنْسُوخٌ: یعنی یہ فعل عروہ اس بات پر دال ہے کہ وہ جو پہلے باب میں مغرب کی نماز میں لمبی سورتوں کا پڑھنا ثابت ہے وہ منسوخ ہے، نسخ ظاہر اس اعتبار سے ہے کہ گذشتہ روایت کے راوی عروہ تھے اور ان کا یہ عمل ان کی بیان کردہ روایت کے خلاف ہے اور مشہور ہے کہ راوی کا عمل اپنی روایت کے خلاف صحیح کی دلیل ہوا کرتا ہے، امام ابو داؤد کی رائے پر ابن حجرؒ نے اشکال کیا ہے کہ ام الفضل کی روایت جس میں مغرب کی نماز میں والمرسلات پڑھنا حضور ﷺ کا مذکور ہے جو کہ آپ ﷺ کی آخری نماز تھی اس کو منسوخ کیسے کہا جاسکتا ہے ۱، لیکن میں کہتا ہوں کہ اگر امام طحاویؒ اور ابن الجوزیؒ کی توجیہ کو لیا جائے تو پھر حافظ کا اشکال صحیح نہ ہوگا۔

۸۱۴۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ السَّرْحَسِيُّ، حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، قَالَ: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْحَاقَ، يُحَدِّثُ عَنْ عُمَرَ بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّهُ قَالَ: «مَا مِنْ الْمُفْصَلِ سُورَةٍ صَغِيرَةٍ وَلَا كَبِيرَةٍ، إِلَّا وَقَدْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرُدُّ النَّاسَ بِهَا فِي الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ».

شرح الحدیث عُمَرُ بْنُ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ کی سند سے روایت ہے کہ عبد اللہ کہتے ہیں مفصلات میں سے کوئی بڑی اور چھوٹی سورت ایسی نہیں ہے جسے میں نے رسول اللہ ﷺ سے فرض نماز میں لوگوں کی امامت کراتے ہوئے سنا نہ ہو۔ بذل میں لکھا ہے کہ یہ حدیث ترجمۃ الباب میں یعنی تخفیف فی المغرب سے کوئی مناسبت قریبہ نہیں رکھتی ۲۔

حدیث کی ترجمہ الباب سے مناسبت: میں کہتا ہوں کہ بات تو یہی ہے، لیکن یہ بھی کہا جاسکتا ہے، کہ اس حدیث سے مطلقاً تمام نمازوں میں تخفیف فی القرات مستفاد ہو رہی ہے اور جب سب نمازوں میں تخفیف ثابت ہوئی تو مغرب بھی اسی میں آگئی، اور یہ اس لئے کہ تخفیف و تطویل امور اضافیہ میں سے ہیں، مفصل کی تمام ہی سورتیں قصار ہیں، سین اور مثانی کے مقابلہ میں، یہ امر آخر ہے کہ خود مفصل میں بعض بڑی اور بعض چھوٹی ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

۸۱۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا كُرَّةٌ، عَنِ النَّزَّالِ بْنِ عَمَّارٍ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ، أَنَّهُ «صَلَّى خَلْفَ ابْنِ مَسْعُودٍ الْمُعَرَّبِ فَقَرَأَ بِقُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ».

ابو عثمان النهدی نے حضرت عبد اللہ بن مسعود کے پیچھے مغرب کی نماز پڑھی تو عبد اللہ بن مسعود نے قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ پڑھی۔

۱۳۵ - بَابُ الرَّجُلِ قَعِيدُ سُورَةٍ وَاحِدَةٍ فِي الرَّكْعَتَيْنِ

اس شخص کے بیان میں جو دو رکعتوں میں ایک ہی سورۃ پڑھتا ہے

۸۱۶ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرُو، عَنِ ابْنِ أَبِي هِلَالٍ، عَنْ مُعَاذِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْجُبَيْنِيِّ، أَنَّ رَجُلًا، مِنْ جُهَيْنَةَ أَخْبَرَهُ، أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «يَقْرَأُ فِي الصُّبْحِ إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ كُلَّتَيْهِمَا» فَلَا أُدْرِي أَنَسِيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْ قَدْ أَذْلَكَ عَمْدًا.

معاذ بن عبد اللہ الجبئی سے روایت ہے کہ جہنیہ کے ایک شخص نے انہیں بتایا کہ اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو صبح کی نماز میں إذا زلزلت الأرض دونوں رکعتوں میں پڑھتے ہوئے سنا۔ پس مجھے نہیں معلوم کہ کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نسیان لاحق ہو گیا یا جان کر اس کی قرأت کی۔

شرح الحدیث: ایک ہی سورت کا تکرار دو رکعتوں میں حنفیہ وحنابلکہ کے نزدیک بلا کراہت جائز ہے، مالکیہ اور بعض حنفیہ کراہت کی طرف گئے ہیں اور شافعیہ کے نزدیک خلاف اولیٰ ہے^①۔

۱۳۶ - بَابُ الْقِرَاءَةِ فِي الْفَجْرِ

نخبر کی نماز میں سورۃ کا بیان

۸۱۷ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يَعْنَى، عَنِ ابْنِ يُوْنُسَ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ أَصْبَغٍ، مَوْلَى عَمْرِو بْنِ

الجمہور اوساط میں سے۔

۱۳۷۔ بَابُ مَنْ تَرَكَ الْقِرَاءَةَ فِي صَلَاتِهِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ

مساز میں شراۃ فاتحہ کے ترک کرنے کا بیان

قرأت کی رکعت میں جو کچھ اختلاف ہے وہ ہمارے یہاں ابواب القرات کے شروع میں تفصیل سے گزر گیا، دراصل یہاں تین مسائل ہیں: ① قرأت کا حکم کہ فرض ہے یا سنت، ② اور مسئلہ ثانیہ یہ کہ رکن قرأت مطلق قرأت ہے یا خاص سورۃ فاتحہ، ③ اور تیسرا مسئلہ قرأت خلف الامام، پہلا مسئلہ تو گزر چکا۔

وکتبۃ فاتحہ میں اختلاف انہ: یہاں حدیث الباب میں مسئلہ ثانیہ مذکور ہے چنانچہ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے عند الاحناف نفس قرأت فرض ہے اور فاتحہ کی تعیین واجب اور جمہور علماء ائمہ ثلاثہ کے نزدیک رکن قرأت کا مصداق نفس قرأت نہیں بلکہ سورۃ فاتحہ ہے، اگر کوئی سارا قرآن پڑھ لے اور فاتحہ نہ پڑھے تو فرض ادا نہ ہوگا، حنفیہ کہتے ہیں کہ نفس قرأت کا ثبوت نص قطعی سے ہے لہذا وہ فرض ہوگی اور فاتحہ کی تعیین اخبار آحاد سے ہے، لہذا فاتحہ کا پڑھنا واجب ہوگا نہ کہ فرض بغیر فاتحہ کے فرض ادا ہو جائے گا لیکن نماز ناقص اور واجب الاعادہ ہوگی، غرضیکہ حنفیہ ماثبت بالقرآن کو فرض اور ماثبت بالسنة کو واجب مانتے ہیں۔

۸۱۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّلَبِيُّ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي نَصْرَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: «أَمَرْنَا أَنْ نَقْرَأَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَمَا تَكْسُو»۔

ابو سعید الخدری فرماتے ہیں کہ ہمیں حکم ملا کہ ہم سورۃ فاتحہ اور اسکے بعد جو قرأت آسانی سے ہو سکے وہ پڑھا کریں۔

سنن ابی داؤد - الصلاة (۸۱۸) - مسند احمد - باقی مسند الکثیرین (۲/۳) - مسند احمد - باقی مسند الکثیرین (۴۵/۳) - مسند احمد -

باقی مسند الکثیرین (۹۷/۳)

اور اس سے اگلی حدیث مرفوعہ میں ہے جس کے راوی ابو ہریرہؓ ہیں لا صَلَاةَ إِلَّا بِقُرْآنٍ وَلَوْ بِفَاتِحَةِ

الْكِتَابِ، فَمَا زَادَ

حدیث حنفیہ کے موافق ہے: یہ دونوں حدیثیں جمہور کے خلاف ہیں، پہلی اس لئے کہ اس میں فاتحہ کے علاوہ ما

تَکْسُو مذکور ہے، یعنی ضم سورت کیونکہ جمہور ضم سورت کے وجوب کے قائل نہیں، بخلاف احناف کے کہ وہ فاتحہ اور ضم

سورت دونوں کو واجب مانتے ہیں، اور دوسری حدیث دو حیثیت سے ان کے خلاف ہے، ایک تو یہی کہ اس میں ما زاد علی الفاتحہ

مذکور ہے، دوسرے اس لئے کہ اس میں فاتحہ کی تعیین نہیں بلکہ یہ ہے إِلَّا بِقُرْآنٍ، وہ حضرات کہتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے

اس کے اندر جعفر بن میمون ہیں، اس کا جواب حضرت نے بذل^① میں دیا ہے کہ جعفر بن میمون کی بہت سے حضرات نے توثیق

کی ہے، غرضیکہ متروک بالاتفاق نہیں۔

۸۱۹۔ حَدَّثَنَا إِبرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، أَخْبَرَنَا عِيسَى، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مَيْمُونٍ الْبُخَيْرِيِّ، حَدَّثَنَا أَبُو عُثْمَانَ التَّهْدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَخْرُجْ فَنَادِ فِي الْمَدِينَةِ أَنَّهُ لَا صَلَاةَ إِلَّا بِقُرْآنٍ وَلَوْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ» فَمَارَآهُ.

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ نکلو اور مدینہ پاک میں جا کر اعلان کرو کہ قرآن پڑھے بغیر کوئی نماز نہیں ہوتی اگرچہ سورۃ فاتحہ اور اس سے کچھ زائد تلاوت کی جائے۔

سنن ابی داود - الصلاة (۸۱۹) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۴۲۸/۲)

۸۲۰۔ حَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، حَدَّثَنَا جَعْفَرُ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: أَمَرَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَتْلُو: «أَنَّهُ لَا صَلَاةَ إِلَّا بِقُرْآنٍ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ» فَمَارَآهُ.

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں اعلان کروں کہ سورۃ فاتحہ اور اس کے ساتھ مزید کچھ قرأت کیے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

سنن ابی داود - الصلاة (۸۲۰) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۴۲۸/۲)

۸۲۱۔ حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا السَّائِبِ، مَوْلَى هِشَامِ بْنِ زُهْرَةَ يَقُولُ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ صَلَّى صَلَاةً لَمْ يَقْرَأْ فِيهَا بِأَمْرِ الْقُرْآنِ فَهُوَ خِدَاجٌ فَهُوَ خِدَاجٌ فَهُوَ خِدَاجٌ».

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو آدمی ایسی نماز پڑھے جس میں سورۃ فاتحہ کی قرأت نہ کرے تو لہجہ نماز ناقص ہے، تو ایسی نماز ناقص ہے، تو ایسی نماز ناقص غیر مکمل ہے۔

صحیح مسلم - الصلاة (۳۹۵) جامع الترمذی - تفسیر القرآن (۲۹۵۳) سنن النسائی - الافتتاح (۹۰۹) سنن النسائی - الافتتاح (۹۰۹) سنن ابی داود - الصلاة (۸۲۱) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۸۳۸) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۲۴۲/۲) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۲۵۰/۲) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۲۸۹/۲) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۲۹۰/۲) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۴۵۷/۲) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۴۶۰/۲) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۴۷۸/۲) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۴۸۷/۲) موطأ مالک - النداء للصلاة (۱۸۹)

شرح الحديث قوله: مَنْ صَلَّى صَلَاةً لَمْ يَقْرَأْ فِيهَا بِأَمْرِ الْقُرْآنِ فَهُوَ خِدَاجٌ فَهُوَ خِدَاجٌ فَهُوَ خِدَاجٌ خداج بمعنى نقصان، کہ بغیر قرأت فاتحہ کے نماز ناقص ہے اور یہی احناف کہتے ہیں یہ لفظ مأخوذ ہے خدجت الناقة ولدھا، اور یہ اس وقت کہتے ہیں کہ جب اونٹنی کے بچہ پیدا ہو مدت پوری ہونے سے پہلے وان کمل خلقه، اگرچہ وہ بچہ

کامل الخلق اور تمام الاعضاء ہو، لہذا جو نماز بغیر فاتحہ کے پڑھی گئی وہ ارکان و فرائض کے اعتبار سے پوری ہے، گو صفت نقصان کے ساتھ متصف ہے۔

قوله: فَقُلْتُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ، إني أَكُونُ أَحْيَاكَ وَرَاءَ الْإِمَامِ قَالَ: فَعَمَرُوا رَاعِي، وَقَالَ: اقْرَأْ بِهَا يَا قَارِئُ فِي نَفْسِكَ قُلْتُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: قَسَمْتُ الصَّلَاةَ بَيْنِي وَبَيْنَ عَبْدِي نِصْفَيْنِ: فَنِصْفُهَا لِي، وَنِصْفُهَا لِعَبْدِي، وَلِعَبْدِي مَا سَأَلَ" قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اقْرَأُوا يَقُولُ الْعَبْدُ { الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ } يَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: حَمِيدِي عَبْدِي، يَقُولُ: { الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ }، يَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: أَتَنِي عَلَى عَبْدِي، يَقُولُ الْعَبْدُ { مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ }، يَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: جَدَنِي عَبْدِي، يَقُولُ الْعَبْدُ { إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ }، يَقُولُ اللَّهُ: هَذِهِ بَيْنِي وَبَيْنَ عَبْدِي وَلِعَبْدِي مَا سَأَلَ، يَقُولُ الْعَبْدُ { اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ } صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ آخِرُ النِّعَاطِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ }، يَقُولُ اللَّهُ: فَهَؤُلَاءِ لِعَبْدِي وَلِعَبْدِي مَا سَأَلَ"

ابو التائب راوی کہتے ہیں کہ میں نے ابو ہریرہؓ سے پوچھا کہ میں کبھی امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہوتا ہوں (تو میں قرأت کروں یا نہیں؟) حضرت ابو ہریرہؓ نے میری کلائی کو دیا یا اور کہا کہ اے فارسی تم اپنے دل میں سورۃ فاتحہ پڑھ لیا کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ پاک نے ارشاد فرمایا کہ میں نے نماز کو (سورۃ فاتحہ کو) اپنے اور اپنے بندوں کے درمیان آدھا آدھا تقسیم کر دیا ہے آدھی سورۃ میری ہے اور آدھی سورۃ میرے بندے کی ہے اور میرے بندے کو وہ عطا کیا جائے گا جو وہ مانگے گا۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ پڑھو بندہ اپنی قرأت میں الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ پڑھتا ہے تو اللہ پاک اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ میرے بندے نے میری تعریف کی بندہ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ کہتا ہے تو اللہ پاک اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ میرے بندے نے میری ثناء بیان کی بندہ مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ تو اللہ پاک ارشاد فرماتے ہیں کہ میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی اور یہ آیت میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے بندہ کہتا ہے کہ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ تو پس یہ آیت میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے اور میرے بندے کیلئے وہ ہے جو وہ مانگے گا۔ میرا بندہ کہتا ہے اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ آخِرُ النِّعَاطِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ یہ آیتیں میرے بندے کے لئے ہیں اور میرے بندے کے لئے وہ ہے جو وہ مانگے گا۔

صحیح مسلم - الصلاة (۳۹۵) جامع الترمذی - تفسیر القرآن (۲۹۵۳) مسند أحمد - باقی مسند الکثرین

(۲/۴۲۲) مسند أحمد - باقی مسند الکثرین (۲/۲۸۶) مسند أحمد - باقی مسند الکثرین (۲/۴۶۰) موطأ مالک - النداء للصلاة (۱۸۹)

اس اثر ابو ہریرہؓ میں فاتحہ خلف الامام کا مسئلہ مذکور ہے، اولاً اس میں اختلاف ائمہ نیچے۔

شرح الحدیث

فاتحہ خلف الامام میں مذاہب ائمہ: فاتحہ خلف الامام ائمہ ثلاث حنفیہ، مالکیہ، حنبلیہ کے نزدیک غیر واجب

ہے امام شافعی کا قول قدیم بھی یہی ہے اور ان کے قول جدید میں قرأت فاتحہ خلف الامام مطلقاً الجہریہ والسریرہ فرض ہے بغیر اس کے نماز صحیح ہی نہ ہوگی، غرضیکہ اس پر تو جمہور علاوہ شافعیہ کے متفق ہیں کہ واجب نہیں، پھر آگے استحباب و کراہت میں اختلاف ہے، حنفیہ کے یہاں مکروہ تحریمی ہے اور مالکیہ و حنبلیہ کے نزدیک صلاۃ سریرہ میں مستحب اور جہریہ میں مکروہ ہے البتہ امام احمدیہ فرماتے ہیں کہ جہری نماز میں اگر مقتدی امام کی قرأت کو نہ سن رہا ہو اس تک آواز نہ پہنچ رہی ہو تب بھی مستحب ہے، اسی طرح حنفیہ میں سے امام محمدؒ بھی سری نماز میں استحباب قرأت کے قائل ہیں۔

امام بخاریؒ نے باب قائم فرمایا باب وجوب القراءۃ للامام والمأمومین فی الصلوات کلھا، علامہ قسطلانی اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں وہو قول الجمہور، خلافاً للحنفیۃ ۱۷۱، اس پر حاشیہ لامع میں حضرت شیخ نے تحریر فرمایا ہے کہ تعجب کی بات ہے وجوب القراءۃ علی المقتدی کو قسطلانی نے قول جمہور کیسے قرار دیا ہے حالانکہ ائمہ ثلاثہ عدم وجوب کے قائل ہیں۔

ہمارے علماء فرماتے ہیں کہ شافعیہ کے پاس ایک حدیث بھی ایسی صحیح اور صریح نہیں جس سے قرأت خلف الامام کا وجوب ثابت ہوتا ہو، اس لئے کہ جن روایات سے وجوب فاتحہ ثابت ہوتا ہے وہ خلف الامام سے متعلق نہیں، اور جو روایات خلف الامام سے متعلق ہیں ان سے وجوب ثابت نہیں ہوتا بلکہ زائد اباحت ثابت ہوتی ہے۔

پھر جانا چاہئے کہ شافعیہ کے پاس اس سلسلہ کی بس ایک ہی صحیح اور زوردار دلیل ہے، یعنی عبادۃ بن الصامتؓ کی حدیث جو کہ متفق علیہ ہے، اس کے علاوہ اور جو دوسری احادیث ہیں ان میں چونکہ ولو یفاتیحہ الكتاب فمأزاد الفاظ کی زیادتی ہے اور اس زیادتی کے وجوب کے شافعیہ قائل نہیں ہیں، اس لئے وہ اس قسم کی روایات کو صرف منفرد پر محمول کرتے ہیں، یعنی غیر مقتدی پر، چنانچہ امیر میمانی نے سہل السلام شرح بلوغ المرام میں اس کی تصریح کی ہے اور وہ فاتحہ خلف الامام کے قائل ہیں، یہ حدیث عبادۃ ابو داود میں آگے آرہی ہے اس کے جوابات وہیں دیئے جائیں گے۔

اب آپ اثر ابو ہریرہؓ مذکور فی المتن کے بارے میں سنئے وہ فرما رہے ہیں اقرا بیہا یا قارسی فی نفسک، قرأت فی النفس یعنی دل میں پڑھنا استحضار مضمون کو کہتے ہیں اور اس کے ہم بھی منکر نہیں قاری سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: قال اللہ تعالیٰ۔

اقرا بیہا فی نفسک یا فارسی کی تشریح: حضرت ابو ہریرہؓ اپنے مدعا یعنی قرأت فاتحہ فی النفس پر دلیل پیش کر رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ سورۃ فاتحہ بڑی مبارک اور دعاؤں پر مشتمل سورت ہے، سراسر خیر ہی خیر ہے میں اس پر کہا کرتا ہوں کہ اس سے مترشح ہوتا ہے کہ خود ابو ہریرہؓ کے نزدیک لا صلۃ لمن لم یقرأ بفاتیحۃ الكتاب عام نہیں ہے مقتدی اس میں داخل نہیں ہے اس لئے کہ اگر یہ عام ہوتی تو پھر ابو ہریرہؓ کو سائل کے جواب میں یوں فرمانا چاہئے تھا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم صاف

طور سے فرما رہے ہیں لَا صَلَاةَ إِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ، تو پھر تم کو اس کے خلف الامام پڑھنے میں کیا تردد ہے؟ پھر ثوان کی بیان کردہ روایت ہی دلیل کے لئے کافی تھی، مزید دلیل اور استدلال کی حاجت ہی نہ تھی، معلوم ہوا کہ وہ خود بھی سمجھتے تھے کہ وہ حدیث مقتدی پر محمول نہیں، نیز ابو ہریرہؓ نے اس استدلال میں جو دلیل پیش کی ہے وہ فضائل کے قبیل سے ہے نہ کہ فرائض کے قبیل سے، تو بالفرض اگر مان بھی لیں کہ ابو ہریرہؓ کی یہ مراد ہے کہ امام کے پیچھے حقیقت قرأت ہونی چاہئے، تو پھر اس دوسری دلیل سے صرف فضیلت ثابت ہوگی نہ کہ فرضیت، اور صرف فضیلت کے ثبوت سے شافعیہ کا مقصد حاصل نہیں ہو سکتا، وہ تو فرضیت فاتحہ کے قائل ہیں، میں تو کہا کرتا ہوں کہ ہماری گفتگو مسائل میں ہو رہی ہے نہ کہ فضائل میں اور وہ حدیث پیش کر رہے ہیں فضیلت والی اور جس حدیث مرفوع سے وجوب ثابت ہو سکتا تھا، اس کو وہ پیش نہیں فرما رہے ہیں کیا وجہ ہے؟ یہی تو وجہ ہے کہ ان کے نزدیک بھی اس کا محمل مقتدی نہیں ہے۔

یہاں ایک بات یہ بھی دیکھنی ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے غمز ذراع کیوں کیا یعنی کہنی مار کر کیوں متوجہ کر رہے ہیں! اشارہ ہے شاگرد کو اس بات کی طرف کہ چپکے رہو شور نہیں کیا کرتے، سورہ فاتحہ بڑی فضیلت والی سورت ہے اس کی قرأت سے جو کتنا نہیں چاہئے، حضرت شیخ فرمایا کرتے تھے بلکہ ادجز میں بھی لکھا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ بعض مرتبہ عشق رسول ﷺ کی وجہ سے ظاہر حدیث پر بھی عمل کر لیا کرتے تھے، چنانچہ مسلم شریف میں ہے کہ ابو ہریرہؓ ایک مرتبہ وضو فرما رہے تھے جس میں وہ اپنے ہاتھوں کو بغل تک دھو رہے تھے پیچھے ایک عجمی شاگرد کھڑا تھا اس نے سوال کیا یَا أَبَا هُرَيْرَةَ مَا هَذَا الْوُضُوءُ؟ ان کو معلوم نہیں تھا کہ یہاں کوئی کھڑا ہے اور مجھے اس طرح وضوء کرتے ہوئے دیکھ رہا ہے، فوراً چونک کر بولے یَا بَنِي قُرُوحٍ أَنْتُمْ هَاهُنَا؟ اَوْ عَلِمْتُمْ أَنْتُمْ هَاهُنَا مَا تَوْضُّأْتُمْ هَذَا الْوُضُوءَ؟^۱ کہ اے عجمیو! تم یہاں موجود ہو اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم یہاں موجود ہو تو میں اس طرح کا وضوء نہ کرتا، کیوں؟ اس لئے کہ ان طرز عمل جمہور صحابہؓ کے مسلک کے خلاف تھا مگر وہ ظاہر حدیث جو آثار وضوء کی فضیلت کے بارے میں اس پر عمل کرتے ہوئے ایسا کر رہے تھے، اور چونکہ ان کا یہ طرز عمل جمہور کے خلاف تھا اس کے اظہار میں خوف انتشار تھا اس لئے اس کو کسی کے سامنے نہیں کرنا چاہتے تھے، اسی طرح کی بات یہاں بھی پائی گئی کہ انہوں نے شاگرد کے کہنی مار کر فرمایا خاموش رہو، جس طرح بھی ہو اس سورت کو پڑھ لیا کرو، اور اگر مراد یہ لیا جائے کہ اس سورت کے مضمون کا استخراج رکھا کرو تب تو کوئی اشکال ہی نہیں ہے۔

کولہ: فَيُصَفِّهُمَا، وَيُصَفِّهُمَا لِعَبْدِي۔ اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ سورہ فاتحہ میں سات آیات ہیں، جس میں سے شروع کی تین آیات اللہ کی بڑائی اور اسکی حمد و ثناء میں ہیں اور اخیر کی تین بندہ کی اپنے لئے دعائیں ہیں اور درمیانی چوتھی آیت اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِينُ مشترک ہے حمد و ثناء اور دعا کے درمیان، اور بسم اللہ کا اسمیں کہیں ذکر نہیں آیا اس سے معلوم

ہوا کہ بسم اللہ فاتحہ کا جزء نہیں ہے، امام نووی نے شافعیہ کی طرف سے جو کہ جزئیۃً بسملة کے قائل ہیں متعدد جواب دیئے، علامہ شوکانی کہتے ہیں کہ ان میں سے بعض جواب تو ان کے حق میں مفید ہی نہیں، اور بعض تعسف سے خالی نہیں۔

۸۲۲ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَابْنُ السَّرْحِ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَانُ، عَنْ الزُّهْرِيِّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الصَّامِتِ، يَتْلُو بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ «لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَصَاعِدًا»، قَالَ شُعْبَانُ: لِمَنْ يُصَلِّي وَخَلَا.

ترجمہ: عبادہ بن صامتؓ نبی اکرم ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ جو شخص سورۃ فاتحہ اور اس کے ساتھ ملا کر مزید قرأت کرے تو اس کی نماز نہیں ہوتی، سفیان بن عیینہ نے کہا یہ حکم منفرد کے لئے ہے۔

صحیح البخاری - الأذان (۷۲۳) صحیح مسلم - الصلاة (۳۹۴) جامع الترمذی - الصلاة (۲۴۷) سنن النسائی - الافتتاح (۹۱۰) سنن النسائی - الافتتاح (۹۲۰) سنن ابی داؤد - الصلاة (۸۲۲) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۸۳۷) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۳۱۴/۵) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۳۱۶/۵) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۳۲۱/۵) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۳۲۲/۵) سنن الدارمی - الصلاة (۱۲۴۲)

شرح الحدیث: یہ حدیث متفق علیہ ہے بلکہ صحاح ستہ میں ہے اس سے جمہور علماء ائمہ ثلاثہ نے رکعت فاتحہ پر استدلال کیا ہے، اور مذاہب اربعہ میں سے صرف شافعیہ نے اس حدیث کے عموم کے پیش نظر مقتدی کو اس میں شامل مان کر فاتحہ خلف الامام کی فرضیت پر بھی اسی سے استدلال کیا ہے، رکعت فاتحہ پر کلام گزر چکا، مسئلہ ثانیہ یعنی فاتحہ خلف الامام پر بحث باقی ہے، شافعیہ کیلئے سب سے بڑی اور قوی دلیل یہی ہے کیونکہ یہ متفق^۱ علیہ حدیث ہے، ہماری طرف سے اس کے متعدد جواب دیئے گئے ہیں: ① یہ حدیث منفرد پر محمول ہے جس کے متعدد قرآن ہیں دوسری روایات مرفوعہ اور آثار صحابہؓ مثلاً وَإِذَا قَرَأْتَ فَأَنْصِتُوا^۲، مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ فَقَرَأَهُ الْإِمَامُ لَهُ قِرَاءَةً^۳، خود آگے اسی روایت میں سفیان بن عیینہ راوی حدیث فرما رہے ہیں لِمَنْ يُصَلِّي وَخَلَا، اس پر خطابی شارح حدیث نے اعتراض کیا کہ یہ تخصیص بلا دلیل ہے درست نہیں^۴، ہماری طرف سے جواب دیا گیا کہ یہ تخصیص بالبدلیل ہے بلا دلیل نہیں جیسا کہ ابھی گزرا، اور اگر اس کو عام ہی رکھنا ہے تو پھر یہ بھی ہو سکتا ہے، لیکن اگر آپ اس میں تعیم کرتے ہیں تو پھر ہم بھی اس میں تعیم کریں گے لو ععمتم لعمننا (کعافی تقریر الکنگوہی) یعنی اگر آپ اس

① مگر ان کا استدلال بڑی شریف کی روایت کے الفاظ سے ہے جس میں نصاعد اکی زیادتی نہیں ہے، فصاعد ا کے لفظ سے تو مسئلہ نازک بن جاتا ہے، ۱۲۔

② صحیح مسلم کتاب الصلاة باب التشهد فی الصلاة ۴۰۴۔ سنن ابی داؤد کتاب الصلاة باب الإمام یصلی من قعود ۶۰۴، سنن النسائی کتاب

الافتتاح باب تأویل قوله عز وجل: ارْكَعُوا حَتَّى تَسْمَعُوا الدَّاعِيَ إِلَى صَلَاتِهِ أَوْ نَصِيحَتَهُ أَوْ إِذْ يَتْلُو تِلْكَ آيَاتُ الذِّكْرِ أَوْ إِذْ يَبْسُطُ كِتَابَهُ أَوْ إِذِ الْمَدْعَى خَرَعَ أَوْ خَلَعَ أَوْ إِذْ يَخْلَعُ خُفَّهُ أَوْ يَخْلَعُ حَذِيَّهُ أَوْ إِذْ يَخْلَعُ نَعْلَهُ أَوْ إِذْ يَخْلَعُ خِطَامَهُ أَوْ إِذْ يَخْلَعُ خِطَامَهُ أَوْ إِذْ يَخْلَعُ خِطَامَهُ ۹۲۱

③ سنن دایمطی - کتاب الصلاة - باب ذکر قوله ﷺ: مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ فَقَرَأَهُ الْإِمَامُ لَهُ قِرَاءَةً، واختلاف الروایات ۱۲۳۳

④ معالم السنن - ج ۱ ص ۲۰۵

حدیث میں عموم مانتے ہیں منفرد اور مقتدی دونوں کا تو پھر ہمارا عموم بھی تسلیم کرنا ہو گا وہ یہ کہ قرأت عام ہے حقیقہ ہو یا حکمیہ اور مقتدی بھی حکماً قاری ہے بقراءة الامام۔

الجواب الثانی: یہ حدیث بخاری و مسلم دونوں میں ہے صحیح بخاری میں تو لفظ فصاعداً موجود نہیں ہے لیکن مسلم اور ابو داؤد وغیرہ کی روایات میں یہ زیادتی ثابت ہے، اور یہ زیادتی پائے جانے کے بعد پھر یہ حدیث شافعیہ کے لئے کارآمد نہیں رہتی بلکہ ان کے خلاف پڑ جاتی ہے اس لئے وہ حضرات مقتدی کے حق میں صرف فاتحہ کے قائل ہیں اس سے زائد کے نہ وجوباً قائل ہیں نہ استحباباً حضرت امام بخاری فصاعداً کی زیادتی کو ثابت نہیں مانتے جبکہ یہ لفظ صحیح مسلم اور باقی سنن کی کتابوں میں موجود ہے، امام بخاری نے اس لفظ کے دو جواب دیئے: ① اول یہ کہ اس زیادتی کے ساتھ معمر بن راشد یعنی زہری سے روایت کرنے میں متفرد ہیں، دوسرے حضرات محدثین نے جواب دیا کہ دیکھئے اس زیادتی کو سنن ابو داؤد میں زہری سے روایت کر نیوالے سفیان بن عیینہ ہیں، پھر معمر متفرد کہاں ہوئے، اول تو معمر بالکل ثقہ اور صحاح ستہ کے راوی ہیں اور زیادتی ثقہ کی معتبر ہوتی ہے، پھر جب کہ وہ متفرد بھی نہیں، نیز ان کی متابعت اور راویوں نے بھی کیا ہے، چنانچہ بذل الجہود میں لکھا ہے و كذلك تابعه فيها صالح والذواعی وعبد الرحمن بن إسحاق وغيرهم كلهم عن الزهري۔

② دوسرا جواب حضرت امام بخاری نے اس کا یہ دیا کہ یہ فصاعداً، تقطع الید فی رابع دینار فصاعداً کے قبیل سے ہے، دیکھئے نصاب سرقہ عند الجمهور ربع دینار ہے اور اس پر زیادتی ہونا ضروری نہیں بلکہ ربع دینار کے سرقہ پر ہی قطع ید ہو جاتا ہے، لہذا معلوم ہوا کہ فصاعداً کا پایا جانا ضروری نہیں، اور یہ ضروری نہیں کہ جو حکم اس کے ماقبل کا ہے وہی اس کا بھی ہو۔ ہم کہتے ہیں ٹھیک ہے ضروری تو نہیں لیکن اس کا پایا جانا مضر بھی تو نہیں، اور آپ تو یہاں مازاد علی الفاتحہ کے کسی طرح بھی قائل نہیں، لہذا یہ جواب کیسے درست ہوا، اول تو ہم دیکھتے ہیں کہ حدیث میں ایسے بعض مواضع بھی ہیں جہاں فصاعداً ماقبل کے حکم میں ہے جیسا کہ اس حدیث الاضحیہ میں اَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَسْتَشْرِفَ الْعَيْنَ وَالْأُذُنَيْنِ فَصَاعِدًا ③، اس لئے کہ قربانی کے جانور میں صرف عین و اذن کا صحیح و سالم ہونا کافی نہیں بلکہ دوسرے اعضاء کا بھی صحیح و سالم ہونا ضروری ہے، جس کو فصاعداً اسے بیان کیا ہے، اور امام بخاری نے جو مثال پیش کی ہے وہاں بیشک فصاعداً ماقبل کے حکم میں نہیں یعنی اس کا پایا جانا ضروری نہیں۔

فصاعداً کے مواضع استعمال کا اختلاف: نتیجہ یہ نکلا کہ فصاعداً کے مواضع استعمال مختلف ہیں کہیں یہ ماقبل

① بذل الجہود فی حل أبي داود - ج ۵ ص ۵۶

② قربانی کے جانور کے آنکھ کان کی اچھی طرح جانچ کی جائے ۱۲۔

③ سنن أبي داود - کتاب الضحایا - باب ما یکرہ من الضحایا ۲۸۰

کے حکم میں ہوتا ہے اور کہیں نہیں، قرآن وغیرہ سے اسکی تعیین ہو سکتی ہے، مثلاً و اساتذہ کے کلام کو دیکھنے سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ اگر متکلم کا مقصود اقل ما واجب کو بیان کرنا ہو تب فصاعداً کا پایا جانا ضروری نہیں، اور اگر مقصود جمیع ما واجب کو بیان کرنا ہو تب فصاعداً کا ہونا بھی ضروری ہے، چنانچہ حدیث الاضحیہ میں جمیع ما واجب کو بیان کرنا مقصود ہے بعض کو صراحۃً اور بعض کو فصاعداً کے ذریعہ مجملًا، اور نصاب سرقہ والی حدیث میں اقل مقدار کو بیان کرنا مقصود ہے لہذا وہاں فصاعداً کا ہونا ضروری نہیں۔

اب متنازع فیہ حدیث میں دیکھنا ہے کہ یہ کس قبیل سے ہے، ظاہر ہے کہ یہاں مقصود اقل ما واجب کو بیان کرنا نہیں ہے بلکہ جمیع ما واجب کو بیان کرنا ہے لہذا فاتحہ والی حدیث حدیث الاضحیہ کے قبیل سے ہوئی، ممکن ہے کسی صاحب کے ذہن میں اس سے بہتر وجہ بھی ہو تو پھر وہ مقدم ہوگی۔

الجواب الثالث: حضرت عبادہ کی یہ حدیث جو بخاری اور مسلم میں ہے مختصر ہے حدیث طویل ہے، پوری حدیث ابو داؤد ترمذی وغیرہ میں ہے چنانچہ باب کی حدیث نمبر (۸۲۳) پڑھے حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النَّفِيلِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ مَكْحُولٍ، عَنْ تَحْمُودِ بْنِ الزَّيْبِغِ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، قَالَ: كُنَّا خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ فَقَرَأَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَخَلْتُ عَلَيْهِ الْقِرَاءَةَ، فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ: «لَعَلَّكُمْ تَقْرَءُونَ خَلْفَ إِمَامِكُمْ» قُلْنَا: نَعَمْ هَذَا يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: «لَا تَفْعَلُوا إِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَإِنَّهُ لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِهَا»، اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ صحابہ کرام شروع میں اپنے اختیار و اجتہاد سے قراءۃ خلف الامام کیا کرتے تھے جس کی خبر حضور ﷺ کو نہ تھی، آپ کے دریافت کرنے پر انہوں نے اقرار کیا کہ ہم جلدی جلدی پڑھ لیا کرتے ہیں اس پر آپ ﷺ نے فرمایا ایسا مت کرو بجز فاتحہ الکتاب کے اس لئے کہ اس کے بغیر تو نماز ہوتی ہی نہیں۔

یہاں پر آپ ﷺ نے مقتدی کو مطلق قرأت سے منع فرما کر فاتحہ کا استثناء فرمایا اور قاعدہ یہ ہے الاستثناء بعد الحظر یفید الاباہۃ کما فی قولہ تعالیٰ: لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً ۖ لَہذا اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مقتدی کے لئے قرآن فاتحہ جائز اور مباح ہے نہ کہ فرض، فلا یصح استدلالہم بهذا الحديث علی فرضیۃ الفاتحۃ، اب یہاں پر دو باتیں رہ جاتی ہیں اول یہ کہ حنفیہ تو اباحت کے بھی قائل نہیں، ثانی یہ کہ حضور ﷺ تو خود اس حدیث میں فرما رہے ہیں فَإِنَّهُ لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِهَا، امر ثانی کا جواب یہ ہے کہ آپ ﷺ کا مقصود نفی کمال ہے کہ کوئی نماز بغیر فاتحہ کے کامل نہیں ہوتی اور پہلی بات کا جواب یہ ہے کہ ہم اس مسئلہ میں نسخ کے قائل ہیں جس کی دلیل آگے آئے گی، یہاں تو ہمیں یہ کہنا تھا کہ صحیحین والی حدیث مختصر ہے اور اصل حدیث اس طرح ہے جس میں فاتحہ کا استثناء بعد الحظر پایا جا رہا ہے، اس امر ثانی کا جواب حضرت گنگوہی

کے کلام میں یہ ہے کہ قَائِلُهُ لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِهَا نَسِ وَجُودِ حُكْمِي وَشُرْعِي کی نفی مقصود نہیں کہ بغیر اس کے نماز صحیح نہیں ہوتی بلکہ اس سے مقصود وجود حسی و خارجی کی نفی کرنا ہے کہ کوئی نماز صالحہ یعنی خارج میں بغیر فاتحہ کے نہیں پائی جاتی، سبھی نمازوں میں سورہ فاتحہ پڑھی جاتی ہے، اس لئے امکان ہے کہ اس سے مخالفت و منازعت نہ ہوگی لیکن جب بعد کے تجربہ نے یہ بتایا کہ اس کی قرأت سے بھی مخالفت ہوتی ہے تو پھر آپ نے اس سے بھی روک دیا جیسا کہ آئندہ ابواب و احادیث میں آ رہا ہے۔

الجواب الرابع: صاحب جوہر النقی اور ایسے ہی علامہ شوق نیوی کہتے ہیں کہ اس حدیث کی سند میں اضطراب ہے اس لئے کہ اس روایت کو مکحول کبھی روایت کرتے ہیں، عن محمود بن الربیع اور کبھی عن نافع بن محمود بن الربیع اور کبھی عن عبادہ بن الصامت، نیز مکحول مدلس ہیں اور وہ اس کو بلفظ عن روایت کر رہے ہیں، بہر حال سند میں اضطراب ہے جو موجب ضعف ہے۔ یہ تو حدیث عبادہ کے ہماری طرف سے جواب ہوئے جو کہ شافعیہ کا اہم مسئلہ ہے۔

فاتحہ خلف الامام کے بارے میں حضرت گنگوہی کی تقریر: اب ہمارے مسلک کی ترجیح سنیے! حضرت اقدس گنگوہی نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں جیسا کہ الکو کب الدہی میں ہے کہ چونکہ نماز کی ابتداء صلاۃ اللیل سے ہوئی تھی شروع میں صرف وہی فرض تھی جس میں صحابہ کرام قرأت کے عادی ہو چکے تھے اس کے بعد جب صلوات خمسہ کی فرضیت ہوئی تو اس استصحاب حال کے طور پر فرائض میں خلف الامام بھی وہ قرأت کرتے رہے، اسی اثناء میں آیت کریمہ **وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا** ^۱ کا نزول ہوا اس وقت صحابہ کرام کا طرز مختلف ہو گیا، بعض حضرات نے تو قرأت خلف الامام کو مطلقاً ترک کر دیا، لیکن بعض حضرات ثواب کی حرص میں لا حراز الفضیلین، سکات امام میں اپنی رائے و اجتہاد سے قرأت فرماتے رہے، اور یہ جو ہم نے کہا کہ وہ اپنے اجتہاد سے ایسا کرتے رہے اس کی دلیل روایات میں موجود ہے مثل قولہ **هَلْ قَرَأْتُمْ مَعِي أَحَدًا مِنْكُمْ** ^۲ اب صحابہ کی اس قرأت کی وجہ سے آپ ﷺ کو قرأت میں خلجان واقع ہوا اور آپ نے صحابہ کو اس قرأت سے منع فرمایا، ساتھ ہی آپ نے یہ خیال فرماتے ہوئے کہ سورہ فاتحہ چونکہ سب کی زبانوں پر چڑھی ہوئے ہے شاید اس میں منازعت اور التباس نہ ہو صرف اسکی قرأت کی آپ ﷺ نے اجازت دے دی اور کچھ روز تک یہ سلسلہ چلتا رہا، لیکن جب آپ ﷺ نے دیکھا کہ اسکی قرأت سے بھی منازعت ہوتی ہے تب آپ ﷺ نے اس سے بھی منع فرمادیا، لیکن صرف جہر نمازوں میں جیسا کہ حدیث ابو ہریرہ میں ہے جو صلاۃ صبح کے قصہ میں ہے فانتہی الناس عن القراءة فیما جہر فیہ الإمام، اور اب صرف سری نمازوں میں قرأت رہ گئی لیکن آخر کار بعد میں آپ کو اس سے بھی روکنا پڑا، جیسا کہ عمران بن حصین کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے جو صلاۃ ظہر کے بارے میں ہے، چنانچہ مصنف نے آگے چل کر دو باب اسی ترتیب سے قائم فرمائے ہیں

① اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کی طرف کان لگائے رہو اور چپ رہو (سورۃ الاعراف ۲۰۴)

② سنن أبي داود - کتاب الصلاة - باب من کره القراءة بفاتحة الكتاب إذا جهر الإمام ۸۲۶

حاصل یہ کہ اس سلسلہ میں بتدریج نسخ ہوا اور آخر الامر آپ ﷺ نے یہ فیصلہ فرمادیا کہ اگر کان لہ الإمام فقراء الإمام لہ قراءۃ^۱، اور ایک دوسری حدیث میں آپ نے فرمایا: **إِذَا قَرَأْتَ أَنْصِتُوا**^۲، حضرات شافعیہ نے ان حدیثوں پر کچھ نقد کیا ہے۔

من کان لہ امام فقراء الإمام لہ قراءۃ پر کلام: حضرت نے بذل^۳ میں علامہ عینی سے نقل کرتے ہوئے اس پر تفصیلی کلام فرمایا ہے اس میں لکھا ہے کہ حدیث من کان لہ الإمام فقراء الإمام لہ قراءۃ، متعدد صحابہ سے مروی ہے، جابر بن عبد اللہ، ابن عمر، ابو سعید خدری، ابو ہریرہ، ابن عباس، انس بن مالک، یہ روایات ابن ماجہ دار قطنی اور معجم طبرانی وغیرہ کتب میں مذکور ہیں، امام دار قطنی وغیرہ ناقدین کہتے ہیں کہ حدیث جابر کی سند میں جابر جعفی ہے، جو کہ مجروح ہے خود امام ابو حنیفہ نے ان کی تکذیب کی ہے، اور ابو سعید خدری کی حدیث میں اسماعیل بن عمرو بن الجحیف ضعیف ہے، ایسے ہی حدیث ابو ہریرہ کیساتھ محمد بن عباد متفرد ہے، جو ضعیف ہے ہماری طرف سے کہا گیا کہ حدیث جابر کے دوسرے طرق بھی ہیں مجملہ ان کے وہ ہے۔

امام صاحب کی سند سے حدیث اور دار قطنی کا اس پر نقد: جو مؤطا امام محمد میں ہے **أَخْبَرَنَا أَبُو حَنِيفَةَ، قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْحَسَنِ مُوسَى بْنُ أَبِي عَائِشَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَدَّادٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ**^۴، اس پر دار قطنی نے اعتراض کیا کہ اس حدیث کو مستند صرف ابو حنیفہ اور کبھی ان کیساتھ حسن بن عمارہ بھی ہو جاتے ہیں نے نقل کیا ہے دھما ضعیفان، اور ان دو کے علاوہ متعدد روایات جیسے سفیان ثوری، شعبہ، ابن عیینہ وغیرہ نے ابن کو مرسل نقل کیا ہے عن ابی الحسن عن عبد اللہ بن شداد عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم، اصل روایت اس طرح ہے مرسل (بغیر ذکر صحابی کے)، ہماری طرف سے جواب دیا گیا کہ اسناد اس سال کے مقابلہ میں زیادتی ہے اور زیادتی ثقہ کی مقبول ہوتی ہے ولو سلمہ امرئ لہ فالمرسل حجة عندنا والجمهور، رہا مسئلہ ان دونوں کی توثیق و تضعیف کا سو علامہ عینی فرماتے ہیں کہ حسن بن عمارہ کی ایک بڑی جماعت نے توثیق کی ہے ان کو ضعیف کہنا غلط ہے، اور ایسے ہی امام اعظم ابو حنیفہ جن کا علم شرقاً و غرباً پھیلا ہوا ہے ان کو ضعیف قرار دینا نہایت غلط اور تعصب سے لبریز اعتراض ہے، علامہ عینی فرماتے ہیں کہ اگر دار قطنی ادب اور حیاء سے کام لیتے تو ہر گز امام الامہ سید الحفاظ کی طرف ضعف کی نسبت نہ کرتے، اور ان کی تضعیف سے وہ خود مستحق تضعیف ہو گئے، وہ فرماتے ہیں حالانکہ خود ان کا اپنا یہ حال ہے کہ ضعیف اور منکر احادیث اپنی کتاب میں ذکر کرتے ہیں جہر بالمسلک کے ثبوت میں موضوع احادیث تک کہہ کرے گویا قصد ایسا کیا، چنانچہ بعض لوگوں نے ان سے استخلاف کیا کہ اس میں کتنی احادیث صحیح ہیں تو ان کو اعتراف کرنا پڑا

۱ سنن دار قطنی - کتاب الصلاة - باب ذکر قولہ ﷺ: من کان لہ امام فقراء الإمام لہ قراءۃ، واختلاف الروایات ۱۲۳۲

۲ صحیح مسلم کتاب الصلاة باب التشہد فی الصلاة ۴۰۴، سنن ابی داؤد کتاب الصلاة باب الإمام یصلی من قعود ۶۰۴، سنن النسائی کتاب

الافتتاح باب تأویل قولہ عز وجل: {وَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ} ۹۲۱

۳ بذل المجہود فی حل ابی داؤد - ج ۵ ص ۵۰

۴ التعليق المجد علی مؤطا محمد - کتاب الصلاة - باب القراءة فی الصلاة خلف الإمام ۱۱۷ ج ۱ ص ۴۱۵ - ۴۱۶

کہ یہاں اسمیں کوئی صحیح حدیث وارد نہیں ہے ①۔

اسی طرح حدیث ابو ہریرہؓ کی سند میں دار قطنی وغیرہ نے فرمایا کہ اس کی سند میں محمد بن عباد الرازی ضعیف ہیں، صاحب تنسیق النظام فرماتے ہیں کہ اگر محمد بن عباد کی جرح تسلیم کر لی جائے تو ان الضعفاء بقوی بعضہا بعضاً، وہہنا صاحب و حسان فکیف لا یقویہا الضعفاء ②، وقد ثبت عن ابی ہریرۃ بطریق صحیح وإذا اقرا فانصتوا، حاصل یہ کہ یہ حدیث (من کان لہ إمام الخ) متعدد صحابہ سے متعدد طرق سے مروی ہے اس کے بعض طرق پر خواہ فرداً فرداً کلام ہو مگر مجموعہ طرق کے اعتبار سے حدیث ثابت ہے۔

حدیث واذا قرا فانصتوا پر بحث: اور حدیث ثانی یعنی وَإِذَا اقْرَأُوا فَانصِتُوا، یہ صحیح مسلم میں ابو موسیٰ اشعریؓ کی روایت سے مروی ہے اور سنن ابو داؤد میں ابو موسیٰ اشعریؓ اور ابو ہریرہؓ دونوں سے مروی ہے، ابو موسیٰ والی روایت پر امام بخاریؒ وغیرہ حضرات نے یہ اعتراض کیا کہ اس کے ساتھ سلیمان تیمی متفرد ہیں، حضرت سہارنپوریؒ بذیل میں فرماتے ہیں کہ ادعا تفرد باطل ہے اس لئے کہ سنن دار قطنی میں سلیمان تیمی کی متابعت کی ہے عمر بن عامر اور سعید بن ابی عروبہ نے، اسی طرح صحیح مسلم میں موجود ہے کہ امام مسلم سے ایک شخص نے اس حدیث کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: تُرِيدُ أَحْفَظَ مِنْ شَلَيْمَانَ؟ اس کے بعد اسی سائل نے پوچھا کہ حدیث ابو ہریرہؓ کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا هُوَ عِنْدِي صَحِيحٌ، اس پر سائل نے عرض کیا پھر آپ نے اس کی تخریج یہاں صحیح مسلم میں کیوں نہیں کی؟ تو اس پر امام مسلم نے فرمایا لَيْسَ كُلُّ شَيْءٍ عِنْدِي صَحِيحٌ وَصَعْنُهُ هَاهُنَا إِنَّمَا وَصَعْنَتْ هَاهُنَا مَا أَجْمَعُوا عَلَيْهِ ③ یعنی میں اپنی اس صحیح میں ہر وہ حدیث نہیں لاتا جو میرے نزدیک صحیح ہو بلکہ اسمیں تو صرف ایسی احادیث کو لیتا ہوں جس کی صحت پر محدثین کا اجماع ہو یہ سارا مضمون صحیح مسلم کے متن کے اندر موجود ہے، دیکھئے حضرت امام مسلمؒ اس حدیث کی صحت پر جزم فرما رہے ہیں نیز ان کے کلام سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ابو موسیٰ اشعریؓ والی حدیث کی صحت پر محدثین کا اجماع ہے اور ابو ہریرہؓ والی حدیث کو اس لئے نہیں لائے کہ اس کی صحت مختلف فیہ تھی یہ بھی واضح رہے کہ امام ابو داؤد نے یہ دونوں حدیثیں اپنی سنن میں لی ہیں، ابو ہریرہؓ کی حدیث تو بذیل المنجھود ”باب الإمام یُصلِّي من قعود“ (رقم الحدیث ۶۰۴) کے تحت میں گزر گئی، اور ابو موسیٰ کی حدیث آگے چل کر باب التَّشَهُّد (رقم الحدیث ۹۷۳) میں آرہی ہے، امام ابو داؤد نے اس پر بھی کلام فرمایا ہے، یہ سب تفصیل باب سابق باب الامام یصلی من قعود میں ہمارے یہاں گزر چکی ہے، حنفیہ کے دلائل میں ایک دلیل آیت کریمہ۔

① بذیل المنجھود فی حل ابی داؤد - ج ۵ ص ۵۱-۵۲

② مسند الإمام الأعظم مع شرح تنسیق النظام فی مسند الإمام (بشری) - ص ۱۹۳

③ صحیح مسلم - کتاب الصلاة - باب التَّشَهُّد فی الصلاة ۴۰۴

وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا ۚ

مشہور ہے اس کے بارے میں حضرات شافعیہ یہ کہتے ہیں کہ اس آیت کا نزول خطبہ کے بارے میں ہے، کوکب میں لکھا ہے یہ درست نہیں اس لئے کہ سورۃ اعراف مکی ہے اور جمعہ کی فرضیت مدینہ منورہ میں ہوئی ہے اور اگر مان بھی لیا جائے کہ اس کی فرضیت مکہ میں ہوئی لیکن یہ تو مسلمات میں سے ہے کہ وہاں آپ ﷺ کو جمعہ کی نماز اور خطبہ کی نوبت نہیں آئی۔

حضرت شیخ حاشیہ کوکب میں لکھتے ہیں کہ درمنثور میں متعدد روایات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کا نزول قراءۃ فی الصلوۃ کے بارے میں ہے التعليق الصبیح میں الشرح الکبیر کے حوالہ سے لکھا ہے قال أحمد أجمع الناس أن هذه الآية نزلت في الصلوة، قرطبی فرماتے ہیں یہ قول کہ اس کا نزول خطبہ کے بارے میں ہے ضعیف ہے اس لئے کہ خطبہ میں قرآن کی مقدار بہت قلیل ہوتی ہے حالانکہ انصابت تمام خطبہ میں واجب ہے نیز یہ آیت مکی ہے اور مکہ میں نہ خطبہ تھا نہ جمعہ کی نماز۔

ابن سلسلہ میں آثار صحابہ: اور متعدد آثار صحابہ ترک قرأت خلف الامام کے بارے میں ہیں جن کی تخریج شرح معانی الآثار میں اور مصنف ابن ابی شیبہ اور مصنف عبد الرزاق معجم طبرانی وغیرہ کتب میں موجود ہے فقد اخرج الطحاوی بسندہ عن علي رضي الله عنه: مَنْ قَرَأَ خَلْفَ الْإِمَامِ فَلَيْسَ عَلَى الْفِطْرَةِ ۚ، وأخرجه ابن أبي شيبه بلفظ مَنْ قَرَأَ خَلْفَ الْإِمَامِ فَقَدْ أَخْلَى الْفِطْرَةَ ۚ، اور مصنف عبد الرزاق میں ہے قال ابن مسعود من قرأ مع الامام ملق فوه تراثاً، جو قرأت خلف الامام کرے اس کے منہ میں مٹی بھر دی جائے (تا کہ وہ قرأت نہ کر سکے) اور حضرت عمرؓ سے منقول ہے وددت ان الذي يقرأ خلف الامام في فيه حجر کہ مجھے یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص قرأت خلف الامام کرے اس کے منہ کے اندر پتھر رکھ دیا جائے۔

۸۲۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ التَّقِطِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ مَكْحُولٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الزَّيْبِ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، قَالَ: كُنَّا خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ فَقَرَأَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَفَعَلْتُ عَلَيْهِ الْقِرَاءَةَ، فَلَمَّا نَزَعَ قَالَ: «لَعَلَّكُمْ تَقْرءُونَ خَلْفَ إِمَامِكُمْ» قُلْنَا: نَعَمْ هَذَا يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: «لَا تَفْعَلُوا إِلَّا بِمَا حَرَّمَ الْكِتَابُ فَإِنَّهُ لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِهَا».

عبادہ بن صامتؓ فرماتے ہیں کہ ہم آپ ﷺ کے پیچھے نماز فجر میں اقتداء کر رہے تھے پس حضور ﷺ

① اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کی طرف کان لگائے رہو اور چپ رہو (سورۃ الاعران ۲۰۴)

② التعليق الصبیح علی مشکاة المصابیح - ج ۱ ص ۳۶۴

③ شرح معانی الآثار - کتاب الصلاة - باب القراءة خلف الإمام ۱۳۰۶

④ المصنف لابن أبي شيبه - کتاب الصلاة باب من كره القراءة خلف الإمام ۳۸۰۲

⑤ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ قَالَ: قَالَ عَلِيٌّ: "مَنْ قَرَأَ مَعَ الْإِمَامِ فَلَيْسَ عَلَى الْفِطْرَةِ" قَالَ: وَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ: "مِلْحُونٌ لَوْ تَرَانَا" قَالَ: وَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ:

"زِدْتُ أَنْ الَّذِي يَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ فِي فِيهِ حَجَرٌ". (مصنف عبد الرزاق - کتاب الصلاة - باب القراءة خلف الإمام ۲۸۰۹)

نے قرأت کی تو آپ ﷺ پر قرأت کرنا بھاری ہو گیا (بعض صحابہ کے قرأت کرنے کی وجہ سے) جب حضور ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو ارشاد فرمایا کہ شاید تم لوگ اپنے امام کے پیچھے قرأت کرتے ہو ہم نے عرض کیا جی ہاں اے اللہ کے رسول ﷺ ہم تیز تیز قرأت کرتے ہیں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا تم لوگ سورۃ فاتحہ کے علاوہ کچھ نہ پڑھو کیونکہ سورۃ فاتحہ پڑھے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

صحیح البخاری - الأذان (۷۲۳) صحیح مسلم - الصلاة (۳۹۴) جامع الترمذی - الصلاة (۲۴۷) سنن النسائي - الافتتاح (۹۱۰) سنن النسائي - الافتتاح (۹۱۱) سنن النسائي - الافتتاح (۹۲۰) سنن أبي داود - الصلاة (۸۲۳) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (۸۳۷) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۳۱۴/۵) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۳۱۶/۵) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۳۲۱/۵) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۳۲۲/۵) سنن الدارمی - الصلاة (۱۲۴۲)

۸۲۴ - حَدَّثَنَا الزَّيْبِعُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأُرْدِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَخْبَرَنِي زَيْدُ بْنُ وَاقِدٍ، عَنْ مَكْحُولٍ، عَنْ نَافِعِ بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ الزَّيْبِعِ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ تَابِعُ: أَبُطَا عِبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ عَنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ، فَأَقَامَ أَبُو نُعَيْمٍ الْمُؤَذِّنُ الصَّلَاةَ فَصَلَّى أَبُو نُعَيْمٍ بِالنَّاسِ، وَأَقْبَلَ عِبَادَةُ وَأَنَا مَعَهُ، حَتَّى صَفَقْنَا خَلْفَ أَبِي نُعَيْمٍ، وَأَبُو نُعَيْمٍ يَجْهَرُ بِالْقِرَاءَةِ فَجَعَلَ عِبَادَةُ يَقْرَأُ آيَةَ الْقُرْآنِ فَلَمَّا انْصَرَفَ، قُلْتُ لِعِبَادَةَ: سَمِعْتُكَ تَقْرَأُ آيَةَ الْقُرْآنِ وَأَبُو نُعَيْمٍ يَجْهَرُ، قَالَ: أَجَلْ صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْضَ الصَّلَوَاتِ الَّتِي يَجْهَرُ فِيهَا بِالْقِرَاءَةِ قَالَ: فَالْتَبَسْتُ عَلَيْهِ الْقِرَاءَةَ فَلَمَّا انْصَرَفَ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوُجْهِهِ، وَقَالَ: «هَلْ تَقْرَءُونَ إِذَا جَهِرْتُ بِالْقِرَاءَةِ؟» فَقَالَ بَعْضُنَا: إِنَّا نَصْنَعُ ذَلِكَ، قَالَ: "فَلَا، وَأَنَا أَقُولُ: مَا لِي يَنْزِعُ عَنِّي الْقُرْآنُ، فَلَا تَقْرَءُوا بِشَيْءٍ مِنَ الْقُرْآنِ إِذَا جَهِرْتُ إِلَّا بِآيَةِ الْقُرْآنِ"

نافع بن محمود بن زبج الانصاری کہتے ہیں کہ ایک دن عبادہ بن صامت کو فجر کی نماز میں تاخیر ہو گئی تو ابو نعیم مؤذن نے نماز فجر شروع کروائی اور ابو نعیم نے لوگوں کو نماز پڑھائی اس دوران عبادہ بن صامت نماز کی طرف تشریف لائے اور میں ان کے ساتھ تھا ہم ابو نعیم کے پیچھے ان کی اقتداء میں نماز پڑھنے کیلئے صف میں داخل ہو گئے اور نعیم جہری قرأت فرما رہے تھے تو عبادہ ان کے اقتداء میں سورۃ فاتحہ پڑھنے لگے جب عبادہ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے ان سے کہا ابو نعیم کی جہری قرأت کے دوران میں آپ کی سورۃ فاتحہ کی آواز سن رہا تھا تو حضرت عبادہ نے فرمایا جی ہاں ایسا ہی ہے حضور ﷺ نے ہمیں ایک ایسی نماز پڑھائی جس میں جہری قرأت ہوتی ہے تو آپ پر قرأت کرنے میں اشتباہ اور التباس پیدا ہونے لگا (کیونکہ آپ کے پیچھے مقتدی قرأت کر رہے تھے) جب حضور ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو ہماری طرف اپنے چہرے انور کو پھیرا اور ارشاد فرمایا کیا تم لوگ میری جہری قرأت کے وقت قرأت کرتے ہو تو ہم میں سے بعض ساتھیوں نے کہا ہم آپ کے پیچھے قرأت کرتے ہیں تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا میری اقتداء میں قرأت مت کرو میں یہی سوچ رہا تھا کہ مجھ سے قرآن کی قرأت کے متعلق کیوں جھگڑا جا رہا ہے پس جب میں جہری قرأت کروں تو تم میرے پیچھے قرآن کریم کی قرأت مت کرو سوائے سورۃ فاتحہ کے۔

۸۲۵ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ سَهْلٍ الرَّمْلِيُّ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، عَنِ ابْنِ جَابِرٍ، وَسَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْعَلَاءِ، عَنْ مَكْحُولٍ، عَنْ عُبَادَةَ، نَحْوَ حَدِيثِ الرَّبِيعِ بْنِ سُلَيْمَانَ، قَالُوا: فَكَانَ مَكْحُولٌ، يَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ وَالصُّبْحِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ سِرًّا، قَالَ مَكْحُولٌ: اقْرَأُ بِهَا فِيمَا جَهَرَ بِهِ الْإِمَامُ إِذَا قَرَأَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ، وَسَكَتَ سِرًّا فَإِنْ لَمْ يَسْكُتْ اقْرَأُ بِهَا قَبْلَهُ وَمَعَهُ وَبَعْدَهُ لَا تَتَوَكَّلْ عَلَيْهَا عَلَى كُلِّ حَالٍ.

عبادہ سے ربیع بن سلیمان کی حدیث کی طرح مروی ہے..... مکحول کے شاگرد کہتے ہیں مکحول مغرب، عشاء اور فجر کی نماز میں ہر رکعت میں آہستہ آواز سے سورۃ فاتحہ پڑھا کرتے تھے مکحول فرماتے ہیں جب امام جہری نماز میں سورۃ فاتحہ پڑھ کر خاموش ہو جائے تو تم اس کے خاموشی والے وقفہ میں سورۃ فاتحہ پڑھ لیا کرو اگر امام سورۃ فاتحہ کے بعد سکتہ نہ کرے تو تم امام سے پہلے اور اس کے ساتھ اور اس کے بعد سورۃ فاتحہ کی قرأت کر لیا کرو کسی حال میں سورۃ فاتحہ پڑھنا نہ چھوڑو۔

صحیح البخاری - الأذان (۷۲۳) صحیح مسلم - الصلاة (۳۹۴) جامع الترمذی - الصلاة (۲۴۷) سنن النسائي - الافتتاح (۹۱۰) سنن النسائي - الافتتاح (۹۱۱) سنن النسائي - الافتتاح (۹۲۰) سنن ابی داؤد - الصلاة (۸۲۴) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۸۲۷) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۳۱۴/۵) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۳۱۶/۵) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۳۲۱/۵) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۳۲۲/۵) سنن الذہاری - الصلاة (۱۰۴۲)

قوله: قَالَ مَكْحُولٌ: اقْرَأُ بِهَا فِيمَا جَهَرَ بِهِ الْإِمَامُ إِذَا قَرَأَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ، وَسَكَتَ: مکحول فرماتے ہیں مقتدی کو چاہئے کہ جہری نماز میں جب امام سکوت کرے تو وہ فاتحہ پڑھے اور اگر امام سکتہ نہ کرے تو مقتدی کو چاہئے کہ وہ فاتحہ پڑھے امام سے پہلے یا اس کے ساتھ یا اس کے بعد۔

غرضیکہ جس طرح بھی ممکن ہو پڑھے کسی حال میں اسکو نہ چھوڑے، حاشیہ کو کب میں لکھا ہے ابن العربی فرماتے ہیں کہ ہم حضرت امام شافعی سے دریافت کرتے ہیں کہ مقتدی فاتحہ خلف الامام کس وقت پڑھے، اگر وہ عین امام کی قرأت کی وقت پڑھتا ہے تو اس صورت میں منازعت امام اور اعراض عن استماع القرآن لازم آتا ہے، اور اگر آپ یہ فرمائیں کہ امام جب سکتہ کرے تب پڑھے تو پھر ہم پوچھتے ہیں کہ اگر امام سکتہ نہ کرے تو کس وقت پڑھے کیونکہ امت کا اس پر اتفاق ہے کہ امام پر سکتہ واجب نہیں نیز وہ فرماتے ہیں کہ کیا امام کی قرأت کا استماع یہ مقتدی کی قرأت نہیں کہلا سکتا، یہ بات ہر سمجھدار اور انصاف پسند کے لئے کافی ہے، دیکھئے حضرت ابن عمرؓ خلف الامام قرأت نہیں فرماتے تھے، اور وہ حضور ﷺ کی سنت کا بہت زیادہ اتباع کرنے والے تھے (انہی کلام ابن العربی)۔

شافعیہ کے نزدیک مقتدی فاتحہ خلف الامام کس وقت کرے: ویسے کتب شافعیہ میں لکھا ہے کہ امام کیلئے مستحب ہے سکتہ کرنا تاکہ مقتدی قرأت فاتحہ کر سکے، اور اگر مقتدی کو یہ گمان ہو کہ وہ سکتہ امام میں فاتحہ پوری نہ کر سکے گا

تو اس کو چاہئے کہ امام کے ساتھ ساتھ پڑھتا رہے۔

۱۳۸ باب من کثر القراءة بفاححة الكتاب إذا جهز الإمام

جہری نماز میں مقتدیوں کیلئے سورۃ فاتحہ پڑھنے کی مسانت کا بیان

باب اول سے مصنفؒ نے بظاہر یہ ثابت فرمایا تھا کہ قرأت فاتحہ فی الصلاة مطلقاً واجب ہے امام ہو یا مقتدی یا منفرد۔

ترجمة الباب سے مصنفؒ کی غرض: اب اس باب سے مصنفؒ مقتدی کا استثناء یا یہ کہتے کہ نسخ بیان کر رہے

ہیں اس باب میں یہ فرما رہے ہیں کہ مقتدی کو فاتحہ خلف الامام جہری نمازوں میں نہ پڑھنا چاہئے، اور اس کے بعد آنے والے باب میں فرما رہے ہیں کہ سری نمازوں میں بھی نہیں پڑھنی چاہئے، یہ پہلے بھی ہمارے یہاں گزر چکا کہ اس باب میں مصنفؒ نے ابوہریرہؓ کی حدیث ذکر کی ہے جس کا تعلق جہری یعنی صبح کی نماز سے ہے۔

۸۲۶ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ ابْنِ أَكْبِمَةَ اللَّيْثِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ مِنْ صَلَاةٍ جَهَرَ فِيهَا بِالْقُرْآنِ فَقَالَ: «هَلْ قَرَأَ مَعِيَ أَحَدٌ مِنْكُمْ آيَةً؟» فَقَالَ رَجُلٌ: نَعَمْ، يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: «إِنِّي أَقُولُ مَالِي أَنْزَعُ الْقُرْآنَ؟» قَالَ: فَانْتَهَى النَّاسُ عَنِ الْقُرْآنِ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا جَهَرَ فِيهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْقُرْآنِ مِنَ الصَّلَاةِ حِينَ سَمِعُوا ذَلِكَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى حَدِيثَ ابْنِ أَكْبِمَةَ هَذَا مَعْمَرٌ، وَيُونُسُ، وَأَسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَلَى مَعْنَى مَالِكٍ.

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ جہری نماز سے فارغ ہونے کے بعد ہماری طرف پھرے اور ارشاد فرمایا: کیا کسی نے ابھی میرے ساتھ قرآن کی قرأت کی ہے؟ تو ایک شخص نے کہا جی ہاں اے اللہ کے رسول ﷺ میں نے آپ کے پیچھے قرأت کی ہے تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں دل میں یہی سوچ رہا تھا کہ قرآن پڑھنے کے متعلق مجھ سے کیوں جھگڑا جا رہا ہے۔ راوی کہتا ہے پس لوگ ان نمازوں میں جن میں حضور ﷺ جہری قرأت فرماتے..... حضور ﷺ کی اقتداء میں آپ کے ساتھ قرأت کرنے سے رک گئے جب انہوں نے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان سنا امام ابو داؤد فرماتے ہیں ابن اکبیر اللیثی کی یہ حدیث معمر، یونس، اسامہ بن زید نے امام زہری سے امام مالک کی گزشتہ حدیث کی مانند نقل کی ہے۔

۸۲۷ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَأَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمُرُوزِيُّ، وَحُمَيْدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ أَبِي خَلْفٍ، وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الزُّهْرِيُّ، وَابْنُ الشَّرَحِ، قَالُوا: حَدَّثَنَا شَفِيَّانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، سَمِعْتُ ابْنَ أَكْبِمَةَ، يُحَدِّثُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةً نَظُنُّ أَنَّهَا الصُّبْحُ بِمَعْنَاهُ إِلَى قَوْلِهِ: «مَالِي أَنْزَعُ الْقُرْآنَ». قَالَ مُسَدَّدٌ فِي حَدِيثِهِ: قَالَ مَعْمَرٌ: فَانْتَهَى النَّاسُ عَنِ الْقُرْآنِ فِيمَا جَهَرَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ ابْنُ الشَّرَحِ فِي حَدِيثِهِ:

قَالَ مَعْمَرٌ: عَنْ الزُّهْرِيِّ، قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: قَاتَلَنِي النَّاسُ، وَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الزُّهْرِيُّ: مِنْ بَيْنِهِمْ، قَالَ سَفِيَانُ: وَتَكَلَّمَ الزُّهْرِيُّ بِكَلِمَةٍ لَمْ أَسْمَعْهَا، فَقَالَ مَعْمَرٌ: إِنَّهُ قَالَ: قَاتَلَنِي النَّاسُ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَتَرَوُاكَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ الزُّهْرِيِّ، وَاتَّخَذَ حَدِيثَهُ إِلَى قَوْلِهِ: «مَا لِي أَنَا فِي الْقُرْآنِ»، وَتَرَوُهَا لَدَوْنِ أَحِبِّي، عَنْ الزُّهْرِيِّ، قَالَ فِيهِ: قَالَ الزُّهْرِيُّ: قَاتَلَنِي الْمُسْلِمُونَ بِذَلِكَ فَلَمْ يَكُونُوا يَقْرَءُونَ مَعَهُ فِيمَا يَجْهَرُ بِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ يَحْيَى بْنِ قَالِبٍ، قَالَ: قَوْلُهُ: قَاتَلَنِي النَّاسُ مِنْ كَلَامِ الزُّهْرِيِّ.

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک نماز پڑھائی ہمارا خیال ہے کہ وہ فجر کی نماز تھی پھر امام مالکؒ کی حدیث کے ہم معنی حدیث نقل کی مآلی أنارغ القرآن تک۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں مسند نے اپنی حدیث میں یہ اضافہ کیا کہ قاتلنی الناس من القراءة فيما يجهر به رسول الله ﷺ۔ جملہ معمر کا مقولہ ہے اور ابن السرح استاد نے اپنی حدیث میں فرمایا کہ یہ جملہ حضرت ابو ہریرہؓ کا مقولہ ہے اور میرے ان تمام اساتذہ میں سے عبد اللہ بن محمد زہری کہتے ہیں کہ سفیان نے کہا کہ زہری نے ایک ایسا جملہ کہا جو میں نہیں سن سکا (تو میرے پوچھنے پر) معمر نے کہا کہ (مآلی أنارغ القرآن کے بعد) زہری نے قاتلنی الناس اس کا جملہ فرمایا تھا امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ عبد الرحمن بن اسحاق نے اس حدیث کو جب زہری سے نقل کیا تو ان کی حدیث مآلی أنارغ القرآن پر ختم ہو گئی اور اوزاعی نے زہری سے جب اس حدیث کو نقل کیا تو اوزاعی نے کہا کہ زہری نے فرمایا کہ مسلمانوں نے نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان سے نصیحت لے کر حضور ﷺ کے ساتھ جہری نماز میں قرأت کرنی چھوڑ دی۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں محمد بن یحییٰ بن فارس کہتے ہیں کہ قاتلنی الناس اس کا کلام ہے۔

جامع الترمذی - الصلاة (۳۱۲) سنن النسائي - الافتتاح (۹۱۹) سنن أبي داود - الصلاة (۸۲۶) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (۸۴۹) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲/۴۰۰) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲/۲۸۴) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲/۲۸۵) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲/۳۰۲) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲/۴۸۷) موطأ مالك - النداء للصلاة (۱۹۴)

قوله: قَاتَلَنِي النَّاسُ عَنِ الْقُرْآنَةِ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا جَهَرَ فِيهِ: اس سے صاف طور سے معلوم ہو رہا ہے کہ آپ ﷺ کی نکیر کی وجہ سے صحابہ کرامؓ نے جہری نماز میں فاتحہ خلف الامام کو ترک کر دیا تھا چونکہ یہ شافعیہ کے بالکل خلاف ہے۔

شافعیہ کی طرف سے حدیث کا جواب: اسلئے امام نوویؒ نے اسکے دو جواب دیئے: ① اول یہ کہ اس حدیث میں یہ جملہ مدرج ہے، زہری کا کلام ہے، ہماری طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں روایات مختلف ہیں بعض روایات سے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ زہری کا کلام ہے یا کسی اور راوی کا، اور بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ابو ہریرہؓ کا کلام ہے، اور اصل عدم اور ان ہی ہے، اور اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ یہ من کلام الزہری ہے تب بھی کیا اشکال ہے، کیا امام زہری خلاف واقعہ بات کہہ رہے ہیں؟

② اور دوسرا جواب امام نووی نے یہ دیا ہے کہ محدثین کا اس حدیث کے ضعف پر اتفاق ہے کیونکہ اس کے اندر ایک راوی ابی اُکیمہ ہے جو مجہول ہے، ہماری طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ امام ترمذی نے اس حدیث کی تحسین اور ابن حبان نے تصحیح کی ہے، پھر یہ کہنا کیسے درست ہے کہ اس حدیث کے ضعف پر اتفاق ہے، نیز امام ترمذی فرماتے ہیں: وَابْنُ أَكِيْمَةَ اللَّيْثِيُّ اسْمُهُ عَمَارَةٌ، وَيُقَالُ: عَمْرُو بْنُ أَكِيْمَةَ ①، اور حافظ ابن حجر تقریب میں ان کے نام میں مختلف اقوال یعنی عمارہ، عمار، عمرو، عامر لکھنے کے بعد فرماتے ہیں ثَقَّةٌ مِنَ الثَّالِثَةِ اور انہوں نے کوئی جرح ان کے بارے میں نقل نہیں کی، یہ سنن اربعہ کے راوی ہیں ②۔

۱۳۹۔ بَابُ مَنْ رَأَى الْقِرَاءَةَ إِذَا لَمْ يَجْهَرِ الْإِمَامُ بِقِرَاءَتِهِ

سری نماز میں امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ سن پڑھنے کا بیان (۵۵)

یہ ترجمہ اکثر نسخوں میں اسی طرح ہے اور بعض نسخوں میں اس طرح ہے ”بَابُ مَنْ لَمْ يَرَ الْقِرَاءَةَ إِذَا لَمْ يَجْهَرِ“ اور یہ دوسرا نسخہ ہی صحیح ہے کیونکہ پہلے نسخہ کا حاصل یہ ہے، صلاۃ سریہ میں قرأت کا ثبوت جس کے معنی ہوئے جہر یہ میں عدم ثبوت، اور یہ بات باب سابق میں گزر چکی ہے، اس صورت میں یہ باب تکرار محض ہو گا لہذا نسخہ ثانیہ ہی صحیح ہے جس کا حاصل ہے ترک القراءۃ خلف الامام فی السریہ، لہذا مجموعہ بائین سے قرأت خلف الامام کا مطلق ترک ثابت ہو گیا۔

۸۷۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ الْعُبَيْدِيُّ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ الْمَعْنَى، عَنْ كَثَادَةَ، عَنْ ذَرَامَةَ، عَنْ عُمَرَ بْنِ بَحْصَيْنٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ فَجَاءَ رَجُلٌ فَقَرَأَ خَلْفَهُ سَبَّحَ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى فَلَمَّا فَرَغَ، قَالَ: «أَنْتُمْ قَرَأْتُمْ؟»، قَالُوا: رَجُلٌ، قَالَ: «قَدْ عَرَفْتُ أَنْ بَعْضَكُمْ خَالَجْنِيهَا»، قَالَ ابُو دَاوُدَ: قَالَ أَبُو الْوَلِيدِ فِي حَدِيثِهِ: قَالَ شُعْبَةُ: فَقُلْتُ لِقَثَادَةَ: أَلَيْسَ قَوْلُ سَعِيدٍ أَنْصَبَ لِلْقُرْآنِ؟ قَالَ: ذَلِكَ إِذَا جَهَرَ بِهِ، قَالَ ابْنُ كَثِيرٍ فِي حَدِيثِهِ: قَالَ: قُلْتُ لِقَثَادَةَ: كَأَنَّهُ كَرِهَهُ قَالَ: لَوْ كَرِهَهُ هَمَى عَنْهُ.

عمران بن حصین کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ظہر کی نماز ادا فرمائی ایک صاحب نے سَبَّحَ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى کی قرأت آپ کی اقتداء میں کی جب حضور ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے ساتھ نماز میں کس مقتدی نے قرأت کی؟ صحابہ نے عرض کیا کہ صرف ایک شخص نے آپ ﷺ کے پیچھے قرأت کی ہے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا میں سمجھ گیا تھا کہ تم میں سے بعض لوگ میری قرأت میں خلجان واقع کریں گے امام ابو داؤد فرماتے ہیں ابو الولید نے

① جامع الترمذی - کتاب الصلاة - باب ما جاء في ترك القراءة خلف الإمام إذا جهر الإمام بالقراءة ۳۱۲

② عمارہ بضم أوله والتخفيف ابن أکیمہ بالتصغیر الليثي أبو الوليد المدني وقيل اسمه عمار أو عمرو أو عامر ويأتي غير مسمى ثقة من الثالثة سنة إحدى ومائة وله تسع وسبعون ۴ (تقریب التهذيب ص ۷۱)

اپنی حدیث میں کہا کہ شعبہ نے کہا کہ میں نے قنادہ سے پوچھا کہ سعید بن مسیب کا یہ مذہب نہیں ہے کہ قرآن جب پڑھا جائے تو مقتدی خاموش رہے تو قنادہ نے جواب دیا کہ میرے استاد سعید نے مقتدی کو خاموش رہنے کا حکم جہری نماز میں دیا ہے۔۔۔۔۔ ابن کثیر نے اپنی حدیث میں کہا کہ شعبہ کہتے ہیں میں نے قنادہ سے کہا کہ حضور ﷺ کو یا قرأت خلف الامام کو ناپسند فرماتے تو اس سے منع فرمادیتے۔

صحیح مسلم - الصلاة (۳۹۸) سنن النسائي - الافتتاح (۹۱۷) سنن النسائي - الافتتاح (۹۱۸) سنن ابی داود - الصلاة (۸۲۸) مسند احمد - اول مسند البصريين (۴۲۶/۴) مسند احمد - اول مسند البصريين (۴۳۱/۴) مسند احمد - اول مسند البصريين (۴۳۳/۴) مسند احمد - اول مسند البصريين (۴۴۱/۴)

۸۲۹ - حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُنْكَثَرِ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ قَنَادَةَ، عَنْ زُرَّارَةَ، عَنْ عُمَرَ بْنِ لُحَيْصٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى بِهِمُ الظُّهْرَ فَلَمَّا انْقَضَ، قَالَ: «أَيُّكُمْ قَرَأَ بِسْمِ رَبِّكَ الْأَعْلَى؟»، فَقَالَ رَجُلٌ: أَنَا، فَقَالَ: «عَلِمْتُ أَنَّ بَعْضَكُمْ خَالَجَتْهَا».

عمران بن حصین کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھائی جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہو کر پھرے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا بسم اسم ربك الاعلى میرے پیچھے کس مقتدی نے پڑھی؟ تو ایک صاحب نے عرض کیا میں نے پڑھی تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا مجھے معلوم تھا کہ تم میں سے بعض لوگ میری قرأت میں خلجان پیدا کریں گے۔

صحیح مسلم - الصلاة (۳۹۸) سنن النسائي - الافتتاح (۹۱۷) سنن النسائي - الافتتاح (۹۱۸) سنن ابی داود - الصلاة (۸۲۹) مسند احمد - اول مسند البصريين (۴۲۶/۴) مسند احمد - اول مسند البصريين (۴۳۱/۴) مسند احمد - اول مسند البصريين (۴۳۳/۴) مسند احمد - اول مسند البصريين (۴۴۱/۴)

۸۲۹ - عَنْ عُمَرَ بْنِ لُحَيْصٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ فَبَاءَ رَجُلٌ فَقَرَأَ خَلْفَهُ بِسْمِ رَبِّكَ الْأَعْلَى. اس حدیث سے ترک القراءة فی السریہ ثابت ہو رہا ہے۔

شافعیہ کی طرف سے حدیث کا جواب: امام بیہقی نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ اس واقعہ میں حضور ﷺ کی تکبیر پس قرأت پر نہیں ہے بلکہ جہر بالقراءة پر ہے، ان صحابی نے آپ ﷺ کے پیچھے جہر کی تھی، آپ ﷺ نے اس پر تکبیر فرمائی ہے، اور قرینہ اس پر یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ایکم قرأ بسم اسم ربك الاعلى، تو اگر یہ صحابی جہر قرأت نہ کرتے تو آپ کو متعین سورت کا علم کیسے ہوتا، ہماری طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات مستبعد سی معلوم ہوتی ہے کہ آپ ﷺ تو قرأت سر آفرما رہے ہوں اور آپ کے پیچھے ایک صحابی جہر قرأت کرے، اور یہی بات تسمیہ سورت کی سو صحیح یہ ہے کہ اس حدیث میں تسمیہ سورت آپ ﷺ سے ثابت نہیں جیسا کہ باب کی پہلی حدیث سے معلوم ہو رہا ہے۔

اب سوال یہ رہا گیا کہ اگر جہر قرأت نہیں تھی تو آپ ﷺ کے ساتھ قرأت میں منازعت کیسے ہوئی؟ جواب یہ ہے کہ ہو سکتا

ہے شدت ہمس کی وجہ سے ہو یا ارتکاب مکروہ کی وجہ سے، (وہی القراءۃ خلف الإمام) جیسا کہ نسائی شریف کی ایک روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ صبح کی نماز میں سورہ روم تلاوت فرما رہے تھے روایت کے الفاظ یہ ہیں: عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ صَلَّى صَلَاةَ الصُّبْحِ، فَقَرَأَ الرُّومَةَ فَالْتَبَسَ عَلَيْهِ، فَلَمَّا صَلَّى قَالَ: «مَا بَالُ أَقْوَامٍ يُصَلُّونَ مَعَنَا لَا يُحْسِنُونَ الظُّهُورَ، فَإِنَّمَا يَلْبَسُ عَلَيْنَا الْقُرْآنُ أَوْ لَيْتَ»^۱، دیکھئے آپ ﷺ کو قرأت میں منازعت پیش آئی اس لئے کہ بعض آپ کے پیچھے نماز پڑھنے والوں نے وضوء اور طہارت اچھی طرح نہیں کی تھی، اسی لئے ہم نے کہا مخالفت کا منشاء ارتکاب مکروہ بھی ہو سکتا ہے۔

قرأت خلف الإمام کی بحث بحمد اللہ پوری ہو گئی۔

۱۴۰۔ باب مَا يُجْزِي الْأَقْبِي وَالْأَعْجَمِي مِنَ الْقِرَاءَةِ

۱۴۰۔ ابی اور عجمی شخص کیلئے کس طرح مترأت کرنا صحیح ہے

باب کو ماقبل سے مناسبت: یہ باب مقام کے مناسب ہے گذشتہ ابواب میں فرضیت قرأت کو بیان کیا گیا ہے، اب یہاں سے یوں فرما رہے ہیں کہ اگر کوئی شخص ناواقف ہو اور اسکو قرآن کی مقدار مفروض بھی یاد نہ ہو تو ایسا شخص کیا پڑھے، حکم مسئلہ آگے حدیث کے ذیل میں آجائیگا۔

۸۳۰۔ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةٍ، أَخْبَرَنَا خَالِدٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدَرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَفِينَا الْأَعْرَابِيُّ وَالْأَعْجَمِيُّ، فَقَالَ: «اقْرَءُوا فَيُكُلُ حَسَنٌ وَسَمِيحِي أَقْوَامٌ يَقِيمُونَهُ كَمَا يَقَامُ الْقِدْحُ يَتَعَجَّلُونَهُ وَلَا يَتَأَجَّلُونَهُ»۔

ترجمہ: جابر بن عبد اللہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے جبکہ ہم قرأت کر رہے ہیں ہماری جماعت میں دیہاتی اور عجمی لوگ بھی تھے تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا (قرآن جس طرح پڑھ رہے ہو اسی طرح) پڑھتے رہو (تم میں سے) ہر ایک (کی قرأت) فی الجملہ ٹھیک ہے۔ عنقریب ایسے لوگ آئیں گے جو اس طرح قرآن کو سیدھا کر کے پڑھیں گے (اور قرأت کی تصحیح کرنے میں مبالغہ کریں گے) جس طرح تیر کو سیدھا کیا جاتا ہے یہ لوگ قرآن کو عمدہ پڑھ کر دنیا اور اس کا مال و متاع حاصل کریں گے اور آخرت کے ثواب کو یہ لوگ حاصل کرنے کی فکر نہیں کریں گے۔

سنن ابی داؤد - الصلاة (۸۳۰) - مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۳۵۷/۳) - مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۳۹۷/۳)

قولہ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَفِينَا الْأَعْرَابِيُّ وَالْأَعْجَمِيُّ:

حضرت جابرؓ فرما رہے ہیں ایک مرتبہ ہم لوگ چند صحابہ جن میں بعض اعرابی اور بعض عجمی تھے جو اپنے اپنے لہجوں میں قرآن

پاک تلاوت کر رہے تھے تو آپ ﷺ نے ہماری قرأت کو سن کر سب پڑھنے والوں کی تحسین فرمائی کہ سب کی قرأت درست ہے (کیونکہ اخلاص کے ساتھ ہے) اور فرمایا آپ نے کچھ روز بعد ایسے لوگ آئیں گے کہ قرآن پاک کے الفاظ کی ادائیگی بہت عمدہ اور قاعدہ سے کریں گے الفاظ کو درست اور بنانا کر ادا کریں گے جس طرح تیر کی لکڑی کو نہایت صاف اور سیدھا تراشا جاتا ہے، جو اپنی قرأت کا بدلہ عاجلاً (اسی دنیا میں لیں گے) اور آجلاً یعنی آخرت میں نہیں لیں گے۔

اس سے اگلی حدیث کا مضمون بھی یہی ہے اور اسمیں اس طرح ہے **وَفِيكُمْ الْأَتَمُّ وَفِيكُمْ الْأَكْبَضُ وَفِيكُمْ الْأَسْوَدُ**، بذل میں لکھا ہے کہ اول سے مراد عرب ہیں اور ثانی سے روم تیسرے سے مراد اہل حبشہ^۱، اور منہل میں لکھا ہے کہ احمر سے مراد عجم اور ایض سے اہل فارس اور اسود سے عرب۔

۸۲۱ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهَبٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ وَهَبٍ، عَنْ بَكْرِ بْنِ سَوَادَةَ، عَنْ وَفَاءِ بْنِ شُرَيْحٍ الصَّدَقِيِّ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ، قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا وَنَحْنُ نَقْتَرِي، فَقَالَ: «الْحَمْدُ لِلَّهِ كِتَابُ اللَّهِ وَاحِدٌ، وَفِيكُمْ الْأَتَمُّ وَفِيكُمْ الْأَكْبَضُ وَفِيكُمْ الْأَسْوَدُ، أَفَرَأَيْتُمْ قِيلَ أَنْ يَقْرَأَهُ أَقْوَامٌ يُقِيمُونَهُ كَمَا يَقُومُ الشَّهْمُ يَسْتَجَلُّ أَجْرُهُ وَلَا يَتَأَجَّلُهُ».

سہل بن سعد الساعدی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم قرآن کریم کی تلاوت کر رہے تھے تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ پاک کی ساری تعریفیں ہیں کہ اللہ کی کتاب ایک ہے (اور اس کے پڑھنے والے مختلف زبانوں کے حاملین ہیں) تم لوگوں میں لال رنگ والے (اہل عرب) اور سفید رنگ والے (رومی) اور کالے رنگ والے (حبشی لوگ) موجود ہیں۔ پس تم لوگ قرآن کی تلاوت کرو اس سے پہلے کہ ایسے لوگ آئیں جو قرآن کو خوب سیدھا کر کے مبالغہ کے ساتھ اسکو پڑھیں جیسا کہ تیر کو سیدھا کیا جاتا ہے لیکن وہ قرآن کریم کو اس طرح پڑھنے سے دنیا کے طلبکار ہونگے آخرت کا ثواب ان کا مقصد نہ ہوگا۔

۸۲۲ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعُ بْنُ الْجَرَّاحِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، عَنْ أَبِي خَالِدٍ الدَّالِجِيِّ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ السَّكْسَكِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنِّي لَا أَسْتَطِيعُ أَنْ أَخَذَّ مِنْ الْقُرْآنِ شَيْئًا فَعَلِمَنِي مَا يَجُوزُنِي مِنْهُ، قَالَ: "قُلْ: سُبْحَانَ اللَّهِ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ، وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَاللَّهُ أَكْبَرُ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ"، قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، هَذَا اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ قَمَالِي، قَالَ: "قُلْ: اللَّهُمَّ ارْحَمْنِي وَارْزُقْنِي وَعَافِنِي وَاهْدِنِي"، فَلَمَّا قَامَ قَالَ: هَكَذَا ابْتَدِئْهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَمَّا هَذَا فَقَدْ مَلَأَ يَدَهُ مِنَ الْحَيْرَةِ».

عبد اللہ بن ابی اوفی کہتے ہیں کہ ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کیا کہ

میں قرآن کریم کا کچھ حصہ (جس کو میں اپنا اور داؤد و طیفہ بنالوں) سیکھنے کی کوشش کے باوجود نہ سیکھ سکا پس مجھے ایسا وظیفہ تلقین فرمایے جو قرأت قرآن کا بدل بن جائے جناب رسول اللہ نے ارشاد فرمایا تم سبحان اللہ، والحمد للہ، ولا الہ الا اللہ، واللہ اکبر، ولا حول ولا قوة الا باللہ پڑھ لیا کرو تو اس شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ اس میں تو سب کے سب اللہ پاک کی تعریفیں ہیں تو کچھ ایسے کلمات بھی سکھائیے جس میں میرے لئے بھی دینی اور دنیوی فائدہ ہو تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا تم یہ کلمات کہو اللہم ارحمنا وارضقنا وعافی واهلنا جب یہ شخص کھڑا ہو گیا تو اس نے ہاتھ کے اشارے سے ان کلمات کو اپنے پوروں پر شہر کیا تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اس شخص نے اپنے ہاتھ کو بھلائی سے بھر لیا۔

سنن ابی داؤد - الصلاة (۸۳۲) مسند احمد - أول مسند الکوفین (۲۵۳/۴)

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنِّي لَا أَسْتَطِيعُ أَنْ أَخْذَ مِنَ الْقُرْآنِ شَيْئًا فَعَلِّمْنِي مَا يَخْذُرُنِي مِنْهُ. یعنی ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ مجھ کو قرآن کچھ بھی یاد نہیں جس کو پڑھ سکوں تو آپ مجھے ایسی تعلیم فرمادیجئے جو قرأت قرآن کا بدل ہو، اس پر آپ ﷺ نے اس شخص کو، جو اذکار خمسہ آگے حدیث میں مذکور ہیں وہ تعلیم فرمائے۔

حدیث کے محمل کی تعیین میں شراح کا اختلاف: شراح حدیث کا اس حدیث کے محمل کی تعیین میں اختلاف ہے، حضرت گنگوہیؒ کی رائے یہ ہے جس کو حضرت سہارنپوریؒ نے بھی بذیل میں اختیار فرمایا ہے کہ یہاں پر حدیث میں قرأت فی الصلاة مراد نہیں، بلکہ تلاوت قرآن بطریق ورد مراد ہے اس لئے کہ قرآن کی مقدار مفروض فی الصلاة کا حاصل کرنا اور سیکھنا آدمی پر فرض عین ہے، اور اس حدیث میں امر بالتعلم کا کہیں وجود نہیں ہے، لہذا اس سے خارج صلاة تلاوت قرآن مراد ہے، علامہ طیبی کا میلان بھی اسی طرف معلوم ہوتا ہے^①، اور دوسرے شراح نے جن میں ملا علی قاریؒ بھی شامل ہیں اس حدیث کو قرأت فی الصلاة پر ہی محمول کیا ہے^② جیسا کہ محدثین کے ظاہر صنیع سے یہی معلوم ہو رہا ہے، اس لئے کہ وہ اس حدیث کو ابواب القراءة فی الصلاة کے ذیل میں ذکر فرما رہے ہیں، اب رہتی یہ بات کہ مقدار مفروض کا سیکھنا تو فرض ہے؟ اس کا جواب یہ لکھا ہے کہ ہو سکتا ہے ابتداء امر میں اس مسئلہ میں مسابقت اور تیسیر کا معاملہ ہو اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ آپ ﷺ کی مراد بھی یہی ہے کہ جب تک قرآن کی مقدار مفروض یا دہ نہ ہو اس وقت تک ان کلمات کو پڑھ لیا کریں، اور امر بالتعلم آپ ﷺ نے اس کو فرمایا ہو راوی نے اختصار اس کو ذکر نہ کیا ہو، واللہ تعالیٰ اعلم۔

اسی کے بارے میں مذاہب ائمہ: اس کے بعد آپ سمجھئے کہ شخص مذکور کو آپ ﷺ نے پانچ کلمات کے پڑھنے کا

① بذیل المجہود فی حل ابی داؤد - ج ۵ ص ۷۵-۷۶

② مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح - ج ۲ ص ۵۳۸

علم فرمایا جو حدیث میں مذکور ہیں، مسئلہ مختلف فیہ ہے حنبلیہ اور شافعیہ کا مسلک یہ ہے کہ جس شخص کو سورہ فاتحہ یاد نہ ہو تو اس پر واجب ہے کہ فاتحہ کے علاوہ فاتحہ کے بقدر یعنی سات آیات کسی دوسری سورت میں سے پڑھ لے اور اگر وہ بھی یاد نہ ہو تو پھر عند الحنبلیہ ان کلمات کا پڑھنا جو حدیث میں مذکور ہیں واجب ہے شافعیہ کی بھی یہی ایک روایت ہے لیکن اصح عند الشافعیہ یہ ہے کہ سات قسم کا ذکر پڑھنا واجب ہے بظاہر اس لئے سورہ فاتحہ کی آیات سات ہی ہیں (لیکن حدیث میں صرف پانچ قسم کا ذکر مذکور ہے) اور مالکیہ کا مذہب یہ ہے جو شخص امی ہو اس پر واجب ہے کہ کسی شخص کی اقتداء میں نماز پڑھے تاکہ امام کی قرأت اسکی قرأت ہو جائے جیسا کہ حدیث میں ہے مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ فَقَرَأَهُ الْإِمَامُ لَهُ قِرَاءَةً ①، سو یہ شخص قرأت حقیقیہ پر تو قادر نہیں لیکن قرأت حکمیہ پر تو قادر ہے، اور حنفیہ کا مسلک یہ ہے کہ ایسے شخص کو نہ کسی امام کے تلاش کرنے کی ضرورت ہے اور نہ ان کلمات مذکورہ کا پڑھنا ضروری ہے، ان کے یہاں یہ اذکار قرأت کے قائم مقام نہیں ہو سکتے بلکہ ایسا شخص مثل اخرس کے حالت قیام میں ساکت رہے۔

شرح حدیث: قوله: فَلَمَّا قَامَ قَالَ: هَكَذَا يَتْلُو: قال یہاں بمعنی قَعَلَ وَاثْنَانِ ہے، اس میں شرح کا اختلاف ہے کہ قال کی ضمیر کس طرف راجع ہے، مسند احمد کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ضمیر کا مرجع رجل ہے لہذا یہی راجح ہے، بعض نے اور دوسرا احتمال یہ لکھا کہ ضمیر آپ ﷺ کی طرف راجع ہے۔

پھر اس جملہ کے مطلب میں دو قول ہیں ایک یہ کہ اس سے مراد انگلیوں پر شمار کرنا ہے، یعنی اس شخص نے ہر کلمہ کو ان کلمات میں سے اپنی انگلیوں پر شمار کرتے ہوئے اپنی زبان سے ادا کیا یا د کرنے کے لئے، اور دوسرا مطلب یہ لکھا ہے کہ اس سے اشارہ شمار کرنیکی طرف نہیں بلکہ اظہار سرور و فرح کی طرف ہے، جیسے کسی شخص کے ہاتھ میں کوئی قیمتی شے آجائے اور وہ اس کو اپنے ہاتھ کی مٹھی میں اچھی طرح دبا کر جھومنے لگے، حضرت گنگوہی کی یہی رائے ہے، اور اگر قال کی ضمیر آپ ﷺ کی طرف مانی جائے تو مطلب یہ ہو گا کہ جب اس شخص کو حضور ﷺ نے فرمایا: قُلِ اللَّهُمَّ اِنِّیْ حَمِیْدٌ وَ اِنِّیْ ذَنبِیٌّ وَ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ کُلِّ عَذَابٍ اَنْتَ اَعْلَمُ بِہِ قَالَ: تو آپ نے اس کو اپنے دست مبارک کی مٹھی بنا کر اشارہ فرمایا کہ اس بات کو اچھی طرح مضبوطی سے پکڑ لو۔

۸۳۳- حَدَّثَنَا أَبُو تَوْبَةَ الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ، أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ يَعْنِي الْقَزَائِرِيَّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: «كُنَّا نَصَلِّي التَّطَوُّعَ نَذْعُو قِيَامًا وَ قُعُودًا، وَ لَسْتُمْ مَرَّ كُوعًا وَ سُجُودًا».

ترجمہ: جابر بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ ہم نفل نماز میں حالت قیام اور حالت قعود میں دعا مانگتے تھے اور رکوع اور سجود میں تسبیح پڑھا کرتے تھے۔

۸۳۴- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَنِ الْحَسَنِ، يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ

وَالْعَصْرِ إِمَامًا أَوْ خَلَفَ إِمَامًا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَيُسَبِّحُ وَيَكْبِرُ وَيَهْلِلُ قَدَرَهُ، وَالذَّائِرَاتِ:

دوسری سند میں حمید سے اسی طرح مروی ہے لیکن اس میں نماز میں نفل کی قید نہیں۔ حمید نے کہا حسن بصری ظہر اور عصر کی نماز میں امام ہوتے یا مقتدی ہوتے تو وہ سورۃ فاتحہ پڑھنے کے بعد تسبیح، تکبیر اور تہلیل فرماتے اتنی مقدار میں کہ جتنی مقدار میں سورۃ فاتحہ پڑھی جاتی ہے۔

عَنِ الْحُسَيْنِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: كُنَّا نَصَلِّي التَّطَوُّعَ نَدْعُو قِيَامًا وَنُقُودًا: - اگر مراد یہ ہے کہ ہم نفل نماز میں حالت قیام میں قرأت کے ساتھ دعا بھی کیا کرتے تھے تب تو کوئی اشکال نہیں، اور اگر صرف دعا پراکتفاء کرنا مراد ہے تو اس صورت میں مطلب یہ لیا جائیگا کہ ہم میں سے بعض ایسا کرتے تھے، اور بعض سے مراد وہ نو مسلم صحابہ ہوں گے جو ابھی تھے اور اس صورت میں یہ حدیث ترجمۃ الباب کے بھی مطابق ہو جائیگی۔

قوله: كَانَ الْحُسَيْنُ، يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ: اس اثر حسن کو ترجمۃ الباب سے بظاہر کوئی مطابقت نہیں لہذا اس کی توجیہ یہ ہے کہ مصنف اس کو یہاں اس لئے لائے ہیں کہ اوپر والی حدیث جابر جس کے راوی خود حسن بصری ہیں وہ نماز میں حالت قیام میں صرف دعا پراکتفاء نہیں کیا کرتے تھے بلکہ قرأت کیا کرتے تھے لہذا اوپر والی حدیث میں بھی دعا پراکتفاء کرنا مراد نہیں ہے بلکہ دعاء مع القراءة مراد ہے (کذا فی البذل^①)۔

۱۴۱۔ بَابُ تَمَامِ التَّكْبِيرِ

تکبیرات انتقال کے بیان میں

مصنف کی غرض اس باب سے یہ ہے کہ نماز کے اندر مصلیٰ کو جملہ تکبیرات انتقال کو بجالانا چاہئے، اس مسئلہ میں کسی قدر اختلاف ہے۔ جاننا چاہئے کہ یہاں پر دو مسئلہ ہیں: ① اول یہ کہ تکبیرات انتقال مشروع ہیں یا نہیں، ② دوم یہ کہ اگر مشروع ہیں تو پھر واجب ہیں یا سنت۔

① نماز میں تکبیرات انتقال کی مشروعیت اور اس میں اختلاف علماء: بذل المجہود میں ہے بعض صحابہ و تابعین جیسے حضرت عمرؓ، عمر بن عبد العزیزؓ، و حسن بصریؒ وغیرہ سے منقول ہے لایسن الا تکبیر التحریمة کہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ اور کوئی تکبیر مشروع نہیں، اور بعض سلف سے منقول ہے لایسن التکبیر الا فی الجماعة یعنی امام کے لئے مشروع ہے مفرد کیلئے نہیں^②۔

① بذل المجہود فی حل ابی داؤد - ج ۵ ص ۷۹

② بذل المجہود فی حل ابی داؤد - ج ۵ ص ۷۹

لیکن ① جمہور علماء سلفاً و خلفاً جن میں خلفاء راشدین بھی شامل ہیں (کما فی الترمذی) اور ائمہ اربعہ بھی ہیں، کا مسلک یہ ہے کہ تکبیرات انتقال مطلقاً مشروع ہیں نفل نماز ہو یا فرض، جملہ ہو یا منفرد، لیکن امام احمدؒ کی ایک روایت یہ ہے یکبار فی الفرض ولو منفرداً فی النفل۔

② اور مسئلہ ثانیہ یہ ہے کہ تکبیرات انتقال جمہور اور ائمہ اربعہ کے نزدیک سنت ہیں، اور ظاہر یہ کے نزدیک فرض ہیں، تبطل الصلوۃ بترکھا، مطلقاً سہو اکان او عمد، اور امام احمدؒ کی بھی ایک روایت وجوب کی ہے لیکن عند التذکر لا مطلقاً، اس مقام کے مناسب ایک مسئلہ اور ہے یعنی تسبیحات رکوع و سجود کا حکم، لیکن چونکہ اس کا باب آگے مستقل آ رہا ہے اس لئے اس کو وہیں ذکر کریں گے۔

۸۳۵ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَرِيرٍ، عَنْ مُطَرِّفٍ، قَالَ: صَلَّيْتُ أَنَا وَعُمَرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ، خَلْفَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَكَانَ «إِذَا سَجَدَ كَبَّرَ وَإِذَا رَكَعَ كَبَّرَ، وَإِذَا هَضَمَ مِنَ الرَّكَعَتَيْنِ كَبَّرَ»، فَلَمَّا انْقَضَتْ أَخَذَ عُمَرَانُ بِيَدِي وَقَالَ: لَقَدْ صَلَّيْتَ هَذَا أَقْبَلَ - أَوْ قَالَ: لَقَدْ صَوَّلَ بِنَاهَذَا أَقْبَلَ - صَلَاةً لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

مطرف کہتے ہیں کہ میں نے اور عمران بن حصینؓ نے حضرت علیؓ کی اقتداء میں نماز پڑھی پس حضرت علیؓ جب سجدہ میں گئے تو انہوں نے تکبیر کہی اور جب رکوع میں جاتے تو بھی تکبیر کہی اور پہلے تشهد پڑھنے کے بعد جب دو رکعتوں سے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہی جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو عمران بن حصینؓ نے میرا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ حضرت علیؓ نے ابھی پہلے ہمیں حضور ﷺ کی نماز پڑھائی ہے۔

صحیح البخاری - الأذان (۷۵۱) صحیح مسلم - الصلاة (۳۹۳) سنن النسائي - التطبيع (۱۰۸۲) سنن النسائي - السهو (۱۱۸۰) سنن ابی داؤد - الصلاة (۸۳۵)

شرح الحدیث قولہ: صَلَّيْتُ أَنَا وَعُمَرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ: مطلب یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے نماز پڑھائی تو رکوع و سجود وغیرہ جملہ انتقالات کی تکبیرات بجالائے، نماز سے فارغ ہونے کے بعد حضرت عمران بن حصینؓ نے مطرف کا ہاتھ پکڑ کر ان سے فرمایا یہ جو ابھی انہوں نے ہم کو نماز پڑھائی ہے وہ حضور ﷺ کی نماز کے مطابق ہے۔

جاننا چاہئے کہ تکبیرات انتقال ثنائی نماز میں گیارہ ہیں اور ثلاثی میں، سترہ ہیں، ایک تکبیر تحریمہ اور پانچ ہر رکعت میں رکوع و سجود

① اور بعض امراء بنو امیہ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ تکبیرات خفض کو ترک کر دیتے تھے، یعنی رکوع و سجود میں جاتے وقت نہیں کہتے تھے ہاں سر اٹھانے کے وقت کہتے تھے، امام طحاوی بطور شکوہ فرماتے ہیں "وما ہی باول سنة تدکوها" یعنی یہ لوگ تو بہت سی سنتوں کے تارک تھے، اسی کی کیا تخصیص "وقیل اول من ترک التکبیر زیاد وقیل معاویہ وقیل عثمان" لیکن حضرت عثمانؓ کے بارے میں جو منقول ہے اس کی توجیہ یہ کرتے ہیں کہ وہ مطلقاً ترک نہیں فرماتے تھے بلکہ ذرا آہستہ کہتے تھے۔ ۱۲ من۔

کی، اور ایک تکبیر عند القيام من الرکعتین، اور رباعی نماز میں تکبیرات بائیس ہیں ذکرہ النووی فی شرح مسلم^①، نیز وہ فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ میں اختلاف صحابہ کے زمانہ تک رہا ہے اس کے بعد کوئی اختلاف نہیں رہا مسئلہ إجماعیہ الآن۔

۸۳۶ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ، حَدَّثَنَا أَبِي، وَبَقِيَّةٌ، عَنْ شُعَيْبٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، وَأَبُو سَلَمَةَ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، "كَانَ يُكَبِّرُ فِي كُلِّ صَلَاةٍ مِنَ الْمَكْتُوبَةِ وَغَيْرِهَا يُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْكَعُ، ثُمَّ يَقُولُ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، ثُمَّ يَقُولُ: رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ قَبْلَ أَنْ يَسْجُدَ، ثُمَّ يَقُولُ: اللَّهُ أَكْبَرُ حِينَ يَهْوِي سَاجِدًا، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَسْجُدُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ مِنَ الْجُلُوسِ فِي اثْنَتَيْنِ" فَيَفْعَلُ ذَلِكَ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ حَتَّى يَفْرُغَ مِنَ الصَّلَاةِ، ثُمَّ يَقُولُ: حِينَ يَنْصَرِفُ وَاللَّهِ نَفْسِي بَيْنِي وَإِلَى لَأَقْرَبُكُمْ شَبْهًا بِصَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ كَانَتْ هَذِهِ صَلَاتُهُ حَتَّى فَارَقَ الدُّنْيَا، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَذَا الْكَلَامُ الْأَخِيرُ يَجْعَلُهُ مَالِكٌ، وَالزُّبَيْدِيُّ وَغَيْرُهُمَا، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ، وَوَالِقِ بْنِ أَبِي حَمْزَةَ، عَنْ شُعَيْبِ بْنِ أَبِي حَمْزَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ.

حضرت ابو ہریرہؓ ہر نماز میں چاہے وہ فرض ہوتی یا نفل نماز کیلئے کھڑے ہوتے وقت نماز کے شروع میں تکبیر کہتے پھر رکوع میں جاتے ہوئے تکبیر کہتے پھر سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہتے اور سجدے میں جانے سے پہلے رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ کہتے پھر جب سجدہ کے لئے زمین کی طرف جھک رہے ہوتے تو تکبیر کہتے پھر سجدہ سے سزاٹھاتے وقت تکبیر کہتے پھر دوسرا سجدہ کرنے کیلئے سزاٹھاتے تو بھی تکبیر کہتے پھر جب دو رکعتوں میں تشهد پڑھنے کیلئے جلسہ سے فارغ ہو کر تیسری رکعت پڑھنے کیلئے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے پھر ہر رکعت میں اسی طرح کرتے نماز کے ختم ہونے تک حضرت ابو ہریرہؓ نے نماز سے فارغ ہو کر فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں تم لوگوں میں نبی اکرم ﷺ کی نماز کے سب سے زیادہ قریب ہوں۔ بے شک یہ رسول اللہ ﷺ کی نماز تھی یہاں تک کہ آپ ﷺ دنیا سے رخصت ہو گئے۔

امام ابو داؤد کہتے ہیں کہ یہ آخری کلام مالک اور زبیدی وغیرہ کا عن الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ کی سند سے ہے اور عبد اللہ بن عمر سے روایت کر کے شعیب بن ابی حمزہ کی زہری سے روایت کی موافقت کی ہے۔

صحیح البخاری - الأذان (۷۵۲) صحیح البخاری - الأذان (۷۵۶) صحیح البخاری - الأذان (۷۶۲) صحیح البخاری - الأذان (۷۷۰) صحیح مسلم - الصلاة (۳۹۲) جامع الترمذی - الصلاة (۲۵۴) سنن النسائي - الافصح (۱۰۲۳) سنن النسائي - التطبيق (۱۰۶۰) سنن النسائي - التطبيق (۱۱۵۵) سنن النسائي - التطبيق (۱۱۵۶) سنن أبي داود - الصلاة (۸۳۶) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲۳۶/۲) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲۷۰/۲) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۳۱۹/۲) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۵۰۲/۲) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۵۲۷/۲) موطأ مالك - البداء للصلاة (۱۶۸) سنن الدارمي - الصلاة (۱۲۴۸)

قوله: وَاللَّهِ نَفْسِي بَيْنِي وَإِلَى لَأَقْرَبُكُمْ شَبْهًا: میری نماز حضور ﷺ کی نماز کے ساتھ تم سب

شرح الحديث

کی نماز سے زیادہ مشابہ ہے، یعنی تکبیرات انتقال کے بحالانے کے اعتبار سے۔

قوله: **إِنْ كَانَتْ هَذِهِ لَصَلَاتِهِ حَتَّى قَامَتْ الدُّنْيَا**، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: **هَذَا الْكَلَامُ الْإِخْبَارِيُّ: مُصَنَّفُ كَيْفِ قَوْلِ كَيْ شَرِيح:** مصنف یہ فرما رہے ہیں کہ اس حدیث کا یہ آخری ٹکڑا دو طرح مروی ہے، زہری کے تلامذہ اس کے روایت کرنے میں مختلف ہیں، چنانچہ شعیب نے اس کو زہری سے موصول اور مرفوعاً ذکر کیا، موصول کا مطلب یہ ہے کہ پوری سند ابو ہریرہؓ تک بیان کی اور معمر نے شعیب کی اس میں موافقت کی ہے، اور زہری کے بعض دوسرے تلامذہ جیسے مالک اور زبیدی وغیرہ انہوں نے اسکو مرسلاً نقل کیا یعنی سند کو علی بن حسین جو تابعی ہیں ان تک لا کر روک دیا، عن علی بن حسین عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور تابعی جب حضور ﷺ سے روایت کرتا ہے تو ظاہر ہے کہ وہ روایت مرسل ہوتی ہے یہ علی بن حسین حضرت علی کے پوتے ہیں جو امام زین العابدین سے مشہور ہیں ان کے بارے میں لکھا ہے: **أَنَّهُ كَانَ يَصَلِّي فِي كُلِّ يَوْمٍ دَلِيلَةَ الْفَرَكَةِ** ①، رحمہ اللہ تعالیٰ۔

۸۳۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، وَابْنُ الْمُثَنَّى، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُمَرَ - قَالَ ابْنُ بَشَّارٍ: الشَّامِيُّ، وَقَالَ أَبُو دَاوُدَ: أَبُو عَبْدِ اللَّهِ الْعَسْقَلَانِيُّ - عَنِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبْدَى، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ «صَلَّى مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ لَا يُكَبِّرُ التَّكْبِيرَ»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «مَعْنَاهُ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ وَأَرَادَ أَنْ يَسْجُدَ لَمْ يُكَبِّرْ وَإِذَا قَامَ مِنَ السُّجُودِ لَمْ يُكَبِّرْ»۔

رحمہ اللہ امام ابو داؤد کہتے ہیں ابو عبد اللہ عسقلانی روایت کرتے ہیں عن ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبْدَى، عَنْ أَبِيهِ سے روایت کرتے ہیں کہ عبد الرحمن بن ابزی نے نبی ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھی وہ تکبیر کو مکمل نہیں کہتے تھے امام ابو داؤد کہتے ہیں کہ معنی اس کا یہ ہے کہ جب رکوع سے سر اٹھاتے اور سجدہ کا ارادہ فرماتے تو تکبیر نہ کہتے اور جب سجدہ سے کھڑے ہوتے تو بھی تکبیر نہ کہتے۔

سنن ابی داؤد - الصلاة (۸۳۷) - مسند احمد - مسند السکین (۴۰۶/۳) - مسند احمد - مسند السکین (۴۰۷/۳)

شرح الحدیث: یہ لفظ محتاج تشریح ہے وہ یہ کہ الشامی ابن بشار کی صفت نہیں ہے بلکہ حسن بن عمران کی صفت ہے، اس سند میں مصنف کے دو استاذ ہیں محمد بن بشار اور ابن المثنی، مصنف فرما رہے ہیں کہ شعبہ کے استاذ حسن بن عمران کی صفت الشامی میرے ایک استاذ یعنی ابن بشار نے ذکر کی اور دوسرے استاذ یعنی ابن المثنی نے ذکر نہیں کی۔

قوله: وَقَالَ أَبُو دَاوُدَ: أَبُو عَبْدِ اللَّهِ الْعَسْقَلَانِيُّ: راوی مذکور حسن بن عمران ہی کے بارے میں مصنف فرما رہے ہیں کہ

ان کی کنیت ابو عبد اللہ ہے اور یہ عسقلانی ہیں، میں کہتا ہوں کہ عسقلان ملک شام ہی کا ہی ایک شہر ہے، لہذا ان کی صفت الشامی لانا درست ہو۔

قوله: أَنَّهُ صَلَّى مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ لَا يَجْعَلُ التَّكْبِيرَ: قَالَ أَبُو دَاوُدَ: مَعْنَاهُ: عبد الرحمن بن ابی بکر نے آپ ﷺ کیساتھ نماز پڑھی تو آپ تکبیرات کا اہتمام نہیں کرتے تھے مصنف فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ سجدہ میں جاتے وقت اور اٹھتے وقت آپ تکبیر نہیں کہتے تھے۔

تأویل حدیث: یہ حدیث گزشتہ احادیث کے خلاف ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ سب تکبیرات کو بجالاتے تھے، جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے حسن بن عمران اس کے ساتھ متفرد ہیں جو کہ مجہول ہیں، حضرت امام بخاری نے ایک باب قائم کیا باب إِيْتِمَامِ التَّكْبِيرِ فِي الرَّكْعَةِ اس پر شرح لکھتے ہیں بظاہر امام بخاری کی غرض اس سے اس حدیث کی تضعیف کی طرف اشارہ ہے جو ابوداؤد میں ہے یعنی یہی حدیث الباب، یا پھر اس حدیث کی تاویل کی جائے وہ یہ کہ عدم اتمام سے مراد من حیث العدد نہیں ہے بلکہ من حیث الجہر أو من حیث المد والاطالة، یعنی زیادہ زور سے نہیں کہتے تھے، یا زیادہ مد اور کھینچ کر نہیں کہتے تھے۔

۱۴۲۔ بَابُ كَيْفَ يَضَعُ كُتْبَتَهُ قَبْلَ يَدَيْهِ

بحال سجدہ اپنے دونوں گھٹنوں کو اپنے دونوں ہاتھوں سے پہلے رکھنے کا بیان (۸۳۸) - حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ، وَحُسَيْنُ بْنُ عِيسَى، قَالَا: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا شَرِيكٌ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ، قَالَ: «رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَجَدَ وَضَعَ كُتْبَتَهُ قَبْلَ يَدَيْهِ، وَإِذَا ائْتَمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ قَبْلَ كُتْبَتِهِ».

حضرت وائل بن حجر کہتے ہیں کہ نبی ﷺ جب سجدہ فرماتے تو اپنے دونوں گھٹنوں کو اپنے دونوں ہاتھوں سے پہلے رکھتے اور جب سجدہ سے اٹھتے اپنے دونوں ہاتھوں کو دونوں گھٹنوں سے پہلے اٹھاتے۔

۸۳۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا حُجَّاجُ بْنُ مِثْقَالٍ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جُحَادَةَ، عَنْ عَبْدِ الْجَبَّارِ بْنِ وَائِلٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَدْ كَرَّ حَدِيثُ الصَّلَاةِ، قَالَ: فَلَمَّا سَجَدَ وَقَعْنَا كُتْبَتَهُ إِلَى الْأَرْضِ قَبْلَ أَنْ تَقَعَ كَفَاهُ، قَالَ هَمَّامٌ: وَحَدَّثَنِي شَقِيقٌ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَاصِمُ بْنُ كُلَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَمِثِلُ هَذَا، وَفِي حَدِيثٍ أُخْرَاهُمَا: وَأَكْبَرُ عِلْمِي أَنَّهُ فِي حَدِيثِ مُحَمَّدِ بْنِ جُحَادَةَ: وَإِذَا ائْتَمَّ هَضَمَ عَلَى كُتْبَتِهِ وَاعْتَمَدَ عَلَى فَخْذِهِ.

حضرت وائل بن حجر کہتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ نے سجدہ فرمایا تو آپ ﷺ کے دو گھٹنے زمین پر آپ کے دونوں ہاتھوں سے پہلے گئے، ہمام کہتے ہیں ہمیں شفیق نے بیان کیا کہ عاصم بن کلیب نے اپنے والد سے روایت کرتے ہیں وہ نبی اکرم ﷺ سے اسی حدیث کے مثل اور دونوں میں سے ایک کی حدیث میں یہ ہے..... اور میرا غالب گمان یہ ہے کہ یہ محمد

بن حمادہ کی حدیث میں ہے..... جب آپ ﷺ سجدے سے اٹھے تو اپنے گھٹنوں کے بل اٹھے اور اپنی ران پر سہارا لیتے۔

جامع الترمذی - الصلاة (۲۶۸) سنن النسائی - التطبیق (۱۰۸۹) سنن النسائی - التطبیق (۱۱۹۴) سنن ابی داود - الصلاة (۸۳۸) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۸۸۲) سنن الدارمی - الصلاة (۱۳۲۰)

شرح الاحادیث یعنی رکوع سے فارغ ہونیکے بعد کھڑے ہو کر سجدہ میں کیسے جانا چاہئے، وضع الرکبتین قبل الیدین ہونا چاہئے یا اس کے برعکس یعنی پہلے زمین پر ہاتھ رکھے اس کے بعد گھٹنے، جمہور کا مسلک پہلا ہے اور یہ دوسری شکل امام مالک کے یہاں ہے اس مسئلہ پر تفصیلی کلام رفع یدین والے باب میں واکل بن حجرؒ کی حدیث کے ذیل میں گزر چکا ہے، اس باب میں مصنفؒ نے اولاد واکل بن حجرؒ کی حدیث جو جمہور کے موافق ہے ذکر فرمائی ہے یہ حدیث سنن اربعہ اور صحیح ابن خزیمہ صحیح ابن السکن کی روایت ہے، ثانیاً حدیث ابو ہریرہؓ جو مالکیہ کی دلیل ہے اس کو لائے ہیں یہ صرف سنن کی روایت ہے۔

۸۴۰ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَسَنٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْزَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا سَجَدَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَبْزُوكَ كَمَا يَبْزُوكَ الْبُعِيدُ، وَيَبْضَعُ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ».

ترجمہ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص سجدہ میں جائے تو اونٹ کی طرح سجدہ میں مت جائے اس کو چاہئے کہ اپنے دونوں ہاتھ اپنے دونوں گھٹنوں سے پہلے رکھے۔

جامع الترمذی - الصلاة (۲۶۹) سنن النسائی - التطبیق (۱۰۹۰) سنن النسائی - التطبیق (۱۰۹۱) سنن ابی داود - الصلاة (۸۴۰) مسند احمد - مسند الکفرین (۲/۳۸۱) سنن الدارمی - الصلاة (۱۳۲۱)

شرح الحدیث مالکیہ کی دلیل: اس حدیث سے مالکیہ استدلال کرتے ہیں اس لئے کہ اس میں تصریح ہے کہ سجدہ میں

جاتے وقت وضع یدین رکبتین سے پہلے ہونا چاہئے، اور یہی مالکیہ کا مسلک ہے، جمہور کی طرف سے اس کے متعدد جواب دیئے گئے:

- ① حدیث واکل اشبت واقریٰ ہے نسبت اس حدیث کے چنانچہ ابن قیمؒ نے اس حدیث کی دس وجوہ ترجیح ذکر کی ہیں۔
- ② یہ حدیث منسوخ ہے سعد بن ابی وقاصؓ کی حدیث سے جس میں اس طرح ہے کُنَّا نَضَعُ الْيَدَيْنِ قَبْلَ الرُّكْبَتَيْنِ، فَأَمْرًا بِالرُّكْبَتَيْنِ قَبْلَ الْيَدَيْنِ (رواہ ابن خزیمہ)۔

③ حدیث الباب مقلوب ہے کیونکہ مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت میں ابو ہریرہؓ کی اس حدیث کے الفاظ اس کے برخلاف ہیں إِذَا سَجَدَ أَحَدُكُمْ فَلْيَبْسُطْ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ، وَلَا يَبْزُوكَ الْبُزُوكَ الْفَخْلِ۔

④ لیکن حافظ ابن حجرؒ کا بیان بلوغ المرام میں ابو ہریرہؓ کی حدیث کی ترجیح کی طرف ہے اس پر صاحب سبل السلام (ص ۱۸۸) لکھتے ہیں کہ یہ بات حافظ ابن حجرؒ کے نام یعنی امام شافعیؒ کے خلاف ہے، وقال النووي: لا يظهر ترجيح احد المذهبين علي الآخر۔

⑤ صحيح ابن خزيمة - رقم الحديث ۶۲۸ ج ۱ ص ۳۱۹

⑥ المصنف لابن أبي شيبة - رقم الحديث ۲۷۱۷ (ج ۲ ص ۴۸۸-۴۸۹)

⑤ اس حدیث کا آخر اس کے اول کے معارض ہے اس لئے کہ شروع میں بروک اہل سے منع کر رہے ہیں اور اونٹیں بیٹھتے وقت زمین پر پہلے ہاتھ ہی ٹیکتا ہے، تو اس سے باوجود منع کرنے کے آگے اسی کا امر فرما رہے ہیں کہ اس کو چاہئے رکبتین سے پہلے یدین زمین پر رکھے، یہ بین تعارض ہے، شرح مالکیہ نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ انسان کے رکبتین تو رجلین یعنی ٹانگوں کی طرف ہوتے ہیں اور دابہ کے رکبتین یدین میں ہوتے ہیں، لہذا اونٹ جب بیٹھتا ہے تو وہ اگرچہ پہلے یدین زمین پر رکھتا ہے جیسا کہ مشہور و مشاہد ہے لیکن چونکہ اس کے رکبتین بھی یدین میں ہیں لہذا وہ رکبتین بھی زمین پر پہلے رکھتا ہے اور حدیث میں حضور ﷺ کی مراد رکبتین ہی کو پہلے رکھنے سے منع کرنا ہے، لہذا تعارض رفع ہو گیا۔

ہماری طرف سے جواب دیا گیا کہ آپ کی یہ منطق ہماری سمجھ میں نہیں آتی، اہل لغت بھی اس کو نہیں پہچانتے، لہذا حدیث میں تعارض ہی ماننا پڑے گا اور حدیث کے صحیح الفاظ وہ ہیں جو مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت میں وارد ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

۸۴۱ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نَافِعٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَسَنٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَعْمِدُ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاتِهِ، فَيَذُلُّ كَمَا يَذُلُّ الْجَمَلُ».

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ تم میں سے کوئی شخص نماز میں اونٹ کی مانند جھکنے کا قصد کرتا ہے؟

جامع الترمذی - الصلاة (۲۶۹) سنن النسائی - التطبيق (۱۰۹۰) سنن النسائی - التطبيق (۱۰۹۱) سنن ابی داود - الصلاة (۸۴۱) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۳۸۱/۲) سنن الدارمی - الصلاة (۱۳۲۱)

۱۴۳ - بَابُ التَّهَوُّضِ فِي الْقُرْءِ

پہلی اور تیسری رکعات پڑھنے کے بعد قیام میں جانے کی کیفیت کا بیان
فرد سے مراد رکعت اولیٰ اور رکعت ثالثہ ہے یعنی پہلی رکعت میں سجدے سے فارغ ہونے کے بعد رکعت ثانیہ کیلئے کیسے کھڑا ہو، اور اسی طرح تیسری رکعت پوری کر کے رکعت اربعہ کی طرف کیسے کھڑا ہو، یعنی ان دونوں جگہوں میں سجدہ سے فارغ ہو کر فوراً کھڑا ہو جائے یا جلسہ خفیفہ کرنے کے بعد کھڑا ہو، جس کو جلسہ استراحت کہتے ہیں۔

جلسہ استراحت کی بحث: مسئلہ مختلف فیہ ہے شافعیہ جلسہ استراحت کے قائل ہیں اور حنفیہ مالکیہ قائل نہیں، وعن احمد و ابیہان۔

۸۴۲ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي إِدْرِيسَ، عَنْ ثُؤْبَانَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، قَالَ: جَاءَنَا أَبُو سَلَيْمَانَ مَالِكُ بْنُ

① وھنا مسئلہ اخری یناسب ھذہ المسئلۃ تقدمت (یہ مسئلہ فلکاً سجد و قنقاء کتبناہ الی الارض قبل ان نفع کتفاء کی شرح کے ذیل میں رقم الحدیث ۷۳۶ گذر رہے)۔

المؤثر، إلى مسجدنا، فقال: والله إني لأصلي بكم وما أريد الصلاة، ولكي أريد أن أريكم كيف رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي، قال: فلك لبي ولادة: كيف صلى؟ قال: مثل صلاة شيخنا هذا - يعني عمرو بن سلمة إمامهم - وذكر أنه كان «إذا رَفَعَ رأسه من السجدة الأخيرة في الركعة الأولى فَعَدَّ ثَمَّةً قَامَ».

ابو قلابہ کہتے ہیں کہ ابو سلیمان مالک بن حویرث ہماری مسجد (عامر کہ بصرہ کی مسجد مراد ہو) تشریف لائے اور فرمایا کہ قسم میں صرف نماز پڑھنے کی غرض سے نہیں آیا بلکہ میں اس ارادہ سے آیا ہوں کہ تمہیں دکھلاؤں کہ رسول اللہ ﷺ کو میں نے کیسے نماز پڑھتے دیکھا ایوب نے ابو قلابہ سے پوچھا مالک بن حویرث کی نماز کیسے ہوتی تھی تو ابو قلابہ نے فرمایا کہ ہمارے امام عمرو بن سلمہ کی نماز کی مانند تھی اور ابو قلابہ نے بیان کیا کہ مالک بن حویرث جب پہلی رکعت کے دوسرے سجدے سے سر اٹھاتے تو تھوڑی دیر بیٹھ جاتے پھر دوسری رکعت کی طرف کھڑے ہوتے۔

صحیح البعاری - الأذان (۷۶۹) صحیح البعاری - الأذان (۷۸۹) جامع الترمذی - الصلاة (۲۸۷) سنن النسائي - الصلوة (۱۱۵۲) سنن أبي داود - الصلاة (۸۴۲)

اس باب میں مصنف نے مالک بن الحویرث کی حدیث ذکر کی ہے جس سے جلسہ استراحت ثابت ہوتا ہے، یہ حدیث بخاری شریف میں بھی ہے، اور جمہور علماء جو جلسہ استراحت کے قائل نہیں، ان کا استدلال داخل بن حجر اور ابو ہریرہ کی روایات سے ہے جن میں یہ آتا ہے کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتھضن فی الصلاة علی صدورہ قدمینہ، امام احمدؒ فرماتے ہیں اکثر احادیث سے یہی معلوم ہوتا ہے، زاد المعاد میں حافظ ابن قیمؒ نے بھی یہی لکھا ہے کہ آپ ﷺ کی عادت شریفہ یہ تھی اِنَّهٗ كَانَ يَتَهَضُّ عَلَى صَدْرِهِ قَدَمَيْهِ وَرُكْبَتَيْهِ، اور علماء نے مالک بن حویرث کی روایت کا یہ جواب دیا ہے کہ وہ کسی علت اور عذر پر محمول ہے، مثلاً ضعف اور کبر سنی کیونکہ اکثر صحابہ کی روایات جلسہ استراحت کے ذکر سے خالی ہیں صرف مالک بن الحویرث اور ابو حمید ساعدی کی حدیث کے بعض طرق میں اس جلسہ کا ذکر ہے سو اگر یہ آپ ﷺ کا رائج معمول ہوتا تو جملہ واصفین صلاۃ رسول اللہ اس کو بیان کرتے، نیز جمہور کہتے ہیں کہ نماز استراحت کیلئے موضوع نہیں، ایک چیز اور بھی ہے وہ یہ کہ اگر جلسہ فی حد ذاتہ مقصود ہوتا تو اس حالت کے لئے کوئی ذکر بھی مشروع ہوتا، حالانکہ اس حالت کے لئے کوئی ذکر مشروع نہیں۔

۸۴۳ - حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ أَبِي لُبَابٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ أَبِي قَلَابَةَ، قَالَ: جَاءَنَا أَبُو سَلَيْمَانَ مَالِكُ بْنُ الْحَوِيرِثِ، إِلَى مَسْجِدِنَا، فَقَالَ: وَاللَّهِ إِنِّي لأُصَلِّي وَمَا أُرِيدُ الصَّلَاةَ، وَلَكِنِّي أُرِيدُ أَنْ أَرِيَكُمْ كَيْفَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي، قَالَ: «فَقَعَدَنِي الرَّكْعَةُ الْأُولَى حِينَ رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السَّجْدَةِ الْآخِرَةِ».

ابو قتلابہ کہتے ہیں کہ ابو سلیمان مالک بن حویرث ہماری مسجد تشریف لائے اور انہوں نے ارشاد فرمایا کہ میں صرف نماز پڑھنے کی غرض سے نہیں آیا لیکن میں نماز پڑھنا چاہتا ہوں تاکہ تمہیں دکھاؤں کہ رسول اللہ ﷺ کو میں نے کس طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ابو قتلابہ کہتے ہیں کہ مالک بن حویرث نے پہلی رکعت کے دوسرے سجدے کے بعد تھوڑی دیر جلسہ استراحت فرمایا۔

صحیح البخاری - الأذان (۷۶۹) صحیح البخاری - الأذان (۷۸۹) جامع الترمذی - الصلاة (۲۸۷) سنن النسائي - التطبيق (۱۱۵۲) سنن ابی داؤد - الصلاة (۸۴۳)

۸۴۳ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ أَبِي قَتْلَابَةَ، عَنْ مَالِكِ بْنِ حُوَيْرِثٍ، «أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ فِي وَتَرٍ مِنْ صَلَاتِهِ، لَمْ يَنْهَضْ حَتَّى يَسْتَوِيَ قَاعِدًا».

مالک بن حویرث کہتے ہیں کہ انہوں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ ﷺ اپنی نماز کی طاق رکعت میں ہوتے تو جب تک سیدھے بیٹھ کر تھوڑا سا جلسہ استراحت نہ فرمالتے اس وقت تک نہ کھڑے ہوتے۔

صحیح البخاری - الأذان (۷۶۹) صحیح البخاری - الأذان (۷۸۹) جامع الترمذی - الصلاة (۲۸۷) سنن النسائي - التطبيق (۱۱۵۲) سنن ابی داؤد - الصلاة (۸۴۴)

۱۴۴ - بَابُ الْإِقْعَاءِ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ

دو سجدوں کے درمیان اقعاء کرنے کا بیان

۸۴۵ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ، أَنَّهُ سَمِعَ طَاوُسًا، يَقُولُ: قُلْنَا لَابْنِ عَبَّاسٍ: فِي الْإِقْعَاءِ عَلَى الْقَدَمَيْنِ فِي السُّجُودِ، فَقَالَ: «هِيَ السُّنَّةُ»، قَالَ: قُلْنَا: «إِنَّا لَنَرَاهُ جُفَاءً بِالرُّجُلِ»، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: «هِيَ سُنَّةُ نَبِيِّكَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ».

طاؤس کہتے ہیں کہ ہم نے ابن عباس سے دو سجدوں کے درمیان قعدہ میں دونوں پاؤں کی ایڑیوں پر بیٹھنے والی کیفیت کے متعلق سوال کیا تو ابن عباس نے فرمایا کہ یہ اقعاء کی کیفیت سنت ہے طاؤس کہتے ہیں ہم نے ابن عباس سے کہا کہ ہم اس ہیئت کے ساتھ بیٹھنے والے شخص کو دیہاتی (آداب شریعت سے ناواقف) سمجھتے ہیں تو عبد اللہ بن عباس نے فرمایا کہ یہ تمہارے نبی ﷺ کی سنت ہے۔

صحیح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (۵۳۶) جامع الترمذی - الصلاة (۲۸۳) سنن ابی داؤد - الصلاة (۸۴۵) مسند احمد - من مسند بنی ہاشم (۳۱۳/۱)

قوله: قُلْنَا لَابْنِ عَبَّاسٍ: فِي الْإِقْعَاءِ عَلَى الْقَدَمَيْنِ فِي السُّجُودِ، فَقَالَ: «هِيَ السُّنَّةُ»: ابن عباس کی یہ

شرح الحديث

حدیث صحیح مسلم میں بھی ہے اور اس پر امام نوویؒ نے باب قائم کیا ہے: بَابُ جَوَازِ الْإِقْعَاءِ عَلَى الْعَقَبَيْنِ، اس سلسلہ میں روایات حدیثیہ اور فقہاء کرام میں اختلاف ہے، روایات دونوں طرح کی ہیں جواز اور عدم جواز، چنانچہ ہمارے یہاں بَابُ مَنْ لَمْ يَزِجْ الْجَهْرَ بِ«يَسُوهُ اللَّهُ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ» کے ذیل میں حضرت عائشہؓ کی حدیث مرفوعہ (برقم ۷۸۳) گزر چکی جس کے اخیر میں ہے وَكَانَ يَنْهَى عَنْ عَقِبِ الشَّيْطَانِ، میرے علم میں امام بخاریؒ نے اس سلسلہ میں کوئی باب یا صریح حدیث ذکر نہیں فرمائی، اور امام ترمذیؒ نے الگ الگ دو باب بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ الْإِقْعَاءِ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ، دوسرا بَابُ فِي الرُّخْصَةِ فِي الْإِقْعَاءِ قائم کیا ہے، دوسرے باب میں یہی حدیث ابن عباسؓ ذکر فرمائی ہے اور باب اول میں حضرت علیؓ کی حدیث مرفوعہ جس کے نقطہ یہ ہیں لَا تُقْعِ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ^①، لیکن امام ترمذیؒ نے اس حدیث کے ضعف کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور فرمایا ہے وَأَكْثَرُ أَهْلِ الْعِلْمِ يَكْرَهُونَ الْإِقْعَاءَ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ، اور جواز کا قول انہوں نے بعض اہل مکہ کی طرف منسوب کیا ہے^②۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ منع کی روایات کی اسانید سب ضعیف ہیں، اور روایات کے اس تعدد کے بارے میں وہ فرماتے ہیں کہ دراصل اقواء کی دو تفسیریں کی گئی ہیں ایک یہ کہ الیتین (سرین) کو زمین پر ٹیکے اور ایسے ہی دونوں ہاتھوں کو زمین پر رکھے اور ساقین کو کھڑا کر لے اور دوسری تفسیر یہ ہے جلوس علی العقبین بین السجدتین، یعنی جلسہ بین السجدتین میں دونوں پاؤں کھڑے کر کے ایڑیوں پر بیٹھنا، منع کی روایات قسم اول سے متعلق ہیں اور جواز کی روایات قسم ثانی سے، چنانچہ امام شافعیؒ اس قسم ثانی کے استحباب کے قائل ہیں لیکن دوسرا قول ان کا جو اس سے بھی زیادہ مشہور ہے یہ ہے کہ طریق سنت افتراش ہے اور یہی جمہور علماء ائمہ ثلاث کا مذہب ہے، امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ امام بیہقی اور قاضی عیاض نے بھی جمع بین الروایتین اسی طور پر کیا ہے^③، اللکوب الدری میں لکھا ہے کہ قسم اول ہمارے یہاں مکروہ تحریمی اور قسم ثانی مکروہ تنزیہی ہے^④، صاحب اللکوب نے حدیث ابن عباسؓ کا ایک اور لطیف جواب لکھا ہے کہ وہ عذہ بالموت حتی یرضی بالحمی^⑤ کے قبیل سے ہے، یعنی ممکن ہے کہ سائل اس مسئلہ میں متشدد ہو اور اس کو حرام جانتا ہو اس لئے ابن عباسؓ نے اس کے رد میں یہ فرمادیا ہو، ارے میاں! یہ تو سنت ہے۔

قوله: قُلْنَا: إِنَّا لَنَرَاكَ جَفَاءً بِالرَّجُلِ: لفظ ر جل عند الجمہور فتح راء اور ضم جیم کیساتھ ہے انشی کا مقابل اور ابن عبد البر کے نزدیک یہ لفظ کسر راء اور سکون جیم کیساتھ ہے بمعنی قدم، ابن عبد البر قریب جمہور کے ضبط کی تردید کی ہے اور جمہور نے ان کی تردید کی ہے، اگر جمہور کا قول لیا جائے تو جفاء سے مراد جہالت اور گنوار پن ہو گا کہ ایسا کرنا آدمی کی جہالت ہے اور اگر دوسرا قول لیا

① جامع الترمذی - کتاب الصلاة - باب ما جاء في كراهية الإقعاء بين السجدين ۲۸۲

② وهو قول بعض أهل مكة من أهل الفقه، والعلم (جامع الترمذی - کتاب الصلاة - باب في الرخصة في الإقعاء ۲۸۳)

③ النهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج ج ۵ ص ۱۹

④ اللکوب الدری علی جامع الترمذی - ج ۱ ص ۲۸۴

⑤ اللکوب الدری علی جامع الترمذی - ج ۱ ص ۲۸۴

جائے توجہ بمعنی مشقت لیں گے یعنی اس طرح بیٹھنے میں قدمین کو مشقت لاحق ہوتی ہے۔

۱۴۵۔ باب ما یقول إذا رفع رأسه من الركوع

یعنی رکوع سے اٹھتے وقت کیا پڑھا جائے؟

باب کی ترتیب پر ایک اشکال وجواب: یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ مصنف نے ترتیب کے خلاف کیوں باب باندھا؟ پہلے ما یقول فی الركوع کا ہونا چاہیے تھا اسکے بعد اس باب کو لاتے، بظاہر اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ مصنف کو رکوع اور سجود دونوں کی دعا کو ایک ساتھ بیان کرنا تھا اس لئے کہ حدیث میں دونوں کا ایک ساتھ ذکر ہے اور سجدہ ترتیب میں چونکہ رکوع اور قومہ کے بعد ہے اس لئے مصنف نے قومہ کی دعا کو ان پر مقدم کیا ہے، ورنہ پھر قومہ کی دعا بہت مؤخر ہو جاتی، ہذا اما خطر بیالی۔

۸۴۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، وَأَبُو مُعَاوِيَةَ، وَدَاوُدُ بْنُ كَيْسٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، كُلُّهُمْ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحُسَيْنِ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى، يَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ يَقُولُ: «سَمِعَ اللَّهُ مِنْ حَمْدِهِ، اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْءُ السَّمَوَاتِ وَمِلْءُ الْأَرْضِ، وَمِلْءُ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، وَشُعْبَةُ بْنُ الْحُجَّاجِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحُسَيْنِ، هَذَا الْحَدِيثُ لَيْسَ فِيهِ بَعْدُ الرُّكُوعِ، قَالَ سُفْيَانُ: "لَقِينَا الشَّيْخَ عَبْدَ اللَّهِ ابْنَ الْحُسَيْنِ، بَعْدُ، فَلَمْ يَقُلْ فِيهِ: بَعْدُ الرُّكُوعِ"، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي عَصَمَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحُسَيْنِ، قَالَ: بَعْدُ الرُّكُوعِ.

ترجمہ:

عبد اللہ بن ابی اوفی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب رکوع سے اپنا سر اٹھاتے تو یہ دعا پڑھتے سَمِعَ اللَّهُ مِنْ حَمْدِهِ اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ اے اللہ آپ کی اتنی تعریف ہے کہ جس سے تمام آسمانوں کے درمیانی خلا بھر جائے اور تمام زمینوں کے درمیانی فاصلہ پر ہو جائے اور جو شے آپ چاہیں (عرش، کرسی اور ساتوں زمینوں کے نیچے والے مقامات) یہ سب اشیاء آپ کی تعریفوں سے بھر جائیں امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ سفیان ثوری اور شعبہ نے راوی کا نام عبید ابو الحسن ذکر کیا ہے (جبکہ سلیمان العمش نے عبید بن الحسن کہا تھا اور دونوں طرح صحیح ہے کیونکہ عبید راوی کی کنیت ابو الحسن بھی ہے اور ابن الحسن بھی) اور ان دونوں راویوں نے مذکورہ بالا دعا کے متعلق یہ ذکر نہیں کیا کہ یہ دعا قومہ میں حضور ﷺ نے پڑھی تھی (بلکہ صرف نبی اکرم ﷺ سے اس دعا کے پڑھنے کا ذکر کیا ہے نماز کے اندر پڑھنے کا ذکر نہیں کیا) سفیان راوی کہتے کہ ہم نے شیخ عبید ابو الحسن سے ملاقات کی تو انہوں نے اپنی اس حدیث میں ذکر نہیں کیا کہ یہ دعا رکوع کے بعد ہے امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ ابو عصمہ عن الا عمش کی سند سے عبید راوی سے ذکر کیا (عبید کی کنیت نہ ابو الحسن ذکر کی نہ ابن الحسن) عبید نے کہا کہ یہ دعا رکوع سے اٹھنے کے بعد قومہ میں نبی اکرم ﷺ نے پڑھی تھی۔

صحیح مسلم - الصلاة (۴۷۶) سنن ابی داؤد - الصلاة (۸۴۶) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۸۷۸)

مسند احمد - اول مسند الکوفيين (۳۵۳/۴) مسند احمد - اول مسند الکوفيين (۳۵۴/۴) مسند احمد - اول مسند الکوفيين (۳۵۶/۴)
مسند احمد - اول مسند الکوفيين (۳۸۱/۴)

شرح الحديث

یعنی اے اللہ ہم تیری اتنی حمد زبان سے ادا کرتے ہیں جس سے آسمان وزمین بھر جائے اور آسمان وزمین کے علاوہ بھی جو چیزیں ہیں جیسے عرش و کرسی یہ سب ان کلمات سے بھر جائیں، اس سے مراد تکثیر عدد ہے اس لئے کہ کلام تو جسم اور کیلی یا وزنی چیز نہیں ہے کہ اس کے ذریعہ آسمان وزمین پر ہو سکے، یعنی اگر کلمات حمد کو، اجسام فرض کیا جائے تو وہ اتنے کثیر ہوں کہ جن سے یہ سب چیزیں پر ہو جائیں اس طرح کی بات ذوق و شوق اور ولولہ کے وقت ہوا کرتی ہے ہم جیسے لوگ تو اس طرح کی دعاؤں کو صرف نقل کے طور پر پڑھ لیتے ہیں، جس ذوق و شوق کو یہ مقتضی ہیں اس سے ہم خالی ہیں۔

قوله: قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، وَشُعْبَةُ بْنُ الْحَجَّاجِ، عَنْ عَبْدِ أَبِي الْحَسَنِ: عبيد جو کہ سند میں اعش کے استاذ ہیں ان کی کنیت ابو الحسن ہے اور ان کے والد کا نام حسن ہے بعض راویوں نے عن عبید بن الحسن اور بعض نے عن عبید ابی الحسن کہا، اس صورت میں ابی الحسن بدل ہو گا عبید سے، یہ اختلاف صرف لفظی ہے اور دونوں طرح پڑھنا صحیح ہے۔

قوله: قَالَ سُفْيَانُ: لَقِينَا الشَّيْخَ عُبَيْدَ أَبَا الْحَسَنِ، بَعْدَ، فَلَمْ يَقُلْ فِيهِ: بَعْدَ الرُّكُوعِ: یہ اوپر والی دعا آپ ﷺ کس وقت پڑھتے تھے؟ محل دعا کی تعیین اعش کی روایت میں موجود ہے یعنی اذ ارفع رأسه من الركوع، سفیان یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ حدیث مجھ کو عبید سے اولاً بالواسطہ پہونچی تھی اس روایت میں تو لفظ بعد الركوع موجود تھا، لیکن بعد میں جب یہ حدیث میں نے براہ راست عبید سے سنی تو اس میں بعد الركوع نہیں ہے۔

۸۴۷ - حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ الْقُضَلِ الْحَرَّانِيُّ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو مُسْهِرٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ بَكْرِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُصْعَبٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ لُؤْمٍ، كُلُّهُمْ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ عَطِيَّةِ بْنِ قَبِيصٍ، عَنْ قُرَّةِ بْنِ يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخَدْرِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ: حِينَ يَقُولُ: "سَمِعَ اللَّهُ مِنْ مُحَمَّدٍ، اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلءَ السَّمَاءِ - قَالَ مُؤَمَّلٌ: مِلءَ السَّمَوَاتِ وَمِلءَ الْأَرْضِ -، وَمِلءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدَ أَهْلِ النَّاءِ وَالْمَجْدِ، أَحَقُّ مَا قَالَ الْعَبْدُ وَكُنَّا لَكَ عَبْدٌ، لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ - زَادَ مُحَمَّدٌ: وَلَا مُعْطِي لِمَا مَنَعْتَ، ثُمَّ اتَّقَفُوا - وَلَا يَنْفَعُ زَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ"، وَقَالَ بِشْرٌ: «رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ»، لَمْ يَقُلْ: «اللَّهُمَّ»، قَالَ: «رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ».

ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ (رکوع سے اٹھنے کے بعد قومہ میں) جب سَمِعَ اللَّهُ مِنْ مُحَمَّدٍ محمد کا کہتے تو یہ دعا بھی پڑھتے اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلءَ السَّمَاءِ مؤمل استاد نے مِلءَ السَّمَوَاتِ کا لفظ کہا وَمِلءَ الْأَرْضِ، وَمِلءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدَ أَهْلِ النَّاءِ وَالْمَجْدِ (اے تعریفوں اور عظمت و بزرگی والے) أَحَقُّ مَا قَالَ الْعَبْدُ (بندے

جو تعریفیں کرتے ہیں اے اللہ آپ ان تعریفوں کے سب سے زیادہ حقدار ہیں) وَكُنَّا لَكَ عَبْدًا (ہم سب آپ ہی کے بندے ہیں) لَا مَانِعَ لَنَا أَنْ نَعْطِيكَ (آپ جو عطا فرمانا چاہیں کوئی طاقت اسے روک نہیں سکتی) وَلَا مُعْطِي لَنَا مَنَعَكَ (آپ جو شے روک دیں تو کوئی طاقت اسے دے نہیں سکتی) وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَنَّةِ مِنْكَ الْجَنَّةُ (کسی مالدار کو اس کا مال آپ کے عذاب سے کوئی نفع نہ دے سکے گا) (بلکہ اعمال صالحہ آخرت میں نافع ہونگے) بشرِ استاذ نے (اللَّهُمَّ کے بغیر) رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ ذکر کیا اور محمود استاذ نے (اللَّهُمَّ کے بغیر) رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ واؤ کے اضافہ کے ساتھ ذکر کیا۔

صحیح مسلم - الصلاة (۴۷۷) سنن النسائی - التطبیق (۱۰۶۸) سنن ابی داود - الصلاة (۸۴۷) سنن ابن ماجہ -

إقامة الصلاة والسنة فيها (۸۷۷) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۸۷/۳) سنن الدارمی - الصلاة (۱۳۱۳)

قوله: أَهْلُ الثَّنَاءِ وَالْمَجْدِ: اس کو مرفوع بھی پڑھ سکتے ہیں یعنی انت اهل الثناء والمجد، اور

شرح الحديث

منسوب بھی بتقدیر حرف تداء یا اهل الثناء والمجد، احق ماقال العبد۔

اس میں بھی دو احتمال ہیں، مبتداء مخدوف کی خبر ہے یعنی "انت احق ماقال العبد" یعنی بندہ جو کچھ بھی تیری تعریف کرتا ہے آپ واقعی اس کے سزاوار ہیں، اور عید سے مراد یا تو جنس ہے یا حضور ﷺ اور كُنَّا لَكَ عَبْدًا یہ جملہ معترضہ ہے کہ ہم سبھی تیرے بندے ہیں، دوسرا احتمال ترکیب عبارت میں یہ ہے کہ اَحَقُّ مَقَالِ الْعَبْدِ مبتداء اور لَا مَانِعَ لَنَا أَنْ نَعْطِيكَ لی آخرہ، اس کی خبر، اس صورت میں مطلب یہ ہو گا کہ سب سے زیادہ سچی اور سچی بات یہ ہے لَا مَانِعَ لَنَا أَنْ نَعْطِيكَ الخ کہ تیرے سوا کوئی عطا کرنے والا نہیں اور جس کو تو عطا کرے اس کو کوئی روکنے والا نہیں، اور لَا يَنْفَعُ ذَا الْجَنَّةِ مِنْكَ الْجَنَّةُ۔

جد کی تفسیر میں دو قول ہیں: ① داد یعنی بڑے خاندان اور نسب والے کو تیرے مقابلہ میں اس کا یہ خاندان نفع نہیں دے سکتا ہے، ② غنی اور دولت، دولت والے کو تیرے مقابلہ میں اس کی دولت کام نہیں دے سکتی، ابن ماجہ شریف کی روایت میں ہے دُكِرَتْ الْجَنَّةُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ③ یعنی آپ کی مجلس میں ایک روز مختلف خاندانوں یا دولتوں کا ذکر آگیا تو اس پر آپ نے فرمایا لَا يَنْفَعُ ذَا الْجَنَّةِ مِنْكَ الْجَنَّةُ اور کہا گیا ہے کہ یہ لفظ "جد" بکسر الجیم ہے یعنی کوشش والے کو اس کی کوشش الخ۔

قوله: اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ: اس میں تین روایتیں ہیں: ① ایک تو یہی ② دوسری صرف رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ ③ اور تیسری رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ، امام احمد سے منقول ہے کہ رَبَّنَا کے ساتھ وَلَكَ الْحَمْدُ (واؤ کیساتھ) ہے اور اللَّهُمَّ رَبَّنَا کیساتھ لَكَ الْحَمْدُ (بغیر واؤ کے)، حافظ ابن قیم اس کی تائید میں فرماتے ہیں اس لئے کہ کسی صحیح حدیث میں لفظ اللَّهُمَّ اور واؤ کیساتھ نہیں وارد ہے، اس پر صاحب عون المعبود لکھتے ہیں ایسا نہیں بلکہ دونوں کے درمیان جمع وارد ہے کما فی صحیح البخاری فی باب صلاة القائل من

حدیث انس۔

ہے، اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ، یا احمدناک و لک الحمد، اور ہو سکتا ہے کہ
اور ازا مکہ ہو۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ سَمْعٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ الشَّعْبَانِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِذَا قَالَ الْإِمَامُ: سَمِعَ اللَّهُ مِنْ حَمْدِكَ، فَقُولُوا: اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ، فَإِنَّهُ مِنْ وَافِقِ قَوْلِ الْمَلَائِكَةِ، يُخَوِّلُهُ مَا تَقْدَمُ مِنْ ذَنْبِهِ."

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب امام سمیع اللہ من حمدک کہے تو تم لوگ اللہم ربنا لک الحمد کہو کیونکہ (اس وقت فرشتے اللہم ربنا لک الحمد کہتے ہیں پس) جس کی بات فرشتوں کی اس بات کے ساتھ ساتھ موافق ہو گئی تو اس شخص کے سارے گزشتہ گناہ (صغیرہ) معاف کر دیئے جائیں گے۔

صحیح البخاری - الأذان (۷۶۳) صحیح مسلم - الصلاة (۴۰۹) جامع الترمذی - الصلاة (۲۶۷) سنن النسائی - الطباق (۱۰۶۳) سنن أبي داود - الصلاة (۸۴۸) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (۸۷۵) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۳۸۷/۲) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۴۱۶/۲) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۴۵۹/۲) موطأ مالك - النداء للصلاة (۱۹۸)

قوله: إِذَا قَالَ الْإِمَامُ: سَمِعَ اللَّهُ مِنْ حَمْدِكَ، فَقُولُوا: اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ: مسئلہ ثابتہ

بالحدیث میں اختلاف انہ: اس حدیث میں ایک اختلافی مسئلہ ہے جس میں تین مذہب ہیں، امام ابو حنیفہ و مالکؒ کا مذہب یہ ہے جیسا کہ ظاہر حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ رکوع سے اٹھتے وقت امام کے لئے صرف تسمیع (سمیع اللہ من حمدک) ہے اور مقتدی کیلئے صرف تحمید (ربنا لک الحمد) ان دونوں اماموں نے اسی حدیث سے استدلال کیا ہے اس لئے کہ اس حدیث میں تسمیع و تحمید کو امام اور مقتدی کے درمیان تقسیم کر دیا ہے، صاحب ہدایہ فرماتے ہیں القسمة تنافی الشریکة، دوسرا مذہب امام شافعیؒ کا ہے ان کے نزدیک ان دونوں میں شرکت ہے "کلاهما یکتلیہما" ان کی دلیل ابو ہریرہؓ کی وہ حدیث متفق علیہ ہے جس میں یہ ہے ثُمَّ يَقُولُ سَمِعَ اللَّهُ مِنْ حَمْدِكَ حِينَ يَرْفَعُ صَلْبَهُ مِنَ الرُّكْعَةِ ثُمَّ يَقُولُ وَهُوَ قَائِمٌ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ، اور یہ حدیث اگرچہ صرف امام کے بارے میں ہے اس لئے کہ آپ ہی امام ہوا کرتے تھے لیکن آپ ﷺ کا ارشاد ایک دوسرے موقع پر صَلُّوا كَمَا تَرَأَوْنِي أَصَلِّي سے امام کی خصوصیت ختم ہو جاتی ہے، تیسرا مذہب امام احمدؒ اور صاحبین کا

① اور اگر مصلیٰ منفرد ہو تو اس صورت میں اگر ملائکہ جمع ہیں الذکرین کے قائل ہیں اور حنفیہ کے یہاں اس میں تین روایتیں ہیں: ① صرف ربنا لک الحمد، قال فی البسوط وهو الاصح، ② جمع بین الذکرین صاحب ہدایہ نے اسی کو اصح قرار دیا ہے، ③ صرف تسمیع ہے قالہ ابو بکر الرازی (کذا فی النہل عن الذہلی)۔

④ صحیح البخاری - کتاب صفة صلاة - باب ۷۵۶، صحیح مسلم - کتاب الصلاة - باب إثبات التكبير في كل خفض ورفع في الصلاة ۳۹۲

⑤ صحیح البخاری - کتاب الأذان - باب الأذان للمسافر إذا كانوا جماعة والإقامة الخ ۲۲۶

ہے "للإمام كلاً"۔ ما والمقتدی أحدهما" امام کے جمع بین التَّحْمِيدِ والتَّسْمِيعِ اور مقتدی کے لئے صرف تحمید، ان کی دلیل مقتدی کے حق میں تو حدیث الباب ہے اور امام کے حق میں ابو ہریرہ کی وہ حدیث ہے جس کو امام بخاری نے روایت کیا کانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ قَالَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ ①۔

تنبیہ: امام خطابي ② کو یہاں پر صاحبین کا مذہب نقل کرنے میں خطا واقع ہوئی انہوں نے صاحبین کا مذہب امام شافعی کے مذہب کے موافق لکھ دیا حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

شرح حدیث: فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ قَوْلَهُ قَوْلَ الْمَلَائِكَةِ رَاجِعَ قَوْلِ كِي بِنَامٍ پُر موافقت سے مراد موافقت فی القول والزمان ہے، یعنی جو شخص عین اس وقت آمین کہے جس وقت فرشتے آمین کہہ رہے ہوں اس کے گزشتہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں، صحیحین کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ تاہم امام کی وقت آسمان پر ملائکہ بھی آمین کہتے ہیں قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ فِي السَّمَاءِ: آمِينَ ③ بخاری کی روایت میں ہے، علماء نے لکھا ہے کہ اس میں اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ مقتدی کو نماز میں خوب بیدار رہنا چاہئے غفلت اور سستی نہ ہونی چاہئے ہر موقع کی دعا اور ذکر عین اس کے متعینہ وقت میں ہونی چاہئے۔

اور ہر قول موافقت کی تفسیر میں یہ ہے جس کو ابن حبان نے اختیار کیا ہے اس سے مراد موافقت فی الاخلاص والخشوع ہے، ہم نے اپنے بعض مشائخ سے سنا کہ اس میں تین احتمال ہیں: ① موافقت فی القول، ② موافقت فی الزمان، ③ موافقت فی القول والزمان، پھر اس میں بھی اختلاف ہے ابن بزیہ کہتے ہیں ملائکہ سے تمام ملائکہ مراد ہیں، اور کہا گیا ہے کہ صرف حفظ مراد ہیں، اور کہا گیا ہے ظاہر یہ ہے کہ اس سے وہ ملائکہ مراد ہیں جو اس نماز میں شریک ہوں خواہ آسمان پر یا زمین میں، ایک روایت موقوفہ میں ہے طُفُوفُ أَهْلِ الْأَرْضِ عَلَى طُفُوفِ أَهْلِ السَّمَاءِ ④۔

فائدہ: اس حدیث کے بعض طرق میں مَا تَقْدَمُ مِنْ ذَنْبِهِ كَيْسَ تَحْدِثُ مَا تَأْخِرُ بھی وارد ہے حافظ نے اس کو شاذ لکھا ہے ⑤۔

۸۴۹ - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ عَمَّارٍ، حَدَّثَنَا أُسَيْبُ بْنُ سَابِطٍ، عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنْ عَامِرٍ، قَالَ: "لَا يَقُولُ الْقَوْمُ خَلْفَ الْإِمَامِ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، وَلَكِنْ يَقُولُونَ: رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ"

ترجمہ: عامر شعبی کہتے ہیں کہ مقتدی امام کے پیچھے نماز کے دوران سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ نہ کہیں بلکہ مقتدی رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہیں۔

① صحیح البخاری - کتاب صفة صلاة - باب ما يقول الإمام ومن خلفه إذا رفع رأسه من الركوع ۷۶۲

② معالم السنن ج ۱ ص ۲۰۹ - ۲۱۰

③ صحیح البخاری - کتاب صفة صلاة - باب فصل التأمین ۷۴۸

④ مصنف عبد الرزاق - کتاب الصلاة - باب آمین ۲۶۵۰ (ج ۲ ص ۶۴)

⑤ فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۲۶۵

۱۴۶۔ باب الدعاء بین السجدةین

دونوں سجدوں کے درمیان پڑھی جانے والی دعا کا بیان

۸۵۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَسْعُودٍ، حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحَبَابِ، حَدَّثَنَا كَامِلُ أَبُو الْعَلَاءِ، حَدَّثَنِي حَبِيبُ بْنُ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ: «اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي، وَارْحَمْنِي، وَعَافِنِي، وَاهْدِنِي، وَارْزُقْنِي».

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ دو سجدوں کے درمیان یہ دعا مانگتے اے اللہ میری مغفرت فرما۔ مجھ پر رحم فرما مجھے عافیت نصیب فرما مجھے ہدایت عطا فرما اور مجھے روزی عطا فرما۔

جامع الترمذی - الصلاة (۲۸۴) سنن ابی داؤد - الصلاة (۸۵۰) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۸۹۸)

قوله: يَقُولُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي، وَارْحَمْنِي، وَعَافِنِي، وَاهْدِنِي، وَارْزُقْنِي: اور ترمذی کی روایت میں وَارْزُقْنِي بھی موجود ہے اور نسائی وابن ماجہ کی ایک دوسری روایت مرفوعہ میں اس طرح ہے كَانَ يَقُولُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ: «رَبِّ اغْفِرْ لِي، رَبِّ اغْفِرْ لِي»^۱ اور ابن ماجہ کی روایت میں فِي صَلَاةِ اللَّيْلِ کی قید بھی مذکور ہے۔

دعائین السجدةین میں مذاہب ائمہ: چنانچہ حنفیہ کے نزدیک یہ دعا تطوع پر محمول^۲ ہے اور شافعیہ کے نزدیک مطلقاً ہے، امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: وہ یہ يقول الشافعي، وأحمد، وإسحاق: بدون هذا جائز في المكتوبة والتطوع^۳ اور امام احمدؒ کے یہاں تو صرف جائز ہی نہیں بلکہ جیسا کہ معنی میں لکھا ہے ان کے نزدیک قول مشہور میں بین السجدةین رب اغفر لی ایک بار پڑھنا واجب ہے (اور تین بار مستحب) اور یہی قول اسحاق بن راہویہ اور داؤد ظاہری کا ہے، اور دوسری روایت امام احمد سے عدم وجوب اور استحباب کی ہے، ابن قدامہ لکھتے ہیں: وهو قول أكثر الفقهاء لأن النبي صلى الله عليه وسلم لم يعلمه المبيء في صلاته^۴، اسی طرح پہلے گزر چکا ہے کہ امام احمدؒ کی ایک روایت میں تکبیرات انتقال اور تسبیحات رکوع و سجود بھی واجب ہیں، اور امام مالکؒ کے مذہب میں تو بہت زیادہ توسع ہے جیسا کہ پہلے باب ما يُستفتح به الصلاة من الدعاء میں ان کا مذہب گزر چکا ان کے یہاں بھی نفل کی قید نہیں ہے۔

① سنن ابن ماجہ - کتاب إقامة الصلاة والسنة فيها - باب ما يقول بين السجدةین ۸۹۷، سنن النسائی - کتاب التطبیق - باب قدر القيام بین

الرفع من الركوع والسجود ۱۰۶۹

② لیکن اگر کوئی شخص اس کو فرض نماز میں بھی پڑھ لے تو مکروہ نہیں، کنانی الکواکب الدرزی، ۱۲۔

③ جامع الترمذی - کتاب الصلاة - باب ما يقول بين السجدةین ۲۸۵

④ المغنی وولیه الشرح الكبير - ج ۱ ص ۵۴۳

۱۴۷۔ بَابُ يَرْفَعُ النِّسَاءُ إِذَا كُنَّ مَعَ الرِّجَالِ رُءُوسَهُنَّ مِنَ السَّجْدَةِ

جب عورتیں امام کی اقتداء میں نماز پڑھیں تو وہ اپنے سجدے سے اپنے سر کو اٹھائیں؟

۸۵۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَنبَأَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُسْلِمٍ، أَخِي الزُّهْرِيِّ، عَنْ مَوْلَى لَأَسْمَاءَ ابْنَةِ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ، قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُدْرِكُ مِنَ الْيَوْمِ الْآخِرِ، فَلَا تَرْفَعُ رَأْسَهَا حَتَّى يَرْفَعَ الرِّجَالُ رُءُوسَهُمْ، كَرَاهَةَ أَنْ يَرَيْنَ مِنْ عَوْرَاتِ الرِّجَالِ».

اسلامیہ بنت ابی بکر فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا تم میں سے جو عورت اللہ پاک اور روز قیامت پر ایمان رکھتی ہے وہ سجدہ سے اس وقت تک اپنا سر نہ اٹھائے جب تک مرد نمازی اپنے سجدے سے سر نہ اٹھائیں اس بات کے ناپسندیدہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان عورتوں کی نگاہ مردوں کے ستر کے مقام پر نہ پڑ جائے (اس زمانہ میں غربت اور افلاس کی وجہ سے کپڑوں سے ستر کا اہتمام زیادہ نہ ہوتا ہے تو ستر کھل جانے کا احتمال رہتا تھا اب یہ زمانہ نہ رہا تو اب یہ حکم بھی نہ رہا۔

سنن أبي داود - الصلاة (۸۵۱) - مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۳۴۸/۶)

اس باب کی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو عورتیں مسجد میں جماعت کیساتھ نماز آپ ﷺ کے زمانہ میں پڑھتی تھیں ان کے بازے میں آپ ﷺ فرما رہے ہیں ان کو چاہئے کہ وہ سجدہ سے سر ذرا اوپر سے اٹھائیں اس میں جلدی نہ کریں ایسا نہ ہو کہ مردوں کی صف جو سامنے ہے ان کے ستر پر عورتوں کی نظر پڑ جائے۔

۱۴۸۔ بَابُ طُولِ الْقِيَامِ مِنَ الرُّكُوعِ وَبَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ

رکوع سے سر اٹھانے کے بعد قومہ میں اور دونوں سجدوں کے درمیان والے جلسہ میں زیادہ دیر تک بیٹھنے کا بیان؟

ترجمة الباب کی تشریح: لفظ من الرُّكُوعِ القیام سے متعلق ہے نہ کہ طول سے یعنی قیام من الرُّكُوعِ کا طویل ہونا اور ای طرح جلسہ بین السجدتین کا طویل ہونا، اور اگر من الرُّكُوعِ کو طول سے متعلق کر دیں تو مطلب غلط ہو جائیگا یعنی قیام کا رکوع سے طویل ہونا، حالانکہ یہ مراد نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ قیام من الرکوع یعنی قومہ کا دراز ہونا۔

۸۵۲۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غُمَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنِ الْبَرَاءِ، «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ سُجُودَهُ، وَرُكُوعَهُ، وَقُعُودَهُ، وَمَا بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ قَرِيبًا مِنَ السَّوَاءِ».

حضرت براء فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے سجدہ کرنے کی مقدار اور رکوع کی مقدار اور دو سجدوں کے درمیان بیٹھنے کی مقدار تقریباً برابر برابر ہوا کرتی تھی۔

صحیح البخاری - الأذان (۷۵۹) - صحیح البخاری - الأذان (۷۶۸) - صحیح البخاری - الأذان (۷۸۶) - صحیح مسلم - الصلاة

(۴۷۱) جامع الترمذی - الصلاة (۲۷۹) سنن النسائی - التطبیق (۱۰۶۵) سنن النسائی - التطبیق (۱۰۶۵) سنن النسائی - السهو (۱۳۳۲) سنن ابی داؤد - الصلاة (۸۵۲) مسند أحمد - أول مسند الکوفیین (۲۸۰/۴) مسند أحمد - أول مسند الکوفیین (۲۸۰/۴) مسند أحمد - أول مسند الکوفیین (۲۸۰/۴) سنن الدارمی - الصلاة (۱۳۳۳) سنن الدارمی - الصلاة (۱۳۳۴)

اختلاف نسخ اور نسخہ صحیحہ کی تحقیق و تنقیح: بذل الجہود میں لکھا ہے کہ ابوداؤد کے اکثر نسخوں میں اسی طرح ہے مابین السجدتین، اور بعض نسخوں میں مابین السجدتین بغیر واؤ کے ہے یہی صحیح اور اکثر کتب حدیث کی روایت کے مطابق ہے، اور اس صورت میں مطلب یہ ہو گا کہ آپ ﷺ کا سجدہ اور رکوع اور جلسہ بین السجدتین کی مقدار تقریباً برابر ہوتی تھی، اور اگر واؤ والا نسخہ لیا جائے تو اس صورت میں مطلب یہ ہو گا کہ آپ ﷺ کا سجدہ اور رکوع اور قعدہ اور جلسہ بین السجدتین تقریباً برابر ہوتے تھے۔

لیکن اس نسخہ پر اشکال ہے وہ یہ کہ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ قعدہ اور جلسہ بین السجدتین کی مقدار برابر ہوتی تھی اول تو اس طرح کسی روایت میں ہے نہیں دوسرے یہ کہ بخاری کی روایت میں مَا خَلَا الْقِيَامَ وَالْقُعُودَ مروی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف رکوع سجود اور مابین السجود کی مساوات بیان کی جا رہی ہے، قعود اس سے مستثنیٰ ہے اور اسی طرح قیام بھی، اسی لئے ہم نے کہا کہ دوسرا نسخہ صحیح ہے حضرت نے بذل میں تحریر فرمایا ہے کہ اس عبارت کی اصلاح یا تو اس طور پر ہو سکتی ہے کہ یہاں روایت میں لفظ قعود نہ ہو اور کلام اس طرح ہو کان سجودہ و رکوعہ و مابین السجدتین، اور دوسری شکل اصلاح کی یہ ہے کہ اگر لفظ قعود یہاں مانتے ہیں تو پھر، اس کے بعد صرف واؤ نہ ہونا چاہئے بلکہ اس طرح ہو قعود لا مابین السجدتین، اور ایک توجیہ یہ تحریر فرمائی ہے کہ قعود سے مراد تشہد والا قعود نہ لیا جائے، بلکہ اس سے جلسہ بین التسلیم والا بصراۃ مراد لیا جائے جس کا ذکر بعض روایات میں آتا ہے، چنانچہ اس سے متعلق ابوداؤد میں ابواب سجود السہو سے ذرا آگے ایک مستقل باب آرہا ہے، بَابُ انْصِرَافِ النَّسَاءِ قَبْلَ الرَّجَالِ مِنَ الصَّلَاةِ اس صورت میں یہ روایت بخاری کی روایت مَا خَلَا الْقِيَامَ وَالْقُعُودَ کے خلاف نہ ہوگی، اور حضرت گنگوہیؒ کی تقریر میں اس کی توجیہ یہ فرمائی ہے قعود سے مراد تشہد اول کا قعود ہے اور پوری حدیث کا مطلب یہ ہو گا کہ آپ ﷺ کا سجود اور رکوع اور قعدہ اولیٰ اور جلسہ بین السجدتین یہ چاروں متقارب ہوتے تھے، تو گویا حضرت گنگوہی کے نزدیک بخاری کی روایت جسمیں قعود کا استثناء ہے اس سے مراد قعدہ اخیرہ ہے لہذا اس صورت میں بھی تعارض پیدا نہ ہو گا، یہ ساری بحث بذل الجہود میں حضرت نے بڑی تفصیل سے لکھی ہے ⑤، جس کی تسہیل ہم نے یہاں اپنے لفظوں میں کی ہے۔

قولہ: قَرِيبًا مِنَ السَّوَاءِ: اس کے مفہوم میں دو بلکہ تین قول ہیں: ① مساواة احد هما للآخر، یعنی رکوع و سجود اسی طرح قومہ (جو بعض روایات میں ہے) اور جلسہ بین السجدتین ان سب کی مقدار آپس میں تقریباً برابر ہوتی تھی، ② مساواة الجنس للجنس، یعنی

① صحیح البخاری - کتاب صفة الصلاة - باب حد إمام الركوع والاعتدال فيه والاطمأنينة ۷۵۹

② بذل الجہود فی حل ابی داؤد - ج ۵ ص ۱۰۶

آپس میں ہر ایک کی برابری مراد نہیں بلکہ رکوع کی مساوات رکوع سے اور سجدہ کی مساوات سجدہ سے مراد ہے، (۳) المراد اثبات التاسب والتوازن بین الكل، یعنی نماز کے ارکان میں تناسب اور توازن ہوتا تھا مساوات مراد نہیں، مثلاً اگر قیام طویل ہے تو اسی کے مناسب رکوع و سجود بھی طویل، اور اگر قیام قصیر تو رکوع و سجود بھی مختصر، لیکن دوسرے معنی مراد لینے میں اشکال ہے اس لئے کہ بہت سی روایات سے ثابت ہے، رکعت اولیٰ کے قیام کا طویل ہونا رکعت ثانیہ کے قیام سے کذا قال السنذی فی حاشیۃ الناسائی (ص ۱۹۶) وہ کہتے ہیں لہذا ظاہر معنی اول ہی ہیں، میں کہتا ہوں معنی اول کی تائید بعض روایات سے ہوتی ہے چنانچہ آگے باب ما یقول الرجل فی رکوعہ وسجودہ کی آخری حدیث میں اس طرح وارد ہے فَكَانَ قِيَامُهُ نَحْوًا مِنْ رُكُوعِهِ..... وَكَانَ سُجُودُهُ نَحْوًا مِنْ قِيَامِهِ..... وَكَانَ يَقْعُدُ فِيْمَا بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ نَحْوًا مِنْ سُجُودِهِ^۱، لیکن اس روایت پر یہ اشکال ہو گا کہ بخاری کی روایت میں (جس کا حوالہ پہلے بھی آچکا ہے) ما خلا القيام والقعود مذکور ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ رکوع و سجود وغیرہ تو آپس میں برابر ہوتے تھے لیکن قیام رکوع و سجود کے برابر نہ ہوتا تھا، قتال^۲۔

تنبیہ: اس باب کی پہلی حدیث میں جس پر کلام ہو رہا ہے ترجمہ الباب کا جزء ثانی مذکور ہے، یعنی جلسہ بین السجدتین کا دراز ہونا، اور ترجمہ کا جزء اول یعنی قومہ کا دراز ہونا وہ اس حدیث میں نہیں البتہ باب کی دوسری حدیث میں آرہا ہے۔

۸۵۳ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا ثَابِتٌ، وَحَمِيدٌ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: "مَا صَلَّيْتُ خَلْفَ رَجُلٍ أَوْ جَزَ صَلَاةً مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَمَامٍ، وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَالَ: سَمِعَ اللَّهُ مَنْ حَمْدَهُ، قَامَ حَتَّى يَقُولَ: قَدْ أَوْهَمَ، ثُمَّ يَكْبِتُ، وَيَسْجُدُ، وَكَانَ يَقْعُدُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ حَتَّى يَقُولَ: قَدْ أَوْهَمَ."

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی شخص کے پیچھے اتنی مختصر نماز نہیں پڑھی جتنی مختصر نماز میں نے آپ ﷺ کے پیچھے پڑھی اور وہ نماز تمام ارکان کو مکمل ادا فرمانے کے ساتھ ہو کر تھی۔ اور حضور ﷺ جب سَمِعَ اللَّهُ مَنْ حَمْدَهُ فرماتے تو اتنا طویل قیام فرماتے کہ ہمیں آپ کے نسیان میں پڑ جانے کا اندیشہ ہوتا پھر تکبیر کہہ کر سجدہ میں جاتے اور دو سجدوں کے درمیان اتنا طویل جلسہ فرماتے کہ ہمیں خیال ہوتا کہ آپ اس رکن کو بھول گئے ہیں۔

صحیح البخاری - الأذان (۷۶۷) صحیح مسلم - الصلاة (۴۷۲) صحیح مسلم - الصلاة (۴۷۳) سنن أبي داود - الصلاة (۸۵۳) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۹۸۵) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۱۶۲/۳) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۱۷۲/۳) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲۰۳/۳) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲۰۵/۳) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲۲۳/۳) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲۴۷/۳) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲۶۲/۳) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲۷۷/۳) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲۸۲/۳)

۱ سنن أبي داود - كتاب الصلاة - باب ما يقول الرجل في ركوعه وسجوده ۸۷۴

۲ اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ اس اختلاف کو اختلاف اوقات و زمان پر محمول کیا جائے، کسی ایک جگہ بھی دوام و استمرار مراد نہ لیا جائے، ۱۲ منہ۔

شرح الحديث

قوله: مَا صَلَّيْتُ خَلْفَ رَجُلٍ أَوْ جَزَ: حضرت انسؓ فرما رہے ہیں کہ میں نے کسی بھی امام کے پیچھے ایسی نماز نہیں پڑھی، جو مختصر ہونے کے ساتھ ساتھ کامل اور تام ہو، حضور ﷺ کے مقابلہ میں، یعنی آپ ﷺ کی نماز باوجود اختصار کی رعایت کے کامل اور مکمل ہوتی تھی جس کی صورت یہ ہے کہ قیام کی مقدار ہلکی ہو اور رکوع و سجود اطمینان کے ساتھ ہوں۔

قوله: وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَالَ: سَمِعَ اللَّهُ مِنْ مُحَمَّدٍ، قَامَ حَتَّى يَقُولَ: قَدْ أَوْهَمَ: یعنی آپ ﷺ بعض مرتبہ نماز میں قومہ کو اتنا دراز کرتے تھے کہ ہم یہ سوچنے لگتے کہ آپ ﷺ نے رکوع اور قومہ کو ترک کر دیا یعنی دوبارہ قیام کی طرف لوٹ آئے اس لئے کہ قومہ اتنا لمبا نہیں ہوتا یہ مطلب اس صورت میں ہے جب أَوْهَمَ کو بصیغہ معروف بر وزن اکرم پڑھا جائے اور اگر بصیغہ مبہول اوہم ہو تو اس صورت میں مطلب یہ ہو گا وہم میں واقع ہو جانا، یعنی ہم یہ سوچتے تھے کہ آپ ﷺ کو کوئی وہم یا سہو تو نہیں ہو گیا۔

قوله: وَكَانَ يَقْعُدُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ: حدیث کے پہلے جزء سے تطویل قومہ اور اس دوسرے جزء سے جلسہ بین السجدتین کی تطویل ثابت ہو رہی ہے۔

قومہ اور جلسہ بین السجدتین رکن قصیر ہیں یا رکن طویل: اب یہاں پر یہ چیز قابل تحقیق ہے کہ قومہ اور جلسہ کی تطویل مستحب ہے یا نہیں، جمہور علماء اس کے قائل نہیں ہیں، جمہور کے نزدیک اعتدال یعنی قومہ اور ایسے ہی جلسہ بین السجدتین ہر ایک رکن قصیر ہے اس کی تطویل جائز نہیں، البتہ امام احمدؒ اور ظاہر یہ اس کے قائل ہیں ان کے نزدیک قومہ اور جلسہ کی تطویل مستحب ہے جیسا کہ ابن قدامہؒ نے معنی میں اس کو تفصیل سے بیان کیا ہے اور مصنفؒ کی ترویج اسی کی طرف مشیر ہے، ہمارے شیخ کے نزدیک تو مصنف حنبلی ہیں ہی، کتب شافعیہ میں تو یہ لکھا ہے کہ ان دونوں کی تطویل مفید صلاۃ ہے۔

جمہور کہتے ہیں کہ قومہ اور جلسہ کی تطویل مشہور روایات سے ثابت نہیں صرف اس حدیث انسؓ سے ثابت ہے لہذا یہ شاذ ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہو سکتا ہے یہ تطویل امر بالتخفیف سے پہلے ہو لیکن اس کے باوجود بعض فقہاء شافعیہ والکیہ جیسے امام نوویؒ اور ابن دقیق العیدؒ اس کے جواز کے قائل ہیں اس لئے کہ اسکا ثبوت اگرچہ شہرت کے ساتھ نہیں ہے لیکن بہر حال بعض روایات سے ہے تو سہی۔

۸۵۴ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَأَبُو كَامِلٍ، دَخَلَ حَدِيثُ أَحَدِهِمَا فِي الْآخَرِ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ هِلَالِ بْنِ أَبِي مُحَمَّدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: "رَمَقْتُ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - وَقَالَ أَبُو كَامِلٍ: رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فِي الصَّلَاةِ، فَوَجَدْتُ قِيَامَهُ كَرُكْعَتِهِ، وَسَجْدَتَيْهِ وَاعْتِدَالَهِ فِي الرُّكْعَةِ كَسَجْدَتَيْهِ، وَجَلَسَتُهُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ، وَسَجْدَتُهُ مَا بَيْنَ التَّسْلِيمِ وَالْإِنْصِرَافِ، قَرِيبًا مِنَ السَّوَاءِ"، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ مُسَدَّدٌ: فَرُكْعَتُهُ وَاعْتِدَالَهِ بَيْنَ الرُّكْعَتَيْنِ فَسَجْدَتُهُ، فَجَلَسَتُهُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ فَسَجْدَتُهُ، فَجَلَسَتُهُ بَيْنَ التَّسْلِيمِ وَالْإِنْصِرَافِ، قَرِيبًا مِنَ السَّوَاءِ.

براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ میں نے تک نکی باندھ کر نبی اکرم ﷺ کی نماز کو بغور دیکھا تو میں نے آپ کے قیام کو آپ کے رکوع اور سجدہ کے بقدر پایا اور رکوع کے بعد قومہ میں آپ کے اطمینان کے ساتھ ٹھہرنے کو سجدہ کے بقدر پایا۔ اور دو سجدوں کے درمیان آپ کے جلسہ کو اور سجدہ سہوا کر ہوتا جو سلام پھیرنے کے بعد نماز سے فارغ ہونے کے درمیان ہوتا ہے ان سب کو برابر برابر پایا۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ مسند استاد نے یہ الفاظ کہے کہ آپ ﷺ کے رکوع کو اور رکوع اور سجدہ کے درمیان والے قومہ کو اور آپ کے پہلے سجدہ کو اور دو سجدوں کے درمیان جلسہ کو اور آپ کے دوسرے سجدہ کو اور سلام پھیرنے کے بعد نماز سے مڑنے تک والے جلسہ کو تقریباً برابر برابر پایا۔

صحیح البخاری - الأذان (۷۵۹) صحیح البخاری - الأذان (۷۶۸) صحیح البخاری - الأذان (۷۸۶) صحیح مسلم - الصلاة (۴۷۱) جامع الترمذی - الصلاة (۲۷۹) سنن النسائی - التطبیق (۱۰۶۵) سنن النسائی - التطبیق (۱۱۴۸) سنن النسائی - السہو (۱۳۳۲) سنن ابی داؤد - الصلاة (۸۵۴) مسند احمد - أول مسند الکوفیین (۲۸۰/۴) مسند احمد - أول مسند الکوفیین (۲۸۵/۴) مسند احمد - أول مسند الکوفیین (۲۹۴/۴) سنن الدارمی - الصلاة (۱۳۳۳) سنن الدارمی - الصلاة (۱۳۳۴)

قوله: فَوَجَدْتُ قِيَامَهُ كَرُكْعَتِهِ، وَسُجُودَهُ كَرُكْعَتِهِ، یعنی آپ ﷺ کے قیام اور رکوع و سجدہ کی مقدار یکساں تھیں۔
قوله: وَاعْيَدَ اللَّهِ فِي الرُّكْعَةِ كَسُجُودِهِ: یعنی پانچواں میں نے آپ کے قومہ کو رکوع کے بعد سجدہ کے برابر۔

قوله: وَجَلَسَتْهُ بَيْنَ السُّجُودَيْنِ، وَسُجُودُهُ مَابَيْنَ التَّسْلِيمِ وَالْإِنْصِرَافِ: یعنی پانچواں میں نے آپ کے جلسہ بین السجدتین کو اور سجدہ بین التسليم والانصراف کو تقریباً برابر۔
جاننا چاہئے کہ اس حدیث کی سند میں مصنف کے دو استاد ہیں مسند اور ابوکامل یہ اوپر والے الفاظ ابوکامل کے ہیں اور مسند کے الفاظ کو مصنف آگے بیان کر رہے ہیں، لیکن ابوکامل کی روایت کے الفاظ میں گڑبڑ ہے، صحیح الفاظ وہی ہیں جو مسند کی روایت میں آ رہے ہیں۔

مسند کی روایت کا مضمون یہ ہے کہ حضور ﷺ کے قیام اور رکوع اور سجدہ اولیٰ اور پھر جلسہ بین السجدتین اور پھر سجدہ ثانیہ اور پھر جلسہ بین التسليم والانصراف ان سب کو میں نے تقریباً برابر پایا، مسند کی روایت میں تمام الفاظ مل کر ایک ہی جملہ ہوا ہے بخلاف ابوکامل کی روایت کے الفاظ کے کہ وہ الگ الگ مستقل تین جملے ہیں، ان کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ قیام کی مقدار رکوع و سجدہ کے برابر ہوتی تھی، بخلاف مسند کی روایت کے کہ اس میں اس طرح نہیں ہے، وہ تو مجموعہ کے بارے میں کہہ رہے ہیں

① اس کا عطف قیاس پر ہو رہا ہے، ۱۲ منہ۔

② اس روایت میں یہ لفظ غلط ہے اس کے بجائے وجلسۃ ہونا چاہئے جیسا کہ آگے مسند کی روایت میں آ رہا ہے، غرضیکہ ابوکامل کی روایت میں تحریف واقع ہوئی ہے اور صحیح مسند کی روایت ہے جو کہ باقی دوسری روایات حدیثیہ کے موافق ہے، ۱۲ منہ۔

کہ یہ تقریباً برابر ہوتے تھے، اور برابر ہونے کے وہی تین مطلب ہوں گے جو پہلے گزر چکے۔ بخلاف ابوکامل کی روایت کے اس میں تو ایک ہی معنی متعین ہیں۔

تنبیہ: یہ ابوکامل اور مسدد کی روایت کے الفاظ کا اختلاف سنن ابوداؤد کے اعتبار سے ہے ورنہ صحیح مسلم میں دونوں کے الفاظ اور سیاق میں کوئی اختلاف نہیں ہے، جس طرح مسدد کی روایت کے الفاظ ہیں اسی طرح ابوکامل کے الفاظ بھی ہیں پس ہو سکتا ہے کہ مصنف کو یہ روایت اس طرح پہنچی ہو اور امام مسلم کو اس طرح، اور ممکن ہے ابوکامل نے بعد میں اپنے الفاظ کی اصلاح کر لی ہو یا پہلے وہ صحیح روایت کرتے ہوں اور بعد میں ان سے خلط ہو گیا ہو، واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۴۹۔ بَابُ صَلَاةٍ مَنْ لَا يُقِيمُ صَلَاتَهُ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ

جو شخص رکوع و سجود میں اپنی پستی اطمینان کے ساتھ نہ رکھے اس کی نماز کا بیان ہے۔
یعنی جو شخص رکوع و سجود میں اپنی پشت کو زیادہ دیر تک نہ جھکائے بلکہ جلدی سے سر اٹھالے یا یہ کہ رکوع میں کمر کو ہموار اور سیدھا نہ کرے، بہر صورت مراد ترک تعدیل اور ترک طمانینت ہے، مسئلہ مختلف فیہ ہے۔

تعدیل ارکان میں مذاہب ائمہ: مشہور یہ ہے کہ تعدیل ارکان یعنی رکوع و سجود اطمینان سے ادا کرنا، جمہور علماء ائمہ ثلاث اور داؤد ظاہری اور امام ابو یوسف کے نزدیک فرض ہے بغیر اس کے رکوع و سجود صحیح نہیں، اور طرفین کے نزدیک مشہور قول کی بنا پر واجب ہے اور کہا گیا ہے کہ سنت ہے، لیکن یہ قول غیر اصح ہے البتہ جلسہ بین السجدتین اور قومہ اور ان میں طمانینت یہ عند الطرفین سنت ہے واجب نہیں (زیلعی علی الکفر) علامہ سندھی حاشیہ نسائی (۱۰۵۸) میں لکھتے ہیں کہ مشہور تو یہی ہے کہ طرفین کے نزدیک تعدیل ارکان فرض نہیں ہے لیکن امام طحاویؒ نے شرح معانی الآثار میں تصریح کی ہے اس بات کی کہ امام ابو حنیفہ اور صاحبین کا مذہب رکوع اور سجود میں انفرادی طمانینت ہے^۱، ایسے ہی علامہ شامیؒ^۲ نے بھی امام طحاویؒ سے مطلقاً حنفیہ کا مذہب فرضیت تعدیل کا نقل کیا ہے۔

تعدیل و طمانینت کی حقیقت: اب یہ کہ تعدیل و اطمینان سے کیا مراد ہے، جواب یہ ہے کہ اس کی طرف اشارہ

① شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۳۳

② در مختار میں ہے (و تعدیل الارکان) أي تسکین الجوارح قدر تسبیحة فی الرکوع و السجود، و کذا فی الرفع منہما علی ما اختارہ الکمال، علامہ شامی لکھتے ہیں کہ قومہ اور جلسہ بین السجدتین اور ان دونوں کی تعدیل مشہور فی المذہب یہ ہے کہ یہ سنت ہے اور دوسری روایت لگے و جوب کی ہے وہو الواقع للأول (و علیہ الکمال ابن الہمام)، و علیہ الکمال ومن بعدہ من المتأخرین وقد علمت قول تلمیذہ إنه الصواب۔ وقال أبو یوسف بغيره فی الکمال واختارہ فی المجمع والعینی دیوان الطحاوی عن أئمتنا الثلاثة، وقال فی الفیض إنه الأحوط اھدھو مذہب مالک والشافعی وأحمدہ ۱۲ منہ۔ (برقہ) علی اللہ المختار۔ ج ۲ ص ۱۵۷-۱۵۸

خود حدیث میں موجود ہے ثُمَّ يَرْكَعُ حَتَّى تَطْمِئِنَّ مَقَاصِلُهُ... ثُمَّ يَسْجُدُ حَتَّى تَطْمِئِنَّ مَقَاصِلُهُ^①، اور یہی فقہاء نے بھی لکھا ہے، اور مزید تشریح اس کی انہوں نے یہ کی ہے ویستقر کل عضو فی محله بقدر تسبیحة، اور معنی میں اور اس کی تفسیر یہ ہے اُن ہمکت اذا بلغ حد الركوع قليلا^②، طرفین فرماتے ہیں کہ نفس رکن، جیسے رکوع و سجود کی ادائیگی تو فرض ہے اور اکمال رکن (یعنی رکن) کو علی وجہ اکمال ادا کرنا یہ واجب ہے، والطمانينة من قبيل الثاني لا الاول۔

جمہور علماء کا استدلال اور حنفیہ کی طرف سے جواب: اور جمہور کا استدلال حدیث السنن فی الصلاة سے ہے کہ اس میں تعدیل ارکان کے فوت ہونے کی وجہ سے صلاة پر عدم صلاة کا اطلاق کیا گیا ہے فَصَلَّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ، اور حنفیہ یہ کہتے ہیں کہ خود یہ حدیث اور قصہ عدم فرضیت تعدیل پر دلالت کرتا ہے اس لئے کہ اس میں آپ ﷺ فرما رہے ہیں وَإِنْ انْتَقَضَتْ مِنْهُ شَيْئًا انْتَقَضَتْ مِنْ صَلَاتِكَ، اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ ترک تعدیل سے نماز میں نقصان واقع^③ ہوتا ہے۔ اور وہ نماز ناقص ہے نہ یہ کہ فاسد و باطل اور یہی طرفین فرماتے ہیں، نیز ایک اور بھی وجہ ہے وہ یہ کہ نماز کے فاسد ہونے کے بعد خواہ وہ کسی وجہ سے فاسد ہو ماضی فی الصلاة یعنی نماز پڑھتے رہنا حرام اور ناجائز ہے اور ظاہر ہے کہ ترک فرض سے نماز فاسد ہو جاتی ہے، و ذنب شخص مذکور نے پہلی رکعت میں تعدیل ارکان کو ترک کیا تو اس کی نماز فاسد ہو گئی تمہارے نزدیک اور وہ حضور ﷺ کے سامنے اس کو اسی طرح پڑھتا رہا یہ کیسے ہو سکتا ہے۔

۸۵۵ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ التَّمَرِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْبَدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تُجْزِي صَلَاةَ الرَّجُلِ حَتَّى يَقِيمَ ظَهْرَهُ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ»۔
ترجمہ: ابو مسعود البدری کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس آدمی کی نماز ادا نہیں ہوتی جو رکوع و سجود میں اپنی پیٹھ اطمینان سے نہیں ٹھہراتا۔

ترجمہ: جامع الترمذی - الصلاة (۲۶۵) سنن النسائي - الافتتاح (۱۰۲۷) سنن النسائي - التطبيق (۱۱۱۱) سنن ابی داؤد - الصلاة (۸۵۵) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۸۷۰) مسند احمد - مسند الشاميين (۱۱۹/۴) مسند احمد - مسند الشاميين (۱۲۲/۴)

① سنن ابی داؤد - کتاب الصلاة - باب صلاة من لا یقیم صلیہ فی الركوع والسجود ۸۵۷

② المغنی وعلیہ الشرح الكبير - ج ۱ ص ۵۴۱

③ چنانچہ ترمذی کی روایت میں ہے کہ جب حضور ﷺ نے اس سے یہ فرمایا فَصَلَّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ، فَخَافَ النَّاسُ وَكَثُرَ عَلَيْهِمْ أَنْ يَكُونَ مَنْ أَخَفَّ صَلَاتَهُ لَمْ يُصَلِّ یعنی صحابہ کرام کو یہ بات بہت گراں گزری کہ جو تعدیل ارکان نہ کرے اس کی نماز ہی نہیں ہوتی، پھر اسی روایت کے اخیر میں ہے کہ جب حضور ﷺ نے ان صحابی سے یہ فرمایا وَإِنْ انْتَقَضَتْ مِنْهُ شَيْئًا انْتَقَضَتْ مِنْ صَلَاتِكَ، تو اس پر راوی کہتا ہے قَالَ: وَكَانَ هَذَا أَهْوَنَ عَلَيْهِمْ مِنَ الْأَوَّلِ، أَلَّا مَنْ انْتَقَضَ مِنْهُ شَيْئًا انْتَقَضَتْ مِنْ صَلَاتِهِ، جن میں نقصان صلوٰۃ کا کرنے سے تو ان کا بوجھ بھگاتا ہو گیا اس لئے کہ ان لفظوں سے معلوم ہوا کہ اس کی نماز صرف ناقص ہوئی فاسد نہیں ہوئی، یہ سدا مضمون ترمذی کی حدیث (کتاب الصلاة باب ماجاء فی وصف الصلاة ۳۰۲) کے متن میں موجود ہے، دیکھئے حنفیہ بھی یہی کہتے ہیں جو صحابہ نے سمجھا، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

۸۵۶ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ، ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ عُثَيْبِ بْنِ اللَّهِ، وَهَذَا لَقَطُ ابْنِ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَدَخَلَ رَجُلٌ، فَصَلَّى ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَرَدَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ السَّلَامَ، وَقَالَ: «ارْجِعْ فَصَلِّ، فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ»، فَرَجَعَ الرَّجُلُ، فَصَلَّى كَمَا كَانَ صَلَّى، ثُمَّ جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَلَّمَ عَلَيْهِ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «وَعَلَيْكَ السَّلَامُ»، ثُمَّ قَالَ: «ارْجِعْ فَصَلِّ، فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ»، حَتَّى فَعَلَ ذَلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، فَقَالَ الرَّجُلُ: وَاللَّهِ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ، مَا أَحْسِنُ غَيْرَ هَذَا فَعَلِمَنِي، قَالَ: «إِذَا كُنْتَ إِلَى الصَّلَاةِ فَكَبِّرْ، ثُمَّ اقْرَأْ مَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ، ثُمَّ ارْكَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَعْتَدِلَ قَائِمًا، ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا، ثُمَّ اجْلِسْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا، ثُمَّ افْعَلْ ذَلِكَ فِي صَلَاتِكَ كُلِّهَا»، قَالَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْقَعْنَبِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَقَالَ فِي آخِرِهِ: «فَلَمَّا افْعَلْتَ هَذَا فَقَدْ تَمَّتْ صَلَاتُكَ، وَمَا انْتَقَصَتْ مِنْ هَذَا شَيْئًا، فَلَمَّا انْتَقَصَتْ مِنْ صَلَاتِكَ»، وَقَالَ فِيهِ: إِذَا كُنْتَ إِلَى الصَّلَاةِ فَأَسْبِغِ الوُضُوءَ.

ترجمہ

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ایک مرتبہ مسجد میں داخل ہوئے تو ایک شخص مسجد میں آیا اور اس نے نماز پڑھی پھر حضور ﷺ کو سلام کیا تو نبی اکرم ﷺ نے اس کے سلام کا جواب دیا اور ارشاد فرمایا کہ لوٹ جاؤ اور نماز پڑھو کیونکہ تم نے صحیح نماز نہیں پڑھی پس وہ شخص لوٹا اور اس نے دوسری مرتبہ ایسے ہی نماز ادا کی جیسا کہ پہلی مرتبہ نماز پڑھی تھی پھر وہ خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ کو سلام کیا تو نبی اکرم ﷺ نے اس کے سلام کا جواب دینے کے بعد ارشاد فرمایا کہ لوٹ جاؤ، پھر نماز پڑھو کیونکہ تم نے صحیح طرح نماز ادا نہیں کی اس طرح تین دفعہ ہوا پس اس کے بعد اس شخص نے کہا اس ذات کی قسم جس نے برحق مذہب دے کر آپ ﷺ کو بھیجا ہے میں نماز کے اس طریقہ کے علاوہ نماز نہیں پڑھ سکتا پس مجھے نماز کا طریقہ سکھائیے تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو تکبیر تحریمہ کہو پھر تمہیں جو قرآن سہولت سے یاد ہو اس کی قرأت کرو پھر اطمینان کے ساتھ رکوع ادا کرو پھر رکوع سے اپنا سر اٹھاؤ یہاں تک کہ تم اطمینان کے ساتھ قومہ میں کھڑے ہو جاؤ پھر تم سجدہ کرو یہاں تک کہ سجدے کی حالت میں اطمینان کے ساتھ اس رکن کو ادا کرو پھر تم جلسہ میں اطمینان کے ساتھ بیٹھو، پھر تم اپنی پوری نماز میں اسی طرح کرو..... قعنبی راوی نے حضور ﷺ سے نقل کر دیا اس روایت کے آخر میں فرمایا..... جب تم یہ افعال کر لو گے تو تمہاری نماز مکمل ہو جائے گی اور تم نے ان واجبات میں جو کمی کی تو وہ تمہاری نماز میں کمی ہوگی اور قعنبی استاد نے (ابن شہر آشوب کے برعکس) اس میں یہ اضافہ فرمایا کہ جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو کامل وضو کرو۔

شرح الحديث

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ دَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَدَخَلَ رَجُلٌ، فَصَلَّى ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ: يَهُودِيٌّ
 حديث المسی فی الصلاة ہے جس کو مصنف نے ابو ہریرہؓ اور رفاعہ بن رافعؓ کی روایت سے متعدد طرق سے ذکر کیا ہے، رفاعہ بن رافعؓ کی روایت کتاب میں آگے آرہی ہے۔

اس قصہ کے راوی تورفاعہ بن رافعؓ ہیں اور صاحب قصہ یعنی مسی فی الصلاة وہ ان کے بھائی خلاد بن رافعؓ ہیں اس حدیث میں تو ان کو راجل سے تعبیر کیا ہے، نام کی تصریح مسند احمد اور ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے (کما فی البذل) یہاں پر شرح میں یہ بھی لکھا ہے کہ خلاد بن رافعؓ کے بارے میں یہ آتا ہے کہ وہ جنگ بدر میں شہید ہو گئے تھے^۱، تو پھر اس پر یہ اشکال ہو گا کہ ابو ہریرہؓ اسکو کیسے روایت کر رہے ہیں جبکہ ان کا اسلام اس کے بہت بعد ۷ء میں ہے۔

اس کا جواب یہ ہو گا کہ ابو ہریرہؓ کی روایت مرسل صحابی ہے انہوں نے اس قصہ کو کسی قدیم الاسلام صحابی سے سنا ہو گا، پھر بوقت روایت انہوں نے واسطہ کو حذف کر کے حدیث کو مرسل روایت کر دیا، اس طرح کا اشکال اور بھی بعض جگہ پیش آیا ہے وہاں بھی یہی جواب دیا گیا ہے، اسی لئے محدثین نے لکھا ہے کہ ابو ہریرہؓ کی عادت ارسال کی تھی۔

حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ يَحْيَى بْنِ خَلَّادٍ، عَنْ عَمِّهِ، أَنَّ رَجُلًا دَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَذَكَرَ نَحْوَهُ قَالَ فِيهِ: فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّهُ لَا تَعْمُرُ صَلَاةً لِأَحَدٍ مِنَ النَّاسِ حَتَّى يَكُونَتْهَا، فَيَضَعُ الرُّكُوعَ - يَعْنِي مَوَاضِعَهُ - ثُمَّ يُكَبِّرُ، وَيَحْمَدُ اللَّهَ جَلَّ وَعَزَّ، وَيُثْنِي عَلَيْهِ، وَيَقْرَأُ بِمَا تَكْسِرُ مِنَ الْقُرْآنِ، ثُمَّ يَقُولُ: اللَّهُ أَكْبَرُ، ثُمَّ يَرْكَعُ حَتَّى تَطْمِئِنَّ مَفَاصِلُهُ، ثُمَّ يَقُولُ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ حَتَّى يَسْتَوِيَ قَائِمًا، ثُمَّ يَقُولُ: اللَّهُ أَكْبَرُ، ثُمَّ يَسْجُدُ حَتَّى تَطْمِئِنَّ مَفَاصِلُهُ، ثُمَّ يَقُولُ: اللَّهُ أَكْبَرُ، وَيَرْفَعُ رَأْسَهُ حَتَّى يَسْتَوِيَ قَائِمًا، ثُمَّ يَقُولُ: اللَّهُ أَكْبَرُ، ثُمَّ يَسْجُدُ حَتَّى تَطْمِئِنَّ مَفَاصِلُهُ، ثُمَّ يَرْفَعُ رَأْسَهُ فَيُكَبِّرُ، فَإِذَا فَعَلَ ذَلِكَ فَقَدْ تَمَّتْ صَلَاتُهُ."

سبحانہ علی بن یحییٰ بن خلادؓ، کے چچا رفاعہ بن رافعؓ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص مسجد میں داخل ہوا اس کے بعد گزشتہ حدیث کی طرح واقعہ ذکر کیا۔ موسیٰ استاد نے اس حدیث میں یہ اضافہ فرمایا کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کسی شخص کی نماز اس وقت تک مکمل نہیں ہوتی یہاں تک کہ وہ اس طرح وضو کرے کہ وضو کے پانی کو اعضائے وضو تک پہنچائے پھر تکبیر تحریمہ کہے اور اللہ پاک کی حمد و ثناء بیان کرے اور قرآن میں جتنا حصہ چاہے پڑھے پھر اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں جائے یہاں تک کہ تمام جوڑا اعتدال کے ساتھ ٹھہر جائیں پھر سمیع اللہ لمن حمد کا کہے یہاں تک کہ پورا سیدھا کھڑا ہو جائے، پھر اللہ اکبر کہہ کر پہلے سجدہ میں جائے یہاں تک کہ اس کے تمام جوڑا طمینان سے اپنی جگہ پر ٹھہر جائے پھر اللہ اکبر کہہ کر اپنا سر اٹھائے یہاں تک کہ پورا سیدھا ہو کر جلسہ کی حالت میں بیٹھ جائے پھر اللہ اکبر کہہ کر دوسرے سجدے میں جائے۔ یہاں تک کہ اس کے تمام جوڑ

اطمینان کے ساتھ ٹھہر جائیں پھر سجدے سے اپنا سر اٹھائے اور تکبیر کہے جب یہ افعال کرے گا تو اس کی نماز مکمل ہو جائے گی۔
 حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ، وَالْحُجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ يَحْيَى بْنِ خَلَّادٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ، وَهَمَّانَةَ، قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّمَا لَا تَعْمُ صَلَاةُ أَحَدِكُمْ حَتَّى يُسْمِعَ الْوُطُوءَ كَمَا أَمَرَهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ، فَيَغْسِلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ، وَيَمْسَحَ بِرَأْسِهِ وَبِرِجْلَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ، ثُمَّ يُكَبِّرُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَيُحَمِّدُهُ، ثُمَّ يَقْرَأُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا أُوذِنَ لَهُ فِيهِ وَيَتَبَسَّرُ»، فَذَكَرْتُ حَدِيثَ هَمَّانَةَ، قَالَ: "ثُمَّ يُكَبِّرُ فَيَسْجُدُ فَيُكَبِّرُ وَجْهَهُ" - قَالَ هَمَّانَةُ: وَرَبَّنَا قَالَ: جَبِيهَتُهُ مِنَ الْأَرَضِينَ - حَتَّى تَطْمَئِنَّ مَقَاصِلُهُ وَتَسْتَرْخِي، ثُمَّ يُكَبِّرُ فَيَسْتَوِي قَاعِدًا عَلَى مَقْعَدٍ وَيُحِيمُ طَلِبُهُ، "فَوَصَفَ الصَّلَاةَ هَكَذَا أَرْبَعَ كَعَابٍ حَتَّى تَرَعَ، لَا تَعْمُ صَلَاةُ أَحَدِكُمْ حَتَّى يَفْعَلَ ذَلِكَ."

سجده
 علی بن یحییٰ بن خالد اپنے والد سے اور ان کے والد اپنے چچا رافع بن رافع سے گزشتہ حدیث کی طرح نقل کرتے ہیں اس حدیث میں یہ الفاظ ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کسی کی نماز اس وقت تک مکمل نہیں ہوگی یہاں تک کہ اس طرح کامل وضو کرے جیسا کہ اللہ پاک نے وضو کا حکم دیا ہے پس وہ اپنے چہرے کو دھوئے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک دھوئے اور اپنے سر کا مسح کر لے اور اپنے دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھوئے پھر اللہ اکبر کہہ کر تکبیر تحریرہ کہے اور اللہ پاک کی حمد و ثناء بیان کرے پھر قرآن کریم کی اتنی تلاوت کرے کہ جس قدر اللہ جل شانہ نے اسکو حکم دیا اور اس کیلئے تلاوت کرنی آسان ہو۔ اس کے بعد ہمام راوی نے حماد راوی کی حدیث کی طرح کیا اس میں یہ اضافہ ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پھر تکبیر کہہ کر سجدہ میں جائے اور اپنے چہرے یا پیشانی کو زمین سے اچھی طرح لگا لے یہاں تک کہ اس کے تمام جوڑوں میں اطمینان ہو جائے اور اس کے جوڑ نرم ہو جائیں پھر تکبیر کہہ کر اپنے پہلو پر اطمینان سے بیٹھ جائے اور دو سجدوں کے درمیان جلسہ کی حالت میں اپنی پیٹھ کو سیدھا کر لے حضور ﷺ نے نماز چاروں رکعتوں کی اسی طرح کیفیت بیان فرمائی یہاں تک کہ جب آپ ﷺ نماز کا پورا طریقہ بتلا چکے تو ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کسی شخص کی نماز اس وقت تک مکمل نہ ہوگی یہاں تک کہ وہ اسی طرح نماز پڑھے۔

۸۵۹ - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ مُحَمَّدٍ يَعْنِي ابْنَ عَمْرٍو، عَنْ عَلِيِّ بْنِ يَحْيَى بْنِ خَلَّادٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ، - بِهَذِهِ الْقِصَّةِ -، قَالَ: «إِذَا كُنْتَ فَتَوَجَّهْتَ إِلَى الْقِبْلَةِ فَكَبِّرْ، ثُمَّ اقْرَأْ بِأَمْرِ الْقُرْآنِ، وَبِمَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ تَقْرَأَ، وَإِذَا نَكَّثْتَ فَصَغَّرْ أَحَدِيكَ عَلَى رُكْبَتَيْكَ، وَآمَدُهُ ظَهْرَكَ». وَقَالَ: «إِذَا سَجَدْتَ فَمَكِّنْ لِسُجُودِكَ، فَإِذَا رَفَعْتَ فَاقْعُدْ عَلَى نَعْيِكَ الْيُسْرَى».

سجده
 رافع بن رافع سے واقعہ مروی ہے اس میں راوی کہتا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب تم نماز کے لئے

کھڑے ہو تو قبلہ رخ ہو کر تکبیر تحریمہ کہو پھر سورۃ فاتحہ پڑھو اور اس کے علاوہ اتنی تلاوت کرو جو تم کر سکتے ہو اور جب تم رکوع میں جاؤ تو اپنی ہتھیلیوں کو دونوں گھٹنوں پر رکھو اور اپنی پیٹھ کو پیٹھ لگاؤ اور جب تم سجدے میں جاؤ تو اپنے سجدے میں دونوں ہاتھوں کو زمین پر اچھی طرح رکھو پس جب تم سجدے سے سر اٹھاؤ تو اپنی بائیں ران پر بیٹھو۔

۸۶۰ - حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ يَحْيَى بْنِ خَلَّادٍ بْنُ رَافِعٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَمِّهِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - بِهَذِهِ الْقِصَّةِ - قَالَ: «إِذَا أَتَيْتَ فِي صَلَاتِكَ، فَكَبِّرْ اللَّهُ تَعَالَى، ثُمَّ اقْرَأْ مَا تَيْسَّرَ عَلَيْكَ مِنَ الْقُرْآنِ» وَقَالَ فِيهِ: «فَإِذَا جَلَسْتَ فِي وَسْطِ الصَّلَاةِ فَاطْمَئِنَّ، وَاقْتَرِشْ فَبَيْنَكَ الْيَسْرَى ثُمَّ تَشَهَّدْ، ثُمَّ إِذَا أَقْمَمْتَ فَعْمَلْ ذَلِكَ حَتَّى تَفْرُغَ مِنْ صَلَاتِكَ».

رفاعہ بن رافع نبی اکرم ﷺ سے یہ والا واقعہ نقل کرتے ہیں اس میں یہ الفاظ ہیں جب تم اپنی نماز کیلئے کھڑے ہو تو تکبیر (تحریمہ) کہو پھر سہولت سے جتنا قرآن چاہو پڑھو اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ جب تم اپنی نماز کے درمیان میں بیٹھو (پہلے تشہد کیلئے قعدہ کرو) تو اس میں اطمینان سے بیٹھو اور اپنی بائیں ران کو بچھا کر اس پر بیٹھو (اور اپنے دائیں پیر کو کھڑا کر لو) پھر تشہد پڑھو پھر جب تم (پہلے قعدہ سے تیسری رکعت کیلئے) کھڑے ہو تو تم اسی طرح کرو یہاں تک کہ تمہاری نماز پوری ہو جائے۔

۸۶۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى الْحُلَيْيُّ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ يَحْيَى بْنِ عَلِيٍّ بْنِ يَحْيَى بْنِ خَلَّادٍ بْنُ رَافِعٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَمِّهِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ، عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَقَصَّ هَذَا الْحَدِيثَ قَالَ فِيهِ: «فَقَوَّصًا كَمَا أَمَرَكَ اللَّهُ جَلَّ وَعَزَّ، ثُمَّ تَشَهَّدْ، فَأَقِمَّ ثُمَّ كَبِّرْ، فَإِنْ كَانَ مَعَكَ قُرْآنٌ فَاقْرَأْ بِهِ، وَإِلَّا فَاحْمَدِ اللَّهَ وَكَبِّرْهُ وَهَلِّلْهُ»، وَقَالَ فِيهِ: «وَإِنْ انْتَقَضَتْ مِنْهُ شَيْئًا انْتَقَضَتْ مِنْ صَلَاتِكَ».

رفاعہ بن رافع فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے اس واقعہ میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ تم ایسا وضو کرو جس طرح کہ اللہ پاک نے وضو کرنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے پھر اذان کہہ کر اقامت کہو تم پھر تکبیر (تحریمہ) کہو پھر اگر تمہیں قرآن پاک یاد ہو تو وہ پڑھو اور اگر قرآن پاک بالکل یاد نہ ہو تو اللہ پاک کی تعریف اور اس کی تکبیر اور تہلیل کرو اور اس میں یہ اضافہ بھی ہے کہ اس میں اگر تم نے (کسی واجب میں) کمی کی تو وہ تم نے اپنی نماز میں کمی کی۔

صحیح البخاری - الإذان (۷۲۴) صحیح البخاری - الاستئذان (۵۸۹۷) صحیح البخاری - الإيمان والندوة (۶۲۹۰) صحیح مسلم - الصلاة (۳۹۷) جامع الترمذی - الصلاة (۳۰۲) جامع الترمذی - الصلاة (۳۰۳) سنن النسائي - الافتتاح (۸۸۴) سنن النسائي - التطيق (۱۰۵۳) سنن النسائي - السهو (۱۳۱۳) سنن النسائي - السهو (۱۳۱۴) سنن أبي داود - الصلاة (۸۵۶) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (۱۰۶۰) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۴۳۷/۲)

شرح الحديث قوله: ثُمَّ تَشَهَّدْ، فَأَقِمَّ: اس روایت میں یہ زیادتی ہے وہ یہ کہ آپ ﷺ نے ان صحابی کو اذان

ادات کا بھی حکم فرمایا، تشہد سے مراد اذان ہے۔

۸۶۲ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ الْحَكَمِ، حَدَّثَنَا ثَعْلَبَةُ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ قُتَيْبَةَ بْنِ مَحْمُودٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ شَيْبَةَ، قَالَ: «كُنِيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ثَقُوفَةِ الْعَرَابِ، وَافْتِرَاشِ السَّعْبِ، وَأَنْ يُوْطِنَ الرَّجُلُ الْمَكَانَ فِي الْمَسْجِدِ كَمَا يُوْطِنُ الْبَيْتَ»، هَذَا الْقَطْعُ ثَعْلَبَةُ.

عبدالرحمن بن شبل فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے کوئے کی مانند ٹھونک مار کر سجدہ کرنے سے منع فرمایا اور ذرندہ کی طرح بحالت سجدہ اپنی کلا یاں بچھانے سے منع فرمایا۔ اور اس سے منع فرمایا کہ کوئی شخص مسجد میں اپنی اسطرح جگہ مقرر کر لے کہ جیسا کہ اونٹ اپنے لیے ایک جگہ خاص کر لیتا ہے یہ فقہیہ استاد کے الفاظ ہیں۔

سنن النسائي - التطبيق (۱۱۱۲) سنن ابی داؤد - الصلاة (۸۶۲) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۱۴۲۹) مسند احمد - مسند المكيين (۴۲۸/۳) مسند احمد - مسند المكيين (۴۴۴/۳) سنن الدارمي - الصلاة (۱۳۲۳)

شرح الحديث: قوله: كُنِيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ثَقُوفَةِ الْعَرَابِ، وَافْتِرَاشِ السَّعْبِ، وَأَنْ يُوْطِنَ الرَّجُلُ الْمَكَانَ فِي الْمَسْجِدِ كَمَا يُوْطِنُ الْبَيْتَ: یعنی جس طرح کوئی پرندہ جلدی جلدی ٹھونگیں مار کر زمین سے دانہ چتا ہے اس طرح آپ ﷺ نے نماز میں رکوع سجدہ کرنے سے منع فرمایا ہے یعنی یہ کہ بغیر تعدیل ارکان کے کوئی نماز پڑھے، اسی طرح آپ نے سجدہ میں افتراش ذرا عین سے منع فرمایا جس طرح درندہ زمین پر کہنیاں بچھا کر آرام سے بیٹھتا ہے اس لئے کہ نماز راحت و آرام حاصل کرنے کے لئے نہیں ہے بلکہ ایک قسم کی محنت و مجاہدہ ہے، اسی لئے سجدہ کا جو مسنون طریقہ ہے اس میں آدمی کو مشقت اٹھانی پڑتی ہے اور اسی طرح آپ ﷺ نے اس بات سے بھی منع کیا ہے کہ کوئی شخص مسجد میں اپنی نماز پڑھنے کی جگہ متعین کر لے کہ ہمیشہ اسی جگہ نماز پڑھا کرے جس طرح اونٹ اپنے بندھنے کی جگہ کو اپنے لئے متعین کر لیتا ہے۔

بعض نے اسکی حکمت یہ بیان کی ہے کہ اس صورت میں عبادت بطور عادت کے ہو جائے گی، حالانکہ عبادت عادت کے طور پر نہیں ہونی چاہئے بلکہ اس میں نفس و عادت کی مخالفت کے معنی ہونے چاہئیں، نیز ایسا کرنے سے شہرت و ریا کا خطرہ ہے لوگوں کی زبان پر یہ آئے گا کہ فلاں شخص کو جب بھی دیکھو مسجد میں فلاں جگہ نماز پڑھتا ہوا نظر آتا ہے، اور ایک حکمت یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ اگر کوئی شخص مسجد میں اپنی نماز کی جگہ متعین کر لے گا اگر اتفاق سے وہاں کوئی دوسرا بیٹھ جائے گا تو وہ اس سے اس جگہ کو اپنا حق اور حصہ سمجھ کر مزاحمت کریگا نیز جگہ متعین نہ کرنے میں اسکا شمار شہود کا فائدہ ہے کہ ہر جگہ بروز قیامت گواہی دے گی، اس پر نماز پڑھنے کی۔

۸۶۳ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ الشَّائِبِ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: أَتَيْنَا عُقْبَةَ بْنَ عَمْرِو

الانصاري ابا مسعود، قُلْنَا لَهُ: حَدِّثْنَا عَنْ صَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، "فَقَامَ بَيْنَ أَيْدِينَا فِي الْمَسْجِدِ، فَكَذَّ، فَلَمَّا رَكَعَ وَضَعَ يَدَيْهِ عَلَى رُكْبَتَيْهِ وَجَعَلَ أَصَابِعَهُ أَشَقْلَ مِنْ ذَلِكَ، وَجَاءَ بَيْنَ مِرْفَقَيْهِ حَتَّى اسْتَقَرَّ كُلُّ شَيْءٍ مِنْهُ، ثُمَّ قَالَ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، فَقَامَ حَتَّى اسْتَقَرَّ كُلُّ شَيْءٍ مِنْهُ، ثُمَّ كَبَّرَ وَسَجَدَ وَوَضَعَ كَفَّيْهِ عَلَى الْأَرْضِ، ثُمَّ جَاءَ بَيْنَ مِرْفَقَيْهِ حَتَّى اسْتَقَرَّ كُلُّ شَيْءٍ مِنْهُ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَجَلَسَ حَتَّى اسْتَقَرَّ كُلُّ شَيْءٍ مِنْهُ، فَفَعَلَ مِثْلَ ذَلِكَ أَيْضًا، ثُمَّ صَلَّى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ مِثْلَ هَذِهِ الرُّكْعَةِ فَصَلَّى صَلَاتَهُ، ثُمَّ قَالَ: هَكَذَا أَرَأَيْتُمْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي."

سالم البراد کہتے ہیں کہ ہم ابو مسعود عقبہ بن عامر الانصاری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم نے ان سے عرض کیا کہ ہمیں نبی اکرم ﷺ کی نماز کا طریقہ بیان فرمائیے؟ تو ابو مسعود انصاری ہمارے سامنے مسجد میں کھڑے ہو گئے تاکہ ہمیں یہ طریقہ دکھائیں، چنانچہ انہوں نے تکبیر (تحریمہ) کہی جب آپ رکوع میں گئے تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھ اپنے گھٹنوں پر رکھے اور اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو گھٹنوں سے پیچے کر دیا اور اپنی دونوں کہنیوں (اور دونوں پہلوؤں) میں فاصلہ کر دیا یہاں تک کہ ہر عضو اپنی جگہ آکر ٹھہر گیا پھر آپ نے سمیع اللہ لمن حمد کہا اور کھڑے ہو گئے یہاں تک کہ آپ کا ہر عضو اپنی جگہ آکر ٹھہر گیا پھر تکبیر کہہ کر سجدہ میں چلے گئے اور اپنی دونوں ہتھیلیاں زمین پر رکھیں پھر دونوں کہنیوں (اور اپنے دونوں پہلوؤں) میں فاصلہ کر دیا یہاں تک کہ ہر عضو اپنی جگہ آکر ٹھہر گیا پھر سجدہ سے سر اٹھا کر اتنے سکون سے بیٹھ گئے کہ ہر عضو اپنی جگہ آکر ٹھہر گیا پھر اسی طرح (دوسرا سجدہ) کیا پھر چار رکعات ادا کیں اسی پہلی رکعت کی مانند اور اپنی نماز کو مکمل کر کے فرمایا کہ ہم نے اسی طرح نبی اکرم ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا ہے۔

سنن النسائي - التطبيق (۱۰۳۶) سنن النسائي - التطبيق (۱۰۳۸) سنن ابی داود - الصلاة (۸۶۴) مسند احمد - مسند الشاميين (۱۱۹/۴) مسند الشاميين (۱۲۰/۴) مسند احمد - باقي مسند الانصار (۲۷۴/۵) سنن الدارمي - الصلاة (۱۲۰/۴)

۱۵۰۔ بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «كُلُّ صَلَاةٍ لَا يُعْمَلُهَا صَاحِبُهَا تَتَمُّ مِنْ تَطَوُّعِهِ»

نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ جس نماز کو نمازی خشوع و خضوع اور دیگر کیفیات کی کمی سے ادا کرتا ہے اسکی نفل نماز کے ذریعہ اس کی کوپورا کیا جاتا ہے۔

۸۶۴۔ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، حَدَّثَنَا ثَوْوُسُ، عَنِ الْحُسَيْنِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ حَكِيمٍ الْقَشِيرِيِّ، قَالَ: خَافَ مِنْ زِيَادٍ، أَوْ ابْنِ زِيَادٍ، فَأَتَى الْمَدِينَةَ، فَالْقِيَ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: فَتَسَبَّحْتَ، فَاتَّسَبَّحْتُ لَهُ، فَقَالَ: يَا قَتِي، أَلَا أُحَدِّثُكَ حَدِيثًا، قَالَ: بَلَى، رَحِمَكَ اللَّهُ - قَالَ ثَوْوُسُ: وَأَحْسِبُهُ ذَكَرَهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ: «إِنَّ أَوَّلَ مَا يَحْسِبُ النَّاسُ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ أَعْمَالِهِمُ الصَّلَاةُ»، قَالَ: "يَقُولُ رَبُّنَا جَلَّ وَعَزَّ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ أَعْلَمُ: انْظُرُوا فِي صَلَاةِ عَبْدِي أَمَّا أَنَا فَقَصَّهَا؟ فَإِنْ كَانَتْ تَامَةً كُتِبَتْ لَهُ تَامَةً، وَإِنْ كَانَ انْتَقَصَ مِنْهَا شَيْئًا، قَالَ: انْظُرُوا هَلْ لِعَبْدِي مِنْ تَطَوُّعٍ؟ فَإِنْ كَانَ لَهُ

تَلَاغُ قَالَ: أَتَمُّ الْعَبْدِي فَرِيضَتُهُ مِنْ تَطَوُّعِهِ، ثُمَّ تَوَخَّذَ الْأَعْمَالُ عَلَى ذَاكُمُ.

انس بن حکیم انصبی کے متعلق حسن کہتے ہیں کہ انس کو زیاد یا عبید اللہ بن زیاد سے خطرات لاحق ہوئے تو انس بن حکیم مدینہ منورہ تشریف لے آئے وہاں انکی حضرت ابو ہریرہؓ سے ملاقات ہوئی تو حضرت ابو ہریرہؓ نے ان انس سے اس کے نسب کے متعلق دریافت کیا تو انس کہتے ہیں میں نے ان کو اپنا نسب بیان کیا تو حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا اے نوجوان کیا میں تمہیں حدیث نہ بیان کروں تو انس نے عرض کیا ضرور بتلائیے، اللہ آپ پر رحم فرمائیں یونس راوی کہتے ہیں کہ میرے خیال میں حسن بصریؒ استاد نے یوں ذکر کیا تھا کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا تھا کہ میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان نہ کروں..... نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا روز قیامت لوگوں کے اعمال میں سے نماز کے متعلق سب سے پہلے حساب لیا جائے گا حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ عزوجل اپنے فرشتوں سے فرمائیگے..... حالانکہ اللہ پاک سب سے بخوبی ہی واقف ہیں..... دیکھو میرے بندے نے اپنی (فرض) نماز کو کامل طور پر ادا کیا ہے یا اس نے یہ نمازیں ناقص ادا کی ہیں پس اگر اس نے نمازیں کامل طور پر ادا کی تو اس کیلئے پورا پورا ثواب لکھا جائے گا اور اگر اس نے ان فرائض میں کچھ کمی کی تو اللہ جل شانہ فرمائیں گے دیکھو کیا میرے بندے نے کچھ نفل نمازیں بھی پڑھی ہیں پس اگر اس بندے کے نامہ اعمال میں نفل نمازیں بھی ہو گئی تو اللہ پاک فرمائیں گے کہ میرے بندے کی فرض نمازوں کو اس کی نفل نمازوں سے مکمل کر کے پورا ثواب دو پھر دیگر اعمال کا بھی اسی طریقے پر حساب لیا جائے گا۔

۸۶۵ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ الْحَسَنِ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِي سُلَيْمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَحْوِجِهِ.

حضرت ابو ہریرہؓ سے نبی اکرم ﷺ کا فرمان گذشتہ حدیث کی مانند مروی ہے۔

۸۶۶ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ زُهَيْرَةَ بِنْتِ أُوَيْسٍ، عَنْ عَمِيرَةَ الدَّارِمِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الَّتَعْنَى، قَالَ: ثُمَّ الذَّكَاةُ وَمِثْلُ ذَلِكَ، ثُمَّ تَوَخَّذَ الْأَعْمَالُ عَلَى حَسَبِ ذَلِكَ.

تیمم دارمی نبی اکرم ﷺ سے گزشتہ حدیث کے ہم معنی نقل کرتے ہیں اس میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پھر نماز کی طرح زکاة کا حساب لیا جائے گا پھر دیگر فرض اعمال کا بھی اسی طرح حساب لیا جائے گا (اور ان اعمال میں نقلی کام کے ذریعے فرائض کی تکمیل کی جائیگی)۔

جامع الترمذی - الصلاة (۴۱۳) سنن النسائي - الصلاة (۴۶۵) سنن النسائي - الصلاة (۴۶۶) سنن النسائي - الصلاة (۴۶۷) سنن ابی داؤد - الصلاة (۸۶۴) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (۱۴۲۵) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (۱۴۲۶) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲۹۰/۲) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۴۲۵/۲) مسند الشافعيين (۱۰۳/۴) سنن الدارمي - الصلاة (۱۳۵۵)

شرح الحديث اور زیادہ عبید اللہ بن زیاد کا مختصر حال

عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ حَكِيمٍ الْقَشِيرِيِّ، قَالَ: خَافَ مِنْ

زیادہ اذانی زیادہ: قال کی ضمیر حسن اور خاف کی انس کی طرف راجع ہے حسن بصری کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ انس بن حکیم کو کسی بناء پر (جو یہاں کتاب میں مذکور نہیں) زیادہ بن عبید یا اس کے بیٹے عبید اللہ بن زیاد سے کوئی خوف لاحق ہو ابطا یہ بصرہ کا واقعہ ہو گا بہاں کے رہنے والے تھے یہ حضرت حسن ہیں اور یہ ابن زیاد بھی بصرہ ہی کا امیر تھا، تو غرضیکہ یہ اس سے بچ کر مدینہ آگئے، اس روایت میں شک راوی ہے کہ انس بن حکیم کو جو خطرہ لاحق ہوا تھا وہ زیاد سے تھا یا اس کے بیٹے عبید اللہ سے، دراصل یہ دونوں ہی گڑبڑ آدمی تھے ظالم اور متشدد، زیاد تو حضرت معاویہ کے زمانہ میں ان کی جانب سے امیر عراق تھا اور اس کا بیٹا بصرہ کا امیر تھا، زیاد کا ذکر حدیث کی دوسری کتابوں میں بھی آتا ہے، چنانچہ مسلم شریف کتاب الایمان^۱ پر ہے عَنْ أَبِي عُمَرَ، قَالَ: لَمَّا أَذِنَ زِيَادُ لَقِيْثُ أَبَا بَكْرَةَ الْخَلَجِ، اس زیاد کو زیاد بن عبید اللہ شقی اور زیاد بن ابیہ اور زیاد بن سمیہ اور زیاد بن ابی سفیان بھی کہتے ہیں، تقریر مسلم (الحل المفہم) میں لکھا ہے کہ یہ شروع میں اصحاب علی سے تھا بلکہ ان کی فوج کا سپہ سالار اور جرنیل تھا، حضرت معاویہ نے اس کو اپنی طرف مائل کر لیا تھا اس طور پر کہ اگر تو میرے ساتھ ہو گیا تو میں تیرا استخاق، یعنی تم کو اپنا بھائی بنا کر قریش میں داخل کر لوں گا، چنانچہ یہ حضرت علیؑ کو چھوڑ کر حضرت معاویہ کے ساتھ ہو گیا تھا اور اپنے آپ کو زیاد بن ابی سفیان کہنے لگا۔ دراصل اس کی ماں سمیہ نامی ایک باندی تھی جو عبید کے نکاح میں تھی، ابو سفیان والد معاویہ نے زمانہ جاہلیت میں سمیہ کیساتھ زنا کیا تھا جس سے یہ زیاد پیدا ہوا، اسلامی قاعدہ الولد للفراش^۲ کے تحت تو اس کی نسبت عبید کی طرف ہونی چاہئے تھی اور جاہلیت کے دستور کے مطابق زانی یعنی ابو سفیان کی طرف، اس کے حالات میں لکھا ہے کہ حضرت معاویہ نے اس کو عراق کا والی بنا دیا تھا چونکہ یہ بڑا مدبر اور منتظم قسم کا انسان تھا عراق پر اس نے قابو پالیا اور حضرت معاویہ کی جانب لکھ کر بھیجا کہ میں نے عراق کو اپنے بائیں ہاتھ میں لے لیا ہے اور میرا دایاں ہاتھ خالی ہے مقصد اس کا یہ تھا کہ حجاز کو بھی میری ولایت میں کر دیا جائے، جب اہل حجاز کو اس کی خبر ہوئی تو وہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی خدمت میں گئے اور ان سے جا کر صورت حال بیان کی اور اس بات کا خطرہ ظاہر کیا کہ کہیں یہ ان پر مسلط نہ کر دیا جائے اور پھر اہل حجاز پر بھی وہ ظلم و زیادتی کرے جو اہل عراق پر کی ہے، تو اس پر حضرت ابن عمرؓ نے رو بقبلہ کھڑے ہو کر زیاد کے حق میں بددعا فرمائی تھی جس کی وجہ سے وہ شدید مہلک مرض میں مبتلا ہو گیا تھا، یہ تاریخی باتیں ہیں، تاریخ کی کتابوں میں دیکھنے کی ہیں، اس کا بیٹا عبید اللہ تھا جو حضرت حسینؑ کے قتل کی سازش میں شریک تھا اور ان کا سر کاٹ کر اسی کے پاس لایا گیا تھا، پھر ایک وقت وہ بھی آیا تھا کہ خود عبید اللہ کو ہلاک کیا گیا اور کوفہ کی مسجد میں اس کے اور اس کے ساتھیوں کے سروں کو کاٹ کر لا کر رکھا گیا تھا جیسا کہ ترمذی شریف کی کتاب المناقب میں مناقب حسن و حسینؑ کے ذیل میں یہ روایت موجود ہے۔

① صحیح مسلم - کتاب الإیمان - باب بیان حال إیمان من رغب عن آبیہ و هو یعلم ۶۳

② سنن ابی داؤد - کتاب الطلاق - باب الولد للفراش ۲۲۷۳

تولہ: فَتَسْبِيحِي، فَإِنَّكَ سَبَّحْتَ لَهُ: یعنی حضرت ابو ہریرہؓ نے میرا نام نسب وغیرہ دریافت کیا کون ہو؟ کہاں سے آرہے ہو؟ میں نے اپنا نسب بیان کر دیا۔

تولہ: إِنَّ أَوَّلَ مَا يَحْسَبُ النَّاسُ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ أَعْمَالِهِمْ الصَّلَاةُ: یعنی اعمال عباد میں سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا، یہ حدیث سنن اربعہ کی روایت ہے ترمذی وغیرہ میں بھی ہے۔

دو متعارض حدیثوں میں تطبیق: اور بظاہر یہ عبد اللہ بن مسعودؓ کی اس حدیث کے خلاف ہے جسکو بخاری نے روایت کیا ہے باب القصاص یوم القيامة کے ذیل میں أَوَّلُ مَا يُقْضَى بَيْنَ النَّاسِ بِالْإِمَاءِ^۱ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے فیصلہ خون اور قصاص کا ہوگا، اس کے کئی جواب دیئے گئے ہیں:

① حافظ عراقیؒ فرماتے ہیں کہ ایک حدیث کا تعلق حقوق اللہ سے ہے اور دوسری کا حقوق العباد سے، حقوق اللہ میں سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا اور حقوق العباد میں سب سے پہلے خون اور قصاص کا، اب رہی یہ بات کہ فی نفسہ حقوق اللہ کا حساب پہلے ہو گیا حقوق العباد کا، سو یہ امر آخر ہے وہ فرماتے ہیں کہ ظواہر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حقوق اللہ کا محاسبہ اولاً ہوگا بعد میں حقوق العباد کا۔

② حدیث الباب ضعیف ہے اس کی سند میں انس بن حکیم ضعیف ہیں ان کو مجہول کہا گیا ہے اور وہ دوسری حدیث بخاری قوی ہے۔
③ ایک حدیث میں محاسبہ مذکور ہے اور دوسری میں قضا اور دونوں میں فرق ظاہر ہے، سو ہو سکتا ہے کہ حساب تو پہلے نماز کا ہو اور فیصلہ کی وقت میں فیصلہ پہلے قصاص کا ہو نماز کا فیصلہ بعد میں ہو۔

تولہ: وَإِنْ كَانَ انْتَقَصَ مِنْهَا شَيْءٌ، قَالَ: انْظُرُوا أَهْلَ بَيْتِي مِنْ تَطَوُّعٍ؟ یعنی اگر کسی کی نمازوں میں نقص ہوگا تو اس کو نوافل سے پورا کر دیا جائے گا، اس میں اختلاف ہے کہ نماز میں نقصان سے کیا مراد ہے؟ صرف خشوع و خضوع اور آداب کی کمی یا مطلقاً فرض نہ پڑھنا بھی اس میں داخل ہے اس میں دونوں قول ہیں قاضی ابوبکر ابن العربیؒ نے اس میں عموم کو اختیار کیا کہ دونوں صورتوں کو شامل ہے اللہ تعالیٰ کے فضل اور وسعت رحمت سے یہ بعید نہیں^۲۔

اس حدیث سے نوافل و سنن کی اہمیت ثابت ہوتی ہے کہ انکے ذریعہ سے فرض نمازوں میں جو نقصان واقع ہو جاتا ہے اس کی تلافی ہو جاتی ہے۔

① صحیح البخاری - کتاب الرقاق - باب القصاص یوم القيامة ۶۱۶۸

② عارضة الأحوذی شرح صحیح الترمذی - ج ۲ ص ۲۰۷

بَابُ تَقْرِيعِ ابْوَابِ الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ
۱۵۱۔ وَضْعُ الْيَدَيْنِ عَلَى الرُّكْبَتَيْنِ

۵۵ رکوع اور سجدوں کے ابواب کے بعد گھٹنوں پر دونوں ہاتھ رکھنے کا بیان

اس باب میں مصنف نے اولاً سعد بن ابی وقاص کی حدیث ذکر کی ہے جس میں یہ ہے کہ ابتداء میں رکوع کی حالت میں تطبیق کی جاتی تھی پھر وہ منسوخ ہو گئی اور بجائے اس کے وضع الیدین علی الرکبتین کا حکم ہو گیا۔

تطبیق یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کے کفین کو ملا کر ایک کی انگلیاں دوسرے میں داخل کر دی جائیں جس طرح تشبیک میں ہوتا ہے اور پھر دونوں ہاتھوں کو رکبتین کے بیچ میں دبایا جائے اس کے بعد مصنف نے عبد اللہ بن مسعود کی حدیث ذکر فرمائی جس میں تطبیق مذکور ہے۔

تطبیق فی الركوع کا حکم: جمہور کا مسلک حدیث اول کے مطابق ہے کہ تطبیق منسوخ ہے، البتہ عبد اللہ بن مسعود اور ان کے بعض اصحاب علقہ واسود تطبیق کے قائل تھے، ہو سکتا ہے ان کو نسخ کا علم نہ ہو سکا ہو یا وہ تحبیر کے قائل ہوں جیسا کہ مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت میں حضرت علی سے منقول ہے آدمی کو اختیار ہے کہ رکوع میں خواہ وضع الیدین علی الرکبتین کرے خواہ تطبیق^۱، نسائی شریف میں حضرت عمر کی روایت ہے عَنْ عُمَرَ قَالَ: «شَدَّتْ لَكُمْ الرُّكْبَتَيْنِ، فَأَمْسِكُوا بِالرُّكْبَتَيْنِ» یعنی رکوع میں اساک بالرکب، اپنے دونوں ہاتھوں سے گھٹنوں کو منقبوط پکڑ لینا سنت ہے۔

۸۶۷۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي يَعْقُوبٍ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَاسْمُهُ وَقْدَانُ، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: صَلَّيْتُ إِلَى جَنْبِ أَبِي، فَبَعَلْتُ يَدَيَّ بَيْنَ رُكْبَتَيْهِ، فَتَهَانِي عَنْ ذَلِكَ، فَقُلْتُ، فَقَالَ: «لَا تَصْنَعْ هَذَا، فَإِنَّا كُنَّا نَفْعَلُهُ، فَتَهِنَا عَنْ ذَلِكَ، وَأَمِيزُنَا أَنْ نَضَعَ أَيْدِيَنَا عَلَى الرُّكْبَتَيْنِ»۔

مصعب بن سعد کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کے پہلو میں نماز ادا کی تو میں نے رکوع میں تطبیق کرتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنوں کے درمیان رکھے تو مجھے میرے والد سعد بن ابی وقاص نے اس تطبیق سے منع فرمایا میں نے دوسری بار بھی اسی طرح تطبیق کی تو میرے والد نے مجھ سے فرمایا کہ تم یہ تطبیق مت کرو کیونکہ ہم شروع اسلام میں ایسا ہی کرتے تھے تو ہمیں اس تطبیق سے منع کر دیا گیا اور ہمیں حکم دیا گیا کہ ہم (رکوع میں) اپنے ہاتھ، اپنے گھٹنوں پر رکھیں۔

صحیح البخاری - الأذان (۷۵۷) صحیح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (۵۳۵) جامع الترمذی - الصلاة (۲۵۹) سنن النسائي - التطبیق (۱۰۳۲) سنن النسائي - التطبیق (۱۰۳۳) سنن ابی داؤد - الصلاة (۸۶۷) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۸۷۳) مسند

① المصنف لابن أبي شيبه - كتاب الصلاة - باب من كان يقول: إذا ركعت فضع يديك على ركبتيك (۲۵۵۳ ج ۲ ص ۴۳۹)

② سنن النسائي - كتاب التطبیق - باب الإمساك بالركبتين في الركوع (۱۰۳۴)

عقبہ بن عامر سے گزشتہ حدیث کے ہم معنی روایت مروی ہے اس میں یہ اضافہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب رکوع میں جاتے تو سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ وَبِحَمْدِهِ تین دفعہ کہتے اور جب سجدے میں جاتے تو سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى وَبِحَمْدِهِ تین دفعہ کہتے۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ ہمیں ڈر ہے کہ یہ زیادتی شاذ ہو۔

سنن ابی داؤد - الصلاة (۸۶۹) سنن ابن ماجہ - إقامۃ الصلاة والسنة فیہا (۸۸۷) مسند احمد - مسند الشامیین (۱۵۵/۴) سنن الدارمی - الصلاة (۱۳۰۵)

شرح الأحادیث عَنْ مُوسَى، قَالَ أَبُو سَلَمَةَ مُوسَى بْنُ أَبِي بَرْزَاءٍ: اس حدیث کی سند میں مصنف کے دو استاذ ہیں ربیع بن نافع اور موسیٰ بن اسماعیل ان دونوں کے استاذ ہیں ابن المبارک اور ان کے استاذ ہیں موسیٰ بن ایوب، ابوسلمہ کنیت ہے مصنف کے استاذ موسیٰ بن اسماعیل کی۔

عبارت کا مطلب یہ ہے کہ مصنف کے استاذ ربیع نے عبد اللہ بن المبارک کے استاذ کا صرف نام بیان کیا ہے اور صرف عن موسیٰ کہا اور مصنف کے دوسرے استاذ موسیٰ بن اسماعیل جن کی کنیت ابوسلمہ ہے انہوں نے عن موسیٰ ابن ایوب کہا "عن عمر" موسیٰ بن اسماعیل کے چچا کا نام جن سے وہ روایت کر رہے ہیں ایسا بن عامر ہے۔

قوله: اجْعَلُوها فی رکوعکم: یعنی اس آیت کے مضمون کو رکوع میں پڑھا کرو، اور یہی مراد اگلے جملہ میں ہے، تسبیحات رکوع و سجود کا حکم پہلے گزر چکا عند الجمهور سنت ہیں اور یہی ایک روایت امام احمد سے ہے، داؤد ظاہری اور امام احمد کی دوسری روایت وجوب کی ہے۔

قوله: قَالَ أَبُو دَاؤُدَ: «وَهَذِهِ الزِّيَادَةُ نَحْنُ أَنْ لَا تَكُونَ مَحْفُوظَةً»: **کلام مصنف کی تشریح:** پہلی روایت میں موسیٰ بن ایوب کے شاگرد ابن المبارک تھے اور اس دوسری میں لیث بن سعد ہیں، ابن المبارک کی روایت میں صرف یہ تھا کہ جس وقت قَسَبْتَ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ اور سَبَّحْتَ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى یہ دو آیتیں نازل ہوئیں تو آپ ﷺ نے فرمایا اجْعَلُوها فی رکوعکم، اور اس دوسری روایت میں مزید برآں یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ وَبِحَمْدِهِ اور سجود میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى وَبِحَمْدِهِ پڑھتے تھے، اسی کو مصنف فرما رہے ہیں لیکن اس زیادتی کے بارے میں جو دوسری روایت میں ہے، مصنف یہ فرما رہے ہیں کہ یہ زیادتی ہمارے خیال میں ثابت نہیں، اور یہ بھی احتمال ہے کہ مصنف کے اس کلام کا تعلق صرف لفظ وَبِحَمْدِهِ سے ہو یعنی سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ اور سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى کیساتھ وَبِحَمْدِهِ کی زیادتی ثابت نہیں اب یا تو یہ کہنا چاہتے ہیں کہ خاص اس حدیث میں ثابت نہیں گوئی نفسہ دوسری روایت سے ثابت ہے اور ممکن ہے مراد یہ ہو کہ کسی بھی روایت میں ثابت نہیں ہو اللہ تعالیٰ اعلم۔

رکوع و سجود کی تسبیح میں و بحمدہ کی زیادتی: اور یہ وَبِحَمْدِهِ کی زیادتی عند الشافعیہ مستحب ہے

کما فی ہر وضوۃ المحتاجین اور ایسے ہی عند المالکیۃ کما فی الانوار الساطعة اور ابن قدامہ نے معنی میں امام احمد سے نقل کیا ہے کہ اگر کوئی شخص رکوع و سجود کی تسبیح میں دُعا کا اضافہ کرے تو امید یہ ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں، امام احمد فرماتے ہیں اما أنا فلا أقول وبمحمد، ابن قدامہ لکھتے ہیں کہ ابن المنذر نے امام شافعی اور اصحاب الرائے سے یہی نقل کیا ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ جو روایات اشہر اکثر ہیں ان میں یہ زیادتی نہیں ہے، اور امام ابو داؤد نے بھی اس کے ثبوت میں تردد ظاہر کیا ہے۔

۸۷۱ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غُمَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: قُلْتُ لِسُلَيْمَانَ: أَدْعُو فِي الصَّلَاةِ إِذَا مَرَّ بِآيَةِ تَحْوِيٍّ، فَحَدَّثَنِي، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ، عَنْ مُسْتَوْرِدٍ، عَنْ صِلَةَ بْنِ زُقَرٍ، عَنْ حَدِثَةٍ، أَنَّهُ صَلَّى مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَكَانَ يَقُولُ فِي رُكُوعِهِ: «سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ»، وَفِي سُجُودِهِ: «سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى»، وَمَا مَرَّ بِآيَةِ رَحْمَةٍ إِلَّا وَقَفَ عِنْدَهَا فَسَأَلَ، وَلَا بِآيَةِ عَذَابٍ إِلَّا وَقَفَ عِنْدَهَا فَتَعَوَّذَ.

شعبہ کہتے ہیں میں نے سلیمان سے کہا کہ جب میں کسی آیت کو پڑھوں جس میں اللہ پاک کے عذاب کا ذکر ہے تو کیا اس نماز میں دعا مانگ سکتا ہوں؟ تو سلیمان اعمش نے اپنی سند سے مجھے حدیث بیان کی کہ حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں کہ انہوں نے حضور ﷺ کے ساتھ نماز ادا کی پس نبی اکرم ﷺ اپنے رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ پڑھتے اور اپنے سجدے میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى پڑھتے اور کسی بھی رحمت کی آیت کو تلاوت کے دوران جب پڑھتے تو اس آیت کے بعد کچھ دیر ٹھہر کر اللہ پاک سے رحمت کا سوال کرتے اور جب کسی عذاب کی آیت کی تلاوت کرتے تو وہ پڑھ کر تھوڑی دیر ٹھہرتے اور اللہ پاک کے عذاب سے پناہ طلب کرتے۔

خروج صحیح مسلم - صلاة المسافرين وقصرها (۷۷۲) جامع الترمذی - الصلاة (۲۶۲) سنن النسائي - الافتتاح (۱۰۰۸) سنن النسائي - الافتتاح (۱۰۰۹) سنن النسائي - التطبيع (۱۰۴۶) سنن النسائي - التطبيع (۱۰۶۹) سنن النسائي - التطبيع (۱۱۳۲) سنن النسائي - التطبيع (۱۱۴۵) سنن النسائي - قيام الليل وتطوع النهار (۱۶۶۴) سنن النسائي - قيام الليل وتطوع النهار (۱۶۶۵) سنن أبي داود - الصلاة (۸۷۱) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (۸۸۸) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (۱۳۵۱) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۳۸۴/۵) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۳۹۷/۵) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۳۹۸/۵) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۴۰۰/۵) سنن الدارمي - الصلاة (۱۳۰۶)

۸۷۲ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ مُطَرِّبٍ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ فِي رُكُوعِهِ وَسُجُودِهِ: «سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ».

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے رکوع اور سجدہ میں یہ دعا پڑھتے سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ (میرا رکوع اس ذات کیلئے ہے جو مخلوق کی صفات سے پاک صاف اور بابرکت ہے اے فرشتوں کے خالق اور

روح کے خالق۔

صحیح مسلم - الصلاة (۴۸۷) سنن النسائی - التطبيق (۱۰۴۸) سنن النسائی - التطبيق (۱۱۴۴) سنن ابی داؤد - الصلاة (۸۷۲)
مسند أحمد - باقی مسند الأنصار (۳۵/۶) مسند أحمد - باقی مسند الأنصار (۹۴/۶) مسند أحمد - باقی مسند الأنصار (۱۱۵/۶) مسند أحمد - باقی
مسند الأنصار (۱۴۸/۶) مسند أحمد - باقی مسند الأنصار (۱۴۹/۶) مسند أحمد - باقی مسند الأنصار (۱۷۶/۶) مسند أحمد - باقی مسند الأنصار
(۱۹۳/۶) مسند أحمد - باقی مسند الأنصار (۲۰۰/۶) مسند أحمد - باقی مسند الأنصار (۲۴۴/۶) مسند أحمد - باقی مسند الأنصار (۲۶۶/۶)

۸۷۳ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ صَالِحٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ قَيْسٍ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ، قَالَ: كُنْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً، فَقَامَ فَقَرَأَ سُورَةَ الْبَقَرَةِ، لَا يَمْشِي بِأَيَّةٍ رَحْمَةٍ إِلَّا وَقَفَ فَسَأَلَ، وَلَا يَمْشِي بِأَيَّةٍ عَذَابٍ إِلَّا وَقَفَ فَتَعَوَّذَ، قَالَ: ثُمَّ رَكَعَ بِقَدْرِ قِيَامِهِ، يَقُولُ فِي رُكُوعِهِ: «سُبْحَانَ رَبِّيَ الْجَبْرُوتِ وَالْمَلَكُوتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ». ثُمَّ سَجَدَ بِقَدْرِ قِيَامِهِ، ثُمَّ قَالَ فِي سُجُودِهِ مِثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ قَامَ فَقَرَأَ بِآلِ عِمْرَانَ، ثُمَّ قَرَأَ سُورَةَ الْبَقَرَةِ.

عوف بن مالک الاشجعی فرماتے ہیں کہ ایک رات میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ (آپ ﷺ کی اقتداء میں) نماز کیلئے کھڑا ہوا پس حضور ﷺ نے پہلی رکعت کے قیام میں سورۃ بقرہ کی تلاوت فرمائی آپ ﷺ کسی بھی ایسی آیت سے گزرتے جس میں رحمت الہیہ کا ذکر ہو تا تو آپ ﷺ اس آیت پر ٹھہر کر اللہ پاک سے رحمت کا سوال کرتے اور جس کسی آیت عذاب سے گزرتے آپ ﷺ اس آیت پر ٹھہر کر اللہ کے عذاب سے پناہ مانگتے، عوف فرماتے ہیں کہ پھر آپ ﷺ نے اپنے قیام کے بقدر رکوع فرمایا اور آپ ﷺ اپنے رکوع میں یہ دعا پڑھ رہے ہوتے پاک ہے وہ ذات جو زبردست اور بڑی بادشاہت اور عظمت اور بڑائی والی ذات ہے پھر آپ ﷺ نے اپنے قیام کے بقدر سجدہ کیا پھر اپنے سجدے میں ایسے ہی دعا مانگی پھر آپ ﷺ دونوں سجدوں سے فارغ ہو کر دوسری رکعت کیلئے کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ نے سورۃ آل عمران کی قرأت کی پھر (آخری دو رکعتوں میں سے ہر ہر رکعت میں) ایک ایک سورۃ تلاوت فرمائی۔

سنن ابی داؤد - الصلاة (۸۷۳) مسند أحمد - باقی مسند الأنصار (۲۴/۶)

۸۷۴ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّلِبِيُّ السُّسِّيُّ، وَعَلِيُّ بْنُ الْجَعْفَرِ، قَالَا: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ أَبِي حَمْرَةَ، مَوْلَى الْأَنْصَارِ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِي عَبْسٍ، عَنْ حَدِثَةٍ، أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ، فَكَانَ يَقُولُ: «اللَّهُ أَكْبَرُ - فَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ - دُوَ الْمَلَكُوتِ وَالْجَبْرُوتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ». ثُمَّ اسْتَفْتَحَ فَقَرَأَ الْبَقَرَةَ، ثُمَّ رَكَعَ فَكَانَ رُكُوعُهُ نَحْوًا مِنْ قِيَامِهِ، وَكَانَ يَقُولُ فِي رُكُوعِهِ: «سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ، سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ». ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ، فَكَانَ قِيَامُهُ نَحْوًا مِنْ رُكُوعِهِ، يَقُولُ: لِرَبِّي الْحَمْدُ، ثُمَّ سَجَدَ، فَكَانَ سُجُودُهُ نَحْوًا مِنْ قِيَامِهِ، فَكَانَ يَقُولُ فِي سُجُودِهِ: «سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى». ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ، وَكَانَ يَقُولُ فِيمَا بَيْنَ السُّجُودَيْنِ نَحْوًا مِنْ سُجُودِهِ، وَكَانَ يَقُولُ: «رَبِّ اغْفِرْ لِي، رَبِّ اغْفِرْ لِي». فَصَلَّى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ، فَقَرَأَ فِيهِنَّ الْبَقَرَةَ، وَآلَ عِمْرَانَ، وَالْإِنشَاءَ، وَالْمَائِدَةَ، أَوِ الْإِنشَاءَ، شَلْتَ شُعْبَةَ.

حضرت حذیفہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو رات کی نماز (تہجد) پڑھتے دیکھا تو حضور ﷺ تین مرتبہ اللہ اکبر کہنے کے بعد دُعا کی اور اَلْجَبُّوتِ وَالْکُتُبِ وَالْعِزَّةِ وَالْعِزَّةِ پڑھتے پھر آپ ﷺ نے نماز کی نیت باندھی اور سورۃ بقرہ کی قرأت فرمائی پھر رکوع کیا اور آپ ﷺ کا رکوع آپ ﷺ کے قیام میں ٹھہرنے کے بقدر تھا اور آپ ﷺ اپنے رکوع میں شُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ پڑھتے جاتے پھر آپ ﷺ نے رکوع سے سر اٹھایا تو آپ ﷺ کا قومہ آپ ﷺ کے رکوع کے بقدر تھا آپ ﷺ قومہ میں فرماتے لَوْ بِيِ الْحَمْدِ پھر آپ ﷺ سجدہ فرماتے اور آپ ﷺ کا سجدہ آپ ﷺ کے قیام کے قریب قریب تھا اور آپ ﷺ اپنے سجدے میں شُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى پڑھتے جاتے پھر آپ ﷺ سجدے سے اپنا سر اٹھاتے اور آپ ﷺ دو سجدوں کے درمیان سجدہ میں ٹھہرنے کی مقدار کے قریب ٹھہرتے اور آپ ﷺ (دو سجدوں کے درمیان جلسہ میں کہ تَبَّ اغْفِرْ لِي، تَبَّ اغْفِرْ لِي پڑھتے جاتے اس طرح حضور ﷺ نے چار رکعت نماز (تہجد) پڑھی اور اس میں سورۃ بقرہ، آل عمران، سورۃ نساء اور (چوتھی رکعت میں) سورۃ مائدہ یا انعام کی قرأت فرمائی، شعبہ کو شک ہے (کہ ان کے استاد عمرو بن مرنہ نے حضور ﷺ کی چوتھی رکعت میں پڑھی جانے والی سورۃ کا نام سورۃ مائدہ ذکر کیا تھا یا سورۃ انعام۔

صحیح مسلم - صلاة المسافرين وقصرها (۷۷۲) جامع الترمذی - الصلاة (۲۶۲) سنن النسائي - الافتتاح (۱۰۰۸) سنن النسائي - الافتتاح (۱۰۰۹) سنن النسائي - التطبيق (۱۰۴۶) سنن النسائي - التطبيق (۱۰۶۹) سنن النسائي - التطبيق (۱۱۲۳) سنن النسائي - التطبيق (۱۱۴۵) سنن النسائي - قيام الليل وتطوع النهار (۱۶۶۴) سنن النسائي - قيام الليل وتطوع النهار (۱۶۶۵) سنن ابی داود - الصلاة (۸۷۴) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۸۸۸) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۳۸۴/۵) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۳۹۷/۵) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۴۰۰/۵) سنن الدارمی - الصلاة (۱۳۰۶)

۱۵۳ - بَابُ فِي الدُّعَاءِ فِي الرَّكْعَةِ وَالسُّجُودِ

رُكُوعٌ أَوْ سَجْدَةٌ مِّنْ دُعَاءِ كَلِمَاتٍ

۸۷۵ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، وَأَحْمَدُ بْنُ عَمْرٍو بْنُ الشَّرْحِ، وَحَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، قَالُوا: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ أَبِي الْحَارِثِ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ غَزْوَةَ، عَنْ سَمْعِيٍّ، مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا صَالِحٍ ذُكْرَانِ، يُحَدِّثُ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «أَقْرَبُ مَا يَكُونُ الْعَبْدُ مِنْ رَبِّهِ وَهُوَ سَاجِدٌ، فَأَكْثِرُوا الدُّعَاءَ».

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ بندہ حالت سجدہ میں اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے پس تم لوگ بکثرت دعا مانگا کرو۔

صحیح مسلم - الصلاة (۴۸۲) سنن النسائي - التطبيق (۱۱۳۷) سنن ابی داود - الصلاة (۸۷۵) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۴۲۱/۲) قولہ: «أَقْرَبُ مَا يَكُونُ الْعَبْدُ مِنْ رَبِّهِ وَهُوَ سَاجِدٌ، فَأَكْثِرُوا الدُّعَاءَ» یعنی بندہ کو سب سے زیادہ قرب

خداوندی اس حالت میں حاصل ہوتا ہے جبکہ وہ سجدہ میں ہو لہذا سجدہ میں کثرت سے دعا کیا کرو تا کہ وہ دعا جلد قبول ہو، اس سے اگلی حدیث میں آرہا ہے کہ سجدہ میں کوشش کیساتھ دعا کیا کرو فَقَحْنُ أَنْ يُسْتَجَابَ لَكُمْ، اس لئے کہ اس حالت کی دعا اس لائق ہے کہ وہ قبول کی جائے۔

یہ دعائی السجود کا حکم عند الحنفیہ نوافل پر محمول ہے اور بظاہر شافعیہ کے نزدیک یہ عام ہے جیسا کہ باب الدعائین السجدہ تین میں یہ اختلاف گزر چکا۔

تطویل قیام افضل ہے یا تکثیر رکوع سجود: اس حدیث میں ایک اور مسئلہ اختلافی ہے وہ یہ کہ ارکان صلاۃ میں سے کون سا رکن زیادہ افضل ہے قیام یا سجود، امام ترمذی نے دونوں پر مستقل باب باندھا ہے بَابُ مَا جَاءَ فِي طُولِ الْقِيَامِ فِي الصَّلَاةِ، بَابُ مَا جَاءَ فِي كَثْرَةِ الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ، دراصل اس سلسلہ میں دو حدیثیں ہیں اور دونوں ہی صحیح ہیں، صحیح مسلم اور مسند احمد وغیرہ کی ہیں ایک تو یہی حدیث الباب، اور دوسری حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا أَفْضَلُ الصَّلَاةِ طُولُ الْقُنُوتِ^۱، یہ حدیث ابوداؤد میں بھی کتاب الصلاۃ کے اواخر میں باب افتتاح صلاۃ اللیل برکتین میں آرہی ہے اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: طُولُ الْقِيَامِ^۲، یہ حدیث تو افضلیت قیام میں صریح ہے اسی لئے جمہور ومنہم الحنفیہ والشافعیہ اسی کے قائل ہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ رکوع و سجود کی تکثیر و تطویل افضل ہے یہ رائے ہے حضرت ابن عمرؓ اور حنفیہ میں سے امام محمدؒ کی، تیسرا قول یہ ہے: الفرق بین صلوة اللیل وصلوة النهار دن میں تکثیر رکوع و سجود اور رات میں تطویل قیام افضل ہے اس کو اختیار کیا ہے اسحاق بن راہویہ^۳ نے، اور امام احمدؒ نے اس مسئلہ میں توقف کیا اور کوئی فیصلہ نہیں فرمایا ہے۔

جمہور حدیث الباب کا یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ حدیث اس بات میں نص نہیں ہے، حالت سجود میں بندہ کے اقرب الی اللہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ سجود قیام سے افضل ہے، اس لئے کہ یہ قرب باعتبار اجابت دعا کے ہے کیونکہ سجدہ کی حالت

۱ صحیح مسلم - کتاب صلاۃ السافرین وقصرها - باب افضل الصلاۃ طول القنوت ۷۵۶

۲ سنن ابی داؤد - کتاب الصلاۃ - باب طول القیام ۱۴۴۹

۳ امام ابو یوسف و اسحق بن راہویہ کا مسلک: لیکن یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر کسی شخص کو قرآن کی ایک متعین مقدار پڑھنی ہو مثلاً ایک پارہ تو پھر اس صورت میں تکثیر سجود ہی افضل ہے اس لئے کہ اس شخص کی مقدار قیام تو بہر حال ایک ہی رہے گی اس میں تو کی زیادتی نہ ہوگی اس لئے کہ ایک ہی پارہ کے بقدر کھڑا ہونا ہے اب تکثیر سجود میں سجود کی زیادتی کا ثواب مزید برآں ہوگا، اور اگر کسی کو زمانہ کی مقدار معین میں نماز پڑھنی ہو مثلاً پندرہ منٹ تو اس صورت میں طول قیام بہتر ہے اب بجائے اس کے کہ اس وقت میں متعدد رکعات پڑھ کر تکثیر سجود کرے اس سے یہ بہتر ہوگا کہ قیام کو طویل کر کے صرف دو رکعت پڑھے، اسحق بن راہویہ کے مذہب کی یہ تفصیل امام ترمذی نے جامع ترمذی میں تحریر فرمائی ہے، اور میں کہتا ہوں کہ یہی تفصیل امام ابو یوسف سے بھی منقول ہے یعنی مقدار معین من الزمان اور مقدار معین من القرآن کا فرق ۱۲۰ منہ۔

غایت تذلل اور عاجزی کی ہے اس لئے اس میں قبولیت دعا زیادہ متوقع ہے، نیز رکوع و سجود کا وظیفہ ذکر و تسبیح ہے اور حالت قیام کا وظیفہ تلاوت قرآن ہے، جو تمام اذکار سے افضل ہے، صاحب منہل^۱ لکھتے ہیں کہ مالکیہ کے اس مسئلہ میں دونوں قول ہیں، لیکن یہ اختلاف ان کے یہاں اس صورت میں ہے جب کثرت سجود اور قیام دونوں کا زمانہ ایک ہو اور اگر متفاوت ہو تو جس کا زمانہ اطول ہو گا وہی افضل ہو گا۔

۸۷۶ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَانُ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ سُلَيْمٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَعْبُدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَشَفَ السَّيَّئَةَ وَالنَّاسُ طُفُوفٌ خَلْفَ أَبِي بَكْرٍ، فَقَالَ: «يَا أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّهُ لَمْ يَبْقَ مِنْ مُبَشِّرَاتِ النَّبِيِّ إِلَّا الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ بِرَأَاها الْمُسْلِمُ، أَوْ تَرَى لَهُ، وَإِلَيَّ هَيْثُ أَنْ أَقْرَأَ أَرَاكُمْ، أَوْ سَاجِدًا، فَأَمَّا الرُّكُوعُ، فَعَظُمُوا الرَّبَّ فِيهِ، وَأَمَّا السُّجُودُ، فَاجْتَهِدُوا فِي الدُّعَاءِ، فَقَمِنْ أَنْ يُسْتَجَابَ لَكُمْ».

عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے پردہ ہٹایا تو لوگ ابو بکرؓ کے پیچھے صف بندی کیے ہوئے (نماز ادا کر رہے) تھے تو حضور ﷺ نے (نماز کے ختم ہونے کے بعد) ارشاد فرمایا اے لوگو! نبوت کی خوشخبریوں میں سے کچھ باقی نہ رہا سوائے اچھے خوابوں کے، جو کوئی مسلمان (اپنے لیے) دیکھتا ہے یا اس مسلمان شخص کیلئے (کسی دوسرے شخص کو) خواب دکھایا جاتا ہے۔ اور مجھے رکوع اور سجدے کی حالت میں قرآن پاک کی تلاوت کرنے سے منع کیا گیا ہے پس رکوع میں تم لوگ اپنے رب کی بڑائی بیان کرو اور سجدے میں مبالغہ کے ساتھ دعا مانگو یہ دعا قبول ہونے کے زیادہ لائق اور حقدار ہے۔

صحیح مسلم - الصلاة (۴۷۹) سنن النسائي - التطبيق (۱۰۴۵) سنن النسائي - التطبيق (۱۱۲۰) سنن ابی داود - الصلاة (۸۷۶) سنن ابن ماجہ - تعبد الرزیا (۳۸۹۹) مسند احمد - من مستدنی ہاشم (۲۱۹/۱) سنن الدارمی - الصلاة (۱۳۲۵) سنن الدارمی - الصلاة (۱۳۲۶)۔

شرح الحديث: قوله: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَشَفَ السَّيَّئَةَ وَالنَّاسُ طُفُوفٌ خَلْفَ أَبِي بَكْرٍ: یہ حضور ﷺ کے مرض الوفا کا قصہ ہے جس میں آپ ﷺ نے فرض نمازوں کی امامت صدیق اکبرؓ کے سپرد فرمادی تھی، غالباً یہ دو شنبہ کے روز جو کہ یوم وفاة ہے اس میں صبح کی نماز کا قصہ ہے کہ صدیق اکبرؓ مسجد نبوی میں نماز پڑھا رہے تھے تو آپ ﷺ نے حجرہ شریفہ کے در پر جو پردہ آویزاں تھا اس کو ہٹا کر لوگوں کے صدیق اکبرؓ کے پیچھے نماز کا آخری نظارہ فرمایا۔

شرح الحديث: قوله: إِنَّهُ لَمْ يَبْقَ مِنْ مُبَشِّرَاتِ النَّبِيِّ إِلَّا الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ: مبشرات کسر سین کے ساتھ خوشخبریاں یعنی نبی کو بحالت نبوت اس کی زندگی میں جو خوشخبریاں (مراد مطلق پیش آنے والے امور اور باتیں ہیں) جن ذرائع سے معلوم ہوتی ہیں ان ذرائع میں سے اب کوئی ذریعہ باقی نہیں رہیگا، بجز رویائے صالحہ (سچے خواب) کے، وہ ذرائع تین ہیں، وحی، الہام،

۱ المنہل العذب المورود شرح سنن ابی داود - ج ۵ ص ۳۲۳

۲ مبشرات کا اطلاق تو خوابات پر ہوتا ہے، مگر یہاں بظاہر لازمی معنی مراد ہیں (ذرائع علم) اور نہ مستثنیٰ اور مستثنیٰ منہ کا اتحاد لازم آئے گا، مگر بظاہر ۱۲ منہ۔

رویائے صادقہ، مقصود یہاں صرف انقطاع وحی کو بیان کرنا ہے کہ میرے انتقال کے بعد اب وحی جس کے ذریعہ مخفی امور کا علم ہوتا رہتا تھا، منقطع ہوئی ہوئی ہے البتہ خوابات باقی رہ جائیں گے، الہام گو آئندہ بھی باقی رہے گا، لیکن وہ سب کیلئے نہیں بلکہ خواص اور اولیاء کیلئے ہے اس لئے اس کا نظر انداز کر دیا گیا (سنن ابی داؤد، سنن النسائی ص ۶۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خوابات کے ذریعہ بعض امور کا انکشاف ہوتا ہے جس سے یقیناً ایک نوع کی تسلی اور رہنمائی حاصل ہوتی ہے، باقی احکام شرعیہ میں خواب معتبر نہیں کہ وہ حجت شرعیہ نہیں ہے۔

قوله: يَرَاهَا الْمُسْلِمُ، أَوْ تُرَى لَهُ: آدمی خواب کبھی اپنے بارے میں خود دیکھتا ہے اور کبھی اس کے بارے میں دوسرے کو دکھایا جاتا ہے۔

قوله: وَإِنِّي مُبِيتٌ أَنْ أَقْرَأَ آيَاتِي، أَوْ سَاجِدًا: رکوع و سجود میں چونکہ اپنی انتہائی ذلت و پستی کا اظہار ہوتا ہے تو تسبیح تو اس حال کے مناسب ہے کہ آدمی اپنی ذلت و پستی کے اقرار و اظہار کے ساتھ باری تعالیٰ کا اس سے منزہ ہونا ظاہر کرے، باقی قرآن کریم تو اللہ کا کلام اور اس کی صفت ہے اور قاری قرآن گویا حق تعالیٰ سے ہم کلام ہوتا ہے، سو یہ ہیئت ذلت و پستی کی اس ہنگامی کے مناسب نہیں اسی لئے اس حالت میں تلاوت سے منع کیا گیا ہے۔

۸۷۷- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَثُورٍ، عَنْ أَبِي الصُّعْمِيِّ، عَنْ مَسْرُودٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يُكْفِّرُ أَنْ يَقُولَ لِي: كُوعٍ وَسُجُودٍ: «سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي يَتَأَوَّلُ الْقُرْآنَ».

حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ اپنے رکوع اور سجدہ میں بکثرت یہ دعا پڑھتے سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي آپ قرآن پاک (کی آیت فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْ لَهُ) کی تفسیر اپنے اس عمل سے فرما رہے ہوتے۔

صحیح البخاری - الأذان (۷۶۱) صحیح البخاری - الأذان (۷۸۴) صحیح البخاری - المغازی (۴۰۴۲) صحیح البخاری - تفسیر القرآن (۴۶۸۳) صحیح البخاری - تفسیر القرآن (۴۶۸۴) صحیح مسلم - الصلاة (۴۸۴) سنن النسائی - التطبیق (۱۰۴۷) سنن النسائی - التطبیق (۱۱۲۳) سنن ابی داؤد - الصلاة (۸۷۷) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۸۸۹)

قوله: يَتَأَوَّلُ الْقُرْآنَ: تناول بمعنى عمل یعنی تفسیر بالعمل اور قرآن سے مراد سورہ نصر کی آیت شریفہ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْ لَهُ^۱، یہ دعا خفیہ کے نزدیک نوافل پر محمول ہے یا پھر حضور ﷺ کی خصوصیت ہے۔

۸۷۸- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، ح وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الشَّرْحِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي

عن عمارة بن غزيرة. عن سمی. مولى أبی بکر. عن أبی صالح. عن أبی هريرة. أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يقول في سجوده: «اللهم اغفر لي ذنبي كله. دقه. وجله. وأوله وآخره. و زاد ابن السرح: علايته وسيره.

ترجمہ حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سجدوں میں یہ دعا مانگتے اے اللہ! میرے چھوٹے بڑے اگلے پچھلے اور کھلم کھلا اور چھپ چھپا کر کیے ہوئے گناہوں کو معاف فرما۔

صحیح مسلم - الصلاة (۴۸۳) سنن ابی داود - الصلاة (۸۷۸)

۸۷۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلِيمَانَ الْاَنْبَارِيُّ. حَدَّثَنَا عَبْدُهُ. عَنْ عَبْدِ اللَّهِ. عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّان. عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَعْرَج. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ. عَنْ عَائِشَةَ. رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: فَقَدْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ. فَلَمَسْتُ الْمَسْجِدَ. فَإِذَا هُوَ سَاجِدٌ وَقَدْ مَاءٌ مَتَّصُونَ بَيْنًا. وَهُوَ يَقُولُ: «أَعُوذُ بِرُحْمَتِكَ مِنْ مَسْخِطِكَ. وَأَعُوذُ بِمَغْفَاكَاتِكَ مِنْ عُقُوبَتِكَ. وَأَعُوذُ بِكَ مِنْكَ. لَا أَحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ. أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَى نَفْسِكَ».

ترجمہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ایک رات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گم پایا (حضرت عائشہ کے سونے کے دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے مسجد تشریف لے گئے یہ حضرت عائشہ بیدار ہوئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گم پایا تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں تلاش کیا (مسجد نبوی بھی مراد ہو سکتی ہے اور گھر میں مقبرہ رشیدہ نماز کیلئے غیبہ بھی مراد ہو سکتی ہے) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حالت سجدہ میں پایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں پاؤں کھڑے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگ رہے تھے اے اللہ! میں اپنی رضا کے ذریعے سے آپ کی ناراضگی سے پناہ مانگتا ہوں اور آپ کی معافی کے واسطے سے آپ کی سزا سے پناہ مانگتا ہوں اور میں آپ کی ذات کے واسطے سے آپ کے عذاب سے پناہ مانگتا ہوں۔ میں آپ کی تعریف نہیں بیان کر سکتا۔ آپ ایسے اوصاف والے ہیں جیسا کہ آپ نے اپنی تعریف فرمائی ہے۔

صحیح مسلم - الصلاة (۴۸۶) جامع الترمذی - الدعوات (۳۴۹۳) سنن النسائي - التطبيق (۱۱۰۰) سنن النسائي - التطبيق (۱۱۴۰) سنن النسائي - الاستعاذة (۵۵۳۴) سنن ابی داود - الصلاة (۸۷۹) سنن ابن ماجہ - الدعاء (۳۸۴۱) مسند احمد - باقي مسند الانصار (۵۸/۶) مسند احمد - باقي مسند الانصار (۲۰۱/۶) موطأ مالك - الدعاء للصلاة (۴۹۷)

۱۵۴ - باب الدعاء في الصلاة

نماز میں دعائیں مانگنے کا بیان

۸۸۰ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ. حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ. حَدَّثَنَا شُعَيْبُ. عَنْ الزُّهْرِيِّ. عَنْ عُرْوَةَ. أَنَّ عَائِشَةَ. أَخْبَرَتْهُ. أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَدْعُو فِي صَلَاتِهِ: «اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ. وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَالِ. وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ. اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْمَأْثَمِ. وَالْمَغْرَمِ.» فَقَالَ لَهُ قَائِلٌ: مَا أَكْثَرَ مَا تَسْتَعِيدُ مِنْ

الْمَغْرُورُ؟ فَقَالَ: «إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا غَرِمَ حَدَّثَ فَكَذَبَ، وَوَعَدَ فَأَخْلَفَ».

ترجمہ: عروہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے ان کو بتلایا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی نماز میں (تشہد پڑھنے کے بعد سلام پھیرنے سے پہلے) یہ دعا مانگا کرتے تھے اے اللہ! میں آپ کی پناہ پکڑتا ہوں عذاب قبر سے اور آپ کی پناہ پکڑتا ہوں زندگی اور موت کے قدر سے اے اللہ! میں آپ کی پناہ پکڑتا ہوں گناہ والے کام سے اور مقروض ہو جانے سے..... کسی کہنے والے نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ آپ ﷺ قرض چڑھ جانے سے اس قدر پناہ مانگا کرتے ہیں (یہ بات بطور تعجب کے کہی) تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا آدمی پر جب قرضہ چڑھ جاتا ہے تو یہ شخص جب گفتگو کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور جب وعدہ کرتا ہے تو یہ شخص وعدہ پورا نہیں کرتا۔

تحقیق: صحیح البخاری - الأذان (۷۹۸) صحیح البخاری - فی الاستقراض وأداء الديون والحج والتفليس (۲۲۶۷) صحیح البخاری - الدعوات (۶۰۰۷) صحیح البخاری - الدعوات (۶۰۱۴) صحیح البخاری - الدعوات (۶۰۱۵) صحیح البخاری - الدعوات (۶۰۱۶) صحیح البخاری - الفتن (۶۷۱۰) صحیح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (۵۸۷) صحیح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (۵۸۹) سنن النسائي - السهو (۱۲۰۹) سنن النسائي - الاستعاذة (۵۴۵۴) سنن النسائي - الاستعاذة (۵۴۶۶) سنن النسائي - الاستعاذة (۵۴۷۲) سنن النسائي - الاستعاذة (۵۴۷۷) سنن النسائي - الاستعاذة (۵۵۰۴) سنن أبي داود - الصلاة (۸۸۰) سنن ابن ماجه - الدعاء (۳۸۲۸) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۸۹/۶) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۷۷/۶)

۸۸۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دَاوُدَ، عَنْ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ ثَابِتِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: صَلَّى إِلَى جَنْبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَاحَةِ تَطَوُّعٍ، فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: «أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ النَّارِ، وَنَيْلُ الْهَلِ النَّارِ».

ترجمہ: عبد الرحمن بن ابی لیلی اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے پہلو میں نفل نماز ادا کی تو میں نے آپ ﷺ کو یہ دعا کہتے ہوئے سنا کہ میں اللہ کی پناہ پکڑتا ہوں جہنم کی آگ سے، جہنم والوں کے لیے ہلاکت ہو۔

تحقیق: سنن أبي داود - الصلاة (۸۸۱) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (۳۴۷/۴)

۸۸۲ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الصَّلَاةِ وَكُنَّا مَعَهُ، فَقَالَ أَعْرَابِي فِي الصَّلَاةِ: اللَّهُمَّ ارْحَمْنِي وَلِحَمَّيَّ، وَلَا تُرَحِّمْ مَعَنَا أَحَدًا، فَلَمَّا سَلَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ لِلْأَعْرَابِيِّ: «لَقَدْ تَحَجَّرْتَ وَاسِعًا» يُرِيدُ رَحْمَةَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور ہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ نماز کے لئے کھڑے ہو گئے تو ایک اعرابی نے دوران نماز یہ دعا مانگی اے اللہ! مجھ پر رحم فرما اور محمد ﷺ پر رحم فرما اور ہمارے ساتھ کسی پر رحم نہ فرما پس جب حضور ﷺ نے نماز کا سلام پھیرا تو اس اعرابی سے ارشاد فرمایا کہ تم نے ایک وسیع شئی..... حضور ﷺ کی

مراد اللہ پاک کی رحمت ہے..... کو تنگ اور کم کر دیا کیونکہ اللہ پاک کی رحمت تو تمام لوگوں کے لئے عام ہے چاہے مسلمان ہو یا کافر لیکن تم نے رحمت الہی کو صرف اپنے ساتھ اور حضور ﷺ کے ساتھ خاص کر کے غلط طریقہ سے دعا مانگی۔

صحیح البخاری - الأدب (۵۶۶۴) جامع الترمذی - الطہارۃ (۱۴۷) سنن النسائی - السہو (۱۲۱۶) سنن النسائی - السہو (۱۲۱۷) سنن ابی داؤد - الصلاة (۸۸۲) سنن ابن ماجہ - الطہارۃ و سننہا (۵۲۹) مسند احمد - باقی مسند الکثرین (۲۳۹/۲) مسند احمد - باقی مسند الکثرین (۵۰۳/۲)

قوله: فَقَالَ أَغْرَابِي فِي الصَّلَاةِ: اللَّهُمَّ ارْحَمْنِي، وَلِتَرْحَمَ مَعَنَا أَجْدًا: یہ حدیث کتاب الطہارۃ میں باب الأرض یُصْبِيهَا الْبُؤْلُ کے تحت گزر چکی یہ وہی اعرابی ہیں جنہوں نے مسجد میں پیشاب کر دیا تھا اس اعرابی کی تعیین میں علماء کے اقوال تقریر ابوداؤد^۱ میں گزر چکے۔

۸۸۲- حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا دَاوُدُ كَيْعُ، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ مُسْلِمِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَانَ إِذَا قَرَأَ: سَبَّحَ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى، قَالَ: «سُبْحَانَ رَبِّي الْأَعْلَى»، قَالَ ابْنُ دَاوُدَ: «خَوْلَفَ وَكَيْعُ فِي هَذَا الْحَدِيثِ»، وَرَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ كَيْعُ، وَشُعْبَةُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ مَوْفُوقًا.

ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب سَبَّحَ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى تلاوت فرماتے تو آپ سُبْحَانَ رَبِّي الْأَعْلَى پڑھتے (نماز نفل میں یا بعد کی تلاوت مراد ہے) امام ابوداؤد فرماتے ہیں اس حدیث میں دیکھ کی مخالفت کی گئی ہے (سند کے بیان کرتے ہیں) اس حدیث کو دیکھ کے والد اور شعبہ نے ابوالحق راوی کے بعد بواسطہ سعید بن جبیر ابن عباس سے بطور نکلے اثر موقوف نقل کیا ہے۔

سنن ابی داؤد - الصلاة (۸۸۲) مسند احمد - من مسند ابی ہاشم (۲۳۲/۱)

قوله: كَانَ إِذَا قَرَأَ: سَبَّحَ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى، قَالَ: سُبْحَانَ رَبِّي الْأَعْلَى: یعنی سورت ختم ہونے پر یہ پڑھتے تھے، یا یہ کہ فوراً اس آیت کے بعد اسی وقت یہ پڑھتے تھے، اب ظاہر تو یہ ہے کہ یہ پڑھنا عام ہے صلاۃ اور خارج صلاۃ دونوں کو، عون المعبود میں بعض شرح (مظہر) سے نقل کیا ہے کہ امام شافعیؒ کے نزدیک اس طرح کی چیزیں نماز کے اندر بھی جائز ہیں، اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک داخل صلاۃ جائز نہیں، اور تورپشیؒ کہتے ہیں کہ اسی طرح امام مالکؒ کے نزدیک بھی نوافل میں جائز ہے، اور حضرتؒ نے بذل میں لکھا ہے لعل هذا كان خارج الصلوة أولى النوافل^۲۔

یہاں پر یہ سوال ہے کہ اس حدیث کو باب سے کیا مناسبت ہے یعنی دعائی الصلاۃ سے، اس میں تو کوئی دعا مذکور نہیں، جواب یہ ہو

۱ رقم الحدیث ۴۶۵ کے ذیل میں گزر چکے ہیں۔

۲ بذل المجہود فی حل ابی داؤد - ج ۵ ص ۱۵۶

سکتا ہے کہ اس میں تسبیح تو نہ کور ہے والثناء علی الکریم دعاوی الحدیث افضل الدعاء الحمد لله ①۔

۸۸۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ: عَنْ مُوسَى بْنِ أَبِي عَائِشَةَ: قَالَ: كَانَ رَجُلٌ يُصَلِّي فَوَقَّعَ بَيْتَهُ. وَكَانَ إِذَا قَرَأَ: {الْأَيْسُ ذَلِكَ بِقَدْرِ عَلَى أَنْ يُخَيَّ الْمَوْتُ} ② قَالَ: «مُبْحَانُكَ». فَبَكَى، فَسَأَلُوهُ عَنْ ذَلِكَ، فَقَالَ: «سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "قَالَ أَحْمَدُ: يُعْجَلُ فِي الْقَرِيبَةِ أَنْ يَدْعُوَهَا فِي الْقُرْآنِ"

ترجمہ: موسیٰ ابن ابی عائشہ کہتے ہیں کہ ایک صاحب اپنے گھر کی چھت پر نماز ادا کرتے تھے اور وہ صاحب جب یہ آیت تلاوت کرتے {الْأَيْسُ ذَلِكَ بِقَدْرِ عَلَى أَنْ يُخَيَّ الْمَوْتُ} تو کہتے مَبْحَانُكَ (اے اللہ! آپ پاک ہیں آپ مردوں کو دوبارہ اٹھانے پر قادر ہیں) لوگوں نے ان صاحب سے اس طرح کہنے کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح سنا ہے امام ابو داؤد فرماتے ہیں امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا کہ مجھے پسند ہے کہ نمازی فرض نماز میں صرف وہ دعائیں مانگیں جو قرآن پاک میں مذکور ہیں (اگرچہ حدیث شریف میں مذکور دعائیں مانگنا بھی جائز ہے)۔

شرح الحدیث: قولہ: قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "قَالَ أَحْمَدُ: يُعْجَلُ فِي الْقَرِيبَةِ أَنْ يَدْعُوَهَا فِي الْقُرْآنِ": امام احمدؒ کے کلام کی شرح: حضرت نے اس کی شرح یہ فرمائی ہے کہ مجھے یہ بات زائد پسند ہے کہ فرض نماز میں ادعیر قرآن پڑھوں اگرچہ جائز یہ بھی ہے کہ ان دعا کو پڑھا جائے جو حدیث میں وارد ہیں ③، اور عون المعبود ④ میں لکھا ہے کہ امام احمدؒ کے کلام میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ اس سے مراد نماز بعد التہجد قبل التسليم ہے، دو سرا احتمال یہ ہے کہ مصلیٰ جب نماز میں قرأت کر رہا ہو تو وہ فرض نماز ہو یا نفل تو جب آیات رحمت پر پہنچے اس وقت رحمت کی دعا اور جب آیات تسبیح پر پہنچے تو تسبیح اور جب آیات عذاب پر پہنچے تو اس سے استعاذہ کرنا مراد ہے، وہ کہتے ہیں یہی امام احمدؒ اور امام شافعیؒ کا مسلک ہے، امام بیہقیؒ نے اس پر معرفۃ السنن والآثار میں مستقل باب قائم کیا ہے بَابُ الْوُقُوفِ عِنْدَ آيَةِ الرَّحْمَةِ، وَآيَةِ الْعَذَابِ، جیسا کہ حدیث حذیفہؓ میں وارد ہے جو صحیح مسلم ⑤ میں ہے امام شافعیؒ کے نزدیک اس کا احتیاط عام ہے حتیٰ کہ جماعت کی نماز میں امام اور مقتدیوں کیلئے بھی ⑥۔

① الجامع شعب الإيمان - ج ۶ ص ۲۱۴

② کیا یہ خدا زندہ نہیں کر سکتا مردوں کو (سورۃ القیامۃ ۴۰)

③ میں کہتا ہوں کہ یہ تو امام احمدؒ کا قول ہے اور امام مالکؒ کا قول بَابُ مَا يُسْتَلْتَح بِهِ الصَّلَاةُ مِنَ الدُّعَاءِ (مجم الحدیث ۷۶۰) کے ذیل میں اس طرح گزر چکا ہے، قال مالک لا بأس بالدعاء في الصلاة في أولها وأوسطها وفي آخرها في الفريضة وغيرها، اس پر کلام وہاں گزر چکا ہے۔ ۱۲ منہ۔

④ ہذل المجہود فی حل أبي داود - ج ۵ ص ۱۵۷

⑤ عون المعبود شرح سنن أبي داود ج ۳ ص ۱۳۹

⑥ صحیح مسلم - کتاب صلاة المسافرين وقصرها - باب استحباب تطويل القراءة في صلاة الليل ۷۷۲

⑦ قلت قال النودى تحت حديث إذا قرأ آية قیماً تسبیحاً تسبیحاً، وإذا قرأ بسم الله قال الخ استحباب هذه الأمور لكل قارئ في الصلاة وغيرها ومذهبنا استحبابه للإمام والمأمور والمنفرد (مہمہا شرح صحیح مسلم بن الحجاج ج ۶ ص ۶۲)۔

۱۵۵ - باب یقصد ابرار رکوع والشجود

۵۵ رکوع اور سجدہ میں ٹھہرنے کی مقدار کا بیان

۸۸۵ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ الْجُرَيْرِيُّ، عَنْ السَّعْدِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، أَوْ عَنْ عَمِّهِ، قَالَ: "رَمَقْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَلَاتِهِ، فَكَانَ يَتَعَمَّقُ فِي رُكُوعِهِ وَسُجُودِهِ قَدْرًا يَقُولُ: سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ ثَلَاثًا."

سعد راوی اپنے والد یا چچا (بعض روایت میں عن ابیہ عن عمہ ہے درمیان میں لفظ "أو" نہیں ہے) نقل کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو ٹھٹھکی باندھ کر بغور دیکھا کہ آپ ﷺ اپنی نماز میں اپنے اور رکوع اور سجدہ میں اتنی دیر ٹھہرتے کہ جتنی دیر میں تین دفعہ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ پڑھ لیتے۔

سنن ابی داود - الصلاة (۸۸۵) مسند احمد - اول مسند البصريين (۶/۵) مسند احمد - باقی مسند الانصار (۲۷۱/۵)

۸۸۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مَرْوَانَ الْأَنْصَارِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ، وَابُو دَاوُدَ، عَنْ ابْنِ أَبِي ذُئْبٍ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ يَزِيدَ الْهَمَلِيِّ، عَنْ عَوْثِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَا رَمَعَ أَحَدُكُمْ فَلْيُعَلِّ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ: سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ، وَذَلِكَ أَذْنَاهُ، وَإِذَا سَجَدَ فَلْيُعَلِّ: سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى ثَلَاثًا، وَذَلِكَ أَرْنَاةُ"، قَالَ ابُو دَاوُدَ: «هَذَا مُرْسَلٌ، عَوْثُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ».

عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص جب رکوع کرے تو اس میں تین دفعہ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ پڑھے اور یہ تین دفعہ پڑھنا رکوع کی کم از کم تسبیح ہے اور جب سجدہ کرے تو تین دفعہ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى پڑھے یہ سجدہ کی کم از کم تسبیح ہے امام ابو داود فرماتے ہیں یہ حدیث منقطع ہے عوث بن عبد اللہ راوی ہے عبداللہ بن مسعود کو نہیں پایا۔

سنن ابی داود - الصلاة (۸۸۶) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۸۹۰)

قوله: وَذَلِكَ أَذْنَاهُ: عدد تسبیح میں اقوال علماء: فقہاء لکھتے ہیں تسبیح کے عدد مسنون

کے درجات ہیں تین بار سنت کا ادنیٰ درجہ ہے اور پانچ بار اوسط اور سات بار اکمل، لہذا تین سے کمی کرنا مکروہ تنزیہی ہے^①، اور قاضی ابوالحسن ماوردی فرماتے ہیں کہ درجہ کمال نو یا گیارہ بار ہے اور اوسط پانچ بار، اور امام ترمذی نے ابن المبارک و اسحاق بن راہویہ سے نقل کیا ہے کہ: استحب للإمام أن يسبح خمس تسبيحات^②، اور صاحب منہل نے ابن القیم نے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ کا رکوع معاد بقدر دس تسبیحات کے ہوتا تھا وہ فرماتے ہیں کہ تسبیح ثلاثا کی روایت ثابت نہیں احادیث صحیحہ کے خلاف

① طحاوی ص ۲۱۴ و شامی ص ۴۷۶

② جامع الترمذی - کتاب الصلاة - باب ماجاء فی التسبیح فی الركوع والسجود ۲۶۱

ہے، چنانچہ حدیث الباب کی سند میں سعدی راوی مجہول ہے اور حضرت انسؓ سے منقول ہے کہ عمر بن عبدالعزیزؓ کی نماز آپ ﷺ کی نماز سے بہت مشابہ ہوتی تھی وکان مقدارا، کو عہد سجودہ عشر تسبیحات^۱۔

۸۸۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الزُّهْرِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ أُمَيَّةَ، سَمِعْتُ أَعْرَابِيًّا يَقُولُ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ قَرَأَ مِنْكُمْ وَالَّتَيْنِ وَالزَّيْتُونَ، فَانْتَهَى إِلَى آخِرِهَا: {الْيَسَّ اللَّهُ يَا أَحْكِمَ الْحَكِيمِينَ}، فَلْيَقُلْ: بَلَى، وَأَنَا عَلَى ذَلِكَ مِنَ الشَّاهِدِينَ، وَمَنْ قَرَأَ: لَا أَقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ، فَانْتَهَى إِلَى {الْيَسَّ اللَّهُ ذَلِكَ بِقَدِيرٍ عَلَى أَنْ يُحْيِيَ الْمَوْتَى}، فَلْيَقُلْ: بَلَى، وَمَنْ قَرَأَ: وَالْمُرْسَلَاتِ، فَلْيَقُلْ: {فَيَأْتِي حَدِيثٌ بَعْدَهُ يَوْمُ مَنُونٍ}، فَلْيَقُلْ: آمَنَّا بِاللَّهِ"، قَالَ إِسْمَاعِيلُ: دَهَبْتُ أُعِيدُ عَلَى الرَّجُلِ الْأَعْرَابِيِّ، وَأَنْظُرُ لَعَلَّهُ، فَقَالَ: «يَا ابْنَ أَخِي، أَنْظُرْ أَلَيْ لَمْ أَحْفَظْهُ، لَقَدْ حَجَجْتُ سِتِينَ حَجَّةً، مَا مِنْهَا حَجَّةٌ إِلَّا وَأَنَا أُعَرِّثُ الْيَهُودَ الَّذِي حَجَّجْتُ عَلَيْهِ».

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے تم میں سے جو شخص سورۃ التین کی تلاوت کرے اور اس کی آخری آیت تک پہنچ جائے اَلْيَسَّ اللَّهُ يَا أَحْكِمَ الْحَكِيمِينَ پڑھے تو اس کے بعد یوں کہے بَلَى، وَأَنَا عَلَى ذَلِكَ مِنَ الشَّاهِدِينَ (کیوں نہیں اللہ پاک تمام حکمرانوں کا حکم اعلیٰ ہے اور میں اس پر گواہوں میں سے ہوں) اور جو شخص سورۃ لَا أَقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ پڑھے اور اس کی آخری آیت اَلْيَسَّ اللَّهُ ذَلِكَ بِقَدِيرٍ عَلَى أَنْ يُحْيِيَ الْمَوْتَى پر پہنچے تو بلی کہے (بعض روایت میں یہاں بھی داتا علی ذالک من الشاہدین کا اضافہ نہ ہو رہے حاشیہ بذل) جو شخص سورۃ مرسلات کی تلاوت کرے اور اس آیت پر پہنچے فَيَأْتِي حَدِيثٌ بَعْدَهُ يَوْمُ مَنُونٍ تو یوں کہے آمَنَّا بِاللَّهِ، اسماعیل استاد کہتے ہیں کہ (ایک زمانہ کے بعد) میں اس اعرابی سے دوبارہ اس حدیث کو سننے کی غرض سے گیا اور میں نے اس کے حافظ کو جانچنا چاہا کہ شاید کہ (اس اعرابی کو بھول لگ جائے اور اس حدیث میں وہ غلطی کر بیٹھے) تو اس اعرابی نے جواب دیا بے جھجکے: تمہارے خیال میں مجھے یہ حدیث یاد نہ رہی۔ میں نے سامنے ج کئے ہیں مجھے اپنے ہر ایک حج کے اس اونٹ کی بھی پہچان ہے جن پر میں حج کرتا رہا۔

سنن ابی داؤد - الصلاة (۸۸۷) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۲/۲۴۹)

قوله: قَالَ إِسْمَاعِيلُ: دَهَبْتُ أُعِيدُ عَلَى الرَّجُلِ الْأَعْرَابِيِّ، وَأَنْظُرُ لَعَلَّهُ، فَقَالَ: يَا ابْنَ أَخِي، أَنْظُرْ أَلَيْ لَمْ أَحْفَظْهُ، لَقَدْ حَجَجْتُ سِتِينَ حَجَّةً: قوت حافظہ کی ایک عجیب مثال: اسماعیل بن امیہ نے یہ

① المنهل العذب المورود شرح سنن ابی داؤد - ج ۵ ص ۳۳۳

② کیا نہیں ہے اللہ سب حاکموں سے بڑا حاکم (سورۃ التین ۸)

③ کیا یہ خدا زندہ نہیں کر سکتا مردوں کو (سورۃ القیامۃ ۴۰)

④ اب کس بات پر اس کے بعد یقین لائیں گے (سورۃ المرسلات ۵۰)

حدیث ایک اعرابی سے سنی تھی کچھ روز بعد انہوں نے اس اعرابی کا امتحان لینے کے غرض سے کہ دیکھوں ان کو یہ حدیث اب بھی یاد ہے یا نہیں دوبارہ انہوں نے اس حدیث کو ان سے سنا چاہا وہ اعرابی سمجھ گیا کہ میرا امتحان لے رہے ہیں تو اس نے کہا اب میرے عزیز بھتیجے کیا تیرا خیال یہ ہے کہ میں اس حدیث کو بھول گیا ہوں گا، دیکھ اب تک میں اپنی عمر میں ساٹھ حج کر چکا ہوں ہر سال جس اونٹ پر حج کیا ہے اس کو دیکھ کر پہچان لوں گا کہ اس پر میں نے حج فلاں سنہ میں کیا تھا اور دوسرے پر فلاں سنہ میں اور تیسرے پر فلاں سنہ میں الی آخرہ سبحان اللہ جب ایک اعرابی غیر مشہور محدث کا یہ حال ہے تو مشاہیر اور اکابر محدثین کا کیا حال ہو گا، لکھا ہے کہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ کو دس لاکھ حدیثیں یاد تھیں اور امام ابو زرہؒ رازی کو سات لاکھ، اللہ نے اپنے رسول کے کلام کی حفاظت کیلئے کیسے کیسے اساطین اور جہانزہ پیدا کئے۔

۸۸۸ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، وَابْنُ رَافِعٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِدْرِاهِيمَ بْنُ عُمَرَ بْنِ كَيْسَانَ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ وَهْبِ بْنِ مَانُوسٍ، قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ، يَقُولُ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، يَقُولُ: مَا صَلَّيْتُ وَرَاءَ أَحَدٍ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَشَبَّهَ صَلَاةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ هَذَا الْقَتَنِ - يَعْنِي عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ - قَالَ: «فَكَرْتُ نَفَا فِي رُكُوعِهِ عَشْرَ تَسْبِيحَاتٍ، وَفِي سُجُودِهِ عَشْرَ تَسْبِيحَاتٍ». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، قُلْتُ لَهُ: مَانُوسٌ، أَوْ مَانُوسٌ، قَالَ: أَقْبَا عَنْ الزُّرَّاقِيِّ يَقُولُ: مَانُوسٌ، وَأَمَّا حَفْظِي فَمَانُوسٌ، وَهَذَا الْقَطُّ ابْنُ رَافِعٍ، قَالَ أَحْمَدُ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد میں نے کسی کی اقتداء میں نماز ادا نہیں کی کہ جس کی نماز نبی اکرم ﷺ کی نماز کے اس قدر مشابہ ہو جتنی کہ اس نوجوان کی نماز نبی اکرم ﷺ کی نماز کے مشابہ ہے (نوجوان سے عمر بن عبد العزیز مراد ہیں) سعید بن جبیر کہتے ہیں ہم نے اندازہ لگایا کہ وہ اپنے رکوع اور سجدہ میں دس دس دفعہ تسبیحات پڑھا کرتے تھے امام ابو داؤد کہتے ہیں احمد بن صالح میں نے استاد نے اپنے استاد عبد اللہ بن ابراہیم سے پوچھا کہ راوی کی ولدیت میں نام مانوس (ن کے ساتھ) ہے یا مابوس (ب کے ساتھ) تو عبد اللہ بن ابراہیم نے جواب دیا کہ (میرے ہم سبق) عبد الرزاق نے (میرے والد سے نقل کرتے ہوئے) مابوس (ب کے ساتھ) کہا ہے لیکن مجھے یہ لفظ مانوس (ن کے ساتھ) یاد ہے۔

امام ابو داؤد فرماتے ہیں مذکورہ بالا سند کو میرے استاد ابن رافع نے سمعت سعید بن جبیر سمعت أنس بن مالك سماع کی تصریح کے ساتھ نقل کیا تھا لیکن میرے دوسرے استاد احمد بن صالح نے اس روایت کو معنعن نقل کیا ہے عن سعید بن جبیر عن أنس بن مالك۔

سنن النسائي - الافتتاح (۹۸۱) سنن النسائي - التطبيق (۱۱۳۵) سنن ابی داؤد - الصلاة (۸۸۸) مسند احمد - باقي مسند المكثرين (۱۴۴/۳) مسند احمد - باقي مسند المكثرين (۱۶۲/۳) مسند احمد - باقي مسند المكثرين (۲۲۱/۳) مسند احمد - باقي مسند المكثرين (۲۲۵/۳) مسند احمد - باقي مسند المكثرين (۲۵۵/۳)

شرح الحدیث

قوله: فَخَرْنَا فِيهِ كَوْنَهُ عَشْرَ تَسْبِيحَاتٍ، وَفِي سُجُودِهِ عَشْرَ تَسْبِيحَاتٍ: یہی وہ روایت ہے جس کا حوالہ ہمارے یہاں پہلے آچکا ہے جس کی بناء پر حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کی عادت شریفہ رکوع و سجود میں دس تسبیحات کی تھی۔

علامہ شوکانی بھی مقدار تسبیح میں کسی عدد معین کے قائل نہیں ہیں اور کہتے ہیں بل ينبغي الاستكثار من التسبيح على مقدار تطويل الصلوة من غير تقيد بعدد، نیز وہ لکھتے ہیں کہ عدد تسبیح کے وتر ہونے پر کوئی دلیل نہیں ❶۔

لیکن میں کہتا ہوں کہ عام طور سے فقہاء نے عدد وتر کے استحباب ہی کو ذکر کیا ہے، اور اس حدیث کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ یہ تواتر باب تخمین ہے نہ کہ تحدید نیز ویسے بھی بسا اوقات کسر کو حذف بھی کر دیا جاتا ہے۔

۱۵۶۔ بَابُ أَعْضَاءِ السُّجُودِ

سجدے میں رکھے جانے والے اعضاء کا بیان

۸۸۹۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ، وَسُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «أُمِرْتُ» قَالَ حَمَّادٌ: «أُمِرْتُ» «أُمِرْتُ بِكُمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَسْجُدَ عَلَى سَبْعَةٍ، وَلَا يَكْفَ شَعْرًا، وَلَا ثَوْبًا».

ترجمہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا مجھے حکم دیا گیا ہے اور حماد استاد نے یہ الفاظ کہے کہ تمہارے نبی کو حکم دیا گیا ہے..... کہ سات اعضاء پر سجدے کرے اور بال کو نماز کی حالت میں نہ سمیٹے اور نہ ہی حالت نماز میں اپنے کپڑے کو سمیٹے۔

صحیح البخاری - الأذان (۷۷۶) صحیح البخاری - الأذان (۷۷۷) صحیح البخاری - الأذان (۷۷۹) صحیح البخاری - الأذان (۷۸۲)
صحیح البخاری - الأذان (۷۸۳) صحیح مسلم - الصلاة (۴۹۰) جامع الترمذی - الصلاة (۲۷۳) سنن النسائی - التطبيق (۱۰۹۲) سنن النسائی - التطبيق (۱۰۹۶) سنن النسائی - التطبيق (۱۰۹۷) سنن النسائی - التطبيق (۱۰۹۸) سنن النسائی - التطبيق (۱۱۱۳) سنن النسائی - التطبيق (۱۱۱۵) سنن ابی داؤد - الصلاة (۸۸۹) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة السنة فيها (۸۸۳) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة السنة فيها (۸۸۴) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة السنة فيها (۱۰۴۰) مسند أحمد - من مسند بنی ہاشم (۲۸۰/۱) مسند أحمد - من مسند بنی ہاشم (۲۸۵/۱) مسند أحمد - من مسند بنی ہاشم (۲۸۶/۱) مسند أحمد - من مسند بنی ہاشم (۳۰۵/۱) مسند أحمد - من مسند بنی ہاشم (۳۲۴/۱) سنن الدارمی - الصلاة (۱۳۱۸) سنن الدارمی - الصلاة (۱۳۱۹)

شرح الحدیث

قوله: أَنْ يَسْجُدَ عَلَى سَبْعَةٍ: حقیقہ کہتے ہیں حقیقت سجود وضع الوجه علی الارض ہے، پھر وجہ میں دو جزء ہیں جبہ (پیشانی) اور انف لیکن اصل ان دونوں میں پیشانی ہے اسی لئے اقتصار علی الجبہ تو جائز ہے، گو بلا عذر مکرر ہے

لیکن اقتصرنا علی الانف جائز نہیں جمہور اور صاحبین کا یہی مذہب ہے لیکن امام صاحب کے نزدیک اقتصرنا علی الانف بھی جائز مع الکراهۃ ہے، اس کے علاوہ چھ اعضاء^۱ حدیث میں جو مذکور ہیں، بدین، رکتین، سجدہ میں ان کا زمین پر رکھنا بطریق سنت ہے، یہی مذہب ہے حنفیہ اور مالکیہ کا اور ایک قول شافعیہ کا لیکن امام شافعی کا اظہر القولین اور امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ ان اعضاء سبعة مذکورہ فی الحدیث کو زمین پر رکھنا فرض ہے اور یہی امام زفر کا مذہب ہے، بدائع میں لکھا ہے کہ کتاب اللہ میں مطلق سجود کا حکم وارد ہے جس کی حقیقت وضع الوجه علی الارض ہے لہذا اس حکم مطلق کی تنقید خبر واحد کے ذریعہ سے جائز نہ ہوگی بلکہ ان باقی اعضاء مذکورہ فی الحدیث کو بیان سنت کہا جائے گا۔

اشکال وجواب: یہاں پر ایک سوال ہوتا ہے کہ فقہاء احناف لکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص سجدہ کے وقت دونوں قدم زمین پر نہ رکھے تو اس کا سجدہ باطل ہے، اس سے معلوم ہوا کہ وضع القدمین بھی حقیقت سجود میں داخل ہے اس کا جواب یہ ہے کہ حقیقت میں تو داخل نہیں لیکن چونکہ رفع قدمین کے ساتھ سجدہ کرنے میں سخریہ اور استہزاء کے معنی پیدا ہو جاتے ہیں اس لئے بطلان صلاۃ کا حکم لگایا جاتا ہے۔

۸۹۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «أَمَرْتُ بِكُمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَسْجُدَ عَلَى سَبْعَةِ آرَابٍ»

ابن عباس سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے حکم ملا ہے..... اور شعبہ نے کبھی یہ لفظ کہا کہ تمہارے نبی کو حکم ملا ہے کہ وہ سات اعضاء پر سجدہ کرے۔

صحیح البخاری - الأذان (۷۷۶) صحیح البخاری - الأذان (۷۷۷) صحیح البخاری - الأذان (۷۷۹) صحیح البخاری - الأذان (۷۸۲) صحیح البخاری - الأذان (۷۸۳) صحیح مسلم - الصلاة (۴۹۰) جامع الترمذی - الصلاة (۲۷۳) سنن النسائي - التطبير (۱۰۹۳) سنن النسائي - التطبير (۱۰۹۶) سنن النسائي - التطبير (۱۰۹۷) سنن النسائي - التطبير (۱۰۹۸) سنن النسائي - التطبير (۱۱۱۳) سنن النسائي - التطبير (۱۱۱۵) سنن ابی داؤد - الصلاة (۸۹۰) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۸۸۳) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۸۸۴) مسند أحمد - من مسند بنی ہاشم (۲۸۰/۲) مسند أحمد - من مسند بنی ہاشم (۲۸۵/۱) مسند أحمد - من مسند بنی ہاشم (۲۸۶/۱) مسند أحمد - من مسند بنی ہاشم (۳۰۵/۱) مسند أحمد - من مسند بنی ہاشم (۳۲۴/۱) سنن الدارمی - الصلاة (۱۳۱/۸) سنن الدارمی - الصلاة (۱۳۱/۹)

۸۹۱۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ يَزِيدٍ، عَنْ ابْنِ هَاشِمٍ، عَنْ قَامِرِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِذَا سَجَدَ الْعَبْدُ سَجْدًا مَعَ سَبْعَةِ آرَابٍ، وَجْهَهُ، وَكَفَّاهُ، وَرُكْبَتَاهُ، وَقَدَمَاهُ».

① لکھتے تو سب فقہاء یہی ہیں کہ باقی اعضاء سے کار کھنا فرض نہیں لیکن سوال یہ ہے کہ اگر رکتین و قدمین ان دونوں کو زمین پر نہ رکھا جائے تو پھر حقیقت سجود یعنی وضع الجہۃ علی الارض بھی بظاہر ممکن نہیں اسی لئے کوکب الدری میں ایک جگہ لکھا ہے کہ گو حقیقت سجود وضع الجہۃ علی الارض ہے لیکن جن اعضاء کے بغیر اس کا تحقق نہیں ہو سکتا ان کا رکھنا بھی اس کے ساتھ فرض ماننا پڑے گا، ۱۲۔

عباس بن عبد المطلب کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جب بندہ سجدہ کرتا ہے تو اس کے سات اعضاء بھی سجدہ کرتے ہیں اسکا چہرہ اور اسکی دونوں ہتھیلیاں اور دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں۔

صحیح مسلم - الصلاة (۴۹۱) جامع الترمذی - الصلاة (۲۷۲) سنن النسائي - التطبيق (۱۰۹۴) سنن النسائي - التطبيق (۱۰۹۹) سنن ابی داؤد - الصلاة (۸۹۱) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۸۸۵) مسند احمد - من مسند بی ہاشم (۲۰۸/۱)

۸۹۲ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي إِثْرِاهِيمَ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ، رَفَعَهُ قَالَ: «إِنَّ الْيَدَيْنِ تَسْجُدَانِ كَمَا تَسْجُدُ الْوُجْهُ، فَإِذَا وَضَعَ أَحَدُكُمْ وَجْهَهُ فَلْيَضَعْ يَدَيْهِ، وَإِذَا رَفَعَهُ فَلْيَرْفَعْهُمَا».

ابن عمرؓ مر فوعا نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دونوں ہاتھ اس طرح سجدہ کرتے ہیں جیسا کہ چہرہ سجدہ کرتا ہے جب تم میں سے کوئی شخص اپنا چہرہ رکھے تو دونوں ہاتھ بھی رکھے اور جب اپنا چہرہ اٹھائے تو دونوں ہاتھ اٹھالے۔

سنن النسائي - التطبيق (۱۰۹۲) سنن ابی داؤد - الصلاة (۸۹۲)

۱۵۷ - بَابُ فِي الرَّجُلِ يُدْرِكُ الْإِمَامَ سَاجِدًا كَيْفَ يَضَعُ؟

جو شخص امام کو سجدے کی حالت میں پائے تو وہ کس طرح نماز پڑھے؟
یعنی بعد میں آنی والا امام کو اگر بحالت سجدہ پائے تو کیا نیت باندھ کے اس کے ساتھ سجدہ میں شریک ہو جائے یا اس کے قیام کا انتظار کرے۔

۸۹۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنُ قَائِمٍ، أَنَّ سَعِيدَ بْنَ الْحَكَمِ، حَدَّثَهُمْ، أَخْبَرَنَا نَافِعُ بْنُ يَزِيدَ، حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي سَلِيمَانَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَبِي الْعَتَّابِ، وَابْنِ الْمُقْبَرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا جِئْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ وَنَحْنُ سُجُّودٌ فَاسْجُدُوا، وَلَا تَعْدُوا هَاشِيئًا، وَمَنْ أَدْرَكَ الرَّكْعَةَ، فَقَدْ أَدْرَكَ الصَّلَاةَ».

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم لوگ نماز کے لئے آؤ اور ہم لوگ سجدے کی حالت میں ہوں تو تم لوگ سجدے میں شریک ہو جاؤ اور اس سجدے کو نماز کا کوئی جزو شمار نہ کرو اور جس شخص کو رکوع مل گیا تو اسے نماز کی رکعت مل گئی۔

صحیح البخاری - مواقیب الصلاة (۵۵۵) صحیح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (۶۰۷) سنن النسائي - المواقیب (۵۵۳) سنن النسائي - المواقیب (۵۵۴) سنن النسائي - المواقیب (۵۵۵) سنن النسائي - المواقیب (۵۵۶) سنن ابی داؤد - الصلاة (۸۹۳) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۱۱۲۲) مسند احمد - باقي مسند المكثرين (۲/۲۴۱) مسند احمد - باقي مسند المكثرين (۲/۲۶۵) مسند احمد - باقي مسند المكثرين (۲/۲۸۰) مسند احمد - باقي مسند المكثرين (۲/۳۷۶) مسند احمد - باقي مسند المكثرين (۲/۳۹۹) موطأ مالك - وقوف الصلاة (۱۵) سنن الدارمي - الصلاة (۱۲۲۰)

شرح الحديث قوله: «إِذَا جِئْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ وَنَحْنُ سُجُّودٌ فَاسْجُدُوا»: حديث سے معلوم ہوا کہ آنیوالے کو قیام امام کا انتظار نہ

کرنا چاہئے بلکہ سجدہ میں شریک ہو جانا چاہئے تاکہ سجدہ کی فضیلت حاصل ہو اگرچہ ادراک سجدہ سے ادراک رکعت نہیں ہوتا۔
ایک سجدہ کی فضیلت: لیکن اگر خدا کے یہاں یہ سجدہ قبول ہو گیا تو پھر کیا ہی کہنا، چنانچہ جامع ترمذی میں ہے واختار
 عبد اللہ بن المبارک أن یسجد مع الإمام، و ذکر عن بعضهم فقال: لعله لا یرفع رأسه فی تلك السجدة حتی یغفر له^①
 یہی تھا ایک سجدہ مغفرت کا سبب ہو سکتا ہے۔

وضع الجبهة علی الأرض ومن أدبرک الترتیبة، فقد أدبرک الصلاة: **ادراک رکوع مع الإمام سے ادراک رکعت**

میں اختلاف علماء: یعنی امام کو رکوع میں پانے سے رکعت مل جاتی ہے جمہور علماء اور ائمہ اربعہ کا مذہب^② یہی ہے ظاہر یہ
 اور بعض شافعیہ کا اس میں اختلاف ہے ان کے نزدیک ادراک رکوع مع الإمام سے ادراک رکعت نہیں ہوتا، منہل میں لکھا ہے کہ
 اسی کو اختیار کیا ہے ابن خزیمہ اور طبری وغیرہ محدثین شافعیہ نے اور امام بخاری فرماتے ہیں یہی ان صحابہ کا مذہب ہے جو فاتحہ خلف
 الامام کی فرضیت کے قائل تھے جیسے ابو ہریرہ اور اس کے بالتقابل ابن ابی لیلیٰ اور سفیان ثوری سے منقول ہے کہ اگر بعد میں
 آئی الامام کے رکوع سے سر اٹھانے سے پہلے امام کی اقتداء میں تکبیر تحریمہ کہہ لے خواہ امام کے ساتھ رکوع میں شرکت نہ ہو بلکہ
 بعد میں رکوع کرے اس سے بھی ادراک رکعت ہو جاتا ہے^③۔

جمہور کی دلیل حدیث الباب ہے اسی طرح اور بھی اس کے علاوہ بعض روایات صحیح ابن حبان اور ابن خزیمہ کی ہیں جنکو صاحب
 منہل نے ذکر کیا ہے۔

۱۵۸ - بَابُ السُّجُودِ عَلَى الْأَنْفِ وَالْجَبْهَةِ

سجدہ میں ناک اور پیشانی رکھنے کا بیان

یہ پہلے آچکا کہ اصل سجدہ میں پیشانی ہے سجدہ کی صحت کا مدار اسی پر ہے، لیکن سنت بہر حال یہ ہے کہ پیشانی کیساتھ ناک بھی
 زمین پر رکھے یہ عند الجمہور ہے، اور امام احمد و اسحاق بن راہویہ و اوزاعی کے نزدیک دونوں پر سجدہ کرنا واجب ہے، مصنف چونکہ
 ضعیفی ہیں غالباً اسی لئے یہ ترجمہ قائم کیا ہے۔

۸۹۹ - حَدَّثَنَا ابْنُ الثُّمَلِی، حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ عِیْسَى، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ یَحْیٰی بْنِ أَبِي کَثِیْرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي سَعِیدٍ
 الْخُدْرِی، «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُفِعَ عَلَى جَبْهَتِهِ، وَعَلَى أَنْفِهِ أَثَرُ طَبِینٍ مِنْ صَلَاةٍ صَلَّاهَا بِالنَّاسِ».

① جامع الترمذی - کتاب السفر - باب ما ذکر فی الرجل یدبرک الإمام و هو ساجد کیف یصنع ۵۹۱

② لیکن اس میں اختلاف ہو رہا ہے کہ امام کے ساتھ رکوع میں شرکت کی کتنی مقدار معتبر ہے، اکثر علماء اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک نفس شرکت کا تحقق کافی ہے
 حقیقت رکوع یعنی گھٹنوں تک ہاتھ پہنچنا امام کے سر اٹھانے سے پہلے اور امام شافعی کے نزدیک اطمینان کا حاصل ہونا ضروری ہے، ۱۲ منہ۔

③ المنہل العذب المورود شرح سنن ابی داؤد - ج ۵ ص ۳۳۹

ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ کو دیکھا گیا آپ کی پیشانی مبارک اور ناک کے بالائی کنارے پر مٹی کا نشان تھا چونکہ حضور ﷺ نے لوگوں کی نماز (اکیس) رمضان المبارک کی فجر کی نماز پڑھائی تھی۔

۸۹۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ نَحْوَهُ

معمر سے گزشتہ حدیث مروی ہے۔

صحیح البخاری - الأذان (۶۳۸) صحیح البخاری - الأذان (۷۸۰) صحیح البخاری - الأذان (۸۰۱) صحیح البخاری - صلاة التراويح (۱۹۱۲) صحیح البخاری - صلاة التراويح (۱۹۱۴) صحیح البخاری - الاعتكاف (۱۹۲۳) صحیح البخاری - الاعتكاف (۱۹۳۱) سنن النسائي - التطبيق (۱۰۹۵) سنن النسائي - السهو (۱۳۵۶) سنن ابی داؤد - الصلاة (۸۹۴) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲۴/۳) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۷۴/۳) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۹۴/۳) موطأ مالك - الاعتكاف (۷۰۱)

قوله: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُئِيَ عَلَى جَبْهَتِهِ، وَعَلَى أُرْبُطَيْهِ أَثَرُ طِينٍ مِنْ صَلَاةِ صَلَاةٍ بِالنَّاسِ: یعنی ایک ایک مرتبہ کا قصہ ہے کہ آپ ﷺ کسی نماز کو پڑھا کر فارغ ہوئے تو آپ کی پیشانی اور ناک دونوں پر سجدہ کی وجہ سے مٹی لگی ہوئی دیکھی گئی، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ سجدہ پیشانی اور ناک دونوں پر کرتے تھے لیکن اس سے وجوب پر استدلال درست نہیں اس لئے کہ مجرد فعل وجوب کو مقتضی نہیں ہے۔

حدیث الباب میں اختصار ہے: یہاں پر روایت مختصر ہے روایت مفصلہ ابواب لیلة القدر میں آئے گی جس کا مضمون یہ ہے کہ شروع میں آپ کی عادت ماہ مبارک میں عشرہ وسطی میں اعتکاف کرنے کی تھی ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ آپ نے اس عشرہ میں اعتکاف فرمایا اور آخری دن یعنی بیس تاریخ کو آپ نے فرمایا کہ تیسرے عشرہ میں بھی اعتکاف کرنے کا ارادہ ہے اس لئے کہ اس مرتبہ اب تک شب قدر نہیں پائی گئی لہذا اس کو حاصل کرنے کے لئے عشرہ اخیرہ کا بھی اعتکاف کرنا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اس سال لیلة القدر کی یہ علامت بتلائی گئی ہے کہ اسکی صبح کو میں پانی اور مٹی یعنی گارے میں سجدہ کروں گا چنانچہ پھر یہ ہوا کہ عشرہ اخیرہ کی پہلی ہی رات میں مدینہ میں بارش ہوئی اور مسجد نبوی کی چھت میں سے پانی آپ کے سجدہ کی جگہ ٹپکا اس جگہ گارا ہو گیا پھر آپ ﷺ نے جب صبح کی نماز وہاں پڑھائی تو سجدہ کرنے سے آپ کی پیشانی اور ناک پر مٹی لگ گئی۔

۱۵۹ - بَابُ صِفَةِ السُّجُودِ

سجدہ کرنے کی کیفیت کا بیان

صفة بمعنى کیفیت اور طریقہ۔

۸۹۶ - حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ أَبُو تَوْبَةَ، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، قَالَ: وَصَفَ لَنَا الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ، فَوَضَعَ يَدَيْهِ وَاعْتَمَدَ عَلَى رُكْبَتَيْهِ، وَرَفَعَ عَجِيزَتَهُ، وَقَالَ: «هَكَذَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْجُدُ».

رحمہ

ابو اسحاق کہتے ہیں کہ براء بن عازبؓ نے ہمیں سجدہ کرنے کی کیفیت بیان فرمائی پس آپ نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر رکھے اور اپنے دونوں گھٹنوں پر سہارا دیکر اپنے پیچھے دھڑکوا پر اٹھادیا اور فرمایا حضور ﷺ ایسی ہی سجدہ فرماتے تھے۔

تخریج

سنن النسائي - التطبيق (۱۱۰۴) سنن النسائي - التطبيق (۱۱۰۵) سنن ابی داود - الصلاة (۸۹۶) مسند احمد - اول مسند الکوفيين (۲۸۳/۴) مسند احمد - اول مسند الکوفيين (۲۹۴/۴) مسند احمد - اول مسند الکوفيين (۳۰۳/۴)

شرح الحديث

صفة بمعنى کیفیت اور طریقہ: قوله: وَصَفَ لَنَا الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ، قَوْصَعٌ يَدَيْهِ، وَاعْتَمَدَ عَلَى رُكْبَتَيْهِ، وَرَفَعَ عَجِيزَتَهُ: یعنی حضرت براء بن عازبؓ نے حضور ﷺ کے سجدہ کرنے کا طریقہ کر کے دکھایا، پس یدین اور رکتین کو زمین پر رکھا، اس طرح کہ سرین اور کمر کو ذرا ابھارا اور اونچا کر کے رکھا، اس سے معلوم ہوا کہ مسنون طریقہ سجدہ کا یہ ہے کہ سب اعضاء الگ الگ ہوں کمر اور سرین ابھرے ہوئے ہوں، یہ مرد کیلئے ہے اور عورت کے بارے میں تو یہ لکھتے ہیں کہ اس کو سنٹ کر سجدہ کر چاہئے ابھرتانہ چاہئے تہتر کی مصلحت سے۔

۸۹۷ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «اعْتَدُوا فِي السُّجُودِ، وَلَا يَقْتَرِشْ أَحَدُكُمْ ذِرَاعِيَهُ اقْتِرَاشَ الْكَلْبِ»

رحمہ

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم سجدے میں اعتدال والی ہیئت اختیار کرو اور تم میں سے کوئی شخص کتے کی مانند اپنی کلائیوں کو نہ بچھائے۔

تخریج

صحیح البخاری - مواہبات الصلاة (۵۰۹) صحیح البخاری - الأذان (۷۸۸) صحیح مسلم - الصلاة (۴۹۳) جامع الترمذی - الصلاة (۲۷۶) سنن النسائي - الافتتاح (۱۰۲۸) سنن النسائي - التطبيق (۱۱۰۳) سنن النسائي - التطبيق (۱۱۱۰) سنن ابی داود - الصلاة (۸۹۷) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۸۹۲) مسند احمد - باقی مسند الکثرین (۱۰۹/۳) مسند احمد - باقی مسند الکثرین (۱۷۷/۳) مسند احمد - باقی مسند الکثرین (۱۷۹/۳) مسند احمد - باقی مسند الکثرین (۱۹۲/۳) مسند احمد - باقی مسند الکثرین (۲۳۱/۳) مسند احمد - باقی مسند الکثرین (۲۷۹/۳) مسند احمد - باقی مسند الکثرین (۲۹۱/۳) سنن الدارمی - الصلاة (۱۳۲۲)

شرح الحديث

قوله: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «اعْتَدُوا فِي السُّجُودِ: یعنی سجدہ میں توسط اختیار کرو، نہ تو یہ کہ کفین کیساتھ مرتفعین کو بھی زمین پر رکھ کر پھیلاؤ اور نہ یہ ہو کہ ان کو بالکل سکیڑ لو، حاصل یہ کہ نہ تو کامل بسط یدین ہو اور نہ ہی کامل قبض یدین بلکہ ذرا عین مبسوط اور مرتفع الارض ہوں اور کفین مفترش علی الارض ہوں اور بعض حواشی سے معلوم تا ہے کہ اعتدال جس کے اصل معنی میانہ روی اور توسط کے ہیں یہاں مراد نہیں بلکہ مراد یہ ہے سجدہ درست طریقہ سے کرو اور درست طریقہ وہی ہے جو اوپر لکھا گیا۔

۸۹۸

- حَدَّثَنَا مُعِيْنَةُ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عُثَيْبِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ الْأَصْحَمِ، عَنْ مَيْمُونَةَ، «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا سَجَدَ، جَافَى بَيْنَ يَدَيْهِ، حَتَّى لَوْ أَنَّ بَهْمَةً أَرَادَتْ أَنْ تَمُرَّ تَحْتَ يَدَيْهِ مَرَّتَ»

حضرت میمونہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب سجدہ فرماتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے پہلوؤں سے اتنا دور فرمادیتے کوئی بکری کا بچہ آپ کے دونوں ہاتھوں کے نیچے سے گزرنا چاہتا تو گزر جاتا۔

صحیح مسلم - الصلاة (۴۹۶) صحیح مسلم - الصلاة (۴۹۷) سنن النسائي - التطبیق (۱۱۰۹) سنن النسائي - التطبیق (۱۱۴۷) سنن ابی داؤد - الصلاة (۸۹۸) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۸۸۰) مسند احمد - باقي مسند الانصار (۳۲۱/۶) مسند احمد - باقي مسند الانصار (۳۲۲/۶) مسند احمد - باقي مسند الانصار (۳۲۳/۶) مسند احمد - باقي مسند الانصار (۳۲۵/۶) سنن الدارمي - الصلاة (۱۲۳۰) سنن الدارمي - الصلاة (۱۲۳۱) سنن الدارمي - الصلاة (۱۲۳۲)

۸۹۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ التَّقِیُّنِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ، عَنْ التَّمِیْمِيِّ، الَّذِي يُحَدِّثُ بِالتَّفْسِيرِ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: «أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خَلْفِهِ، فَرَأَيْتُ بَيَاضَ إِبْطِئِهِ وَهُوَ مُجْتَمِعٌ، قَدْ فَرَّجَ بَيْنَ يَدَيْهِ».

تمیمی جو کہ تفسیر بیان کرتے ہیں، نے ابن عباس سے نقل کیا کہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کے پیچھے سے آیا تو میں آپ کی بغلوں کی غیدی دیکھی اور آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے پہلوؤں سے جدا کر رکھا تھا۔

سنن ابی داؤد - الصلاة (۸۹۹) مسند احمد - من مسند بنی ہاشم (۲۹۲/۱) مسند احمد - من مسند بنی ہاشم (۳۰۲/۱) مسند احمد - من مسند بنی ہاشم (۳۰۵/۱) مسند احمد - من مسند بنی ہاشم (۳۱۷/۱) مسند احمد - من مسند بنی ہاشم (۳۱۷/۱) مسند احمد - من مسند بنی ہاشم (۳۵۴/۱) مسند احمد - من مسند بنی ہاشم (۳۶۲/۱) مسند احمد - من مسند بنی ہاشم (۳۶۵/۱)

قوله: عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خَلْفِهِ، فَرَأَيْتُ بَيَاضَ إِبْطِئِهِ وَهُوَ مُجْتَمِعٌ: اس سے مقصود کیفیت سجود ہی کو بیان کرنا ہے، بیاض البطن کا نظر آنا اسی وقت ہو سکتا ہے جب ہاتھ پہلو سے جدا ہوں، اور ایک روایت میں ہے کان إذا سجد جمع^۱، آگے روایت میں جو آ رہا ہے یعنی قَدْ فَرَّجَ بَيْنَ يَدَيْهِ ما قبل ہی کی تفسیر ہے، ہڈیۃ ابطنین بارے میں شرح میں لکھا ہے کہ ممکن ہے اس وقت آپ کے بدن کے بالائی حصہ پر چادر نہ ہو یا ہو لیکن چھوٹی ہو اس زمانہ میں مردوں کا عام طور سے ازار اور رداء تھا قمیص کے وہ لوگ زیادہ عادی نہ تھے ورنہ ظاہر ہے کہ لبس قمیص کی صورت میں بیاض ابطنین کا نظر آنا مشکل ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ممکن ہے وہ قمیص واسع الکمین ہو، اور ایک قول یہ بھی ہے ممکن ہے راوی کی مراد یہ ہو کہ آپ ﷺ نے سجدہ اس طرح کیا کہ اگر بالفرض آپ کے جسم پر اس وقت کپڑا نہ ہوتا تو بیاض ابطنین نظر آ جاتی۔

کیا آپ ﷺ کی بغلین متجرد عن الشعر تھیں: اس حدیث سے قرطبی نے استنباط کیا کہ آپ ﷺ کی بغلوں میں بال نہ تھے اس پر حافظ عراقی نے (تقریب الأسانید میں) اشکال کیا ہانہ لم یثبت بالاحتمال، بل لم یرد فی کتاب معتمد، والخصائص لا تثبت بالاحتمال^۲، اور بیاض البطن سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ وہاں بال نہ آگے ہوں اس

① أن النبي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كان إذا سجد جمع

② وما ادعاء من كون هذا من الخصائص فيه نظر إذ لم يثبت ذلك بوجه من الوجوه بل لم يرد ذلك في شيء من الكتب المعتمدة والخصائص لا تثبت بالاحتمال (طرح التثريب في شرح التقریب - ج ۲ ص ۸۱)

لئے کہ جب بالوں کا تنف کر دیا جائیگا جیسا کہ سنت ہے تو صرف سفیدی باقی رہ جائیگی اسی لئے بعض روایات میں آتا ہے کُنْثُ أَنْظُرُوا إِلَى عَفْرَةٍ إِطْلَهُ إِذَا سَجَدَ، اور عَفْرَةُ اس سفیدی کو کہتے ہیں جو خالص نہ ہو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رنگت بالوں ہی کا اثر تھا ہاں اس بات کے ہم معتقد ہیں کہ آپ ﷺ کی بغلیں رانجہ کر یہہ سے بالکل محفوظ تھیں۔

ملا علی قارئی لکھتے ہیں کہ بال ہونے کے باوجود رانجہ کر یہہ کا نہ ہونا اَبْلَغُ فِي الْكَرَامَةِ (زیادہ اونچی بات) ہے نسبت اس کے کہ بال ہی نہ ہوں۔^۱

۹۰۰ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ بْنُ أَبِرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا عَمَّادُ بْنُ رَاشِدٍ، حَدَّثَنَا الْحَسَنُ، حَدَّثَنَا أَحْمَرُ بْنُ جَزْءٍ، صَاحِبُ تَرْسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ إِذَا سَجَدَ، جَآئَ عَصْدِيهِ عَنْ جَنْبَيْهِ، حَتَّى نَأْوِي لَهُ».

ترجمہ: احمر بن جزء حضور ﷺ کے صحابی کہتے ہیں کہ حضور ﷺ جب سجدے میں تشریف لے جاتے تو اپنے دونوں بازوؤں کو اپنے دونوں پہلوؤں سے اس قدر دور رکھتے کہ ہم آپ پر رحم کھایا کرتے۔

سنن ابی داود - الصلاة (۹۰۰) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۸۸۶) مسند احمد - اول مسند الکوفیین (۳۴۲/۴) مسند احمد - اول مسند البصریین (۳۱/۵)

شرح الحديث: كَانَ إِذَا سَجَدَ، جَآئَ عَصْدِيهِ عَنْ جَنْبَيْهِ، حَتَّى نَأْوِي لَهُ: نَأْوِي جمع مکمل کا صیغہ ہے اوی یا وئی از باب صَوَّب اس کے معنی رقت اور ترحم کے ہیں ای حتی ندرجہ لہ، سجدہ کا جو مسنون طریقہ ہے کہ دونوں بازو اور کہنیاں پہلوؤں سے جدا رہیں کہنیاں زمین سے اٹھی رہیں سب اعضا جدا جدا رہیں جسم کا پچھلا حصہ یعنی سرین کو اونچا رکھا جائے تاکہ پیشانی اور ناک زمین پر بوجھ پڑ کر اچھی طرح متمکن ہو جائیں، اس میں آدمی کو مشقت ضرور لاحق ہوتی ہے خصوصاً جبکہ سجدہ بھی دراز اور بہت اطمینان کے ساتھ ہو جیسے آپ ﷺ کا ہوا کرتا تھا اسی لئے صحابی راوی حدیث فرما رہے ہیں کہ ہمیں آپ پر رحم آنے لگتا تھا۔

۹۰۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ دَرَّاجٍ، عَنْ ابْنِ حَجَّوْدَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا سَجَدَ أَحَدُكُمْ، فَلَا يَفْتَرِشْ يَدَيْهِ أَفْتَرِاشَ الْكَلْبِ، وَلْيَضْمَعْ فَخَذَيْهِ».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص سجدہ میں جائے تو کلب کی طرح اپنی کلاسیاں زمین نہ پھیلانے اور اسکو چاہئے کہ اپنی دونوں رانوں کو ملا لے۔

جامع الترمذی - الصلاة (۲۶۹) سنن الدسائی - الطبیعی (۱۰۹۱) سنن ابی داود - الصلاة (۹۰۱) مسند احمد - ہائی مسند الکفریین (۲۸۱/۲) سنن الداہمی - الصلاة (۱۲۲۱)

شرح الحديث: قوله: إِذَا سَجَدَ أَحَدُكُمْ، فَلَا يَفْتَرِشْ يَدَيْهِ أَفْتَرِاشَ الْكَلْبِ، وَلْيَضْمَعْ فَخَذَيْهِ: دو متعارض حدیثوں

میں تطبیق: اس روایت میں سجدہ کی حالت میں ضم فخذین کا امر وارد ہے، حالانکہ اس سے پہلے ابواب رفع الیدین میں ابو حمید ساعدی کی حدیث میں گزر چکا ہے وَإِذَا سَجَدَ فَتَرَجَّ بَيْنَ يَدَيْهِ^①، تاہم دونوں میں منافات ہے ویکذا اقبال صاحب عون المعبود^②، لیکن حضرت بذل بین لکھتے ہیں کہ ان دونوں کا مفہوم جدا جدا ہے لہذا کوئی منافات نہیں اس لئے کہ جس روایت میں تفرج کا ذکر ہے اس سے مراد تفرج بین الفخذین واطن ہے، جیسا کہ آگے خود اسی روایت میں اسکی طرف اشارہ ہے جس کے لفظ یہ ہیں وَإِذَا سَجَدَ فَتَرَجَّ بَيْنَ يَدَيْهِ غَيْرَ حَافِلٍ بَطْنُهُ عَلَى شَيْءٍ مِنْ فَيْحَيْهِ، یہ جملہ تفرج بین الفخذین ہی کی تفسیر ہے اور یہاں حدیث الباب میں فخذین کا آپس میں ضم مراد ہے لہذا کچھ تعارض نہیں^③، اور صاحب منہل نے دوسری توجیہ اختیار کی وہ یہ کہ تفرج والی روایت کو جو از پر اور اس دوسری حدیث کو استحباب پر محمول کیا^④، اب رہ گیا مسئلہ کہ حضرات فقہاء اس میں کیا فرماتے ہیں فخذین کے درمیان آپس میں تفرج ہونی چاہئے یا ضم؟ اس کے بارے میں حضرت تحریر فرماتے ہیں کہ اگرچہ علامہ شوکانی نے یہ لکھا ہے کہ یہ حدیث تفرج بین الفخذین کی مشروعیت پر دلالت کرتی ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں، حضرت فرماتے ہیں کہ یہ مسئلہ کوئی اجماعی نہیں ہے اور نہ مجھے کتب احناف والکیہ میں اسکی تصریح ملی ہے^⑤۔

احقر کہتا ہے کہ اس میں معناد بین العلماء تو عملاً تفرج ہی ہے جیسا کہ وہ مشاہد ہے لیکن تفرج اور ضم امور اضافیہ میں سے ہیں، فالظاهر ترکھما علی حالهما یقصد الضم ولا التفرج، پس جس حدیث میں تفرج مذکور ہے اس سے مراد عدم الضم ہے اور جہاں ضم مذکور ہے اس سے مراد ترک تفرج ہے نہ کہ ضم حقیقی، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

۱۶۰۔ بَابُ الرُّخْصَةِ فِي ذَلِكَ لِلْقُسُودِ

بحالت سجدہ دو ہاتھوں کو پہلوؤں سے ملانے کی اجازت کا بیان

ذلک کا اشارہ صفت سجود یعنی سجدہ کی کیفیت مسنونہ کی طرف ہے، یعنی بعض روایات سے اس میں گنجائش معلوم ہوتی ہے اس کا بیان۔

۹۰۲۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ سُمَيٍّ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: اشْتَكَيْ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَشَقَّةَ السُّجُودِ عَلَيْهِمْ إِذَا انْفَرَجُوا، فَقَالَ: «اسْتَعِينُوا بِالرُّكْبِ».

① سنن ابی داود - کتاب الصلاة - باب افتتاح الصلاة ۷۳۰

② عون المعبود شرح سنن ابی داود - ج ۳ ص ۱۶۸

③ بذل المجہود فی حل ابی داود - ج ۵ ص ۱۷۱

④ المنہل العذب المریود شرح سنن ابی داود - ج ۵ ص ۳۵۱

⑤ بذل المجہود فی حل ابی داود - ج ۵ ص ۱۷۱-۱۷۲

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں شکایت کی کہ ہم جب بحالت سجدہ کشادہ ہوتے ہیں (اپنے ہاتھوں کو پہلوؤں سے اور پیٹ کی رانوں سے الگ کرتے ہیں) تو ہم مشقت میں ہو جاتے ہیں تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تم گھٹنوں سے مدد حاصل کرو (کہنیوں کو گھٹنوں پر رکھو)۔

جامع الترمذی - الصلاة (۲۸۶) سنن ابی داؤد - الصلاة (۹۰۲) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۳۴۰/۲)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: اشْتَكَيْتُ أَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَشَقَّةَ السُّجُودِ الخ: یعنی بعض صحابہؓ نے آپ ﷺ سے یہ عرض کیا کہ جب ہم مسنون طریقہ کے مطابق سجدہ کرتے ہیں اور کہنیوں کو فخذین سے جدا رکھتے ہیں اور سب اعضاء کو الگ الگ رکھتے ہیں تو اس میں مشقت ہوتی ہے، تو آپ ﷺ نے ان کو استعانت بالركب کی اجازت دیدی کہ کہنیوں کے سرے سجدہ میں گھٹنوں پر رکھ لیا کریں تاکہ سہولت ہو جائے، لیکن ظاہر ہے کہ یہ ہیئت سجدہ کی ہیئت مسنونہ کے خلاف اور مکروہ ہے۔

حدیث الباب گذشتہ احادیث کے خلاف ہے: قویہ حدیث گذشتہ احادیث کے خلاف ہوئی جن میں تفریح کا حکم مذکور ہے، اس کا جواب ایک تو یہ ہو سکتا ہے جس کی طرف اشارہ الکوکب الدرہی^۱ میں ہے کہ یہ رخصت ترک تفریح کی بالعموم نہیں ہے بلکہ ان بعض ضعیفاء صحابہ کے لئے ہے جنہوں نے آپ ﷺ سے مشقت کی شکایت کی تھی اور یا پھر یہ کہا جائے کہ اس حدیث کی سند پر امام ترمذیؒ نے کلام فرمایا ہے، وہ یہ کہ اس کی سند میں اضطراب ہے لیث نے اس حدیث کو موصولاً اور ان کے علاوہ دوسرے متعدد دروہ سفیان وغیرہ نے اس کو مرسل روایت کیا ہے لہذا یہ روایت موصولہ شاذ اور غیر معروف ہے، اگرچہ حضرت سہارنپوریؒ نے بذل میں امام ترمذیؒ کے اس نقد کو تسلیم نہیں کیا^۲، اور طحاوی شریف^۳ کی ایک روایت سے لیث کی متابعت ثابت کی ہے، واللہ اعلم۔

۱۶۱ - بَابُ فِي التَّخَصُّصِ وَالْإِقْعَاءِ

من لم یسکس کو کھسر پر ہاتھ رکھنے اور اقعاء کرنے کا بیان (۵۵)

ترجمہ الباب میں دو جزء مذکور ہیں لیکن حدیث الباب میں صرف تخصیص مذکور ہے اقعاء کا کوئی ذکر اس میں نہیں اس سے پہلے باب الاقعاء بین السجدتین گزر چکا لہذا یہ جزء ثانی ترجمہ الباب میں ہونا نہیں چاہئے۔

۹۰۳ - حَدَّثَنَا هَذَا بَنُ الشَّرِيفِ، عَنْ وَكِيعٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ زِيَادِ بْنِ صَبِيحٍ الْحُفَيفِيِّ، قَالَ: صَلَّيْتُ إِلَى جَنْبِ ابْنِ عُمَرَ،

① الکوکب الدرہی علی جامع الترمذی - ج ۱ ص ۲۸۵

② بذل المجہود فی حل ابی داؤد - ج ۵ ص ۱۷۳

③ شرح معانی الآثار - کتاب الصلاة - باب التطبيق فی الركوع ۱۳۷۶ (ج ۱ ص ۲۳۰)

قَوْصَعُكَ يَدَيَّ عَلَى خَاصِرَتِي، فَلَمَّا صَلَّى، قَالَ: «هَذَا الصَّلْبُ فِي الصَّلَاةِ، وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَى عَنْهُ».

ترجمہ

زیاد بن صبیح الحنفی کہتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن عمرؓ کے پہلو میں نماز پڑھی تو میں نے اپنے دونوں ہاتھ اپنے دونوں پہلوؤں پر رکھے جب عبد اللہ بن عمرؓ نماز سے فارغ ہوئے تو انہوں نے ارشاد فرمایا یہ ہیئت ایسی ہے جیسا کہ کسی کو نماز میں سولی پر چڑھایا جا رہا ہو حضور ﷺ نے نماز میں اس ہیئت کو اختیار کرنے سے منع فرمایا۔

تخریج

سنن النسائي - الافتتاح (۸۹۱) سنن أبي داود - الصلاة (۹۰۳) مسند أحمد - مسند البکری من الصحابة (۲۰/۲)

مسند أحمد - مسند البکری من الصحابة (۱۰۶/۲)

شرح الحديث

قوله: إِلَى جَنْبِ ابْنِ عُمَرَ، قَوْصَعُكَ يَدَيَّ عَلَى خَاصِرَتِي، فَلَمَّا صَلَّى، قَالَ: هَذَا الصَّلْبُ فِي الصَّلَاةِ: زیاد بن صبیح کہتے ہیں کہ ایک روز میں نے حضرت ابن عمرؓ کے برابر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور دونوں ہاتھ بجائے باندھنے کے اپنے دونوں پہلوؤں پر (کو کھ) پر رکھ لئے جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ یہ تو صلب یعنی سولی کی ہیئت ہے جو تم نے نماز میں اختیار کی اس لئے کہ مصلوب کو (جس کو سولی پر چڑھایا جائے) اس کے دونوں ہاتھ پھیلا کر لٹکا دیا جاتا ہے، اور یہاں پر بھی کو کھ پر ہاتھ رکھنے کی صورت میں پوری تو نہیں آدھی ہاتھ پھیلی ہوئی رہتی ہے۔

اس حدیث میں نماز کے قیام میں کو کھ پر ہاتھ رکھنے سے منع کیا گیا ہے، اور اس کو صلب کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اسی کو مختصر بھی کہتے ہیں جو کہ ترجمہ الباب میں مذکور ہے، آگے کتاب میں ایک باب اور آ رہا ہے بَابُ الرَّجُلِ يُصَلِّيُ مُخْتَصِرًا، جس کے ذیل میں مصنفؒ نے یہ حدیث ذکر کی ہے تھی رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَنِ الْاِخْتِصَارِ فِي الصَّلَاةِ^①، وہاں مصنف نے اختصار کی تفسیر بھی یہی کی ہے یعنی کو کھ پر ہاتھ رکھنا مختصر اور اختصار کی تفسیر میں اس کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں:

① وضع اليد على الخاصرة كما تقدم وهو الرأجح عند المصنف، ② اخذ المختصر قباليذ، لا تهيىء منى كهرأ هو، ③ اختصار السورة، پوری سورت نہ پڑھنا بلکہ اس کا کچھ حصہ پڑھنا، ④ اختصار الصلوة، نماز مختصر سی پڑھنا بغیر طہائنت کے، ⑤ ترك آية السجدة۔

معنی اول جو مصنفؒ نے اختیار کئے ہیں اس سے منع کی حکمت میں مختلف اقوال ہیں: ① التشبة بابليس، کہ ابلیس کو جب آسمانوں سے اتار گیا تو وہ اس ہیئت سے اتر اٹھا، ② التشبة باليهود، ③ راحة اهل النار، جہنمی جب جہنم میں تھک جائیں گے تو سہارے کیلئے ایسا کریں گے، ④ شكل اهل المصيبة، کہ مصیبت زدہ لوگ ماتم میں کھڑے ہو کر اس طرح کو کھ پر ہاتھ رکھ لیا کرتے ہیں۔

یہ تھمر، جمہور کے نزدیک مکروہ اور ظاہریہ کے نزدیک حرام ہے۔

تنبیہ: سنن ابو داؤد کے ابواب یا احادیث میں تکرار نہیں ہے، شاذ و نادر پوری کتاب میں دو تین جگہ کہیں ہوگا، یہ موقع بھی انہیں مواقع میں سے ہے جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں۔

۱۶۶۲۔ بَابُ الْبُكَاءِ فِي الصَّلَاةِ

نماز میں رونے کا بیان

۹۰۹۔ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنِ سَلَامٍ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ يَعْنِي ابْنَ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا حَمَّادُ يَعْنِي ابْنَ سَلَمَةَ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ مُطَرِّبٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: «رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَيَبْكُ بَكَاءً زَبَدًا كَزَبَدِ الْبَحْرِ مِنَ الْبُكَاءِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ».

ترجمہ: مطرف اپنے والد عبد اللہ بن شخیر سے نقل کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کو نماز میں اس طرح روتے ہوئے دیکھا کہ آپ کے سینہ سے اس طرح آواز آرہی تھی جیسا کہ چلی کے گھونے کی آواز ہوتی ہے۔

شرح: سنن النسائي - السهو (۱۲۱/۴) سنن ابی داؤد - الصلاة (۹۰/۴) مسند احمد - اول مسند المدینین رضی اللہ عنہم جمعین (۲۵/۴) مسند احمد - اول مسند المدینین رضی اللہ عنہم جمعین (۲۶/۴)

شرح الحديث: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنِ سَلَامٍ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَيَبْكُ بَكَاءً زَبَدًا كَزَبَدِ الْبَحْرِ مِنَ الْبُكَاءِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. یعنی آپ ﷺ کی نماز میں بعض مرتبہ رونے کی مسلسل دھیمی دھیمی ایسی آواز سیدہ مبارک سے سنائی دیتی تھی جیسے چلی کی چلنے کی آواز ہوتی ہے اور نساء کی روایت میں ہے کَازِبِرُ الْفَرْجِ جَل، ہانڈی کے پکنے اور چوش مارنے کی آواز۔ اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے، جمہور علماء ائمہ ثلاث فرماتے ہیں کہ بکاء فی الصلاة اللہ کے خوف اور ذکر آخرت، جنت و دوزخ کیوجہ سے ہو تو کچھ مضائقہ نہیں، اور اگر کسی دنیوی عوارض مرض وغیرہ کیوجہ سے ہے تب یہ آواز سے رونا مفسد صلاۃ ہے، اور شافعیہ کے نزدیک مطلقاً خواہ خوف آخرت سے ہو یا کسی تکلیف کیوجہ سے مفسد ہے بشرطیکہ رونے کی آواز میں کم از کم دو حروف پیدا ہو جائیں، بشرط أن صدر منہ حرفان، اور شعبی، نخعی، ثوری، کے نزدیک بھی البکاء والآنین یفسد الصلاۃ ہے^۱۔

ائمہ ثلاث جو تفصیل کے قائل ہیں وہ دلیل میں یہ فرماتے ہیں کہ آہ بکاء یہ بھی ذکر ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ ابراہیم علیہ السلام کی مدح فرمائی ہے إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيمٌ^۲، ایک دوسری آیت میں ہے، خَرُّوا سُجَّدًا وَبُكِيًّا^۳، اور ایسے ہی حدیث الباب بھی انکی دلیل ہے۔

① فتوح الباری شرح صحیح البخاری - ج ۲ ص ۲۰۶

② یحک ابراہیم علیہ السلام زانم دل تھا محل کرنے والا (سورۃ التوبہ ۱۲۴)

③ کرتے سجدہ میں اور روتے ہوئے (سورۃ مریم ۵۸)

۱۶۳۔ باب کراهية الوضوء وحديث النفس في الصلاة

نماز میں وساوس کو سوچنے اور آپسے باتیں کرنے کی ممانعت کا بیان

۹۰۵۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ حَبِيلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرِو، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يَعْقِبٍ ابْنِ سَعْدٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ وَضُوءَهُ، ثُمَّ صَلَّى رَكَعَتَيْنِ لَا يَسْهُو فِيهِمَا، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ».

زید بن خالد الجہنی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص وضو کرے اور وضو عمدہ طریقے سے کرے پھر دو رکعت (تختہ المسجد) اس طرح پڑھے کہ اس میں وہ (وساوس میں لگ کر) اپنی نماز سے غافل نہ ہو تو اس کے تمام گزشتہ گناہ (صغیرہ) معاف کر دیے جائیں گے۔

سنن ابی داود - الصلاة (۹۰۵) مسند احمد - مسند الشاميين (۱۱۷/۴)

شرح الحديث قوله: ثُمَّ صَلَّى رَكَعَتَيْنِ لَا يَسْهُو فِيهِمَا، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ: بذل میں اس کی شرح اس طرح لکھی ہے اُی لا یغفل عن الصلاة لا شغاله بأحد من النفس والوساوس ①۔

وساوس اور خیالات دو طرح کے ہوتے ہیں اختیاری اور اضطراری، نیز مایعقل بال دنیا و مایعقل بال دین، اس کی تفصیل ابواب الوضوء میں باب صفۃ وضوء النبی ﷺ میں لا یجدت فیہما نفسہ کی شرح میں گزر چکی ②۔

۹۰۶۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحَبَابِ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْهَوْلَانِيِّ، عَنْ جَبْرِ بْنِ عُقَيْبٍ الْخَضِرِيِّ، عَنْ عُقَيْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ أَحْدَى بِوُضْءِهِ أَحْسَنَ الْوُضْءِ، وَبَصَلَى رَكَعَتَيْنِ، يُقْبِلُ بِقَلْبِهِ وَوَجْهِهِ عَلَيْهِمَا، إِلَّا وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ».

عقبہ بن عامر الجہنی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص وضو کرے اور اچھے طریقے سے وضو کرے اور دو رکعتیں اس طرح پڑھے کہ اپنے دل اور اپنے چہرہ سے نماز کی طرف متوجہ ہو (نہ اپنے آپ کو وساوس میں مشغول کرے اور نہ چہرے قبلہ کے علاوہ کی طرف پھیرے) ایسے شخص کیلئے جنت کا وعدہ ہے۔

صحیح مسلم - الطهارة (۲۳۴) سنن النسائي - الطهارة (۱۵۱) سنن ابی داود - الصلاة (۹۰۶) مسند احمد - مسند

الشاميين (۱۴۶/۴) مسند احمد - مسند الشاميين (۱۵۳/۴)

① بذل الجهود فی حل ابی داود - ج ۵ ص ۱۷۷

② سنن ابی داود - کتاب الطهارة - باب صفۃ وضوء النبی ﷺ ص ۱۰۶

۱۶۴ - باب الفتح علی الإمام فی الصلاة

نماز میں اپنے امام کو لقمہ دینے کا بیان

یعنی امام کو اگر قرأت میں کوئی باغ پیش آئے آگے پڑھنے سے تو مقتدی اس کا راستہ کھول سکتا ہے جس کو ہمارے محاورہ میں لقمہ دینا کہتے ہیں۔

۹۰۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، وَسَلِيمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الدِّمَشْقِيُّ، قَالَا: أَخْبَرَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ، عَنْ يَحْيَى الْكَاهِلِيِّ، عَنِ الْمُسَوِّدِ بْنِ يَزِيدَ الْأَسَدِيِّ الْمَالِكِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ يَحْيَى وَهُمَا قَالَ: شَهِدْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - يَقْرَأُ فِي الصَّلَاةِ فَتَوَلَّى شَيْئًا لَمْ يَقْرَأْهُ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، تَرَكْتَ آيَةً كَذَا وَكَذَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «هَلَّا أَذْكَرْتَنِيهَا». قَالَ سَلِيمَانُ فِي حَدِيثِهِ: قَالَ: «كُنْتُ أُرَاهَا تُسَيِّحُ»، وَقَالَ سَلِيمَانُ: قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ كَثِيرٍ الْأَزْدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْمُسَوِّدُ بْنُ يَزِيدَ الْأَسَدِيُّ الْمَالِكِيُّ

مسور بن یزید کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ یحییٰ کاہلی نے کہا کہ مسور بن یزید نے کبھی یہ الفاظ کہتے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں دوران قرأت کچھ (ایک آیت) بھولے سے چھوڑ گئے تو ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپے فلاں آیت کو چھوڑ دیا ہے تو نبی اکرم ﷺ نے اس سے ارشاد فرمایا تم نے مجھے کیوں یاد نہ دلائی۔ سلیمان راوی نے اپنی حدیث میں اضافہ کیا کہ اس شخص نے جواب میں عرض کیا کہ میں سمجھا کہ یہ آیت منسوخ ہو گئی ہوگی سلیمان بن عبد المظن استاد نے حدیث یحییٰ بن کثیر کہا ہے (مروان بن معاویہ کے بعد راوی کو اس طرح ذکر کیا جبکہ محمد بن علاء نے اس روایت کو مروان بن معاویہ کے بعد معنعن کر کے عن یحییٰ الکاہلی کے لفظ سے ذکر کیا تھا)۔

حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدِّمَشْقِيُّ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ شُعَيْبٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْعَلَاءِ بْنُ زُبَيْرٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "صَلَّى صَلَاةً، فَقَرَأَ فِيهَا فَلَيْسَ عَلَيْهِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ لِأَيٍّ: «أَصَلَّيْتَ مَعَنَا؟» قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: «فَعَا مَنَعَكَ».

عبد اللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ایک نماز پڑھی جس میں جہری قرأت فرمائی تو آپ ﷺ پر قرأت مشتبہ ہو گئی جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہو کر مقتدیوں کی طرف مڑے تو آپ ﷺ نے ابی بن کعب سے ارشاد فرمایا کیا تم نے ہمارے ساتھ نماز ادا کی ہے انہوں نے عرض کیا جی ہاں تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا پھر تمہیں کس چیز نے مجھے لقمہ دینے (بتانے) سے روکا تھا۔

شرح الحديث

قوله: فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَرَأْتُ آيَةَ كَذَا وَكَذَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «هَلَا أَكْزَفْتِهَا». رجل سے مراد ابی بن کعبؓ ہیں آپ ﷺ سے نماز کے اندر بعض آیات سہوارہ گئی تھیں حضرت ابیؓ نے نماز کے بعد عرض کیا، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے نماز ہی میں وہ آیات کیوں نہ یاد دلائیں۔

مذایب ائمہ: فتح علی الامام کے بارے میں منہل میں تین مذہب لکھے ہیں: ① منصور باللہ کے نزدیک واجب ہے، ② فرقہ زیدیہ کے امام زید بن علی کے نزدیک مکروہ ہے، ③ عند الجمهور والاثنية الأربعة جائز بل مستحب عند الضرورة۔ پھر آگے تفصیل میں اختلاف ہے چنانچہ ایک قول یہ ہے کہ اگر امام قرأت کی مقدار مفروض پڑھ چکا ہو تو پھر فتح علی امام نہ کرے (یعنی فی الفرض) نیز لقمہ دینے کا حق اس صورت میں ہے جبکہ امام قرأت سے رکار ہے اور اگر وہ دوسری آیت کی طرف منتقل ہو جائے تب لقمہ نہ دے اور اگر دے گا تو فاتح کی نماز فاسد ہو جائیگی اور امام کی بھی اگر اس نے لقمہ لے لیا یہ گفتگو اس فتح میں ہے جو اپنے امام کے لئے ہو، اور اگر کوئی نمازی لقمہ دے اپنے امام کے علاوہ کسی اور کو خواہ وہ شخص مصلی ہو یا غیر مصلی تو اس صورت میں حنفیہ و مالکیہ کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی اور حنابلہ کے نزدیک مکروہ (من المنہل) ④۔

۱۶۵ - بَابُ التَّهْمِي عَنِ التَّلْقِينِ

نماز میں امام کو لقمہ دینے کی ممانعت کا بیان ۸۵۰
تلقین سے مراد وہی فتح علی امام ہے، اسکو اطعام امام بھی کہہ سکتے ہیں جیسا کہ اس اثر علی سے معلوم ہوتا ہے جو آگے آ رہا ہے۔

۹۰۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ بَجْدَةَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ الْفَرِیَّانِيُّ، عَنْ يُونُسَ بْنِ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْحَرِثِ، عَنْ عَلِيٍّ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَا عَلِيُّ، لَا تَفْتَحْ عَلَى الْإِمَامِ فِي الصَّلَاةِ». قَالَ ابْنُ دَاوُدَ: «أَبُو إِسْحَاقَ، لَمْ يَسْمَعْ مِنَ الْحَرِثِ، إِلَّا أَرْبَعَةَ أَحَادِيثَ، لَيْسَ هَذَا مِنْهَا».

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اے علیؓ نماز میں امام کو لقمہ مت دو (یہ حدیث ضعیف ہے یا اس صورت پر محمول ہے جب بلا ضرورت لقمہ دیا جائے) امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ ابو اسحاق حارث الاغور سے صرف چار حدیثیں سنی ہیں اور یہ حدیث ان چار حدیثوں میں نہیں ہے۔

سنن ابی داؤد - الصلاة (۹۰۸) - مسند احمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (۱/۱۴۶)

شرح الحديث حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ بَجْدَةَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَا عَلِيُّ، لَا تَفْتَحْ عَلَى الْإِمَامِ فِي

الصلاة: یہ حدیث باب سابق کی حدیث کے خلاف ہے اس میں امام کو لقمہ دینے کی ممانعت ہے جیسا کہ زید بن علی کا مذہب ہے، اور ائمہ اربعہ کے یہ خلاف ہے جواب یہ ہے جیسا کہ مصنف خود فرما رہے ہیں کہ حدیث منقطع ہے اس لئے کہ ابواسحاق نے یہ حدیث حارث سے نہیں سنی، دوسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی سند میں حارث اعمش ہے جس کو کذاب کہا گیا ہے، قال ابن حبان کان غالباً فی التشیع، نیز یہ حدیث حضرت علیؑ کی اس حدیث موقوف کے خلاف ہے جس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے إِذَا اسْتَطَعْتَكَ الْإِمَامُ فَأَطِيعْهُ کہ جب تم سے امام لقمہ طلب کرے تو اس کو لقمہ دیدیا کرو ①۔

۱۶۶۔ باب الايقاعات في الصلاة

نماز میں دو سری طرف متوجہ ہونے کا بیان

نماز میں التفات کی تین صورتیں ہیں: ①. تحویل الوجہ، ②. تحویل الصدر، ③. صرف العین، قسم اول مکروہ ہے اور قسم ثانی مفید صلاۃ استقبال قبلہ فوت ہو جانے کی وجہ سے، حنفیہ اور شافعیہ دونوں کے نزدیک، اور قسم ثالث صرف خلاف اولیٰ ہے منافی خشوع ہونے کی وجہ سے۔

۹۰۹۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا الْأَخُوصِ، يُحَدِّثُنَا فِي مَجْلِسِ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، قَالَ: قَالَ أَبُو ذَرٍّ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا يَزَالُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ مُقْبِلًا عَلَى الْعَبْدِ، وَهُوَ فِي صَلَاتِهِ، مَا لَمْ يَلْتَفِتْ، فَإِذَا التَّفَتَ انْصَرَفَ عَنْهُ».

حضرت ابو ذرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ پاک نمازی بندہ کی طرف متوجہ رہتے ہیں (اس پر نظر رحمت فرماتے ہیں اور ثواب عطا کرتے ہیں) جب تک وہ نماز میں اپنی گردن کا رخ نہ پھیریں جب وہ نماز اپنی گردن کا رخ پھیر لیتا ہے تو اللہ پاک اس سے اعراض فرماتے ہیں۔

شرح سنن النسائي - السهو (۱۱۹۵) سنن ابی داؤد - الصلاة (۹۰۹) مسند احمد - مسند الانصار، رضي الله عنهم (۱۷۲/۵) سنن الدارمي - الصلاة (۱۴۲۳)

تولہ: لَا يَزَالُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ مُقْبِلًا عَلَى الْعَبْدِ: یعنی اللہ تعالیٰ بندہ کی طرف جب وہ نماز پڑھتا ہے رحمت کے ساتھ متوجہ رہتے ہیں جب تک بندہ نماز میں ادھر ادھر التفات نہ کرے اور جب التفات کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی توجہ اس کی طرف سے ہٹا لیتے ہیں۔

۹۱۰۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَخُوصِ، عَنْ الْأَشْعَثِ بْنِ يُونُسَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْيَقَاتِ الرَّجُلِ فِي الصَّلَاةِ؟ فَقَالَ: «إِنَّمَا هُوَ اخْتِلَاسٌ يَخْتَلِسُهُ الشَّيْطَانُ مِنْ صَلَاةِ الْعَبْدِ».

حضرت عائشہ فرماتی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ ایک آدمی نماز میں دائیں بائیں پانی گردن پھیرتا ہے اس کا کیا حکم ہے تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ فعل درحقیقت ثواب کو چھین لینے کی مانند ہے کہ شیطان آدمی کو نماز میں دائیں بائیں پھیر کر اس کی نماز میں ثواب کا حصہ چھین لیتا ہے۔

صحیح البخاری - الأذان (۷۱۸) صحیح البخاری - بدء الخلق (۳۱۱۷) جامع الترمذی - الجمعة (۵۹۰) سنن النسائي - السهو (۱۱۹۶) سنن النسائي - السهو (۱۱۹۹) سنن ابی داؤد - الصلاة (۹۱۰) مسند أحمد - باقي مسند الانصار (۷۰/۶) مسند أحمد - باقي مسند الانصار (۱۰۶/۶)

قوله: إِيْمَاهُوَ اخْتِلَاسٌ يَخْتَلِسُهُ الشَّيْطَانُ مِنْ صَلَاةِ الْعَبْدِ: اختلاس یعنی اچک لینا اور کسی سے کوئی چیز تیزی سے چھین لینا، یہاں پر خشوع کا چھین لینا مراد ہے یعنی جو شخص نماز میں کسی دوسری چیز کی طرف التفات کرتا ہے تو گویا یوں سمجھو کہ شیطان نے اس شخص کی نماز کا خشوع اچک لیا۔

۱۶۷۔ بَابُ السُّجُودِ عَلَى الْأَنْفِ

ناک پر سجدہ کرنے کا بیان

۹۱۱۔ حَدَّثَنَا مُوَمَّلُ بْنُ الْقُضَلِ، حَدَّثَنَا عِيسَى، عَنْ مُعْمَرٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُئِيَ عَلَى جَبْهَتِهِ، وَعَلَى أَرْنَبَيْهِ الْاُتْرَاطِينَ مِنْ صَلَاةٍ صَلَّاهَا بِالنَّاسِ، قَالَ أَبُو عَلِيٍّ: هَذَا الْحَدِيثُ لَمْ يَقْرَأْهُ ابُو دَاؤُدَ فِي الْعُرُصَةِ الرَّابِعَةِ.

حضرت ابو سعید خدری فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو ایک نماز پڑھائی تھی اس کے سبب آپ کی پیشانی مبارک کے بالائی حصہ پر مٹی کا نشان دیکھا گیا ابو علی لؤلؤی کہتے ہیں کہ امام ابو داؤد نے اپنے شاگردوں پر اس کتاب ابو داؤد کی جب چوتھی بار قرأت کی تو اس حدیث کو نہیں پڑھا۔

صحیح البخاری - الأذان (۶۳۸) صحیح البخاری - الأذان (۷۸۰) صحیح البخاری - الأذان (۸۰۱) صحیح البخاری - صلاة التراويح (۱۹۱۲) صحیح البخاری - صلاة التراويح (۱۹۱۴) صحیح البخاری - الاعتكاف (۱۹۲۳) صحیح البخاری - الاعتكاف (۱۹۳۱) سنن النسائي - التطبيق (۱۰۹۵) سنن النسائي - السهو (۱۳۵۶) سنن ابی داؤد - الصلاة (۹۱۱) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۷/۳) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲۴/۳) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۶۰/۳) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۷۴/۳) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۹۴/۳) موطأ مالك - الاعتكاف (۷۰۱)

اس باب میں جو حدیث مذکور ہے وہ قریب ہی میں چند باب پہلے گزر چکی ہے اسی لئے آگے کتاب میں آرہا ہے قَالَ أَبُو عَلِيٍّ: هَذَا الْحَدِيثُ لَمْ يَقْرَأْهُ ابُو دَاؤُدَ فِي الْعُرُصَةِ الرَّابِعَةِ، ابو علی مصنف کے شاگرد صاحب النسخ فرماتے ہیں کہ امام ابو داؤد نے جب اپنی اس کتاب کو تلامذہ پر چوتھی بار پیش کیا تو اس حدیث کو نہیں پڑھا بلکہ چھوڑ دیا۔

واپس نہیں آئیں گی یعنی سلب کر دیا جائیگی۔

یہاں پر اشکال یہ ہے کہ اس حدیث کے دونوں جملوں یعنی شرط و جزاء میں مناسبت و مطابقت کیا ہے؟ اس لئے کہ صحابہؓ کو جو فعل یہاں مذکور ہے وہ رفع اہدی الی السماء ہے اور وعید فرما رہے ہیں آپ ﷺ رفع بصر الی السماء پر اسکا اس سے کیا جوڑ؟ اس کے دو جواب ہو سکتے ہیں اول یہ کہ اس حدیث میں کسی راوی سے اختصار ہو اختصار محل وہ یہ کہ غالباً روایت میں اس طرح ہو گا لڑ آی فیہ ناساً یصلون مافیہم و ابصارہم الی السماء، جیسا کہ اس سے اگلی روایت میں آرہا ہے، راوی نے اختصار کیا اور صرف ایک جزء ذکر کیا اور آپ ﷺ کی جانب سے وعید اس جزء ثانی پر ہے جس کو اس نے حذف کر دیا، اور یہاں یہ کہا جائے کہ یہاں پر خلط بین الحدیثین ہو گیا راوی نے ایک ٹکڑا اس حدیث کا لے لیا اور دوسرا ٹکڑا دوسری حدیث کا۔

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ نماز کی حالت میں اوپر کی جانب دیکھنا جمہور علماء کے نزدیک مکروہ ہے حرام نہیں گو وعید اس کے بارے میں شدید ہے اور ابن حزم ظاہری نے اس میں مبالغہ کیا وہ کہتے ہیں ایسا کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

۹۱۳ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، حَدَّثَهُمْ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ بَالَ أَقْوَامٌ يَرَفُونَ أَبْصَارَهُمْ فِي صَلَاتِهِمْ»، فَأَشْتَدَّ قَوْلُهُ فِي ذَلِكَ فَقَالَ: «لَيَنْتَهَنَّ عَنْ ذَلِكَ أَوْ لَيُخْطَفَنَّ أَبْصَارُهُمْ».

انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں کو کیا ہوا کہ وہ اپنی نمازوں میں اپنی نگاہوں کو آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے اس فعل کی سخت برائی ارشاد فرمائی اور ارشاد فرمایا یہ لوگ اس کام سے لازماً جائے کہیں ایسا نہ ہوا انکی آنکھوں کی پینائی چھین لی جائے۔

صحیح البخاری - الأذان (۷۱۷) سنن النسائي - السهو (۱۹۳) سنن ابی داؤد - الصلاة (۹۱۳) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۱۰۴۴) مسند احمد - باقي مسند المكثرين (۱۰۹/۲) مسند احمد - باقي مسند المكثرين (۱۱۲/۳) مسند احمد - باقي مسند المكثرين (۱۱۵/۳) مسند احمد - باقي مسند المكثرين (۱۱۶/۳) مسند احمد - باقي مسند المكثرين (۱۴۰/۳) مسند احمد - باقي مسند المكثرين (۲۵۸/۳) سنن الدارمي - الصلاة (۱۳۰۲)

شرح الحدیث: قَوْلُهُ: لَيَنْتَهَنَّ عَنْ ذَلِكَ أَوْ لَيُخْطَفَنَّ أَبْصَارُهُمْ: یہ دونوں مضارع مجہول بانون تاکید ثقیلہ کے صیغے ہیں، یعنی یا تو بالضرور بچا جائے اس حرکت سے ورنہ نگاہیں اچک لی جائیں گی۔

۹۱۴ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا سَفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فِي حَمِيصَةٍ لَهَا أَعْلَامٌ، فَقَالَ: «شَغَلَنِي أَعْلَامُ هَذِهِ، اذْهَبُوا بِهَا إِلَى أَبِي جَهْمٍ، وَأَتُونِي بِأَنْبِجَانِيَّةٍ».

۱ اور بعض شرح نے اس حدیث کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ نماز مومن کی معراج اور باری تعالیٰ کی تجلی کا محل ہے نمازی پر نماز میں آسمان کی طرف سے انوار کا نزول ہوتا ہے تو ایسی حالت میں اوپر کی طرف دیکھنے میں نظر کو نقصان پہنچے اور نگاہ کے خراب ہو جائے گا اندر سے جس طرح آفتاب کی طرف دیکھنا مضر ہوتا ہے۔

حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسی چو کور دھاری دار (اونی یا ریشمی) چادر میں نماز ادا فرمائی اور نماز کے بعد ارشاد فرمایا مجھے اس چادر کی دھاریوں (منقش قیل بوٹیوں) نے نماز میں غافل کر دیا یہ چادر ابو جہم کو دے دو اور ان کی موٹی (گاڑھی، اونی) چادر لے آؤ..... (یہ چادر سادہ سی تھی اسپر دھاریاں نہ تھیں)۔

۹۱۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي الزِّنَادِ، قَالَ: سَمِعْتُ هِشَامًا، يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، بِهَذَا الْحَبَرِ، قَالَ: وَأَخَذَ كُزْدِيًّا كَانَ لِأَبِي جَهْمٍ، فَقِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ الْخَمِيصَةُ كَانَتْ خَيْرًا مِنَ الْكُزْدِيَّةِ.

حضرت عائشہ سے گزشتہ حدیث مروی ہے اس میں یہ اضافہ ہے ہشام راوی نے کہا حضور ﷺ نے کر دنی چادر (یہ گاڑھے کپڑے کی ایک گھٹیا سی چادر ہوتی ہے) لے لی جو ابو جہم کی تھی آپ سے عرض کیا گیا خمیصر (جھار والی عمدہ اونی ریشمی چادر) اس کر دنی سے بہتر ہے۔

صحیح البخاری - الصلاة (۳۶۶) صحیح البخاری - الأذان (۷۱۹) صحیح البخاری - اللباس (۵۴۷۹) صحیح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (۵۵۶) سنن النسائي - القبلة (۷۷۱) سنن أبي داود - الصلاة (۹۱۴) سنن ابن ماجه - اللباس (۳۵۵۰) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۳۷/۶) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۴۶/۶) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۱۷۷/۶) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۱۹۹/۶) موطأ مالك - النداء للصلاة (۲۲۰)

شرح الأحادیث قولہ: فَقَالَ: «شَغَلْتَنِي أَعْلَامُ هَذِهِ، أَذْهَبُوا بِهَا إِلَى أَبِي جَهْمٍ، وَأَتَوِي بِأُنْجَانِيَّةٍ». ابو جہم ایک صحابی ہیں جن کا نام بعض کہتے ہیں عبید ہے یا عامر بن حذیفہ، انہوں نے آپ ﷺ کی خدمت میں ایک پھول دار چادر ہدیہ کی تھی آپ نے اس کو اوڑھ کر نماز پڑھی اور نماز سے فارغ ہو کر اس کو فوراً اتار دیا اور فرمایا کہ اس کے نقش و نگار نے مجھے اپنی طرف مشغول کر لیا اور فرمایا کہ اس کو ابو جہم کے پاس لے جاؤ اور ان کے پاس سے اُنْجَانِيَّة یعنی سادی چادر لے آؤ، دوسری چادر آپ ﷺ نے اس لئے منگائی تاکہ ہدیہ دینے والے کی دل شکنی نہ ہو۔

اُنْجَانِيَّة میں ہمزہ پر فتح اور کسرہ دونوں جائز ہے، انجان ایک موضع ہے یہ اس کی طرف نسبت ہے، امام بخاریؒ نے بھی اس حدیث کو باب الالتفات فی الصلاة میں ذکر کیا ہے۔

ایک اشکال وجواب: یہاں پر یہ سوال ہوتا ہے کہ بہت سے واقعات صحابہ کرام و اولیاء کے سیرت کی کتابوں میں ایسے ملتے ہیں کہ انکو نماز کی حالت میں ایسی مشغولی ہوتی تھی کہ کسی دوسری چیز کی طرف قطعاً التفات نہ ہوتا تھا حتیٰ کہ نماز کی حالت میں لنگے بدن میں سے تیر نکال لیا گیا اور انکو اسکا احساس تک نہ ہوا، تو پھر آپ ﷺ کی نماز میں یہ اعلام خمیصر کیسے موثر ہو گئے؟ جواب اس کا یہ ہے کہ یہ اشکال بظاہر ابو داؤد کی روایت کے الفاظ پر ہو سکتا ہے اس لئے کہ اس میں شغلی مذکور ہے، دوسری کتب حدیث میں الفاظ اور طرح ہیں ان پر یہ اشکال واقع نہیں ہوتا چنانچہ بخاری کے الفاظ ہیں أَخْبَثْتُ أَنْ تَفْتِنَنِي، اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کو ان اعلام نے مشغول نہیں کیا تھا بلکہ آپ ﷺ نے صرف اس کا اندیشہ محسوس کیا تھا، اسی طرح موطأ مالک کے لفظ

ہیں فکاہ بقیہ، اور ایک جواب میری سمجھ میں یہ آتا ہے کہ اس حدیث کی تاویل کی کوئی حاجت نہیں بلکہ حدیث اپنے ظاہر پر ہے اور اس کا منشاء نقص نہیں بلکہ کمال ہے وہ یہ کہ آپ ﷺ کا باطن اور قلب انور اغیار اور غیر حق سے اس قدر پاک صاف اور شفاف تھا کہ اس میں معمولی سے معمولی تغیر بھی محسوس ہوتا تھا جیسے اگر کوئی ورق نہایت صاف اور سفید ہو تو اس پر ذرا سا میل بھی محسوس ہوتا ہے بخلاف رنگین کاغذ کے کہ اس پر معمولی سے نشان کا پتہ بھی نہیں چلتا، مجھے اس سے بڑی مسرت ہوئی کہ بعد میں یہ مضمون مجھے علامہ سندھیؒ کے کلام حاشیہ نسائی میں بھی مل گیا اور انہوں نے اسی طرح کی بات اس حدیث کے ذیل میں بھی لکھی ہے جس میں یہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ صبح کی نماز میں سورہ روم تلاوت فرما رہے تھے اور آپ ﷺ پڑھتے پڑھتے اٹکنے لگے تو آپ ﷺ نے نماز سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا: مَا بَالُ أَقْوَامٍ يُصَلُّونَ مَعَنَا لَا يُحْسِنُونَ الطُّهُورَ، فَيَأْتِمُنَا رَيْلِسُ عَلَيْنَا الْقُرْآنَ أَوْ لَيْكُ؟

۱۶۹۔ بَابُ الرَّخْصَةِ فِي ذَلِكَ

نماز میں دائیں بائیں دیکھنے کی اجازت کا بیان

یعنی نظری الصلاة کی اجازت اور منجائش۔

۱۶۹۔ حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِي النَّبِيتِ، عَنْ زَيْدٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَلَامٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي السَّلَوِيُّ هُوَ أَبُو كَيْسَةَ، عَنْ سَهْلِ بْنِ الْحِظْلِيِّ، قَالَ: «ثُبَّ بِالصَّلَاةِ - يَعْنِي صَلَاةَ الصُّبْحِ -، فَجَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَهُوَ يَلْتَفِتُ إِلَى الشَّعْبِ»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَكَانَ أُرْسِلَ فَأُرْسَى إِلَى الشَّعْبِ مِنَ اللَّيْلِ يَخْرُسُ».

حضرت سہل بن حنظلہ کہتے ہیں کہ نماز..... نماز فجر کی اقامت ہو چکی تھی اور رسول اللہ ﷺ نماز ادا فرما رہے تھے آپ دوران نماز گھائی کی جانب دیکھ رہے تھے امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شہسوار کو رات پہرا دینے کیلئے گھائی کی جانب روانہ کیا تھا۔

مضمون حدیث: عَنْ سَهْلِ بْنِ الْحِظْلِيِّ، قَالَ: «ثُبَّ بِالصَّلَاةِ - يَعْنِي صَلَاةَ الصُّبْحِ -، فَجَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَهُوَ يَلْتَفِتُ إِلَى الشَّعْبِ»: ایک مرتبہ کی بات ہے کہ صبح کی نماز کیلئے اقامت کہی جا رہی تھی بلکہ آپ ﷺ نے نماز بھی شروع کر دی تھی اس کے باوجود آپ ﷺ نماز کی حالت میں سامنے پہاڑی کی جانب بار بار دیکھتے تھے، امام

① حوث کتب قولہ شغلتنی اعلامہ ہذا مبنی علی أن القلب قد بلغ من الصفاء عن الأغیار الغایة حتی ینظر فیہ أدنی شیء ینظر لک ذلک إذا نظرت إلی ثوب بلع فی البیاض الغایة الخ (سنن النسائی بحاشیة السنذی - ج ۲ ص ۴۰۶ - ۴۰۷)۔

② جو لوگ اچھی طرح وضو کر کے نہیں آتے ایسے ہی لوگوں کی وجہ سے ہماری نماز میں خلل واقع ہوتا ہے (سنن النسائی - کتاب الافتتاح - باب القراءة فی الصبح بالروم ۹۴۷)۔

ابوداؤد خود اس حدیث کی شرح میں آگے فرما رہے ہیں کہ آپ ﷺ نے ایک سفر میں کسی گھوڑے سوار کو ایک پہاڑی کی جانب بھیجا تھا رات میں قافلہ کی نگرانی اور پہرہ دینے کیلئے، یہ روایت مفصلاً کتاب الجہاد باب فضل الحرمین^۱ کے ذیل میں آئے گی۔

آپ ﷺ نے سفر میں اس منزل سے جہاں قافلہ ٹھہرا ہوا تھا رات میں پہرہ دینے کیلئے ایک صحابی کو جن کا نام انس بن مرثد الغنوی ہے، سامنے ایک پہاڑی پر رات گزارنے کیلئے بھیجا تھا صبح ہونے پر آپ ﷺ کو ان صحابی کی واپسی کا انتظار تھا آپ صحابہ سے بھی دریافت فرماتے تھے اور خود بھی بار بار اس پہاڑی کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھتے تھے حتیٰ کہ نماز میں بھی آپ نے ایک آدھ مرتبہ اس طرف دیکھا، اسی لئے مصنف نے اس حدیث پر باب الرخصة فی ذلک ترجمہ قائم فرمایا کہ دینی مصلحت اور اپنے مسلمان بھائی کے خیال اور فکر میں نماز میں بھی اگر التفات کی نوبت آجائے تو کیا مضائقہ ہے بلکہ عین مصلحت ہے۔

دراصل آپ ﷺ تو ان جہاد کے سفروں میں صحابہ کرام کی فوجوں کی ساتھ سپہ سالار اور کمانڈر کی حیثیت سے ہوتے تھے اب فوج کی مصالحہ پر نظر اور ان کا خیال و فکر کمانڈر کے فرائض منصبی میں سے ہے، نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کمال یہ ہے کہ جس وقت اور محل کو جو مقتضی اور حق ہے اس کو ادا کیا جائے نہ یہ کہ آدمی ہر وقت اپنی بزرگی ہی میں بس مستغرق رہے۔

۱۷۰۔ باب العمل فی الصلاة

نماز میں سنائی مسئلہ کام کرنے کا حکم

یعنی جو عمل اعمال صلاۃ کی جنس سے نہ ہو، ظاہر ہے کہ وہ نماز میں جائز نہ ہونا چاہئے، اب یہ کہ اس کے اندر کچھ گنجائش ہے یا نہیں؟ سو اس کا ضابطہ فقہاء نے یہ لکھا ہے کہ اگر وہ عمل قلیل ہے تو جائز ہے اور کثیر ہے تو ناجائز اور مفسد صلاۃ ہے۔

عمل قلیل وکثیر کا فرق: اب یہ کہ قلت اور کثرت کا معیار کیا ہے؟ ایک قول اس میں یہ ہے کہ جس کام میں دونوں ہاتھ کے استعمال کی ضرورت پڑے وہ کثیر ہے اور جو ایک ہاتھ سے ہو سکتا ہے وہ قلیل اسی لئے کہا گیا ہے کہ اگر نماز میں کوئی شخص اپنے قمیص میں گھنڈی لگائے تو چونکہ یہ کام دونوں ہاتھوں سے کرینکا ہے اسی لئے نماز فاسد ہو جائیگی اور اگر گھنڈی کا بند کھولے تو فاسد نہ ہوگی، اور دوسرا قول یہ ہے کہ جو عمل ایسا ہو کہ اسکے کرنے والے کی طرف دیکھ کر اس بات کا یقین ہو کہ یہ شخص نماز میں نہیں ہے تو وہ کثیر ہے اور جو ایسا نہ ہو وہ قلیل ہے اور یہی قول اصح ہے، اسی طرح اس مسئلہ کی تفریع میں لکھا ہے کہ اگر کوئی عورت نماز میں اپنے بچے کو اٹھا کر دودھ پلائے تو نماز فاسد ہو جائے گی عمل کثیر کی وجہ سے اور اگر صرف گود میں اٹھائے تو فاسد نہ ہوگی۔

۹۱۷۔ حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ، عَنْ أَبِي قَعَادَةَ، «أَنَّ رَسُولَ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ يُصَلِّي وَهُوَ حَامِلٌ أُمَامَةً يَنْتَبِهُتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِذَا سَجَدَ وَصَعَقَهَا،

وَإِذَا قَامَ حَمَلُهَا».

ابو قتادہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اس حال میں نماز ادا فرما رہے تھے کہ آپ اپنی صاحبزادی زینب کی بیٹی امامہ کو اٹھائیں ہوئے تھے جب آپ ﷺ سجدے میں جاتے تو امامہ کو اپنے کندھے سے زمین پر اتار دیتے اور جب آپ ﷺ قیام کرتے تو امامہ کو اپنے کندھے پر اٹھا لیتے۔

صحیح البخاری - الصلاة (۴۹۴) صحیح البخاری - الأدب (۵۶۵۰) صحیح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (۵۴۳) سنن النسائي - المساجد (۷۱۱) سنن النسائي - السهو (۱۲۰۴) سنن النسائي - السهو (۱۲۰۵) سنن ابی داود - الصلاة (۹۱۷) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۲۹۵/۵) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۲۹۶/۵) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۳۰۳/۵) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۳۰۴/۵) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۳۱۰/۵) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۳۱۱/۵) موطأ مالك - النداء للصلاة (۴۱۲) سنن الدارمی - الصلاة (۱۳۵۹)

۹۱۸ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ يَعْنَى، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَّمِيِّ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا قَتَادَةَ، يَقُولُ: «بَيْنَمَا نَحْنُ فِي الْمَسْجِدِ جُلُوسٌ، خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْمِلُ أَمَامَهُ بِنْتُ أَبِي الْعَاصِ بْنِ الرَّبِيعِ، وَأُمُّهَا زَيْنَبُ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهِيَ صَبِيَةٌ يَحْمِلُهَا عَلَى عَاتِقِهِ، فَصَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهِيَ عَلَى عَاتِقِهِ، يَضَعُهَا إِذَا رَكَعَ، وَيُعِيدُهَا إِذَا قَامَ، حَتَّى قَضَى صَلَاتَهُ يَفْعَلُ ذَلِكَ بِهَا».

ابو قتادہ کہتے ہیں کہ ہم مسجد میں بیٹھے تھے کہ جناب نبی اکرم ﷺ ہمارے پاس امامہ بنت ابی العاص کو اٹھائے ہوئے تشریف لائے۔ ان امامہ کی والدہ نبی پاک ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینب ہیں۔ یہ امامہ بچی تھیں حضور ﷺ امامہ کو اپنے کندھے پر اٹھائے ہوئے تھے حضور ﷺ نے امامہ کو اپنے کندھے پر اٹھائے ہوئے نماز ادا فرمائی آپ ﷺ جب رکوع میں جاتے تو انکو زمین پر اتار دیتے اور جب قیام کی طرف کھڑے ہوتے تو امامہ کو دوبارہ اپنے کندھے پر بیٹھا لیتے نماز کے ختم تک حضور ﷺ اسی طرح فرماتے رہے۔

صحیح البخاری - الصلاة (۴۹۴) صحیح البخاری - الأدب (۵۶۵۰) صحیح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (۵۴۳) سنن النسائي - المساجد (۷۱۱) سنن النسائي - السهو (۱۲۰۴) سنن النسائي - السهو (۱۲۰۵) سنن ابی داود - الصلاة (۹۱۸) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۲۹۵/۵) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۲۹۶/۵) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۳۰۳/۵) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۳۰۴/۵) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۳۱۰/۵) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۳۱۱/۵) موطأ مالك - النداء للصلاة (۴۱۲) سنن الدارمی - الصلاة (۱۳۵۹)

شرح الحدیث قولہ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْمِلُ أَمَامَهُ بِنْتُ أَبِي الْعَاصِ بْنِ الرَّبِيعِ: یہ ایک مشہور حدیث ہے جو صحیحین اور سنن سبھی جگہ مذکور ہے وہ یہ کہ حضور ﷺ کی سب سے بڑی صاحبزادی حضرت زینب جن کے شوہر ابو العاص بن الربیع ہیں انکی چھوٹی بچی جسکا نام امامہ تھا اسکو بعض اوقات حضور ﷺ اپنے کندھے پر بٹھا کر نماز پڑھا کرتے تھے جب رکوع اور سجدہ میں جاتے تو اسکو اتار دیتے اور جب کھڑے ہوتے تو پھر اٹھا لیتے اس بچی کی والدہ یعنی حضرت زینب کی وفات

حضور ﷺ کی حیات میں ۸۰ میں ہو گئی تھی غالباً یہ گود میں لینے کا قصہ اسی وقت کا ہے کہ آپ ﷺ اس بچی کو دلہاری اور نگرانی کے طور پر لے کر رہے ہوں گے یا بیان جواز کیلئے تاکہ لوگوں کو مسئلہ معلوم ہو جائے کہ یہ مفسد صلاۃ نہیں ہے۔

حمل الصبی فی الصلوة: اب یہ کہ فقہاء اس میں کیا فرماتے ہیں؟ سو جمہور علماء اور ائمہ ثلاث کے نزدیک تو ایسے ہی ہے ضرورتاً ایسا کر سکتے ہیں مفسد صلاۃ نہیں ہے، لیکن علماء مالکیہ اس میں بڑے متردد ہیں کیونکہ وہ اس کو عمل کثیر سمجھتے ہیں، پھر اس کی ان سے مختلف توجیہات منقول ہیں ایک توجیہ یہ کی گئی ہے کہ یہ نفل نماز کا قصہ ہے، لیکن بعض دوسرے علماء نے اس کی تردید کی ہے کیونکہ مسلم کی روایت میں تصریح ہے کہ اس وقت میں آپ ﷺ امامت فرماتے تھے، تو ظاہر ہے کہ فرض نماز ہوگی نفل نماز میں آپ کی امامت معبود نہیں ہے، اور ایک توجیہ یہ کی گئی ہے کہ آپ ﷺ نے ضرورتاً مجبوری کے درجہ میں ایسا کیا ہے اس وقت میں اس بچی کی کوئی دیکھ بھال کرنا والا نہ تھا، اور ایک توجیہ امام مالک سے یہ منقول ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے تحریم العمل فی الصلاۃ سے پہلے کا قصہ ہے۔

امام نوویؒ نے ان تمام توجیہات کو باطل قرار دیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ حدیث اس کے جواز میں صریح اور صحیح ہے، اور یہ قواعد شرع کے بھی خلاف نہیں ہے اس لئے کہ انسان پاک ہے اور جو نجاست اس کے پیٹ کے اندر ہے وہ اپنے معدن میں ہونے کی وجہ سے معفو عنہ ہے، وہ فرماتے ہیں اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ثیاب اطفال اور ان کے اجسام سب طہارت پر محمول ہیں تا وقتیکہ نجاست ان کی ثابت نہ ہو جائے^۱، وفي الدار المختار حمل الصبی فی الصلوة مکروہۃ، اور انہوں نے حدیث کا جواب یہ دیا ہے کہ یہ منسوخ ہے **إِنَّ فِي الصَّلَاةِ لَشُغْلًا** حدیث کی بناء پر^۲، صاحب بدائع نے اس حدیث کو عذر اور حاجت پر محمول کیا ہے کہ مجبوری کی حالت میں ایسا کر سکتے ہیں^۳۔

امام کے بارے میں لکھا ہے کہ حضرت فاطمہؓ جو کہ ان کی خالہ تھیں ان کی وصیت کے مطابق ان کی وفات کے بعد حضرت علیؓ نے امامت سے شادی کر لی تھی مگر ان سے حضرت علیؓ کے کوئی اولاد نہیں۔

تنبیہ: حضور ﷺ کا امامہ کو نماز میں بار بار گود میں لینے اور اتارنے میں جو عمل کثیر پائے جانے کا اشکال ہوتا ہے اس کا جواب ہمارے مشائخ یہ دیتے ہیں کہ دار صل امامہ آپ ﷺ سے بہت مانوس تھی آپ ﷺ ذرا سا اشارہ فرماتے وہ گود میں سے اتر جاتی اور اسی طرح پھر بعد میں معمولی اشارہ سے گود میں چڑھ جاتی تھی۔

۹۱۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الزَّيْدِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ ثَعْلَبَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّمَعِيِّ، قَالَ:

۱ النہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج - ج ۵ ص ۳۲

۲ مد المختار علی الدار المختار - ج ۲ ص ۴۲۵

۳ بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع - ج ۲ ص ۲۴۱ - ۲۴۲

سَمِعْتُ أَبَا قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيَّ، يَقُولُ: «رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيَ لِلنَّاسِ وَأَمَامَهُ بِنْتُ أَبِي الْعَاصِ، عَلَى عُنُقِهِ، فَإِذَا سَجَدَ وَضَعَهَا». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَلَمْ يَسْمَعْ خُرْمَةَ مِنْ أَبِيهِ، إِلَّا خَدِيقًا وَاحِدًا».

ترجمہ ابو قتادہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ لوگوں کو اس حال میں نماز پڑھا رہے ہیں کہ امامہ بنت ابی العاص آپ کے کندھے پر بیٹھی ہوتی تھیں جب آپ ﷺ سجدے میں جاتے تو امامہ کو زمین پر اتار دیتے امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ خرمہ نے اپنے والد سے صرف ایک حدیث سنی ہے۔

حج صحیح البخاری - الصلاة (۴۹۴) صحیح البخاری - الأدب (۵۶۵۰) صحیح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (۵۴۳) سنن النسائي - المساجد (۷۱۱) سنن النسائي - السهو (۱۲۰۴) سنن النسائي - السهو (۱۲۰۵) سنن ابی داؤد - الصلاة (۹۱۹) مسند احمد - باقي مسند الانصار (۲۹۵/۵) مسند احمد - باقي مسند الانصار (۲۹۶/۵) مسند احمد - باقي مسند الانصار (۳۰۳/۵) مسند احمد - باقي مسند الانصار (۳۰۴/۵) مسند احمد - باقي مسند الانصار (۳۱۰/۵) مسند احمد - باقي مسند الانصار (۳۱۱/۵) موطأ مالك - النداء للصلاة (۴۱۲) سنن الدارمي - الصلاة (۱۳۵۹)

۹۲۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ خَلْفٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شَلَحٍ الزُّرِّيِّ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ، صَاحِبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «يَتَّبَعَانِي نَتَلَطَّظُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلصَّلَاةِ فِي الظُّهْرِ، أَوِ الْعَصْرِ، وَقَدْ دَعَا بِإِلَالٍ لِلصَّلَاةِ، إِذْ خَرَجَ الْبَنَاءُ وَأَمَامَهُ بِنْتُ أَبِي الْعَاصِ بِنْتُ ابْنِهِ عَلَى عُنُقِهِ، فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَصَلَاةٍ وَنُفِئْنَا خَلْفَهُ، وَهِيَ فِي مَكَانِهَا الَّذِي هِيَ فِيهِ». قَالَ: «فَكَثُرَ فَكَثُرْنَا». قَالَ: «حَتَّى إِذَا أَرَادَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَرْكَعَ، أَخَذَهَا فَوَضَعَهَا، ثُمَّ رَكَعَ وَسَجَدَ، حَتَّى إِذَا فَرَغَ مِنْ سُجُودِهِ، لَمْ يَأْمُرْ، أَخَذَهَا فَرَدَّهَا فِي مَكَانِهَا، فَمَا زَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ بِهَا ذَلِكَ فِي كُلِّ رُكْعَةٍ حَتَّى فَرَغَ مِنْ صَلَاتِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ».

ترجمہ حضور ﷺ کی صحابی ابو قتادہ سے روایت ہیں کہ ہم نبی پاک ﷺ کا ظہر یا عصر کی نماز میں ایک دفعہ انتظار کر رہے تھے اور بلا ل حضور ﷺ کو نماز کے متعلق دعوت بھی دے چکے تھے کہ اچانک حضور ﷺ ہمارے پاس اس حال میں تشریف لائے کہ امامہ بنت ابی العاص حضور ﷺ کی نواسی آپ ﷺ کے کندھے پر تھیں پس حضور ﷺ اپنے مصلے پر کھڑے ہوئے اور ہم آپ ﷺ کی اقتداء میں آپ کے پیچھے کھڑے ہو گئے اور امامہ اسی جگہ تھیں جہاں وہ تھیں یعنی حضور ﷺ کے کندھے پر پس حضور ﷺ نے تکبیر تحریمہ کہی ہم نے بھی تکبیر کہی۔ ابو قتادہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے رکوع کا ارادہ فرمایا تو امامہ کو اپنی گردن سے زمین پر بٹھا دیا پھر آپ ﷺ نے رکوع سجدہ فرمایا جب سجدوں سے فارغ ہو کر قیام کیلئے کھڑے ہو گئے تو آپ ﷺ نے امامہ کو اسی جگہ (اپنے کندھے) پر دوبارہ بٹھا دیا حضور ﷺ ہر رکعت میں اسی طرح کرتے ہیں یہاں تک آپ کی نماز مکمل ہو گئی۔

صحیح البخاری - الصلاة (۴۹۴) صحیح البخاری - الأدب (۵۶۵۰) صحیح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (۵۴۳) سنن النسائي - المساجد (۷۱۱) سنن النسائي - السهو (۱۲۰۴) سنن النسائي - السهو (۱۲۰۵) سنن أبي داود - الصلاة (۹۲۰) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۲۹۵/۵) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۲۹۶/۵) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۳۰۳/۵) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۳۰۴/۵) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۳۱۰/۵) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۳۱۱/۵) موطأ مالك - البناء للصلاة (۴۱۲) سنن الدارمي - الصلاة (۱۳۵۹)

۹۲۱ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ النَّبَارِثِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ صَمْعَةَ بْنِ جَوْشَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اتَّقُوا الْأَسْوَدَيْنِ فِي الصَّلَاةِ: الْحِجَّةَ، وَالْعَقْرَبَ".

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا نماز میں سانپ اور بچھو کو مار ڈالو۔

جامع الترمذی - الصلاة (۳۹۰) سنن النسائي - السهو (۱۲۰۲) سنن النسائي - السهو (۱۲۰۳) سنن أبي داود - الصلاة (۹۲۱) سنن ابن ماجہ - إتمام الصلاة والسنة فيها (۱۲۴۵) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲۳۳/۲) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲۴۸/۲) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲۵۵/۲) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲۸۴/۲) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۴۷۳/۲) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۴۷۵/۲) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۴۹۰/۲) سنن الدارمي - الصلاة (۱۵۰۴)

شرح الحديث قوله: اتَّقُوا الْأَسْوَدَيْنِ فِي الصَّلَاةِ: الْحِجَّةَ، وَالْعَقْرَبَ: اسوین یعنی سانپ اور بچھو ایسے ہی اور کوئی موذی جانور نماز میں اسکو ضربہ واحد یا ضربتین سے مارنا جائز ہے، نہ مفسد صلاۃ ہے اور نہ مکروہ، کیونکہ شارع اللہ ﷻ اسکی اجازت دے رہے ہیں بلکہ آپ ﷺ سے عملاً بھی یہ ثابت ہے، ایک مرتبہ جبکہ آپ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے ایک بچھو نے آپ ﷺ کے ڈنک مارا تو آپ ﷺ نے اسکو اپنے پاؤں سے کچل کر مار دیا اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا لَعَنَ اللَّهُ الْعَقْرَبَ لَا تُبَالِي نَبِيًّا وَلَا غَيْرَهُ ۚ

مذایب ائمہ: اب اگر اس کے قتل میں عمل کشیر پایا گیا تو اس صورت میں حنفیہ شافعیہ کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی، اور منہل ۱ میں لکھا ہے کہ حنابلہ کے کلام سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ ان کے یہاں عمل قلیل اور کشیر کا فرق نہیں بلکہ مطلقاً جائز ہے، ایسے ہی حنفیہ میں سے صاحب مبسوط علامہ سرخسیؒ کی بھی یہی رائے ہے، اور تیسرا مذہب اس میں ابراہیم نخعی وغیرہ کا ہے ان کے نزدیک اسودین کا قتل نماز میں مکروہ ہے۔

۹۲۲ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، وَمُسَدَّدٌ، وَهَذَا الْقُطَيْبُ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَشْرُوعِيُّ ابْنُ الْمُفَضَّلِ، حَدَّثَنَا بُرْدٌ، عَنْ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: "كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ أَحْمَدُ - يُصَلِّي وَالْبَابُ عَلَيْهِ مُغْلَقٌ، فَجِئْتُ فَاسْتَفْتَحْتُ - قَالَ أَحْمَدُ - فَمَشَى فَفَتَحَ لِي، ثُمَّ رَجَعَ إِلَى مُصَلَّاهُ، وَذَكَرَ أَنَّ الْبَابَ كَانَ فِي الْقُبْلَةِ".

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز ادا فرما رہے تھے..... امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا..... اور دروازہ بند تھا میں دوران نماز آئی اور میں نے دروازہ کھٹکھٹایا..... احمد بن حنبلؒ استاد نے فرمایا..... پھر حضور ﷺ چلے اور آپ ﷺ نے میرے لئے دروازہ کھولا پھر آپ ﷺ اپنی نماز کی جگہ اُلٹے پاؤں لوٹ گئے اور راوی نے بتلایا کہ دروازہ جانب قبلہ میں تھا۔

جامع الترمذی - الجمعة (۶۰۱) سنن النسائي - السهو (۱۲۰۶) سنن أبي داود - الصلاة (۹۲۲)

قولہ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَالْبَابُ عَلَيْهِ مُغْلَقٌ. فَجِئْتُ فَاسْتَفْتَحْتُ. حضرت عائشہ فرماتی ہیں ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ آپ ﷺ حجرہ شریفہ میں نماز پڑھ رہے تھے اور حجرہ کا دروازہ اس وقت اندر سے بند تھا تو ایسے وقت میں جبکہ آپ ﷺ نماز میں مشغول تھے، میں باہر کی طرف سے آئی اور میں نے استفتح یعنی دروازہ کھلوانے کے لئے دستک دی، تو آپ ﷺ نے ایک دو قدم چل کر دروازہ کھول دیا اور پھر اپنی نماز پڑھنے کی جگہ آگئے، فقہاء نے لکھا ہے کہ ایک دو قدم عمل کثیر نہیں ہے، ہاں تو ای اقدام یعنی ایک ہی رکن میں مسلسل تین قدم چلنا یہ عمل کثیر اور مفسد صلاۃ ہے صرف ایک دو قدم آگے پیچھے ہونے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

ایک قوی اشکال اور اس کی تشریح: یہاں تک تو اس حدیث میں کوئی بات قابل اشکال نہیں آگے ایک جملہ آرہا ہے وَذَكَرَ أَنَّ الْبَابَ كَانَ فِي الْقِبْلَةِ. یعنی عروہ نے یہ بھی نقل کیا کہ حجرہ شریفہ کا باب قبلہ کی جانب میں تھا اس جملہ پر بڑا اشکال ہو رہا ہے، اشکال کی توضیح یہ ہے کہ اہل مدینہ کا قبلہ بجانب جنوب ہے اس لئے کہ مدینہ مکہ سے بجانب شمال ہے اور حضرت عائشہ کا حجرہ جس کا اس حدیث میں ذکر ہے وہ مسجد سے بالکل متصل مسجد کی بائیں جانب مشرق میں واقع ہے اور حجرہ کا دروازہ مسجد کی طرف غرب میں واقع ہے حجرہ شریفہ کیلئے باب غربی کا ہونا تو معروف ہے، اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اس میں ایک دروازہ اور تھا بجانب شمال جس طرف ملک شام ہے اسی لئے اس کو باب شامی بھی کہتے ہیں، تو گویا دو دروازے ہوئے، غربی، اور شمالی، یہ غربی دروازہ تو دائیں جانب ہو اور شمالی پیچھے کی جانب تو ان میں سے کوئی سا بھی دروازہ قبلہ کی جانب یعنی جنوبی نہیں حالانکہ یہاں روایت میں یہ ہے أَنَّ الْبَابَ كَانَ فِي الْقِبْلَةِ۔

بہر حال یہ بات ماہو المشہور فی الروایات و ما ثبت فی کتب التاریخ و السیر کے خلاف ہے، یہ روایت چونکہ ترمذی میں بھی ہے۔
حضرت گنگوہیؒ کی توجیہ: اس لئے حضرت گنگوہیؒ سے اس کا جواب الکوکب الدرہی^۱ میں یہ منقول ہے کہ فی القبلہ کا یہ مطلب نہیں کہ حجرہ شریفہ کی جو دیوار قبلہ کی جانب ہے اس میں یہ دروازہ تھا تا کہ اشکال واقع ہو بلکہ فی القبلہ کا مطلب ہے آگے کی طرف، یعنی دروازہ تو حجرہ شریفہ کا دائیں جانب جدار غربی ہی میں تھا جیسا کہ مشہور ہے لیکن وہ حضور ﷺ کی نماز پڑھنے کی جگہ سے آگے کی طرف تھا جس کو کھولنے کے لئے آپ کو آگے کی جانب چلنا پڑا اور جب آپ ﷺ اس دروازہ کی محاذات میں

پہنچے تو ہاتھ بڑھا کر دروازہ کھول دیا، فالحمد للہ اشکال رفع ہو گیا۔

حضرت سہارنبوریؒ کی توجیہ: اور یہاں پر بذل میں حضرت سہارنبوریؒ نے اس اشکال کی ایک دوسری توجیہ فرمائی ہے وہ یہ کہ مشہور توجیہ ہے کہ حجرہ شریفہ کا باب غربی یا شمالی تھا یا دونوں تھے لیکن بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہؓ کے حجرہ سے آگے قبلہ کی جانب میں متعلق حضرت حفصہؓ کا حجرہ تھا اور یہ کہ یہ دونوں عائشہؓ و حفصہؓ اپنے اپنے حجروں میں بیٹھی ایک دوسرے سے کلام اور بات چیت کر لیا کرتی تھیں تو اس پر حضرت فرماتے ہیں کہ اس طرح بات کرنا جہی ہو سکتا ہے جبکہ دونوں حجروں کی درمیانی دیوار میں کوئی دروازہ یا کھڑکی کھلی ہوئی ہو جس سے ادھر کی آواز ادھر پہنچ سکے تو ہو سکتا ہے، حضرت عائشہؓ اس کھڑکی کی جانب سے آئی ہوں جو اس وقت بند تھی حضور ﷺ نے نماز میں آگے بڑھ کر (قبلہ کی جانب چل کر) اس کو کھول دیا، یہ توجیہ (جدار قبلہ میں کھڑکی تسلیم کرنا) صراحۃً کہیں منقول نہیں بلکہ حضرت کا اپنا استنباط ہے جس کے لئے کافی تتبع کتب کرنا پڑا، (کما فی البذل)۔

فائدہ: نسائی اور مسند احمد کی روایت کے الفاظ اس طرح ہیں فَمَشَى فِي الْقِبْلَةِ إِقَاعًا عَنْ يَمِينِهِ، وَإِقَاعًا عَنْ شِمَالِهِ، ان لفظوں سے الکوکب الدری والی توجیہ کی تائید ہوتی ہے کہ دروازہ کھولنے کیلئے آپ ﷺ آگے کی طرف چلے اور پھر جب دروازہ کی محاذات میں آگے تو دائیں طرف ہاتھ بڑھا کر جس طرف دروازہ تھا آپ ﷺ نے اس کو کھول دیا، اس روایت میں اگرچہ شک راوی ہے إِقَاعًا عَنْ يَمِينِهِ، وَإِقَاعًا عَنْ شِمَالِهِ، لیکن اصح اس میں اول (عَنْ يَمِينِهِ) ہے۔

۱۷۱۔ بَابُ تَزْوِجِ السَّلَامِ فِي الصَّلَاةِ

نماز میں سلام کا جواب دینے کا حکم

یعنی اگر کوئی شخص اس شخص کو سلام کرے جو نماز میں ہے تو کیا وہ نمازی سلام کا جواب دے؟ اس میں اولاً تو آپ یہ سمجھئے کہ نمازی کو سلام کرنا مکروہ ہے، خفیہ کا مذہب یہی ہے اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جائز بلا کراہت ہے، کما فی المنہل۔
مذایب ائمہ: رہا مسئلہ رد السلام کا جو ترجمۃ الباب میں مذکور ہے سو اس میں ناقلین مذاہب مختلف ہیں، علامہ عینیؒ نے خفیہ شافعیہ و حنابلہ تینوں کے نزدیک رد السلام بالاشارہ کو مکروہ لکھا ہے اور امام مالکؒ سے انہوں نے دو روایتیں نقل کی ہیں کراہت وعدم کراہت (کنانی البذل) اور صاحب منہل نے اس کے برخلاف یہ لکھا ہے کہ رد السلام ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جائز ہے

۱۔ بذل المجہود فی حل ابی داود - ج ۵ ص ۲۰۰-۲۰۱

۲۔ مسند احمد - مسند النساء - مسند الصدیقہ عائشہ بنت الصدیق رضی اللہ عنہا ۲۵۹۷۲ ج ۴۳ ص (۱۲۱)

۳۔ بذل المجہود فی حل ابی داود - ج ۵ ص ۲۰۴

۴۔ اور قرین قیاس بھی یہی ہے اس لئے کہ بقول صاحب منہل جب ائمہ ثلاثہ کے نزدیک سلام کرنا جائز ہے تو جواب سلام بھی ہونا چاہئے، ۱۲۔

اور حنفیہ کے نزدیک مکروہ ہے، اور مولانا عبدالحی صاحبؒ نے التعلیق المعجد میں امام شافعی کا مذہب استحباب رد لکھا ہے اور امام احمد کا یہ لکھا ہے کہ ان کے نزدیک فرض اور نفل میں فرق ہے یعنی فرض میں مکروہ اور نفل میں جائز، اور حنفیہ کا مذہب یہ لکھا ہے کہ بعض ان سے کراہت کے قائل ہیں امام طحاویؒ انہیں میں سے ہیں اور انہوں نے حضور ﷺ کے اشارہ کو جو آپ نے نماز میں کیا تھا منع عن السلام پر محمول کیا ہے نہ کہ رد السلام پر، اور بعض حنفیہ کہتے ہیں لا بأس بہ ①۔

نیز جانتا چاہئے کہ رد السلام باللسان کسی کے نزدیک جائز نہیں، ائمہ اربعہ کے نزدیک مفسد صلاۃ ہے، البتہ ابن السیب اور حسن بصری کے نزدیک یہ بھی جائز ہے۔

۹۲۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْمُخْتَرِ، حَدَّثَنَا ابْنُ عُصَيْلٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: كُنَّا نُسَلِّمُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ، فَيَرُدُّ عَلَيْنَا، فَلَمَّا رَجَعْنَا مِنْ عِنْدِ النَّجَاشِيِّ، سَلَّمْنَا عَلَيْهِ، فَلَمْ يَرُدِّ عَلَيْنَا، وَقَالَ: «إِنِّي فِي الصَّلَاةِ لَشُغْلًا».

عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کو دوران نماز سلام کیا کرتے تو آپ ﷺ دوران نماز سلام کا جواب مرحمت فرماتے پھر (جستہ ہجرت کرنے کے بعد) جب ہم جستہ سے واپس لوٹے نجاشی کے پاس سے تو ہم نے آپ کی نماز کے دوران سلام کیا تو آپ ﷺ نے سلام کا جواب نہیں دیا اور فرمایا کہ نماز میں مشغولی ہو کر تکی ہے (جو کلام اور سلام و جواب سے مانع ہے)۔

صحیح البخاری - الجمعة (۴۱) صحیح البخاری - الجمعة (۱۱۵۸) صحیح البخاری - الناقب (۳۶۶۲) صحیح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (۵۳۸) سنن النسائي - السهو (۱۲۲۰) سنن النسائي - السهو (۱۲۲۱) سنن أبي داود - الصلاة (۹۲۳) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (۱۰۱۹) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۳۷۶/۱) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۴۰۹/۱) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۴۱۵/۱)

شرح الحدیث قولہ: فَلَمَّا رَجَعْنَا مِنْ عِنْدِ النَّجَاشِيِّ، سَلَّمْنَا عَلَيْهِ: عبد اللہ بن مسعودؓ اصحاب البجرتین میں سے ہیں یعنی ہجرت الی الحبشہ پھر ہجرت الی المدینہ، نیز یہ بھی مشہور ہے کہ جن صحابہؓ نے ہجرت الی الحبشہ فرمائی تھی وہ اس غلط اطلاع پر کہ کفار مکہ اسلام لے آئے ہیں جستہ سے مکہ لوٹ آئے تھے جب یہاں آکر دیکھا کہ ایسا نہیں ہے خبر غلط تھی پھر دوبارہ لوٹ کر جستہ چلے گئے، اس کے بعد ان حضرات نے حضور ﷺ کے ہجرت الی المدینہ کے بعد جستہ سے ہجرت الی المدینہ کی، تو گویا جستہ سے دو رجوع ہوئے، رجوع اول الی مکہ اور رجوع ثانی الی المدینہ۔

شرح حدیث میں دو قول اور اسکا منشاء: اس حدیث میں رجوع سے کون سا رجوع مراد ہے رجوع الی مکہ یا رجوع الی المدینہ، اس میں شراح کا اختلاف ہے، شراح احناف کے نزدیک رجوع الی المدینہ مراد ہے اور شراح شافعیہ وغیرہ کے نزدیک

رجوع الی اللہ مراد ہے دراصل یہ اختلاف ایک اور اختلاف پر متفرع ہے وہ یہ کہ نسخ الکلام فی الصلاة مکہ میں ہوا یا آپ کی ہجرت الی المدینہ کے بعد مدینہ کے قیام میں ہوا شافعیہ اول کے قائل ہیں اور حنفیہ دوسرے قول کے۔

اس مضمون پر تفصیلی کلام اور بحث ابواب سجود السہو میں حدیث ذوالیدین کے تحت آئیگی کیونکہ حدیث ذوالیدین میں کلام فی الصلاة پایا گیا تھا اور اس کے باوجود نماز کو صحیح قرار دیا گیا، تو چونکہ کلام فی الصلاة کی تحقیق کا یہی حدیث خاص محل ہے، اس لئے حضرت سہارنپوری نے بھی بذل الجہود میں اس پر بحث اسی جگہ فرمائی ہے ہم بھی اس پر انشاء اللہ وہیں بیان کریں گے۔

۹۲۴ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبَانٌ، حَدَّثَنَا عَاصِمٌ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: كُنَّا نُسَلِّمُ فِي الصَّلَاةِ وَنَأْمُرُ بِحَاجَتِنَا، فَقَدِمْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّي، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَزِدْ عَلَيَّ السَّلَامَ، فَأَخَذَنِي مِمَّا قَدَّمَ وَمَا حَدَّثْتُ، فَلَمَّا قَضَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلَاةَ قَالَ: «إِنَّ اللَّهَ يُخَدِّثُ مِنْ أَمْرِهِ مَا يَشَاءُ، وَإِنَّ اللَّهَ جَلَّ وَعَزَّ قَدْ أَخَذْتُ مِنْ أَمْرِهِ أَنْ لَا تَكَلَّمُوا فِي الصَّلَاةِ»، فَرَدَّ عَلَيَّ السَّلَامَ.

عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ دوران نماز (ایک دوسرے کو یا رسول اللہ ﷺ کو) سلام کیا کرتے تھے اور نماز کے متعلق جو کام ہوا کرتے تھے وہ ایک دوسرے کو کہہ دیتے پس (جسہ ہجرت کرنے کے بعد جب ہم واپس لوٹے تو) میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نماز ادا فرما رہے تھے میں نے آپ ﷺ کو سلام کیا تو آپ نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا تو مجھے (اس جواب نہ ملنے سے اس قدر غم ہوا کہ) مجھے اپنے لگے اور پچھلے غم اور پریشانیاں یاد آ گئیں جب نبی اکرم ﷺ نماز سے فارغ ہو گئے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں نیا حکم ارشاد فرماتے ہیں اور اللہ پاک نے نیا حکم یہ مقرر فرمادیا کہ نماز میں باتیں مت کرو یہ فرمانے کے بعد حضور ﷺ نے میرے سلام کا جواب مرحمت فرمایا۔

صحیح البخاری - الجمعة (۱۱۴۱) صحیح البخاری - الجمعة (۱۲۵۸) صحیح البخاری - المناقب (۳۶۶۲) صحیح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (۵۳۸) سنن النسائي - السهو (۱۲۲۰) سنن النسائي - السهو (۱۲۲۱) سنن ابی داود - الصلاة (۹۲۴) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۱۰۱۹) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۳۷۶/۱) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۴۰۹/۱) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۴۱۵/۱)

شرح الحديث: قوله: فَأَخَذَنِي مِمَّا قَدَّمَ وَمَا حَدَّثْتُ: یعنی آپ ﷺ نے میرے سلام کا جواب نہ دینے کی وجہ سے میرے دل میں کبھی کبھی کے پرسنے اور نئے ہر طرح کے خیالات آنے لگے یعنی سوچنے لگا کہ شاید آپ فلاں بات کی وجہ سے ناراض ہوں یا فلاں بات کی وجہ سے ناراض ہو گئے ہوں۔

۹۲۵ - حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ مَوْهَبٍ، وَثَّقِيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، أَنَّ اللَّيْثَ، حَدَّثَهُمْ عَنْ بُكَيْرٍ، عَنْ ثَابِلٍ، صَاحِبِ الْعَبَاءِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ صُهَيْبٍ، أَنَّهُ قَالَ: «مَرَرْتُ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّي، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، فَرَدَّ إِشَارَةً»، قَالَ: «وَلَا أَعْلَمُهُ إِلَّا قَالَ إِشَارَةً بِأَصْبِعِهِ»، وَهَذَا الْقَوْلُ حَدِيثٌ ثَقِيْبَةٌ.

صحیح روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزرا آپ نماز ادا فرما رہے تھے تو میں نے آپکو سلام کیا تو آپ ﷺ نے اشارے سے میرے سلام کا جواب دیا۔ لیث راوی کہتے ہیں کہ میرے خیال میں میرے استاد بکیر نے یوں فرمایا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی انگلی کے اشارے سے جواب دیا تھا۔ مذکورہ بالا الفاظ قتیبہ استاد کے نقل کردہ ہیں۔

جامع الترمذی - الصلاة (۳۶۷) سنن النسائی - السهو (۱۱۸۶) سنن النسائی - السهو (۱۱۸۷) سنن ابی داؤد - الصلاة (۹۲۵) سنن الدارمی - الصلاة (۱۳۶۱)

۹۲۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ التُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: أَمْسَلَنِي نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى بَنِي الْمُصْطَلِقِ، فَأَتَيْتُهُ وَهُوَ يُصَلِّي عَلَى بَعِيرٍ فَكَلَّمْتُهُ، فَقَالَ لِي يَبْنَؤُ هَكَذَا، ثُمَّ كَلَّمْتُهُ، فَقَالَ لِي يَبْنَؤُ هَكَذَا: وَأَنَا أَسْمَعُهُ يَقْرَأُ وَيُؤَمِّنُ بِرَأْسِهِ، فَلَمَّا فَرَغَ، قَالَ: «مَا فَعَلْتَ فِي الدَّيِّ أَمْسَلْتُكَ؟ فَإِنَّهُ لَمْ يَمْنَعْنِي أَنْ أَكَلِمَكَ إِلَّا أَكَلِمْتُ أَصْلِي».

جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے قبیلے بنی مصطلق کی طرف (کسی کام سے) بھیجا جب میں واپس آیا تو جناب رسول اللہ ﷺ اپنے اونٹ پر نماز ادا کر رہے تھے میں نے آپ سے کوئی بات کہنی چاہی تو آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ فرمایا پھر دوبارہ میں نے کچھ کہنا چاہا تو آپ ﷺ نے مجھے اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے بات کرنے سے منع فرمایا۔ میں رسول اللہ ﷺ کو نماز میں تلاوت قرآن کرتے ہوئے سن رہا تھا اور آپ اپنے سر کے اشارے سے رکوع اور سجدہ فرما رہے تھے۔ جابر کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز سے فارغ ہونے کے بعد ارشاد فرمایا میں نے جس کام کے لئے تمہیں بھیجا تھا وہ کام تم نے کس طرح کیا؟ تمہاری گفتگو کا جواب میں اس لئے نہیں دے رہا تھا کیونکہ میں نماز میں تھا۔

صحیح البخاری - الجمعة (۱۱۵۹) صحیح مسلم - النسا ج ۱ و جامع الصلاة (۵۴۰) سنن النسائی - السهو (۱۱۸۹) سنن النسائی - السهو (۱۱۹۰) سنن ابی داؤد - الصلاة (۹۲۶) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة السنة فيها (۱۰۱۸) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۳۸۸/۳)

۹۲۷ - حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَدِيٍّ، الْحَرَّاسِيُّ الدَّامِغَانِيُّ، حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ، حَدَّثَنَا نَافِعٌ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو، يَقُولُ: «خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى قُبَاءَ يُصَلِّي فِيهِ»، قَالَ: «فَجَاءَتْهُ الْأَنْصَارُ، فَسَلَّمُوا عَلَيْهِ وَهُوَ يُصَلِّي»، قَالَ: "فَقُلْتُ لِبَلَالٍ: كَيْفَ رَأَيْتَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرُدُّ عَلَيْهِمْ حِينَ كَانُوا يُسَلِّمُونَ عَلَيْهِ وَهُوَ يُصَلِّي؟"، قَالَ: «يَقُولُ هَكَذَا: وَيَبْسُطُ كَفَّهُ»، وَبَسَطَ جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ كَفَّهُ، وَجَعَلَ بَطْنُهُ أَسْفَلَ، وَجَعَلَ ظَهْرُهُ إِلَى قُوتٍ.

عبد اللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مسجد قباء میں نماز پڑھنے کے لئے وہاں تشریف لے گئے عبد اللہ بن عمر کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی نماز کے دوران انصار مدینہ آئے اور انہوں نے آپ کی نماز کے دوران آپکو سلام کیا عبد اللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت بلالؓ سے پوچھا کہ جب انصار مدینہ رسول اللہ ﷺ کو نماز کے دوران سلام کر رہے تھے تو رسول اللہ ﷺ ان کے سلام کا جواب کس طرح دے رہے تھے حضرت بلالؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ اس طرح

اشارے سے جواب دے رہے تھے اور حضرت بلالؓ اپنی ہتھیلی کھول کر دکھائی اور جعفر بن عوف راوی نے اپنی ہتھیلی کو کشادہ کر کے دکھایا اور ہتھیلی کے اندر والے حصے کو نیچے کیا اور ہتھیلی کے بالائی حصے کو اوپر کی جانب کیا۔

قوله: فَقُلْتُ لَيْلًا: كَيْفَ رَأَيْتَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزُودُ عَلَيْهِمْ: یہ پہلے آچکا کہ ان احادیث میں جو اشارہ مذکور ہے اس کے بارے میں ایک قول تو یہ ہے کہ یہ اشارہ رد سلام یعنی جواب سلام کے لئے تھا اور بعض یہ کہتے ہیں جن میں امام طحاویؒ بھی ہیں کہ یہ اشارہ منع صلاة عن السلام کے لئے تھا کہ نماز میں سلام مت کرو۔

۹۲۸ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا غَزَاةَ فِي صَلَاةٍ، وَلَا تَسْلِيمٍ». قَالَ أَحْمَدُ: «يُعْنِي لَيْسَ أَتَى أَنْ لَا تُسَلِّمَ، وَلَا يُسَلِّمَ عَلَيْكَ، وَيُغْزِي الرَّجُلُ بِصَلَاةٍ فَيَنْصَرِفُ وَهُوَ لَيْسَ بِهَا شَاكًا».

حضرت ابو ہریرہؓ رسول اللہ ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ نماز میں نہ تو ارکان اور اسکے افعال میں کمی چاہئے اور نہ ہی دوران نماز سلام کا جواب دینا چاہئے۔ امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا کہ میرے خیال میں اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ نماز کے دوران نہ تو تم کسی کو سلام کرو اور نہ ہی تمہاری نماز کے دوران کوئی تمہیں سلام کرے اور لا غزاة کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اپنی نماز میں کمی کرے اور پھر یہ شخص اپنی نماز سے اس حال میں لوٹے کہ اسے شک ہو (کہ اس نے تین رکعت پڑھی ہیں یا چار رکعت)۔

سنن ابی داؤد - الصلاة (۹۲۸) مسند احمد - باقی مسند الکوکب (۶۱/۲)

شرح الحدیث اور مطابقت الحدیث للترجمة: قوله: لَا غَزَاةَ فِي صَلَاةٍ: یعنی نماز میں نقص نہیں ہونا چاہئے، یا تو باعتبار کیف کے مراد ہے، یعنی خشوع و خضوع، یا باعتبار کمیت اور مقدار کے، مثلاً کسی کو نماز میں شک ہو کہ چار رکعات ہوئیں یا تین تو بس وہ بغیر تحری اور سوچ کے تین ہی پر سلام پھیر دے، اور بعض نے کہا کہ غرار سے مراد نوم ہے۔

قوله: وَلَا تَسْلِيمٍ: اس کو دو طرح پڑھ سکتے ہیں نصب کیساتھ اس صورت میں عطف ہو گا لا غرار پر تقدیر عبارت یہ ہو گی لا تسلیم فی صلوۃ یعنی نماز میں تسلیم نہ ہونا چاہئے، نہ نمازی کسی کو سلام کرے اور نہ دوسرا شخص نمازی کو سلام کرے اس صورت میں یہ حدیث ترجمۃ الباب کے مناسب ہو گی، اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ لا تسلیم کو مجرور پڑھا جائے اس صورت میں اس کا عطف ہو گا صلوۃ پر اور تقدیر عبارت یہ ہو گی لا غزاة فی تسلیم یعنی سلام یا اس کے جواب میں نقص نہیں ہونا چاہئے سلام پورا کرنا چاہئے اور اس کا جواب بھی پورا دینا چاہئے سلام اور جواب سلام دونوں ہی کامل ہونے چاہئیں۔

اس صورت میں یہ حدیث ترجمۃ الباب کے مناسب نہ ہو گی، اس حدیث کے امام احمدؒ نے جو معنی بیان فرمائے ہیں وہ احتمال اول کو لے کر ہیں اور آگے حدیث میں جو آ رہا ہے لا غزاة فی تسلیم، ولا صلاۃ، اس سے احتمال ثانی کی تائید ہوتی ہے۔

۹۲۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، أَخْبَرَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي مَالِكٍ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: أَرَاهُ رَفَعَهُ، قَالَ: «لَا غَرَاءَ فِي تَسْلِيمٍ، وَلَا صَلَاةٍ»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَذَا ابْنُ فَضِيلٍ عَلَى لَقِظِ ابْنِ مَهْدِيٍّ، وَلَمْ يَرْفَعَهُ.

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ سلام میں اور نماز میں غرار (کی) نہیں ہے، امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ اس روایت کو ابن فضل نے ابن مہدی کے الفاظ کے مطابق نقل کیا ہے اور اس حدیث کو مرفوع ذکر نہیں کیا (اس کے برعکس آخری حدیث میں معاویہ بن ہشام نے لا غرأ فی صلاۃ، ولا تسلیم کے بجائے لا غرأ فی تسلیم، ولا صلاۃ نقل کیا تھا۔ اور ابن فضیل نے عبد الرحمن بن مہدی کی اس بات میں مخالفت کی کہ عبد الرحمن بن مہدی نے تو حدیث کو مرفوع قرار دیا تھا لیکن ابن فضیل نے اس حدیث کو مرفوع ذکر نہیں کیا)۔

۱۷۲- بَابُ تَشْمِيتِ الْعَاطِسِ فِي الصَّلَاةِ

باب نمازیں چھینکنے والے کو جواب دینے کا بیان
مذہب علماء: یعنی چھینکنے والے کی حمد کا جواب، اگر یہ جواب دینا نماز میں پایا جائے تو عند الجہور مفسد صلاۃ ہے، اس لئے کہ اس میں مخاطب ہے، بِرَحْمَتِكَ اللَّهُ میں کاف خطاب ہے اور نماز میں خطاب و کلام ناجائز ہے، اس مسئلہ میں مالکیہ اور امام ابو یوسف کا اختلاف ہے ان کے نزدیک مفسد صلاۃ نہیں۔

ایک مسئلہ یہاں پر یہ ہے کہ نماز کی حالت میں عاٹس کو الحمد للہ کہنا چاہئے یا نہیں، یہ مسئلہ استفتاح صلاۃ کی دعا کے باب میں گزر چکا۔

لفظ تسمیت کی تحقیق: تسمیت کی لغوی تحقیق یہ ہے بعض کہتے ہیں کہ شوامت سے مشتق ہے جس کے معنی توأم ہیں یعنی ستون، گویا عاٹس کی دعا دی جاتی ہے ثبات علی الطاعة کی، اور بعض کہتے ہیں کہ یہ مآخوذ ہے تسمت سے یعنی اللہ تعالیٰ تجھ کو تسمت اعداء سے بچائے، اور بعض کہتے ہیں یہ لفظ تسمیت سین مہملہ سے ہے، اور مآخوذ ہے سمت سے جس کے معنی البھیۃ الحسنہ ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ تیری ہیئت کو اچھی بنائے، یہ دعا اس وقت اس لئے دی جاتی ہے کہ چھینک کے وقت آدمی کی ہیئت بگڑ رہی جاتی ہے۔

۹۳۰- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، الْمُعْتَمِدُ، عَنْ حَجَّاجِ الصَّوَّافِ، حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ هِلَالِ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ السَّلَمِيِّ، قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَعَطَسَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ، فَقُلْتُ: بِرَحْمَتِكَ اللَّهُ، فَرَمَا فِي الْقَوْمِ بِأَبْصَارِهِمْ، فَقُلْتُ: وَالْأَنْكَلُ أُمَيَّاهُ، مَا شَأْنُكُمْ تَنْظُرُونَ إِلَيَّ؟ فَجَعَلُوا يَضْرِبُونَ بِأَيْدِيهِمْ عَلَى أَفْخَادِهِمْ، فَعَرَفْتُ أَنَّهُمْ يُصَلِّونَنِي - فَقَالَ عُثْمَانُ: فَلَمَّا رَأَيْتُهُمْ يُصَلِّونَنِي لَكِنِّي سَكَتُ - قَالَ: فَلَمَّا صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بِأَيْدِي وَأُذُنِي مَا صَرَّيْتَنِي، وَلَا

كَهْرَبِي، وَلَا سَبْنِي، ثُمَّ قَالَ: «إِنَّ هَذِهِ الصَّلَاةَ لَا يَحِلُّ فِيهَا شَيْءٌ مِنْ كَلَامِ النَّاسِ هَذَا، إِنَّمَا هُوَ التَّسْبِيحُ وَالتَّكْبِيرُ وَقِرَاءَةُ الْقُرْآنِ» أَوْ كَمَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّا قَوْمٌ جَدِيدٌ عَهْدٌ بِجَاهِلِيَّةٍ، وَقَدْ جَاءَنَا اللَّهُ بِالْإِسْلَامِ، وَمِنَّا رِجَالٌ يَأْكُرُونَ الْكُفَّانَ، قَالَ: «فَلَا تَأْخُذْهُمْ»، قَالَ: قُلْتُ: وَمِنَّا رِجَالٌ يَنْطَلِقُونَ، قَالَ: «ذَلِكَ شَيْءٌ يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ، فَلَا يَصُدُّهُمْ»، قُلْتُ: وَمِنَّا رِجَالٌ يَخْطُونَ، قَالَ: «كَانَ نَبِيٌّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ يَخْطُ، فَمَنْ وَافَقَ خَطَّهُ فَذَلِكَ»، قَالَ: قُلْتُ: جَاهِلِيَّةٌ لِي كَانَتْ تَزْعِي عُتَيْبَاتٍ قَبْلَ أُحُدٍ، وَالْجَوَادِيَّةَ، إِذَا اطَّلَعَتْ عَلَيْهَا إِطْلَاعَةً، فَإِذَا الذُّؤْبُ قَدْ ذَهَبَ بِشَاوِمِهَا، وَأَنَا مِنْ بَنِي آدَمَ، أَسَفٌ كَمَا يَأْسِفُونَ، لِكَيْ صَكَّكُهَا صَكَّةً، فَعَظَمَ ذَلِكَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: أَفَلَا أُعْطِفُهَا؟ قَالَ: «الْأُتَيْبِي بِهَا»، قَالَ: فَجِئْتُه بِهَا، فَقَالَ: «أَتُونَ اللَّهَ؟»، قَالَتْ: فِي السَّمَاءِ، قَالَ: «مَنْ أَنَا؟» قَالَتْ: أَأَنْتَ رَسُولُ اللَّهِ، قَالَ: «أَعْرِفُهَا فَلَمْ أَتُهَا مُؤَمِّنَةً».

ترجمہ معاویہ بن حکم السہمی کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی تو مقتدیوں میں ایک شخص کو چھینک آئی میں نے اسکو جواب میں یٰٰرَحْمَتُ اللَّهِ کہا تو صحابہ کرام نے مجھے تیز آنکھوں سے دیکھا میں نے جواب میں کہا تمہاری ماں تمہیں روئے کیا ہوا کہ تم لوگ نماز میں مجھے اتنے غصے سے کیوں دیکھ رہے ہو تو صحابہ نے اپنے ہاتھ اپنی رانوں پر مارے تو میں سمجھ گیا کہ صحابہ کرام مجھے خاموش رہنے کا کہہ رہے ہیں عثمان استاذ نے یوں ذکر کیا کہ جب میں نے صحابہ کو دیکھا کہ مجھے خاموش کر رہے ہیں (تو مجھے غصہ آگیا) لیکن میں نے غصہ کرنے کے بجائے خاموشی اختیار کر لی۔ جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ نہ تو آپ نے مجھ پر غصہ کیا اور نہ ہی مجھے ڈانٹا اور نہ ہی مجھے برا بھلا کہا پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس نماز میں لوگوں کی باتوں میں سے کسی قسم کی بات چیت کرنا ناجائز ہے۔ یہ نماز تو اللہ پاک کی پاکی اور بڑائی کرنے اور قرآن کی تلاوت کرنے کا نام ہے۔ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس جیسے الفاظ ارشاد فرمائے تھے معاویہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم لوگ زمانہ جاہلیت کو چھوڑ کر نئے اسلام میں داخل ہوئے ہیں، ہم میں بعض لوگ کاہنوں کے پاس جاتے ہیں (جو انکو پوشیدہ باتوں اور مستقبل کے امور کے متعلق بتلاتے ہیں) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم ان کاہنوں کے پاس مت جاؤ معاویہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا کہ ہمارے قبلہ کے بعض لوگ بدفالی لیا کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ بدفالی لینے کا عمل درحقیقت ایک وہم اور وسوسہ ہے جو انکے دلوں میں پیدا ہوتا ہے لہذا یہ خیالات اور وساوس انکو انکے کاموں سے نہ روکیں ہمارے قبیلہ کے کچھ لوگ لکیر (خط) کے ذریعے مستقبل کے امور پہچاننے کا دعویٰ کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ایک نبی (دانیال علیہ السلام یا دریس علیہ السلام) کو علم خط عطا کیا گیا تھا پس جس شخص کی لکیر ان پتھر کے خط اور لکیر کے موافق ہو جائے تو یہ علم خط قابل اعتبار ہے حضرت معاویہ نے عرض کیا کہ میری ایک باندی جبل احد کی اور جو انیہ مقام کے قریب چند بکریاں چرا رہی تھی کہ اچانک مجھے اطلاع ملی کہ ایک بھیڑیا ایک بکری لیکر بھاگ گیا میں بھی اولاد آدم میں سے

ہوں جیسے دیگر لوگوں کو غصہ آتا ہے مجھے بھی غصہ آتا ہے مگر میں نے اپنے زیادہ غصہ کو قابو کر کے اس باندی کو ایک تھپڑ مار دیا تو رسول اللہ ﷺ نے میرے اس ایک تھپڑ مارنے کو بہت بڑا گناہ خیال فرمایا میں نے عرض کیا کہ میں (اس تھپڑ کے کفارہ میں) اس باندی کو آزاد کر دوں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس باندی کو میرے پاس لیکر آؤ میں اس باندی کو لیکر خدمت نبوی میں حاضر ہوں تو رسول اللہ ﷺ نے اس باندی سے فرمایا: اللہ کہاں ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ اللہ آسمان میں ہے رسول اللہ ﷺ نے اس باندی سے پوچھا کہ میں کون ہوں؟ تو اس نے جواب دیا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اسے آزاد کر دو کیونکہ یہ مؤمن ہے۔

صحیح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (۵۳۷) سنن النسائي - السهو (۱۲۱۸) سنن ابی داؤد - الصلاة (۹۳۰) مسند احمد - مسند الکعبین (۴۴۳/۳) مسند احمد - باقی مسند الانصار (۴۴۷/۵) مسند احمد - باقی مسند الانصار (۴۴۸/۵) سنن الدارمی - الصلاة (۱۵۰۲)

شرح الحدیث قولہ: صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَعَطَسَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: معاویہ بن الحکم السلسی کہتے ہیں کہ کسی شخص کو جو نماز میں تھا چیونٹ آئی تو اس پر میں نے باوجود نماز میں ہونیکے (زور سے) کہا اَبْرَحْ جَمْعَكَ اللَّهُ، میرے اس کہنے پر سب لوگوں نے نگاہوں کے تیر مجھ پر مارے یعنی وہ لوگ مجھ کو گھورنے لگے، فَقُلْتُ: وَائْتَمَلُ أَقْبِيَاءَهُ، نکل کے معنی ہیں عورت کے بچے کا مرنے کا جس پر افسوس کا ہونا ظاہر ہے، اور لفظ وایہ ندا کے لئے ہے، اور امیاء میں ام کی اضافت یاء متکلم کی طرف ہو رہی ہے اور الف یہ نداء کیلئے ہے اور وہ، سکتے کیلئے ہے، اس کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں ہائے افسوس میزی ماں کے مجھ کو گم کرنے پر گویا اس شخص کی موت آچکی اور نماز میں ان صحابی نے یہ بھی کہا کہ کیا ہوا تم لوگوں کو مجھے گھورتے ہو۔

قولہ: فَلَعَنَّا رَبَّنَاهُمْ يُسَكِّنُونِي لِكَيْ سَكَنْتُ: یہاں پر جزاء شرط محذوف ہے اور اس جزاء محذوف ہی پر یہ استدراک جس کو لکھی ہے بیان کر رہے ہیں مرتب ہے اور وہ جزاء محذوف غضب ہے یعنی جب میں نے ان کو دیکھا کہ مجھ کو خاموش کرنا چاہ رہے ہیں تو مجھے بڑا غصہ آیا اس لئے کہ ایک تو گھور رہے ہیں اور مجھ پر زیادتی کر رہے ہیں دوسرے میرے اظہار افسوس پر مجھے خاموش بھی کرنا چاہ رہے ہیں لیکن میں خاموش ہو گیا (اپنے غضب کی مقتضی پر عمل نہیں کیا)۔

قولہ: إِنَّ هَذِهِ الصَّلَاةَ لَا يَجِلُّ فِيهَا شَيْءٌ مِنْ كَلَامِ النَّاسِ: اس سے حنفیہ و حنبلیہ کی تائید ہو رہی ہے، دراصل کلام فی الصلاة کا مسئلہ مختلف فیہ ہے وہ یہ کہ حنفیہ کے نزدیک اور یہی قول رائج ہے امام احمدؒ کا کہ کلام فی الصلاة مطلقاً مفسد ہے، اور امام مالکؒ کا مشہور قول یہ ہے کہ کلام قلیل عداً جو اصلاح صلاة کیلئے ہو مفسد نہیں، اور امام شافعیؒ کے نزدیک کلام یسیر کی اگر وہ سہو آہو تو مباح ہے اور جو عداً ہو خواہ اصلاح صلاة کیلئے ہو جائز نہیں، اس حدیث سے بھی بظاہر یہی معلوم ہو رہا ہے جو حنفیہ کا مسلک ہے کہ مطلقاً جائز نہیں۔

قولہ: إِنَّا قَوْمٌ خَالِدُونَ فِيهَا هَلِيلَةً: ہم لوگ نو مسلم ہیں ابھی قریب میں جاہلیت اور کفر کو چھوڑ کر اسلام میں داخل ہوئے ہیں۔

قوله: وَمِمَّا رَجَالَ يَأْتُونَ الْكُفَّانَ: ہم میں بعض لوگ ایسے ہیں جو کافروں کے پاس جاتے ہیں ان سے آئندہ پیش آنے والی باتیں معلوم کرنے کیلئے، اور بعض ہم میں ایسے ہیں جو پرندوں کے ذریعہ بد شکونی لیتے ہیں، وہ لوگ بد شکونی کے چونکہ عادی ہو چکے تھے تو اس لئے آپ ﷺ نے فرمایا اگر اس کو وہ اپنے اندر پائیں تو اس پر مواخذہ نہیں غیر اختیاری ہونے کی وجہ سے، فَلَا يَصُدُّهُمْ لِيَكُنْ يَدُ شَكُونِي اِنْ كُوْ عَمَلٌ سَهْوٌ كِي، یعنی اگر بد شکونی کی بات ذہن میں آئے بلا اختیار تو آنے دو، لیکن یہ ضروری ہے کہ اس کے مقتضی پر عمل نہ کیا جائے اور جس کام کا ارادہ ہے اس کو گزریں بد شکونی اس سے مانع نہ ہونی چاہئے۔

اس حدیث میں کافروں کے پاس جاسکی اور ان کی بات کی تصدیق کر سکی ممانعت مذکور ہے، ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص کسی عرف یا کافروں کے پاس جائے فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُولُ، فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُذِنَ عَلَيَّ مُحَمَّدٍ ۝ کاہن وہ شخص ہے جو آئندہ ہونے والے امور کا علم کا دعویٰ کرے اور معرفت سرائر (راز ہائے سریت) کا مدعی ہو، اور ایک عرف ہوتا ہے جو مال مسروق اور گمشدہ چیزوں کی نشاندہی کرتا ہو، کافروں کے پاس ان کی تصدیق کی نیت سے جانا حرام ہے، اسی طرح ان کو اجرت دینا بھی حرام ہے اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَمَّى عَنْ خُلُوَانِ الْكَاهِنِ ۝، امام نووی وغیرہ حضرات نے اس لین دین کی حرمت پر اجماع نقل کیا ہے ۝۔

قوله: وَمِمَّا رَجَالَ يَأْتُونَ الْكُفَّانَ: قَالَ: كَانَ نَبِيٍّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ يَخْطُ: علم رمل: خط سے مراد علم رمل ہے، کیونکہ اس کے اندر زمین پر کچھ نشان اور خط کھینچے جاتے ہیں، یہ ایک مشہور و معروف علم ہے اس پر مستقل تصانیف بھی لکھی گئی ہیں، اس کی مخصوص اصطلاحات وغیرہ بھی ہیں، اس کے ذریعہ سے مخفی امور کا استخراج کرتے ہیں، اور بسا اوقات وہ بات درست نکلتی ہے، اس علم رمل کی تعلیم و تعلم بصریح علماء حرام ہے، مگر چونکہ بعض انبیاء کے پاس یہ علم تھا جیسا کہ اس حدیث میں ہے اور وہ اس کو کرتے تھے، بعضوں نے کہا کہ وہ حضرت ادریس علیہ السلام تھے یا دانیال علیہ السلام اس لئے آپ ﷺ نے اس کی رعایت میں اس کا مطلقاً ابطال نہیں فرمایا، بلکہ یہ فرمایا کہ جس کا علم رمل اس نبی کے عمل رمل کے موافق ہو بس وہی معتبر ہے ورنہ نہیں، اور ظاہر ہے کہ یہ بات معلوم نہیں ہو سکتی کہ کس کا علم رمل ان کے رمل کے مطابق ہے اور کس کا نہیں اس لئے خلاصہ منع ہی نکلا۔

قوله: قُلْتُ: جَارِيَةٌ لِيْ كَانَتْ تَرْعَى عُذْبَمَاتٍ: ان صحابی نے یہ بھی سوال کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میری ایک باندی ہے جو میری بکریوں کو چراتی ہے احد پہاڑ یا موضع جوانیہ کی طرف، میں ایک روز اچانک وہاں پہنچ گیا تو وہاں جا کر میں نے دیکھا کہ ریوڑ کی بکریوں میں سے ایک بکری کم ہے جس کو بھیڑیالے گیا تھا، میں آخر بنو آدم میں سے ایک آدمی ہوں جس طرح اور لوگوں کو (اپنے نقصان پر) تأسف اور افسوس ہوتا ہے مجھے بھی ہوا، اسی لئے میں نے اس کے منہ پر طمانچہ مار دیا، فَعَظَمَ ذَلِكَ عَلَى رَسُولِ

۱ سنن ابن ماجہ - کتاب الطہارۃ و سنتھا - باب النہی عن ایتان الحائض ۶۳۹

۲ المصنف لابن ابی شیبہ - کتاب الطب - باب من کرہ ایتان الکاهن والساحر والغراف ۲۳۹۹۳ - ج ۱۲ ص ۶۶

۳ اتفاق اہل العلم علی تحریم حلوان الکاهن (المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج ج ۵ ص ۲۲)

اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تو حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے میرے اس فعل کو بہت عظیم قرار دیا یعنی میرے اس مارنے کو ایک عظیم بات اور گناہ قرار دیا (جس پر یہ گھبرا گئے) اور کہنے لگے یا رسول اللہ اکمیا میں اسکو آزاد نہ کر دوں (تاکہ میرے اس فعل کی تلافی ہو جائے) اس پر آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا کہ اس باندی کو میرے پاس لے کر آ (تاکہ میں اس کا امتحان لوں اور دیکھوں کہ مسلم ہے یا کافر) وہ کہتے ہیں کہ میں اسکو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں لے کر آیا، آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس سے دریافت فرمایا کہ بتا اللہ میاں کہاں ہیں اس نے کہا آسمان میں (مطلب یہ تھا کہ زمین پر جو یہ معبودان یا اطل اصنام وغیرہ ہیں وہ معبود نہیں) آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے پھر دوسرا سوال فرمایا کہ اچھا بتا میں کون ہوں اس نے کہا آپ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہیں یہ سن کر آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان صحابی سے فرمایا اس کا امتحان (انٹرویو) ہو گیا اس کو آزاد کر دے یہ مؤمنہ ہے۔

اس حدیث سے بعض علماء نے استدلال کیا ہے ایمان مقلد کے معتبر ہونے پر یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کی واحدانیت اور رسول کی رسالت پر دلیل قائم نہ کر سکا ہو یعنی لا علمی یا کم علمی کی وجہ سے بلکہ دوسرے اہل ایمان کی تقلید میں واحدانیت اور رسالت کا قائل ہو اس کا ایمان معتبر ہے، جیسا کہ اس باندی کا حال تھا وہ دلیل وغیرہ کچھ بیان نہ کر سکی صرف سیدھے سادے جواب دیدئے۔

۹۳۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ التَّمَنِي، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرِو، حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ، عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ السَّلَمِيِّ، قَالَ: لَمَّا قَدِمْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَلِمْتُ أُمُورًا مِنْ أُمُورِ الْإِسْلَامِ، فَكَانَ فِيهَا عَلِمْتُ أَنْ قَالَ لِي: "إِذَا عَطِشْتَ فَاحْتَمِدِ اللَّهَ، وَإِذَا عَطِشَ الْعَاظِمُ فَحَمِدَ اللَّهَ، فَقُلْ: يَزُحْمُكَ اللَّهُ." قَالَ: فَبَيْنَمَا أَنَا قَائِمٌ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّلَاةِ، إِذْ عَطِشَ رَجُلٌ، فَحَمِدَ اللَّهَ، فَقُلْتُ: يَزُحْمُكَ اللَّهُ، رَافِعًا يَدَيْهَا صَوْتِي، فَرَمَانِي النَّاسُ بِأَبْصَارِهِمْ حَتَّى احْتَمَلَنِي ذَلِكَ، فَقُلْتُ: مَا لَكُمْ تَنْظُرُونَ إِلَيَّ بِأَعْيُنٍ شَرِيرَةٍ؟ قَالَ: فَسَبَّحُوا فَلَمَّا قَضَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ احْتَمَلَنِي؟» قِيلَ: هَذَا الْأَعْرَابِيُّ، فَدَعَانِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لِي: «إِنَّمَا الصَّلَاةُ لِقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ، وَذِكْرِ اللَّهِ جَلٍّ وَعَزٍّ، فَإِذَا كُنْتَ فِيهَا فَلْيَكُنْ ذَلِكَ شَأْنُكَ». فَمَا رَأَيْتُ مُعَلِّمًا قَطُّ أَهْفَقَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

معافیہ بن حکم سلمی کہتے ہیں کہ جب میں نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوا تو مجھے اسلام کے فرائض اور احکام سکھائے گئے۔ مجھے جو احکام سکھائے گئے اس میں یہ حکم بھی تھا کہ مجھے بتلایا گیا تھا کہ جب تمہیں چھینک آئے تو تم الحمد للہ کہنا اور جب کوئی دوسرا شخص چھینکنے کے بعد الحمد للہ کہے تو تم یَزُحْمُكَ اللَّهُ کہہ کر اسکو جواب دینا۔ پس ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ میں نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اقتداء میں نماز ادا کر رہا تھا اس دوران ایک شخص کو چھینک آئی اس نے الحمد للہ کہا تو میں نے با آواز بلند اس کے جواب میں یَزُحْمُكَ اللَّهُ کہا تو دیگر صحابہ کرام جو نماز ادا کر رہے تھے۔ انہوں نے مجھے تیز نگاہوں سے دیکھا یہاں تک کہ ان کے اس فعل نے مجھے غصہ دلایا میں نے ان سے کہا تم لوگوں کو کیا ہوا کہ تم لوگ میری طرف ترچھی نگاہوں سے

کیوں دیکھ رہے ہو تو انہوں نے سبحان اللہ کہنا شروع کر دیا جب نبی پاک ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا دوران نماز کون باتیں کر رہا تھا؟ جواب میں میری طرف اشارہ کر کے کہا گیا یہ اعرابی دوران نماز باتیں کر رہا تھا تو نبی پاک ﷺ نے مجھے بلایا اور مجھ سے فرمایا کہ نماز تو قرآن پاک کی تلاوت اور اللہ پاک کے ذکر کرنے کا نام ہے جب تم نماز میں ہو تو اللہ پاک کے ذکر اور تلاوت قرآن پاک میں مشغول رہو میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ مہربان معلم کبھی نہیں دیکھا۔

صحیح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (۵۳۷) سنن النسائي - السهو (۱۲۱۸) سنن ابی داود - الصلاة (۹۳۱)

مسند احمد - باقی مسند الانصاف (۴۴۷/۵) سنن الدارمی - الصلاة (۱۵۰۲)

شرح الحديث

قوله: قَالَ: مَا قَدِمْتُكَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَلِمْتُ أُمُورًا مِنْ أُمُورِ الْإِسْلَامِ، فَكَانَ فِيهَا عَلِمْتُ: فرماتے ہیں جب میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا مدینہ منورہ میں تو مجھے اسلامی باتیں سکھائی گئیں، پہلا لفظ علت باب تفعیل سے مجہول کا صیغہ ہے اور دوسرے علت میں دو احتمال ہیں ایک تو یہی کہ وہ باب تفعیل سے مجہول کا صیغہ ہے یا ثلاثی مجرؤ سے ماضی معروف کا صیغہ علت ہے۔

قوله: فَقُلْتُ: مَا لَكُمْ تَنْظُرُونَ إِلَيَّ يَا عَزِيزٌ شَذِيرٌ؟ کیا ہوا تم کو کہ مجھ کو ترچھی نگاہوں سے دیکھ رہے ہو جس کو گھورنا کہتے ہیں، یعنی تارا شکی کا دیکھنا، شزر، شزرء کی جمع ہے۔

قوله: قَالَ: فَتَسَبَّحُوا: یعنی ان صحابی کے نماز میں دو حثات اللہ کہنے پر شروع میں تو صحابہ نے ان کو صرف گھور کر ہی دیکھا تھا، اور پھر جب بعد میں ان صحابی نے زبان سے نماز میں بولنا شروع کر دیا اور صاف صاف کہہ دیا کہ تم مجھے کیوں گھور رہے ہو تو اس پر صحابہ کو بڑا تعجب ہوا اور تعجب میں بار بار انہوں نے سبحان اللہ پڑھا۔

۱۷۳۔ بَابُ التَّأْمِينِ وَتَرَاءِ الْإِمَامِ

امام کے پیچھے آمین کہنے کا بیان

آمین کے بارے میں چند بحثیں ہیں، اولاً وہ سینے اس کے بعد مشہور اختلافی مسئلہ آمین بالجہر والسر بیان کریں گے: ① آمین قرآن کریم یا سورہ فاتحہ کا جزء ہے یا نہیں، ② لفظ آمین کے لغوی معنی اور لفظی تحقیق، ③ نماز میں آمین کا حکم شرعی، ④ نماز میں آمین کہنا کس کے لئے ہے اور کس کیلئے نہیں، ⑤ آمین کا استحباب بالجہر ہے یا بالسر۔

بحث اول (آمین قرآن کریم یا سورہ فاتحہ کا جزء ہے یا نہیں): اس پر مفسرین کا اتفاق ہے کہ لفظ آمین نہ خاص سورہ فاتحہ کا جزء ہے نہ مطلق قرآن کا اسی لئے قاعدہ یہ ہے کہ سورہ فاتحہ کے ختم پر معمولی سکتہ کے بعد مفصولاً اس کو پڑھا جائے تاکہ غیر قرآن کا قرآن سے خلط نہ ہو جائے۔

بحث ثانی (لغوی معنی اور لفظی تحقیق): اس میں لغات مختلف ہیں: ① مشہور آمین ہے ہمزہ کے مد اور

تحفیف میم کیساتھ، ② آمین قصر ہمزہ اور تحفیف میم، ③ آمین ہمزہ کے مد اور تشدید میم کیساتھ اُم یوم سے اسم فاعل جن کا صیغہ یعنی قاصدین، مطلب یہ ہو گا کہ اے اللہ ہم تیرا ہی قصد کرنے والے ہیں۔

لیکن وضع رہے کہ یہ قول جمہور کے خلاف شاذ اور مردود ہے، بلکہ لکھا ہے کہ اُنھام من لحن العوام۔ آمین اسماء افعال میں سے ہے اور امر ہے بمعنی استجب، اور کہا گیا ہے کہ اس کے معنی فلیکن کذلک ہیں، اور یہ بھی کہا گیا ہے اَنہ اسم من اسماء اللہ تعالیٰ، اور اس سے پہلے حرف نداء مقدر ہے یعنی یا آمین، لیکن یہ قول ضعیف ہے، اور کہا گیا ہے کہ یہ معرب ہے فارسی لفظ ہمیں است کا۔

بحث ثالث (نماز میں آمین کا شرعی حکم): آمین کہنا عند الجمہور مستحب یا سنت ہے، اور عند الظاہریہ واجب ہے، اور روافض کے نزدیک بدعت اور مفسد صلاۃ ہے، ابن حزم ظاہری کے نزدیک امام کے حق میں سنت اور مقتدی کے حق میں فرض ہے۔

بحث رابع (نماز میں آمین کہنا کس کیلئے ہے اور کس کیلئے نہیں): ائمہ ثلاث کے نزدیک سورۃ فاتحہ کے بعد نماز میں آمین کہنا امام اور منفرد اور مقتدی سب کے حق میں سنت ہے، امام مالکؒ کی اس میں مختلف روایات ہیں ان کا مشہور قول یہ ہے کہ آمین غیر امام کے لئے ہے امام کے حق میں مشروع نہیں، اور ایک روایت ان سے یہ ہے کہ امام پر صرف سری نماز میں ہے جہری میں نہیں تیسری روایت مثل جمہور کے ہے۔

بحث خامس (آمین کا استحباب بالجہر ہے یا بالسری): حنفیہ کے نزدیک آمین مطلقاً بالسری ہے اور امام احمد مطلقاً جہر کے قائل ہیں، اور حضرت امام شافعیؒ امام کے حق میں جہر کے قائل ہیں اور مقتدی کے حق میں ان سے دو روایتیں ہیں، قول قدیم میں جہر ہے اور ان کے یہاں اسی پر فتویٰ ہے، اور قول جدید میں سراً ہے، یہ سب اختلاف جہری نماز میں ہے اور سری نماز میں آمین بالاتفاق سراً ہے۔

۹۳۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَوْفٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ سَلَمَةَ، عَنْ حَجْرِ أَبِي الْعُنْبَيْسِ الْخُمْرِيِّ، عَنْ وَائِلِ بْنِ حَجْرٍ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَرَأَ {وَلَا الضَّالِّينَ}، قَالَ: «آمِينَ»، وَرَفَعَ بِهَا صَوْتَهُ.

وائل بن حجر کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب وَلَا الضَّالِّينَ پڑھتے تھے تو با آواز بلند آمین فرماتے۔

جامع الترمذی - الصلاة (۲۴۸) سنن النسائی - الافتتاح (۹۳۲) سنن ابی داؤد - الصلاة (۹۳۲) سنن ابن ماجہ -

إقامة الصلاة والسنة فيها (۸۵۵) مسند احمد - أول مسند الكوفيين (۳۱۵/۴) سنن الدارمی - الصلاة (۱۲۴۷)

وائل بن حجر کی اس حدیث سے شافعیہ وغیرہ اپنے مسلک پر استدلال کرتے ہیں۔

شافعیہ کا اہم مستدل: ان حضرات کے پاس اس مسئلہ میں ایک اور حدیث ہے ابو ہریرہؓ کی جس کی تخریج دار قطنی اور

حاکم نے کی ہے اور وہ انکی اہم دلیل ہے، اصل استدلال ان کا اسی سے ہے اسی لئے حافظ ابن حجر نے اپنی مشہور تصنیف بلوغ المرام میں اولاً اسی سے استدلال کیا ہے، اور امام بخاریؒ نے اس مسئلہ میں ایک دوسری حدیث سے استدلال کیا ہے جو اس بارے میں غیر صریح اور غیر واضح ہے، بلکہ وہ محض ان کا ایک استنباط ہے، جو یہاں ابو داؤد میں بھی آرہی ہے ہم وہیں پہنچ کر اس کو بتلائیں گے۔

حدیث وانل پر کلام: اب آپ باب کی پہلی حدیث واکل سے متعلق سینے ہماری طرف سے جواب میں کہا گیا ہے کہ یہ حدیث مضطرب ہے اس لئے کہ اس کو روایت کرنے والے دو ہیں، سفیان ثوری اور شعبہ بن الحجاج، دونوں ہی بڑے محدث اور امام ہیں، سفیان ثوری اس حدیث کو رفع یدہا صَوْتُہ کیساتھ اور ان کے معاصر وہم پلہ یعنی شعبہ اس کو خَفَضَ یدہا صَوْتُہ سے نقل کرتے ہیں، تعارض کی صورت میں ترجیح کا نمبر آیا، وہ حضرات سفیان کی روایت کو ترجیح دیتے ہیں اور احناف اس کے برعکس شعبہ کی روایت کو ترجیح کے قائل ہیں۔

حدیث شعبہ پر امام بخاریؒ کا نقد اور ہماری طرف سے اس کا جواب: حضرت امام بخاریؒ نے سفیان کی روایت کی ترجیح دیتے ہوئے مندرجہ ذیل وجوہ بیان فرمائیں جن کو امام ترمذیؒ نے سنن ترمذی میں نقل فرمایا ہے حدیث سفیان أصح من حدیث شعبہ فی هذا، وأخطأ شعبہ فی مواضع من هذا الحدیث، اور پھر اس کے بعد اوہام شعبہ کی نشاندہی فرمائی:

① اول یہ کہ انہوں نے سند میں عن حجر ابی العنابس کہا حالانکہ صحیح عن حجر بن عنبس ہے، اور فرمایا کہ حجر کی کنیت ابو العنابس نہیں ہے بلکہ ان کی کنیت ابو السکن ہے، ② شعبہ نے ایک غلطی یہ کہ انہوں نے حجر بن العنابس اور واکل کے درمیان علقمہ کا اضافہ کر دیا حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ حجر بن العنابس براہ راست واکل بن حجر سے روایت کرتے ہیں، ③ شعبہ نے خَفَضَ یدہا صَوْتُہ نقل کیا حالانکہ صحیح مَدَّ یدہا صَوْتُہ ہے، ہماری طرف سے ان میں سے ہر ایک بات کا جواب دیا گیا۔

① یہ بات صحیح نہیں کہ صحیح حجر بن العنابس ہے اور ابو العنابس غلط ہے چنانچہ ابن حبانؒ نے انکی کنیت ابو العنابس لکھی ہے، خود حافظ ابن حجرؒ نے تہذیب التہذیب ② اور تقریب دونوں میں لکھی ہے، اور رہی یہ بات کہ انکی کنیت ابو السکن ہے تو اس کا مقتضی یہ نہیں ہے کہ انکی کنیت ابو العنابس نہ ہو، دونوں ہو سکتی ہیں، جیسے حضرت علیؓ کی دو کنیت ہیں ابو الحسن اور ابو التراب، نیز سنن ابو داؤد کے تمام نسخوں میں خود سفیان کی روایت میں عن حجر ابی العنابس واقع ہے جس طرح شعبہ کی روایت میں ہے۔

ایسے ہی علامہ شوق نیویؒ فرماتے ہیں کہ شعبہ ابو العنابس کہنے میں متفرد نہیں ہیں بلکہ ان کی متابعت کی ہے محمد بن کثیر اور وکیع

① امام بخاریؒ سے اس سلسلہ میں ایک یہ اشکل بھی منقول ہے کہ شعبہ کی سند میں علقمہ کا سماع اپنے باپ واکل سے ثابت نہیں، اس کا جواب ہماری طرف سے یہ کیا گیا ہے کہ یہ بات خلاف تحقیق ہے، تحقیق بات یہ ہے کہ واکل کے دو بیٹے ہیں علقمہ اور عبد الجبار، عبد الجبار چھوٹے ہیں ان کا سماع واقعی اپنے باپ سے ثابت نہیں، علقمہ بڑے ہیں ان کا سماع اپنے باپ سے ثابت ہے، امام ترمذیؒ نے کتاب الہدو میں مذکورہ بالا مضمون کی تصریح کی ہے اسکی تفصیل اہل یدہا رفع یدین کی بحث میں گزر چکی، واللہ اعلم بالصواب۔

② حجوز بن العنابس الحضرمی ابو العنابس و یقال ابو السکن الکوفی (تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۲۱۴)

اور بخاری نے، یہ سب رواہ سفیان ثوری سے اسی طرح روایت کرتے ہیں کما فی البیہقی والد اسقطی، اور محمد بن کثیر کی روایت تو خود یہاں ابو داؤد میں ہے جس کی طرف پہلے بھی اشارہ ہو چکا ہے۔

② اس کا جواب یہ ہے کہ یہ نقد درست نہیں بلکہ ہو سکتا ہے کہ حجر کی روایت دونوں سے ہو، اولاً وہ اسکو بواسطہ علقمہ روایت کرتے ہوں اور پھر علوسند حاصل ہو گیا ہو، اور براہ راست واسطہ سے روایت کرنے لگے ہوں، علامہ شوق نیوی فرماتے ہیں کہ یہ روایت دونوں طرح ہے بالواسطہ اور بلا واسطہ، مسند احمد اور مسند ابو داؤد طیالسی میں اسکی تصریح ہے، چنانچہ ان دونوں کتابوں میں اس طرح ہے سمعت علقمہ یحدث عن وائل وسعد وائل^①۔

③ یہ بات کہ شعبہ نے مَدَّ يَهَا صَوْتُهُ کے بجائے خَفَضَ يَهَا صَوْتُهُ غلطی سے نقل کر دیا بڑی عجیب ہے اس لئے کہ یہ تو آپ کا بعینہ دعویٰ اور متنازع امر ہے عین مدعی کو وجہ ترجیح کیسے بنایا جاسکتا ہے، جس طرح آپ خَفَضَ يَهَا صَوْتُهُ کو کہہ رہے ہیں آپ کا خصم رَفَعَ يَهَا صَوْتُهُ کے بارے میں یہی کہہ سکتا ہے اور دلیل میں شعبہ کی روایت کو پیش کر سکتا ہے۔ لیجئے حضرت امام بخاری کی بیان کردہ وجوہ ترجیح سب ختم ہو گئیں۔

دعویٰ البیہقی: حضرات شافعیہ نے سفیان کی روایت کی ایک وجہ ترجیح اور بیان کی وہ یہ کہ قال البیہقی: لأعلم خلافاً بین أهل العلم بالحديث، قالوا: إن سفیان وشعبة إذا اختلفا فالقول قول سفیان، اور پھر اس کے بعد اس کے ثبوت میں انہوں نے یحییٰ بن سعید کا قول پیش کیا، لیس أحد أحب إلي من شعبة ولا يعدله عندی أحد وإذا اختلفه سفیان أخذت بقول سفیان، اس پر ہماری طرف سے کہا گیا (کما فی البذل) یہ تو صرف یحییٰ القطان کا قول اور انکی رائے ہوئی اس سے اجماع کیسے ثابت ہو گیا۔

غرضیکہ فریقین نے ان دونوں میں سے ہر ایک کی فوقیت پر ائمہ حدیث کے اقوال پیش کئے۔

شوق نیوی حنفی: علامہ شوق نیوی فرماتے ہیں کہ ان دونوں میں کسی ایک کی ترجیح دوسرے پر متفق علیہ نہیں ہے، بلکہ دونوں طرح کے اقوال ائمہ فن کے ملتے ہیں، بعض سے شعبہ کی ترجیح معلوم ہوتی ہے سفیان پر اور بعض سے اس کے برعکس، وہ فرماتے ہیں کہ میرے ذہن میں روایت شعبہ کی ایک بڑی اچھی وجہ ترجیح ہے وہ یہ کہ سفیان ثوری اگرچہ ثقہ اور حجت ہیں لیکن بسا اوقات وہ تدلیس کرتے تھے، قال الذہبی أنه كان يدلس عن الضعفاء، ولكن له نقد وذوق^②، اور وہ اس کو عن کے ساتھ روایت کرتے ہیں اور شعبہ کی عادت مطلقاً تدلیس کی نہ تھی لا عن الثقات ولا عن الضعاف، اور اس کے باوجود وہ لفظ اخبار

① سمعت علقمہ بن وائل، یحدث عن وائل، وقد سمعته من وائل (مسند ابی داؤد الطیالسی ج ۲ ص ۳۶۰)

② بذل الجہود فی حل ابی داؤد - ج ۵ ص ۲۲۴

③ میزان الاعتدال فی نقد الرجال - ج ۲ ص ۱۶۹

کے ساتھ روایت کر رہے ہیں۔

حافظ ابن القیم کی بیان کردہ وجہ ترجیح: اسی طرح حافظ ابن قیمؒ نے اعلام الموقعین میں روایت سفیان کی وجہ ترجیح ایک یہ بیان کی ہے کہ علاء بن صالح اور محمد بن سلمہ بن کبیل ان دونوں نے انکی متابعت کی ہے، اسکا جواب یہ ہے کہ علاء بن صالح ثقافت میں سے نہیں ہے تقریب التہذیب میں لکھا ہے صدوقؒ لہ اؤہام^۱، وقال الذہبی فی المیزان قال أبو حاتم: کان من عتق الشیعة. وقال ابن المدینی: روی أحادیث مناکیر^۲ ایسے ہی محمد بن سلمہ بھی ضعیف ہیں لہذا یہ متابعت مفید نہیں۔ حضرت بذل میں فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص سفیان کی متابعت میں علی بن صالح کو پیش کرے جیسا کہ اس باب کی حدیث ثانی میں آ رہا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ علی بن صالح تو واقعی ثقہ ہیں لیکن صحیح اس سند میں علاء بن صالح ہے جیسا کہ دوسری کتب حدیث سنن ترمذی و مصنف ابن ابی شیبہ سے معلوم ہوتا ہے، بلکہ حافظؒ نے تصریح کی ہے اس بات کی کہ ابوداؤد کی روایت وہم ہے اور علاء کے بارے میں ابھی گزرا ہے کہ وہ ضعیف ہیں۔

شافعیہ کی ایک اور دلیل: ان حضرات نے اپنے مذہب کی تائید میں اور بھی بعض احادیث پیش کی ہیں مثلاً حدیث ابو ہریرہؓ جس کو روایت کیا ہے دارقطنی اور حاکم نے کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم إذا قرأ من قراءۃ القرآن رفع صوته وقال آمین^۳، حاکم کہتے ہیں یہ حدیث صحیح اور علی شرط الشیخین ہے^۴، اور یہ وہی حدیث ہے جس کی طرف اشارہ ہمارے یہاں باب کے شروع میں آچکا اور یہ کہ یہ ان کا اہم مسئلہ ہے، چنانچہ سبیل السلام شرح بلوغ المرام میں امیریمانی (اہل حدیث) فرماتے ہیں کہ والحديث حجة بينة للشافعية، اس کا جواب ہماری طرف سے آثار السنن میں علامہ شوق نیوٹی نے یہ دیا ہے کہ حافظ ابن القیمؒ کو حاکم کی تصحیح سے دھوکا ہو گیا چنانچہ وہ اعلام الموقعین میں فرماتے ہیں رواہ الحاكم باسناد صحيح، حالانکہ اس حدیث کی سند میں اسحاق بن ابراہیم جن کو اسحاق بن زہریؒ بھی کہا جاتا ہے یہ نہایت ضعیف ہیں ضعیف جداً، صحاح ستہ کے مصنفین میں سے کسی نے بھی ان سے روایت نہیں لی، وضعفه النسائی و ابوداؤد و کذبہ محمد بن عوف الطائمی وقال الحافظ فی التقریب صدوق یہیم کثیراً۔

آپ کو اس روایت کا حال معلوم ہو گیا جبکہ حافظ ابن حجرؒ نے بلوغ المرام میں اس مسئلہ میں صرف ایک یہ حدیث اور دوسری وائل بن حجرؒ کی حدیث ذکر کی ہیں۔

① تقریب التہذیب ص ۷۶۰

② میزان الاعتدال فی نقد الرجال - ج ۳ ص ۱۰۱

③ سنن الدامقطنی رقم الحدیث ۱۲۷۴ ج ۲ ص ۱۳۴

④ البسند رک علی الصحیحین رقم الحدیث ۸۱۲ ج ۱ ص ۳۴۵

حتی یسمع من یلیه من الصف الاول، کا جواب: حضرات شافعیہ اس سلسلہ میں ایک اور حدیث سے: "ثم اذکر کرتے ہیں، ابن عمر ابی ہریرہ کی حدیث جو اس کتاب میں آگئے آری ہے (مقدمہ الحديث ۹۳۴) اور ابن ماجہ میں بھی ہے جس کے بقول: "یہ ہیں کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: إذا تلا { غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ }، قال: «آمین»، حتی یسمع من یلیه من الصف الاول، اور ابن ماجہ کی روایت میں فیدتج بها المسجد کی بھی زیادتی ہے۔

ہماری طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں بشیر بن رافع ہے جس کی امام بخاری، یحییٰ بن معین اور امام نسائی نے تضعیف کی ہے، اور ابن حبان تو یہ فرماتے ہیں کہ یہ شخص احادیث موضوعہ کو روایت کرتا ہے، اس کے علاوہ ایک اور بھی بات ہے وہ یہ کہ یہ حدیث آپ کے حق میں مفید مدعی نہیں ہے، اس لئے کہ اس حدیث سے تو یہ سمجھ میں آ رہا ہے کہ آپ ﷺ کی آمین کو صف اول کے مقتدیوں میں سے چند لوگ جو آپ کے قریب ہوتے تھے وہ سن لیتے تھے، اس سے تو جہر کا ثبوت نہیں ہوتا، اور یہ مطلب اس لئے ہے کہ من الصف الاول میں من تبعیضہ ہے بیانہ نہیں، اور یہ من بیانہ ہو بھی نہیں سکتا کہ تمام صف اول والے سن لیتے تھے، اس لئے کہ اس مطلب پر یہ عقلی اشکال ہو گا کہ یہ کیا بات ہے کہ صف اول والے تو سارے کے سارے ادھر سے ادھر تک سن لیتے تھے اور صف ثانی اور ثالث کے وہ نمازی بھی نہیں سن پاتے تھے جو امام کی محازات میں ہوتے تھے حالانکہ ان کا فاصلہ امام سے نسبت بہت سے صف اول والوں سے کم ہے۔

حضرت امام بخاری کے استدلال: امام بخاری نے ہمارے باب کی جو چوتھی حدیث (مقدمہ الحديث ۹۳۵) ہے

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ. أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا قَالِ الْإِمَامُ { غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ }، فَقُولُوا: آمِينَ، اس حدیث سے مقتدی کی آمین بالجہر پر استدلال فرمایا ہے، وہ اس طور پر کہ آپ ﷺ فرما رہے ہیں کہ جب امام فاتحہ پوری کر لے تو مقتدیوں کو چاہئے کہ وہ آمین کہیں، امام بخاری کے ذہن میں یہ ہے کہ قول کے متبادر معنی قول بالجہر کے ہیں، یعنی زور سے کہی جائے حالانکہ یہ بس ایسی ہی بات ہے، اسی طرح حضرت امام بخاری نے اس باب کی پانچویں حدیث (مقدمہ الحديث ۹۳۶) سے جس کے الفاظ یہ ہیں عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا أَمَّنَ الْإِمَامُ فَأَقُولُوا، اس سے انہوں نے امام کی آمین بالجہر پر استدلال فرمایا ہے اس لئے کہ مقتدیوں کو امام کے آمین کہنے کا علم اسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ وہ جہراً کہے، لیکن یہ بات بھی کوئی زیادہ صاف اور صریح نہیں کیونکہ اس کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ جب امام آمین کے مقام پر پہنچے آتم بھی آمین کہو اور یہ معلوم ہی ہے پہلے سے کہ آمین کا مقام ختم فاتحہ پر ہے۔

خفیہ کے دلائل: اب اس سلسلہ میں خفیہ و مالکیہ کے دلائل سنئے۔

دلیل اول: قال تعالیٰ اذْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً ۚ آمِينَ بھی دعا ہے لہذا وہ بھی خُفْيَةً ہونی چاہئے۔

دلیل ثانی: واکل بن حجر کی حدیث بطریق شعبہ جو مسند احمد، ترمذی اور مسند ابوداؤد طحاوی میں موجود ہے اور یہ پہلے گزر رہی چکا کہ روایت شعبہ ہمارے نزدیک سفیان کی روایت پر رائج ہے۔

دلیل ثالث: حدیث ابو ہریرہؓ یعنی باب کی چوتھی حدیث (رقم الحدیث ۹۳۵) جو بخاری شریف میں بھی موجود ہے إِذَا قَالَ الْإِمَامُ {غَيْرِ الْمُغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ} فَقُولُوا: آمِينَ، اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ امام آمین سرأ کہتا ہے اس لئے کہ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ امام آمین بالجہر کہتا ہے تو اس کا تقاضا یہ تھا کہ مقتدی کی آمین کو امام کی آمین پر مرتب کیا جاتا، نہ کہ سورہ فاتحہ کی آخری آیت پر، آخری آیت پر اسی لئے معلق کیا گیا ہے کہ جہر اوی پڑھی جاتی ہے، اور اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اس باب کی پانچویں حدیث (رقم الحدیث ۹۳۶) میں إِذَا أَقَمَ الْإِمَامُ فَأَقِمُوا اور دہنے تو ہم کہیں گے کہ اسکی توجیہ تو ممکن ہے جو پہلے گزر چکی، لیکن آپ بتائیے کہ اگر امام کا آمین کہنا جہر مانا جائے تو اس اوپر والی روایت جس میں مقتدی کی آمین کو غَیْرِ الْمُغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ پر معلق کیا گیا ہے کیا توجیہ ہوگی؟

دلیل رابع: سرہ بن جندب کی حدیث یعنی حدیث اسکتین جس پر کلام ہمارے یہاں اپنے مقام پر گزر چکا، یہ حدیث اس بات پر دال ہے کہ امام آمین سرأ کہتا ہے، اس لئے کہ مضمون حدیث یہ ہے کہ آپ ﷺ کی نماز میں دو سکتے ہوتے تھے ایک افتتاح صلاۃ کے وقت یہ سکتہ تو شاپڑھنے کیلئے تھا اور دوسرا سکتہ غَیْرِ الْمُغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ^۱ پر یہ سکتہ آمین کیلئے تھا، اور اگر یہ سکتہ امام کا آمین کیلئے نہ مانا جائے بلکہ کسی اور مقصد کیلئے ہو اور یہ کہنا جائے کہ امام کو آمین بالجہر کہنی ہے اس سکتہ کے بعد، تو تقدم المقتدی علی الامام فی التامین لازم آئیگا اس لئے کہ اس حدیث ابو ہریرہؓ میں جو اوپر گزری اس بات کی تصریح ہے کہ جب امام غَیْرِ الْمُغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ پڑھ چکے تو تم آمین کہو، توجب مقتدی کی تائین سورہ فاتحہ کے ختم پر سکتہ امام کی وقت میں ہو جائے گی اور بقول آپ کے امام سکتہ کے بعد آمین کہے گا تو اس صورت میں تقدم علی الامام کا پایا جانا ظاہر ہے جو بالاتفاق ممنوع ہے۔

حضرت سہارنپوریؒ کی رائے: باب کی پہلی حدیث یعنی واکل بن حجر کی حدیث جس کے ایک طریق میں رَفَعَ يَها صَوْتُهُ اور دوسرے طریق میں خَفَضَ يَها صَوْتُهُ مذکور ہے، اس پر تفصیلی کلام شروع میں گزر چکا، وہ حضرات طریق سفیان کو اور احناف طریق شعبہ کو ترجیح دیتے ہیں، حضرت سہارنپوریؒ کی رائے بذل المجہود میں یہ ہے کہ دونوں حدیثیں اپنی اپنی جگہ صحیح ہیں کسی ایک کو دوسرے پر کوئی ترجیح نہیں، اور بہر حال ان میں بظاہر تعارض ہے، اس لئے رفع تعارض^۲ کی شکل یہ ہے کہ یوں کہا

① السنن الکبری للبیہقی - کتاب الصلاة - باب فی سکتی الإمام ۳۰۷۷ ج ۲ ص ۲۹۷

② احقر عرض کرتا ہے کہ اگر مقصود مطلقاً اس سلسلہ کی روایات متعارضہ کے درمیان جمع کرنا ہو تا تب تو یہ تقریر بہت مناسب تھی، لیکن ایسا نہیں بلکہ یہاں مقصود روایت سفیان و روایت شعبہ کے درمیان تطبیق دینا ہے، تو اس میں اشکال ہے اس لئے کہ یہ دو مستقل حدیثیں نہیں ہیں، بلکہ ایک ہی حدیث کے دو مختلف طریق ہیں، پس جب مخرج حدیث واحد ہے اور اس کا راوی صحابی بھی ایک ہے تو پھر اس کو الگ الگ دو قوتوں پر محمول کرنا مشکل ہے، ۱۲۔

جائے کہ آپ ﷺ نے گاہے، آمین بالجہر کہا ہے تعلیم امت کے لئے، اور یہ مطلب نہیں کہ آپ ہمیشہ اس کو بالجہر کہتے تھے اس لئے کہ آمین دعا ہے اور اصل دعائیں اخفا ہے، قرینہ اس پر اکابر صحابہ کا عمل ہے جیسے حضرت عمرو علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما، چنانچہ علامہ عینی نے حضرت عمرو علی کے بارے میں بروایت طبرانی فی تہذیب الآثار نقل کیا ہے لم یکن عمر و علی، رضی اللہ تعالیٰ عنہما، یجھران بیدسم اللہ الرحمن الرحیم ولا بآمین^۱، اور اسی طرح امام طحاوی^۲ نے بھی اسکی تخریج کی ہے، اور ایسے ہی عبد اللہ بن مسعودؓ نے بھی عدم الجہر مروی ہے^۳۔

شوق نیمیوی کی رائے: اور علامہ شوق نیوی نے رفع تعارض کی ایک اور صورت اختیار فرمائی ہے، وہ یہ کہ رفع سے مراد رفع یسر لیا جائے (معمولی سا جہر) اور خفض سے مراد خفض غیر شدید یعنی کسی قدر آہستہ، لہذا اب دونوں میں کوئی تعارض نہیں رہا، اور مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ نماز میں آمین نہ زیادہ زور سے کہتے تھے اور نہ بالکل ہی آہستہ، بلکہ اس طرح کہ صرف صف اول کے بعض قریب میں کھڑے ہوئی والے سن سکیں، کما جاء فی حدیث ابن عمر ابی ہریرۃ حتی یسمع من یلیہ من الصف الأول۔

امام بیہقی کا ایک نقد: امام بیہقی سنن کبریٰ میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث یعنی حدیث وائلؓ خود شعبہ سے اسی طرح مروی ہے جس طرح سفیان روایت کرتے ہیں یعنی بجائے خفض یہاں صوتہ کے رفع یہاں صوتہ، اس کا جواب بذیل الجہود میں یہ لکھا ہے کہ شعبہ کی یہ روایت روایت شاذہ ہے، بعض رواۃ نے شعبہ سے اس طرح روایت کیا ہے لیکن وہ اسمیں متفرد ہیں، اس کے علاوہ شعبہ کے تمام تلامذہ و اصحاب نے خفض یہاں صوتہ ہی روایت کیا ہے، و هذا آخر ما اردنا ذکرہ فی هذا المبحث، واللہ الموفق۔

اس باب میں مصنفؒ نے سات احادیث کی تخریج کی ہے جن میں سے اب تک پانچ احادیث پر کلام گزر چکا۔

۹۳۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ، الشَّعْبِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ مُسَيْبٍ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنْ حُجْرِ بْنِ عَنَبَسٍ، عَنْ وَاثِلِ بْنِ حُجْرٍ، «أَنَّهُ صَلَّى خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَهَرَ بِأَمِينٍ، وَسَلَّمَ عَنْ يَمِينِهِ، وَعَنْ شِمَالِهِ حَتَّى رَأَيْتُ بَيَاضَ عَدْنِهِ»۔

ترجمہ: وائل بن حجر کہتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز ادا کی تو رسول اللہ ﷺ نے با آواز بلند آمین کہا اور نماز سے نکلے ہوئے اپنے دائیں اور بائیں جانب سلام پھیریں یہاں تک کہ میں نے آپ کے رخسار مبارک کی سفیدی کو دیکھ لیا۔

① عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ج ۶ ص ۵۲

② شرح معانی الآثار - کتاب الصلاة - باب قراءة بسم الله الرحمن الرحيم فی الصلاة ۱۲۰۸ (ج ۱ ص ۲۰۳-۲۰۴)

③ بذیل الجہود فی حل ابی داؤد - ج ۵ ص ۲۲۶

جامع الترمذی - الصلاة (۲۴۸) سنن النسائی - الافتتاح (۹۳۲) سنن ابی داؤد - الصلاة (۹۳۳) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة

والسنة (۸۵۵) مستند احمد - اول مسند الکوفیین (۳۱۵/۴) مستند احمد - اول مسند الکوفیین (۳۱۷/۴) سنن الدارمی - الصلاة (۱۲۴۷)

۹۳۴ - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، أَخْبَرَنَا صَفْوَانُ بْنُ عَيْسَى، عَنْ بِشْرِ بْنِ رَافِعٍ، عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ عَمْرِو أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا قَالَا {غَيْرِ الْمُغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ}، قَالَ: «آمِينَ» حَتَّى يَسْمَعَ مَنْ يَلِيهِ مِنَ الصَّفِّ الْأَوَّلِ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب غیر الْمُغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ تلاوت فرماتے تو اتنی آواز سے آمین کہتے کہ پہلی صف کے نمازی اس کو سن لیتے۔

سنن ابی داؤد - الصلاة (۹۳۴) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة (۸۵۳)

۹۳۵ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ سُمَيٍّ، مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِذَا قَالَ الْإِمَامُ {غَيْرِ الْمُغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ}، فَقُولُوا: آمِينَ، فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ قَوْلَهُ قَوْلَ الْمَلَائِكَةِ، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ".

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جب امام غیر الْمُغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ پڑھے تو تم لوگ آمین کہو کیونکہ (فرشتے آمین کہتے ہیں لہذا) جس کی آمین فرشتوں کی اس قول کے ساتھ واقع ہو گئی اس کے سارے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

صحیح البخاری - الأذان (۷۴۷) صحیح البخاری - الأذان (۷۴۸) صحیح البخاری - الأذان (۷۴۹) صحیح البخاری - تفسير القرآن (۴۲۰۵) صحیح البخاری - الدعوات (۶۰۳۹) صحیح مسلم - الصلاة (۴۱) جامع الترمذی - الصلاة (۲۵۰) سنن النسائی - الافتتاح (۹۲۵) سنن النسائی - الافتتاح (۹۲۶) سنن النسائی - الافتتاح (۹۲۷) سنن النسائی - الافتتاح (۹۲۸) سنن النسائی - الافتتاح (۹۲۹) سنن النسائی - الافتتاح (۹۳۰) سنن ابی داؤد - الصلاة (۹۳۵) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة (۸۵۱) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة (۸۵۲) مستند احمد - باقی مسند الکثرین (۲۳۳/۲) مستند احمد - باقی مسند الکثرین (۲۳۸/۲) مستند احمد - باقی مسند الکثرین (۲۷۰/۲) مستند احمد - باقی مسند الکثرین (۴۵۰/۲) مستند احمد - باقی مسند الکثرین (۴۵۹/۲) موطأ مالک - النداء للصلاة (۱۹۵) موطأ مالک - النداء للصلاة (۱۹۶) موطأ مالک - النداء للصلاة (۱۹۷) سنن الدارمی - الصلاة (۱۲۴۵) سنن الدارمی - الصلاة (۱۲۴۶)

۹۳۶ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، وَأَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّهُمَا أَخْبَرَا، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا أَمَّنَ الْإِمَامُ فَأَمِّنُوا، فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ تَأْمِينَهُ تَأْمِينَ الْمَلَائِكَةِ، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ». قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «آمِينَ».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین

کہو کیونکہ جسکی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہو جائیگی تو اس کے سارے گناہ (صغیرہ) معاف کر دیئے جائینگے ابن شہاب زہری کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بھی آمین کہا کرتے تھے۔

صحیح البخاری - الأذان (۷۴۷) صحیح البخاری - الأذان (۷۴۸) صحیح البخاری - الأذان (۷۴۹) صحیح البخاری - تفسیر القرآن (۴۲۰۵) صحیح البخاری - الدعوات (۶۰۳۹) صحیح مسلم - الصلاة (۴۱۰) جامع الترمذی - الصلاة (۲۵۰) سنن النسائي - الافتتاح (۹۲۵) سنن النسائي - الافتتاح (۹۲۶) سنن النسائي - الافتتاح (۹۲۷) سنن النسائي - الافتتاح (۹۲۸) سنن النسائي - الافتتاح (۹۲۹) سنن النسائي - الافتتاح (۹۳۰) سنن ابی داؤد - الصلاة (۹۳۶) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۸۵۱) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۸۵۲) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۸۵۳) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲۳۳/۲) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲۳۸/۲) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲۷۰/۲) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۳۱۲/۲) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۴۴۰/۲) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۴۵۰/۲) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۴۵۹/۲) موطأ مالك - النداء للصلاة (۱۹۵) موطأ مالك - النداء للصلاة (۱۹۶) موطأ مالك - النداء للصلاة (۱۹۷) سنن الدارمی - الصلاة (۱۲۴۵) سنن الدارمی - الصلاة (۱۲۴۶)

۹۳۷ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ أَهْوَيْهٍ، أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ، عَنْ بِلَالٍ، أَنَّهُ قَالَ: «يَا رَسُولَ اللَّهِ، لَا تَسْبِقُنِي بِأَمِينٍ».

حضرت بلالؓ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ میرے آمین کہنے سے پہلے آمین نہ فرمایا کریں۔ سنن ابی داؤد - الصلاة (۹۳۷) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۱۵/۶)

قولہ: عَنْ بِلَالٍ، أَنَّهُ قَالَ: «يَا رَسُولَ اللَّهِ، لَا تَسْبِقُنِي بِأَمِينٍ»: مطلب بظاہر حدیث کا یہ ہے کہ حضرت بلالؓ نماز میں امام کے پیچھے قرأت کرتے ہوں گے، کچھ حصہ اس کا سکتے اولیٰ میں جو دعا افتتاح کیلئے ہوتا ہے، یا امام کی قرأت کے سکات کے درمیان کر لیتے ہوں گے، اور جو حصہ باقی رہ جاتا تھا اس کے بارے میں آپ ﷺ سے عرض کر رہے ہیں کہ آپ قرأت فاتحہ سے فارغ ہونے کے بعد آمین کہنے میں جلدی نہ کیا کریں تھوڑی دیر معمولی سا توقف کر لیا کریں تاکہ میں فاتحہ کا باقی حصہ پڑھ کر پھر آپ کے ساتھ آمین میں شریک ہو جاؤں، اور موافقت امام فی التامین کی فضیلت حاصل ہو جائے۔ مذکورہ بالا حدیث فاتحہ خلف الامام سے متعلق ہے، مگر چونکہ اس میں آمین کا بھی ذکر ہے، اس لئے مصنف اس کو یہاں لائے ہیں، اس حدیث سے بھی ظاہری اور سطحی طور پر آمین بالجہر کا ثبوت ہو رہا ہے لیکن تحقیقی اور یقینی طور پر نہیں۔

تحقیق روایت: دوسری بات یہ ہے کہ اس حدیث پر محدثین کا کلام ہے ابو حاتم فرماتے ہیں رفعہ خطأ، ابن ابی شیبہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جملہ لَا تَسْبِقُنِي بِأَمِينٍ حضرت ابو ہریرہؓ کا ہے جبکہ وہ مؤذن تھے بحرین میں^①، اور یہ بات انہوں نے اپنی مسجد کے امام علاء بن الحضری سے کہی تھی، اور بیہقی کی روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابو ہریرہؓ کا یہ خطاب مزوان کے

① عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّهُ كَانَ مُؤَذِّنًا بِالْبَحْرَيْنِ. فَقَالَ لِلْإِمَامِ: لَا تَسْبِقُنِي بِأَمِينٍ. (مصنف ابن أبي شيبة - كتاب الصلاة - باب ما ذكره إلى آمين ومن كان يقولها ۸۰۴۵)

ساتھ تھا ابو ہریرہؓ اس کے مؤذن تھے^①، نیز واضح رہے کہ ابن ابی شیبہ والی کو امام بخاریؒ نے بھی تعلقاً ذکر فرمایا ہے^②، ہمارے اس بیان سے یہ ثابت ہو گیا کہ یہ حدیث موقوف علی ابی ہریرہؓ ہے اور اس کا تعلق حضرت بلالؓ اور حضور ﷺ سے کچھ نہیں، نیز یہ روایت منقطع بھی ہے ابو عثمان کا سماع بلالؓ سے ثابت نہیں، نیز میں کہتا ہوں کہ اس طرح کا خطاب حضور ﷺ کے ساتھ مناسب بھی نہیں خلاف ادب محسوس ہوتا ہے۔

۹۳۸ - حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ عُثَيْبَةَ الدِّمَشْقِيُّ، وَتَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا الْفَرَّائِيُّ، عَنْ صَبِيحِ بْنِ مُحَمَّدٍ الْجُمُعِيِّ، حَدَّثَنِي أَبُو مُصَيْبٍ الْمَقْرَأِيُّ، قَالَ: كُنَّا نَجْلِسُ إِلَى أَبِي زُهَيْرٍ التَّمِيمِيِّ، وَكَانَ مِنَ الصَّحَابَةِ، فَيَتَحَدَّثُ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ، فَإِذَا دَعَا الرَّجُلُ مِتَابِدًا قَالَ: اخْتِمُهُ يَا مَيَّنَ، فَإِنَّ آمِينَ مِثْلَ الطَّابِعِ عَلَى الصَّحِيفَةِ، قَالَ أَبُو زُهَيْرٍ: أَخْبِرُكُمْ عَنْ ذَلِكَ؟ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ، فَأَتَيْنَا عَلَى رَجُلٍ قَدْ أَلْحَى فِي الْمَسْأَلَةِ، فَوَقَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَسْتَمِعُ مِنْهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَوْجِبَ إِنْ خَتَمَ»، فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: يَا نَبِيَّ شَيْءٌ يَخْتِمُ؟ قَالَ: «يَا مَيَّنَ، فَإِنَّهُ إِنْ خَتَمَ يَا مَيَّنَ فَقَدْ أَوْجِبَ»، فَانْصَرَفَ الرَّجُلُ الَّذِي سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَتَى الرَّجُلُ، فَقَالَ: اخْتِمُ يَا فُلَانُ يَا مَيَّنَ، وَأَبْشُرْ، وَهَذَا الْقَطُّ لِحَمُودٍ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «الْمَقْرَأِيُّ قَبِيلٌ مِنْ حَضِيرٍ»

شرح

ابو مصباح المقرائی کہتے ہیں کہ ہم ابو زہیر تمیمی کی مجلس میں بیٹھا کرتے۔ یہ ابو زہیر تمیمی صحابہ کرام میں سے تھے اور یہ ہمیں عمدہ اور مفید باتیں ارشاد فرماتے۔ ہم میں سے جب کوئی شخص دعا مانگا تو فرماتے اس دعا کو آمین پر ختم کرو کیونکہ جس طرح (کسی قیمتی دستاویز) کاغذ پر لکھ اس پر مہر لگا دی جاتی ہے اسی طرح آمین اس مہر کی مانند ہے۔ پھر ابو زہیر نے ارشاد فرمایا کہ تمہیں اپنی اس بتائی ہوئی بات کی دلیل بیان کرنا ہوں واقعہ یہ ہوا کہ ایک رات ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نکلے ہمراہ گزر ایسے شخص پر ہوا جو بہت مبالغہ کے ساتھ دعا مانگ رہا تھا۔ نبی اکرم ﷺ اس شخص کے پاس ٹھہر کر اس کی دعا سننے لگے اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر یہ شخص مہر لگا دے تو اس کی دعا قبول ہوگی حاضرین مجلس میں سے ایک شخص نے عرض کیا کہ یہ اپنی دعا پر کس طرح مہر لگائے؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا آمین کے ذریعہ مہر لگائے کیونکہ اگر اس نے اپنی دعا کے آخر میں آمین کہا تو اسکی دعا قبول ہوگی تو یہ شخص جس نے نبی کریم ﷺ سے مسئلہ دریافت کیا۔ وہاں سے گیا اور دعا مانگنے والے شخص کے پاس جا کر اس سے کہا کہ اے فلان! آمین نے لفظ پر اپنی دعا قبول کرو اور دعا کے قبول ہونے کی بشارت سنو! یہ مذکورہ بالا الفاظ حدیث محمود بن خالد استاد کے ہیں امام ابو داؤد فرماتے ہیں مقرا، حمیر کا ایک قبیلہ ہے۔

شرح الحدیث

قوله: عَنْ صَبِيحِ بْنِ مُحَمَّدٍ الْجُمُعِيِّ: صبح ضم صاڈ اور فتح صاد یعنی مصفر و کبر دونوں طرح منقول ہے۔

① السنن الکبریٰ للبیہقی - کتاب الصلاة - باب جہر المأموم بالتأمین ۲۴۵۳ (ج ۲ ص ۸۵)

② صحیح البخاری - کتاب صفة الصلاة - باب جہر الإمام بالتأمین تعلقاً

لفظ المقرنی کی تحقیق: قوله: حَدَّثَنِي أَبُو مُصْصِيحٍ الْمَقْرِنِيُّ: بعض نسخوں میں اسی طرح ہے یعنی راء کے بعد ہمزہ ویاہ اور بعض نسخوں میں المقری بروزن المعطی بغیر ہمزہ کے، اور بعض نسخوں میں المقرائی راء اور ہمزہ کے درمیان الف کے ساتھ، ایک اختلاف تو یہ ہوا کہ یہ لفظ ممدود ہے یا مقصور، دوسرا اختلاف یہ ہے کہ اس کو ضم میم اور فتح میم دونوں طرح سے ضبط کیا ہے (اس تحقیق کا تعلق تو ضبط کلمہ سے تھا، آگے اس نسبت کے بارے میں سنئے) بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ نسبت مقرائی طرف ہے جو دمشق میں ایک قریہ ہے اس صورت میں میم مفتوح ہو گا، اور بعض کہتے ہیں کہ یہ نسبت مقراء بروزن مکرم کی طرف ہے جو یمن میں ایک شہر ہے جنہیں عقیق کی کان ہے، وہاں کے محدثین المقربیون کہلاتے ہیں، اس سب سے معلوم ہوا کہ یہ القرائت سے ماخوذ نہیں جیسے کہتے ہیں القاری والمقدری۔

قوله: فَإِذَا دَعَا الرَّجُلُ مَنَابِدَ عَاقَالٍ: أَخْبَعَهُ بِأَمِينٍ، فَإِنَّ أَمِينَ وَمَثَلِ الطَّابِعِ عَلَى الصَّحِيفَةِ: مضمون حدیث یہ ہے کہ ابوہریرہ جو کہ صحابہ میں سے ہیں وہ ہمیں اچھی اچھی حدیثیں سنایا کرتے تھے یا اچھی اچھی باتیں کیا کرتے تھے ان کی عادت یہ تھی کہ جب ہم میں سے کوئی دعا مانگتا تھا تو وہ اس سے فرماتے تھے کہ اپنی اس دعا کو آمین پر ختم کر دیا ترجمہ اس طرح کیجئے، اس پر آمین کی مہر لگا دے اس لئے کہ آمین مثل مہر کے ہے جو کسی کتاب یا تحریر پر لگائی جاتی ہے۔

۱۷۴۔ ثَابِتُ التَّصْفِيقِ فِي الصَّلَاةِ

نیز مسین تصفیق کرنے کا بیان

۹۳۹۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَانُ، عَنْ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «التَّسْبِيحُ لِلرِّجَالِ، وَالتَّصْفِيقُ لِلنِّسَاءِ».

حضرت ابوہریرہؓ نبی اکرم ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں (نماز میں ضرورت کے موقع پر کسی کو تسبیح کرنے کیلئے) مردوں کو سبحان اللہ کہنا چاہئے اور عورتوں کو ایک ہاتھ کی تھیلی کو دوسرے ہاتھ پر مارنا چاہیے۔

صحیح البخاری - الجمعة (۱۱۴۵) صحیح مسلم - الصلاة (۴۲۲) جامع الترمذی - الصلاة (۳۶۹) سنن النسائی - السهو (۱۲۰۷) سنن النسائی - النهو (۱۲۰۸) سنن النسائی - السهو (۱۲۰۹) سنن النسائی - السهو (۱۲۱۰) سنن أبي داود - الصلاة (۹۳۹) سنن ابن ماجه - إتمام الصلاة والسنة فيها (۱۰۳۴) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲/۴۱۱) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲/۲۶۱) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲/۳۱۷) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲/۳۷۶) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲/۴۳۲) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲/۴۹۳) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲/۴۷۳) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲/۵۲۹) سنن الدارمی - الصلاة (۱۳۶۳)

قوله: التَّسْبِيحُ لِلرِّجَالِ، وَالتَّصْفِيقُ لِلنِّسَاءِ: یعنی اگر انام کو نماز میں کوئی سہو پیش آئے تو اگر

پیچھے مرد ہے تو وہ سبحان اللہ کے ذریعہ امام کو تنبیہ کرے، اور اگر مقتدی عورت ہے تو وہ تالی بجائے جمہور علماء ائمہ ثلاث کا یہی مذہب ہے اور مسئلہ میں امام مالک کا اختلاف مشہور ہے، وہ فرماتے ہیں کہ لقمہ دینے والا مرد ہو یا عورت دونوں کیلئے تسبیح مشروع ہے، وہ کہتے ہیں کہ حدیث کا مطلب وہ نہیں جو جمہور کہتے ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ تسبیح مردانہ فعل ہے اور تصفیق یعنی تالی بجانابہ زنانہ فعل ہے، ای التصفیق خارج الصلوۃ من شان النساء، یعنی آپ ﷺ تکبیر و مذمت کے طور پر فرما رہے ہیں، اور جمہور کے مطلب کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس کے لفظ یہ ہیں جو اگلی حدیث میں آرہے ہیں إِذَا نَابَكُمْ شَيْءٌ فِي الصَّلَاةِ فَلْيَسْبِحِ الرَّجُلُ، وَلْيَصْفِقِ النِّسَاءُ اور تصفیح کا طریقہ جو آگے کتاب میں بھی مذکور ہے یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی دو انگلیوں کو بائیں ہاتھ کی پھلی پر مارا جائے اور دوسرا قول یہ ہے کہ احد الکفین کی پشت کو بطن اخری پر مارے اور وہ تصفیق جو مذموم ہے وہ یہ ہے کہ احد الکفین کے بطن کو بطن اخری پر مارا جائے جس کی وجہ سے آواز زور سے پیدا ہوتی ہے یہ لہو و لعب کے قبیل سے ہے اور پہلی تصفیق وہ تنبیہ کیلئے ہے۔

۹۰ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَهَبَ إِلَى بَنِي عَمْرِو بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِحِ بَيْنَهُمْ، وَحَاطَتِ الصَّلَاةُ، فَجَاءَ الْمُؤَذِّنُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَقَالَ: أَتُصَلِّي بِالنَّاسِ فَأُؤَمِّمُ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَصَلَّى أَبُو بَكْرٍ، فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالنَّاسُ فِي الصَّلَاةِ، فَتَخَلَّصَ حَتَّى وَقَفَ فِي الصَّفِّ، فَصَفَّقَ النَّاسُ، وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ لَا يَلْتَفِتُ فِي الصَّلَاةِ، فَلَمَّا أَكْثَرَ النَّاسُ التَّصْفِيقَ التَّفَّتَ، فَرَأَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَشَارَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنْ امْكُثْ مَكَانَكَ، فَرَفَعَ أَبُو بَكْرٍ يَدَيْهِ، فَحَمِدَ اللَّهُ عَلَى مَا أَمَرَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ذَلِكَ، ثُمَّ اسْتَأْخَرَ أَبُو بَكْرٍ حَتَّى اسْتَوَى فِي الصَّفِّ، وَتَقَدَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا انْقَضَتْ، قَالَ: «يَا أَبَا بَكْرٍ، مَا مَنَعَكَ أَنْ تَتَّبِعَ إِذَا أَمَرْتُكَ؟» قَالَ أَبُو بَكْرٍ: مَا كَانَ لِابْنِ أَبِي قُحَافَةَ، أَنْ يُصَلِّيَ بَيْنَ يَدَيِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا لِي رَأَيْتُكُمْ أَكْثَرْتُمْ مِنَ التَّصْفِيقِ؟ مَنْ نَابَهُ شَيْءٌ فِي صَلَاتِهِ فَلْيَسْبِحْ، فَإِنَّهُ إِذَا سَبَّحَ التَّفَّتَ إِلَيْهِ، وَإِنَّمَا التَّصْفِيقُ لِلنِّسَاءِ»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَهَذَا فِي الْقَرِيبَةِ».

سہل بن سعد کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ قبیلہ بنی عمرو بن عوف (جو قباء کا رہائش پذیر تھا) کے آپس میں صلح صفائی کی غرض سے تشریف لے گئے اس دوران نماز (عصر) کا وقت ہو گیا تو مؤذن (حضرت بلال) حضرت ابو بکر کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ کیا آپ لوگوں کی امامت کرائیں گے تو میں اقامت کہوں؟ حضرت ابو بکر نے فرمایا ٹھیک ہے میں امامت کراتا ہوں تو حضرت ابو بکر لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے کہ دوران نماز نبی پاک ﷺ تشریف لے آئے یہاں تک کہ آپ ﷺ پہلی صف میں تشریف لے آئے..... ابو بکر (اپنے نماز میں استغراق کی وجہ سے) دوران نماز کہیں متوجہ نہ ہوتے تھے لوگوں نے ہاتھ کو ہاتھ پر مار کر حضرت ابو بکر کو نبی اکرم ﷺ کی آمد کی اطلاع دی (اس کے باوجود حضرت ابو بکر کو کچھ پتہ نہ چلا) جب لوگ کثرت

سے ہاتھ پر ہاتھ مارتے رہے تو حضرت ابو بکرؓ مقتدیوں کی اس آواز پر متوجہ ہوئے اور آپؐ نے نبی اکرم ﷺ کو صف میں کھڑا ہوا پایا تو (جب حضرت ابو بکرؓ نے پچھلی صف میں جانے کا ارادہ کیا تو) نبی اکرم ﷺ نے اشارہ سے آپؐ کو فرمایا کہ اپنی جگہ امامت کراتے رہیں تو حضرت ابو بکرؓ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ پاک کی تعریف بیان کی کہ نبی اکرم ﷺ ان کو امامت کا حکم فرما رہے ہیں (اور خود انکی اقتداء فرما رہے ہیں) پھر ابو بکرؓ پہلی صف میں آگئے اور رسول اللہ ﷺ نے آگے پڑھ کر امامت فرمائی تو حضور ﷺ نماز سے فارغ ہو گئے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ابو بکرؓ جب میں نے دوران نماز تمہیں اپنی جگہ ٹھہرنے (امامت کرانے) کا کہا تھا تو تم نے ایسا کیوں نہ کیا حضرت ابو بکرؓ نے جواب دیا ابو قحافہ کے بیٹے کی یہ مجال نہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے آگے کھڑے ہو کر نماز پڑھے..... پھر نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا لوگو! کیا بات ہے میں تم لوگوں کو دیکھ رہا تھا کہ تم نماز میں ہاتھ پر ہاتھ مارے جا رہے تھے..... جسکی نماز کے دوران اسے کوئی ضرورت پیش آئے تو اسے سبحان اللہ کہنا چاہیے کیونکہ جب یہ شخص سبحان اللہ کہے گا تو لوگ اسکی طرف متوجہ ہو جائیں گے۔ عورتوں کو نماز میں ہاتھ پر ہاتھ مارنا چاہیے (امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ یہ حکم فرض نماز کا ہے)۔

۹۴۱- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: كَانَ قِتَالُ بَيْنِ بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ، فَبَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَتَاهُمُ لِيُصْلِحَ بَيْنَهُمْ بَعْدَ الظُّهْرِ، فَقَالَ لِبِلَالٍ: «إِنَّ حَضْرَتَ صَلَاحِ الْعَصْرِ وَلَمْ آتِكَ، فَمُرْ أَبَا بَكْرٍ، فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ»، فَلَمَّا حَضَرَتِ الْعَصْرُ أَذَّنَ بِلَالٌ، ثُمَّ أَقَامَ، ثُمَّ أَمَرَ أَبَا بَكْرٍ، فَتَقَدَّمَ، قَالَ فِي آخِرِهِ: «إِذَا أَنَا بَكُمُ شَيْءٌ فِي الصَّلَاةِ فَلْيَسْتَحِ الرَّجَالُ، وَلْيُصَلِّحِ النِّسَاءُ».

سہل بن سعد کہتے ہیں قبیلہ بنو عمرو بن عوف کے آپس میں کچھ جنگ وجدال شروع ہو گئی تو اس لڑائی کی خبر نبی پاک ﷺ کو ملی تو نبی پاک ﷺ اس قبیلہ میں نماز ظہر کے بعد صلح صفائی کرانے کیلئے تشریف لائے تو حضرت بلالؓ سے آپؐ یہ فرما گئے اگر نماز عصر کا وقت ہو گیا اور میں نہ آیا تو (حضرت) ابو بکرؓ سے کہہ دینا کہ لوگوں کو نماز کی امامت کرا دیں جب نماز عصر کا وقت ہو گیا تو بلالؓ نے اذان اور اقامت کہی اور حضرت ابو بکرؓ کو امامت کیلئے کہا تو ابو بکرؓ امامت کے لئے آگے بڑھ گئے اس حدیث کے آخر میں ہے..... نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تمہیں دوران نماز کوئی ضرورت پیش آئے تو مردوں کو تسبیح کہنی چاہئے اور عورتیں تصفیٰ کریں۔

۹۴۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، عَنْ عِيسَى بْنِ أَيُّوبَ، قَالَ قَوْلُهُ: «التَّصْفِيحُ لِلنِّسَاءِ» تَصْرِيفٌ بِأَصْبَحَيْنِ مِنْ تَحْدِيدِهَا عَلَى كَقِفِهَا الْبِسْرَى.

عیسیٰ بن ایوب نے کہا تصفیٰ للنساء کی کیفیت یہ ہے کہ عورت اپنے سیدھے ہاتھ کی دو انگلیوں کو اپنے بائیں ہاتھ کی پتھلی پر مارے۔

صحیح البخاری - الاذان (۶۵۲) صحیح البخاری - الجمعة (۱۱۴۳) صحیح البخاری - الجمعة (۱۱۴۶) صحیح البخاری - الجمعة (۱۱۶۰) صحیح البخاری - الجمعة (۱۱۷۷) صحیح البخاری - الصلح (۲۵۴۴) صحیح البخاری - الاحکام (۶۷۶۷) صحیح مسلم - الصلاة (۴۲۱) سنن النسائي - الإمامة (۷۸۴) سنن النسائي - الإمامة (۷۹۳) سنن النسائي - السهو (۱۱۸۳) سنن أبي داود - الصلاة (۹۴۰) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (۱۰۳۵) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۳۳۰/۵) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۳۳۱/۵) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۳۳۲/۵) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۳۳۶/۵) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۳۳۸/۵) موطأ مالك - الدعاء للصلاة (۳۹۲) سنن الدارمي - الصلاة (۱۳۶۴)

شرح الاحادیث

قوله: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَهَبَ إِلَى بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ لِيُصْلِحَ بَيْنَهُمْ: ایک مرتبہ قبیلہ بنو عمرو بن عوف جو انصار کا ایک قبیلہ تھا اور قبائیں آیا تھا، اتفاق سے ان میں آپس میں لڑائی ہو گئی تو آپ ﷺ ان کے درمیان مصالحت کرانے کیلئے ظہر پڑھا کر تشریف لے گئے اور جاتے وقت آپ ﷺ نے حضرت بلالؓ سے فرمایا کہ اگر میری واپسی عصر تک نہ ہوئی تو ابو بکرؓ سے نماز پڑھو لینا، چنانچہ عصر کی نماز کا وقت آگیا اور حضور ﷺ کی واپسی اس وقت تک نہ ہوئی اس لئے صدیق اکبرؓ نے مسجد میں نماز شروع کر دی، ابھی پہلی ہی رکعت تھی کہ آپ ﷺ تشریف لے آئے اور صفوں کو چیرتے ہوئے اگلی صف میں پہنچ کر شامل ہو گئے، لوگوں نے صدیق اکبرؓ کو متوجہ کر نیکے لئے تصفیق کی، جب لوگوں نے زیادہ تصفیق کی تب وہ متوجہ ہوئے اور محسوس کر لیا کہ حضور ﷺ تشریف لے آئے ہیں، اس پر انہوں نے پیچھے لوٹنے کا ارادہ کیا تا کہ آپ ﷺ نماز پڑھائیں تو آپ ﷺ نے ان کو اشارہ سے منع کیا (جب صدیق اکبرؓ نے یہ دیکھا کہ حضور ﷺ میرے پیچھے نماز پڑھنے کیلئے تیار ہیں تو انہوں نے اس پر اللہ کا شکر ادا کرنے کیلئے) دونوں ہاتھ اٹھا کر (جس طرح دعائیں اٹھاتے ہیں) اللہ کی حمد و ثناء کی لیکن ان سے وہاں رہا نہیں گیا حتیٰ کہ پیچھے آخر صف میں کھڑے ہو گئے اور حضور ﷺ نے امام کی جگہ مصلیٰ پر پہنچ کر نماز پڑھائی۔

نماز کی حالت میں استخلاف امام کب جائز ہے: اس حدیث میں ایک اختلافی مسئلہ ہے وہ یہ کہ ایک نماز کو ایک امام پڑھانا شروع کرے اور پھر وہ درمیان میں خود پیچھے ہٹ کر دوسرے شخص کو نماز پڑھانے کیلئے آگے بڑھا دے، ایسا کرنا شافعیہ اور مالکیہ کے یہاں تو جائز ہے، نوویؒ نے شافعیہ کا قول صحیح^۱ اور صاحب منہل^۲ نے مالکیہ کا یہی لکھا ہے، اور حنفیہ کے نزدیک جیسا کہ بذل میں در مختار سے نقل کیا ہے بلا مجبوری کے استخلاف جائز نہیں، ہاں اگر امام اول قرأت کی مقدار مفروض نہ کر سکے کسی وجہ سے اس کو حصر واقع ہو جائے تب دوسرا شخص نماز پڑھا سکتا اور نہ نہیں^۳، ہمارے علماء اس قصہ کی توجیہ یہی کرتے ہیں کہ یہاں صدیق اکبرؓ پر حضور ﷺ کی تشریف آوری کی وجہ سے حصر واقع ہو گیا تھا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

فائدہ: اسی قسم کا ایک قصہ کتاب الطہرات میں مسح علی الخفین کے باب میں گزر چکا وہاں پر پہلے سے نماز پڑھانے والے حضرت

① النہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج ج ۴ ص ۱۴۶

② المنہل العذب المورود شرح سنن أبي داود - ج ۶ ص ۴۶

③ بذل المجہود فی حل أبي داود - ج ۵ ص ۲۴۴-۲۴۵

عبدالرحمن بن عوفؓ تھے، دونوں میں فرق یہ ہے جیسا کہ وہاں گزر چکا کہ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے بھی حضور ﷺ کی تشریف آوری پر پیچھے ہٹنا چاہا تھا لیکن آپ ﷺ کے اشارہ پر وہی نماز پڑھاتے رہے، اور یہاں اس قصہ میں صدیق اکبرؓ پیچھے ہٹ گئے تھے، اس پر کلام وہاں گزر چکا۔

۱۷۵۔ بَابُ الْإِشَارَةِ فِي الصَّلَاةِ

نماز میں اشارہ کرنے کا بیان

۹۴۳ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ شَبُوبَةَ الْمُرُوزِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُشِيرُ فِي الصَّلَاةِ»

انس بن مالک سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نماز میں اشارہ فرماتے تھے۔

سنن ابی داؤد - الصلاة (۹۴۳) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۱۳۸/۳)

اس میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ اشارہ سے مراد اشارہ بالسبایہ ہو، جو تشہد میں ہوتا ہے لیکن چونکہ تشہد اور اس کے متعلقات کے ابواب تو آگے آرہے ہیں، اس لئے مصنف کی مراد یہ نہیں ہو سکتی لہذا یہاں اشارہ سے مراد اشارہ لاجل الحاجة ہے جیسے سلام کے جواب میں اشارہ کرنا یا کوئی اور بات سمجھانے کے لئے۔

لیکن رد السلام کیلئے اشارہ کا باب پہلے گزر چکا اس لئے دوسرا احتمال ہی مراد ہے، ہمارے فقہاء نے تصریح کی ہے کہ اگر کوئی شخص نماز کے ساتھ بات کر کے اس کو کچھ سمجھانا چاہے تو جائز ہے اور نماز خود اس کا جواب ہاتھ یا سر کے اشارہ سے دے سکتا ہے لیکن رد السلام بالاشارة کو ہمارے فقہاء نے مکروہ لکھا ہے کما تقدم فی بابہ۔

۹۴۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ بُكَيْرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ عُثْبَةَ بْنِ الْأَخْنَسِ، عَنْ أَبِي عَطْفَانَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «التَّسْبِيحُ لِلزَّجَالِ - يَعْنِي فِي الصَّلَاةِ - وَالتَّصْفِيقُ لِلنِّسَاءِ، مَنْ أَشَارَ فِي صَلَاتِهِ إِشَارَةً نَفَهُمُ عَنْهُ، فَلْيَعُدْ لَهَا» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «هَذَا الْحَدِيثُ وَهُمْ»

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا نماز میں مرد حضرات سبحان اللہ کہیں اور عورتیں تصفیق کریں اور جو شخص اپنی نماز میں اس طرح اشارہ کرے جو سمجھ لیا جائے تو اسے اپنی نماز لوٹا لینی چاہیے۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں یہ حدیث وہم ہے۔

صحیح البخاری - الجمعة (۱۱۴۵) صحیح مسلم - الصلاة (۴۲۲) جامع الترمذی - الصلاة (۳۶۹) سنن النسائي - السهو (۱۲۰۷) سنن النسائي - السهو (۱۲۰۸) سنن النسائي - السهو (۱۲۰۹) سنن النسائي - السهو (۱۲۱۰) سنن ابی داؤد - الصلاة (۹۴۴) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۱۰۳۴) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۲۴۱/۲) مسند احمد - باقی مسند المکثرین

(۲۶۱/۲) مسند احمد - باقی مسند الکثرین (۳۱۷/۲) مسند احمد - باقی مسند الکثرین (۳۷۶/۲) مسند احمد - باقی مسند الکثرین
(۴۳۲/۲) مسند احمد - باقی مسند الکثرین (۴۴۰/۲) مسند احمد - باقی مسند الکثرین (۴۷۳/۲) مسند احمد - باقی مسند الکثرین
(۴۷۹/۲) مسند احمد - باقی مسند الکثرین (۴۹۳/۲) مسند احمد - باقی مسند الکثرین (۵۰۷/۲) مسند احمد - باقی مسند الکثرین
(۵۲۹/۲) سنن الدارمی - الصلاة (۱۳۶۳)

شرح الحدیث

قوله: مَنْ أَشَارَ فِي صَلَاتِهِ إِشَارَةً تُفْهَمُ عَنْهُ، فَلْيُحْذَرْ لَهَا: حدیث کا یہ جملہ حدیث سابق کے خلاف ہے کیونکہ اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ اگر کوئی شخص نماز میں اشارہ کوئی بات دوسرے کو سمجھا دے تو اس کو نماز کا اعادہ کرنا چاہئے۔ اس لئے مصنف فرما رہے ہیں قَالَ ابوداؤد: «هَذَا الْجَدِيدُ وَهُمْ» دارقطنی اور بیہقی نے بھی اس زیادتی کو غیر صحیح قرار دیا ہے اور یہ کہ ہو سکتا ہے کہ یہ ابن اسحاق راوی کا قول ہو، نیز اس حدیث کی سند میں ابو غطفان ہے، کہا گیا ہے کہ وہ رجل مجہول ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے، ابو غطفان جس کا نام ہے ابو طریف ہے ثقہ راوی ہیں، اور یا اس حدیث کی یہ توجیہ کی جائے کہ اس میں اعادہ صلاة کا امر بطریق استحباب ہے نہ بطریق وجوب فَلْيُحْذَرْ لَهَا اس میں لام زائد ہے اور ضمیر راجع ہے صلاة کی طرف یعنی فليعد الصلوة بالام الى کے معنی میں ہے اور فليعد عود سے ہے اسی فليعد الى الصلوة چاہئے کہ نماز کی طرف لوٹے۔

۱۷۶۔ بَابُ فِي مَسْحِ الْخُصْيِ فِي الصَّلَاةِ

نماز میں کنکریوں کو چھونے کا بیان

۹۴۵۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي الْأَخْوَصِ، شَيْخٍ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا ذَرٍّ، يَرْوِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ إِلَى الصَّلَاةِ، فَإِنَّ الرَّحْمَةَ تَوَاجَّهُ، فَلَا يَمْسَحُ الْخُصْيَ»
حضرت ابو ذر غفاریؓ نبی اکرم ﷺ سے نقل فرماتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی شخص نماز کیلئے کھڑا ہو تو رحمت الہی اس کے سامنے ہوتی ہے لہذا کنکریوں کو ہاتھ مت لگائے۔

جامع الترمذی - الصلاة (۳۷۹) سنن النسائی - السہر (۱۱۹۱) سنن ابی داؤد - الصلاة (۹۴۵) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۱۰۲۷) سنن الدارمی - الصلاة (۱۳۸۸)

شرح الحدیث

مضمون حدیث یہ ہے کہ جب آدمی نماز شروع کرتا ہے تو نماز کی حالت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کی طرف متوجہ ہوتی ہے لہذا اس رحمت کو حاصل کرنے کے لئے نماز کو بھی اسی کی طرف متوجہ رہنا چاہئے کسی ایسی چیز میں نہیں لگنا چاہئے جس کی وجہ سے نماز سے توجہ ہٹ جائے مثلاً سجدہ میں جاتے وقت سجدہ کی جگہ سے مٹی یا کنکریاں نہیں ہٹانی چاہئے، حدیث میں کنکری کا ذکر ہے کیونکہ اس زمانہ میں مسجد نبویؐ میں کنکریاں ہی بچھی ہوئی تھیں۔
جمہور علماء کے نزدیک مسح الخصى نماز میں مکروہ ہے اور ظاہر یہ کہ نزدیک حرام ہے مگر ایک مرتبہ ہٹانے کی اجازت حدیث میں

مذکور ہے بعض نے اس ممانعت کی حکمت یہ لکھی ہے کہ یہ تواضع کے منافی ہے اور بعض یہ کہتے ہیں کہ اس کی مصلحت یہ ہے تاکہ کنکری سجود سے محروم نہ ہو اس لئے کہ ہر کنکری یہ چاہتی ہے کہ نماز اس پر سجدہ کرے جیسا کہ مصنف ابن ابی شیبہ کی ایک روایت مقطوعہ میں ہے۔

۹۴۶ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ مُعَيْقِبٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا تَمْسَحُ وَأَنْتَ تُصَلِّي، فَإِنْ كُنْتَ لَا بُدَّ فَاغْلَا، فَوَاحِدَةً تُسَوِّبَةَ الْحَصَى».

معقیب سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ تم نماز کے دوران کنکریوں کو مت چھوؤ اگر بہت ضروری کرنا ہی ہو تو ایک دفعہ کنکریوں کو اپنے ہاتھ سے صحیح اور برابر کر لے۔

صحیح البخاری - الجمعة (۱۱۴۹) صحیح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (۵۴۶) جامع الترمذی - الصلاة (۳۸۰) سنن النسائی - السهو (۱۱۹۲) سنن ابی داؤد - الصلاة (۹۴۶) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۱۰۲۶) مسند احمد - مسند المکین (۴۲۶/۳) مسند احمد - باقی مسند الانصار (۴۲۵/۵) سنن الدارمی - الصلاة (۱۳۸۷)

شرح الحديث - قوله: فَإِنْ كُنْتَ لَا بُدَّ فَاغْلَا، فَوَاحِدَةً تُسَوِّبَةَ الْحَصَى: یہ آخری لفظ کسی راوی کی جانب سے مسح الحصى کی تفسیر ہے، ترکیب میں بظاہر یہ مبتدأ محذوف کی خبر ہے تقدیر عبارت یہ ہے وہو (أی المنسح) تسویبة الحصى^۱ کہ مسح سے مراد تسویبة الحصى ہے۔

۱۷۷ - بَابُ الرَّجُلِ يَصَلِّيُ مُخْتَصِرًا

دوران نماز کو کھ پر ہاتھ رکھنے کا بیان

یہ باب مکرر ہے اس سے دس بارہ باب پہلے باب فی التخصیر والإقضاء گزر چکا، لیکن وہاں مصنف نے ایک دوسری حدیث (رقم الحدیث ۹۰۳) ذکر فرمائی تھی جو یہاں مذکور نہیں اس کو دیکھ لیا جائے وہاں پر گزرا ہے، آپ ﷺ نے الصلابة فی الصلاة سے منع فرمایا ہے۔

۹۴۷ - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ كَعْبٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: "كُنِيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَنِ الْاِخْتِصَارِ فِي الصَّلَاةِ"، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «يَعْنِي يَضَعُ يَدَهُ عَلَى خَاصِرَتِهِ».

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے دوران نماز اپنی کو کھ پر ہاتھ رکھنے سے منع فرمایا امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ آدمی کو دوران نماز اپنی کو کھ پر ہاتھ رکھنے کی ممانعت ہے۔

صحیح البخاری - الجمعة (۱۱۶۱) صحیح البخاری - الجمعة (۱۱۶۲) صحیح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة

(۵۴۵) جامع الترمذی - الصلاة (۳۸۳) سنن النسائی - الاقتراح (۸۹۰) سنن ابی داؤد - الصلاة (۹۴۷) مسند أحمد - باقی مسند الکثرین (۲۳۲/۲) مسند أحمد - باقی مسند الکثرین (۲۹۰/۲) مسند أحمد - باقی مسند الکثرین (۲۳۱/۲) مسند أحمد - باقی مسند الکثرین (۳۹۹/۲) سنن الدارمی - الصلاة (۱۴۲۸)

شرح الحدیث اور بخاری شریف کی روایت میں ہے **فُهِی عَنْ الْخُصْرِ فِي الصَّلَاةِ**، اختصار اور مختصر کی تفسیر میں متعدد اقوال ہیں اور اس کا حکم اور حکمت منع ان سب چیزوں کا بیان پہلی جگہ گزر چکا ہے۔

۱۷۸ - بَابُ الرَّجُلِ يُعْتَمِدُ فِي الصَّلَاةِ عَلَى عَصَا

۵۵ دوران نماز لاٹھی پر سہارا لینے کا حکم (۵۵)

۹۴۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْوَابِصِيُّ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ شَيْبَانَ، عَنْ حُصَيْنِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ، قَالَ: قَدِمْتُ الرَّقَّةَ، فَقَالَ لِي بَعْضُ أَصْحَابِي: هَلْ لَكَ فِي رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: ثَلَاثٌ: غَنِيْمَةُ، فَدَعَعْنَا إِلَى وَابِصَةَ، ثَلَاثٌ لِصَاحِبِي: ثَبَدٌ أَفْتَنَظُرُ إِلَى دَلِهِ، فَإِذَا عَلَيْهِ قَلَنْسُوَةٌ لَا طِيْمَةَ ذَاتُ أَذْنَيْنِ، وَبُرْئُسٌ عَزِزٌ أَغْبَرٌ، وَإِذَا هُوَ مُعْتَمِدٌ عَلَى عَصَا فِي صَلَاتِهِ، فَقُلْنَا بَعْدَ أَنْ سَلَمْنَا، فَقَالَ: حَدَّثَنِي أُمُّ قَيْسٍ بِنْتُ حُصَيْنٍ، «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا أَسَسَ وَحَمَلَ اللَّحْمَ، اتَّخَذَ عُمُودًا فِي مَصَلَاةٍ يُعْتَمِدُ عَلَيْهَا».

ترجمہ ہلال بن یساف کہتے ہیں کہ میں مقام رقعہ آیا تو مجھے میرے ساتھی نے کہا کہ کیا تم ایک صحابی رسول ﷺ سے ملاقات کرنے کا اشتیاق رکھتے ہو؟ تو میں نے کہا یہ تو بڑی غنیمت ہوگی وہ ساتھی ہمیں وابصہ بن معبد صحابی رسول کی خدمت میں لے گئے تو میں نے اپنے ساتھی سے کہا کہ ہم صحابی کے طور طریقہ کو بغور دیکھتے ہیں تو وہ صحابی ایسی ٹوپی اوڑھے ہوئے تھے جو ٹوپی سر سے ملی ہوئی تھی اور..... اور وہ ایسا کوٹ اوڑھے ہوئے تھے جو اوٹی تھا اور اسپر گرد و غبار پڑی ہوئی تھی اور دوران نماز یہ صحابی اپنی لاٹھی پر سہارا لیے ہوئے تھے تو ہم نے سلام کے بعد انے گفتگو کی (اور ہم نے نماز میں سہارا لینے کے متعلق انے دریافت کیا) تو انہوں نے فرمایا کہ ام قیس بنت حصین نے مجھے حدیث سنائی کہ رسول اللہ ﷺ جب عمر رسیدہ ہو گئے اور آپ ﷺ کا گوشت بھاری ہو گیا تھا تو آپ ﷺ نے اپنی نماز کی جگہ ایک ستون نما چیز بنائی جس پر آپ سہارا لیا کرتے تھے۔

شرح الحدیث عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ، قَالَ: قَدِمْتُ الرَّقَّةَ: مضمون حدیث یہ ہے کہ میں مقام رقعہ (ایک جگہ کا نام ہے) پہونچا تو مجھ سے میرے بعض ساتھیوں نے کہا (زیاد بن ابی العبد، کافی مسند احمد) کیا آپ کو ایک صحابی سے ملاقات کی رغبت ہے، مطلب یہ تھا کہ یہاں اس شہر میں ایک صحابی کا قیام ہے اگر آپ ملنا چاہیں تو چلئے، قَالَ: ثَلَاثٌ: غَنِيْمَةُ میں نے کہا یہ ملاقات بڑی نعمت اور غنیمت ہے وہ کہتے ہیں کہ پھر ہم گئے وابصہ بن معبد کی خدمت میں۔

قولہ: ثَلَاثٌ لِصَاحِبِي: ثَبَدٌ أَفْتَنَظُرُ إِلَى دَلِهِ: ہلال بن یساف کہتے ہیں کہ میں نے اپنے ساتھی سے کہا اب ہم جاتے ہی سب سے

پہلے یہ کام کریں گے کہ ان صحابی کا حال حلیہ دیکھیں گے۔

قوله: فَإِذَا عَلِيهِ قُلْتُسُوءٌ لَا طَهْرَةَ لِذَلِكَ أَلَذِينَ: ہم نے جا کر دیکھا کہ ان کے سر پر ایسی ٹوپی ہے جو سر سے ملی ہوئی ہے، یعنی اونچی نہیں تھی اور وہ ٹوپی دوکانوں والی تھی (جیسی ہمارے اطراف میں بغض لوگ سردی کے زمانہ میں کانوں کی حفاظت کیلئے اوڑھتے ہیں) اور ایک ادنیٰ جبہ مٹیالے رنگ کا پہنے ہوئے تھے، خزاں کپڑے کو کہتے ہیں جو اون اور ریشم سے بنائے یعنی مخلوط نہ خالص ریشمی اور نہ خالص ادنیٰ، اور اس کا اطلاق خالص ریشمی کپڑے پر بھی ہوتا ہے۔

قوله: وَإِذَا هُوَ مُتَعَمِدٌ عَلَى عَصَا فِي صَلَاتِهِ: یعنی جب ہم وہاں پہنچے تو دیکھا کہ وہ ایسی ٹوپی اور ایسا جبہ پہنے ہوئے تھے اور اس وقت میں وہ لکڑی کے سہارے سے کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے، مسئلہ یہ ہے کہ اعتماد فی الصلاة نقل میں مطلقاً جائز ہے اور فرض میں بغیر عذر کے مکروہ ہے۔

معذور کیلئے قیام فی الصلاة کا مسئلہ: یہاں پر بذل المجہود^① میں یہ مسئلہ لکھا ہے کہ جو معذور یا ضعیف شخص فرض نماز میں بغیر سہارے کے قیام پر قادر نہ ہو تو اس سے قیام ساقط نہیں ہوتا بلکہ سہارے سے قائم نماز پڑھنا ضروری ہے سہارا چاہے کسی انسان کا ہو یا کسی لکڑی وغیرہ کا، قاعدہ پڑھنا جائز نہیں حتیٰ کہ اگر کوئی شخص پورے قیام پر قادر نہ ہو تو جتنی دیر بھی قیام کر سکے قیام کرنا واجب ہے اور پھر چاہے بیٹھ جائے، طحاوی میں لکھا ہے کہ خصوصاً صاحبین کے مسلک پر، یہ قیام اس لئے ضروری ہے کہ وہ قادر بقدرۃ الغیر کو قادر دیتے ہیں، اور منہل سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مذکورہ بالا مستند اقیام خفیہ و حنا بلہ اور شافعیہ کی ایک جماعت کے نزدیک بھی واجب ہے البتہ مالکیہ کا اس میں اختلاف ہے وہ ایسی صورت میں وجوب قیام کے قائل نہیں^②۔ بذل میں حضرت گنگوہیؒ کی تقریر سے بھی وہی نقل کیا ہے جو اوپر فقہاء سے نقل کیا گیا ہے حتیٰ المقدور قیام ضروری ہے۔

حضرت گنگوہیؒ کا کمال احتیاط: خود حضرت گنگوہیؒ قدس سرہ کی سوانح میں لکھا ہے کہ حضرت اپنے اخیر زمانہ میں شدت ضعف و مرض کی حالت میں دو خادموں کے سہارے سے کھڑے ہو کر فرض نماز ادا فرماتے تھے۔

۱۷۹۔ بَابُ التَّهْنِي عَنِ الْكَلَامِ فِي الصَّلَاةِ

دوران نماز بات چیت کی ممانعت کا بیان

۹۴۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي جَالِدٍ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ شَبِيلٍ، عَنْ أَبِي عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ، قَالَ: "كَانَ أَحَدُنَا يُكَلِّمُ الرَّجُلَ إِلَى جَنْبِهِ فِي الصَّلَاةِ، فَذَلَّتْ: { وَفُؤُوا لِلَّهِ فِتْنَتَيْنِ }"

① بذل المجہود فی حل ابی داود - ج ۵ ص ۲۵۴

② المنہل العذب المورود شرح سنن ابی داود - ج ۶ ص ۵۴-۵۵

③ اور کھڑے رہو اللہ کے آگے ادب سے (سورۃ البقرۃ ۲۳۸)

بِأَمْرِنَا بِالْشُّكُوتِ، وَلَمْ يَتَأَنَّ الْكَلَامَ."

ترجمہ زید بن ارقم فرماتے ہیں کہ ہم لوگ دوران نماز گفتگو کیا کرتے ہم میں ایک ساتھی اپنے پہلو میں بیٹھے ہوئے شخص سے بات کر لیتا تھا پھر یہ آیت نازل ہوئی اللہ پاک کے سامنے خاموش ہو کر کھڑے ہو جاؤ تو ہمیں نماز میں خاموش رہنے کا حکم دیا گیا اور بات چیت کرنے سے منع کر دیا گیا۔

ترجمہ صحیح البخاری - الجمعة (۱۱۴۲) صحیح البخاری - تفسیر القرآن (۴۲۶۰) صحیح مسلم - المساجد ومواقع الصلاة (۵۳۹) جامع الترمذی - الصلاة (۴۰۵) جامع الترمذی - تفسیر القرآن (۲۹۸۶) سنن النسائی - السجود (۱۲۱۹) سنن ابی داود - الصلاة (۹۴۹) مسند احمد - أول مستند الکوفیین (۳۶۸/۴)

شرح الحدیث **کلام فی الصلوة کلمة مدينة منوره میں:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کلام فی الصلوة کا نسخ مدينہ منورہ میں ہوا، اس لئے کہ یہ آیت جس سے نسخ ہو رہا ہے بالاتفاق مدنی ہے، حضرات شافعیہ کی رائے یہ ہے کہ نسخ الکلام فی الصلوة مکہ مکرمہ میں ہوا، اسکی قدرے وضاحت باب رد السلام فی الصلوة میں عبد اللہ بن جابر نے حدیث قلنا رجعتنا من عند التجاشی کے ذیل میں گزر چکی ہے اور مزید مفصل کلام باب سجود و السجود میں والید بن کے تحت انشاء اللہ تعالیٰ آریگا۔

۱۸۰ - باب فی صلاۃ القاعد

بیٹھے ہوئے شخص کی نماز کے ثواب کا بیان

یہ بات مشہور ہے کہ نفل نماز اگر بلا عذر قاعد پڑھی جائے تو اس کا ثواب نصف ہے، اور اگر عذر سے ہو تو پھر ثواب پورا ہے۔

۹۵۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قُدَامَةَ بْنِ أَغَيْنَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنصُورٍ، عَنْ هِلَالٍ يَعْنِي ابْنَ يَسَافٍ، عَنْ أَبِي عَجْجَى، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو. قَالَ: حَدَّثْتُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «صَلَاةُ الرَّجُلِ قَاعِدًا نِصْفُ الصَّلَاةِ»، فَأَتَيْتُهُ فَوَجَدْتُهُ يُصَلِّي جَالِسًا، فَوَضَعْتُ يَدَيَّ عَلَى رَأْسِهِ، فَقَالَ: «مَا لَكَ يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو؟»، قُلْتُ: حَدَّثْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنَّكَ قُلْتَ: «صَلَاةُ الرَّجُلِ قَاعِدًا نِصْفُ الصَّلَاةِ»، وَأَنْتَ تُصَلِّي قَاعِدًا، قَالَ: «أَجَلْ، وَلَكِنِّي لَسْتُ كَأَخِي مِنْكُمْ».

ترجمہ عبد اللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ مجھے بیان کیا گیا کہ نبی پاک ﷺ کا ارشاد ہے بیٹھ کر نماز پڑھنے والے آدمی کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے شخص کی نماز کا آدھا ثواب ملتا ہے پس میں خدمت نبوی میں حاضر ہوا تو میں نے آپ ﷺ کو بیٹھ کر نماز پڑھتے ہوئے پایا تو میں نے اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھ دیا تو نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا اے عبد اللہ بن عمر تمہیں کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے بتلایا گیا تھا آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو مرد بیٹھ کر نماز پڑھتا ہے اسے نماز کا آدھا ثواب ملتا ہے..... آپ خود بیٹھ کر نماز ادا فرما رہے ہیں نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا میں نے ایسا ہی کہا تھا لیکن میں تمہاری

طرح نہیں ہوں (میں اگر نفل نماز بیٹھ کر ادا کروں تو مجھے بطور خصوصیت کے پورا ثواب ملتا ہے)۔

تخریج صحیح مسلم - صلاة المسافرين وقصرها (۷۳۵) سنن النسائي - قيام الليل وقطوع النهار (۱۶۵۹) سنن ابی داؤد - الصلاة (۹۵۰) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۱۲۲۹) مسند احمد - مسند البکثرین من الصحابة (۱۶۲/۲) مسند احمد - مسند البکثرین من الصحابة (۱۹۲/۲) مسند احمد - مسند البکثرین من الصحابة (۲۰۱/۲) مسند احمد - مسند البکثرین من الصحابة (۲۰۳/۲) موطأ مالک - النداء للصلاة (۳۰۹) موطأ مالک - النداء للصلاة (۳۱۰) سنن الدارمی - الصلاة (۱۳۸۴)

شرح الحدیث قولہ: قَالَ: «أَجَلٌ، وَلَكِنِّي لَسْتُ كَأَحَدٍ مِنْكُمْ»: اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی یہ خصوصیت ہے کہ آپ کو صلاۃ قاعدہ بلا عذر میں بھی پورا ثواب ملتا ہے۔

۹۵۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ عُمَرَ بْنِ حَصِينٍ، أَنَّهُ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلَاةِ الرَّجُلِ قَاعِدًا، فَقَالَ: «صَلَاتُهُ قَائِمًا أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهِ قَاعِدًا، وَصَلَاتُهُ قَاعِدًا عَلَى التَّصَفِّ مِنْ صَلَاتِهِ قَائِمًا، وَصَلَاتُهُ قَائِمًا عَلَى التَّصَفِّ مِنْ صَلَاتِهِ قَاعِدًا»۔

ترجمہ عمران بن حصین سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی پاک ﷺ سے اس شخص کے متعلق دریافت کیا جو بیٹھ کر نماز پڑھے؟ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: آدمی کا کھڑے ہو کر نماز پڑھنا، بیٹھ کر نماز پڑھنے سے افضل ہے اور آدمی بیٹھ کر نماز پڑھنے کی صورت میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کے مقابلہ میں آدھا ثواب ملتا ہے اور آدمی کے لیٹ کر نماز پڑھنے کی صورت میں، بیٹھ کر نماز پڑھنے کے مقابلہ میں آدھا ثواب ملتا ہے۔

تخریج صحیح البخاری - الجمعة (۱۰۶۰) صحیح البخاری - الجمعة (۱۰۶۵) صحیح البخاری - الجمعة (۱۰۶۶) جامع الترمذی - الصلاة (۳۷۱) سنن النسائي - قيام الليل وقطوع النهار (۱۶۶۰) سنن ابی داؤد - الصلاة (۹۵۱) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۱۲۳۱) مسند احمد - أول مستند البصريين (۴۳۳/۴) مسند احمد - أول مستند البصريين (۴۳۵/۴) مسند احمد - أول مستند البصريين (۴۴۲/۴) مسند احمد - أول مستند البصريين (۴۴۳/۴)

شرح الحدیث مضمون حدیث یہ ہے کہ صلاۃ قاعدہ کا ثواب صلاۃ قائمہ سے نصف ہے اور صلاۃ قائمہ کا ثواب صلاۃ قاعدہ سے نصف ہے، معلوم ہوا کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کا ثواب لیٹ کر پڑھنے سے چار گنا ہے۔

شرح حدیث پر تفصیلی کلام: اس حدیث کی تشریح میں شرح نے بہت کچھ تفصیل لکھی ہے ہم بھی مختصر اُبیان کرتے ہیں، پہلے دو باتیں سمجھ لیجئے: ① اول یہ کہ فرض نماز بغیر عذر کے بیٹھ کر یا لیٹ کر بالاتفاق جائز نہیں اور اگر عذر سے پڑھے تو جائز ہے بلکہ ثواب میں بھی کوئی کمی نہیں پورا ثواب ملتا ہے، ② دوسری بات یہ کہ نفل نماز گو بیٹھ کر بلا عذر جائز ہے، لیکن اسمیں ثواب نصف ہے، اور اگر عذر کے ساتھ ہو تو اس میں ثواب پورا ہے، لیکن لیٹ کر نفل نماز پڑھنا بغیر عذر کے عند الجمہور جائز ہی نہیں۔

اس تمہید کے بعد اب اس حدیث کے بارے میں سنیے کہ اگر اس حدیث کو مفترض پر محمول کرتے ہیں تو لا محالہ معذور شخص مراد ہو گا کیونکہ فرض تو بیٹھ کر یا لیٹ کر بلا عذر جائز ہی نہیں، لیکن اس میں یہ اشکال ہو گا کہ پھر تنصیف اجر کیوں ہے، لہذا مفترض پر محمول نہیں اور اگر اس کو قنفل پر محمول کرتے ہیں تو پھر دو صورتیں ہیں معذور ہو گا یا غیر معذور، اگر معذور ہے تو تنصیف اجر کیوں؟ اور اگر غیر معذور ہے تو قاعدہ نفل پڑھنا اگرچہ جائز ہے لیکن لیٹ کر پڑھنا جائز نہیں، حالانکہ حدیث میں وہ مذکور ہے۔

حاصل یہ ہوا کہ اگر حدیث کو مفترض معذور پر محمول کرتے ہیں تو تنصیف اجر کیوں ہے اور اگر قنفل غیر معذور پر محمول کرتے ہیں تو وہ ناممکن کہاں جائز ہے؟ ہاں البتہ حسن بصریؒ اور بعض سلف کے نزدیک جائز ہے ”کما نقلہ الترمذی فی جامعہ“ ایسے ہی ایک روایت شافعیہ سے بھی ہے، حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ متاخرین شافعیہ نے اس حدیث کی بناء پر اسی قول کو (جواز التقلیل مضطجعا بلا عذر) ترجیح دی ہے، اور ایسے ہی ایک روایت جواز کی مالکیہ سے بھی منقول ہے جیسا کہ قاضی عیاضؒ نے فرمایا^①، اسی طرح غالباً بعض کتب احناف میں بھی ایک قول اس کے جواز^② کا لکھا ہے لیکن مشہور قول کے پیش نظر مذاہب اربعہ میں نفل بلا عذر مضطجعا جائز نہیں، لہذا یہ حدیث محتاج تاویل ہے، امام خطابیؒ نے اسکی یہ توجیہ کی ہے کہ یہ اس مفترض معذور پر محمول ہے جو قیام یا قعود پر قادر تو ہے لیکن بہت دقت اور مشقت کے ساتھ، مثلاً ایک شخص اتنا کمزور ہے کہ وہ بیٹھ کر فرض نماز پڑھ تو سکتا ہے لیکن بہت مشقت کے ساتھ تو ایسا شخص اگر لیٹ کر نماز پڑھ لے تو جائز ہے لیکن بیٹھ کر پڑھے گا تو دو گنا ثواب ہو گا ورنہ آدھا، ایسے ہی ایک شخص کھڑا ہو کر نماز پڑھنے پر قادر تو ہے لیکن بڑی مشقت کے ساتھ سو یہ شخص اگر بیٹھ کر نماز پڑھے تو جائز ہے لیکن اگر کھڑے ہو کر پڑھے گا تو دو گنا ثواب ہو گا ورنہ آدھا۔

اور حضرت اقدس گنگوہیؒ نے اس حدیث کو محمول تو اسی قسم کے معذور پر کیا ہے جو کلام خطابی میں مذکور ہے، یعنی جو بمشقت قیام اور قعود پر قادر ہو لیکن قنفل پر نہ کہ مفترض پر، وہ فرماتے ہیں (کما فی الکوکب^③) کہ ایسے معذور کے لئے لیٹ کر نفل تو نماز تو جائز ہے لیکن فرض نماز جائز نہیں یعنی جو معذور فرض نماز بیٹھ کر پڑھنے پر قادر تو ہے لیکن بڑی مشقت کے بعد تو حضرت کے نزدیک اس کے لئے لیٹ کر فرض نماز پڑھنا جائز نہیں بیٹھنا ضروری ہے بخلاف نفل کے وہ لیٹ کر پڑھ سکتا ہے۔

علامہ سندھی کی رائے: علامہ سندھیؒ حاشیہ نسائی میں اس حدیث پر کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس حدیث کے پیش نظر ہمارے بعض متاخرین نے نفل نماز مضطجعا بلا عذر کو جائز قرار دیا ہے لیکن اکثر علماء نے اس کا انکار کیا ہے اور لیٹ کر بغیر عذر پڑھنے کو بدعت قرار دیا ہے، پھر اس کے بعد انہوں نے اس حدیث کی توجیہ یہ کی ہے کہ اس حدیث سے مقصود صحت صلاۃ اور

① فتح الباری شرح صحیح البخاری - ج ۲ ص ۵۸۶

② تو پھر اس صورت میں اگر حدیث کو قنفل غیر معذور پر محمول کیا جائے تو کچھ اشکال نہیں، ۱۲۔

③ معالم السنن - ج ۱ ص ۲۲۵

④ الکوکب الدہی علی جامع الترمذی - ج ۱ ص ۳۴۷

فساد صلاۃ کو بیان کرنا نہیں بلکہ صلوٰتین صحیحین میں سے احداہما کی فضیلت اختری پر بیان کرنا مقصود ہے، اب یہ کہ کوئی نماز صحیح ہے کوئی نہیں یہ قواعد سے معلوم ہوگا، بس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو نماز قاعداً صحیح ہوگی اس کا ثواب قائم پڑھنے سے نصف ہوگا، خود وہ نماز فرض ہو یا نفل، ایسے ہی جو نماز مضطرباً صحیح ہوگی اس کا ثواب قاعداً پڑھنے سے نصف ہوگا، نیز وہ لکھتے ہیں کہ یہ بات جو مشہور ہے کہ معذور کی نماز کا ثواب بیٹھ کر یا لیٹ کر پڑھنے سے ناقص نہیں ہوتا یہ ہمیں تسلیم نہیں انتہی کلامہ ①۔

اس لئے کہ یہ بات عمران بن حصینؓ کی اس حدیث کے بظاہر خلاف ہے، لہذا اس حدیث کے پیش نظریہ تسلیم کرنا ہوگا کہ عذر کی صورت میں بھی قاعداً نماز پڑھنا نقصان ثواب کا باعث ہے اور اس کے خلاف پر کوئی صریح دلیل نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم ②۔

۹۵۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ طَهْمَانَ، عَنْ حُسَيْنِ الْمُعَلِّمِ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ عُمَرَ بْنِ حُصَيْنٍ، قَالَ: كَانَ فِي النَّاصُورِ، فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: «صَلِّ قَائِمًا، فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ قَاعِدًا، فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَعَلَى جَنْبٍ».

عمران بن حصینؓ فرماتے ہیں کہ مجھے ابواسیر کا مرض لاحق ہو گیا تو میں نے نبی اکرم ﷺ سے نماز پڑھنے کے طریقہ کے متعلق دریافت کیا تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تم کھڑے ہو کر نماز ادا کرو اگر تم کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھ سکو تو بیٹھ کر نماز ادا کرو اور اگر بیٹھ کر سکو تو پہلو پر لیٹ کر نماز پڑھ لو۔

صحیح البخاری - الجمعة (۱۰۶۴) صحیح البخاری - الجمعة (۱۰۶۵) صحیح البخاری - الجمعة (۱۰۶۶) جامع الترمذی - الصلاة (۲۷۱) سنن النسائی - قیام اللیل والجمع والنہار (۱۶۶۰) سنن ابی داؤد - الصلاة (۹۵۲) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فیہا (۱۲۳۱) مسند احمد - اول مسند البصریین (۴/۴۳۳) مسند احمد - اول مسند البصریین (۴/۴۳۵) مسند احمد - اول مسند البصریین (۴/۴۴۲) مسند احمد - اول مسند البصریین (۴/۴۴۳)

شرح الحدیث عَنْ عُمَرَ بْنِ حُصَيْنٍ، قَالَ: كَانَ فِي النَّاصُورِ: اور بعض نسخوں میں الناسور سین کے ساتھ ہے اور بخاری شریف کی ایک روایت میں کَانَ فِي بَوَاسِيرٍ اور ایک دوسری روایت ہے وَكَانَ مَبْسُورًا ابواسیر باسور ہی کی جمع ہے تو مشہور مرض ہے معد میں ورم ہو جاتا ہے، اور ناصور زخم کو کہتے ہیں، اس کا تعلق بھی مقعد سے ہوتا ہے۔

قوله: فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ قَاعِدًا: بیٹھ کر اگر نماز پڑھی جائے تو کیفیت قعود کیا ہو اس میں اختلاف ہے امام صاحب کے نزدیک افتراش اولیٰ ہے جس طرح التحیات میں بیٹھتے ہیں، یہی ایک روایت مزنی کی امام شافعیؒ سے ہے، اور امام مالکؒ و احمدؒ و صاحبین کے نزدیک ترجیح (چوزانو بیٹھنا) اولیٰ ہے یہی ایک روایت امام شافعیؒ کی ہے۔

ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ ہیئت قعود ہیئت قیام سے مختلف ہے اور یہ قعود چونکہ قیام کا بدل ہے اس لئے کہ اس کی ہیئت بھی

① سنن النسائی بحاشیة السندي ج ۲ ص ۲۴۸

② لہذا اب اگر ہم اس حدیث کو شخص مقدر پر محمول کر لیں خود وہ تنفل ہو یا مفترض تو کوئی اشکال نہ ہوگا، ۱۲۔

۱۔ اس طور پر کہ سر اور مونڈھوں کے نیچے بڑا سائیکل رکھے تاکہ ایماندار کے لئے بغیر اس کے ایمان نہ ہو سکے گا۔ ۱۲ منہ۔

تھے کہ جب تیس چالیس آیات باقی رہ جاتیں تو ان کو کھڑے ہو کر پڑھتے اس کے بعد رکوع میں جاتے تاکہ پوری نماز قاعدہ ہو کچھ حصہ میں قیام بھی ہو جائے۔

۹۵۴ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَزِيدٍ، وَأَبِي النَّضْرِ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَائِشَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي جَالِسًا، فَيَقْرَأُ وَهُوَ جَالِسٌ، وَإِذَا بَقِيَ مِنْ قِرَاءَتِهِ قَدْرٌ مَا يَكُونُ ثَلَاثِينَ أَوْ أَرْبَعِينَ آيَةً، قَامَ فَقَرَأَهَا وَهُوَ قَائِمٌ، ثُمَّ رَكَعَ، ثُمَّ سَجَدَ، ثُمَّ يَفْعَلُ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ ذَلِكَ»، قَالَ ابْنُ دَاوُدَ: رَوَاهُ عِلْقَمَةُ بْنُ وَقَّاصٍ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ.

نبی پاک ﷺ کی اہلیہ محترمہ عائشہ فرماتی ہیں کہ نبی پاک ﷺ بیٹھ کر نماز (تہجد) میں قرأت فرماتے جب آپ کی مقررہ قرأت میں سے تیس ۳۰ چالیس ۴۰ آیتوں کی مقدار باقی رہ جاتی تو آپ ﷺ قیام فرماتے اور ان آیات کو بحالت قیام پڑھتے پھر رکوع فرماتے پھر سجدہ فرماتے۔ پھر دوسری رکعت میں بھی اسی طرح فرماتے امام ابو داؤد فرماتے ہیں علقمہ بن وقاص نے حضرت عائشہ کے واسطے سے نبی اکرم ﷺ سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

صحیح البخاری - مواہبات الصلاة (۵۶۵) صحیح البخاری - الجمعة (۱۰۶۷) صحیح البخاری - الجمعة (۱۰۶۸) صحیح مسلم - صلاة المسافرين وقصرها (۷۳۰) صحیح مسلم - صلاة المسافرين وقصرها (۷۳۱) صحیح مسلم - صلاة المسافرين وقصرها (۷۳۲) جامع الترمذی - الصلاة (۳۷۴) جامع الترمذی - الصلاة (۳۷۵) سنن النسائی - قیام اللیل وقطوع النہار (۱۰۶۴۶) سنن النسائی - قیام اللیل وقطوع النہار (۱۰۶۴۷) سنن النسائی - قیام اللیل وقطوع النہار (۱۰۶۴۸) سنن النسائی - قیام اللیل وقطوع النہار (۱۰۶۴۹) سنن النسائی - قیام اللیل وقطوع النہار (۱۰۶۵۰) سنن النسائی - قیام اللیل وقطوع النہار (۱۰۶۵۱) سنن النسائی - قیام اللیل وقطوع النہار (۱۰۶۵۲) سنن النسائی - قیام اللیل وقطوع النہار (۱۰۶۵۳) سنن النسائی - قیام اللیل وقطوع النہار (۱۰۶۵۴) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۱۲۲۶) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۱۲۲۷) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۱۲۲۸) مستند أحمد - باقي مستند الأنصار (۱۲۷/۶) مستند أحمد - باقي مستند الأنصار (۱۷۸/۶) مستند أحمد - باقي مستند الأنصار (۲۰۴/۶) مستند أحمد - باقي مستند الأنصار (۲۱۱/۶) مستند أحمد - باقي مستند الأنصار (۲۱۲) مستند أحمد - باقي مستند الأنصار (۲۱۳)

۹۵۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زَيْدٍ، قَالَ: قَالَ: سَمِعْتُ بُدَيْلَ بْنَ مَيْسَرَةَ، وَأَبِي بَرْزَةَ، يُحَدِّثَانِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: «كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي لَيْلًا طَوِيلًا قَائِمًا، وَلَيْلًا طَوِيلًا قَاعِدًا، فَإِذَا صَلَّى قَائِمًا، رَكَعَ قَائِمًا، وَإِذَا صَلَّى قَاعِدًا، رَكَعَ قَاعِدًا».

حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رات میں ایک لمبا حصہ کھڑے ہو کر نماز ادا فرماتے اور رات میں ایک لمبا حصہ بیٹھ کر نماز ادا فرماتے جب آپ ﷺ نماز کھڑے ہو کر پڑھتے تو رکوع بھی بحالت قیام ہی کرے اور جب آپ بیٹھ کر نماز پڑھتے تو رکوع بھی بیٹھ کر ہی فرماتے۔

صحیح البخاری - الجمعة (۱۰۶۷) صحیح البخاری - الجمعة (۱۰۶۸) صحیح مسلم - صلاة المسافرين وقصرها (۷۳۰) صحیح مسلم -

قَاعِدًا؟ قَالَتْ: «حِينَ حَطَمَهُ النَّاسُ».

سبحانہ
عبداللہ بن شفیق کہتے ہیں میں نے حضرت عائشہ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ ایک رکعت میں ایک سورت پڑھا کرتے؟ حضرت عائشہ نے جواب دیا کہ آپ ﷺ ایک رکعت میں مفصل کی کئی سورتیں پڑھا کرتے تو میں عرض کیا کیا نبی پاک ﷺ بیٹھ کر نماز ادا فرمایا کرتے؟ حضرت عائشہ نے جواب میں فرمایا جب لوگوں نے اپنے بوجھ سے آپ ﷺ کو روند ڈالا (تو اس کمزوری کی عمر میں آپ ﷺ بیٹھ کر نماز ادا فرماتے تھے)۔

صحيح البخاري - مواقيت الصلاة (٥٦٥) صحيح البخاري - الجمعة (١٠٦٧) صحيح البخاري - الجمعة (١٠٦٨) صحيح
 مسلم - صلاة المسافرين وقصرها (٧٣٠) صحيح مسلم - صلاة المسافرين وقصرها (٧٣١) صحيح مسلم - صلاة المسافرين وقصرها (٧٣٢) جامع
 الترمذي - الصلاة (٣٧٤) جامع الترمذي - الصلاة (٣٧٥) سنن النسائي - قيام الليل وتطوع النهار (١٦٤٦) سنن النسائي - قيام الليل وتطوع النهار
 (١٦٤٧) سنن الدائمي - قيام الليل وتطوع النهار (١٦٤٨) سنن النسائي - قيام الليل وتطوع النهار (١٦٤٩) سنن النسائي - قيام الليل وتطوع النهار
 (١٦٥٠) سنن النسائي - قيام الليل وتطوع النهار (١٦٥٢) سنن النسائي - قيام الليل وتطوع النهار (١٦٥٦) سنن النسائي - قيام الليل وتطوع النهار
 (١٦٥٧) سنن أبي داود - الصلاة (٩٥٦) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (١٢٢٦) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (١٢٢٧) سنن ابن
 ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (١٢٢٨) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٢٧/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٢٧/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٢٧/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٢٧/٦)
 الأنصار (٤٠٤/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٣١/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٣١/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٣١/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٣١/٦)

قوله: سَأَلْتُ عَائِشَةَ، أَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ السُّورَةَ فِي رَكْعَةٍ؟ قَالَتْ: «الْمُقْصَلُ». بعض نسخوں میں بجائے السور کے السورة (مفرداً) مذکور ہے اور بیہقی کی روایت کے لفظ یہ ہیں: هَلْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ بَيْنَ السُّورِ؟ قَالَتْ: «مِنْ الْمُقْصَلِ» ❶، حاصل سوال یہ ہے کہ کیا حضور ﷺ کئی کئی سورتیں ملا کر پڑھتے تھے تو انہوں نے جواب دیا کہ ہاں مفصل کی سورتوں میں سے ملا کر پڑھتے تھے، مفصل قرآن پاک کی سات منزلوں میں سے آخری منزل کا نام ہے سورہ حجرات یاق سے لے کر آخر قرآن تک کیونکہ یہ سورتیں چھوٹی چھوٹی ہیں بار بار بسم اللہ کے ساتھ فصل آتا ہے اس لئے مفصل نام رکھا گیا، اب یہ کہ آپ ﷺ کن کن سورتوں ملا کر پڑھتے تھے وہ کونسی سورتیں ہیں؟ اس کا بیان اسی کتاب میں ابواب صلاة الليل کے بعد ایک باب آرہا ہے، باب تخریب القرآن میں آرہا ہے جس کا مضمون یہ ہے، عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ تہجد کی نماز میں ایک رکعت میں دو سورتیں ملا کر پڑھتے تھے الرَّحْمَنُ وَالْجَمَّةُ فِي رَكْعَةٍ، وَافْتَتَبْتُ وَالْحَاقَّةُ فِي رَكْعَةٍ، وَالطُّورُ وَالذَّارِيَاتُ فِي رَكْعَةٍ ❷، اس حدیث کو حدیث التَّطَاوُّثِ سے تعبیر کر دیا کرتے ہیں کیونکہ اس میں مذکور ہے: لَكِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ التَّطَاوُّثِ، حضرت شیخ نے لکھا ہے کہ صاحب بدائع نے

١ السنن الكبرى للبيهقي - كتاب الصلاة - باب الجمع بين سورتين في ركعة واحدة (٢٤٦) (ج ٢ ص ٨٨)

۲ سنن أبی داود - کتاب الصلاة - باب تحزیب القرآن ۱۳۹۶

تصریح کی ہے، لایکرة الجمع بین السورتین فی رکعة ①۔

قولہ: حین حَطْمَةُ النَّاسِ: یعنی نفل نماز بیٹھ کر پڑھنا آپ نے اس وقت شروع کیا جب لوگوں نے آپ کو توڑ کر رکھ دیا، یعنی آپ لوگوں کی خدمت کرتے کرتے چور ہو گئے۔

۱۸۱۔ بَابُ كَيْفِ الْجُلُوسِ فِي التَّشَهُّدِ

تَشَهُّدِ میں بیٹھنے کی کیفیت کا بیان

احتیاج میں کیسے بیٹھنا چاہئے؟ مسئلہ مختلف فیہ ہے۔

مذایب ائمہ: امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک تشہد اول ہو یا آخر دونوں میں افتراش مسنون ہے، یعنی بائیں پاؤں کو بچھا کر اس پر سرین رکھنا اور دایاں پاؤں کھڑا کرنا، اور امام مالکؒ کے یہاں مطلقاً تورک ہے یعنی سرین کو زمین پر رکھنا اور دونوں پاؤں زمین پر بچھا کر دائیں جانب نکالنا، عورت کے حق میں حنیفہ بھی اسی کے قائل ہیں، اور امام شافعیؒ و احمدؒ کے نزدیک تشہد اول و ثانی میں فرق ہے، اول میں افتراش، اور ثانی میں تورک اور جس نماز میں ایک ہی تشہد ہو جیسے فجر اور جمعہ کی نماز اس میں امام احمدؒ کے یہاں افتراش ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک اس میں بھی تورک ہے، تو گویا امام احمدؒ کے نزدیک تورک اس نماز کے ساتھ خاص ہو جو تشہد والی ہو اور امام شافعیؒ کے یہاں یہ قید نہیں بلکہ جس تشہد کے بعد سلام ہے خواہ وہ ایک تشہد والی ہو یا دو اس میں تورک ہے۔

اصل منشاء تو اس اختلاف کا اختلاف احادیث ہے، لیکن حکمت اور مصلحت کے درجہ میں شافعیہ کے نزدیک تورک کی علت طول جلوس ہے افتراش میں چونکہ نسبت مشقت ہوتی ہے، اور تشہد اخیر طویل ہوتا ہے اس لئے اس میں تورک رکھا گیا، بخلاف قعدہ اولیٰ کے کہ اس میں بوجہ مختصر ہونے کے کوئی مشقت نہ تھی اس لئے اس میں افتراش جو کہ اصل ہے اس کو باقی رکھا گیا، یہ تو شافعیہ کہتے ہیں اور حنابلہ یہ حکمت بیان کرتے ہیں کہ اصل تو قعود میں افتراش ہے لیکن بعد میں آئیوالے کو تاکہ معلوم ہو جائے کہ امام کون سے تشہد میں ہے اس لئے اول و آخر کی کیفیت جلوس میں فرق رکھا گیا ہے اور جن نمازوں میں ایک ہی تشہد ہوتا ہے وہاں فرق اور تمیز کی حاجت ہی نہیں۔

۹۵۷۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَشْرُ بْنُ الْقَفَّصِ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ، قَالَ: قُلْتُ: لَأَنْظُرَنَّ إِلَى صَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ يُصَلِّي، «فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ، فَكَثَّرَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى حَادَا بِأُذُنَيْهِ، ثُمَّ أَخَذَ شِمَالَهُ بِيَمِينِهِ، فَلَمَّا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ رَفَعَهُمَا مِثْلَ ذَلِكَ». قَالَ: «ثُمَّ جَلَسَ فَأَنْتَرَشَ بِرِجْلِهِ الْيُسْرَى، وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُسْرَى عَلَى فُجْدِهِ الْيُسْرَى، وَحَدَّ مِزْقِيَّهُ الْأَيْمَنَ عَلَى فُجْدِهِ الْيُمْنَى، وَخَبَضَ ثَنَتَيْنِ، وَخَلَقَ خَلْقَةً.

وَأُنْفِثَ يَقُولُ هَكَذَا»، وَخَلَقَ بِشَرِّ الْإِبْهَامِ وَالْوُسْطَى، وَأَشَارَ بِالسَّبَابَةِ.

واکل بن حجر کہتے ہیں کہ میں نے دل میں سوچ رکھا تھا کہ نبی پاک ﷺ کس طرح نماز ادا فرماتے ہیں میں اسکو بغور دیکھوں گا پس نبی پاک ﷺ نے کھڑے ہو کر قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر تکبیر (تحریمہ) کہی اور اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھایا یہاں تک کہ دونوں ہاتھ آپ ﷺ کے دونوں کانوں کے بد مقابل ہو گئے پھر آپ نے اپنے بائیں ہاتھ کو اپنے سیدھے ہاتھ سے پکڑ کر نیت باندھی پھر جب آپ نے رکوع کا ارادہ فرمایا تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اسی طرح (کانوں تک) اٹھایا پھر (واکلؓ) نے نماز کے طریقہ کو تفصیلی طور پر بیان کیا اور اسمیں) فرمایا آپ ﷺ نے جلسہ فرمایا اور اپنے بائیں پاؤں کو بچھا کر اس پر بیٹھ گئے اور اپنے بائیں ہاتھ کو آپ نے اپنی بائیں ران پر رکھا اور اپنی دائیں کہنی کو آپ نے اپنی دائیں ران پر اس طرح رکھا کہ کہنی کو ران سے علیحدہ کر دیا اور دو انگلیوں (چھگل اور اس کے برابر والی انگلی) کو بند کر دیا اور اپنے (انگھوٹے اور درمیانی انگلی سے) حلقہ بنایا اور میں نے آپ ﷺ کو اس طرح اشارہ کرتے ہوئے دیکھا۔ بشر بن مفضل استاد نے انگھوٹے اور درمیانی انگلی سے حلقہ بنا کر شہادت کی انگلی سے اشارہ کر کے دکھایا۔

صحیح مسلم - الصلاة (۴۰۱) سنن النسائي - الافتتاح (۸۷۹) سنن النسائي - الافتتاح (۸۸۲) سنن النسائي - الافتتاح (۸۸۷) سنن النسائي - الافتتاح (۸۸۹) سنن النسائي - التطبيق (۸۹۰) سنن النسائي - التطبيق (۱۰۹۰) سنن أبي داود - الصلاة (۹۵۷) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (۸۱۰) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (۸۶۷) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (۳۱۹/۴) سنن الدارمي - الصلاة (۱۲۴۰) سنن الدارمي - الصلاة (۱۲۵۲) سنن الدارمي - الصلاة (۱۳۵۷)

۹۵۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: «سُنَّةُ الصَّلَاةِ أَنْ تَنْصِبَ بِجُلُوكَ الْيَمْنَى، وَتَنْثِي بِجُلُوكَ الْيُسْرَى».

عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں نماز کی سنت یہ ہے کہ تم اپنے دائیں پاؤں کو کھڑا کرو اور اپنے بائیں پاؤں کو پھیلاؤ۔
صحیح البخاری - الأذان (۷۹۳) سنن النسائي - التطبيق (۱۱۵۷) سنن النسائي - التطبيق (۱۱۵۸) سنن أبي داود - الصلاة (۹۵۸) موطأ مالك - النداء للصلاة (۲۰۲)

شرح الحديث: عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: سُنَّةُ الصَّلَاةِ أَنْ تَنْصِبَ بِجُلُوكَ الْيَمْنَى، وَتَنْثِي بِجُلُوكَ الْيُسْرَى: ابن عمر فرماتے ہیں تشہد میں بیٹھنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ ذایاں پاؤں کھڑا رکھے اور بائیں پاؤں کو موڑ لے یعنی موڑ کر زمین پر بچھا دے۔

یہ اثر ابن عمرؓ مجمل ہے اس میں نہیں بیان کیا گیا کہ بائیں پاؤں کو زمین پر بچھا کر کیا کرے؟ پاؤں پر ہی سرین رکھے یا زمین پر رکھے، اگر پاؤں پر رکھنا مراد ہے تب تو یہ افتراش ہو جائیگا، اور اگر زمین پر رکھنا مراد ہے تب تو رک ہوگا، یہ روایت دراصل موطا امام مالکؒ کی ہے اس کے بعض طرق میں تو اسی طرح مجمل ہے، اور ایک دوسری روایت میں اسکی وضاحت مذکور ہے وہ یہ کہ سرین کو زمین پر رکھے نہ کہ قدم پر لہذا یہ تورک ہو جائیگا، اس روایت میں ایک اور اعتبار سے بھی اجمال ہے وہ یہ کہ یہ کیفیت جلوس مطلقاً ہے جیسا

کہ مالکیہ کہتے ہیں یا صرف تعدہ اخیرہ میں۔

حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں ایک دوسری روایت کو سامنے رکھ کر یہ فیصلہ کیا ہے کہ یہاں اس حدیث میں تعدہ اخیرہ ہی مراد ہے کما هو مسلک الشافعیہ^①۔

حنفیہ کے دلائل: اور حنفیہ جو مطلقاً انتراش کے قائل ہیں ان کا استدلال حدیث عائشہ اور حدیث اسٰی فی الصلاة اور ایسے ہی وائل بن حجرؒ کی روایت سے ہے^②۔

۹۵۹- حَدَّثَنَا ابْنُ مَعَاذٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، قَالَ: سَمِعْتُ يَحْيَى، قَالَ: سَمِعْتُ الْقَاسِمَ، يَقُولُ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ، يَقُولُ: «مِنْ سُنَّةِ الصَّلَاةِ أَنْ تُضْجِعَ رِجْلَكَ الْيُسْرَى، وَتَنْصِيبَ الْيُمْنَى»..

عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں نماز کی سنتوں میں سے ایک یہ بھی بیکہ تم اپنے بائیں پاؤں کو لٹاؤ (بچھاؤ) اور سیدھے پاؤں کو کھڑا کر لو۔

۹۶۰- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ يَحْيَى، بِإِسْنَادِهِ وَمِثْلَهُ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ: عَنْ يَحْيَى، أَيْضًا: مِنَ السُّنَّةِ كَمَا قَالَ جَرِيرٌ.

یحییٰ بن سعید انصاری سے گزشتہ حدیث کے ہم معنی روایت مروی ہے امام ابو داؤد فرماتے ہیں حماد بن زید نے بھی یحییٰ بن سید سے من السُّنَّةِ کے الفاظ نقل کیے ہیں جس طرح جریر نے اس حدیث میں کہا ہے۔

۹۶۱- حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، أَنَّ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ، أَرَاهُمُ الْجُلُوسَ فِي التَّشَهُّدِ، فَقَدَّرَ الْحَرِثُ بْنُ قَاسِمٍ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَنَّهُ سَمِعَ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ، يَقُولُ: «كَرَّكَ دُكْهُ يَابِسٍ»..

یعنی استاد نے حدیث بیان کی۔ صحیح البخاری - الأذان (۷۹۳) سنن النسائي - التطبيع (۱۱۵۷) سنن النسائي - التطبيع (۱۱۵۸) سنن ابی داؤد - الصلاة (۹۵۹) موطأ مالك - الدعاء للصلاة (۲۰۲)

۹۶۲- حَدَّثَنَا هَمَّادُ بْنُ الشَّرِيفِ، عَنْ وَكَيْعٍ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ الزُّبَيْرِ بْنِ عَدِيٍّ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: «كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اجْلَسَ فِي الصَّلَاةِ، افْتَرَشَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى حَتَّى اسْوَدَّ ظَهْرُ قَدَمِهِ».

ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب نماز میں بیٹھتے تو اپنے بائیں پاؤں کو بچھاتے یہاں تک کہ آپ کے قدم مبارک کی پشت سیاہ ہو جاتی۔

① فتح الباری شرح صحیح البخاری - ج ۲ ص ۳۰۶

② ہذل الجہود فی حل ابی داؤد - ج ۵ ص ۲۶۷-۲۶۸

قوله: إِذَا جَلَسَ فِي الصَّلَاةِ: أَخْرَجَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى حَتَّى أَشَوَّ ظَهْرُ قَدَمِهِ: چوںکہ بایاں پاؤں آپ موڑ کر بچھاتے تھے اس لئے پشت قدم پر نشان پڑ گیا تھا لغت میں لکھا ہے أَشَوَّى السَّعْفُ أَيْ أَصْفَرَ لِلْيَبْسِ^۱، جب گھاس اور درخت کی ٹہنی خشکی کی وجہ سے پیلی ہو جائے، باب کی یہ آخری حدیث مرسل نخی ہے، اس لئے کہ ابراہیم نخی جو کہ تابعی ہیں وہ اس کو براہ راست حضور ﷺ سے نقل کر رہے ہیں، لیکن مشہور بین الحدیثین یہ ہے مراسیل ابراہیم النخعی اقویٰ من مسانیدہ^۲ (کما فی البدل)۔

۱۸۲ - بَابُ مَنْ ذَكَرَ التَّوَكُّلَ فِي الرَّابِعَةِ

چوتھی رکعت میں تو رک کرنے کا بیان

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ الضَّنْجَاكِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ السَّاعِدِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُهُ فِي عَشْرَةٍ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ أَحْمَدُ: قَالَ: أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو بْنُ عَطَاءٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا مُحَمَّدٍ السَّاعِدِيِّ، فِي عَشْرَةٍ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَبُو مُحَمَّدٍ: أَنَا أَعْلَمُكُمْ بِصَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالُوا: فَأَعْرِضْ، فَذَكَرَ الْحَدِيثَ، قَالَ: "وَيَفْتَحُ أَصَابِعَ رِجْلَيْهِ إِذَا سَجَدَ، ثُمَّ يَقُولُ: اللَّهُ أَكْبَرُ، وَيَرْفَعُ وَيَبْنِي رِجْلَهُ الْيُسْرَى، فَيَقْعُدُ عَلَيْهَا، ثُمَّ يَضَعُ فِي الْأُخْرَى مِثْلَ ذَلِكَ"، فَذَكَرَ الْحَدِيثَ قَالَ: «حَتَّى إِذَا كَانَتِ السَّجْدَةُ الَّتِي فِيهَا التَّسْلِيمُ، أَخْرَجَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى، وَقَعَدَ مُتَوَرِّكًا عَلَى شِقِّهِ الْيُسْرَى»، زَادَ أَحْمَدُ: قَالُوا: صَدَقْتَ، هَكَذَا كَانَ يُصَلِّي، وَلَمْ يَذْكُرْ فِي حَدِيثِهِمَا الْجُلُوسَ فِي الرَّابِعَةِ كَيْفَ جَلَسَ.

محمد بن عمرو کہتے ہیں کہ میں نے ابو حمید ساعدی سے دس صحابہ کرام کی موجودگی میں یہ کہتے ہوئے سنا اور امام احمد بن حنبل استاد کے یہ الفاظ ہیں کہ محمد بن عمرو بن عطاء کہتے ہیں میں نے ابو حمید ساعدی کو یہ کہتے سنا دس صحابہ کرام کی موجودگی میں ان میں ایک صحابی ابو قتادہ بھی تھے..... ابو حمید فرما رہے تھے کہ میں نے تم سب لوگوں میں رسول اللہ ﷺ کی نماز پڑھنے کے طریقے کو سب سے زیادہ جانتا ہوں تو ان حاضرین مجلس نے کہا آپ نماز کا طریقہ بیان کیجئے اس کے بعد راوی نے پوری حدیث ذکر کی اس میں یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ جب سجدہ فرماتے تو اپنے دونوں پاؤں کی انگلیوں کو نرم فرماتے (تاکہ انگلیاں قبلہ رخ ہو جائیں) پھر اللہ اکبر کہہ کر اپنا سر سجدے سے اٹھاتے اور اپنی بائیں ٹانگ کو موڑ کر اس پر بیٹھ جاتے پھر دوسری

۱- وَأَشَوَّى (السَّعْفُ) إِذَا (أَصْفَرَ لِلْيَبْسِ) (فَاجِ الْعَرُوسِ مِنْ جَوَاهِرِ الْقَامُوسِ ج ۳۸ ص ۴۰۰)

۲- التَّحْمِيدُ لِمَا لِي الْمَوْطَأُ مِنَ النَّعَائِي وَالْأَسَانِيد - ج ۱ ص ۳۸

رکعت میں بھی اسی طرح فرماتے اس کے بعد راوی نے حدیث کو تفصیل سے نقل کیا اس میں یہ بھی ہے کہ ابو حمید سعیدی نے فرمایا کہ یہاں تک کہ جب آپ وہ سجدہ فرماتے جس کے بعد سلام پھیرا جاتا ہے تو آپ اپنی بائیں ٹانگ کو گولے سے دائیں جانب رکھتے ہوئے دور کر دیتے اور اپنے بائیں گولے پر تورک کرتے ہوئے بیٹھ جاتے امام احمد نے یہ اضافہ فرمایا کہ ان حاضرین مجلس نے کہا کہ آپ نے سچ بیان کیا نبی پاک ﷺ اسی طرح نماز پڑھا کرتے امام مسدد اور امام احمد دونوں استادوں نے اپنی حدیث میں دو رکعت پر بیٹھنے کی کیفیت ذکر نہیں فرمائی۔

۹۶۴ - حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ إِبرَاهِيمَ الْمِصْرِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو وَهَبٍ، عَنِ اللَّيْثِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ مُحَمَّدٍ الْقُرَشِيِّ، وَزَيْدِ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ خَلْحَلَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ عَطَاءٍ، أَنَّهُ كَانَ جَالِسًا مَعَ بَقْرِ بْنِ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْحَدِيثِ، وَلَمْ يَذْكُرْ أَبَا قَتَادَةَ، قَالَ: فَإِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ جَلَسَ عَلَى رِجْلَيْهِ الْيُسْرَى، فَإِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ قَدَّمَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى، وَجَلَسَ عَلَى مَقْعَدَيْهِ.

محمد بن عمرو بن عطاء کہتے ہیں کہ وہ صحابہ کرام کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھے تھے اس کے بعد انہوں نے یہ حدیث ذکر کی اس میں محمد بن عمرو نے ابو قتادہ کو ذکر نہیں کیا۔ محمد بن عمرو بن عطاء نے کہا کہ حضور ﷺ جب پہلے قعدہ میں بیٹھے تو اپنی بائیں ٹانگ پر بیٹھے اور جب آخری قعدہ میں بیٹھے تو اپنی بائیں ٹانگ کو آگے بڑھا کر دائیں جانب سے نکال دیتے اور اپنے گولے پر بیٹھ جاتے۔

۹۶۵ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا ابْنُ لُحَيْعَةَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ خَلْحَلَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ عَطَاءٍ، قَالَ: كُنْتُ فِي مَجْلِسٍ بِهَذَا الْحَدِيثِ، قَالَ فِيهِ: فَإِذَا قَعَدَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ قَعَدَ عَلَى بَطْنِ قَدَمِهِ الْيُسْرَى، وَنَصَبَ الْيُمْنَى، فَإِذَا كَانَتْ الرَّابِعَةُ أَقْبَضَ يَدَيْهِ الْيُسْرَى إِلَى الْأَرْضِ، وَأَخْرَجَ قَدَمَيْهِ مِنْ تَحْتِهَا وَاجِدَةً.

محمد بن عمرو العیاری کہتے ہیں کہ میں ایک مجلس میں تھا اس کے بعد سارا واقعہ ذکر کیا راوی کہتا ہے کہ جب آپ در رکعتوں پر پہلے جلسہ میں بیٹھے تو آپ اپنے بائیں قدم کے تلوے پر بیٹھ گئے اور آپ نے سیدھا پاؤں کھڑا کر لیا پھر جب چوتھی رکعت پوری ہو گئی تو آپ نے اپنے بائیں گولے کو زمین کے ساتھ ملا لیا اور اپنے دونوں پاؤں کو دائیں جانب نکال دیا۔

۹۶۶ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ إِبرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَبُو بَدْرٍ، حَدَّثَنِي زُهَيْرُ أَبُو خَيْفَةَ، حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ الْحَرِّ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ عُبَّاسِ بْنِ عُثَيْشٍ بْنِ سَهْلٍ السَّاعِدِيِّ، أَنَّهُ كَانَ فِي مَجْلِسٍ فِيهِ أَبُوهُ، فَذَكَرَ فِيهِ قَالَ: فَسَجَدَ فَأَنْصَبَ عَلَى كَفِّهِ، وَرُكْبَتَيْهِ، وَصَدْرِهِ قَدَمَيْهِ وَهُوَ جَالِسٌ. فَتَوَرَّكَ، وَنَصَبَ قَدَمَهُ الْآخَرَى، ثُمَّ كَبَّرَ، فَسَجَدَ ثُمَّ كَبَّرَ، فَقَامَ وَلَمْ يَتَوَرَّكَ، ثُمَّ عَادَ رَكَعَ الرَّكْعَةِ الْآخَرَى، فَكَبَّرَ كَذَلِكَ ثُمَّ جَلَسَ بَعْدَ الرَّكْعَتَيْنِ حَتَّى إِذَا هُوَ أَرَادَ أَنْ يَنْهَضَ لِلْقِيَامِ قَامَ بِتَكْبِيرٍ، ثُمَّ رَكَعَ الرَّكْعَتَيْنِ الْآخِرَتَيْنِ، فَلَمَّا سَلَّمَ سَلَّمَ عَنْ يَمِينِهِ، وَعَنْ شِمَالِهِ، قَالَ: ابْنُ دَاوُدَ، «لَمْ يَذْكُرْ فِي حَدِيثِهِ مَا

ذَكَرَ عَبْدُ الْحَمِيدِ، فِي التَّوَالِفِ وَالرَّفْعِ إِذَا قَامَ مِنْ ثَلَاثِينَ»

عباس (سین کے ساتھ) یا عیاش (شین کے ساتھ) بن سہل ساعدی کہتے ہیں کہ وہ ایسی مجلس میں تھے جس میں ان کے والد موجود تھے اس کے بعد راوی نے اس روایت میں یہ اضافہ نقل کیا کہ ابو حمید کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے سجدے میں اپنے دونوں ہتھیلیوں اور اپنے دونوں گھٹنوں اور اپنے دونوں پاؤں کے پنجوں پر بوجھ ڈال کر سجدہ فرمایا (یہاں صحیح لفظ وہو ساجد ہے نہ کہ وہو جالس ہے) اس کے بعد آپ نے دو سجدوں کے درمیان جلسے میں تورک فرمایا اور دائیں پاؤں کو کھڑا کر دیا پھر آپ نے تکبیر کہہ کر دوسرا سجدہ فرمایا پھر تکبیر کہہ کر سجدہ ثانیہ سے کھڑے ہو گئے اور آپ نے تورک نہیں کیا پھر آپ نے دوسری رکعت ادا فرمائی اور پھر اسی طرح تکبیر کہہ کر آپ ﷺ دو رکعت کے بعد تشہد اولیٰ پڑھنے کیلئے بیٹھ گئے پھر جب حضور ﷺ نے تیسری رکعت کے قیام کیلئے اٹھنے کا ارادہ فرمایا تو آپ تکبیر کہہ کر کھڑے ہو گئے پھر آخری دور رکعت ادا فرمائی پھر جب آپ نے سلام پھیرنے کا ارادہ فرمایا تو اپنی دائیں جانب اور اپنی بائیں جانب سلام پھیرا امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ اس سند کے راوی عیسیٰ بن عبد اللہ نے اپنی حدیث میں آخری تشہد میں تورک کرنے کو ذکر نہیں کیا جس طرح عبد الحمید راوی نے تشہد آخریہ میں تورک کا ذکر کیا تھا نیز عیسیٰ بن عبد اللہ راوی نے دور کعتوں سے تیسری رکعت کی طرف کھڑے ہوتے ہوئے رفع الیدین کو ذکر نہیں کیا جبکہ عبد الحمید راوی نے اس موقع پر رفع الیدین کا ذکر کیا تھا۔

۹۶۷ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرِو، أَخْبَرَنِي فُلَيْحٌ، أَخْبَرَنِي عَبَّاسُ بْنُ سَهْلٍ، قَالَ: اجْتَمَعَ أَبُو حَمْدٍ، وَأَبُو أُسَيْدٍ، وَسَهْلُ بْنُ سَعْدٍ، وَالحَمْدُ بْنُ مَسْلَمَةَ، فَقَدْ كَرَّ هَذَا الْحَدِيثَ، وَلَمْ يَذْكُرِ الرَّفْعَ إِذَا قَامَ مِنْ ثَلَاثِينَ، وَلَا الْجُلُوسَ، قَالَ: حَتَّى فَرَغْتُ ثُمَّ جَلَسَ فَأَنْتَرَشَ بِرِجْلِهِ الْيُسْرَى، وَأَقْبَلَ بِصَدْرِهِ الْيُمْنَى عَلَى قَبْلَتِهِ.

عباس بن سہل کہتے ہیں کہ ابو حمید و ابو اسید اور سہل بن سعد، اور محمد بن مسلمہ جمع ہوئے اس کے بعد راوی نے یہ حدیث ذکر کی اس روایت میں دور کعتوں سے اٹھتے ہوئے رفع الیدین کا ذکر نہیں اور نہ ہی اس روایت میں آخری قعدے میں بیٹھتے ہوئے تورک کا ذکر ہے راوی نے کہا کہ جب آپ ﷺ دو سجدوں سے فارغ ہوئے تو آپ بیٹھ گئے تو آپ نے بائیں پاؤں کو بچھایا اور اپنے دائیں پاؤں کے پنجے کو آپ ﷺ نے قبلہ رخ فرمایا۔

صحیح البخاری - الأذان (۷۹۴) جامع الترمذی - الصلاة (۲۶۰) جامع الترمذی - الصلاة (۳۰۴) سنن أبي داود -

الصلاة (۹۶۳) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۴۲۴/۵) سنن الدارمی - الصلاة (۱۳۵۶)

شرح الأحادیث: اس باب میں مصنف نے ابو حمید ساعدی کی حدیث متعدد طرق سے ذکر کی ہے یہ حدیث رفع یدین کے باب میں بھی گزر چکی ہے، اسکے بعض طرق میں قعدہ اولیٰ میں انتراش اور قعدہ اخیرہ میں تورک ہے، جیسا کہ شافعیہ و حنابلہ کا مسلک ہے لیکن اس سلسلہ میں یہ حدیث مضطرب ہے جیسا کہ اس کا بیان بذل میں گزر چکا، اور یہاں بھی مصنف نے متن میں بیان کیا ہے۔

قوله: وَيَفْتَحُ أَصَابِعَ رِجْلَيْهِ إِذَا سَجَدَ:

یعنی سجدہ میں پاؤں کی انگلیوں کو کھٹا کر کے ان کو ذرا قبلہ کی طرف مائل کرے، یہ

لفظ خلاء مجملہ کے ساتھ ہے۔

۱۸۳۔ بَابُ التَّشَهُُّدِ

۵۵ نماز میں تشہد پڑھنے کا بیان

ابحاث ثلاثہ: یہاں پر دو مسئلہ ہیں اول تشہد کا حکم، ثانی یہ کہ کس امام کے نزدیک کونسا تشہد رائج ہے اس لئے کہ تشہد متعدد صحابہ کی روایات سے مختلف الفاظ میں وارد ہے، تیسری بات الفاظ تشہد کی تشریح۔

بحث اول (تشہد کا حکم): امام مالکؒ کے نزدیک تشہد اول و آخر دونوں سنت مؤکدہ ہیں، امام شافعیؒ اور احمدؒ علی القول الصحیح کے نزدیک تشہد اول واجب اور تشہد ثانی فرض ہے، اور حنفیہ کی ظاہر الروایۃ میں دونوں واجب ہیں اور روایت ثانیہ میں ہے کہ اول سنت اور ثانی واجب ہے۔

بحث ثانی (کونسا تشہد کس امام کے نزدیک رائج ہے): روایات حدیثیہ میں تین تشہد زیادہ مشہور ہیں: ① تشہد ابن مسعودؓ، ② تشہد ابن عباسؓ، ③ تشہد عمر بن الخطابؓ۔ تشہد اول ابن مسعودؓ کے الفاظ وہ ہیں جو ہم اور آپ پڑھتے ہیں اور تشہد ابن عباسؓ جو خود آگے اسی کتاب میں چند احادیث کے بعد آرہا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ، الصَّلَوَاتُ لِلَّهِ، الطَّيِّبَاتُ لِلَّهِ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ اَلِ آخِرُ ④، اور تشہد عمرؓ جو موطا مالک میں اور مشکوٰۃ میں بھی ہے اس کے لفظ یہ ہیں التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ، الرَّاٰكِبَاتُ لِلَّهِ، الطَّيِّبَاتُ لِلَّهِ، الصَّلَوَاتُ لِلَّهِ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ اَلِ آخِرُ ⑤۔ ان تینوں میں سے حنفیہ و حنابلہ تشہد اول اور امام شافعیؒ نے تشہد ثانی اور امام مالکؒ نے تشہد ثالث کو اختیار کیا۔

تشہد ابن مسعودؓ کی متعدد وجوہ ترجیح ہیں: ① یہ تشہد بیس سے زائد طرق سے مروی ہے۔ ② متعدد صحابہ سے مروی ہے ابو موسیٰ اشعریؓ ابن عمرؓ عائشہؓ دجابرؓ رضی اللہ عنہم اجمعین، امام ترمذیؒ فرماتے ہیں وهو أصح حديث عن النبي صلى الله عليه وسلم في التشهد ③، اس کے اندر دو دواؤ آتے ہیں بخلاف تشہد ابن عباسؓ و عمرؓ اس میں کوئی دوا نہیں، اسی لئے ایک قصہ مشہور ہے جو حاشیہ ترمذی میں شرح السنۃ سے نقل کیا ہے، ایک اعرابی امام ابو حنیفہؒ کے پاس آئے امام صاحب اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھے تھے اس نے آکر سوال کیا یا واد امہ بوادین، امام صاحبؒ نے جواب دیا یا وادین اس پر اس اعرابی نے کہا یا باریک اللہ فیک گمما باریک فی لا ولا، حاضرین کو کچھ پتہ نہ چلا کہ کیا سوال ہوا اور اس کا کیا جواب دیا گیا، شاگردوں کے استفسار پر امام صاحبؒ نے فرمایا کہ اس شخص

① سنن أبي داود - کتاب الصلاة - باب التشهد ۹۷۴

② مرآة المفاتيح شرح مشکاة الصالح - ج ۲ ص ۵۷۸، موطا مالک - کتاب الصلاة - باب التشهد فی الصلاة ۲۰۴

③ جامع الترمذی - کتاب الصلاة - باب ما جاء في التشهد ۲۸۹

نے مجھ سے تشہد کے بارے میں سوال کیا تھا کہ آپ کے نزدیک کونسا رائج ہے ایک واو والا جیسا کہ ابو موسیٰ اشعریؓ کے تشہد میں ہے یا دو واو والا جیسا کہ تشہد ابن مسعودؓ میں ہے تو میں جواب دیا دو واو والا تو اس نے مجھے دعا دی کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے درخت زیتون میں برکت فرمائی اسی طرح آپ کے علم میں بھی برکت فرمائی قال اللہ تعالیٰ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ زَيْتُونَةٍ لَا شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ ① اس تشہد کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کے الفاظ تمام طرق و روایات میں ایک ہی ہیں کوئی اختلاف اس میں نہیں ② یہ تشہد متفق علیہ ہے بخاری اور مسلم ہر دو نے اس کو اختیار کیا ہے۔

بحث ثالث (الفاظ تشہد کی تشریح): التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ یعنی جملہ انواع تعظیم و تسلیم اللہ تعالیٰ شانہ کیلئے ہیں، ابو سلیمان خطابی مشہور شارح حدیث فرماتے ہیں کہ ہر زمانہ میں ہر بادشاہ کے لئے سلام و آداب کے طریق الگ الگ رہے ہیں لیکن حق تعالیٰ کی شایان شان ان میں سے کوئی سا بھی نہیں تھا اس لئے حضور ﷺ نے ان تمام انواع سلام کی طرف اشارہ ③ کرتے ہوئے ان سب کو اللہ تعالیٰ کیلئے خاص فرمایا یعنی جملہ انواع تعظیم و تسلیم صرف اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں۔

در اصل تشہد کے یہ الفاظ جو نماز کے اخیر میں پڑھے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے اظہار میں بڑے جامع و مانع ہیں، ہم عجیبوں کی زبان پر چونکہ یہ چڑھے ہوئے ہیں ہم ان کو فرافریڈتے چلے جاتے ہیں اور ان کی گہرائی کو نہیں سوچتے، ایسے ہی خطبہ ماثورہ کے یہ الفاظ الْحَمْدُ لِلَّهِ نَحْمَدُهُ وَنُسَبِّحُهُ وَنُؤْمِنُ بِهِ وَنُتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا الخ، بڑے جامع و مانع ہیں اس کو فصحاء و بلغا عرب ہی بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔

حضور ﷺ کی کمال فصاحت و بلاغت: چنانچہ مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے ایک اعرابی کیسا نے آپ ﷺ نے یہ خطبہ پڑھا وہ صحابی اس کو سن کر بڑے متاثر ہوئے اور آپ ﷺ سے عرض کیا کہ ان کلمات کو ذرا دوبارہ پڑھئے آپ ﷺ نے دوبارہ سہ بارہ پڑھ دیئے، تو وہ اعرابی بولے کہ میں نے بڑے بڑے کاہنوں اور سائروں اور شعراء کا کلام سنا ہے لیکن میں نے ایسے کلمات اب تک کسی سے نہیں سنے جو کہ سمندر کی گہرائیوں میں اترے ہوئے ہیں لَقَدْ بَلَغْتَ نَاعُوسَ الْبَحْرِ ④ حضرت اقدس گنگوہیؒ کی تقریر الحل المفہم میں اس جملہ کی بہت اچھی تشریح کی ہے۔

بہر حال ایک تفسیر تو یہ ہے کہ التحیات سے مراد جملہ انواع تعظیم و تسلیم ہیں اور الصلوات سے مراد صلوات خمسہ یا فرائض و نوافل

① اس میں ایک برکت کے درخت کا وہ زیتون ہے نہ مشرق کی طرف ہے اور نہ مغرب کی طرف (سورۃ النور، ۳۵)

② اور یہ اشارہ کرتا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ آپ سے بڑھ کو کوئی فصیح و بلیغ نہ ہوا ہے، آپ ﷺ نے یہ تعظیم و تکریم اور بارگاہ رب العالمین میں سلام پیش کرنا یہ اسلوب اختیار فرمایا ہے، ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اس طور پر فرمائی ہے اللَّهُمَّ لَا أُخْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ أَتَيْتَ كُنَّا أَتَيْتَ عَلَى نَفْسِكَ، ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ كُنَّا أَتَيْتَ عَلَى نَفْسِكَ سے غالباً اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ ہے فَيَلُوهُنَّ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمَوَاتِ وَرَبِّ الْأَرْضِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ وَلَهُ الْكِبَرِيَّاتُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (سورۃ الجاثیہ ۲۶-۲۷)۔

③ صحیح مسلم - کتاب الجمعة - باب غفیف الصلاة والخطبة ۸۶۸

سب نمازیں مراد ہیں اور الطیبات سے مراد کلمات طیبہ ہیں، اور ایک قول یہ ہے کہ التحیات سے مراد عبادات قولیہ اور لصلوات سے مراد عبادات فعلیہ الطیبات سے مراد عبادات مالیہ۔

ایک اشکال وجواب: السلام علیک میں یہ اشکال ہوتا ہے کہ نماز کی حالت میں کسی انسان کو خطاب کرنا ممنوع اور مفسد صلاۃ ہے، ایک جواب اس کا یہ دیا گیا ہے کہ حضور ﷺ کے خصائص میں سے ہے، اور بعض روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے جیسا کہ بخاری شریف میں ہے کہ صحابی فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ دنیا میں تشریف فرما تھے اس وقت ہم یہی لفظ السلام علیک استعمال کرتے اور پھر جب آپ ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے تو ہم بجائے صیغہ خطاب کے السلام علی النبی کہنے لگے،^۱ لیکن حضرت نے بذل میں لکھا ہے کہ یہ بعض صحابہ کا اجتہاد تھا وہ اپنی رائے سے ایسا کرتے تھے اور حضور ﷺ کی تعلیم جو تمام امت کیلئے تھی وہ صیغہ خطاب ہی کے ساتھ ہے لہذا وہی قابل عمل ہے، اور دوسری بات یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کی حیات میں بکثرت اسفار میں بھی ہوتے تھے کبھی آپ ﷺ صحابہ کے سامنے حاضر ہوتے تھے اور کبھی ان سے غائب ہوتے تھے، اس وقت تمام حالات میں حالت غیب ہو یا حضور، جب صیغہ خطاب ہی استعمال کیا جاتا تھا تو آپ ﷺ کی وفات کے بعد بھی ایسا ہی ہونا چاہئے۔^۲

ایک اور اشکال: اور اگر کوئی شخص کہنے لگے کہ اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ حاضر و ناظر ہیں تبھی تو خطاب کیا جا رہا ہے، اس کا جواب اس مضمون سے مستفاد ہو سکتا ہے جو آگے لطیفہ التحیات میں آ رہا ہے وہ یہ کہ ان الفاظ کی ابتداء تو حضور ﷺ کی معراج کے موقع پر جو وقت آپ ﷺ اللہ کے حضور میں سلام و نیاز پیش کر رہے تھے اس کے جواب میں باری تعالیٰ کی طرف سے ہوئی تھی ہم تو ان الفاظ کے ناقل ہیں جیسے تم نے سنا ہو گا کہ ایک قسم اعراب کی اعراب دکائی ہوتی ہے، تو یہ الفاظ بھی یہاں ابتدائی نہیں بلکہ دکائی ہیں، فالحمد للہ اشکال رفع ہو گیا، اور ایک جواب اس کا یہ ہے کہ جو بعض مشائخ کے کلام سے مستفاد ہے کہ ہماری مراد تو یہ ہے کہ یا اللہ ہم دور افتادگان کی جانب سے اپنے نبی کی بارگاہ میں ہماری طرف سے السلام علیک پہونچا دیجئے، جیسے ہمارے عرف میں سفر میں جانے والے سے کہہ دیا جاتا ہے کہ فلاں بزرگ کی خدمت میں ہماری طرف سے السلام علیکم پیش کر دینا۔

لطیفہ التحیات: شروح حدیث میں التحیات کے بارے میں لکھا ہے کہ جب واقعہ معراج میں حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ نے اللہ تعالیٰ شانہ کی حمد و ثناء ان مخصوص الفاظ میں عرض کی التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ، وَالصَّلَوَاتُ، وَالطَّيِّبَاتُ تو اللہ تعالیٰ شانہ کی طرف سے جواب ملا السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ (حضور ﷺ تو چونکہ کسی

۱ صحیح البخاری - کتاب الاستئذان - باب الاعتذار بالبدن ۵۹۱

۲ بذل المحمود فی حل ابی داود - ج ۵ ص ۲۸۲-۲۸۳

موقع پر بھی اپنی امت کو نہ بھولتے تھے) آپ نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ، مطلب یہ تھا کہ اے اللہ آپ کی جانب سے سلامتی صرف مجھ پر ہی نہیں بلکہ میرے ساتھ دوسرے نیک بندوں پر بھی ہونی چاہئے، یہ سارا منظر جبریل امین علیہ السلام دیکھ رہے تھے تو اس پر انہوں نے فوراً فرمایا أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُولُكَ۔

ایک اشکال وجواب: چونکہ حضور ﷺ کی حمد و ثنا جناب باری میں لیلۃ المعراج میں ایک مخصوص مقام پر سدرۃ المنتہی سے آگئے ہوئی تھی، تو اس پر حضرت شیخ نے یہ اشکال لکھا ہے کہ جبریل امین علیہ السلام تو سدرۃ المنتہی پر پہنچ کر رک گئے تھے تو پھر وہ اس وقت مقام حمد و ثناء میں کہاں تھے کہ شہادتیں پڑھتے؟ حضرت نے یہ اشکال اپنے ایک مکتوب گرامی میں کیا ہے بندہ کے ذہن میں اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے واقعی میں جب حضور ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو اپنی تمام سرگذشت سنائی ہو تب انہوں نے ایسا کہا ہوا أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُولُكَ، واللہ تعالیٰ اعلم۔

۹۶۸ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، أَخْبَرَنَا يَحْيَى، عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَعْمَشِ، حَدَّثَنِي شَقِيقُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: كُنَّا إِذَا جَلَسْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّلَاةِ قُلْنَا: السَّلَامُ عَلَى اللَّهِ قَبْلَ عِبَادِهِ، السَّلَامُ عَلَى فُلَانٍ وَفُلَانٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَقُولُوا: السَّلَامُ عَلَى اللَّهِ، فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ السَّلَامُ، وَلَكِنْ إِذَا جَلَسَ أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ: التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ، وَالصَّلَوَاتُ، وَالطَّيِّبَاتُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ، فَإِنَّكُمْ إِذَا قُلْتُمْ ذَلِكَ أَصَابَ كُلَّ عَبْدٍ صَالِحٍ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ - أَوْ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ - أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُولُكَ، ثُمَّ لِيَتَخَيَّرَ أَحَدُكُمْ مِنَ الدُّعَاءِ عَجَبَةٍ إِلَيْهِ فَيَقْرَأُ بِهَا"۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز میں تشہد میں بیٹھتے تو ہم یوں کہنا کرتے اللہ پاک کے بندوں کی جانب سے اللہ پاک کیلئے سلام ہو..... فلاں اور فلاں پر سلام ہو تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ یوں مت کہو کہ اللہ پاک کیلئے سلام ہو کیونکہ اللہ پاک خود ہی سراپا سلامتی ہیں لیکن تم میں سے کوئی شخص جب تشہد کیلئے بیٹھے تو یوں کہے تمام قولی عبادتیں اللہ کیلئے ہیں اور تمام فعلی عبادتیں اور تمام مالی عبادتیں اللہ پاک کیلئے ہیں۔ اے نبی ﷺ! آپ پر سلامتی ہو اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔ ہم پر اور اللہ پاک کے نیک بندوں پر سلام ہو جب تم لوگ یہ دعا کرو گے تو آسمان اور زمین کے تمام (انسان و جن فرشتے) کو یہ سلام پہنچ جائے گا یہ ارشاد فرمایا: بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ..... میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں پھر یہ پڑھنے کے بعد تم لوگ اپنی پسندیدہ دعا کا انتخاب کر کے وہ دعا مانگ لو۔

۹۶۹ - حَدَّثَنَا تَمِيمٌ بْنُ الْمُنْتَصِرِ، أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ يَعْنِي ابْنَ يُونُسَ، عَنْ شَرِيكَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي الْأَخْوَصِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: كُنَّا لَا نَدْرِي مَا نَقُولُ إِذَا جَلَسْنَا فِي الصَّلَاةِ، وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ عَلِمَ قَدْ كَرَّ نَحْوَهُ، قَالَ

شَرِيكَ: وَحَدَّثَنَا جَامِعُ بَغْيِ ابْنِ أَبِي شَدَّادٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، بِمِثْلِهِ، قَالَ: وَكَانَ يُعَلِّمُنَا كَلِمَاتٍ وَلَمْ يَكُنْ يُعَلِّمُنَاهُنَّ كَمَا يُعَلِّمُنَا الشَّهْدَ: «اللَّهُمَّ أَلْفَ بَيْنٍ قُلُوبِنَا، وَأَصْلَحْ ذَاتَ بَيْنِنَا، وَاهْدِنَا سُبُلَ السَّلَامِ، وَنَجِّنَا مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ، وَجَوِّبْنَا الْقَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ، وَبَارِكْ لَنَا فِي أَسْمَاعِنَا وَأَبْصَارِنَا وَقُلُوبِنَا وَأَرْوَاحِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا، وَتُبْ عَلَيْنَا، إِنَّكَ أَنْتَ الْقَوَّابُ الرَّحِيمُ، وَاجْعَلْنَا شَاكِرِينَ لِنِعْمَتِكَ، مُتَّقِينَ بِهَا، قَائِلِينَ بِهَا وَأَتَمِّهَا عَلَيْنَا».

ترجمہ عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ ہمیں معلوم نہیں تھا کہ ہم جب نماز میں تشہد کیلئے جلسہ کریں تو اسمیں کیا پڑھیں (تو ہم اپنی طرف سے السلام علی جبرائیل السلام علی میکائیل وغیرہ پڑھتے) حضور ﷺ کو اس میں پڑھی جانے والی دعا سکھائی گئی تھی اس کے بعد گزشتہ حدیث کی مانند نقل کیا شریک راوی نے یقینی سند سے عبد اللہ بن مسعود سے اسی طرح روایت ذکر کی اسمیں شریک راوی نے فرمایا کہ عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ہمیں کچھ کلمات مزید سکھاتے لیکن جس قدر اہمیت کے ساتھ تشہد کے کلمات آپ ﷺ سکھایا کرتے تھے یہ کلمات اس قدر اہمیت کے ساتھ نہ سکھاتے (وہ الفاظ یہ ہیں) اے اللہ! ہمارے دلوں کو جوڑ دے اور ہمارے حالات کو درست فرما اور ہمیں سلامتی کے رستوں پر چلا اور ہمیں اندھیروں سے روشنی کی جانب نجات عطاء فرما اور فواحش و کبیرہ گناہوں سے ہمیں بچا چاہے یہ گناہ کھلم کھلا ہوں یا چھپ چھپا کر کیے جائیں اور ہمارے کانوں میں برکت عطا فرما اور ہماری آنکھوں اور دلوں اور بیویوں اور اولاد میں برکت عطا فرما اور ہماری توبہ قبول فرما آپ توبہ قبول فرمانے والے رحیم ہیں اپنی نعمتوں کا شکر ادا کرنے اور تعریف کرنے والا اور خوشی خوشی نعمتوں کو لینے والا بنا اور ہم پر اپنی نعمتوں کو مکمل فرما دے۔

۹۷۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الثَّقَلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الْحَرِّ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ الْحَيَمَةِ، قَالَ: أَخَذَ عَلَقَمَةُ بِيَدِي، فَقَالَ لِي أَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، أَخَذَ بِيَدِي، وَأَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَ بِيَدِ عَبْدِ اللَّهِ، فَعَلَّمَهُ الشَّهْدَ فِي الصَّلَاةِ، فَقَدْ كَرِهْتُ مِثْلَ دَعَا حَدِيثِ الْأَعْمَشِ: «إِذَا حُلْتَ هَذَا أَوْ قَضَيْتَ هَذَا فَقَضَيْتَ صَلَاتَكَ، إِنْ شِئْتَ أَنْ تَقُومَ فَقُمْ، وَإِنْ شِئْتَ أَنْ تَقْعُدَ فَاقْعُدْ».

ترجمہ قاسم بن خمیرہ کہتے ہیں کہ علقمہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے حدیث بیان کی اور عبد اللہ بن مسعود نے انکا ہاتھ پکڑ کر اسے یہ حدیث بیان کی تھی اور عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عبد اللہ بن مسعود کا ہاتھ پکڑا اور ان کو نماز میں تشہد پڑھنے کا طریقہ سکھایا اس کے بعد اعمش کی حدیث کی طرح دعاؤں کی (اسمیں یہ اضافہ ہے کہ) جب تم یہ تشہد پڑھ چکویا اسکو مکمل کر چکو تو تم نے اپنی نماز مکمل کر لی۔ اگر تم کھڑا ہونا چاہتے ہو تو کھڑے ہو جاؤ اور اگر (مزید) بیٹھنا چاہتے ہو تو بیٹھ جاؤ۔

تحقیق صحیح البیہاقی - الأذان (۷۹۷) صحیح مسلم - الصلاة (۴۰۲) جامع الترمذی - الصلاة (۲۸۹) سنن النسائی - التطبیق (۱۱۶۲) سنن النسائی - التطبیق (۱۱۶۳) سنن النسائی - التطبیق (۱۱۶۴) سنن النسائی - التطبیق (۱۱۶۶) سنن النسائی - التطبیق (۱۱۶۷) سنن النسائی - التطبیق (۱۱۶۸) م.

سنن النسائي - الطبري (۱۱۶۹) سنن النسائي - الطبري (۱۱۷۰) سنن النسائي - الطبري (۱۱۷۱) سنن النسائي - السهري (۱۲۹۸) سنن ابی داؤد - الصلاة (۹۶۸) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۸۹۹) سنن الدارمی - الصلاة (۱۳۴۰) سنن الدارمی - الصلاة (۱۳۴۱)

شرح الأحادیث قوله: لَا تَقُولُوا: السَّلَامُ عَلَى اللَّهِ، فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ السَّلَامُ: امام نووی فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ سلام اللہ کے ناموں میں سے خود ایک نام ہے پھر السَّلَامُ عَلَى اللَّهِ کا کیا مطلب ہے ^۱، اور بعض دوسرے شرح نے یہ لکھا ہے کہ سلام جو ہے وہ دراصل سلامتی کی دعا ہے جس کے محتاج بندے ہیں اللہ کو اس دعا کی ضرورت نہیں وہ تو خود سلامتی دینے والے ہیں۔ ثُمَّ لِيَتَخَيَّرَ أَحَدُكُمْ مِنَ الدُّعَاءِ أَعْجَبَهُ إِلَيْهِ: یعنی تشہد کے بعد جس شخص کو جو دعا پسند ہو اور اس کے حال کے مناسب ہو وہ اللہ سے مانگے۔

تشہد کے اخیر میں دعا: اس حدیث میں یہ مسئلہ اختلافی ہے کہ نماز میں کس کس قسم کی دعا مانگ سکتے ہیں؟ اس پر ہمارے یہاں مفصل کلام باب الدعاء الاستفتاح میں قال مالك لا بأس بالدعاء في الصلوة في أوله وأوسطه وآخره کے ذیل میں گزر چکا خلاصہ کے طور پر اتنا سن لیجئے کہ اس میں تین مذہب ہیں، عند الجمهور ادعیهما ثورہ یعنی وہ تمام دعائیں جو قرآن وحدیث میں وارد ہیں پڑھ سکتے ہیں، اور کتب حنفیہ میں لکھا ہے کہ وہ دعائیں جو الفاظ قرآن کے مشابہ ہوں جن کا سوال غیر اللہ سے نہ کیا جا سکا ہو وہ پڑھ سکتے ہیں، اور بعض علماء جیسے ابراہیم نخعی فرماتے ہیں "لا يدعي الا بما يوجد في القرآن"۔

قوله: وَكَانَ يَعْلَمُنَا كَلِمَاتٍ وَلَمْ يَكُنْ يَعْلَمُنَا هُنَّ كَمَا يَعْلَمُنَا التَّشَهُدُ: یعنی حضور ﷺ ہمیں ایک اور دعا سکھلاتے تھے مگر اس کو اتنے اہتمام سے نہیں سکھاتے تھے جتنے اہتمام سے تشہد سکھاتے تھے، اور یا مطلب یہ ہے کہ اس دوسری دعا کو آپ ﷺ تشہد سے بھی زیادہ اہتمام سے سکھاتے تھے وہ دعا آگے کتاب میں مذکور ہے، میں سبق میں طلبہ سے کہا کرتا ہوں کہ یہ بڑی اچھی اور بہت جامع مانع دعا ہے اسکو ضرور یاد کر کے پڑھنا چاہئے، نماز کے اخیر میں سلام سے قبل اور اس کے علاوہ بھی دعائیں پڑھ سکتے ہیں بلکہ میں یہ بھی کہا کرتا ہوں کہ حدیث کی کتابوں میں سینکڑوں بلکہ ہزاروں دعائیں وارد ہیں، ہر شخص کو چاہئے کہ ان دعاؤں کو سامنے رکھ کر کتابوں میں سے اپنے اپنے حال کے مناسبت منتخب کر کے ایک کاپی پر لکھ لینی چاہئیں، ہمیشہ وظیفہ کے طور پر پڑھنے کیلئے۔

قوله: فَذَكَرَ مِثْلَ دُعَاءِ حَدِيثِ الْأَعْمَشِ: حدیث اعمش اس باب کی پہلی حدیث ہے لیکن اس میں تو کوئی دعا مذکور نہیں اسی لئے صاحب منہل نے لکھا ہے کہ یہاں پر لفظ دعا نہیں ہونا چاہئے بلکہ اس طرح ہونا چاہئے فَذَكَرَ مِثْلَ حَدِيثِ الْأَعْمَشِ، دوسری بات یہ ہے کہ ذکر کی ضمیر کا مرجع بھی کسی شارح نے نہیں لکھا، لہذا ضمیر مطلق راوی کی طرف راجع ہوگی۔

قوله: إِذَا قُلْتَ هَذَا أَوْ قَضَيْتَ هَذَا فَقَدْ قَضَيْتَ صَلَاتَكَ: امام خطابی فرماتے ہیں کہ اس جملہ کے بارے میں رواۃ کا

وَعَلَّمَنَا صَلَاتَنَا، فَقَالَ: "إِذَا صَلَّيْتُمْ فَأَقِيمُوا صُفُوفَكُمْ، ثُمَّ لِيُؤَمِّكُمْ أَحَدُكُمْ، فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا، وَإِذَا قَرَأَ {غَيْرِ
الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ}، فَقُولُوا: آمِينَ، يُحْيِيكُمْ اللَّهُ، وَإِذَا كَبَّرَ وَرَكَعَ، فَكَبِّرُوا وَارْكَعُوا، فَإِنَّ الْإِمَامَ يَرْكَعُ
قَبْلَكُمْ وَيَرْفَعُ قَبْلَكُمْ"، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «فَعَلَّكَ بِعَلَّكَ»، وَإِذَا قَالَ: "سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، فَقُولُوا:
اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ، يَسْمَعُ اللَّهُ لَكُمْ، فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَالَ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، وَإِذَا
كَبَّرَ وَسَجَدَ فَكَبِّرُوا وَاسْجُدُوا، فَإِنَّ الْإِمَامَ يَسْجُدُ قَبْلَكُمْ وَيَرْفَعُ قَبْلَكُمْ"، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "فَعَلَّكَ
بِعَلَّكَ، فَإِذَا كَانَ عِنْدَ الْقَعْدَةِ فَلْيَكُنْ مِنْ أَوَّلِ قَوْلِ أَحَدِكُمْ أَنْ يَقُولَ: التَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ اللَّهُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا
النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ"
لَمْ يَنْقُلْ أَحَدٌ: «وَبَرَكَاتُهُ»، وَلَا قَالَ: «وَأَشْهَدُ»، قَالَ: «وَأَنَّ مُحَمَّدًا».

سورة

حطان بن عبد اللہ راشدی کہتے ہیں کہ ابو موسیٰ اشعریؓ نے ہمیں نماز پڑھائی جب وہ اپنی نماز کے آخر میں
(قعدہ اخیرہ میں) بیٹھے تو مقتدیوں میں سے ایک شخص نے یہ الفاظ کہے نماز کی بنیاد نیکی اور اچھائی پر رکھی گئی ہے جب ابو موسیٰ
اشعریؓ نماز سے (فارغ ہو کر) پھرے تو مقتدیوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا تم میں سے کس شخص نے یہ کلمات کہے تھے؟ تو
اس پر سب مقتدی خاموش ہو گئے پھر ابو موسیٰ اشعریؓ نے دوسری مرتبہ یہی بات ارشاد فرمائی کہ کس شخص نے یہ الفاظ کہے
تھے؟ تو پھر دوبارہ مقتدیوں پر خاموشی طاری ہو گئی تو اس پر ابو موسیٰ اشعریؓ نے فرمایا کہ اے حطان شاید تم نے یہ کلمات کہے
ہو گئے تو حطان نے عرض کیا کہ میں نے یہ کلمات نہیں کہے مجھے ڈر تھا کہ آپ ان کلمات کے سبب مجھ پر غصہ ہونگے..... حطان
نے کہا کہ پھر مقتدیوں میں سے ایک شخص نے کہا کہ میں نے یہ کلمات کہے تھے اور ان کلمات کو کہنے سے میں نے بھلائی ہی کا
ارادہ کیا تھا تو ابو موسیٰ اشعریؓ نے فرمایا تم لوگوں کو معلوم نہیں کہ تم لوگ اپنی نماز میں کیا کلمات کہتے ہو؟ حضور ﷺ نے ایک
دفعہ ہمیں وعظ و نصیحت فرمائی اسمیں ہمیں تعلیم دی اور ہمیں ہمارے دین کا طریقہ سکھایا اور ہمیں نماز کے فرائض و آداب
واجبات کی تعلیم دی اور ارشاد فرمایا جب تم لوگ نماز شروع کرنا چاہو تو اپنی صفوں کو سیدھا کرو پھر تم میں سے ایک شخص امامت
کرائے جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تو تم لوگ آمین کہو اللہ
پاک تمہاری دعا کو قبول فرمائیں گے اور جب امام تکبیر کہہ کر رکوع میں جائے تو تم لوگ بھی تکبیر کہہ کر رکوع میں جاؤ کیونکہ امام
تم سے پہلے رکوع میں جاتا ہے اور تم سے پہلے رکوع سے سر اٹھاتا ہے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا تمہارا رکوع میں دیر سے جانے
کے بدلے میں تم لوگ رکوع سے دیر سے سر اٹھاتے ہو..... اور جب امام سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہے تو تم لوگ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ
کہو اللہ پاک تمہاری حمد کو سن کر شرف قبولیت عطا فرمائیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی زبان پر یہ کلمات جاری
فرمائے ہیں پھر اللہ نے اپنے تعریف کرنے والے کی تعریف سن لی..... جب امام سجدے کیلئے تکبیر کہہ کر سجدے میں جائے تو تم

لوگ بھی تکبیر کہہ کر سجدہ کر دیوں کہ امام تم سے پہلے سجدہ میں جاتا ہے اور تم سے پہلے سجدہ سے سر اٹھاتا ہے اور تمہارے سجدے میں جانے میں جو تاخیر ہوئی وہ کی سجدہ سے دیر سے اٹھنے سے پوری ہو جائیگی..... جب نماز قعدہ (اولیٰ یا اخیرہ) میں بیٹھ جائے تو وہ شخص سب سے پہلے یہ کلمات کہے التَّحِيَّاتُ (للہ) الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ لِلّٰہِ، السَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہُ، السَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ، اَشْہَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، وَاَشْہَدُ اَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُہُ وَرَسُوْلُہُ..... احمد بن حنبل استاؤ نے یہاں وَبَرَکَاتُہُ کا لفظ نہیں فرمایا نیز انہوں نے وَاَشْہَدُ اَنْ مُحَمَّدًا اکی جگہ وَاَنْ مُحَمَّدًا اَلْحَمْدُ فرمایا لفظ اَشْہَدُ یہاں ذکر نہیں کیا۔

مضمون حدیث قولہ: فَلَمَّا جَلَسَ فِيْ اٰخِرِ صَلَاتِہِ، قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: اَقْرَأِ الصَّلَاةُ بِالْبَیِّنِ، وَالزَّكَاةُ: حطّان بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ کی بات ہے کہ ہمارے استاذ ابو موسیٰ اشعریؓ نے ہمیں نماز پڑھائی، جب تشهد میں بیٹھے تو پیچھے سے کسی مقتدی نے نماز کی مدح و تعریف میں یہ جملہ کہا جو اوپر مذکور ہے، یعنی نماز کیساتھ تعلق اور محبت کی وجہ سے میساختہ و ارادہ، اسکی زبان سے یہ الفاظ نکل گئے جن کا مطلب یہ ہے کہ نماز نیکی اور گناہوں سے پاکی کیساتھ برقرار رکھی گئی ہے، یعنی نماز اچھا عمل ہے اور اس سے گناہ بھی معاف ہوتے ہیں، جب ابو موسیٰ اشعریؓ نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا یہ الفاظ کس نے کہے تھے، لوگ خاموش رہے، دوبارہ پھر یہی سوال کیا پھر بھی وہ خاموش رہے تو ابو موسیٰ اشعریؓ اپنے مخصوص شاگرد حطّان سے کہنے لگے کہ اے حطّان تو نے ہی کہے ہوں گے (کیونکہ جس کے ساتھ استاذ کو زیادہ خصوصیت اور بے تکلفی ہوتی ہے اسی کو ڈانٹتا ہے) تو اس پر حطّان بولے کہ اجی میں نے تو نہیں کہے، لیکن مجھے اندیشہ یہی تھا کہ آپ مجھ کو ہی ٹوکیں گے، پھر آگے حدیث میں یہ ہے کہ جس شخص نے یہ الفاظ کہے تھے ابو موسیٰ نے اسکو سمجھایا کہ نماز کے اندر اپنی طرف سے کچھ نہیں پڑھنا چاہئے، بلکہ جو حضور ﷺ نے ہمیں بتایا اور سکھایا ہے وہی پڑھنا چاہئے، اور پھر نماز کا مفصل طریقہ جو آپ ﷺ نے صحابہ کو تعلیم فرمایا تھا اس کو بیان کیا۔

۹۷۳ - حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ النَّضْرِ، حَدَّثَنَا الْمُتَمِّمُ، قَالَ: سَمِعْتُ اَبِي، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ اَبِي غَالِبٍ، يَحْدِثُہُ عَنْ حَطَّانِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ الرَّقَاشِيِّ، بِہَذَا الْحَدِیْثِ، زَادَ فَاِذَا قَرَأَ اَنْصَبُوا، وَقَالَ فِي التَّشْہِدِ بَعْدَ اَشْہَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ زَادَ «وَحَدَّكَ لَا شَرِيْكَ لَہُ» قَالَ ابُو دَاؤُدَ: «وَقَوْلُہُ: اَنْصَبُوا اَلِیْسَ بِمَحْفُوْظٍ، لَمْ یَجِیْ بِہِ اِلَّا سَلِیْمَانُ النَّیْسَبِیُّ فِيْ ہَذَا الْحَدِیْثِ».

ترجمہ حطّان بن عبد اللہ سے گزشتہ حدیث مروی ہے اس میں یہ اضافہ ہے کہ جب امام قرأت کرے تو تم لوگ خاموش ہو جاؤ اور تشهد میں اَشْہَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے بعد وَحَدَّكَ لَا شَرِيْكَ لَہُ کا اضافہ ہے امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ فَاِذَا قَرَأَ اَنْصَبُوا کا جملہ محفوظ نہیں، سلیمان تیمی کے علاوہ کسی راوی نے یہ الفاظ اس حدیث میں ذکر نہیں کی۔

صحیح مسلم - الصلاة (۴۰۴) سنن النسائي - الإمامة (۸۳۰) سنن النسائي - التطبيق (۱۰۶۴) سنن النسائي - التطبيق (۱۱۷۲) سنن النسائي - التطبيق (۱۱۷۳) سنن النسائي - السهو (۱۲۸۰) سنن ابی داؤد - الصلاة (۹۷۲) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة

فیہا (۸۴۷) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فیہا (۹۰۱) مسند أحمد - أول مسند الکوفیین (۳۹۳/۴) مسند أحمد - أول مسند الکوفیین (۴۰۱/۴) مسند أحمد - أول مسند الکوفیین (۴۰۵/۴) مسند أحمد - أول مسند الکوفیین (۴۰۹/۴) سنن الدارمی - الصلاة (۱۳۱۲)

شرح الحدیث قولہ: زَادَ فَإِذَا قَرَأْتَ أَفْأَنْصِتُوا: گذشتہ حدیث کی سند میں قنادہ سے روایت کرنے والے ہشام تھے اور یہاں معتر کے والد سلیمان تیس ہیں، زاد کی ضمیر اسی کی طرف راجع ہے۔

قولہ: قَالَ ابُو دَاوُدَ: "وَقَوْلُهُ: فَأَنْصِتُوا لَيْسَ بِمَحْفُوظٍ، لَمْ يَحِجْ بِهِ إِلَّا سَلِيمَانُ التَّمِيمِيُّ، اس پر تفصیلی کلام فاتحہ خلف الامام کی بحث میں گزر چکا۔

۹۷۴ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، وَطَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّهُ قَالَ: "كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَا الشَّهَادَ كَمَا يُعَلِّمُنَا الْقُرْآنَ، وَكَانَ يَقُولُ: «التَّحِيَّاتُ الْمُبَارَكَاتُ الصَّلَوَاتُ الطَّيِّبَاتُ لِلَّهِ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ».

شرح الحدیث عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جسطرح ہمیں قرآن پاک سکھاتے تھے اسی طرح تشہد کی تعلیم دیتے اور یہ الفاظ فرماتے: التَّحِيَّاتُ الْمُبَارَكَاتُ الصَّلَوَاتُ الطَّيِّبَاتُ لِلَّهِ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ۔

صحیح مسلم - الصلاة (۴۰۳) جامع الترمذی - الصلاة (۲۹۰) سنن النسائی - التطبیق (۱۷۴) سنن ابی داؤد - الصلاة (۹۷۴) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فیہا (۹۰۰) مسند أحمد - من مسند بی ہاشم (۲۹۲/۱) مسند أحمد - من مسند بی ہاشم (۳۱۵/۱)

شرح الحدیث تشہد ابن عباسؓ: یہ وہی تشہد ابن عباسؓ ہے جس کو شافعیہ نے اختیار کیا ہے، ہم کہتے ہیں کہ اس کے ساتھ ابن عباسؓ مفرد ہیں، نیز اس کے الفاظ میں تمام رواۃ متفق بھی نہیں ہیں، حضرات مالکیہ کہتے ہیں کہ ہمارا تشہد رائج ہے، کیونکہ حضرت عمرؓ نے منبر پر اس کی تعلیم فرمائی تھی، حضرت شیخ اوجز میں لکھتے ہیں کہ ابن مسعودؓ والے تشہد کے الفاظ کو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے منبر پر تعلیم فرمایا ہے^①، کما وندی روایۃ الطحاوی۔

۹۷۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ بْنِ سَفْيَانَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ مُوسَى ابُو دَاوُدَ، حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سَعْدِ بْنِ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، حَدَّثَنِي حَبِيبُ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ سَمُرَةَ، عَنْ أَبِيهِ سُلَيْمَانَ بْنِ سَمُرَةَ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، أَنَّمَا بَعْدَ أَمْرًا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ فِي وَسْطِ الصَّلَاةِ، أَوْ حِينَ انْقِضَائِهَا، قَائِدُوا قَبْلَ التَّسْلِيمِ، فَقُولُوا: «التَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ، وَالصَّلَوَاتُ، وَالْمَلَائِكَةُ لِلَّهِ، ثُمَّ سَلِّمُوا عَلَى النَّبِيِّينَ، ثُمَّ سَلِّمُوا عَلَى قَائِدِكُمْ، وَعَلَى أَنْفُسِكُمْ»، قَالَ ابُو دَاوُدَ:

«يُتَيَمَّنُ بْنُ مُوسَى كُوفِي الْأَصْلِي كَانَ بِدِمَشْقَ»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «دَلَّتْ هَذِهِ الصَّحِيفَةُ عَلَى أَنَّ الْحَسَنَ سَمِعَ مِنْ سَمُرَةَ».

سمرہ بن جندب فرماتے ہیں کہ حمزہ صلاۃ کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ جب نمازی نماز کے درمیان (قعدہ اولیٰ) یا نماز کے اتمام (قعدہ اخیرہ) میں ہو تو تم لوگ سلام پھیرنے سے پہلے تشهد پڑھو اور کہو التَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ، وَالصَّلَوَاتُ الْمَلَائِكَةُ پھر دائیں جانب سلام پھرو اور پھر اپنے امام کو سلام کرو اور اپنے نمازی ساتھیوں کو سلام کرو امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ سلیمان بن موسیٰ کوفہ کے رہنے والے ہیں یہ اصلاً دمشق سے تعلق رکھتے تھے امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ یہ صحیفہ دلالت کر رہا ہے کہ حسن بصری کا سمرہ بن جندب سے سماع ثابت ہے۔

شرح الحدیث قولہ: عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، أَمَّا بَعْدُ: یہ مکتوب سمرہ کی یا یہ کہنے کے صحیفہ سمرہ کی دوسری حدیث ہے اور پہلی حدیث ابواب المساجد میں باب اتخاذ المساجد فی البدور میں گزر چکی ابھی چار اور باقی ہیں۔

قولہ: قَالَ أَبُو دَاوُدَ: دَلَّتْ هَذِهِ الصَّحِيفَةُ عَلَى أَنَّ الْحَسَنَ سَمِعَ مِنْ سَمُرَةَ: سَمَاعُ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ کی بحث: حضرت حسن بصری مشہور تابعی ہیں، تابعین کے طبقہ وسطیٰ میں ان کا شمار ہے، اس میں تو شک نہیں کہ بعض صحابہ سے ان کا سماع ثابت ہے اور بعض سے ان کا سماع مختلف یہ ہے، امام احمد اور ابو حاتم رازی جو فن رجال کے بڑے امام ہیں وہ فرماتے ہیں کہ حسن کا سماع ابن عمر، انس، عبد اللہ بن مغفل، وعمر بن تغلب، ان چاروں صحابہ سے ثابت ہے، ان کے علاوہ اور بعض ایسے ہیں جن کے سماع میں بہت اختلاف ہے بعض تسلیم کرتے ہیں اور بعض نہیں، ایسے ہی کتب صحاح میں جہت سی روایات ایسی ہیں جنکو حسن سمرہ بن جندب سے روایت کرتے ہیں، ابھی قریب میں باب السکنة عند الافتتاح میں حسن کی روایت سمرہ سے گزر چکی ہے، لیکن اس میں محدثین کا اختلاف ہے کہ سمرہ سے حسن کا سماع ثابت ہے یا نہیں، علامہ زیلعی نے نصب الراية میں اس پر تفصیلی کلام کیا ہے اس میں انہوں نے علماء کے تین قول ذکر کئے ہیں: ① ایک جماعت کی رائے ہے جن میں امام دارقطنی اور امام نسائی بھی ہیں کہ حسن نے سمرہ سے صرف حدیث العقیقہ سنی ہے چنانچہ بخاری شریف کی کتاب العقیقہ میں ہے ابن سیرین ② نے ایک شخص سے کہا کہ حسن بصری سے جا کر دریافت کرو کہ انہوں نے حدیث العقیقہ کس سے سنی، انہوں نے جواب دیا سَمِعْتُ مِنْ سَمُرَةَ، ③ ایک جماعت کہتی ہے کہ حسن کا سماع سمرہ سے مطلقاً ثابت ہے یعنی حدیث العقیقہ کی قید نہیں بلکہ بعض اور حدیثیں بھی سنی ہیں جن کو وہ ان سے روایت کرتے ہیں اس کے قائل ہیں، علی بن مدینی، امام بخاری، و ترمذی اور حاکم صاحب مستدرک، امام ترمذی نے حسن عن سمرہ کی بہت سی روایات پر صحت کا حکم لگایا ہے، ④ ابن حبان اور یحییٰ بن معین کی رائے یہ ہے کہ حدیث مطلقاً ⑤۔

اس تمہید کے بعد یہ سمجھئے کہ مصنف جو یہ فرما رہے ہیں کہ صحیفہ سمرہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حسن کا سماع سمرہ سے

① وحاکم الترمذی ابضا فی جامعہ (جامع الترمذی کتاب البیوع باب ما جاء فی احتلاب الراشی بغیر ابن الأصبہان ۱۲۹۶)۔

② نصب الراية لأحادیث الهدایة - ج ۱ ص ۸۹

ثابت ہے۔

کلام مصنف پرایک اشکال: حافظ ابن حجر تہذیب میں فرماتے ہیں کہ یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آئی کہ کیسے دلالت کرتا ہے؟^① بظاہر حافظ کا اشکال صحیح ہے اس لئے کہ یہ بات پہلے گزر چکی کہ صحیحہ سرہ کی تمام روایات ایک ہی سند سے مروی ہیں، اور وہ وہی سند ہے جو اوپر مذکور ہے، اور اس میں حسن مذکور ہیں، باقی حافظ کا اشکال اس وقت زیادہ قوی تھا اگر مصنف یہ فرماتے کہ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے حالانکہ ایسا نہیں کہا، اب ہو سکتا ہے کہ اس صحیحہ سے ضمناً اس کی کسی عبارت یا روایت سے یہ ثابت ہوتا ہو الایہ کہ حافظ نے اس پورے صحیفہ کا مطالعہ کیا ہو تو امر آخر ہے، اور صاحب منہل نے یہ توجیہ کی ہے کہ اس صحیحہ کی اسانید میں سلیمان روایت کرتے ہیں سرہ سے اور سلیمان و حسن بصری دونوں ایک ہی طبقہ کے ہیں، لہذا جب ان میں سے ایک کا سماع ثابت ہے تو ظاہر یہ ہے کہ دوسرے کا بھی ثابت ہو گا اتحاد طبقہ کی وجہ سے^②۔

حضرت شیخ حاشیہ بذل میں لکھتے ہیں کہ مولوی عبد الجبار اہل حدیث جن کی بندہ سے خط و کتابت ہے انہوں نے مجھے لکھا ہے کہ شیخ حسین عرب یعنی بھوپالی نے اپنی کتاب قرۃ العینین^③ میں لکھا ہے کہ انہوں نے سنن کے بعض قلمی نسخوں میں ایک سند دیکھی ہے جس میں اس طرح ہے حدثنا الحسن قال سمعت سمرۃ الخ، پس اگر یہ نسخہ ثابت اور صحیح ہے تو پھر مصنف کی یہ بات بھی صحیح ہے، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

۱۸۴۔ باب الصلاة علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد القشہ

تشہد پڑھنے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنے کا بیان

مباحث اربعہ متعلقہ بدرد شریف: یہاں پر چند اسحات ہیں: ① نماز میں درود پڑھنے کا حکم اور اسمیں مذاہب ائمہ، ② صلاۃ کے معنی اور اس کی تفسیر، ③ آل محمد کا مصداق، ④ صلاۃ ابراہیمی میں تشبیہ پر کلام۔

بحث اول نماز میں درود پڑھنے کا حکم اور اسمیں مذاہب ائمہ: شافعیہ و حنابلہ کے نزدیک تشہد اخیر کے بعد درود کا پڑھنا فرض ہے شافعیہ کے یہاں صرف اللہم صل علی محمد، اور حنابلہ و بعض شافعیہ کے یہاں صلوۃ علی آل کا بھی حکم یہی ہے، لہذا ان کے یہاں اللہم صل علی محمد و علی آل محمد پڑھنا فرض^⑤ ہے، یہ فرضیت درود کے یہاں قعدہ اخیرہ میں ہے اور قعدہ اولیٰ میں ائمہ ثلاث کے یہاں درود نہیں ہے، اور امام شافعی کا قول قدیم بھی یہی ہے البتہ ان کے قول جدید میں

① مذهب التہذیب - ج ۱ ص ۲۶۹

② المنہل العذب المورود شرح سنن ابی داؤد - ج ۶ ص ۸۳

③ حاشیہ بذل میں کتاب کا نام "نور العینین" ہے۔

④ اور درود اکمل یہ ہے اللہم صل علی سیدنا محمد و علی آل محمد و علی سیدنا ابراہیم و علی آل سیدنا ابراہیم، و تبارک علی سیدنا محمد و علی آل سیدنا محمد و علی آل سیدنا ابراہیم و علی آل سیدنا ابراہیم۔

تعدہ اول میں بھی صلاۃ علی النبی مستحب ہے، جیسا کہ علامہ سخاویؒ نے القول البدیع میں لکھا ہے، شافعیہ کا استدلال فرضیت درود میں آیت کریمہ یٰٰأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا^۱ سے ہے اس لئے کہ امر مطلق وجوب کیلئے ہوتا ہے، حنفیہ کہتے ہیں کہ امر تکرار کا تقاضا نہیں کرتا لہذا درود صرف ایک مرتبہ پڑھنا فرض ہے، جیسے حج عمر بھر میں صرف ایک مرتبہ فرض ہے اور آیت کریمہ میں حالت صلاۃ کی تعیین نہیں ہے قالہ الکوخی، اور امام طحاویؒ کی رائے یہ ہے کہ جب بھی حضور ﷺ کا نام نامی سے تو درود پڑھنا واجب ہے۔

۹۷۶ - حَدَّثَنَا خَلْفُ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ، قَالَ: قُلْنَا - أَوْقَالُوا - يَا رَسُولَ اللَّهِ: أَمَرْتَنَا أَنْ نَصَلِّيَ عَلَيْكَ، وَأَنْ نُسَلِّمَ عَلَيْكَ، فَأَمَّا السَّلَامُ، فَقَدْ عَرَفْنَاكَ، فَكَيْفَ نَصَلِّيُ عَلَيْكَ؟ قَالَ: "قُولُوا: اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ، وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ، وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ، وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مُجِيدٌ".

کعب بن عجرہ فرماتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ یا صحابہؓ نے یہ سوال کیا کہ آپ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم آپ پر صلاۃ و سلام پڑھے تو آپ پر سلام پڑھنے کا طریقہ ہمیں معلوم ہو گیا (احتیاجات کے ضمن میں السلام علیک ایہا النبی الخ والے جملے سے) تو ہم آپ پر کس طرح درود شریف پڑھا کریں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تم لوگ اس طرح درود پڑھو اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ، وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ، وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ، وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مُجِيدٌ۔

۹۷۷ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، بِهَذَا الْحَدِيثِ، قَالَ: صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ، وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ.

شعبہ نے اسی حدیث کی مانند نقل کیا اس میں یہ فرق ہے صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ، وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ (یعنی اسمیں اللہ کا لفظ نہیں ہے اور آل محمد سے پہلے لفظ علی زیادہ ہے۔۔۔ بذل الحمد اور مکتبہ امدادیہ کے نسخے کے مطابق ابراہیم سے پہلے آل کا بھی اضافہ ہے لیکن مکرمہ کے ناشر دار الباز کے مطابق ابراہیم کے لفظ سے پہلے آل مذکور نہیں)۔

۹۷۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا ابْنُ بِشْرِ، عَنْ مِسْعَرٍ، عَنِ الْحَكَمِ، بِإِسْنَادِهِ بِهَذَا، قَالَ: "اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ، وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مُجِيدٌ، اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ، وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مُجِيدٌ، قَالَ أَبُو دَاؤُدَ: رَوَاهُ الْوَيْهَقِيُّ عَنْ عَبْدِ يَزِيدَ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، كَمَا رَوَاهُ مِسْعَرٌ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ: «كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مُجِيدٌ، وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ» وَسَاقِ مِثْلَهُ.

حکم نے اپنی سند سے اس حدیث کو نقل کیا اس میں یہ الفاظ ہیں اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ، وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ، اِنَّكَ حَمِيْدٌ مُّجِيْدٌ، اللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ، وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ، اِنَّكَ حَمِيْدٌ مُّجِيْدٌ، امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ زبیر بن عدی نے ابن ابی لیلیٰ سے مسجد راوی کی اس حدیث کی مانند نقل کیا ہے البتہ زبیر راوی نے ایک فرق یہ کیا کہ کَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مُّجِيْدٌ مجید نقل کیا اس میں ابراہیم سے پہلے لفظ آل کا اضافہ کیا ہے نیز اس کے بعد بَارِكْ عَلٰی نقل کیا لفظ اللّٰهُمَّ کے بغیر۔

صحیح البخاری - أحادیث الأنبياء (۳۱۹۰) صحیح البخاری - تفسیر القرآن (۴۵۱۹) صحیح البخاری - الدعوات (۵۹۹۶) صحیح مسلم - الصلاة (۴۰۶) جامع الترمذی - الصلاة (۴۸۳) سنن النسائی - السهو (۱۲۸۷) سنن النسائی - السهو (۱۲۸۸) سنن النسائی - السهو (۱۲۸۹) سنن ابی داؤد - الصلاة (۹۷۶) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۹۰۴) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (۲۴۱/۴) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (۲۴۳/۴) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (۲۴۴/۴) سنن الداہمی - الصلاة (۱۳۴۲) قولہ: اَمَّا السَّلَامُ، فَقَدْ عَرَفْنَاكَ، فَكَيْفَ نُصَلِّيْ عَلَيْكَ: آپ نے سلام پڑھنے کا طریقہ تو بتلادیا ہے یعنی

التحيات میں جو آتا ہے السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ۔

اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ، وَعَلٰی مُحَمَّدٍ: **بحث نانی آل محمد کا مصداق:** آل کے مصداق میں چند قول ہیں: ① جن پر مال زکاة حرام ہے جیسے بنو ہاشم اور شافعیہ کے نزدیک حرمت زکاة میں بنو ہاشم کے ساتھ بنو المطلب بھی ہیں، ② ہر مومن متقی، ③ تمام امت اجابت، ④ ازواج مطہرات و اولاد اور ان کے علاوہ آپ کے وہ تمام خاندان والے جن پر صدقہ حرام ہے، ⑤ اولاد فاطمہ اور ان کی نسل، ⑥ آپ کی ازواج و ذریت، اور آل ابراہیم سے مراد حضرت اسماعیل و اسحاق اور ان کی اولاد۔ **بحث ثالث (صلوة کے معنی اور اسکی تفسیر):** صلاۃ کے معنی اور تفسیر میں چند قول ہیں: ① ثناء اللہ تعالیٰ علیہ عند ملائکہ، اللہ تعالیٰ کا حضور ﷺ کی تعریف و توصیف کرنا ملائکہ کے سامنے، ② اللہ تعالیٰ کی رحمت رسول اللہ پر، ③ صلاۃ بمعنی تعظیم یعنی اللہ تعالیٰ شانہ کی طرف سے آپ کا اعزاز و اکرام دنیا و آخرت میں دنیا میں آپ کے نام کو روشن اور آپ کے لئے ہوئے دین و شریعت کی بقا و ترقی کے ساتھ اور آخرت میں بخشیر ثواب اور تشفی امت کے ذریعہ۔

بحث رابع (صلوة ابراہیمی میں تشبیہ پر کلام): تشبیہ اشکال یعنی اس درود میں جس کو درود ابراہیمی کہتے ہیں صلاۃ محمدی کو صلاۃ ابراہیم کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے کہ اے اللہ جیسی صلاۃ آپ ابراہیم علیہ السلام پر بھیجتے ہیں ایسی ہی ہمارے پیغمبر محمد ﷺ پر بھی بھیجئے، حالانکہ مشبہ بہ اقوی ہوتا ہے مشبہ سے، تو کیا صلاۃ ابراہیمی زیادہ اقویٰ اور واعلیٰ ہے صلاۃ محمدی سے؟

① امام نووی نے اس میں مختصر آئین قول لکھے ہیں: ① جمع الامۃ اسکو انہوں نے محققین کا قول قرار دیا ہے ② بنو ہاشم و بنو المطلب ③ آپ کے اہل بیت و ذریت

اس اشکال کی حافظ ابن حجرؒ نے دس توجیہات ذکر کی ہیں ^①، من جملہ ان کے ایک یہ ہے، ^② یہاں پر تشبیہ نفس صلاۃ اور اصل صلاۃ میں ہے قدر اور مرتبہ کے اعتبار سے نہیں ہے جیسا کہ اس آیت کریمہ میں اِنَّا اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ كَمَا اَوْحَيْنَا اِلٰى نُوحٍ ^③، کُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ ^④، لہذا ہو سکتا ہے کہ صلاۃ محمدؐ افضل اقویٰ ہو صلاۃ ابراہیمؑ سے، ^⑤ کَمَا صَلَّيْتَ كَمَا صَلَّيْتُ عَلَى اِلٰہِ مُحَمَّدٍ سے ہے، علی محمدؐ سے نہیں یعنی مشبہ صرف صلاۃ آل محمدؐ ہے، ^⑥ تشبیہ مجموع کی مجموع کیساتھ ہے لہذا مشبہ بہ صلاۃ ابراہیمؑ و آل ابراہیمؑ ہے اور آل ابراہیمؑ میں خود حضور ﷺ بھی داخل ہیں اس لئے کہ آپ ﷺ ابراہیمؑ کے بیٹے اسماعیلؑ کی اولاد میں سے ہیں لہذا مشبہ بہ کی جانب میں خود آپ ﷺ بھی شامل ہیں، ^⑦ مشبہ بہ کا مشبہ بہ اقویٰ و افضل ہونا ضروری نہیں ہے کبھی اس کے برعکس بھی ہوتا ہے ہاں البتہ مشبہ بہ کا اشہر و اعرف ہونا ضروری ہے، کَمَا فِی قَوْلِهِ تَعَالٰی اِنَّهُ نُورٌ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مِثْلُ نُوْرٍ کَیْمُشْکُوْرٍ فِیْہَا مِصْبَاحٌ ^⑧، دیکھئے اس آیت میں نور خدا مشبہ اور نور مصباح مشبہ بہ ہے، اب ظاہر ہے کہ چراغ کی روشنی اللہ کے نور کیساتھ کیا ہے یقیناً کمزور ہے، لیکن حسی اور مشاہد ہونے کی وجہ سے نہایت واضح اور کھلی ہوئی چیز ہے، اسی طرح حضور ﷺ ابراہیمؑ سے گوا علی و افضل ہیں لیکن وصف شہرت میں ابراہیمؑ آپ سے من وجہ بڑھے ہوئے ہیں، چنانچہ ابراہیمؑ کی تعظیم تمام مل و طوائف میں معروف و مسلم تھی، یہود و نصاریٰ حتیٰ کہ مشرکین بھی ان کی تعظیم کے قائل ^⑨ تھے اسی لئے یہاں صلاۃ محمدیؐ کو صلاۃ ابراہیمؑ کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔

یہاں پر ایک سوال اور ہوتا ہے جس کو علامہ سخاویؒ نے بھی القول البدیع میں ذکر کیا ہے وہ یہ کہ اس درود میں ابراہیمؑ کی تخصیص کیوں کی گئی انبیاء تو اور بھی ہیں؟ اس کا ایک جواب تو یہ ہو سکتا ہے کہ ابراہیمؑ ہمارے حضور ﷺ کے بعد تمام انبیاء میں افضل ہیں، اور ایک جواب یہ ہے کہ شب معراج میں آپ کی متعدد انبیاء کرام سے ملاقات ہوئی ان میں سے صرف حضرت ابراہیمؑ ہی ایسے ہیں جنہوں نے بوقت ملاقات حضور ﷺ کے واسطے سے آپ ﷺ کی امت کو سلام کہلایا کہ اپنی امت سے میرا سلام کہہ دینا اور یہ بتلادینا کہ جنت جنیل میدان ہے اور اس کے پودے شجرات اللہ واللہ واللہ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ واللہ اُنکبر ہیں ^⑩۔

① فتح الباری شرح صحیح البخاری - ج ۱۱ ص ۱۶۲

② ہم نے وحی بھیجی تیری طرف جیسے وحی بھیجی نوح پر (سورۃ النساء ۱۶۲)

③ فرض کیا کیا تم پر روزہ جیسے فرض کیا گیا تھا تم سے انگوں پر (سورۃ البقرۃ ۱۸۳)

④ اللہ روشنی ہے آسمانوں کی اور زمین کی مثال اس کی روشنی کی جیسے ایک طاق اس میں ہو ایک چراغ (سورۃ النور ۳۵)

⑤ اگرچہ ان کا یہ ماننا اور تعظیم کا قائل ہونا عند اللہ معتبر نہیں، قال تعالیٰ: مَا كَانَ الْاِنْسَانُ لَشَکْرًا وَلَا نَصْرًا لِنَبِیٍّ وَلٰکِنْ کَانَ حَنِیْفًا مُّسْلِمًا وَمَا کَانَ مِنَ الْمُنْشَرِکِیْنَ (سورۃ آل عمران ۶۷)، ۱۲۰

⑥ جامع الترمذی - کتاب الدعوات - باب: بلا ترجمۃ ۳۴۶۲

٩٧٩ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ عَمْرٍو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الرُّمِّيِّ، أَنَّهُ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو مُحَمَّدٍ السَّاعِدِيُّ، أَنَّهُمْ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، كَيْفَ نُصَلِّي عَلَيْكَ؟ قَالَ: "قُولُوا: اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ، وَأَزْوَاجِهِ، وَذُرِّيَّتِهِ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ، وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ، وَأَزْوَاجِهِ، وَذُرِّيَّتِهِ، كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مُجِيدٌ"

عمر بن سلیم زرقی کہتے ہیں کہ ابو حمید ساعدی نے مجھے بتلایا کہ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم آپ پر درود شریف کس طرح پڑھا کریں جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اس طرح پڑھو اللھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ، وَآزْوَاجِهِ، وَدُرَرِیَّتِهِ، کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی آلِ اِبْرٰہِیْمَ، وَبَارَکْتَ عَلٰی مُحَمَّدٍ، وَآزْوَاجِهِ، وَدُرَرِیَّتِهِ، کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی آلِ اِبْرٰہِیْمَ اِنَّکَ حمیدٌ مجیدٌ۔

٩٨٠ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَعِيمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْمُجَوِرِ، أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ، وَعَبْدُ اللَّهِ بْنَ زَيْدٍ، هُوَ الَّذِي أَمَرِيَ التَّدَاءُ بِالصَّلَاةِ، أَخْبَرَهُ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ، أَنَّهُ قَالَ: أَتَانَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَجْلَسٍ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ، فَقَالَ لَهُ بِشِيرِ بْنِ سَعْدٍ: أَمَرَنَا اللَّهُ أَنْ نُصَلِّيَ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَكَيْفَ نُصَلِّيُ عَلَيْكَ؟ فَسَكَتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَتَّى عَشَيْتُمْ أَنَّهُ لَمْ يَسْأَلْهُ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قُولُوا: قَدْ كَرَّمَنِي خَلِيفَتُكَ كَعْبُ بْنُ عُجْرَةَ، زَادَنِي آخِرُهُ: «فِي الْعَالَمِينَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مُجِيدٌ».

عبداللہ بن زیدؓ مازنی جن کو خواب میں نماز والی اذان دکھائی گئی کہتے ہیں کہ ابو مسعود انصاری نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ، سعد بن عبادہ کی مجلس میں ہمارے پاس تشریف لائے تو بشیر بن سعد نے آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اللہ رب العزت نے ہمیں آپ پر درود بھیجنے کا حکم دیا ہے تو ہم آپ پر کیسے درود بھیجا کرے پس رسول اللہ ﷺ نے اتنی لمبی خاموشی اختیار فرمائی کہ ہم تمنا کرنے لگے کہ کاش بشیر بن سعد نے آپ سے یہ سوال دریافت نہ کیا ہو تا رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اس طرح پڑھو اس کے بعد تعنٰی استاد نے کعب بن عجرہ کی حدیث کی طرح نقل کیا تعنٰی نے اس حدیث کے آخر میں یہ اضافہ کیا فی العالمین اِنَّكَ حَمِيدٌ مُّجِيدٌ (تو تعنٰی نے لفظ فی العالمین کا اضافہ کیا ہے)۔

٩٨١ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ عَقْبَةَ بْنِ عَمْرٍو، بِهَذَا الْخَبَرِ، قَالَ: "قُولُوا: اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ، وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ".

عقبہ بن عمرو سے یہی حدیث مروی ہے کہ اس میں انہوں نے یہ الفاظ نقل کیے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اس طرح پڑھو اللھُمَّ صَلِّ عَلَیْ مُحَمَّدٍ النَّبِیِّ الْأُمِّیِّ، وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ۔

صحیح مسلم - الصلاة (۴۰۷) جامع الترمذی - تفسیر القرآن (۳۲۲۰) سنن النسائی - السهو (۱۲۸۵) سنن النسائی - السهو (۱۲۸۶) سنن النسائی - السهو (۱۲۹۴) سنن أبي داود - الصلاة (۹۷۹) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (۹۰۵) مسند أحمد - مسند الشاميين (۱۱۸/۴) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۲۷۴/۵) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۴۲۴/۵) موطأ مالك - النداء للصلاة (۳۹۷) موطأ مالك - النداء للصلاة (۳۹۸) سنن الدارمی - الصلاة (۱۳۴۳)

۹۸۲ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا جِبَّانُ بْنُ نَسَارٍ الْكَلَابِيُّ، حَدَّثَنِي أَبُو مُطَرِّبٍ غُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ طَلْحَةَ بْنِ غُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ كَرِيذٍ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ الْهَاشِمِيُّ، عَنْ الْجُعْفِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَكْتَالَ بِالْمِكْيَالِ الْأَوَّلَى، إِذَا صَلَّى عَلَيْنَا أَهْلَ الْبَيْتِ، فَلْيُكَلِّ: اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ، وَأَزْوَاجِهِ أَهْلَ الْبَيْتِ الْمُؤْمِنِينَ، وَذُرِّيَّتِهِ وَأَهْلِ بَيْتِهِ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مُجِيدٌ".

ترجمہ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جس کو یہ خوشی حاصل کرنی ہو کہ اس کی نیکیوں کو بڑے ترازوں میں تولاجائے تو وہ شخص جب اہل بیت پر درود شریف پڑھے تو ان الفاظ کے ساتھ پڑھے اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ، وَأَزْوَاجِهِ أَهْلَ الْبَيْتِ الْمُؤْمِنِينَ، وَذُرِّيَّتِهِ وَأَهْلِ بَيْتِهِ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مُجِيدٌ۔
 شرح الحدیث قولہ: مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَكْتَالَ بِالْمِكْيَالِ الْأَوَّلَى: یعنی جو شخص یہ چاہتا ہو کہ وہ اپنے درود کے ثواب کو کامل یا بڑے پیمانے سے ناپ کر لے تو اس کو چاہئے کہ ان الفاظ میں درود پڑھے اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ، وَأَزْوَاجِهِ أَهْلَ الْبَيْتِ الْمُؤْمِنِينَ، وَذُرِّيَّتِهِ وَأَهْلِ بَيْتِهِ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مُجِيدٌ۔

۱۸۵ - بَابُ مَا يَقُولُ بَعْدَ التَّشَهُّدِ

تشہد پڑھنے کے بعد کوئی دعا پڑھے

تشہد کے بعد جو چیز پڑھی جاتی ہے وہ تو درود شریف ہے جس کا ذکر پہلے باب میں گزر چکا لہذا یہ کہا جائے گا کہ مراد یہ ہے بعد التشہد والصلوة علی النبی۔

۹۸۳ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، حَدَّثَنِي حَسَّانُ بْنُ عَطِيَّةَ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَائِشَةَ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَا فَرَعَ أَحَدُكُمْ مِنَ التَّشَهُّدِ الْآخِرِ، فَلْيَتَوَدَّ بِاللَّهِ مِنْ أَمْرٍ: مِنْ عَذَابٍ جَهَنَّمَ، وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ، وَمِنْ شَرِّ الْمَسِيحِ الدَّجَالِ".

ترجمہ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص آخری تشہد سے فارغ ہو تو اللہ رب العزت کی پناہ حاصل کرے چار چیزوں سے، ① جہنم کی عذاب سے، ② قبر کے عذاب سے، ③ زندگی اور موت کے فتنے سے، ④ مسیح الدجال کی برائی سے۔

صحیح البخاری - الجائز (۱۳۱۱) صحیح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (۵۸۸) سنن النسائي - السهو (۱۳۱۰) سنن النسائي - الاستعاذة (۵۵۰۵) سنن النسائي - الاستعاذة (۵۵۰۶) سنن النسائي - الاستعاذة (۵۵۰۸) سنن النسائي - الاستعاذة (۵۵۰۹) سنن النسائي - الاستعاذة (۵۵۱۰) سنن النسائي - الاستعاذة (۵۵۱۱) سنن النسائي - الاستعاذة (۵۵۱۳) سنن النسائي - الاستعاذة (۵۵۱۴) سنن النسائي - الاستعاذة (۵۵۱۵) سنن النسائي - الاستعاذة (۵۵۱۶) سنن النسائي - الاستعاذة (۵۵۱۷) سنن النسائي - الاستعاذة (۵۵۱۸) سنن النسائي - الاستعاذة (۵۵۲۰) سنن ابی داود - الصلاة (۹۸۳) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (۹۰۹) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲۳۷/۲) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲۸۸/۲) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲۹۸/۲) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۴۱۴/۲) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۴۱۶/۲) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۴۲۳/۲) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۴۶۷/۲) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۴۷۷/۲) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۴۸۲/۲) سنن الدارمي - الصلاة (۱۳۴۴)

شرح الحديث قوله: إِذَا فَرَغَ أَحَدُكُمْ مِنَ التَّشَهُّدِ الْأَخِيرِ، فَلْيَسْعَوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ أَرْبَعٍ: بعض روایات میں یہ دعا اس طرح وارد ہے اللھم انی اعوذ بک من عذاب القبر واعوذ بک من عذاب النار واعوذ بک من فتنة المسيح الدجال واعوذ بک من فتنة المحيا والممات، اسی کے قریب الفاظ آئندہ حدیث میں آرہے ہیں۔

بعض علماء جیسے طاووس تشہد اخیر میں اس دعا کے وجوب کے قائل ہیں اور جمہور صرف استحباب کے، نیز جمہور کے نزدیک یہ دعا تشہد اخیر میں پڑھی جائیگی جیسا کہ حدیث میں تصریح ہے اور ابن حزم ظاہری اس دعا کے وجوب کے قائل ہیں تشہد اول میں بھی۔

فائدہ: امام نسائی نے تشہد کے بعد کی ادعیہ میں وہ مشہور دعا بھی ذکر کی ہے جس کو سب پڑھتے ہیں، یعنی اللھم انی ظلمت نفسي ظلمًا کثیرًا الخ^۱ یہ دعا حضرت ابو بکر صدیق سے مروی ہے انہوں نے ایک مرتبہ حضور ﷺ سے عرض کیا تھا کہ مجھ کو کوئی دعا نماز میں پڑھنے کیلئے تعلیم فرمادیجئے، اس پر آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ یہ دعا پڑھا کرو، یہ دعا دراصل بہت اہم ہے، علامہ سندھی حاشیہ نسائی میں اس دعا کی شرح^۲ کرتے ہوئے لکھتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر انسان اگرچہ وہ مرتبہ صدیقین ہی کو کیوں نہ پہونچ چکا ہو کثیر التقصیر انتہائی کوتاہی کرنے والا ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ انسان پر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بیشمار اور بحد و حساب ہیں جن میں سے اقل قلیل کے شکر اداء کرنے کی بھی اس میں طاقت نہیں ہے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ بندہ کا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے کسی نعمت کا شکر ادا کرنا یہ خود ایک مستقل نعمت ہے جو موجب شکر ہے گویا ہمارا شکر خود محتاج شکر ہے، لہذا گر ہم اس توفیق شکر پر شکر کریں گے تو یہ شکر الشکر بھی ایک نعمت ہو گا لہذا اسکا بھی شکر واجب ہو گا، وھکذا^۳ الی غیر النہایہ، لہذا

① سنن النسائي - کتاب السهو - باب نوع آخر من الدعاء ۱۳۰۲

② سنن النسائي بحاشية السندی ج ۲ ص ۶۱

③ یعنی شکر الشکر کا شکر بھی ایک نعمت ہو گا لہذا شکر الشکر کا بھی شکر واجب ہو گا وھکذا الی غیر النہایہ، لہذا ثابت ہوا کہ بندہ صرف ایک نعمت کا بھی شکر ہوا نہیں کر سکتا تو پھر باقی نعمتوں کا مہر کیسے آسکتا ہے، واللہ الموفق دلا حول ولا قوۃ إلا باللہ، ۱۲ منہ۔

ثابت ہوا کہ بندہ ایک نعمت کا بھی شکر ادا نہیں کر سکتا چہ جائیکہ بیشمار نعمتوں کا اور یہ سراسر تقصیر اور ظلم ہے اسلئے کہا ظلمت نفسی ظلمنا کثیرا۔

۹۸۴ - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، أَخْبَرَنَا عُمَرُ بْنُ يُوسُفَ الْيَمَامِيُّ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ بَعْدَ التَّشَهُّدِ: «اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَالِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ».

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تشہد کے بعد یہ دعا مانگتے اے اللہ میں آپ کی پناہ حاصل کرتا ہوں جہنم کے عذاب سے اور آپ کی پناہ حاصل کرتا ہوں عذاب قبر سے اور آپ کی پناہ حاصل کرتا ہوں دجال کے فتنے سے اور آپ کی پناہ حاصل کرتا ہوں زندگی اور موت کے فتنے سے۔

صحیح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (۵۹۰) جامع الترمذی - الدعوات (۳۴۹۴) سنن النسائي - الجنائز (۲۰۶۳) سنن النسائي - الاسعاده (۵۵۱۲) سنن ابی داؤد - الصلاة (۹۸۴) سنن ابن ماجہ - الدعاء (۳۸۴۰) مسند احمد - من مسند بنی ہاشم (۲۴۲/۱) مسند احمد - من مسند بنی ہاشم (۲۵۸/۱) مسند احمد - من مسند بنی ہاشم (۲۹۸/۱) مسند احمد - من مسند بنی ہاشم (۳۰۵/۱) مسند احمد - من مسند بنی ہاشم (۳۱۱/۱) موطا مالک - الدعاء للصلاة (۴۹۹)

۹۸۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ، أَخْبَرَنَا أَبُو مَعْصَرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ الْمُعَلِّمِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ عَلِيٍّ، أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ الْأَدْرِعِ، حَدَّثَهُ قَالَ: دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَسْجِدَ، فَإِذَا هُوَ بِرَجُلٍ قَدْ قَضَى صَلَاتَهُ، وَهُوَ يَتَشَهَّدُ وَهُوَ يَقُولُ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ يَا اللَّهُ الْأَحَدَ الصَّمَدَ، الَّذِي لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ، وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ، أَنْ تَغْفِرَ لِي ذُنُوبِي، إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ. قَالَ، فَقَالَ: «قَدْ غُفِرَ لَكَ» ثَلَاثًا.

محمد بن ادراع نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں داخل ہوئے تو آپ کا گزر ایسے شخص پر ہوا جو اپنی نماز کے اختتام میں تشہد پڑھنے کے بعد یہ دعا مانگ رہا تھا اللہم انی اسألك يا الله الأحد الصمد، الذي لم يلد ولم يولد، ولم يكن له كفوا أحد، ان تَغْفِرَ لي ذُنُوبِي، انك انت الغفور الرحيم۔ قال، فقال: «قد غُفِرَ لَكَ» ثلاثاً۔

سنن النسائي - السهو (۱۳۰۱) سنن ابی داؤد - الصلاة (۹۸۵) مسند احمد - أول مسند الكوفيين (۳۳۸/۴)

۱۸۶ - بَابُ إِخْفَاءِ التَّشَهُّدِ

تشہد کو آہستہ آواز سے پڑھنے کا بیان

اسی طرح کا ترجمہ الباب ترمذی میں ہے باب ما جاء أنَّه يُخْفِي التَّشَهُّدَ، یہ مسئلہ اجماعی ہے سب کا اس پر اتفاق ہے کہ تشہد

سر آپڑھا جائیگا۔

۹۸۶۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ الْكِنْدِيُّ، حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ بُكَيْرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: «مِنَ الشُّنَّةِ أَنْ يُخْفَى التَّشَهُّدُ».

عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ آہستہ آواز سے تشہد پڑھنا سنت ہے۔

جامع الترمذی - الصلاة (۲۹۱) سنن ابی داود - الصلاة (۹۸۶)

تولہ: مِنَ الشُّنَّةِ أَنْ يُخْفَى التَّشَهُّدُ: صحابی کا قول مِنَ الشُّنَّةِ کذا حدیث مرفوع کے حکم میں ہے صرح بہ

شرح الحدیث

الاصولیون۔

۱۸۷۔ بَابُ الْإِشَارَةِ فِي التَّشَهُّدِ

تشہد میں اشارے کرنے کا بیان

اشارہ فی التشہد کی روایات: تشہد میں اشارہ بالمسبح صحیح مسلم اور سنن کی روایات صحیحہ سے ثابت ہے، بخاری شریف میں مجھے اس کی حدیث نہیں ملی، نہ ہی کسی کے کلام میں اس کا حوالہ ملا، لیکن امام نوویؒ نے شرح مسلم میں اس پر کوئی مستقل ترجمہ قائم نہیں کیا بلکہ انہوں نے اشارہ فی التشہد کی حدیث کو باب صفۃ الجوس فی الصلاة کے ذیل میں ذکر کیا ہے اسی طرح جمہور علماء سلفاً و خلفاً اور مذاہب اربعہ اس کے استحباب پر متفق ہیں، البتہ حنفیہ میں سے بعض متاخرین نے اس کو مکروہ سمجھا ہے، چنانچہ تنویر الابصار (در مختار کا متن) میں ہے: ولا یشیر بسبائتہ عند الشہادۃ وعلیہ الفتوی، صاحب در مختار نے اور بھی بعض کتابوں کا حوالہ دیا ہے جن میں اشارہ بالسبائہ کو مکروہ لکھا ہے، لیکن وہ خود یہ فرماتے ہیں کہ یہ روایت معتمد نہیں ہے، صحیح یہی ہے کہ اشارہ کرنا چاہئے جیسا کہ حضور ﷺ کے فعل سے ثابت ہے^①۔

ملا علی قاری کی تالیف: اور ملا علی قاریؒ نے اس اشارہ کے ثبوت میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے، تزیین العبارة فی تحقیق الإشارۃ^②، دراصل یہ رسالہ خلاصہ کیدانی (اسم کتاب) کے رد میں لکھا گیا ہے اس لئے کہ کیدانی نے اپنے اس رسالہ میں اشارہ بالسبائہ کو حرام قرار دیا ہے، جس کو ملا علی قاریؒ نے اپنی اس تصنیف میں پر زور تردید فرمائی ہے، وہ لکھتے ہیں کہ بعض مسکن ماوراء النہر اور اہل خراسان و عراق و روم و بلاد ہند جنہوں نے اس سنت کو ترک کیا ہے یہ قابل اعتبار نہیں، کیونکہ یہ تحقیق کے بھی خلاف ہے اور اپنے مسلک بلکہ ائمہ اربعہ کے مسلک کے بھی خلاف ہے، حضرت شیخؒ نے حاشیہ بذل میں لکھا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے بھی اپنے مکتوبات میں اشارہ بالسبحہ کا انکار فرمایا ہے اور حضرت مجدد صاحبؒ کی جانب سے

① بہ المحتار علی الذی المختار - ج ۲ ص ۲۱۶-۲۱۸

② مطبوعہ نسخہ میں نام "تزیین العبارة لتحسين الإشارۃ" ہے۔

مرزا مظہر جان جاناں نے اپنے مکاتیب^۱ میں یہ عذر پیش کیا ہے کہ مجدد صاحب کے زمانہ میں ہندوستان میں کتب حدیث مشہور نہیں ہوئی تھیں۔^۲

اس کے بعد سمجھنا چاہئے کہ اشارہ بالمسبحہ کی کیفیت میں ائمہ کے کچھ اختلافات ہیں ان کو بھی سنئے۔

اشارہ سے متعلق مباحث اربعہ: بحث اول: جمہور علماء ائمہ اربعہ کے نزدیک یہ اشارہ قبض اصابع کے ساتھ ہوگا اور مالکیہ کے مذہب کی تصریح الشرح الکبیر میں موجود ہے لیکن حضرت شیخ نے اوجز میں لکھا ہے کہ میں نے مدینہ منورہ میں اہل مدینہ کو بسط اصابع کے ساتھ اشارہ کرتے دیکھا ہے، اور خطابی نے بھی عمل اہل مدینہ اسی کو لکھا ہے۔

پھر حنفیہ و حنبلیہ صورت اشارہ میں تخلیق کے قائل ہیں یعنی خضر و بنصر کو موڑ کر ابہام دو سطی سے حلقہ بنایا جائے پھر مسبحہ سے اشارہ کیا جائے اور شافعیہ کے نزدیک دو صورتوں میں سے کوئی سی ایک صورت اختیار کرے، عقد ترین ۵۳ یا عقد تیسیس ۲۳ پہلی کی شکل یہ ہے کہ راس ابہام کو اصل مسبحہ میں رکھے اور عقد تیسیس ۲۳ کی شکل یہ ہے کہ راس ابہام کو دو سطی کی جڑ میں رکھے، اور مالکیہ کے نزدیک (کما فی الشرح الکبیر ۲۵۰) بوقت اشارہ عقد اصابع کی وہ ہیئت مستحب ہے جو تقریباً عقد انیس ۲۹ کی ہوتی ہے یاں طور کہ شروع کی تینوں انگلیوں کو موڑ لے (لحمہ ابہام سے ملا لے) اور مسبحہ کو پھیلا کر ابہام کو ظہر و سطی پر رکھ سکے۔

بحث ثانی: وقت اشارہ حنفیہ کے نزدیک نفی کے وقت انگلی اٹھائے یعنی لا الہ الا اللہ پر اور عند الاثبات یعنی الا اللہ پر اسکو رکھ دے^۳، اور شافعیہ کے نزدیک الا اللہ کے وقت اشارہ کرے اور پھر اخیر تک مسبحہ کو اٹھائے رکھے یہ حضرات ادا امت رفع کے قائل ہیں۔

حنابلہ کہتے ہیں یشید کلاما مر علی اللفظ الجلالہ یعنی جب بھی تشہد میں لفظ اللہ آئے تو اس پر اشارہ کرے، اور مالکیہ کا مسلک یہ ہے کہ اشارہ بالمسبحہ تشہد کے شروع سے آخر تشہد تک اور اس کے بعد بھی سلام تک کرے۔

بحث ثالث: مالکیہ اشارہ کے وقت تحریک مسبحہ و مینا و شمبالا کے قائل ہیں ائمہ ثلاث اس تحریک کے قائل نہیں ہیں اس کا ذکر آئندہ حدیث الباب میں بھی آ رہا ہے۔

بحث رابع: حنفیہ کے نزدیک قبض اصابع اشارہ کے وقت ہو گا شروع میں انگلیاں مبسوط رہیں گی اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک

۱۔ مرزا مظہر جان جاناں کے خطوط مسترحبم (مکتوب ۱۵) - ص ۹۷

۲۔ بذل المجہود فی حل ابی داؤد - ج ۵ ص ۳۱۶

۳۔ مشہور عند الاحناف تو یہی ہے لیکن اس میں حضرت گنگوہی کی رائے یہ نہیں ہے وہ فرماتے ہیں یہ اشارہ سلام تک باقی رہنا چاہئے حدیث سے یہی ثابت ہے (کنز الدقائق تذکرۃ الرشید ص ۱۱۳ و الکوکب ص ۲۰۸ ج ۲) لیکن کوکب کے حاشیہ سے معلوم ہوتا ہے حضرت شیخ اس پر منشرح نہیں ہیں، امداد الفتاویٰ ص ۲۰۷ میں بھی اہر تفصیلی کلام ہے، اسکا حاصل بھی یہی ہے کہ عند الاثبات اشارہ کو ختم کر دینے میں نے اپنے اساتذہ کو دیکھا ہے کہ وہ مسبحہ کو عند الاثبات بالکل تو نہیں رکھتے تھے البتہ ذرا جھکا لیتے تھے، اس کے بعد مجھ کو فتاویٰ محمودیہ میں بھی یہی بات ملی، واللہ تعالیٰ اعلم۔

جس وقت تشہد کے لئے بیٹھے اسی وقت سے انگلیاں موڑی جائیں گی۔

تنبیہ: اشارہ کے وقت مسبح کو بالکل سیدھی اور آسمان کی طرف نہ کرے بلکہ اس کو قبلہ کی طرف مائل کرے جیسا کہ آگے حدیث میں آرہا ہے قَدْ خَنَّا هَا شَيْئًا۔

۹۸۷- حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ مُسْلِمِ بْنِ أَبِي مُزَيْمٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْمُعَاوِيِّ، قَالَ: رَأَى عِنْدَ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، وَأَنَا أُعْبِثُ بِالْخَصِيِّ فِي الصَّلَاةِ، فَلَمَّا انْقَضَتْ تَهَانِي، وَقَالَ: اصْنَعْ كَمَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ، فَقُلْتُ: وَكَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ؟ قَالَ: «كَانَ إِذَا جَلَسَ فِي الصَّلَاةِ وَضَعَ كَفَّهُ الْيُمْنَى عَلَى فَخْذِهِ الْيُمْنَى، وَكَبَضَ أَصَابِعَهُ كُلَّهَا، وَأَشَارَ بِأَصْبَعِهِ الَّتِي تَلِي الْإِبْهَامَ، وَوَضَعَ كَفَّهُ الْيُسْرَى عَلَى فَخْذِهِ الْيُسْرَى»۔

ترجمہ: علی بن عبد الرحمن المعادی کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن عمرؓ نے مجھے دوران نماز کنکریوں سے کھیلنے دیکھا جب عبد اللہ بن عمرؓ نماز سے فارغ ہوئے تو انہوں نے مجھے نماز میں کھیلنے سے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ کس طرح نماز میں کیا کرتے تھے اس طرح تم نماز ادا کرو میں نے عرض کیا رسول اللہ ﷺ نماز میں کس طرح کیا کرتے تو ابن عمرؓ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ جب نماز میں بیٹھے تو اپنی دائیں ہتھیلی کو اپنی بائیں ران پر رکھتے اور اپنی تمام انگلیوں کو (شہادت کی انگلی کے سوا) بند فرما لیتے اور انگوٹھے سے ملے ہوئی انگلی سے اشارہ فرماتے اور آپ ﷺ کی بائیں ہتھیلی آپ کی بائیں ران پر ہوتی۔

ترجمہ: صحیح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (۵۸۰) جامع الترمذی - الصلاة (۲۹۴) سنن النسائي - الطریق (۱۱۶۰) سنن النسائي - السهو (۱۲۶۶) سنن النسائي - السهو (۱۲۶۷) سنن النسائي - السهو (۱۲۶۹) سنن ابی داؤد - الصلاة (۹۸۷) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۹۱۳) مسند احمد - مسند الکفرین من الصحابة (۴۵/۲) مسند احمد - مسند الکفرین من الصحابة (۶۵/۲) مسند احمد - مسند الکفرین من الصحابة (۱۱۹/۲) مسند احمد - مسند الکفرین من الصحابة (۱۳۱/۲) مسند احمد - مسند الکفرین من الصحابة (۱۴۷/۲) مؤطا مالک - النذام للصلاة (۱۹۹) سنن الدارمی - الصلاة (۱۳۳۹)

۹۸۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ الْبُرْزُازُ، حَدَّثَنَا عَفَّانُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدُ بْنُ زِيَادٍ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ حَكِيمٍ، حَدَّثَنَا عَامِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: «كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَعَدَ فِي الصَّلَاةِ، جَعَلَ قَدَمَهُ الْيُسْرَى تَحْتَ فَخْذِهِ الْيُمْنَى وَسَاقِهِ، وَفَرَشَ قَدَمَهُ الْيُمْنَى، وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُسْرَى عَلَى كَتِفِهِ الْيُسْرَى، وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى فَخْذِهِ الْيُمْنَى، وَأَشَارَ بِأَصْبَعِهِ» وَأَمَّا عَبْدُ الْوَاحِدُ وَأَشَارَ بِالسَّبَابَةِ۔

ترجمہ: عبد اللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز میں بیٹھے تو اپنے بائیں قدم کو دائیں ران اور اس کی پنڈلی کے نیچے کر دیتے اور دائیں قدم کو بچھا لیتے اور اپنے بائیں ہاتھ کو اپنے بائیں گھٹنے پر رکھتے اور اپنے دائیں ہاتھ کو اپنی دائیں ران پر رکھتے اور اپنی انگلی سے اشارہ فرماتے عفانؓ راوی کہتے ہیں کہ عبد الواحدؓ استاد نے اپنی شہادت کی انگلی سے اشارہ کر کے دکھلایا۔

ترجمہ: صحیح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (۵۷۹) سنن النسائي - السهو (۱۲۷۰) سنن النسائي - السهو (۱۲۷۵) سنن ابی داؤد - الصلاة (۹۸۸) مسند احمد - أول مسند المدینین رضی اللہ عنہم أجمعین (۳/۴) سنن الدارمی - الصلاة (۱۳۳۸)

۹۸۹ - حَدَّثَنَا إِسْرَاهِيْمُ بْنُ الْحُسَيْنِ الْمِصْبِصِيُّ، حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ، عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ زِيَادٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ، عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، أَنَّهُ ذَكَرَ، «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُشِيرُ بِأَصْبِعِهِ إِذَا دَعَا، وَلَا يَحْزِرُ كُفَّاهَا».

قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ: وَزَادَ عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَامِرٌ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُو كَذَلِكَ، وَيَتَحَامَلُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَيْتِهِ الْيُسْرَى عَلَى فُخْدِهِ الْيُسْرَى.

ترجمہ: عبد اللہ بن زبیر سے مروی ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی اکرم ﷺ جب اللہ پاک سے دعا مانگ رہے تھے (أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پڑھ رہے ہوتے) تو اپنی انگلی سے اشارہ کیا کرتے تھے اور اس انگلی کو حرکت نہیں دیتے تھے ابن جریج راوی نے کہا کہ عمر بن دینار استاد نے یہ اضافہ کیا کہ عامر نے اپنے والد عبد اللہ بن زبیر سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو اس طرح بغیر حرکت دیئے انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے دیکھا ہے اور نبی پاک ﷺ اپنے بائیں ہاتھ کو اپنی بائیں ران پر زور دیکر رکھتے تھے۔

۹۹۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، حَدَّثَنَا ابْنُ عَجْلَانَ، عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ أَبِيهِ، بِهَذَا الْحَدِيثِ، قَالَ: لَا يَحْزِرُ بِصُرَّةٍ إِشَارَتَهُ، وَحَدِيثُ حَجَّاجٍ أَثَمٌ.

ترجمہ: عبد اللہ بن زبیر سے گزشتہ حدیث مروی ہے اسمیں یہ اضافہ ہے کہ حضور ﷺ کی نگاہ آپ کے اشارے سے تجاوز نہیں کرتی تھی..... حجاج راوی کی حدیث یحییٰ راوی کی اس مذکورہ حدیث سے مکمل ہے۔

تصحیح: صحیح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (۵۷۹) سنن النسائي - السهو (۱۲۷۰) سنن النسائي - السهو (۱۲۷۵) سنن ابی داؤد - الصلاة (۹۸۹) مسند احمد - اول مسند المدینین، رضي الله عنهم أجمعين (۳/۴) سنن الدارمي - الصلاة (۱۲۳۸)

شرح الأحادیث: قولہ: كَانَ يُشِيرُ بِأَصْبِعِهِ إِذَا دَعَا، وَلَا يَحْزِرُ كُفَّاهَا: عبد اللہ بن الزبیرؓ کی اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ اشارہ کے وقت انگلی کو دائیں بائیں حرکت نہیں دی جائیگی، جیسا کہ جمہور کا مسلک ہے، مالکیہ تحریک کے قائل ہیں جیسا کہ باب کے شروع میں گزر چکا، ان کا استدلال واکل بن حجرؓ کی حدیث سے بیہقی میں جس میں مذکور ہے قَرَأَتْهُ لِيَحْزِرُ كُفَّاهَا^۱، جمع بین الحدیثیں اس طرح کیا گیا ہے کہ تحریک سے مراد عین اشارہ ہے اس لئے کہ اشارہ تحریک ہی سے تو ہوتا ہے تو یہ اشارہ کے لئے انگلی کو اٹھانا اور رکھنا یہی تحریک ہے۔

قولہ: وَيَتَحَامَلُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَيْتِهِ الْيُسْرَى عَلَى فُخْدِهِ الْيُسْرَى: تحامل کے معنی بوجھ ڈالنے کے ہیں، اور یہاں مراد ہاتھ کو ران پر رکھنا اور اسکو بچھا دینا ہے، اور بائیں ہاتھ کی قید بظاہر اس لئے ہے کہ دایاں ہاتھ تو مقبوض الاصلع ہوتا ہے آدمی کو اس کے ذریعہ اشارہ کرنا ہوتا ہے، خصوصاً مالکیہ کے یہاں تو التحیات میں شروع سے اخیر تک ہی اشارہ رہتا ہے، تو گویا وہ

ہاتھ ایک دوسرے کام میں مشغول ہے بخلاف بائیں ہاتھ کے کہ اس سے کوئی کام نہیں لیا جاتا وہ بائیں ران پر بچھا رہتا ہے، اور اس سے اشارہ ایک اور بات بھی معلوم ہوتی ہے جو میرے ذہن میں آیا کرتی ہے کہ التحیات میں کمر کو سیدھا رکھے پیچھے کی طرف کونہ جھکائے جس طرح گداگانے کے وقت کرتے ہیں، جیسی تو تحامل علی الفخذ کے معنی پائے جائیں گے جو یہاں حدیث میں مذکور ہے، اور میری اس بات کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں یہ ہے کہ بائیں ہاتھ سے بائیں گھٹنے کا لقمہ بنائے (بائیں ہاتھ کی انگلیوں کے سرے گھٹنے کی طرف کو جھکائے) مسلم کی روایت میں ہے وَيدَهُ الْيُسْرَى عَلَى فَخْذِهِ الْيُسْرَى، وَتَلْقُمُ كَفَّهُ الْيُسْرَى مِنْ كِبْتِهِ^۱۔

۹۹۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ التُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا عَفْمَانُ بْنُ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، حَدَّثَنَا عَصَا بْنُ قُذَامَةَ، مِنْ بَنِي حَبِيلَةَ، عَنْ مَالِكِ بْنِ مُعْتَمِرٍ الْحَزَازِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: «رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاحِدًا ذِمَاعَهُ الْيُمْنَى عَلَى فَخْذِهِ الْيُمْنَى، رَافِعًا أَصْبَعَهُ السَّبَابَةَ، قَدْ خَنَاهَا شَيْئًا»۔

مالک بن نمیر الخزاعی اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ نبیؐ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے اپنی دائیں کلائی کو اپنی دائیں ران پر رکھا ہوا تھا اور شہادت کی انگلی کو اٹھایا ہوا تھا اور اس انگلی کو کچھ جھکا رکھا تھا۔ سنن النسائي - السهو (۱۲۷۱) سنن ابی داؤد - الصلاة (۹۹۱)

تولہ: رَافِعًا أَصْبَعَهُ السَّبَابَةَ، قَدْ خَنَاهَا شَيْئًا: اس پر کلام باب کے شروع میں گزر چکا، امام نسائی نے اس پر مستقل ترجمہ قائم کیا ہے بَابُ إِحْتَاءِ السَّبَابَةِ فِي الْإِشَارَةِ، انہوں نے اس باب میں جو حدیث ذکر کی ہے اس کے لفظ یہ ہیں رَافِعًا أَصْبَعَهُ السَّبَابَةَ، قَدْ خَنَاهَا شَيْئًا^۲، اور نسائی کی ایک دوسری روایت میں ہے وَأَشَارَ بِأَصْبَعِهِ الَّتِي قَلْبِي الْإِبْهَامَ فِي الْقَبْلَةِ^۳، یہ روایت زیادہ واضح ہے اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ اشارہ قبلہ کی جانب ہونا چاہئے لا الی الفوق ولا الی الیمین والیسار، نیز نسائی کی اسی روایت میں ہے وَهِيَ بِمَصْرَةِ الْإِبْهَامِ الْإِشَارَةُ كَمَا نَظَرْتُ نَظَرًا إِلَى الْإِبْهَامِ فِي الْقَبْلَةِ، تاکہ جو کام بھی ہو وہ اس کی طرف توجہ کیسا تھا ہو اسی کا نام شروع و حضور قلب ہے، اللہم امزقنا منه شَيْئًا۔

نماز میں نظر مصلیٰ کس طرف ہونی چاہئے؟ مسئلہ مختلف فیہ ہے مالکیہ کا مشہور مذہب^۴ یہ ہے جس کو

۱ صحیح مسلم - کتاب الساجد والمواضع الصلاة - باب صفة الجلوس في الصلاة، وكيفية وضع اليدين على الفخذين ۵۷۹

۲ سنن النسائي - کتاب السهو - باب إحتاء السبابية في الإشارة ۱۲۷۴

۳ سنن النسائي - کتاب التطبيق - باب موضع البصر في التشهد ۱۱۶۰

۴ حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں قَوْلُوا وَجْوهَكُمْ شَطْرَ الْقِبْلَةِ (سورة البقرة ۱۵۰) کے ذیل میں لکھا ہے کہ اس سے مالکیہ نے اس پر استدلال کیا ہے کہ نظر مصلیٰ نماز میں سامنے کی طرف ہونی چاہئے نہ جیسا کہ ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ موضع سجود کی طرف ہونی چاہئے اس لئے کہ اس کے لئے ذرا سر نیچے کو جھکانا پڑیگا بخلاف جو کہ کمال قیام کے منافی ہے، ۱۲۔

صاحب منہل نے بھی ابن رشد کے حوالہ سے لکھا ہے کہ مصلیٰ کی نظر نماز میں سامنے قبلہ کی طرف ہونی چاہئے بغیر اس کے کہ کسی چیز کی طرف التفات کرے اور نہ سر نیچے کی طرف جھکائے (بعض صوفیوں کی طرح کیونکہ اس صورت میں رو بقبلہ نہیں رہے گا) شافعیہ و حنابلہ فرماتے ہیں نظر مصلیٰ موضع سجود کی طرف ہونی چاہئے اور شافعیہ نے تشہد کے حالت کو اس سے مستثنیٰ کیا اس وقت نگاہ اشارہ کی طرف ہونی چاہئے، اور علامہ شامی لکھتے ہیں کہ ہمارے یہاں ظاہر الروایۃ میں صرف اتنا منقول ہے کہ نظر مصلیٰ کا مشتبہ موضع سجود ہونا چاہئے، اور دوسرے مشائخ جیسے امام طحاویؒ اور کرخیؒ سے یہ تفصیل منقول ہے کہ نظر مصلیٰ قیام کی حالت میں موضع سجود کی طرف اور رکوع میں قدمین کی طرف اور حالت سجود میں نرمہ بینی کی طرف اور قعدہ میں اپنی گود کی طرف اور سلام کی وقت شانے کی جانب۔

۱۸۸۔ باب کراہیۃ الاعتماد علی الید فی الصلاۃ

مسلسل میں ہاتھ پر سہارا لے کر جھکنے اور اٹھنے کی کراہیت کا بیان

اس سے پہلے ایک باب گزر چکا ہے اعتماد علی العصا، باب الرَّجُلُ يَتَعَمَّدُ فِي الصَّلَاةِ عَلَى عَصَا، اعتماد علی الید سے مراد یا تو عند النهوض ہے یعنی جب سجدہ سے فارغ ہو کر کھڑا ہونے لگے، مسئلہ مختلف فیہ ہے، حنفیہ و حنابلہ تو یہ کہتے ہیں کہ رکبتین پر ہاتھ کر کھڑا ہو، اور امام شافعیؒ کے نزدیک زمین پر رکھ کر، اور مالکیہؒ کے مسلک کی تفصیل مع دیگر ائمہ کے رفع یدین والے باب میں ابو حمید ساعدی کی حدیث کے ذیل میں گزر چکی، اور یا اعتماد سے مراد قعدہ میں ہاتھ بجائے ران پر رکھنے کے زمین پر ٹیکنا، مصنف نے اس باب میں دونوں طرح کی روایتیں ذکر کی ہیں، بعض میں پہلے معنی مراد ہیں اور بعض میں دوسرے۔

۹۹۲۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، وَأَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ شَيْبَةَ، وَحَمَّادُ بْنُ رَافِعٍ، وَحَمَّادُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ الْغَزَّالِيُّ، قَالُوا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أُمَيَّةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمرَ، قَالَ: «هَيَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ: - أَنْ يَجْلِسَ الرَّجُلُ فِي الصَّلَاةِ، وَهُوَ مُعْتَمِدٌ عَلَى يَدَيْهِ»، وَقَالَ ابْنُ شَيْبَةَ: «هَيَّ أَنْ يَتَعَمَّدَ الرَّجُلُ عَلَى يَدَيْهِ فِي الصَّلَاةِ»، وَقَالَ ابْنُ رَافِعٍ: «هَيَّ أَنْ يُصَلِّيَ الرَّجُلُ، وَهُوَ مُعْتَمِدٌ عَلَى يَدَيْهِ» وَذَكَرَهُ فِي بَابِ الرَّفْعِ مِنَ السُّجُودِ، وَقَالَ ابْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ: «هَيَّ أَنْ يَتَعَمَّدَ الرَّجُلُ عَلَى يَدَيْهِ إِذَا تَخَضَّعَ فِي الصَّلَاةِ».

ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا اس کے بعد احمد بن حنبلؒ استاد کے یہ الفاظ ہیں کہ آدمی نماز میں اپنے ہاتھ پر سہارا لیکر نہ بیٹھے اور ابن شیبہؒ استاد نے یہ الفاظ نقل کیے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا کہ مرد نماز میں اپنے ہاتھ سے سہارا نہ لے اور محمد بن رافعؒ استاد کے یہ الفاظ ہیں «هَيَّ أَنْ يُصَلِّيَ الرَّجُلُ، وَهُوَ مُعْتَمِدٌ عَلَى يَدَيْهِ» ابن رافع نے اس حدیث کو باب الرفع من السجود میں ذکر کیا ہے اور محمد بن عبد الملک نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں رسول اللہ ﷺ نے اس

سے منع فرمایا کہ مرد نماز میں سجدے سے کھڑا ہونے لگے تو اپنے ہاتھوں پر سہارا مت لے۔

سنن ابی داؤد - الصلاة (۹۹۲) مسند احمد - مسند المکثرین من الصحابة (۱۴۷/۲)

۹۹۳ - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ هِلَالٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أُمَيَّةَ، سَأَلْتُ نَافِعًا، عَنِ الرَّجُلِ يُصَلِّي، وَهُوَ مُشَبَّكٌ يَدَيْهِ، قَالَ: قَالَ ابْنُ عُمَرَ: «تِلْكَ صَلَاةُ الْمُغْضُوبِ عَلَيْهِمْ».

اسماعیل کہتے ہیں کہ میں نے نافع سے پوچھا کہ تشبیک کرتے ہوئے کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو تو ایسی نماز کا کیا حکم ہے؟ نافع نے کہا کہ عبد اللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ ان لوگوں کی نماز جن پر اللہ کا غصہ اتر ہے۔

۹۹۴ - حَدَّثَنَا هَانُونَ بْنُ زَيْدٍ بْنُ أَبِي الزُّرْقَاءِ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، وَهَذَا الْقِطْعَةُ جَمِيعًا عَنْ هِشَامِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ، «أَنَّ بَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ رَجُلًا يَتَكَبَّرُ عَلَى يَدَيْهِ الْيُسْرَى وَهُوَ قَاعِدٌ فِي الصَّلَاةِ - وَقَالَ هَانُونَ بْنُ زَيْدٍ، سَأَوْتُ عَلَى شِقِّهِ الْأَيْسَرِ، ثُمَّ اتَّفَقَا - فَقَالَ لَهُ: «لَا تَجْلِسْ هَكَذَا، فَإِنَّ هَكَذَا يَجْلِسُ الَّذِينَ يُعَذَّبُونَ».

عبد اللہ بن عمرؓ نے ایک شخص کو نماز میں بیٹھے ہوئے اس حالت میں دیکھا کہ وہ اپنے بائیں ہاتھ پر ٹیک لگائے ہوئے..... ہارون بن یزید استاد کے یہ الفاظ کہ وہ اپنے بائیں پہلوں پر جھکا ہوا بیٹھا تھا..... اس کے بعد ہارون اور محمد بن مسلمہ دونوں استاد متفق ہیں کہ عبد اللہ بن عمرؓ نے اس سے فرمایا تم اس طرح مت بیٹھا کرو کیونکہ یہ ان لوگوں کی بیٹھک ہیں جنہیں عذاب ہوگا (جہنم میں)۔

۱۸۹ - بَابُ فِي تَخْفِيفِ الْقُعُودِ

تعدہ اولیٰ میں تھوڑی دیر بیٹھنے کا بیان

۹۹۵ - حَدَّثَنَا حَقِصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ ابِرَاهِيمَ، عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ كَأَنَّهُ عَلَى الرَّصْفِ»، قَالَ: قُلْتُ: حَتَّى يَقُومَ؟ قَالَ: «حَتَّى يَقُومَ».

ابو عبیدہ اپنے والد عبد اللہ بن مسعودؓ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب پہلی دو رکعتوں کے تعدہ میں بیٹھے تو اتنا کم وقت بیٹھے گویا کہ آپ گرم پتھروں پر بیٹھے ہیں سعید بن ابراہیم سے ہم نے کہا کہ اس کے بعد حدیث میں حَتَّى يَقُومَ کا لفظ فرمایا تھا انہوں نے فرمایا ہاں میں نے اس کے بعد حَتَّى يَقُومَ نقل کیا تھا۔

جامع الترمذی - الصلاة (۳۶۶) سنن النسائی - التطبيق (۱۱۷۶) سنن ابی داؤد - الصلاة (۹۹۵) مسند احمد - مسند المکثرین من الصحابة (۳۸۶/۱) مسند احمد - مسند المکثرین من الصحابة (۴۱۰/۱) مسند احمد - مسند المکثرین من الصحابة (۴۳۶/۱)

قوله: كَانَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ كَأَنَّهُ عَلَى الرَّصْفِ: رصف، رصفة کی جمع ہے بمعنی گرم پتھر۔

شرح حدیث میں دو قول: اس حدیث کی تشریح میں دو قول ہیں: ① اول یہ کہ رکعتیں اولین سے مراد قعدہ اولیٰ ہے اور مطلب یہ ہے کہ حضور ﷺ قعدہ اولیٰ کو مختصر کرتے تھے اور ایسی جلدی اٹھ جاتے تھے گویا گرم پتھر ہیں جس پر زیادہ دیر بیٹھا نہیں جاتا، یعنی صرف تشہد پڑھ کر اٹھ جاتے تھے درود و غانہ پڑھتے تھے، چنانچہ جمہور علماء وائمہ ثلاثہ کا یہی مذہب ہے اور امام شافعی کا قول قدیم بھی یہی ہے اور قول جدید ان کا یہ ہے جیسا کہ پہلے باب الصلاة علی النبی میں گزر چکا کہ قعدہ اولیٰ میں بھی درود پڑھنا مستحب ہے لیکن صرف محمد پر بدون آل محمد کے اللہم صلی علی محمد۔

مصنف کی طرح امام ترمذی و نسائی نے بھی حدیث کے یہی معنی مراد لئے ہیں نسائی کا ترجمہ باب التَّخْفِيفِ فِي التَّشَهُّدِ الْأَوَّلِ اور ترمذی باب مَا جَاءَ فِي مَقْدَارِ الْقُعُودِ فِي الرُّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ، ② اور دوسرا مطلب حدیث کا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ رکعتیں اولین سے مراد قعدہ اولیٰ نہیں بلکہ پہلی رکعت اور تیسری رکعت ہے پہلی رکعت پوری کر کے جب دوسری کیلئے کھڑے ہوتے تھے، اور ایسے ہی تیسری رکعت پڑھ کر جب چوتھی کیلئے کھڑے ہوتے تھے تو ایسی جلدی کھڑے ہو جاتے تھے گویا کہ آپ ﷺ گرم پتھر پر ہیں، بظاہر اس صورت میں جلد استراحت کی نفی ہو رہی ہے، جلد استراحت انہیں دور رکعتوں میں ہوتا ہے ان لوگوں کے نزدیک جو اس کے قائل ہیں۔

قوله: قُلْنَا: حَتَّى يَقُومَ؟ قَالَ: «حَتَّى يَقُومَ»: اس عبارت میں اغلاق ہے اس کی تشریح ترمذی کی روایت سے ہوتی ہے جس کے لفظ یہ ہیں قَالَ شُعْبَةُ: ثُمَّ حَرَّكَ سَعْدًا شَفَّيْنِي بِشَيْءٍ، فَأَقُولُ: حَتَّى يَقُومَ؟، فَيَقُولُ: حَتَّى يَقُومَ، مطلب یہ ہے شعبہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے استاذ سعد بن ابراہیم سے حدیث کے مذکورہ بالا الفاظ تو اچھی طرح سنے تھے اس کے بعد انہوں نے جو لفظ کہا وہ میں نے اچھی طرح نہیں سنے میں نے اپنے اطمینان کیلئے ان سے پوچھا کہ آگے حدیث کے لفظ حَتَّى يَقُومَ ہیں تو انہوں نے کہا ہاں حَتَّى يَقُومَ ہی ہیں۔

۱۹۰ - بَابُ فِي السَّلَامِ

سلام پھیرنے کا بیان

یوں سمجھئے کہ یہ صفت صلاۃ کا آخری باب ہے کیونکہ سلام افعال صلاۃ میں سے آخری فعل ہے، اور باب رفع الیدین عند التحریم صفت صلاۃ کا پہلا باب تھا وہاں سے لے کر یہاں تک تقریباً کل ستر ابواب ہیں جن سے ہمیں فراغت ہو گئی، فَلِلَّهِ الْحَمْدُ وَالْمَنْقُ جانا چاہئے کہ کتاب الطہارۃ میں تحریمہا التکبیر و تحلیہا التسلیم حدیث کے ذیل میں دو مسئلہ گزر چکے، ایک سلام کا حکم ہن حیث الفرض والوجوب اور دوسرا مسئلہ عدد سلام۔

تسلیمۃ واحدہ اور تسلیمتین کی بحث: یہاں پر مصنف کی غرض عدد سلام کو بیان کرنا ہے، ائمہ ثلاثہ اور جمہور علماء نماز میں تسلیمتین کے قائل ہیں اور امام مالک تسلیمۃ واحدہ کے تلقاء وجہہ مائلًا الی الیمین، امام اور منفرد کے حق

میں، اور مقتدی کے حق میں تین سلام، پہلا سلام دائیں طرف، دوسرا اتقاء وجہہ، اور تیسرا سلام بائیں جانب، بشرطیکہ اس طرف کوئی مصلی ہو ورنہ نہیں، امام شافعیؒ فی قول اور بعض صحابہ جیسے ابن عمرؓ و عائشہؓ اور ایسے ہی حسن بصری و عمر بن عبد العزیز بھی تسلیمۃ واحدہ کے قائل ہیں، سبیل السلام شرح بلوغ المرام میں لکھا ہے کہ تسلیمتین کی روایات پندرہ صحابہ سے مروی ہیں جن میں سے بعض صحیح ہیں اور بعض حسن اور بعض ضعیف ہیں^①، عبد اللہ بن مسعود کی حدیث جس کو مصنف یہاں لائے ہیں امام ترمذیؒ نے اس کے بارے میں حدیث حسن صحیح لکھا ہے، حافظؒ نے التلخیص الحدید^② میں لکھا ہے أخرجه الأربعة والدارقطنی وابن حبان، نیز حافظ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی اصل صحیح مسلم^③ میں ہے وہ یہ کہ مکہ مکرمہ میں ایک امیر تھے وہ جب نماز پڑھتے تو دو سلام دائیں بائیں پھیرتے تھے اس پر عبد اللہ ابن مسعودؓ نے فرمایا اَللّٰهُمَّ إِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - كَانَ يَقْعَلُهُ، امام مالکؒ کا استدلال عمل اہل مدینہ اور حدیث عائشہؓ سے ہے جس کے لفظ یہ ہیں ثُمَّ يُسَلِّمُ تَسْلِيمَةً، رواه اصحاب السنن والحاكم۔

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں وأصح الروايات عن النبي صلى الله عليه وسلم تسليمتان^④، اور تسلیم واحدہ کی حدیث پر انہوں نے کلام فرمایا ہے، حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے تسلیم کے سلسلہ میں متعدد ابواب قائم فرمائے ہیں، مالکیہ کے رد میں بھی ایک باب منعقد فرمایا ہے، لیکن عدد تسلیم کی کوئی صریح حدیث ذکر نہیں فرمائی نہ تسلیمتین کی اور نہ تسلیمۃ واحدہ کی، البتہ امام مسلم نے دو حدیثیں ابن مسعودؓ اور سعد بن ابی وقاصؓ کی تسلیمتین کے سلسلہ میں ذکر فرمائی ہیں، نیز حافظؒ لکھتے ہیں کہ ابن عبد البرؒ نے تسلیمۃ واحدہ کی روایات کو معطل قرار دیا ہے^⑤۔

تسلیمۃ واحدہ کی توجیہ: ہمارے حضرت گنگوہیؒ نے اس کی یہ توجیہ فرمائی ہے کہ یہ روایات محمول ہے رفع صوت اور جہر پر، یعنی پہلا سلام آپ ﷺ زیادہ زور سے کہتے تھے بخلاف تسلیم ثانیہ کے^⑥، اور اس کی تائید بعض الفاظ روایت سے ہوتی ہے، مثلاً ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے یسلم تسلیمۃ یکاویقظ اہلہ^⑦ کہ ایک سلام آپ ﷺ اتنے زور سے کہتے تھے کہ

① سبیل السلام الموصلة إلى بلوغ المرام - ج ۲ ص ۳۳۰

② تلخیص الحدید - ج ۱ ص ۴۸۵

③ صحیح مسلم - کتاب المساجد ومواضع الصلاة - باب السلام للتحلیل من الصلاة عند فراغها و کیفیتہ ۵۸۱

④ یہ فصلت انہوں نے کہاں سے سیکھی ہے؟ بیشک حضور ﷺ ایسی کیا کرتے تھے، ۱۲ مرتبہ

⑤ جامع الترمذی - کتاب الصلاة - باب منه أيضا (ما جاء في التسليم في الصلاة) ۲۹۶

⑥ فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۳۲۳

⑦ الکوکب الدرر علی جامع الترمذی - ج ۱ ص ۲۹۰

⑧ وَتَسْلِمُ تَسْلِيمَةً وَاحِدَةً شَدِيدَةً يَكَاوِي قُظَ أَهْلِ الْبَيْتِ مِنْ شِدَّةِ تَسْلِيمِهِ (سنن أبي داود - کتاب الصلاة - باب في صلاة الليل ۱۳۴۶)

سونے والے جاگ جائیں، اور بعض مشائخ نے یہ تاویل کی ہے کہ ممکن ہے آپ ﷺ صلاۃ اللیل میں گاہے ایک سلام پر اکتفاء فرماتے ہوں اور تسلیمتین والی احادیث محمول ہیں فرض نماز پر جو آپ ﷺ مسجد میں سب کے ساتھ ادا فرمایا کرتے تھے۔

۹۹۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، ج وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا زَائِدَةُ، ح وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ خَارِبِي، وَزَيْدُ بْنُ أَلْبُوب، قَالَ: حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الطَّنَافِسي، ح وَحَدَّثَنَا عَمِيمُ بْنُ الْمُتَصَمِّمِ، أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ يَحْيَى، عَنْ يُونُسَ، عَنْ شَرِيكِ، ح وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، كُلُّهُمْ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، وَقَالَ إِسْرَائِيلُ: عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ، وَالْأَشْجَدِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُسَلِّمُ عَنْ يَمِينِهِ، وَعَنْ شِمَالِهِ، حَتَّى يُرَى بَيَاضُ خَدَّيْهِ: «السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ، وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ»، قَالَ أَبُو دَاؤُدَ: وَهَذَا الْقَوْلُ حَدِيثُ سُفْيَانَ، وَحَدِيثُ إِسْرَائِيلَ، لَمْ يُقَسِّدْهُ، قَالَ أَبُو دَاؤُدَ: وَهَذَا كَرَاهِيٌّ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، وَحَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَشْجَدِ، عَنْ أَبِيهِ، وَعَلَقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ أَبُو دَاؤُدَ: «شُعْبَةُ كَانَ يُكْذِرُ هَذَا الْحَدِيثَ - حَدِيثُ أَبِي إِسْحَاقَ - أَنْ يَكُونَ مَرْفُوعًا».

ترجمہ

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے دائیں جانب اور اپنے بائیں جانب سلام پھیرتے یہاں تک کہ آپ کے رخسار کی سفیدی نظر آجاتی آپ ﷺ فرماتے السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ، امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ مذکورہ بالا الفاظ سفیان استاد کے ہیں اور اسرائیل کی حدیث کو اسرائیل نے اس وضاحت کے ساتھ نقل نہیں کیا امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ زہیر نے اپنی سند سے اس روایت کو عبد الرحمن بن الأشجد، عن أبيه کی سند سے نقل کیا ہے نیز علقمہ نے بھی اسود سے نقل کیا ہے کہ عبد اللہ بن مسعود سے مروی ہے..... امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ ابو اسحاق کی حدیث کے مرفوع ہونے کا شعبہ انکار کیا کرتے تھے۔

شرح جامع الترمذی - الصلاة (۲۹۵) سنن ابی داؤد - الصلاة (۹۹۶) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۹۱۴) مسند احمد - مسند المکثرین من الصحابة (۳۹۰/۱) مسند احمد - مسند المکثرین من الصحابة (۳۹۴/۱) مسند احمد - مسند المکثرین من الصحابة (۴۰۶/۱) مسند احمد - مسند المکثرین من الصحابة (۴۰۸/۱) مسند احمد - مسند المکثرین من الصحابة (۴۰۹/۱) مسند احمد - مسند المکثرین من الصحابة (۴۱۴/۱) مسند احمد - مسند المکثرین من الصحابة (۴۱۸/۱) مسند احمد - مسند المکثرین من الصحابة (۴۲۸/۱) مسند احمد - مسند المکثرین من الصحابة (۴۴۸/۱)

شرح الحدیث

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، ج وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا زَائِدَةُ، ح وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ خَارِبِي، وَزَيْدُ بْنُ أَلْبُوب، قَالَ: حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الطَّنَافِسي، ح وَحَدَّثَنَا عَمِيمُ بْنُ الْمُتَصَمِّمِ، أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ يَحْيَى، عَنْ يُونُسَ، عَنْ شَرِيكِ، ح وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، كُلُّهُمْ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، وَقَالَ إِسْرَائِيلُ: عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ، وَالْأَشْجَدِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُسَلِّمُ عَنْ يَمِينِهِ، وَعَنْ شِمَالِهِ، حَتَّى يُرَى بَيَاضُ خَدَّيْهِ: «السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ، وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ»، قَالَ أَبُو دَاؤُدَ: وَهَذَا الْقَوْلُ حَدِيثُ سُفْيَانَ، وَحَدِيثُ إِسْرَائِيلَ، لَمْ يُقَسِّدْهُ، قَالَ أَبُو دَاؤُدَ: وَهَذَا كَرَاهِيٌّ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، وَحَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَشْجَدِ، عَنْ أَبِيهِ، وَعَلَقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ أَبُو دَاؤُدَ: «شُعْبَةُ كَانَ يُكْذِرُ هَذَا الْحَدِيثَ - حَدِيثُ أَبِي إِسْحَاقَ - أَنْ يَكُونَ مَرْفُوعًا».

قولہ: كُلُّهُمْ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ، اس حدیث کی سند کا مدار ابو اسحاق پر ہے، ابو اسحاق سے روایات کرنے

والے بہت ہیں، کُلُّہُمْ کی ضمیر کا مرجع ہر سند کا آخری راوی ہے، چنانچہ پہلی سند کے آخری راوی سفیان ہیں، اور دوسری کے زائدہ، تیسری کے ابوالاحوص، چوتھی کے عمر بن عبید، پانچویں کے شریک، اور چھٹی کے آخری راوی اسرائیل، یہ سب رواۃ اس حدیث کو روایت کرتے ہیں ابواسحاق سے، ابواسحاق ملتقی الاسانید ہیں۔

نیز جانا چاہئے تیسری سند میں جو ابوالاحوص آئے ہیں، وہ اور ہیں اور ان کا نام سلام بن سلیم ہے اور اخیر میں جو ابوالاحوص آئے ہیں وہ عوف بن مالک ہیں۔

قوله: قَالَ ابوداؤد: «وَهَذَا الْقَطْعُ حَدِيثُ سُفْيَانَ، وَحَدِيثُ إِسْرَائِيلَ، لَمْ يُفَسِّرْهُ»: یہاں پر حدیث میں دو جملے ہیں ایک شروع میں كَانَ يُسَلِّمُ عَنْ عَمِيْنِهِ، وَعَنْ شَمَالِهِ، اور دوسرا اٰخِر میں السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ، یہ جملہ ثانیہ جملہ اولیٰ ہی کی تفسیر ہے مصنف فرما رہے ہیں کہ اس جملہ تفسیر یہ کو صرف سفیان نے ذکر کیا اسرائیل نے نہیں۔

شرح المسند: قوله: قَالَ ابوداؤد: وَرَوَاهُ زُهَيْرٌ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، وَيَحْيَى بْنُ آدَمَ، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ أَبِيهِ: پہلی پانچ سندیں اس طرح تھیں کہ ان میں ابواسحاق اور عبد اللہ بن مسعود کے درمیان صرف ایک واسطہ تھا ابوالاحوص کا، اور چھٹی سند میں جو اسرائیل کی ہے اس میں واسطہ تو ایک ہی ہے لیکن ابوالاحوص کے ساتھ کے ساتھ اسود بھی شامل ہیں، اور زہراؤ زہیر سے جو سندیں مصنف بیان کر رہے ہیں ان میں ابواسحاق اور عبد اللہ بن مسعود کے درمیان دو واسطے ہیں، عبد الرحمن بن الاسود اور اسود، تو گویا دو فرق ہوئے ایک تو یہ کہ گذشتہ اسانید میں ابواسحاق اور صحابی کے درمیان صرف ایک واسطہ تھا اور زہیر و یحییٰ بن آدم کی روایات میں دو واسطے ہیں، اور دوسرا فرق تعین واسطہ کا ہے کہ وہاں واسطہ ابوالاحوص کا تھا اور یہاں بجائے اس کے عبد الرحمن بن الاسود اور اسود کا ہے۔

قوله: وَعَلَقْمَةُ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ: اس میں ایک احتمال تو یہ ہے کہ علقمہ کا عطف عبد الرحمن پر ہو، اس صورت میں مطلب یہ ہو گا کہ ابواسحاق روایت کرتے ہیں علقمہ سے اور علقمہ عبد اللہ بن مسعود سے، دوسرا احتمال یہ ہے کہ علقمہ کا عطف ابیہ پر ہو اس صورت میں مطلب یہ ہو گا کہ عبد الرحمن جس طرح اپنے باپ اسود سے روایت کرتے ہیں، اسی طرح علقمہ سے بھی روایت کرتے ہیں اور پھر یہ دونوں اسود و علقمہ عبد اللہ بن مسعود سے کرتے ہیں، احتمال اول میں ابواسحاق کی روایت براہ راست علقمہ سے ہو گی اور احتمال ثانی میں ابواسحاق کی روایت اسود و علقمہ دونوں سے بواسطہ عبد الرحمن کے ہو گی اور یہ تمام اسانید اس طرح ہو جائیں گی:

① ابواسحاق عن ابی الاحوص عن ابن مسعود ان دو میں شروع کی چھ سندیں آگئیں۔

② = عن الاسود =

③ = عن عبد الرحمن بن الاسود عن عبد الله بن مسعود۔

④ = عن علقمة عن ابن مسعود

قوله: قال ابو داود: شُعْبَةُ كَانَ يُتَكْرَرُ هَذَا الْحَدِيثُ - حَدِيثُ أَبِي إِسْحَاقَ -: شُعْبَةُ اس حدیث کا انکار بظاہر اسی لئے کرتے ہوں گے کہ اسکی سند میں اختلاف واضطراب ہے، کیونکہ ابواسحاق اس حدیث کو بھی ابوالاحوص سے روایت کرتے ہیں اور کبھی عبدالرحمن بن الاسود سے اور کبھی علقمہ سے، اور بظاہر مصنف کا میلان بھی اسی طرف ہے، ورنہ شعبہ کی رائے (نقل) نہ کرتے، یا نقل کے بعد اس کی تردید کرتے، لیکن امام ترمذی نے اس حدیث کے بارے میں کہا ہے حدیث ابن مسعود حدیث حسن صحیح، تو گویا امام ترمذی کو شعبہ کی اس رائے سے اتفاق نہیں، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ یہ روایات ان سب طرق سے محفوظ اور ثابت ہو، واللہ تعالیٰ اعلم۔

۹۹۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ قَيْسٍ الْخَصْرَمِيُّ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنْ عَلَقْمَةَ بْنِ وَاثِلٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَكَانَ يُسَلِّمُ عَنْ يَمِينِهِ: «السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ»، وَعَنْ شِمَالِهِ: «السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ».

ترجمہ: علقمہ بن واکل اپنے والد واکل بن حجر سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی تو حضور ﷺ اپنی دائیں جانب سلام پھیرتے السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ (بجرازاقت، معنی وغیرہ میں لفظ و بَرَكَاتُهُ کی زیادتی پر رد کیا گیا ہے) اور آپ اپنی بائیں جانب سلام پھیرتے السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ۔

سنن ابی داود - الصلاة (۹۹۷) مسند احمد - اول مسند الکوفیین (۳۱۷/۴) مسند احمد - اول مسند الکوفیین (۳۱۷/۴) سنن الدارمی - الصلاة (۱۲۵۲)

شرح الحدیث: قولہ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ: نماز کے سلام میں وبرکاتہ کی زیادتی: واکل بن حجر کی اس حدیث میں و بَرَكَاتُهُ کی زیادتی صرف تسلیم اولیٰ میں موجود ہے، حضرت نے بذل الجہود^۱ میں اس پر تفصیل سے کلام فرمایا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اس زیادتی کا امام نووی اور ابن الصلاح محدث نے انکار کیا ہے لیکن حافظ ابن حجر اس کو ثابت مانتے ہیں اسی لئے انہوں نے بلوغ المرام میں تسلیمتین کے سلسلہ میں یہی ایک حدیث واکل بن حجر کی جس میں و بَرَكَاتُهُ کی زیادتی ہے ذکر کی ہے اور لکھا ہے رواہ ابو داود باسناد صحیح، اور علامہ شوکانی لکھتے ہیں کہ یہ زیادتی صحیح ابن حبان میں ابن مسعود کی حدیث میں بھی مذکور ہے اور ایسی طرح ابن ماجہ میں، لیکن ہمارے حضرت سہارنپوری اس رائے سے متفق نہیں بلکہ یہ فرماتے ہیں کہ یہ زیادتی شاذ ہے، اور عبد اللہ بن مسعود کی جتنی بھی روایات اس بارے میں صحاح ستہ اور مسند احمد و بیہقی اور طحاوی وغیرہ کتب حدیث میں موجود ہیں ان میں یہ زیادتی ہمیں کہیں نہیں ملی، ابن ماجہ کا جو نسخہ ہمارے پاس ہے اس میں بھی زیادتی نہیں ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

فائدہ: تسلیم کے الفاظ مسنون کیا ہیں اس کی تفصیل صاحب منہل نے لکھی ہے اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ ائمہ ثلاث کے نزدیک السلام علیکم ورحمۃ اللہ مستون طریقہ ہے اور مالکیہ کے نزدیک ورحمۃ اللہ کی زیادتی مسنون نہیں اور لکھا ہے کہ حنابلہ اور سرخسی من الحنفیہ اور رویانی و امام الحرمین من الشافعیہ کے نزدیک سلام اول میں ویر کافہ کی زیادتی بھی مستحب ہے ۱۔
 ائمہ کہتا ہے کہ یہاں ایک اختلاف اور ہے وہ یہ کہ نسائی شریف کی بعض روایات میں سلام الی الیمین میں السلام علیکم ورحمۃ اللہ اور سلام الی الیسار میں صرف السلام علیکم وراہے بدون ورحمۃ اللہ کے، اور امام نسائی نے بھی الگ الگ دو باب قائم کئے ہیں پس ممکن ہے کہ آپ نے کبھی اس طرح بھی کیا ہو، لیکن چونکہ اکثر روایات میں یہ فرق نہیں ہے اس لئے جمہور نے عدم فرق ہی کو اختیار کیا ہے، منہل میں لکھا ہے حتیٰ بدی بیاض خدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مصلیٰ کو چاہئے سلام کیوقت التفات یمینا و شمالا میں مبالغہ کرے، یہی مذہب ہے ائمہ ثلاث شافعیہ حنفیہ و حنابلہ کا اور مالک فی روایہ اور دوسری روایت امام مالک سے یہ ہے کہ سلام کیوقت التفات سامنے کی جانب ہونا چاہئے مائل الی الیمین، حاصل یہ کہ اس کے نزدیک التفات یسر ہے صرف یمین کی جانب۔

۹۹۸ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكْرِيَّا، وَوَكَيْعٌ، عَنْ مُسْعَرٍ، عَنْ عُثَيْبِ بْنِ اللَّهِ ابْنِ الْقَيْطِطَةِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَبَسَلَمُ أَحَدُنَا، أَشَارَ بِيَدِهِ مِنْ عَنْ يَمِينِهِ، وَمِنْ عَنْ يَسَارِهِ، فَلَمَّا صَلَّى، قَالَ: "مَا بَالُ أَحَدِكُمْ يُؤْصِي بِيَدِهِ كَأَنَّهَا أَذُنُ ابْنِ حَبِيلٍ شُمْنِيسٍ؟ إِنْهَا يَكْفِي أَحَدَكُمْ - أَوْ لَا يَكْفِي أَحَدَكُمْ - أَنْ يَقُولَ: هَكَذَا" وَأَشَارَ بِأَصْبُعِهِ يُسَلِّمُ عَلَى أَخِيهِ مِنْ عَنْ يَمِينِهِ، وَمِنْ عَنْ شِمَالِهِ.

جابر بن سمرہ فرماتے ہیں کہ ہم جب رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتے تو ہم میں سے ایک آدمی سلام پھیرتے ہوئے اپنی دائیں جانب اور اپنی بائیں جانب اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتا جب رسول اللہ ﷺ اپنی نماز سے فارغ ہو گئے تو آپ نے ارشاد فرمایا کیا بات ہے تم لوگ اپنے ہاتھ سے اس طرح اشارہ کرتے ہو گویا کہ وہ ہاتھ بد کے ہوئے گھوڑوں کی دھڑکیں ہیں تمہارے لئے یہ کافی ہے کہ اپنی انگلی سے اشارہ کریں اپنے دائیں جانب اپنے بھائی کو سلام کرے اور اپنے بائیں جانب اپنے بھائی کو سلام کرے۔

۹۹۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ شَلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، عَنْ مُسْعَرٍ، بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ قَالَ: «أَمَّا يَكْفِي أَحَدَكُمْ، أَوْ أَحَدَهُمْ، أَنْ يَجْمَعَ يَدَهُ عَلَى فَخْذِهِ، ثُمَّ يُسَلِّمُ عَلَى أَخِيهِ مِنْ عَنْ يَمِينِهِ، وَمِنْ عَنْ شِمَالِهِ».

مسعر راوی نے گزشتہ حدیث کی سند سے اسی کے ہم معنی نقل کیا اس میں یہ الفاظ زائد ہیں کیا تمہارے لئے یہ کافی نہیں کہ اپنا ہاتھ اپنی ران پر رکھ کر اپنی دائیں جانب اپنے بھائی کو اور اپنی بائیں جانب اپنے بھائی کو سلام کرے۔

صحیح مسلم - الصلاة (۴۳۱) سنن النسائي - السهو (۱۱۸۴) سنن النسائي - السهو (۱۱۸۵) سنن النسائي - السهو (۱۳۱۸) سنن النسائي - السهو (۱۳۲۶) سنن أبي داود - الصلاة (۹۹۸) مسند أحمد - أول مسند البصريين (۸۶/۵) مسند أحمد - أول مسند البصريين (۸۸/۵) مسند أحمد - أول مسند البصريين (۱۰۱/۵) مسند أحمد - أول مسند البصريين (۱۰۷/۵)

باب کے شروع میں ہم نے بتایا تھا کہ اس باب میں مصنف نے تین صحابہ کی روایات لی ہیں، ابن مسعود، واکل بن حجر، جابر بن سمرہ، یہاں سے یہی تیسری حدیث شروع ہو رہی ہے اس کو مصنف نے متعدد طرق سے جن کے سیاق مختلف ہیں ذکر فرمایا ہے، ان میں سے بعض میں رفع یدین عند السلام پایا جا رہا ہے جس پر حضور ﷺ نے نکیر فرمائی، اکثر محدثین تو یہی فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کی یہ نکیر مایہ ابراہیم، افعیٰ اُبدیکم، کاتھا اذنا بخیل شُمیں؟ اسی رفع عند السلام پر ہے، اور علماء احناف یہ فرماتے ہیں کہ آپ کی نکیر دونوں پر ہے رفع عند السلام پر بھی اور رفع فی اثناء الصلاة عند الركوع وغیرہ پر بھی، اس کی مزید وضاحت ہمارے یہاں رفع یدین کی بحث میں گزر چکی۔

۱۰۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الثَّقَلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنِ الْمُسَيَّبِ بْنِ رَافِعٍ، عَنْ عَمْرِو الطَّائِفِيِّ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالتَّائِبُ رَايَعُوا أَيْدِيَهُمْ - قَالَ زُهَيْرٌ: أَرَأَيْتُمْ قَالَ - فِي الصَّلَاةِ، فَقَالَ: «مَالِي أَرَأَيْتُمْ اَفْعِي أَيْدِيَكُمْ كَاتَمًا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمِيں؟ أَسْكُتُوا فِي الصَّلَاةِ».

جابر بن سمرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور لوگ اپنے ہاتھوں کو اٹھائے ہوئے (نماز پڑھ رہے) تھے زہیر راوی کہتے ہیں میرے خیال میں اعمش نے فی الصلاة کا لفظ کہا..... حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کیا بات ہے میں تم لوگوں کو اس طرح ہاتھ اٹھائے دیکھ رہا ہوں گویا کہ یہ ہاتھ بد کے ہوئے گھوڑوں کی دیش ہیں..... نماز میں سکون اختیار کرو۔

صحیح مسلم - الصلاة (۴۳۱) سنن النسائي - السهو (۱۱۸۴) سنن النسائي - السهو (۱۱۸۵) سنن النسائي - السهو (۱۳۱۸) سنن النسائي - السهو (۱۳۲۶) سنن أبي داود - الصلاة (۱۰۰۰) مسند أحمد - أول مسند البصريين (۸۶/۵) مسند أحمد - أول مسند البصريين (۸۸/۵) مسند أحمد - أول مسند البصريين (۱۰۱/۵) مسند أحمد - أول مسند البصريين (۱۰۷/۵)

۱۹۱ - بَابُ الرَّؤُوفِ عَلَى الْإِمَامِ

امام کو سلام کرنے کا بیان

۱۰۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُفَّانَ أَبُو الْجَمَاهِرِ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ هَشِيمٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ، قَالَ: «أَمَرَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَرُفَّ عَلَى الْإِمَامِ، وَأَنْ نَتَحَابَّ، وَأَنْ يُسَلِّمَ بَعْضُنَا عَلَى بَعْضٍ».

سمرہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اپنے امام کو سلام کا جواب دیں (یعنی اپنے سلام کرتے وقت امام کو جواب دینے کی نیت کرے) اور ہم باہمی محبت اور مودت والے افعال و اعمال کریں اور ہم ایک دوسرے کو

سلام کریں (نماز کے اندر اور نماز سے پہلے اور اس کے بعد)۔

سنن ابی داود - الصلاة (۱۰۰۱) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۹۲۱)

عَنْ سَمُرَةَ، قَالَ: أَمَرَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَكْرُؤَ عَلَى الْإِمَامِ الْح: رد علی الامام کا مطلب یہ ہے کہ جب مقتدی نماز میں السلام علیکم کہے تو لفظ کم کے خطاب میں امام کو بھی شامل کرے، اور باقی حدیث کا مطلب ظاہر ہے نمازیوں کو چاہئے کہ آپس میں ایک دوسرے سے محبت رکھیں اور ایک دوسرے کو سلام کریں نماز میں بھی اور خارج نماز بھی، نماز میں سلام کرنا مطلب یہ ہے کہ ہر مقتدی جب السلام علیکم کہے تو جس طرح اس میں امام کے سلام کی نیت کرے اسی طرح نماز میں شریک ہونیوالے مقتدیوں کی نیت بھی کرے بلکہ علماء نے لکھا ہے کہ ملائکہ جو جماعت میں شریک ہوں ان کی بھی نیت کی جائے۔

۱۹۲۔ بَابُ التَّكْبِيرِ بَعْدَ الصَّلَاةِ

نماز کے بعد تکبیر کہنے کا بیان

۱۰۰۲۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرِو، عَنْ أَبِي مُعْبِدٍ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: «كَانَ يُعَلِّمُ انْقِضَاءَ صَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالتَّكْبِيرِ»۔

عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی نماز کا اختتام تکبیر کے ذریعے پہچانا جاتا تھا۔

صحیح البخاری - الأذان (۸۰۵) صحیح البخاری - الأذان (۸۰۶) صحیح مسلم - الساجد ومواضع الصلاة (۵۸۳)

سنن النسائي - السهو (۱۳۳۵) سنن ابی داود - الصلاة (۱۰۰۲) مسند احمد - من مسند بنی ہاشم (۲۲۲/۱)

قوله: قَالَ: كَانَ يُعَلِّمُ انْقِضَاءَ صَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالتَّكْبِيرِ: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں کو حضور ﷺ کی نماز (جو مسجد میں ہوتی تھی) اس کے پورا ہونے کا علم تکبیر کے ذریعہ ہوتا تھا یعنی فرض نماز کے بعد حضور ﷺ کے زمانہ میں صحابہ کرامؓ نماز کے سلام کے بعد جہراً اللہ اکبر کہا کرتے تھے جس سے یہ ہم سمجھتے تھے کہ اب مسجد میں نماز ختم ہوئی ہے۔

اس حدیث سے ذکر بالجہر کا استحباب فرض نماز کے بعد ثابت ہوتا ہے، بعض سلف اور ابن حزم ظاہری اسی کے قائل تھے لیکن جمہور اور ائمہ اربعہ اس کے قائل نہیں، وہ اسکی توجیہ یہ کرتے ہیں ہو سکتا ہے کہ کچھ دنوں شروع اسلام میں ایسا ہوا ہو تعلیم ذکر کے لئے کیونکہ اس وقت آئے دن لوگ اسلام میں داخل ہوتے رہتے تھے وہ ان چیزوں سے چونکہ ناواقف ہوتے تھے تو ان نو مسلموں کو سکھانے کے لئے ایسا کیا جاتا ہو گا، اس کا سلسلہ پھر بعد میں قائم نہیں رہا لہذا یہ ایک وقتی حکم تھا جو اسی وقت منسوخ ہو گیا تھا، اور بعض علماء نے اس کی توجیہ یہ کی ہے کہ اس حدیث میں تکبیر سے مراد تکبیرات تشریق ہیں جو کہ ایام تشریق میں شروع

ہیں اور یہ ہر زمانہ کا حکم نہیں ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہاں ایک اشکال ہوتا ہے کہ ابن عباسؓ نماز میں خود کیوں شریک نہیں ہوتے تھے دور سے بیٹھے کیوں سنتے تھے؟ اس کا جواب امام نوویؒ نے یہ لکھا ہے کہ یہ حضور ﷺ کے زمانہ میں کم سن تھے تو یہ واقعہ ان کے بچپن کا ہے، اور ایک جواب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس حدیث کا تعلق سب لوگوں سے نہیں بلکہ ان صبیان اور نساء سے ہے جو گھر میں نماز پڑھتے ہوں اپنے ہی معذورین بھی۔

۱۰۳۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَوْسَى الْبَلْخِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، أَنَّ أَبَا مَعْبُدٍ، مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، أَخْبَرَهُ، أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ، أَخْبَرَهُ، «أَنَّ رَفْعَ الصَّوْتِ لِلدَّكْرِ حِينَ يُنْصَرِفُ النَّاسُ مِنَ الْمَكْتُوبَةِ، كَانَ ذَلِكَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ»، وَأَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ، قَالَ: «كُنْتُ أَعْلَمُ إِذَا انْصَرَفُوا بِذَلِكَ وَأَسْمَعُهُ».

عبداللہ بن عباسؓ نے بیان کیا کہ عہد نبویؐ میں جب لوگ فرض نماز سے فارغ ہوتے تو با آواز بلند ذکر ہوتا اور جب لوگ نماز سے فارغ ہو جاتے تو میں ذکر کی بلند آواز کو سن کر نماز کے ختم ہونے کو جان لیتا۔

صحیح البخاری - الأذان (۸۰۵) صحیح البخاری - الأذان (۸۰۶) صحیح مسلم - الساجد ومواضع الصلاة (۵۸۳) سنن النسائي - السهو (۱۳۳۵) سنن ابی داؤد - الصلاة (۱۰۰۳) مسند احمد - من مسند بنی ہاشم (۲۲۲/۱)

۱۹۳۔ بَابُ حَذْفِ التَّسْلِيمِ

لفظ سلام کو کھینچ کر لسانہ کرنا سنت ہے

۱۰۰۴۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ الْقُرَيْبِيُّ، حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، عَنْ ثُرَّةِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «حَذْفُ السَّلَامِ سُتَّةٌ»، قَالَ عِيسَى: «هَئَانِي ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ رَفْعِ هَذَا الْحَدِيثِ»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «سَمِعْتُ أَبَا عَمِيرٍ عِيسَى بْنُ يُونُسَ الْقَاحُورِيَّ الرَّمْلِيَّ، قَالَ: لَمَّا رَجَعَ الْقُرَيْبِيُّ مِنْ مَكَّةَ، تَرَكَ رَفْعَ هَذَا الْحَدِيثِ، وَقَالَ: هَئَا أَهْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ عَنْ رَفْعِهِ».

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ سنت یہ ہے کہ لفظ سلام کو کھینچ کر لسانہ کیا جائے عیسیٰ استاد کہتے ہیں کہ ابن مبارک نے مجھے اس حدیث کو مرفوع نقل کرنے سے منع فرمایا ہے۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ عیسیٰ بن یونس سے مروی ہے کہ جب فریالی مکہ مکرمہ سے واپس لوٹے تو انہوں نے اس حدیث کو مرفوع نقل کرنا چھوڑ دیا اور کہا امام احمد بن حنبلؒ نے اس حدیث کو مرفوع نقل کرنے سے منع کیا ہے۔

جامع الترمذی - الصلاة (۲۹۷) سنن ابی داؤد - الصلاة (۱۰۰۴) مسند احمد - باقی سند الکثرین (۵۳۲/۲)

قوله: حَذْفُ السَّلَامِ سُتَّةٌ: اس کی دو تفسیریں کی گئی ہیں: ① حذف الحركة عن اللفظ الجلالة یعنی سلام کے اخیر میں جو لفظ اللہ ہے درحمتہ اللہ میں اس کی حرکت کو حذف کر کے ساکن پڑھنا، ② اور دوسری تفسیر یہ کی گئی ہے الا

سراع و ترک البدو الاطالة یعنی نماز کا سلام جلدی سے کہہ کر فارغ ہو جانا زیادہ ٹھہر کر اور تجوید سے نہ پڑھنا، اس میں مصلحت یہ ہے کہ اگر امام صاحب اس لفظ کو خوب تجوید کے ساتھ کھینچ کر کہیں گے تو ممکن ہے کوئی مقتدی امام سے پہلے سلام کہہ کر فارغ ہو جائے تو اس میں تقدم علی الامام فی السلام آریگا جو جمہور کے نزدیک مفسد صلاۃ ہے اور حنفیہ کے نزدیک مکروہ ہے۔ ہمارے حضرت شیخ نور اللہ مرقہ بھی یہ چاہتے تھے کہ امام کا سلام مختصر ہو اس میں اطالہ نہ ہونے پائے۔

امام ترمذی اس حدیث کے بعد فرماتے ہیں قال ابن المبارک: یعنی: أن لا تمدة مدا وهو ی عن ابراهیم النخعی أنه قال: «التکبیر جزم، والسلام جزم»، منہل میں لکھا ہے یہ مسئلہ اجماعی ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں اور مصلحت اس میں وہی ہے جو اوپر مذکور ہوئی^۱، لیکن صاحب عون المعبود نے اس میں بعض اہل تشیع کا اختلاف نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں اس میں جلدی کرنا مکروہ ہے بلکہ سکون و وقار کے ساتھ ہونا چاہئے، لیکن علامہ شوکانی فرماتے ہیں وہو مردود بهذا الدلیل الخاص^۲۔

۱۹۴۔ بَابُ إِذَا أُخِذَتْ فِي صَلَاتِهِ وَسُتْقِلَ

نماز میں حدیث لاحق ہو جانے کا بیان

اس قسم کا باب کتاب الطہارۃ^۳ میں بھی گزر چکا یہاں پر مکرر ہے، لہذا اس مسئلہ میں اختلاف و دلائل سب وہیں گزر چکے، نیز اس مسئلہ کی طرف اشارہ باب فرض الوضوء میں لا یقبل اللہ صلاۃ أحدکم إذا أخذت، حتی یتوضأ^۴ کے ذیل میں بھی گزر چکا۔

۱۰۰۵۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ، عَنْ عَاصِمِ الْأَحْوَلِ، عَنْ عَيْسَى بْنِ حِطَّانَ، عَنْ مُسْلِمِ بْنِ سَلَامٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ طَلْحٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا فَسَأَ أَحَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ فَلْيَتَوَضَّأْ»

علی بن طلح کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ تم میں سے کسی شخص کی دوران نماز رخ خراب ہو جائے تو یہ شخص نماز سے پھر جائے پھر وضو کر کے نماز کا اعادہ کرے۔

جامع الترمذی - الرضاع (۱۱۶۴) سنن ابی داود - الصلاۃ (۱۰۰۵) سنن الدارمی - الطہارۃ (۱۱۴۱)

نماز میں اگر حدث لاحق ہو جائے تو وضوء کے بعد سابق نماز پر بناء کر سکتے ہیں یا نہیں ائمہ ثلاثہ کے یہاں

① المنہل العذب المورود شرح سنن ابی داود - ج ۶ ص ۱۲۳

② عون المعبود شرح سنن ابی داود ج ۳ ص ۳۰۶

③ بَابُ مَنْ يُعْذِلُ فِي الصَّلَاةِ

④ سنن ابی داود - کتاب الطہارۃ - باب فرض الوضوء ۶۰

جائز نہیں بلکہ نماز کا اعادہ و استیناف واجب ہے، حنفیہ کے نزدیک بناء جائز ہے البتہ اولی استیناف ہے، یہاں تعدد حدث کی صورت میں بناء حنفیہ کے یہاں بھی جائز نہیں۔

۱۹۰۔ بَابُ فِي الرَّجُلِ يَنْطَلِقُ فِي مَكَانِهِ الَّذِي صَلَّى فِيهِ التَّكْوِينَةَ

جس جگہ آدمی نے منسرخ نماز ادا کی ہو اس کی جگہ نفس نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟
اس سے پہلے ابواب الامامہ میں اس سلسلہ کا ایک باب گزر چکا ہے، بَابُ الْإِمَامِ يَنْطَلِقُ فِي مَكَانِهِ۔

۱۰۰۶۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا جَمَاعًا، وَعَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ لَيْثٍ، عَنْ الْحُجَّاجِ بْنِ عُثَيْبٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَيَعُجْرُ أَحَدُكُمْ - قَالَ: عَنْ عَبْدِ الْوَارِثِ - أَنْ يَتَقَدَّمَ، أَوْ يَتَأَخَّرَ، أَوْ عَنْ يَمِينِهِ، أَوْ عَنْ شِمَالِهِ" - زَادَ فِي حَدِيثِ جَمَاعٍ: «فِي الصَّلَاةِ»، يَعْنِي فِي السُّبْحَةِ.

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کیا تم میں سے کوئی شخص اتنا بھی نہیں کر سکتا کہ (فرض نماز پڑھنے کے بعد) اپنی نوافل اور سنتیں پڑھنے کیلئے اپنی جگہ سے آگے ہو جائے یا پیچھے ہٹ جائے یا دائیں یا بائیں جانب ہو کر نماز نوافل ادا کرے حماد کی حدیث میں فی الصلاة یعنی فی السُّبْحَةِ کا اضافہ ہے۔

سنن ابی داؤد - الصلاة (۱۰۰۶) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۱۴۲۷) مسند احمد - باقی مسند الکفرین (۲/۴۲۵)

شرح الحدیث قولہ: أَعُجْرُ أَحَدُكُمْ - قَالَ: عَنْ عَبْدِ الْوَارِثِ - أَنْ يَتَقَدَّمَ، أَوْ يَتَأَخَّرَ، کیا تم سے اتنا نہیں ہوتا کہ فرض نماز سے فارغ ہونے کے بعد اپنی جگہ سے ہٹ کر آگے یا پیچھے یا دائیں یا بائیں ہٹ کر نفلیں یا سنتیں پڑھا کر دو، اس میں ترغیب ہے کہ ایسا کرنا چاہئے، اس میں علماء نے دو فائدے لکھے ہیں: ① ایک ازالہ اشتباہ دوسرے استحکام شہود، کیونکہ اگر فرض نماز کے بعد تمام نمازی اسی ضرورت اپنی جگہ پر دوبارہ نیت باندھیں گے سنتوں کی، تو مسجد میں بعد میں داخل ہونے والے شخص کو اول وہلہ میں یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ جماعت کسٹریک ہے نماز ہو رہی ہے، ② اور دوسری مصلحت جو بیان کی گئی وہ یہ ہے کہ قیامت کے روز زمین کا بروہ حصہ جس پر انسان نے عبادت کی ہوگی وہ گواہی دے گا، لہذا اپنے لئے شاہدوں کو بڑھانا چاہئے، وہی النہل ① وذلک لتکثیر مواضع السجود کما قال البخاری والبغوی لأن مواضع السجود تشهد له یوم القيامة. کما فی تہ تعالیٰ یومئذٍ تَحْدِثُ أَحْبَابًا ②۔

۱۰۰۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ نَجْدَةَ، حَدَّثَنَا أَشْعَثُ بْنُ شُعْبَةَ، عَنِ الْمُنْهَالِ بْنِ حُلَيْفَةَ، عَنِ الْأَزْهَرِيِّ بْنِ قَبَيْسٍ، قَالَ: صَلَّى

① النہل العذب المورود شرح سنن ابی داؤد - ج ۶ ص: ۱۲

② اس دن کہہ ڈالے گی وہ اپنی باتیں (سورۃ الزلزال ۴)

بنا إماماً لنا يَكُنْى أبا رُمَّةَ، فَقَالَ: صَلَّيْتُ هَذِهِ الصَّلَاةَ - أَوْ مِثْلَ هَذِهِ الصَّلَاةِ - مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ يَقُومَانِ فِي الصَّفِّ الْمَقْدَمِ عَنْ يَمِينِهِ، وَكَانَ رَجُلٌ قَدْ شَهِدَ التَّكْبِيرَةَ الْأُولَى مِنَ الصَّلَاةِ، فَصَلَّى نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ سَلَّمَ عَنْ يَمِينِهِ، وَعَنْ يَسَارِهِ حَتَّى رَأَيْنَا بَيَاضَ خَدَّيْهِ، ثُمَّ انْقَلَبَ كَانِفًا لَأَبِي رُمَّةَ - يَعْنِي - فَقَامَ الرَّجُلُ الَّذِي أَتَتْكَ مَعَهُ التَّكْبِيرَةُ الْأُولَى مِنَ الصَّلَاةِ بِشَفْعِ، فَوَثَبَ إِلَيْهِ عُمَرُ، فَأَخَذَ يَمْسِكِيهِ فَهَزَّاهُ، ثُمَّ قَالَ: اجْلِسْ فَإِنَّهُ لَمْ يُهِلِكَ أَهْلُ الْكِتَابِ، إِلَّا أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ بَيْنَ صَلَوَاتِهِمْ فَصَّلَ، فَرَفَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَصَرَهُ، فَقَالَ: «أَصَابَ اللَّهُ بِكَ يَا ابْنَ الْخَطَابِ»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "وَقَدْ قِيلَ: أَبُو أُمَيَّةَ مَكَانَ أَبِي رُمَّةَ".

ازرق بن قیس کہتے ہیں کہ ہمارے امام جب تک کنیت ابو رُمثہ تھی انہوں نے ہمیں نماز پڑھائی پھر فرمایا کہ میں نے یہ نماز..... اس جیسی نماز..... نبی اکرم ﷺ کے ساتھ پڑھی تھی اور ابو بکر و عمر آپ ﷺ کے دائیں جانب اگلی صف میں تھے ایک شخص نے نماز کی تکبیر اولیٰ سے شرکت کی تھی پس نبی اکرم ﷺ جب نماز سے فارغ ہوئے اور آپ ﷺ نے اپنے دائیں جانب اور اپنے بائیں جانب سلام پھیرا یہاں تک کہ ہم نے آپ کے دونوں رخساروں کی سفیدی دیکھ لی پھر آپ ﷺ قبلے سے ہماری طرف مڑے جیسا کہ ابو رُمثہ (مراد خود ہیں) تمہارے سامنے مڑا ہے تو جس شخص نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تکبیر اولیٰ سے شرکت کی تھی اس نے نماز سے فارغ ہوتے ہی نفل دو رکعت پڑھنی شروع کر دی تو حضرت عمرؓ تیزی سے اس کے پاس پہنچے اور اس کے دونوں کندھوں کو پکڑ کر جھٹکا اور فرمایا اسی جگہ نوافل (ستیں) مت پڑھو چونکہ اہل کتاب اسی وجہ سے گمراہ ہوئے کہ انکی نمازوں کے درمیان فاصلہ نہیں ہوا کرتا تھا نبی اکرم ﷺ نے اپنی نگاہ مبارک بلند فرمائی اور ارشاد فرمایا اے ابن خطاب اللہ تمہیں خیر اور بھلائیوں سے مالا مال کرے۔

قوله: صَلَّيْتُ بِنَا إِمَامًا لَّنَا يَكُنْى أبا رُمَّةَ: ابو رُمثہ کے نام میں اختلاف ہے تقریب التہذیب میں لکھا ہے قیل اسمه رفاعۃ بن یثربی و یقال عکسہ و یقال عمارۃ بن یثربی و یقال حیاء بن وہیب و قیل جندب و قیل خشخاش، اور بعض کتب حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لفظ ابو ریمہ ہے، حافظ فرماتے ہیں تقریب میں کہ اس کو ابن مندہ نے اسی طرح ضبط کیا ہے ①، لیکن ابو داؤد کے نسخوں میں ابو رُمثہ ہے، حضرت نے بذل ② میں اس راوی کی تحقیق میں بہت کچھ تحریر فرمایا ہے ہم نے تو یہاں حافظ نے جو کچھ تقریب میں لکھا ہے اسی پر اکتفاء کیا ہے۔

یہ کافی طویل حدیث ہے اس کا مضمون یہ ہے۔

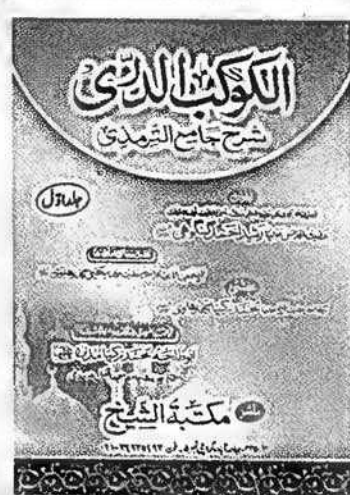
ازرق بن قیس کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہمیں ایک امام نے نماز پڑھائی جس کی کنیت ابو رُمثہ تھی، انہوں نے نماز پڑھانے کے بعد

① تقریب التہذیب ص ۱۱۴۶

② بذل المجہود فی حل ابی داؤد - ج ۵ ص ۳۵۰-۳۵۱

ایک واقعہ سنایا کہ ایک مرتبہ میں نے ایک نماز حضور ﷺ کے ساتھ پڑھی اور حضرات شیخین ابو بکر و عمر کا معمول نماز میں انکی صف میں دائیں جانب، کھڑے ہونے کا تھا، تو ہوا یہ کہ ایک شخص جو نماز میں شروع سے شریک تھے حضور ﷺ کے سلام پھیرنے کے بعد اور حضور ﷺ کے قبلہ سے رخ پھیر کر بیٹھنے کے بعد کافیتال ابی ہفثہ، اسکا مطلب یہ ہے کہ ابور مشہ کہہ رہے ہیں کہ جس طرح میں اس وقت تمہارے سامنے سلام پھیر کر رخ بدل کا بیٹھا ہوں اسی طرح حضور ﷺ بھی بیٹھے تھے، غرضیکہ وہ شخص جو نماز میں شروع سے شریک تھا کھڑا ہوا اور جس جگہ فرض نماز پڑھی تھی وہیں نفل نماز پڑھنے لگا تو حضرت عمرؓ کھڑے ہوئے اور اس شخص کے دونوں مونڈھے پکڑ کر زور سے بلانے اور فرمایا کہ اہل کتاب کی ہلاکت و بربادی اسی وجہ سے ہوئی ہے کہ انکی نمازوں میں فصل نہیں ہوتا تھا فرض کو نفل کے ساتھ خلط کر دیتے تھے، اہل کتاب کا آسمانی کتبوں میں تحریف کرنا اور احکام میں اپنی طرف تغیر اور کمی و زیادتی کرنا تو مشہور ہے، غالباً حضرت عمرؓ کی مراد یہ ہے کہ جس جگہ فرض نماز پڑھی ہے فوراً اسی جگہ کھڑے ہو کر نفلیں پڑھنا یہ بھی ایک قسم کا خلط اور تغیر ہے، پھر حضور ﷺ نے حضرت عمرؓ سے اس فعل کی تصویب اور تحسین فرمائی۔





اسٹاکسٹ

مکتبہ زکریا

دکان نمبر 2، قاسم سینٹر، نزد سو براج ہسپتال، اردو بازار، کراچی

موبائل: 021-32621095, 0312-2438530

مکتبہ خلیلیہ

دکان نمبر 19، سلام کتب مارکیٹ، بنوری ٹاؤن، کراچی

موبائل: 0312-5740900, 0321-2098691